عیونُ الانباء فی طبقاتُ الاطبّاء

تصنیف

ابن ابی أصیبعہ



دیسقوریدوس



رازی



بقراط

جلد اوّل

اُردو ترجمہ

CCRUM

سنٹرل کونسل فار ریسرچ اِن یونانی میڈیسن
(وزارت صحت و خاندانی بہبود، حکومت ہند)

طبیب فاضل موفق الدّین ابوالعبّاس احمد بن قاسم بن خلیفہ بن یونس
سعدی خزرجی معروف بہ ابن ابی اصیبعہ
کی شہرۂ آفاق تصنیف

عیون الانباء فی طبقات الاطباء

(اُردو ترجمہ)

جلد اوّل

CCRUM
سنٹرل کونسل فار ریسرچ اِن یونانی میڈیسن
(وزارت صحت و خاندانی بہبود، حکومتِ ہند)
نئی دہلی

ی.سی.آر.یو.ایم اشاعت نمبر ۳۰

لہ حقوق محفوظ

داد اشاعت : ایک ہزار
ن اشاعت : ۱۹۹۰ء

ت : روپے

ر: سنٹرل کونسل فار ریسرچ اِن یونانی میڈیسن
۵۔پنچشیل شاپنگ سنٹر، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۷

ع : علی کارپوریشن آف انڈیا، دہلی

نویس : انیس احمد

پیش لفظ

سنٹرل کونسل فار ریسرچ اِن یونانی میڈیسن کی لٹریری ریسرچ اسکیم کے تحت ترجمہ وتالیف کا ایک جامع پروگرام زیرِ عمل ہے اور اب تک متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے زکریا رازی کی کتاب الابدال، ابن سینا کا رسالہ جودیہ، ابن رشد کی کتاب الکلیات، ابن زہر کی کتاب التیسیر اور ابن بیطار کی جامع المفردات خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

زیرِ نظر کتاب عیون الانباء فی طبقات الاطباء، مطبوعات کونسل کی ایک اہم کڑی ہے۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ کی یہ کتاب اطبائے قدیم کے حالات پر ایک مستند کتاب تسلیم کی جاتی ہے جس میں طِب کے ابتدائی دَور سے تیرھویں صدی عیسوی تک کے اطباء کے حالات اور ان کے فنی کارنامے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب ۱۸۸۳ء (۱۲۹۹ھ) میں مصر سے پہلی بار دو جلدوں میں شائع ہوئی پھر کافی عرصہ بعد عدم دستیابی کی صورت میں ۱۹۶۵ء میں بیروت سے یہ کتاب ایک ہی جلد میں شائع ہوئی تاہم مصری اشاعت صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتی ہے۔ اس لئے اسی کو بنیاد بنا کر کونسل کے زیرِ اہتمام دونوں جِلدوں کا ترجمہ کیا گیا۔ پہلی جِلد کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے اور دوسری جِلد کا ترجمہ طباعت کے مرحلہ میں ہے۔

ترجمہ کے لئے جناب حکیم عبدالمجید اصلاحی صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ امید ہے کہ اُردو داں اطباء اور طلبائے طِب کے علاوہ اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک انتہائی مُفید ماخذ ثابت ہوگی۔

محمد عبدالرزاق
حکیم محمد عبدالرزاق
ڈائرکٹر

کچھ کتاب کے بارے میں

یونانی طِب کی تاریخ بہت طویل ہے۔ اس طِب کا آغاز تقریباً ۵۰۰ سال قبل مسیح میں یونان کی سرزمین پر ہوا اس کے بعد اس طِب نے مصر، ایران، عرب اور یورپ تک رسائی کی اور تیرھویں صدی عیسوی میں یہ فن ہندوستان میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوا اور تاحال برِّ صغیر میں یہ طریقۂ علاج رائج اور عوام میں مقبول ہے۔ اس ڈھائی ہزار سال کے عرصہ میں اس فن کے بے شمار ماہرین ہوئے جن کے علمی و عملی کارناموں نے اس فن کو فروغ دیا اور اس کی بقا کا باعث بنے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ یونانی طِب کا ماضی بہت شاندار رہا ہے۔ ماضی کے شاندار ہونے کا سبب اس فن کے ماہر اور قابل اطباء کے علمی و عملی کارنامے ہی رہے ہیں۔ ان اطباء کے حالات سے واقفیت موجودہ دَور کے اطباء کے لئے بیحد ضروری ہے۔

اطباء کے حالات پر علاّمہ ابن ابی اصیبعہ کی کتاب "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" ایک مستند کتاب ہے۔ جس میں طِب کے ابتدائی دَور سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی تک کے اطباء کے حالات تفصیل سے درج ہیں گویا ہندوستان میں طب یونانی کے پہنچنے سے قبل تک کے اطباء کے بارے میں معلومات کے لئے یہ کتاب بہترین مآخذ ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور جو مصر سے شائع ہوئی۔ ہر دو جلد میں تین سو سے زیادہ اطباء کے حالات مذکور ہیں۔ اُردو میں اتنی ضخیم کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ تاریخ الحکماء (ابن قفطی) کا ترجمہ بھی ہوا ہے لیکن اطباء کے حالات پر یہ کتاب مختصر معلومات فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" کے اُردو ترجمہ کی ضرورت کوئی پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی بعض حوالہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ حکیم خواجہ رضوان احمد (مرحوم) پروفیسر آیورویدک اینڈ یونانی طبّیہ کالج، قرول باغ، دہلی نے اس کا ترجمہ کیا تھا۔ چنانچہ ان کی تصنیفات کی فہرست کے اشتہار میں جو بڑی بیاض (اُردو ترجمہ علاج الامراض) میں شائع ہوا ہے۔ عیون الانباء فی طبقات اطباء کا اُردو ترجمہ بھی شامل ہے لیکن اس کے ساتھ زیرِ طبع بھی لکھا

ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ شائع نہ ہو سکا کیونکہ نہ تو اب تک کسی طبیب کی نظر سے یہ گذرا اور نہ ہی مرحوم کی دیگر تصانیف کی طرح یہ کہیں دستیاب ہے۔ اسی بات کے پیشِ نظر، کونسل نے اس کتاب کے ترجمہ کا آغاز کرنے سے قبل ہند و پاک کے مختلف اطباء اور طبیہ کالجوں سے ربط قائم کرکے اس ترجمہ کی دستیابی کے بارے میں دریافت کیا ہر ایک نے جب نفی میں جواب دیا تب ہی کونسل نے اس اہم تاریخی کتاب کے ترجمہ کا کام شروع کروایا۔

اس کتاب کے مُصنّف علّامۂ زماں موفق الدّین ابو العبّاس احمد بن قاسم بن خلیفہ بن یونس سعدی خزرجی ہیں جو علّامہ ابن ابی اصیبعہ کے نام سے مشہور ہیں یہی ان کی کنیت ہے۔ مصنّف نے اس کتاب کو ۶۴۳ھ (تیرہویں صدی عیسوی) میں دمشق میں مُکمّل کیا۔ اور امین الدولہ بن غزال وزیر الملک الصالح بن الملک العادل کے سامنے پیش کیا۔ ابن ابی اصیبعہ اپنے زمانہ کے یکتا عالم اور تیرہویں صدی کے بہترین مورّخ طبیب ہوئے۔ ابن ابی اصیبعہ تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جب اس کتاب کو تحریر کرنے کا ارادہ کیا تو اس زمانہ میں جس قدر تاریخی مواد موجود تھا اس کا بغور مطالعہ کیا اور جو چیزیں ان میں سے میری تحقیق کے مطابق صحیح ثابت ہوئیں ان کو لے لیا اور بقیہ کو ترک کر دیا اس اعتبار سے وہ کہتے ہیں کہ یہ مجموعہ تاریخ الاطباء پر بہترین مُفید اور پُر از معلومات ہے۔ تقریباً ۵۰۰ سال تک یہ کتاب قلمی صورت میں ہی رہی۔

۱۸۸۳ء میں مصر کے مشہور عالم امراء القیس بن الطحان نے اس کے قلمی نُسخہ کو خدیو مصر کے کُتب خانہ میں دیکھا اور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر اس کو شائع کر دیا جائے تو یہ مجموعہ اہلِ علم اور شائقین تاریخ کے لئے نہایت مُفید ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے اس کے چند نسخوں کا مُطالعہ کیا تو بہت فرق محسوس ہوا۔ اس فرق کو دُور کرنے کے لئے انھوں نے آکسفورڈ، آسٹریا، المانیہ، لندن، پیرس، لیڈن، فلمنک، برلن کی لائبریریوں کے موجود نسخوں کا باہمی مقابلہ کیا۔ علاوہ ازیں مسٹر نکلسن (لندن)، مسٹر شفر (پیرس) کے نُسخوں کا بھی گہرا مطالعہ کرنے کے بعد ایک ایسا نسخہ مرتّب کر لیا جو ہر اعتبار سے مستند مانا جا سکتا تھا۔ نیز امراء القیس نے اس کتاب میں جس قدر واقعات تھے ان کو تاریخ الحکماء مصنّفہ جمال الدّین قفطی، کتاب التعریف فی طبقات الامم مُصنّفہ قاضی صاعد بن احمد طلیطلی، کتاب نزہتہ الارواح و روضتہ الافراح مُصنّفہ محمد بن محمود شہرزوری کتاب الفہرست مُصنّفہ محمد بن اسحاق وغیرہ تاریخی کُتب سے مطابقت کی۔ جب یہ نُسخہ ان کوششوں کے بعد مُکمّل ہو گیا تو علّامہ مصطفیٰ آفندی مالک مطبع وہبیہ مصر نے ۱۸۸۳ء میں پہلی بار خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا اس طرح عیون الانباء فی طبقات الاطباء کا موجودہ نُسخہ

دُنیا کے صحیح ترین نسخوں میں سے ہے جس کا اُردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

جلد اوّل میں تقریباً ۱۶۰ اطباء کے حالات درج ہیں۔ ابو الطب بقراط، جالینوس، ارسطو، فیثاغورس، دیسقوریدوس، ربن طبری، زکریا رازی جیسے مشہور اطباء کے حالات اسی جلد میں درج ان کے حالات نہ صرف دِلچسپ ہیں بلکہ فنی و علمی اعتبار سے پُر از معلومات ہیں۔ الغرض تاریخ الاط معلوماتِ طب پر یہ کتاب اطباء و طلبائے طِب کے لئے بہترین ذخیرہ ہے۔

ام الفضل

حکیم اُمّ الفض

ڈپٹی ڈا

سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی مید

فہرست مضامین

باب سوم :

باب چہارم :

باب پنجم :

باب ششم :

باب ہفتم :

ہشتم :

باب نہم:

باب دہم :

بلاد عجم میں پیدا ہونے والے اطباء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(از مؤلف)

ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو قوموں کو وسعت دینے والا، بوسیدہ وجودوں کو حیاتِ نو بخشنے والا، موجوداتِ عالم کا خالق اور بیماروں کا شافی ہے۔ جو لطف و کرم سے نعمتوں کی بے پناہ بارشیں کرتا، عاصی اور گنہگار بندوں کو دردناک وعیدیں سناتا اور کس لطف خاص سے مخلوقات کو پردۂ عدم سے ظہور بخشتا ہے۔ جس نے امراض پیدا کئے اور ایسی دوائیں نازل کیں جو حکمت اور صنعت کاملہ کا حیرت انگیز شاہکار ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ شہادت خالص، وفار عہد کی آئینہ دار اور فریب و ندامت کی تباہ کاریوں سے پاک ہے۔ اس طرح گواہ ہوں کہ ہمارے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندہ اور اس کے پیغامبر ہیں۔ جو جامع کلمات سے آراستہ ہوکر عرب و عجم کی جانب مبعوث ہوئے۔ آپ کی بعثت کے نور تاباں سے تمام شبستان وجود منوّر ہوئے۔ ظلمتکدۂ دھر کی تیرہ و تار فضائیں دور ہوئیں۔ آپ کے معجزات و خوارق کی شمشیر بے نیام نے ظلم و جبروت کے پردے چاک کئے۔ آپ کی نبوت کی شرربار بجلیوں نے خرمن کفر و شرک کو خاکستر کیا۔ تاقیاست درود و سلامتی ہو آپ پر، آپ کے اصحاب فضل و کمال پر، ان تمام قدسی نفوس انسانوں پر جنھوں نے آپ کی شریعت کو اپنی زندگی کا نصبُ العین قرار دیا۔ اور آپ کی ازواج مطہرات پر جو امہات المؤمنین ہیں اور ناپاکیوں اور آلودگیوں سے یکسر پاک ہیں۔

امابعد !

چونکہ فنِ طب تمام علوم و فنون کے اندر سب سے اعلیٰ و اشرف اور نہایت منفعت بخش ہے، آسمانی صحیفوں اور شرعی احکامات کے اندر بھی اس کی عظمت و جلالت کا تذکرہ آیا ہے چنانچہ علم الابدان کو علم الادیان کے شانہ بشانہ رکھا گیا۔ نیز حکماء نے بھی کہا ہے کہ زندگی کے مقاصد دو ہی ہیں خیر اور لذّت اور دونوں ہی کا حصول انسانوں کے لیے صحت پر منحصر ہے کیوں کہ دُنیا سے مطلوبہ لذّت اور آخرت میں خیر و صلاح کی خوش امیدی تک پہنچنے کا دار و مدار اس پر ہے کہ انسان کی صحت برقرار اور جسمانی ساخت

طاقتور رہے۔ یہ بات محض طب کے فن ہی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے، کیوں کہ اس کا موضوع ہی صحت حاصلہ کی حفاظت اور صحت زائلہ کا اعادہ ہے۔ فنِ طب کا شاہباز جب اتنے اُونچے مقام پر ہے اور ہر وقت اور ہر زمانے میں عام طور پر ضرورت اسی کی داعی ہے تو اس کا اہتمام نہایت ضروری اور اس کے کلی و جزئی قوانین کو معلوم کرنے کی طلب بیش از بیش ہونا لازمی ہے۔

طب کے آغاز سے اب تک چونکہ فن سے اشتغال اور اس کے اصول و مبادی کی طلب و جستجو رکھنے والے بکثرت پیدا ہوئے ان میں اکابرِ فن اور اربابِ نظر کی ایک جماعت بھی رہی جس کی قدر و منزلت کے واقعات بتواتر نقل در نقل ہم تک پہنچے نیز جس کے فضل و کمال کا اندازہ اس جماعت کی تصنیفات سے بھی ہوتا ہے، مگر کوئی کتاب ہمارے سامنے ایسی نہیں آئی جس کے اندر اطباء کے طبقات اور اُن کے واقعات اور حالاتِ زندگی جامعیت اور تسلسل کے ساتھ کسی مصنف نے قلمبند کیا ہو، لہٰذا ہم نے یہ کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس میں قدیم و جدید باکمال اور ممتاز اطباء کے مراتب و طبقات اور ان کے خاص خاص نکتوں کا تذکرہ ہم نے منزل بہ منزل کیا ہے، نیز ان کے ملفوظات، واقعات، حکایات، نوادرات اور مذاکرات وغیرہ بھی بیان کیے ان کی کچھ تصنیفات کا تذکرہ بھی کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فکر و نظر، ذہانت و لیاقت، جودتِ فہم اور طباعی کے جس مقام پر رکھا تھا اس کا بخوبی اندازہ ہو سکے، کیوں کہ ان میں بہت ساری ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کا زمانہ گو قدیم ہے اور مختلف اوقات میں وہ موجود رہی ہیں مگر فن کی جو خدمت انھوں نے انجام دی اور اپنی تصنیفات کے ذریعہ جو علمی نکات اور مباحث پیش کیے اس کے لیے ہم ان کے ممنون کرم ہیں، یہ وہ احسانات ہیں جو استاد کو شاگرد اور محسن کو صاحبِ احسان پر فوقیت بخشتے ہیں۔ کتاب کے اندر فلاسفہ اور حکماء کی ایک جماعت کا تذکرہ بھی ہم نے کیا ہے جنھیں فنِ طب سے اعتناء تھا۔ ان کے تھوڑے بہت حالات، نوادرات اور تصنیفات کا تعارف پیش کیا ہے اور درجہ بدرجہ حسبِ مرتبہ ہر ایک کو مناسب جگہ دی ہے۔ باقی تمام حکماء، اصحابِ تعلیم اور دیگر سارے علوم و فنون کے اربابِ نظر کا جہاں تک تعلق ہے ان پر ہم الگ سے انشاء اللہ مکمل طور پر اپنی کتاب "معالم الامم و اخبار ذوی الحکم" میں اظہارِ خیال کریں گے۔

سر دست جس کتاب کی تالیف پیشِ نظر ہے اسے ہم نے پندرہ ابواب پر تقسیم کیا ہے اور اس کا نام "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" (طبقات اطباء کے اصلی واقعات) رکھا ہے۔ کتاب کے ذریعہ ہم نے عالی رتبہ وزیر، عالم و عادل، رئیس کامل، سید الوزراء، ملک الحکماء، امام العلماء، آفتابِ شریعت، کمالِ دین، شرف ملت امین الدولہ ابوالحسن بن غزال بن ابو سعید ادام اللہ سعادتہ و بلغہ فی الدارین ارادتہ کے کتبخانۂ عالی کی خدمت انجام دینے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ سے ہم توفیق و امداد کے طالب ہیں کہ وہی کارساز

ہے، اور اسی کو قدرت حاصل ہے۔ یہ ابواب اس طرح ہیں:

ابتدائیہ : طب کی ابتداء اور اس کے اوّلین واقعات
باب اوّل : اطباء جن سے طب کے کچھ اجزاء وجود میں آئے اور فن کا آغاز ہوا
باب دوم : اسقلیبوس کی نسل سے پیدا ہونے والے اطباء
باب سوم : یونانی اطباء جن کے درمیان بقراط نے طب کی اشاعت کی
باب چہارم : اطباء جو جالینوس کے عہد میں اور قریب تر زمانہ میں پیدا ہوئے
باب پنجم : اطبّاء اسکندریہ اور ہم عصر عیسائی اطبّاء وغیرہ
باب ششم : آغاز اسلام میں پیدا ہونے والے اطباء عرب وغیرہ
باب ہفتم : عہد عباسی کے آغاز میں سریانی اطباء
باب ہشتم : یونانی سے عربی میں کتب طب وغیرہ کے مترجمین
باب نہم : عراق، جزیرہ اور دیار بحر کے اطباء
باب دہم : بلاد عجم میں پیدا ہونے والے اطباء
باب یازدہم : ہندوستانی اطباء
باب دوازدہم : بلاد مغرب میں پیدا ہونے والے اور اقامت گزیں اطباء
باب سیزدہم : دیار مصر کے مشہور اطباء
باب چہاردہم : شام کے معروف اطباء

طب کی ابتدا اور اس کے اوّلین واقعات

اس موضوع پر تعیّن کے ساتھ کوئی گفتگو کرنا حسب ذیل وجوہ سے دشوار ہے :

۱۔ بعد زمانہ ۔ جس چیز کا زمانہ قدیم ہوتا ہے بالخصوص مذکورہ نوعیت کے مسائل ہیں ان پر بحث و نظر کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے ۔

۲۔ بزرگان قدیم، ممتاز فضلاء اور ثقہ اصحاب فکر کا کوئی ایک قول بھی اس باب میں متفق علیہ نہیں ہے ۔ جو ہمارے لیے مشعل راہ ہو ۔

۳۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے والوں کو جو کچھ دستیاب ہوا وہ چوں کہ بے حد مختلف ہے اس لئے قول فیصل کا یقین مشکل ہے ۔ جالینوس نے کتاب الایمان مؤلفہ بقراط کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فن کے اوّلین موجدوں کے باب میں قدماء کی بحث کوئی آسان بحث نہیں ہے ۔

جالینوس نے اس سلسلہ میں جو مختلف خیالات اور نظریات پیش کئے ہیں ان کا احاطہ کرتے ہوئے ہم اصل مسئلہ کو ناظرین کے سامنے پیش کریں گے ۔ فنِ طب کی ابتداء اور آغاز کے بارے میں بنیادی طور پر دو گروہ ملتے ہیں :

۱۔ ایک گروہ، فن کے قدیم ہونے کا قائل ہے ۔

۲۔ دوسرا گروہ، اس کے حادث ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے ۔

چنانچہ جو حضرات اجسام کے حادث ہونے کے قائل ہیں وہ طب کو حادث مانتے ہیں ۔ اور جو حضرات اجسام کو قدیم مانتے ہیں اور طب کے قدیم ہونے کے قائل ہیں ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تخلیق انسانی کی طرح فنِ طب بھی قدیم اور ازلی ہے ۔ جو لوگ طب کو حادث قرار دیتے ہیں وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں ۔

۱۔ ایک تو یہ کہتا ہے کہ تخلیق انسانی کے ساتھ ہی طب کی بھی تخلیق ہوئی ہے ۔ کیوں کہ یہ من جملہ ان اشیاء کے ہے جن پر تعمیر انسانی کا دار و مدار ہے ۔

۲۔ دوسرا گروہ جمہور کا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ طب مابعد کی ایجاد ہے۔ یہ گروہ پھر دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہتا ہے کہ فنِ طب الہامی ہے۔ یہ گروہ دعویدار ہے کہ یہ خیال جالینوس، بقراط تمام اصحاب قیاس اور یونانی شعرا کا ہے۔

(۲) دوسرا طب کو انسانی ایجاد تصوّر کرتا ہے۔ اس میں کچھ اصحاب تجربہ، اصحاب حیل، تاسلس مغالط اور فیلن شامل ہیں۔ یہ بھی حسبِ ذیل امور میں اختلاف رکھتا ہے۔

(الف) فن کی ایجاد کس جگہ ہوئی

(ب) اور کس طرح ہوئی

کچھ لوگوں کا خیال ہے ایجاد فن کا سہرا اہل مصر کے سر ہے۔ اس خیال کی تصدیق وہ اس دوا سے کرتے ہیں جسے یونانی میں "انی" یعنی راسن کہتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہرمس تمام فنون، فلسفہ اور طب کا موجد ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس فن کی ایجاد اہل فولوس نے ان ادویہ سے کی ہے جنھیں قابلہ نے ملکہ کے لیے ترکیب دی تھی اور اس سے وہ صحت یاب ہو گئی تھی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں ایجاد کرنے والے اہل موسیا و افروجیا ہیں۔ یہی وہ پہلے لوگ ہیں جنھوں نے نغمہ اور سرور کی ایجاد کی، چنانچہ وہ ان سروں کے تال میل سے روحانی آلام دور کرتے تھے۔ یہ آلام جس چیز سے دور ہو سکے ہوں اسی سے جسم کو بھی شفا حاصل ہو سکتی ہے۔

کچھ لوگ اس کے موجد حکمار اہل قوّ کو مانتے ہیں۔ قوّ وہ جزیرہ ہے جو بقراط اور اس کے آبا یعنی آل اسقلیبوس کا مسکن تھا۔

اسلاف کی ایک بڑی جماعت کا قول ہے کہ طب کا وجود اقلیم رابع کے تین وسطی جزیروں میں ہوا۔ ایک رودس، دوسرا قنیدس، تیسرا قوّ، بقراط اسی جزیرہ کا باشندہ تھا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں فن کے موجد کلدانی ہیں۔ بعض اس کا موجد ساحران یمن کو، بعض ساحران بابل یا ساحران فارس کو، بعض اہل ہند کو، بعض صقالبہ کو، بعض اہل اقریطس کو جن کی جانب افتیمون منسوب ہے، اور بعض اہل طور سینا کو مانتے ہیں۔

جو لوگ طب کو الہامی مانتے ہیں ان میں کچھ لوگ الہام بذریعہ خواب کے قائل ہیں، وہ استدلال کرتے ہیں کہ خواب میں کچھ لوگوں نے کچھ ادویہ دیکھیں اور بیداری میں انھیں استعمال کیا تو مشکل امراض سے نجات ملی اور جس نے بھی انھیں استعمال کیا اسے شفا ملی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں اس کا الہام تجربہ کے

ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو کیا ہے اور تجربہ نے آگے بڑھ کر قوت حاصل کی۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ایک مصری خاتون نہایت فکر و غم کی ماری، مبتلائے درد والم تھی۔ معدہ کمزور سینہ اخلاط ردّیہ سے پُر اور احتباس حیض تھا۔ اتفاق سے اس نے اشتہار کے ساتھ بار بار راسن کھایا جس سے اس کی تمام تکلیفات دور اور صحت ہو گئی۔ اسی طرح اس تکلیف کے اندر جس نے بھی یہ دوا استعمال کی وہ صحت یاب ہوا اسے دیکھ کر پھر تمام چیزوں پر لوگوں نے تجربات کرنا شروع کر دیے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو طب کا خالق تصوّر کرتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسے جلیل القدر علم کی ایجاد عقل انسانی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ یہ خیال بعینہ جالینوس کا ہے۔ اس نے کتاب الایمان مؤلف بقراط کی شرح میں یہ عبارت صاف طور پر لکھی ہے:

"ہمارے نزدیک سب سے صحیح اور انسب بات یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی نے فنِ طب کی تخلیق کی ہے اور بندوں کو اس کا الہام کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رتبہ کے علم کا ادراک عقل انسانی سے ماورا ہے۔ اس کا خالق صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ فن طب اس فلسفہ علم سے کم درجہ کا نہیں ہے جس کا خالق لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔"

شیخ موفق الدین اسعد بن الیاس بن مطران نے اپنی کتاب موسوم بہ "بستان الاطبا و روضۃ الا" میں ابو جابر مغربی سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے:

"اس فن کے وجود کا سبب وحی والہام ہے، دلیل یہ ہے کہ اس کا موضوع لوگوں کے جسموں پر توجّہ بایں طور صرف کرنا ہے کہ ان کی صحت زائلہ کا اعادہ اور صحت حاصلہ کی حفاظت ہو۔ ظاہر ہے یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی فن بذات خود اشخاص و اجسام سے تعلق تو رکھے مگر جن اشخاص سے اس کا تعلّق ہو ان کے علم ہی سے وہ بیگانہ ہو۔ ظاہر ہے اشخاص عدد کے تحت واقع ہونے کے باعث اصحاب مبدء ہیں۔ اور ہر معدود کا اوّل واحد ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ لوگوں کے اشخاص، مالانہایۃ لہ، کی حد تک ہوں، کیوں کہ مالانہایۃ لہ کا فعل میں آنا محال ہے۔"

ابن مطران تبصرہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ شئے جس کا احاطہ نہ کیا جا سکے بلا نہایت نہیں ہے۔ بلکہ اس کی نہایت ہوتی ہے، جس کے احاطہ سے وہ قاصر ہوتی ہے۔"

ابو جابر فرماتے ہیں:

"چوں کہ اس فن کے بغیر قائم نہ رہنے والے اشخاص لازماً اصحاب مبدر رہیں لہٰذا فن بھی لازماً ذو مبدر ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص کثرت کے آغاز میں ہوگا وہ دیگر اشخاص کی طرح اس کا محتاج ہوگا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے پائے گئے کسی شخص کے ہاتھوں عمر کی کمی اور طول فن کے پیش نظر فن ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ مبدر کثرت میں رہ کر سب کے سب فن کی ایجاد پر اتفاق کرلیں۔ کیوں کہ فن مستحکم ہوتا ہے، اور کوئی مستحکم شئے اختلاف سے نہیں اتفاق سے وجود میں آئی ہے۔ جو اشخاص کثرت میں پہلے تھے جائز نہیں ہے کہ کسی مستحکم شئے پر اتفاق کرلیں۔ کیوں کہ ہر شخص تمام پہلوؤں سے ہر شخص کے مساوی نہیں ہوتا۔ جب افکار و خیالات کے پہلو سے سب کے سب مساوی نہیں ہیں تو ان کا کسی امر محکم پر اجماع کرلینا جائز نہیں ہے۔"

ابنِ مطران فرماتے ہیں:

"یہی بات بعینہٖ دیگر علوم و فنون کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے، یعنی یہ کہ وہ الہامی ہیں۔ کیوں کہ یہ بھی محکم ہوا کرتے ہیں۔" ابو جابر کا یہ قول کہ اشخاص کا کسی امر محکم پر اجماع جائز نہیں ہے" بے حقیقت ہے۔ ان کا اجماع تو صرف امر محکم ہی پر ہوتا ہے۔ اختلاف تو وہاں رونما ہوتا ہے جہاں استحکام نہیں ہوتا۔"

ابو جابر فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا بیان سے یہ بات صاف ہو گئی کہ مبدر کثرت میں موجود اشخاص سے اس فن کی ایجاد نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح کثرت کی انتہا پر بھی یہ ممکن نہیں ہے، کیوں کہ اشخاص ایک دوسرے سے متضاد ہوتے ہیں اور ان میں اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے۔

یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ کیا تمہارے نزدیک یہ ممکن ہے کہ کوئی ایک یا بہت سارے لوگ جڑی بوٹیوں کے مقامات، معدنیات ان کے افعال و خواص، تمام حیوانات کے اعضاء کی قوتیں، ان کے خواص فوائد و نقصانات، سارے امراض، ممالک، الگ الگ ان کے باشندوں کے مزاج، ترکیب ادویہ سے پیدا شدہ طاقت، ادویہ کی ایک ایک قوت کی ضد، ایک ایک مزاج کے مناسب اور غیر مناسب حالات، فن طب کی تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے کیا معلوم کر سکتے ہیں؟

ہم یہ کہیں گے کہ اگر کوئی اسے آسان قرار دیتا ہے تو جھوٹ بکتا ہے اور علمی پہلو سے اسے مشکل قرار دیتا ہے تو کہنا پڑے گا کہ پھر ایجاد کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا طب

کی ابتدار کے بارے میں دو ہی باتیں کہی جا سکتی ہیں یا تو اسے ایجاد کیا گیا ہے یا وحی والہام کے ذریعہ آیا ہے۔ چوں کہ ایجاد کی کوئی بات نہیں بنتی ہے اس لیے لامحالہ اسے وحی و الہام کا نتیجہ ماننا پڑے گا۔"

ابن مطران فرماتے ہیں:

"یہ ساری گفتگو اضطراب کا شکار ہے۔ جالینوس گو تفسیر العہد میں اس فن کو الہام کا نتیجہ قرار دیتا ہے، افلاطون کتاب السیاستہ کے اندر اسقلیبوس کو الہامی شخصیت کہتا ہے مگر عقلی دسترس سے اس فن کو بعید قرار دینا غلطی ہے اور ان عقلوں کو کمزور قرار دینا ہے جو فن طب سے بھی زیادہ مہتم بالشان فن کی ایجاد کر چکی ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا پہلا شخص ایک ہی تھا جو فنِ طب کا اسی طرح محتاج ہوا جس طرح آج ایک — جم غفیر محتاج ہوتا ہے۔ اس کے جسم میں ثقل پیدا ہوا، آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ امتلاءِ دموی کی علامات پیدا ہو گئیں، اسے معلوم نہ تھا کہ ایسی صورت میں کیا کرے۔ طاقتور ہونے کے باعث نکسیر ٹوٹی اور تمام تکلیفات رفع ہو گئیں۔ اس واقعہ کو اس نے ذہن میں رکھا، دوبارہ بعینہٖ یہی حالت پیش آئی تو اس نے اپنی ناک کو کرید کر خون بہایا، جس سے تکلیف رفع ہو گئی، اب یہ بات اس کے ذہن میں محفوظ ہو گئی، اور اس نے اپنی اولاد اور نسل کو اس کی تعلیم دینی شروع کی۔ آگے فن میں لطافت پیدا ہوئی اور رگ کو نہایت باریکی کے ساتھ کھول دیا گیا۔ رگ کھولنے کا مفروضہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ مذکورہ نوعیت کے کسی مریض کو زخم یا خراش لگ گئی ہو اور اس سے خون جاری ہو گیا ہے۔ اور مذکورہ نوع کا فائدہ پہنچ گیا ہو۔ پھر ذہنوں کے اندر باریکی کے ساتھ فصد کھولنے کی بات آگئی ہو۔ ادویہ طب کا ایک باب قرار پا گیا ہو۔ فرض کرو ایک — دوسرے شخص کو حد سے زیادہ کھا لینے سے امتلائی کیفیت پیدا ہو گئی ہو، متلی، بے چینی، کرب، ابکائی، مروڑ، قراقر، اور شکم میں ریاح جوّالہ[1] کے بعد دو استفراغوں میں سے کوئی ایک استفراغ قے یا اسہال ہو گیا ہو اور مریض کو مکمل سکون ہو گیا ہو، کوئی اور شخص کسی زہریلی شئے کو کھیلتے کھیلتے چبا گیا ہو اور خوب قے اور اسہال ہو گیا ہو اور اس کے ذہن میں یہ بات آگئی ہو کہ یہ بوٹی اس طرح کا اثر رکھتی ہے، اس کے

---

[1] جوّالہ: گردش کرنے والی

کھانے اور چبانے سے مذکورہ اعراض کا ازالہ ہو جاتا ہے، اس نے مذکورہ بالا شخص کی حالت دیکھتے ہوئے اسے یہ بوٹی تھوڑی مقدار میں استعمال کرنے پر اُبھارا ہو، اس طرح اس کا مقصود پورا ہوگیا ہو اور تکالیف ہلکی ہوگئی ہوں۔ آگے فن میں لطافت اور باریکی پیدا ہوئی ہو، چنانچہ اس بوٹی کے مشابہ دیگر بوٹیوں کا بھی مطالعہ کر کے دیکھ لیا گیا ہو کہ کس کے اندر اس جیسی تاثیر موجود ہے کس کے اندر نہیں ہے۔ کس کی تاثیر تیز ہے اور کس کی کمزور عقل کی روشنی مؤثر دور پر پڑی ہو اور دیکھ لیا گیا ہو کہ اس کا مزہ کیا ہے، کون سی کیفیت زبان تک پہلے پہنچتی ہے، کون سی بعد میں، اس طرح ایک معیار حاصل ہوگیا ہو اور اس پر استخراج کیا جانے لگا ہو۔ تجربہ نے دستگیری کی ہو، جس کے ذریعہ قوتِ فعل میں آئی ہو، غلط کی تکذیب اور صحیح قیاس آرائی کی تصدیق ہوئی ہو اور فنِ کمال کی حد تک پہنچ گیا ہو۔

فرض کرو، اسہال زدہ کسی مریض کو معلوم نہ رہا ہو کہ کونسی دوا یا غذا مفید یا مضر ہے۔ اتفاق سے غذار کے اندر اس نے سماق استعمال کر لیا ہو، اس سے فائدہ ہوا ہو اور مسلسل استعمال کے بعد صحت یاب ہوگیا ہو، اب اس نے چاہا کہ صحت یابی کا سبب معلوم کرے۔ چنانچہ سماق کو چکھا ہو اور اسے حامض وقابض پایا ہو، تو اسے معلوم ہوگیا ہو کہ صحت کا باعث یا تو حموضت ہے یا قبضیّت۔ اس نے کوئی دوسری ایسی چیز چکھی ہو جس میں خالص حموضت رہی ہو اور اسے اپنے ہی جیسے کسی اور مریض کو استعمال کرایا ہو مگر اسے وہ فائدہ نہ پہنچا ہو جو اسے پہنچ چکا تھا پھر اس نے کوئی خالص قابض شئے اس شخص کو استعمال کرائی ہو جس سے مطلق حامض شئے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ فائدہ ہوا ہو تو اب اسے معلوم ہوگیا ہو کہ دراصل یہی مزہ ایسی حالت میں مُفید ہے اور اس کا نام اس نے قابض اور حالت کا نام استفراغ رکھا ہو اور نتیجہ نکال لیا ہو کہ قابض شئے استفراغ میں مُفید ہے۔ اس کے بعد فن کے اندر لطافت اور باریکی پیدا ہوئی اور عجائبات کا دفتر سامنے آتا گیا ہو۔ پھر دوسرا آیا ہو، اس نے پہلے شخص کی مستنبط کردہ کو آزمایا ہو اور صحیح پایا ہو، اس نے اسے ذہن میں رکھ کر دوسرے قیاسات کئے ہوں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا ہو حتیٰ کہ فن پایۂ کمال تک پہنچ گیا ہو۔ فرض کرلو کوئی مخالف بھی آیا ہو تو بھی ممکن ہے کہ بہت سارے موافقین بھی موجود رہے ہوں۔ پہلے سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو مابعد کے شخص

نے اسے درست کردیا ہو، کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو بعد کو آنے والے نے اس کی تکمیل کردی ہو۔ یہی بات تمام فنون کے لیے فرض کی جاسکتی ہے، غالب گمان ہمارا یہی ہے۔

"حبیش اعسم نے تذکرہ کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی قصاب سے تازہ کلیجی خریدی اور اپنے گھر روانہ ہوا۔ راستہ میں کسی ضرورت سے اسے پھر واپس ہونا پڑا۔ کلیجی ایک مفروش پودے کے پتوں پر رکھ کر چلا گیا، ضرورت پوری کرتے کے بعد واپس آیا تو دیکھا کہ کلیجی پگھل کر خون کی صورت بہہ گئی ہے۔ اس نے ان پتوں کو لے لیا اور پہچان کر لینے کے بعد ہلاکت کی دوا کے طور پر اسے فروخت کرنے لگا، حتیٰ کہ گرفتار ہوا اور سزاوار قتل قرار پایا۔"

یہ حکایت جالینوس کے زمانہ کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس شخص کو گرفتار کرانے اور حاکم سے قتل کا فیصلہ کرانے کا ذمہ دار میں ہوں۔ میں نے یہ بھی حکم دیا کہ مقتل تک اس شخص کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے تاکہ اس پودے کو دیکھ سکے نہ کسی اور کو اشارہ کرسکے۔ اس کا تذکرہ اس نے اپنی کتاب "ادویہ مسہلہ" کے اندر کیا ہے۔

جمال الدین نقاش سعودی نے مجھ سے بیان کیا کہ اس پہاڑ کے دامن میں جو اسعرد میں اس کی دوسری جانب میدان سے قریب واقع ہے۔ ایک گھاس بکثرت پائی جاتی ہے، شہر کا ایک بوڑھا فقیر یہاں آکر انہی پودوں پر سوگیا، اور مسلسل سوتا رہا، حتیٰ کہ کچھ لوگوں کا یہاں سے گزر ہوا، انھوں نے اسے دیکھا کہ اس کی ناک اور مقعد کی طرف سے خون بہہ رہا ہے۔ بوڑھے کو انھوں نے بیدار کیا، ان پر سخت حیرت طاری تھی۔ جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ پیدا شدہ حالت اسی گھاس کا کرشمہ ہے جس پر بوڑھا شخص سویا ہوا تھا۔ نقاش سعودی نے مجھے بتایا کہ اس نے وہاں جاکر وہ گھاس دیکھی ہے۔ یہ کاسنی کی شکل کی ہے، البتہ کنارے ابھرے ہوئے ہیں، مزہ تلخ ہے۔ اس نے بتایا کہ بہت سارے لوگوں نے اس گھاس کو اپنی ناک کے قریب کیا اور باربار سونگھا تو فوراً ہی نکسیر پھوٹ گئی۔

مگر میرے نزدیک اس پودے کی تحقیق نہ ہوسکی یعنی یہ وہی پودا ہے جس کی جانب جالینوس نے اُوپر اشارہ کیا ہے یا کوئی اور ہے۔

ابنِ مطران مزید فرماتے ہیں:

"ایسی صورت میں کہوں گا کہ باعث خیر و برکت نفس فاضلہ نے غور کر کے معلوم کیا ہوگا کہ اس دوا کی جب یہ تاثیر ہے تو یقیناً دوسری دوا بھی عضو کو نافع ہوگی اور مرض کا مقابلہ

کرے گی۔ چنانچہ تجربہ سے اسے تلاش کیا ہوگا۔ روزانہ یا ہر وقت کسی جاندار کو تلاش کر کے پہلی پھر دوسری دوا دی ہوگی۔ تکلیف اگر رفع ہوگئی ہو تو مطلوب حاصل ورنہ دوسری دوا کی جستجو ہوئی ہوگی۔ تریاق کی ایجاد ہماری سب سے بڑی دلیل ہے۔ کیوں کہ ابتدار میں یہ صرف حب الغار اور شہد کا نام تھا۔ مگر مابعد کو بکثرت مفید تریاق سامنے آتے گئے، یہ وحی والہام کا نہیں قیاس اور عقلی ادراک کا ثمرہ تھا اور مدتوں بعد روشنی میں آیا۔

اگر یہ کہو کہ کیوں کر معلوم ہوا کہ دوا کا ضد ہونا بھی ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ "قاتل البیش" جو ایک شگوفہ دار پودا ہے جب بیش (بچھناک) پر پڑ جاتا ہے تو اسے خشک کر کے زائل کر دیتا ہے۔ اسے دیکھ کر معلوم کر لیا گیا کہ ایسی ہی کیفیت دوسرے پودوں کے اندر بھی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے جستجو کی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے جو معیار پیش کیا ہے اس پر ذہین اور صاحبِ نظر شخص جب غور وفکر کرے گا تو اس کے اندر معلوم سے کسی شئے کے استنباط کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ جالینوس تاب جس کا موضوع استنباط فنون کی کیفیت ہے کے اندر اس سے زیادہ بیان نہ کر سکا جسے ہم پیش کر چکے ہیں۔

مذکورہ بالا مختلف نوعیت اور نوع بہ نوع کے جو خیالات اور نظریات ہم نے پیش کئے انھیں پیش کرنے کا مقصد ان تمام مذاہب کا تذکرہ کر دینا ہے جو تمام فریقوں نے اس ِ میں اختیار کیا ہے۔ تضاد اور اختلاف کا جو منظر دیکھ رہے ہو اس کے ہوتے ہوئے آغاز تعین کرنا نہایت مشکل ہے۔ لیکن اپنی سمجھ کے مطابق کوئی دانشور غور کرے گا تو اسے یہ ہ ضرور ہے کہ مذکورہ بالا تمام یا اکثر اشیار سے فنِ طب کی اولیات کا حاصل ہونا بعید از س نہیں ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فنِ طب لوگوں کے لیے ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ایک ضروری رہا ہے۔ یہ ضرورت ان سے بہر حال ہمیشہ وابستہ رہی ہے۔ البتہ مقامات، کثرتِ غذا اور ادراک کے پہلوؤں سے یہ ضرورت مختلف ہوسکتی تھی، چنانچہ ایک قوم کو دوسری قوم کے ِ میں نسبتاً اس کی ضرورت زیادہ تھی۔ کیوں کہ بعض مقامات پر امراض کی پیدائش زیادہ ہوتی بالخصوص وہ مقامات جہاں انواع و اقسام کی غذائیں میسر ہوں اور لوگ مسلسل میوہ جات استعمال کرنے کے عادی ہوں وہاں امراض زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ کیوں کہ یہاں کے جسم بیماریاں قبول

کرنے کیلئے زیادہ (آمادہ) ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کسی بیماری میں مبتلا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ان لوگوں کے مقابلہ میں فنِ طب کی زیادہ ضرورت ہوگی جو صحت بخش آب و ہوا میں رہتے ہیں اور جنھیں غذائیں انواع و اقسام کی حاصل نہیں ہوتیں، بایں ہمہ وہ کم خوراک بھی ہوں۔ اس کے علاوہ ایک فرق یہ بھی ہے کہ قوتِ بطن اور عقل و ادراک میں انسان باہم مختلف ہیں۔ اس لئے تمیز و ادراک اور تجربہ کے اعتبار سے جو زیادہ کامل، طاقتور اور افضل ہوں گے وہ تجرباتی امور وغیرہ میں بھی زیادہ آگے ہوں گے امراض کا مقابلہ کرنے کے لیے دواؤں کے ذریعہ علاج معالجہ میں انھیں زیادہ دسترس حاصل ہوگی۔ اتفاق سے کسی گوشہ میں امراض کی پیدائش زیادہ ہو اور وہاں اسی طرح کے لوگ موجود ہوں جن کی جانب شروع میں ہم نے اشارہ کیا ہے تو وہ ادراک و تمیز کی طاقت اور عمدہ صلاحیت اور استعداد نیز اپنے محفوظ تجربات وغیرہ کی بنیاد پر معالجات پر زیادہ قادر ہوں گے۔ اور روز افزوں ان کے یہاں فن کی بہت ساری چیزیں جمع ہو جائیں گی۔

یہاں ہم بقدر امکان آغاز فن کی حسبِ ذیل مختلف ممکن صورتیں پیش کریں گے:

۱۔ اس کا کچھ حصہ انبیار اور صلحار علیہم السلام کی راہ سے آیا ہوگا۔ کیوں کہ انھیں تائید الٰہی کا تمغۂ امتیاز حاصل تھا۔ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو سامنے ایک پودا اُگا ہوا دیکھتے اس سے پوچھتے کیا نام ہے تمہارا؟ اگر وہ شجرکاری کا ہوتا تو نصب کر دیا جاتا اور دوا کا ہوتا تو نام لکھ لیا جاتا۔ کچھ یہودی حضرات فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر شفاؤں کا دستر خوان نازل کیا تھا۔ فرقہ صابیہ کہتا ہے کہ ان کے ہیکلوں سے کاہنوں اور صلحار کے ہاتھوں کچھ خوابوں کے ذریعہ اور کچھ الہامات سے شفار حاصل کی جاتی تھی۔ ان میں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ طب کی باتیں ہیکلوں کے اندر لکھی ہوئی ملتی تھیں۔ لکھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ کچھ کا کہنا یہ ہے کہ ایک ید بیضار ظاہر ہوتا جس پر طب کی باتیں لکھی ہوتی تھیں۔ انھی سے یہ بھی منقول ہے کہ شیثؑ نے طب کا فن ظاہر کیا جسے انھوں نے آدم علیہ السلام سے وراثت میں پایا تھا۔ مجوس کا یہ کہنا ہے کہ زرادشت جو ان کے عقیدہ کے مطابق ان کے پیغمبر تھے چار علوم پر مشتمل آسمانی کتابیں لے کر آئے تھے جو بارہ ہزار بھینس کی جلد سے مجلد کی گئی تھیں۔ ان میں ایک ہزار طب پر مشتمل تھیں عراق کے نبطیوں، سورانیوں، کلدانیوں اور کسدانیوں وغیرہ جو قدیم نبطی اقوام ہیں کا دعویٰ ہے کہ فنِ طب کے مبدار وہی ہیں۔ ہرمس ہرامسہ مثلث بالحکمۃ نے جو ......[1] اور ان کے علوم جانتا تھا بیاض مصر

---

[1] کتاب میں بھی عبارت چھوٹی ہوئی ہے البتہ حاشیہ میں لکھا ہے کہ "بیاض فی جمیع النسخ"۔

پہنچ کر یہاں کے باشندوں میں علوم وفنون کی اشاعت کی۔ اسی نے اہرام[1] اور برابی کی تعمیر کی، پھر وہاں سے علم یونانیوں کو پہنچا۔

امیر ابوالوفار مبشر بن فاتک کتاب مختار الحکم ومحاسن الکلم میں فرماتے ہیں کہ اسکندر نے جب دارا کی حکومت پر قبضہ کیا اور فارس اس کے زیر نگیں آگیا تو اس نے مجوسی مذہب کی تمام کتابیں جلا دیں، نجوم، طب اور فلسفہ کی کتابیں یونانی زبان میں منتقل کر کے اپنے ملک لے آیا۔ اور ان کے اصل نسخوں کو نذر آتش کر دیا۔

شیخ ابوسلیمان منطقی فرماتے ہیں ابن عدی نے مجھ سے کہا اہلِ ہند کو فلسفہ کے جلیل القدر علوم حاصل تھے۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ علم یہاں سے یونانیوں کو پہنچا۔ شیخ ابوسلیمان فرماتے ہیں نہ جانے نہیں یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی۔ بعض اسرائیلی علمار فرماتے ہیں کہ فنِ طب کا موجد یوفال بن مسخ ن متوشالخ ہے۔

۲۔ طب کا کچھ حصہ رویائے صادقہ کے ذریعہ حاصل ہوا ہو۔ جیساکہ جالینوس نے اپنی "کتاب الفصد" کے اندر اپنا خواب بیان کیا ہے جس میں اسے شریان کی فصد کھولنے کا حکم ہوا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ خواب کے اندر مجھے دوبار داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان شریان کی فصد کھولنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ بیدار ہونے کے بعد شریان کی فصد کھول دی، خون بہتا رہا حتیٰ کہ خود بخود رُک گیا۔ خواب میں ایسا ہی حکم ملا تھا۔ ۰۰ ۲ملی لیٹر سے کم ہی بہا تھا کہ درد فوراً ہی زائل ہوگیا جو عرصہ سے ہو رہا حجاب حاجز اور جگر کا مقام اتصال پر محسوس ہو رہا تھا۔ یہ تکلیف بچپن سے تھی۔ وہ کہتا ہے کہ شہر فرغامس کا ایک شخص میرے علم میں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک مزمن مرض سے شفا دی تھی، یہ مرض اس کے پہلو میں تھا۔ اس نے ہتھیلی کی شریان کھول دی تھی۔ ایسا اس نے ایک خواب کی رو سے کیا تھا۔

حیلۃ البرُ کے چوتھے مقام میں اس نے لکھا ہے کہ میں نے ایک شخص کی زبان اتنی بڑھی ہوئی دیکھی کہ منہ کے اندر نہیں سما رہی تھی۔ یہ شخص اخراج دم کا عادی کبھی نہیں رہا ہے۔ میں نے اسے بطور مسہل ایک عام گولی دینا چاہی یہ گولی صبر، سقمونیا اور شحم حنظل سے بنی ہوئی تھی۔ اسے عشار کے قریب پینے کے لئے کہا اور مشورہ دیا کہ مقام ماؤف پر کوئی مبرد شئے رکھ دے گا، میں نے کہا ایسا ضرور کرنا تاکہ دیکھیں کیا

---

[1] مخروطی شکل کی عمارت جس کی کرسی مثلث یا مربع یا بہت اصلاح والی ہو۔ اسی سے "اہرام مصر" ہے جو اس لئے بنائے گئے تھے تاکہ بادشاہوں کے مدفن کا کام دیں۔ (مصباح اللغات)

ہوتا ہے پھر اسی کے مطابق علاج میں کمی بیشی کریں گے۔ ایک اور طبیب بھی اس وقت موجود تھا۔ اس نے میری رائے سے اتفاق ظاہر نہیں کیا۔ اسی لئے اس شخص نے گولی تو لے لی مگر علاج دوسرے دن تک کے لئے مؤخر کر دیا۔ ہم سب کو امید تھی کہ علاج سے اس پر اچھا اثر ہوگا اور ہمیں ایک تجربہ حاصل ہوگا۔ کیوں کہ جسم کا مکمل طور پر استفراغ اور مادہ مقام ماؤف سے نیچے آچکا ہوگا اسی شب اس نے ایک تفصیلی خواب دیکھا جس کے مطابق اس نے میرے مشورہ کی تعریف کی اور اسی کے مطابق علاج اختیار کیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص منہ کے اندر عصارۂ خس رکھنے کا حکم دے رہا ہے۔ حکم کے مطابق اس نے یہ عصارہ استعمال کیا۔ چنانچہ مکمل طور پر صحت یاب ہوا۔ اور کسی دوسرے علاج کی ضرورت نہیں ہوئی۔

کتاب الایمان مؤلفہ بقراط کی شرح میں جالینوس لکھتا ہے:

"عوام گواہ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی خوابوں کے ذریعہ فنِ طب کا الہام کرتا ہے، ان خوابوں سے مشکل امراض کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ بے شمار خلقت ہم نے دیکھی ہے جسے کبھی سارافس اور کبھی اسقلیبوس کے ہاتھوں افیدا روس اور فرغامس کے شہروں میں اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔ مؤخر الذکر میرا شہر ہے۔ غرض یونانیوں وغیرہ کے تمام ہیکلوں میں خوابوں کے ذریعہ مشکل امراض سے شفا ملتی ہے۔"

اریباسیوس اپنی کناش کبیر کے اندر لکھتا ہے کہ ایک شخص کے مثانہ میں بڑی سی پتھری پیدا ہوگئی۔ پتھری توڑنے کا ہر علاج میں نے اختیار کیا مگر قطعاً کوئی فائدہ نہ ہوا، مریض ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ایک ننھا پرندہ لے کر حاضر ہوا کہا یہ پرندہ جس کا نام صفراغون ہے اور شور مقامات اور جھاڑیوں میں رہتا ہے پکڑ کر سوختہ کرو اور راکھ صحت یاب ہونے تک استعمال کرتے رہو۔ بیدار ہونے کے بعد اس نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ پتھری راکھ بن کر خارج ہوگئی۔ اور مکمل صحت حاصل ہوئی۔

رؤیائے صادقہ کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ مغرب کے کسی خلیفہ کو طویل بیماری لاحق ہوئی اس نے بہت سارے علاج کئے مگر نفع نہ ہوا۔ ایک شب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اپنا حال پیش کیا۔ آپ نے فرمایا "لا کا تیل ملو اور لا کا تیل کھاؤ"۔ بیدار ہونے کے بعد اسے سخت حیرت ہوئی۔ آپ کا مفہوم سمجھ نہ سکا۔ تعبیر بیان کرنے والوں سے پوچھا تو علی بن ربی طالب قیروانی کے سوا کوئی اس کی تاویل نہ بتا سکا۔ علی نے کہا "امیر المؤمنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ زیتون کا تیل ملیں اور یہی کھائیں۔ شفا ہوگی۔ خلیفہ نے پوچھا کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ تو اس نے کہا" اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے" من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار

زیتون استعمال کرنے کے بعد خلیفہ مکمّل طور پر صحت یاب ہوگیا۔ "کتاب فی فرق الطب" مؤلفہ جالینوس کے شارح علی بن رضوان سے منقول ہے کہ

"دو سال سے مجھے عروقی امتلاء کے باعث درد سر تھا۔ فصد کرائی مگر سکون نہ ہوا، بار بار فصد کرائی مگر وہ اپنے حال پر باقی رہا۔ خواب میں جالینوس کو دیکھا کہ مجھے حیلۃ البرّ پڑھ کر سنانے کا حکم دے رہا ہے، چنانچہ سات مقالات پڑھ کر سنائے، ساتویں کے آخر میں پہنچا تو اس نے کہا تمہارا درد سر تو بھول ہی گیا، گدّی پر حجامت کراؤ۔ بیدار ہونے کے بعد حجامت کرائی تو درد فوراً جاتا رہا۔"

کتاب التیسیر میں عبدالملک بن زہر لکھتا ہے کہ ایک شدید بحرانی قئے کے بعد آنکھیں بیمار ہوگئیں حلقہ ہائے چشم کے اندر اچانک انتشار پیدا ہوگیا۔ نہایت فکر ہوئی۔ خواب میں ایک زندہ طبیب کو دیکھا کہ شربت ورد کا سرمہ لگانے کا حکم دے رہا ہے۔ میں اس زمانہ میں ایک طالب علم تھا۔ فن میں کوئی خاص مہارت نہ تھی۔ والد کو خبر کی تو انھوں نے دیر تک غور کرنے کے بعد فرمایا "حکم کی تعمیل کرو" شربت ورد کے استعمال سے مجھے فائدہ ہوا۔ چنانچہ اب تک آنکھوں کو تقویت کے لیے برابر استعمال کر رہا ہوں ——

ایسے واقعات بکثرت ہیں جو سچے خوابوں سے ظہور میں آئے ہیں گا ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو خواب میں ادویہ کی صفات ان کے موجدین کی جانب سے دِکھائی جاتی ہیں جن سے انھیں شفا ملتی ہے، پھر ان ادویہ سے علاج معالجہ عام ہو جاتا ہے۔

۳۔ فن کا کچھ حصہ اتفاقی حادثات کا رہین منت رہا ہو۔ چنانچہ اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔ ایک مثال وہ ہے جس کی رو سے اندروماخس ثانی نے سانپوں کا گوشت تریاق کے اندر داخل کیا۔ اس کے سامنے بلا قصد وارادہ تین تجربات ایسے آتے گئے جن کی روشنی میں اس نے مذکورہ بالا نتیجہ اخذ کیا۔ یہ تجربات خود اس کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا تجربہ مقام بورنوس میں میری ایک جائداد پر کچھ کسان کام کرتے تھے جائداد میرے مکان سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ کسانوں کی نگرانی کے لیے روزانہ یہاں آیا کرتا اور کام ختم ہو جانے پر واپس چلا جاتا تھا۔ ان کے لیے کچھ کھانے پینے کی اشیا اور شراب غلام کی سواری پر رکھ کر لے جایا کرتا تھا۔ یہ روزانہ کا معمول تھا۔ کسان خوش وخرم ہو کر خوب کام کرتے تھے۔ حسبِ معمول ایک دن مٹی کے سربمہر سبز برتن میں شراب اور کھانے کی اشیاء لے کر حاضر ہوا۔ کھانے کے بعد شراب کا برتن کھول کر ایک نے اس کے اندر پیالہ داخل کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک سانپ مر کر سڑ گل گیا ہے اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے۔ کسانوں نے یہ دیکھ کر شراب پینے سے گریز کیا اور کہا گاؤں میں

فلاں جذامی موت کا خواہش مند ہے، اسے شراب پلا دو۔ وہ آرام پا جائے گا اور ہم بھی ثواب کے مستحق ہوں گے چنانچہ انھوں نے جذامی کو کچھ کھلا کر یہی شراب پلا دی۔ انھیں یقین تھا کہ آج ہی وہ مر جائے گا، مگر شام کو اس کا جسم بُری طرح متورم ہوا۔ دوسرے دن صبح تک یہی کیفیت رہی پھر بیرونی کھال گر گئی اور نیچے سے سُرخ کھال برآمد ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ سخت ہوتی گئی۔ مریض صحت یاب ہوگیا اور عرصہ تک زندہ رہا۔ اسے پھر کوئی تکلیف لاحق نہیں ہوئی اور طبعی موت یعنی حرارت عزیزیہ کے زائل ہو جانے پر ہی مرا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سانپوں کا گوشت سخت اور مزمن امراض میں مُفید ہے۔

دوسرا تجربہ میرا بھائی ابو بونیوس شاہی جائداد کا ناظر تھا۔ گرما یا سرما کسی بھی موسم میں زیادہ تر غیر موزوں اور نامناسب اوقات میں اپنا فریضہ انجام دیتا تھا۔ ایک بار وہ ۲۱ میل کی دُوری پر ایک گاؤں کی طرف گیا۔ آرام کرنے کے لیے ایک درخت کی جڑ کے پاس رُکا۔ سخت گرمی تھی نیند آگئی۔ شدید گمان کے باعث اس نے ہاتھ پھیلا دیے۔ ایک سانپ نے گزرتے ہوئے ڈس لیا۔ چنانچہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ دیکھا کہ موت اپنا کام کر چکی ہے۔ اتنی سکت باقی نہ تھی کہ اُٹھ کر سانپ کو قتل کرے۔ غشی طاری ہی ہونا چاہتی تھی۔ اس نے ایک وصیت نامہ لکھا اس میں اپنا نام، نسب، گھر کا پتہ اور کیفیت لکھ کر درخت پر لٹکا دی۔ تاکہ یہاں سے گزرنے والے کسی شخص کی نگاہ پڑے تو سمجھ لے کہ مرنے والا کون اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ وصیت نامہ معلق کر کے وہ موت کا انتظار کرنے لگا۔ قریب ہی جڑ کے پاس ایک کشادہ گڈھے کے اندر تھوڑا پانی تھا۔ اسے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ پیٹ بھر پانی پی لیا۔ شکم کے اندر پانی کے پہنچتے ہی درد کو سکون، پھر صحت ہوگئی۔ اس پر اسے سخت حیرت ہوئی۔ پانی کا کیا کرشمہ تھا اسے معلوم نہ تھا۔ درخت کی ایک شاخ توڑی اور اس کے ذریعہ پانی کے اندر ٹٹولنے لگا ہاتھوں سے ٹٹولنا مناسب نہ سمجھا کہ مبادا کوئی مصیبت آجائے۔ جلد ہی پانی کے اندر دو سڑے گلے سانپ برآمد ہوئے۔ یہ دونوں لڑتے بھڑتے پانی میں گر گئے تھے۔ میرا بھائی تندرست حالت میں گھر پہنچا۔ اور تمام زندگی صحیح وسالم رہا۔ اس نے وہ شاہی ملازمت ترک کر دی اور میرے ساتھ رہنے لگا اس تجربہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سانپوں کا گوشت مارگزیدہ اور خونخوار درندوں کے کاٹے کو مُفید ہے۔

تیسرا تجربہ بادشاہ بیولوس کا ایک غلام نہایت پاجی، بیہودہ، شریر اور ہر پہلو سے ایک آفت تھا۔ لوگوں کے ساتھ بدسلوکیاں کرتا تھا۔ یہ بادشاہ کا منہ چڑھا تھا۔ ہر چنانچہ وزیروں، سپہ سالاروں اور رؤسائے قوم نے اسے راہ سے ہٹانے کی سوچی مگر بادشاہ کے نزدیک

کا جو مقام تھا اس کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر انھوں نے طے کیا کہ ۲ گرام افیون کھانے یا
کے اندر ملا کر اُسے دے دیں۔ اس سے فوراً جاں بحق ہو جائے گا۔ موت کے بعد بادشاہ کے یہاں
لے جائیں گے تو اس پر نہ کسی زخم کی علامت ہوگی اور نہ ہی قلبہ کی۔ نہ اسے دل کا حملہ (Heart
a tta) سمجھا جائے گا۔ طے شدہ اسکیم کے مطابق غلام کو باغ کے اندر بلایا گیا۔ غذا میں افیون تو
انر کر سکے البتہ پانی میں گھول کر دے دی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام موت کی آغوش میں جا پہنچا۔
ں نے طے کیا کہ ایک کمرہ میں اسے ڈال کر مہر بند کر دیں اور نگرانی کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیں۔
بادشاہ کو خبر کریں۔ تاکہ معتمد لوگوں کو بھیج کر وہ تحقیقات کرا سکے۔ بادشاہ کو خبر کرنے کے لیے جب وہ
داخل ہوئے تو نگراں ٹولی نے ایک سانپ دیکھا جو کسی بل سے نکل کر کمرہ کے اندر چلا گیا۔ اسے مارنے کے
ہ اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے کیوں کہ کمرہ سربمہر تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام کے چیخنے کی آواز آئی۔ وہ
رہا تھا۔ دروازہ مقفل کیوں ہے۔ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ میری مدد کرو۔ اندر سے اس نے دروازہ کو
دیا' باہر سے باغ کے مالی نے مدد کی۔ دروازہ ٹوٹ گیا۔ لڑکا باہر نکل آیا۔ اس پر قلبہ عارضہ کا کوئی
نہ تھا۔

اس تجربہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ سانپوں کا گوشت مہلک اور قاتل ادویہ کے خلاف بہترین
تی ہے۔

اتفاقی حادثات کی ایک مثال بصرہ کے اندر دیکھی گئی ہے۔ یہاں استسقاء کے ایک مریض سے
الے مایوس ہو چکے تھے۔ مریض نے ان سے کہا: دُنیا کی ہر چیز مجھے کھانے دو۔ پرہیز کرا کر مجھے نہ مارو'
الوں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ دروازہ پر بیٹھ جاتا اور یہاں سے گزرنے والا جو خوانچہ نظر آتا
ے خرید کر کھاتا رہتا۔ ایک دن ایک شخص آیا جو پکی ہوئی ٹڈیاں بیچ رہا تھا۔ اس نے ڈھیر سی
لیں اور بھر پیٹ کھالی اسے تین دنوں تک زرد رنگ کے دست آتے رہے۔ اسہال بند ہوا تو ساتھ
بیماری بھی جاتی رہی۔ طاقت دوبارہ واپس آگئی۔ صحت پا کر اپنے کام پر جانے لگا۔ ایک طبیب نے
دیکھا تو سخت حیرت ہوئی۔ دریافت کرنے پر مریض نے ساری کہانی سُنا دی۔ طبیب نے کہا ٹڈی فعل
اعتبار سے مسہل نہیں ہوتی۔ بتاؤ ٹڈیاں بیچنے والا کون تھا؟ اس نے پتہ بتا دیا تو طبیعت نے ٹڈی والے
سے پوچھا "کہاں سے انھیں شکار کیا تھا؟" وہ شخص طبیب کو شکار کے مقام پر لایا۔ یہاں
اس کے بکثرت پودے موجود تھے۔ جو استسقاء کی دوا تھی۔ طبیب نے کہا کسی مریض کو یہ دوا ساڑھے تین

: ایک بیماری کا نام ہے۔

گرام کی ایک خوراک دے دی جائے تو دستوں کا اٹوٹ سلسلہ شروع ہو جائے۔ اس کے ذریعے
علاج کرنا خطرناک ہے۔ اطبا نسخوں کے اندر اس دوا کو تجویز نہیں کرتے۔ اسے ٹڈیوں نے چاٹا
ہے ان کے شکم میں جا کر وہ پختہ ہوئی ہے۔ پھر ٹڈیوں کو پکایا گیا ہے۔ اتنے مراحل کے بعد دوا کی
طاقت گھٹ گئی ہے چنانچہ ان ٹڈیوں کے استعمال سے شفا حاصل ہوئی۔

اتفاقی حادثات کی ایک مثال وہ بھی ہے جو اسقلیبوس کے صاحبزادے افلولن کے ساتھ پیش
آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ورم حار تھا اور سخت ٹیس اٹھ رہی تھی۔ وقت شفا قریب آیا تو مریض کے دل
میں خیال گزرا کیوں نہ باہر نکلیں۔ چنانچہ وہ ایک نہر کے کنارے پہنچا جہاں حی العالم نامی پودا تھا
ٹھنڈک کی خاطر اس پر اس نے ہاتھ رکھ دیئے۔ درد میں کچھ افاقہ محسوس ہوا' چنانچہ دیر تک اس پر ہاتھ
پڑا رہنے دیا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا حتیٰ کہ مکمل صحت یاب ہوا۔ فوری شفایابی کو دیکھ کر لوگوں نے یہ
سمجھا کہ یہ اسی پودے کا کرشمہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہی دوا لوگوں کے علم میں آئی۔

۴۔ فنِ طب کا کچھ حصہ حیوانات کے مشاہدہ اور ان کی دیکھا دیکھی سے آیا ہو۔ اس کی مثال رازی کی کتاب
"الخواص" میں مذکور ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ابابیل کے بچّوں کو جب یرقان ہوتا ہے تو وہ گھونسلے کے اندر
یرقان لا کر رکھتی ہے۔ جس سے بچّوں کو صحت ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ننھا سا سفید پتھر ہوتا ہے جسے ابابیل
اچھی طرح پہچانتی ہے۔ انسان اسے حاصل کرنا چاہتا ہے تو ابابیل کے بچّوں کو زعفران میں رنگ دیتا ہے
ابابیل اسے یرقان سمجھ کر یہی پتھر گھونسلہ میں لا کر رکھتی ہے یہاں سے حاصل کر کے یرقان زدہ کی گردن پر
لٹکا دیتے ہیں جس سے اسے صحت ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مادہ عقاب کو انڈے دینے میں دشواری پیش آتی اور سر پر موت منڈلانے لگتی
تو نر عقاب فلقل نامی ایک پتھر لاتا ہے۔ قلقل اس لیے کہتے ہیں کہ حرکت دینے سے قلقل کی آواز پیدا ہوتی
ہے۔ توڑنے پر کچھ نظر نہیں آتا۔ ہر ٹکڑا سالم ٹکڑے کی طرح حرکت دینے پر قلقل کی آواز پیدا کرتا ہے۔
پتھر گھونسلہ کے اندر عقاب رکھتا ہے تو مادہ بہ آسانی انڈے دے دیتی ہے۔ عقاب کے اس طریقہ کو
دیکھ کر لوگوں نے اسے عسر ولادت کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ عوام اسے حجر العقاب کہتے ہیں۔

سانپوں کی آنکھیں موسم سرما کے اندر پوشیدہ رہنے سے تاریک ہو جاتی ہیں۔ گرمیوں میں جب
باہر نکلنا چاہتے ہیں تو بادیان کے پودے پر آنکھیں رگڑتے ہیں' جس سے جلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر
انسانوں نے اس کا تجربہ کیا اور ظلمت بصر کے لیے آب بادیان کا سرمہ استعمال کرنے لگے۔

سلہ ہندی میں 'سدابہار' کے نام سے معروف ہے۔

جالینوس نے حقنوں کی کتاب میں ارودوطس سے روایت کی ہے کہ ایک پرندہ ریبس نامی علم حقنہ وجد ہے۔ اس کے مطابق یہ پرندہ بسیار خور ہوتا ہے۔ جو گوشت بھی مل جاتا ہے، کھا جاتا ہے۔ طرح شکم میں اخلاط ردیّہ کا اجتماع ہوتا رہتا ہے۔ شدّتِ تکلیف سے یہ دریا کا رخ کرتا ہے اور کا پانی چونچ کے اندر لے کر مقعد میں داخل کرتا ہے جس سے پانی کے ساتھ اخلاط ردیّہ بھی خارج ہو جاتے ہیں اور حسبِ معمول کھانے پینے لگتا ہے۔

فنِ طب کا کچھ حصّہ الہامی رہا ہو۔ جیسا کہ اکثر حیوانات کے اندر دیکھا جاتا ہے۔ باز اپنے شکم میں تکلیف محسوس کرتا ہے تو ایک خاص قسم کی چڑیا جسے یونانی میں ذریفوس کہتے ہیں شکار کر کے اس کی کھاتا ہے، اس سے درد فوراً رفع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مشاہدہ ہے کہ موسمِ بہار میں بلیّاں گھاس کھاتی ہیں۔ گھاس نہ سہی تو جھاڑو کے تنکے کھا لیتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ ان کی غذا نہیں ہے۔ یہ صرف الہام ہے جو انھیں اپنی جسمانی صحت کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو رہا ہے۔ گھاس یا تنکا کھانے کے وہ قے کرتی ہیں جس کے ذریعہ شکم کے اندر محتبس اخلاط ردیّہ خارج ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک شکم تمام ردی اخلاط سے پاک اور صحت کلی نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح کسی زہریلے جانور سے انھیں اذیت لاحق ہوتی ہے یا وہ کوئی موذی جانور نگل لیتی ہیں تو تل اور تیل کے مقامات کا قصد ہیں جہاں ان کی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔

حکایت ہے کہ موسمِ بہار میں حیوانات جب دفلی (کنیر) کھا لیتے ہیں تو انھیں اذیت پہنچتی ہے چنانچہ ایک جڑی جو دفلی کا تریاق ہے چرنے لگتے ہیں۔ جس سے انھیں نقصان نہیں پہنچتا۔ حال کا ایک واقعہ حکایت کی تائید کرتا ہے۔ بہاء الدّین بن نفاذہ کاتب کرک کے سفر پر تھا۔ راستہ میں بمقام طلیل نے قیام کیا۔ یہاں کنیر کے بکثرت پودے موجود تھے۔ وہ اور اس کے ساتھی ایک ایسی جگہ اترے جہاں کے پودے چپ و راست میں بکھرے ہوئے تھے۔ اوروں کے غلاموں نے تو جانور باندھ دیئے جنھوں نے پودوں کو چرنا شروع کیا مگر بہاء الدّین کے جانوروں کو اس کے غلاموں نے آزاد رکھا، چنانچہ پھر کر وہ مختلف مقامات کی گھاسیں چرتے رہے۔ دوسروں کے جانور ایک ہی جگہ رہ گئے گھوم پھر صبح کو یہ سارے جانور مر گئے مگر بہاء الدّین کے جانوروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

اپنی کتاب کے اندر دیسقوریدس نے حکایت بیان کی ہے کہ جنگلی بکروں کے جسم میں شکاریوں پیوست ہو جاتے ہیں تو وہ مشکطرامشیع نامی گھاس چرنے لگتے ہیں۔ یہ گھاس پودینہ کوہی کی جنس اس کے اثر سے تیر گر جاتے ہیں۔ اور انھیں کوئی نقصان لاحق نہیں ہوتا۔

قاضی نجم الدین عمر بن محمد بن کرندی نے مجھ سے بیان کیا کہ تعلّق (سارس) بلند مقامات پر اپنے گھونسلے بناتا ہے۔ پرندوں میں ایک دشمن اس کا ہمیشہ تعاقب کرتا ہے۔ چنانچہ وہ گھونسلہ سے انڈوں کو گرا کر برباد کر دیتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ایک جڑی ایسی ہوتی ہے۔ جس کی بو سونگھنے سے سارس کا دشمن اندھا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سارس یہی جڑی اپنے انڈوں کے نیچے رکھ دیتا ہے۔ جس سے دشمن اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔

"المعتبر" میں اوحدالزماں نے لکھا ہے کہ قنفذ[1] اپنے گھر کا کئی دروازہ رکھتا ہے جنھیں وہ موافق و مخالف ہواؤں پر کھولتا اور بند کرتا ہے۔ انھوں نے واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حباری (تغدار) کو دیکھا کہ سانپ سے لڑ رہا ہے اور شکست کھانے کے بعد ایک سبزی کی جانب آتا اور اسے کھا کر پھر لڑنے کے لئے چل پڑتا ہے۔ حباری جنگ میں مصروف ہوا تو یہ شخص سبزی کی جگہ آیا۔ اور اکھاڑ کر اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ حباری یہاں دوبارہ آیا تو اسے نہ پاکر چکّر کھا کر گرا اور مر گیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح نیولا سانپ سے لڑنے کے وقت سداب سے قوّت حاصل کرتا ہے۔ کتّوں کے شکم میں جب کیڑے پڑ جاتے ہیں تو بالیاں کھا کر قے کرتے ہیں، سارس کو زخم پہنچتا ہے تو اس کا علاج صعتر کوہی سے کرتا ہے۔ بیل مشابہ گھاسوں کے اندر امتیاز کرتا ہے اور وہی گھاس چرتا ہے جو اس کے موافق ہوتی ہے۔ حالاں کہ بسیار خور اور بلید الذہن ہوتا ہے۔ اس نوع کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

غیر عاقل حیوانات کا جب یہ حال ہے یعنی مصلحتوں اور منافع کا انھیں الہام ہوتا ہے تو انسان جو عاقل، دانشور، مکلف اور اشرف الحیوانات ہے کہیں زیادہ اس الہام کا مستحق ہے۔ یہی سب سے بڑی دلیل ان حضرات کی ہے جو طب کو الہامی مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کو اس کی ہدایت ملتے رہنے کا تصوّر رکھتے ہیں۔

الغرض الہامات، تجربات اور اتفاقی حوادث سے ہو سکتا ہے فن کا زیادہ تر حصّہ وجود میں آیا ہے۔ پھر قدم آگے بڑھے ہوں، مشاہدہ اور قیاس سے بھی مدد ملی ہو، فطرت نے بھی رہنمائی کی ہو، اس طرح مختلف اور متنوع وسائل و ذرائع سے بہت سارے اجزاء مجتمع ہو گئے ہوں۔ بعد ازاں ان اجزاء پر غور کیا گیا ہو۔ ان کے اسباب و مناسبات دریافت کئے گئے ہوں۔ یوں فن کے کلی قوانین حاصل ہو گئے ہوں۔ جن کی تعلیم و تعلم کا آغاز کیا گیا ہو، اور ان سے گزرتے ہوئے اوّلین ادراکات تک تعلیم و تعلم کا سلسلہ دراز کیا گیا ہو۔ چنانچہ کامل ہونے پر بتدریج کلیات سے جزئیات کی تعلیم دی گئی ہو اور استنباط و استخراج کے وقت تعلیم میں جزئیات سے کلیات تک ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہو۔

---

[1] خارپشت

میں یہ بھی کہوں گا اور اس کی جانب پہلے اشارہ بھی کر چکا ہوں کہ یہ لازم نہیں ہے کہ فن کی اوّلین ابتدار کسی خاص جگہ یا کسی خاص قوم میں ہوئی ہو۔ بس اعتبار صرف اکثریت و اقلیت اور معالجات کے تنوع کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معالجاتی ادویات کی ترکیبات کے لئے ہر قوم کے الگ مصطلحات ہیں۔ فن طب کے انتساب میں اختلاف کی وجہ صرف یہ ہے کہ کسی قوم میں کوئی جدت دیکھی گئی تو اس کی جانب اسے منسوب کر دیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی قوم یا دُنیا کے کسی حصّہ میں فنِ طب رہا ہو مگر آسمانی یا ارضی آفات مثلاً طاعون، قحط، جنگ، فاتح بادشاہوں اور مخالف سیرت و کردار کے باعث وہ قوم یا وہ جگہ تباہ ہو گئی ہو۔ اس کے مٹ جانے کے بعد فن کی نشو و نما کسی دوسری جگہ ہوئی ہو۔ بعد زمانہ کے باعث سے پہلے لوگ فراموش ہو گئے ہوں اور فن کو اس نئی قوم کی جانب منسوب کیا جانے لگا ہو۔ اور یہ کہا گیا ہو کہ فن کا ظہور ایسے اور ایسے ہوا۔ جب کہ درحقیقت یہ کہنا تھا کہ جب فن خاص کر اس قوم کے اندر رونما ہوا۔ یہ قیاس آرائی بعید از قیاس نہیں ہے۔ کیوں کہ جیسا کہ تواتر سے ثابت ہے اور جالینوس وغیرہ نے بھی بالخصوص حکایت کی ہے کہ بقراط نے جب فن کو برباد ہوتے دیکھا اور اسے یہ محسوس ہوا کہ آل اسقلیبوس سے جن کے اندر خود بقراط تھا فن کے نقوش مٹ چکے ہیں تو اس نے اس کا تدارک اس طرح کیا کہ اس کی اشاعت اجنبیوں میں شروع کر دی، فن کی نشر و اشاعت اور تقویت کا سامان یوں فراہم کیا کہ اسے کتابوں اور تصنیفات کے اندر ضبط کر دیا۔ یہی وجہ ہے جیسا کہ اکثر حضرات کا مذہب بھی ہے کہ بقراط فن طب کا پہلا بانی کہا جاتا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے اسے مدون کیا مگر تواتر آثار کے مطابق حقیقت اس سے آگے نہیں جاتی کہ آل اسقلیبوس میں یہ پہلا شخص ہے جس نے فن کو تمام لائق انسانوں کی تعلیم کے لیے مدون کیا۔ اور مابعد کے اطبار نے یہی مسلک اختیار کیا اور آج تک وہ جاری ہے۔ حالاں کہ اسقلیبوس اول وہ پہلا شخص ہے جس نے طب کے کچھ امور پر سب سے پہلے کلام کیا۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

باب اوّل

اطبار جن سے طب کے کچھ اجزار وجود میں آئے اور فن کا آغاز ہوا

اسقلیبوس

بکثرت اطبار اور قدیم فلاسفہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسقلیبوس جیسا کہ ہم شروع میں اشارہ کر چکے ہیں وہ پہلا شخص ہے جس نے تجربہ کے طور پر فنِ طب پر کچھ کلام کیا اور اسے طبیب کی حیثیت سے پہچانا گیا۔ یہ یونانی تھا۔ یونانیوں کی نسبت یونان کی جانب ہے۔ یونان اس جزیرہ کا نام ہے جہاں حکمار روم بود باش اختیار کرتے تھے۔ ابومعشر نے کتاب الالوف کے مقالۂ ثانیہ میں لکھا ہے کہ زمانۂ قدیم میں مغرب کا ایک شہر آرغس کے نام سے مشہور تھا۔ جس کے باشندوں کو ارغیوا کہا جاتا تھا۔ بعدازاں اس شہر کا نام آیونیا پڑا اور شہر کے نام پر اسکے باشندوں کو یونانی کہا گیا۔ اس شہر پر ایک طوائفی بادشاہ کی حکومت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ یونانی بادشاہوں میں پہلا شخص ہے جس پر عوام مجتمع ہوئے وہ شہر ایونیا کا بادشاہ تھا اور آیولیوس کے نام سے معروف اور وقطاطر لقب رکھتا تھا۔ اس نے یونانیوں پر ۱۸ سال حکمرانی کی۔ اور بہت سارے قوانین وضع کئے جو یونانیوں کے درمیان مستعمل تھے۔ شیخ ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام سجستانی نے اپنی تعلیمات کے اندر لوگوں کا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسقلیبوس بن زیوس کا مولد و مسکن روحانی تھا۔ وہ طب کا امام اور اکثر فلاسفہ کا باوا آدم رہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اقلیدس، افلاطون، ارسطو، بقراط اور اکثر یونانی عمائدین اسی کی جانب منسوب ہیں۔ بقراط کو انھوں نے اسقلیبوس کی سولھویں پشت میں شمار کیا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ سولن اسقلیبوس کا بھائی تھا جسے احکام و نوامیس وضع کرنے والے (واضع النوامیس) کے باپ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

ہمارے نزدیک عربی زبان میں اسقلیبوس کا ترجمہ منع یبوست کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یونانیوں کی زبان میں اس نام کی اصل درحقیقت رونق اور روشنی سے مشتق ہے۔ سریانی زبان کے اندر بڑے لوگوں کے جو حالات ملتے ہیں اس کے مطابق اسقلیبوس ایک نہایت ذکی الطبع، اعلیٰ فہم و ادراک کا مالک اور فنِ طب کا دلدادہ تھا۔ اس کی زندگی میں کچھ ایسے عمدہ اتفاقات پیش آئے جن کے ذریعہ اسے فنِ طب کے اندر مہارت پیدا کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے الہام سے اس پر علاج معالجہ کے

عجیب وغریب حالات منکشف ہوئے۔ حکایت ہے کہ علم طب کو اس نے رومیہ کے ایلن نامی ہیکل میں پایا۔ یہ ہیکل آفتاب کا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسقلیبوس ہی اس ہیکل کا مُوجد تھا۔ اور اسی کے نام سے وہ معروف رہا ہے۔ اس حقیقت کی دلیل یہ ہے کہ جالینوس نے نیتکس پر اپنی کتاب کے اندر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے ایک مہلک پھوڑے سے نجات بخشی تو میں نے ہیکل اسقلیبوس نامی خانۂ خدا کا حج کیا۔ جالینوس نے اپنی کتاب 'حیلۃ البرّ' کے شروع میں یہ بھی لکھا ہے کہ عوام کے نزدیک ہیکل اسقلیبوس میں طبِ الٰہی کا جو تصوّر پایا جاتا ہے وہی حقیقت ہے۔

ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ہیروسیس صاحب القصص کی حکایت کے مطابق ہیکل اسقلیبوس شہر رومیہ کے اندر ایک ایسے گھر کو کہتے تھے جس میں ایک تصویر تھی۔ جو سوالات کے جوابات دیا کرتی تھی۔ قدیم زمانہ کے اندر اس گھر کو وجود میں لانے والا یہی اسقلیبوس تھا۔ رومیہ کے مجوسیوں کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا تصویر نجومی حرکتوں کے مطابق نصب کی گئی تھی، اس کے اندر کواکب سبعہ میں سے ایک ستارے کی روحانیت بھی موجود تھی۔ ستارہ پرستی سے پہلے رومیہ میں عیسائی مذہب تھا۔ ہیروسیس کا یہی بیان ہے۔ بیشتر مقامات پر جالینوس نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسقلیبوس کی طب، طبِ الٰہی تھی۔ اُس نے کہا ہے کہ طبِ الٰہی کو ہماری طب سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہماری طب کو گلی کُوچوں کی طب سے ہے۔ فنِ طب کے حصول پر اس نے جو کتاب لکھی ہے اس کے اندر اسقلیبوس کے بارے میں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس پر یہ وحی نازل کی "میں تجھے انسان موسوم کرنے کے بجائے ایک فرشتہ کہنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں"۔ بقراط نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے روشنی کے ستون میں اوپر ہوا میں اٹھایا۔ دوسروں نے کہا ہے، وہ یونانیوں کا معظم تھا۔ لوگ اس کی قبر سے شفا حاصل کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر شب اس کی قبر پر ایک ہزار قندیلیں روشن کی جاتی تھیں، بادشاہ اس کی نسل سے ہوتے تھے، لوگوں کا دعویٰ تھا کہ وہ ایک نبی تھا۔ افلاطون نے اپنی کتاب جو 'النوامیس' کے نام سے معروف ہے میں اسقلیبوس کے متعلق غیب دانی کی کچھ باتوں کا اور کچھ ایسی حیرت انگیز داستانوں کا تذکرہ کیا ہے جو تائید الٰہی سے ظہور میں آئی تھیں۔ اور لوگوں نے انھیں دیکھا بھی تھا۔

اس نے اپنی کتاب السیاستہ کے تیسرے مضمون میں لکھا ہے کہ اسقلیبوس اور اس کی اولاد کو سیاست کا علم تھا۔ اس کی اولاد ماہر اور چابک دست فوجی تھی۔ انھیں طب کا علم بھی حاصل تھا۔ اس نے مزید لکھا ہے کہ اسقلیبوس کا یہ خیال تھا کہ جسے لائق شفا مرض ہو وہ تو علاج کرے مگر جس کا مرض مہلک ہو اس کی زندگی دراز نہ ہوگی، یعنی وہ زندگی جو نہ مریض کے لیے مفید ہوتی ہے نہ دوسروں کے لئے یعنی ایسے شخص کو علاج ترک کر دینا چاہیئے۔

امیر ابوالوفا مبشر بن فاتک نے اپنی کتاب مختار الحکم و محاسن الکلم میں لکھا ہے اسقلیبوس ہرمس کا شاگرد تھا جو اس کا ہم سفر تھا۔ جب دونوں ہندوستان سے باہر نکلے تو بابل میں ہرمس نے اسے شریعت قائم کرنے کے لیے یہاں اپنا جانشین مقرر کیا۔ یہ ہرمس ہرمس اوّل کہلاتا ہے، اصل لفظ آرمس ہے جو عطارد کا نام ہے۔ یونانیوں کے یہاں اسے اطرسمین اور عربوں کے یہاں ادریس اور عبرانیوں کے یہاں اخنوخ کہتے ہیں۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے، اطرسمین یا ادریس یا اخنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن آنوش بن شیث بن آدم علیہم السلام۔ مصر کے ایک شہر منف میں پیدا ہوئے اور بیاسی سال، اور ایک روایت کے مطابق تین سو پینسٹھ سال زندہ رہے۔ مبشر بن فاتک فرماتے ہیں کہ آپ گندم گوں، خوبرو، آنکھیں سرمگیں اور چمکدار تھیں، کم گوشت، ہڈیاں بڑی، شانے کشادہ، داڑھی گھنی، بال سر کے دونوں کناروں پر نہ تھے۔ پیشانی کی سلوٹیں خوبصورت، قد و قامت اور دست و بازو کامل تھے۔ خاموش طبع، اعضا پر سکون، گفتگو میں ٹھہراؤ، چلتے تو نگاہ زیادہ تر زمین کی جانب ہوتی، چہرے پر غور و فکر کے آثار نمایاں تھے، مزاج میں حدت اور یبوست تھی، گفتگو کرتے وقت شہادت کی انگلی کو حرکت دیتے رہتے۔

دوسرے تذکرہ نگاروں کے مطابق اسقلیبوس کا زمانہ بڑے طوفان سے پہلے کا ہے، یہ آغاثوذیمون مصری کا شاگرد تھا۔ آغاثوذیمون یونانیوں اور مصریوں کا ایک نبی گزرا ہے۔ آغاثوذیمون کے معنی خوش بخت کے ہیں۔ اسقلیبوس ہی یونانیوں کے اندر فنِ طب کا آغاز کرنے والا ہے، اس نے اپنی اولاد کو اس فن کی تعلیم دی اور انھیں دوسروں کو اس کی تعلیم سے منع کر دیا تھا۔

ابومعشر بلخی منجم نے اپنی کتاب "الآلوف" کے اندر لکھا ہے کہ اسقلیبوس فنِ طب کا اوّلین کوئی دیوتا تھا نہ اس نے اس فن کا آغاز کیا۔ بلکہ دوسروں سے اس نے سیکھا اور گلوں کے نقش قدم پر رہا۔ یہ ہرمس مصری کا شاگرد تھا۔ اس نے کہا ہے کہ ہرامسہ کل تین تھے۔

ہرمس اوّل

یہ تیسری شخصیت ہے جس پر نعمتیں نازل ہوئی تھیں۔ ہرمس قیصر و کسریٰ کی طرح ایک لقب ہے۔ اپنی سیرتوں میں ایرانی حضرات نے انھیں لہجد کے نام سے یاد کیا ہے۔ جس کے معنی صاحب انصاف کے ہیں۔ یہی وہ ذات گرامی ہے جن کی نبوت کا حرانی علماء تذکرہ کرتے ہیں، ایرانی حضرات ان کے دادا کا نام کیومرث یعنی آدم بتاتے ہیں، عبرانی انھیں اخنوخ اور عربی انھیں ادریس کہتے ہیں۔ ابومعشر فرماتے

ہیں یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے نجومی حرکتوں کے بالائی حالات پر کلام کیا ہے، آپ کے دادا کیومرث (آدم) نے آپ کو شب و روز کے اوقات کا علم بخشا۔ یہ پہلے انسان ہیں جنھوں نے ہیکلوں کی تعمیر کی اور ان ہیکلوں کے اندر کی عظمت اور بزرگی کے نغموں سے زمزمہ سنج ہوئے، نیز یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے طب پر غور و فکر اور کلام کیا۔ آپ نے ہم عصروں کے لئے انھی کی زبان میں متعین قافیوں اور موزوں اشعار پر مشتمل بکثرت کتابیں تالیف فرمائیں جن کے اندر ارضی اور سماوی اشیاء کی معلومات درج فرمائیں۔ نیز یہ پہلی ذات ہے جس نے آنے والے طوفان کی خبر دی، انھوں نے خیال ظاہر فرمایا کہ ایک آسمانی آفت زمین کو لاحق ہونے والی ہے جو اپنے ساتھ آگ اور پانی لائے گی۔ سرزمین مصر آپ کا مسکن تھا، رہائش کے لئے آپ نے اسی کا انتخاب فرمایا اور یہاں اہرام اور منیٰ کے شہر (مدائن التراب) بنائے۔ آنے والے طوفان کے باعث انھیں علم کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا تو برابی تعمیر فرمایا۔ یہ بربا بربا اخمیم نامی کوہسار ہے۔ اس میں تمام فنون اور فنکاروں کی تصویریں منقش کیں، فنکاروں کے تمام آلات کی تصویریں بنائیں اور علمی اوصاف کی جانب مابعد کے لوگوں کے لئے نقوش بنا کر اشارات کندہ کرائے۔ مقصود یہ تھا کہ آنے والی نسلوں کے اندر علوم و معارف کو دوام حاصل رہے، نیز یہ اندیشہ بھی تھا کہ مبادا ان علوم کا نقش دنیا سے مٹ جائے۔ بزرگان قدیم سے روایت شدہ ایک بیان سے ثابت ہے کہ ادریس وہ پہلی ذات گرامی ہے جنھوں نے کتابوں کا مطالعہ کیا، علوم و معارف پر غور و تدبر فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کپڑے سی کر زیب تن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مقام بلند عطا فرمایا۔

ہرمس دوم

ان کا شمار اہل بابل میں ہے۔ آپ نے کلدانیوں کے شہر بابل میں سکونت اختیار کی، آپ کا زمانہ طوفان کے بعد تزیر بالی کا زمانہ ہے جس نے نمرود بن کوش کے بعد شہر بابل کی سب سے پہلے تعمیر کی تھی۔ آپ علم طب اور فلسفہ کے ماہر اور اعداد کے مزاج شناس تھے۔ آپ کا شاگرد فیثاغورس تھا۔ طوفان کے بعد بابل کے اندر علم طب، فلسفہ اور علم عدد کے جو آثار مٹ گئے تھے آپ نے ان کی تجدید فرمائی کلدانیوں کا یہ شہر مشرقی فلاسفہ کا مسکن رہا ہے۔ یہیں کے فلاسفہ نے سب سے پہلے تعریفات کی تعیین کی اور قوانین مرتب کئے۔

ہرمس سوم

ان کا زمانہ بھی طوفان کے بعد کا ہے، شہر مصر میں سکونت پذیر رہے، انھی کی تصنیف "الحیوان ذوات السموم" (زہریلے جانور) ہے، یہ ایک فلسفی طبیب تھے، مہلک ادویہ کے مزاج اور موذی حیوانات کا علم رکھتے تھے، ملک میں بکثرت سیر و سیاحت کرتے تھے۔ شہروں کی تنصیب، ان کے طبائع اور اہالیان شہر کے مزاجوں سے واقف تھے۔ فن کیمیا پر ان کا ایک عمدہ مقالہ ہے جس کے اندر انھوں نے بکثرت صنعتوں مثلاً زجاج (شیشہ) خرز (موتی) غضار (لیسدار، سبز، خالص مٹی، جس میں باریک ذرات ہوتے ہیں، اس سے چینی کے برتن بنائے جاتے ہیں) پر بحث کی ہے۔ اس کا ایک شاگرد اسقلیبوس کے نام سے مشہور تھا، جس کا مسکن سرزمین شام ہے۔

تذکرہ اسقلیبوس کی جانب رجوع

اسقلیبوس کا حال یہ تھا کہ لوگ جس مریض کی شفایابی سے مایوس ہو جاتے یہ انھیں اچھا کر دیتا تھا، اس کا یہ حیرت انگیز کارنامہ دیکھ کر عوام کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے یونانی شعراء نے اس کی شان میں حیرت انگیز اشعار کہے ہیں، ان اشعار کے اندر انھوں نے کہا کہ اسقلیبوس مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے یہاں اٹھا کر اسے فرشتوں کی صف میں شامل کر دیا ہے۔ کہا یہی ادریس علیہ السلام ہیں۔ یحییٰ نحوی فرماتے ہیں اسقلیبوس نوے سال زندہ رہا، پچاس سال بچپن اور جوانی کا تھا، یہ زمانہ الٰہی قوت نمودار ہونے سے پہلے کا زمانہ ہے۔ اور چالیس سال علم و تعلیم کا عرصہ رہا ہے۔ دو بیٹے چھوڑے جو فن طب میں ماہر تھے، انھیں تلقین کر رکھی تھی کہ وہ فن طب کی تعلیم صرف اپنی اولاد اور گھر والوں کو دیں گے، تاکید کی تھی کہ فن طب کے اندر کوئی اجنبی داخل نہ ہو۔ ایسی ہی تاکید اس نے مابعد کو آنے والوں کو بھی بطور وصیت کی۔ اس نے انھیں دو باتوں کو حکم دیا۔ ایک یہ کہ یونانیوں کی آبادی کے وسط میں سکونت اختیار کریں، وسط میں تین جزیرے واقع ہیں۔ ان میں ایک تو نام کا تھا جو بقراط کا جزیرہ رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ فن طب اجنبیوں کے یہاں نہ پہنچے، بس آباء اپنی اولاد ہی کو اس کی تعلیم دیا کریں۔ آغاممنون جب سرزمین طریاس کو فتح کرنے کے لیے نکلا تو اسقلیبوس کے دونوں بیٹے اس کے ساتھ تھے، علم کے اندر انھیں جو فضل و کمال حاصل تھا اس کے پیش نظر انھیں وہ بے حد عزیز رکھتا تھا۔

ثابت بن قرہ حرانی نے جہاں بقراطوں کا تذکرہ کیا ہے وہاں کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ تمام دنیا میں اسقلیبوس کے بارہ ہزار شاگرد تھے۔ وہ طب کی تعلیم بالمشافہ دیا کرتا تھا۔ اسقلیبوس کے

...نوادے میں فنِ طب نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہا تا آنکہ بقراط کے زمانہ میں اس کے اندر ضعف پیدا ہوا، بقراط نے دیکھا کہ اس کے گھر کے لوگ کم ہو گئے ہیں اور فن مٹنے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا اس ... اختیار کے ساتھ کتابیں تصنیف کرنا شروع کیں۔ جالینوس "ایمان آبقراط و عہدہ" کی جو شرح لکھی ہے ... میں اس نے اسقلیبوس پر حسبِ ذیل عبارت تحریر کی ہے:

"اسقلیبوس کی داستان کا جو حصہ ہم تک پہنچا ہے اس کے دو رُخ ہیں۔ ایک رُخ تو معمہ ہے اور دوسرا قدرتی۔ معمہ تو یہ ہے کہ اسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک طاقت خیال کیا جاتا ہے۔ اور یہ نام اس طاقت کے فعل یعنی منع یبوست سے مشتق تصوّر کیا جاتا ہے، حنین فرماتے ہیں موت چوں کہ یبوست اور برودت کے غلبہ سے واقع ہوتی ہے، یہ دونوں ہی چیزیں مردہ جسم کو خشک کر دیتی ہیں، اس لئے اُس پیشہ کو جو حرارت اور رطوبت سے آسودہ جسموں کی حفاظت کرتا ہے تاکہ ان میں زندگی رواں دواں رہے ایک ایسے نام (مہنتہ) سے موسوم کیا گیا ہے جس کا مفہوم عدم یبوست کا ہے۔"

جالینوس نے لکھا ہے:

"لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسقلیبوس افلولن زادہ، فلاغورس زادہ، قورونوس مہدیہ زادہ تھا۔ یہ مردہ اور ناقابل موت عناصر دونوں سے مرکب تھا، اس قول سے ان کے پیشِ نظر یہ دلیل فراہم کرنا ہے کہ اسقلیبوس لوگوں پر اس لئے توجہ کرتا تھا کہ وہ اسی کے ہم جنس تھے، بایں ہمہ اسے ایک ناقابل موت مزاج بھی حاصل تھا جو انسانی مزاج سے برتر تھا یہ نام یعنی اسقلیبوس شاعرتے اس کے لئے طبعی اعمال سے مشتق کیا ہے، فلاغواس زادہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ فلاغواس شعلہ (لہیب) کے نام سے مشتق ہے، اس کا بیٹا کہنے کا مطلب ہے۔ شعلہ زن حیوانی طاقت کا فرزند، (حنین فرماتے ہیں اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زندگی قلب و جگر میں موجود حرارت عزیزیہ کی حفاظت سے برقرار رہتی ہے۔ اس حرارت کے لئے شعلہ مشتق کیا گیا کیوں کہ یہ از جنس آتش ہے۔)

قورونس زادہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قورونس آسودگی (شبع) اور استفادۂ صحت سے مشتق ہے (حنین فرماتے ہیں اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہضم طعام کے بعد کھانے پینے سے انسان کو مکمل آسودگی صرف فنِ طب سے حاصل ہوا کرتی ہے، کیوں کہ حفاظت صحت کا مدار اسی پیشہ پر ہے، اعادۂ صحت کا انحصار بھی اسی پر ہے۔)

افلولن زادہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ طبیب کو اس بات کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے پاس کہانت کا بھی تھوڑا بہت علم ہو، کیوں کہ جو اشیاء بعد کو ظہور میں آنے والی ہیں ان کا علم حاصل کرنا ایک فاضل طبیب کے لئے ضروری ہے (حنین فرماتے ہیں یعنی پیشگی علم طب کی معرفت حاصل کرنا۔)"

جالینوس نے مزید کہا ہے:

"اب ہم اسقلیبوس کی شکل و صورت، لباس اور مسکن پر بھی گفتگو کریں گے۔ اس کے دیوتا ہونے کے بارے میں جو اقوال ہمیں تحریر شدہ ملتے ہیں وہ حقیقت نہیں خرافات ہیں، مشہور یہ ہے کہ نورانی ستون کے اندر اسے فرشتوں کے مقام پر اٹھا لیا گیا ہے۔ جیسا کہ یہی خیال ذیونوس، ایرقلس اور ان تمام ہستیوں کے باب میں بھی قائم کیا گیا ہے جنھوں نے لوگوں کو نفع پہنچانے کی کوششیں کی ہیں۔ غرض اسقلیبوس اور اس کے ہم مثلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہی سلوک کیا ہے تاکہ آگ سے ایک طرف ان کا مردہ جزء ارضی فنا نہ ہو، دوسری طرف ناقابل موت جزء جذب ہو کر اللہ کی جانب آسمان میں چلا جائے۔"

حنین فرماتے ہیں:

"جالینوس اس جگہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ انسان اللہ تبارک و تعالیٰ سے مشابہ کیوں کر ہو سکتا ہے، اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان جب اپنی جسمانی خواہشات کو صبر و امساک کی آتش سے فنا کر دے گا، مردہ جزء ارضی سے ان کی یہی مراد ہے اور ان خواہشات کو ختم کر دینے کے بعد اپنے نفس ناطقہ کو فضائل و محاسن سے آراستہ کرے گا، آسمان کی جانب بلند ہونے سے ان کی یہی مراد ہے، تو یقیناً وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے مشابہ ہو جائے گا۔"

جالینوس کہتا ہے:

"اسقلیبوس کی شکل گیسوؤں سے آراستہ اور ایک باریش شخص سے مشابہ تھی اس کی شکل باریش اور باپ کی شکل بلاریش؟ آخر اس کا کیا سبب تھا، اس پر مختلف حضرات نے مختلف خیالات پیش کئے ہیں۔ چنانچہ بعض کا خیال ہے کہ اس کی یہ شکل و صورت اس وقت کی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی جانب اٹھایا تھا، بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ اس کا فن چوں کہ عفت اور شیخوخیت کا طالب ہے اس لیے اس کی یہ شکل تھی۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ چوں کہ فنِ طب کے اندر اپنے باپ سے وہ زیادہ ماہر تھا اس لئے اس کی یہ صورت تھی۔

اسے غور سے دیکھو گے تو اسے کھڑا مستعد، اور کپڑے سمیٹے ہوئے پاؤ گے۔ اسی ہیئت سے وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اطبار کو تمام اوقات میں فلسفی رہنا چاہیئے۔ جن اعضار کو کھولنے سے انسان شرماتا ہے تم دیکھو گے کہ اس کے وہ اعضار پوشیدہ ہیں مگر جن اعضار کے ذریعہ فن کو برتنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ کھلے ہوئے ہیں، اس کی تصویر اس طرح سامنے آتی ہے کہ ہاتھ میں خطمی کی ایک خمیدہ عصا لئے ہوئے ہے جس میں کئی شاخیں ہیں۔ اس لیے وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ فنِ طب کے اندر یہ بھی ممکن ہے کہ انسان کو عصا کی ضرورت لاحق ہو جس پر ٹیک لگا سکے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے بعض خصوصی عطیات سے نوازتا ہے اسے عطیۂ عصا کا اہل بھی بناتا ہے، جیسا کہ ایفاسطس، زوس اور ہرمس کے ساتھ پیش آیا اس عصا کے ذریعہ زوس اپنی محبوب شخصیتوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا تھا۔ نیز خوابیدہ حضرات کو اس کے ذریعہ جگاتا بھی تھا۔ عصا کی تصویر خطمی کی بنی ہوئی اس لئے دکھاتے ہیں کہ اس سے ہر مرض کا ازالہ ہوتا ہے۔"

حنین فرماتے ہیں:

"خطمی کا پودا چوں کہ اعتدال کے ساتھ سخونت پیدا کرتا ہے اس لئے مفرد استعمال کیا جائے تو بھی اور دوسری گرم تر یا سرد تر دواؤں کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بھی کثیر المنافع ہے۔ جیسا کہ دیسقوریدس اور ان تمام حضرات کا خیال ہے جنھوں نے اس پودے پر گفتگو کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی زبان میں اس کا نام ہم معالجات کے نام سے مشتق پاتے ہیں۔ اس اشتقاق کے ذریعے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ خطمی میں بے شمار فوائد موجود ہیں۔"

جالینوس آگے لکھتا ہے:

"عصا کی خمیدگی اور اس کا بکثرت شاخوں پر مشتمل ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ فنِ طب کے اندر بے شمار اصناف اور فنون موجود ہیں، پھر اس عصا کو مزین کئے بغیر بھی نہیں چھوڑا گیا ہے، مگر اس پر ایک طویل العمر جاندار تنین (ہشتنبر) کی تصویر بنائی گئی ہے جو اس سے لپٹا ہوا ہے بکثرت اس بات کے تحت اس حیوان کو اسقلیبوس سے قربت حاصل ہے۔ ان میں سے ایک سبب حسبِ ذیل ہے:

یہ تیز نظر بکثرت بیدار رہنے والا جانور ہے، کسی وقت سوتا نہیں ہے۔ فنِ طب حاصل کرنے والے کیلئے مناسب یہ ہے کہ برابر خوابِ غفلت میں نہ رہے، اسے بے حد ہوشیار رہنا چاہیئے تاکہ

آگے بڑھ کر حاضر اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات کی خبر دے سکے۔ بقراط نے اپنے حسبِ ذیل قول میں اسی فعل کی جانب اشارہ کیا ہے۔

'میرے نزدیک سب سے عمدہ اور افضل بات یہ ہے کہ طبیب سبقت نگاہی کو کام میں لائے۔ کیوں کہ سبقت کرکے ہی علم حاصل کرے گا اور آگے بڑھ کر مریضوں کو حال، ماضی اور مستقبل کی خطرناکیوں سے آگاہ کرے گا۔'

جس عصا کو اسقلیبوس اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اس پر اژدہے کی تصویر کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

یہ حیوان یعنی تنین (ہشتنبر) نہایت طویل العمر ہوتا ہے حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ وہ مدتوں زندہ رہتا ہے۔ اس کی وجہ سے فنِ طب کا استعمال کرنے والے ہو سکتا ہے عمر دراز ہو جائیں۔ چنانچہ دیموقریطس اور ایرودوطس نے جب فنِ طب کی وصیتوں پر عمل کیا تو ان کی حیات نہایت دراز ہو گئی۔ بس جس طرح یہ حیوان یعنی تنین اپنا وہ لباس جسے یونانی حضرات شیخوخت کہتے ہیں اُتار دیتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ جب شیخوخت کا وہ لبادہ اتار پھینکا جائے جس کے اندر بیماریاں لوگوں کو مقید کر دیتی ہیں تو فنِ طب کے استعمال سے صحت حاصل ہو۔

اسقلیبوس کی تصویر بناتے ہیں تو اس کے سر پر غار کے درخت سے بنا ہوا ایک تاج رکھ دیتے ہیں کیونکہ یہ درخت حزن و غم کا ازالہ کرتا ہے یا یہ کہ تاج فنِ طب اور کہانت دونوں کے لیے عام ہے اس لیے یہ خیال ہوا کہ اطبار اور کاہنوں کا تاج بعینہٖ ایک ہو، یا یہ کہ اس درخت کے اندر ایک ایسی قوت بھی ہوتی ہے جو امراض کا ازالہ کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر اسے رکھ دیتے ہیں تو زہریلے حشرات الارض وہاں سے بھاگ جاتے ہیں، یہی خاصیت قونورا نامی پودے کی بھی ہے، اور یہی صفت غار کے پھل کی بھی ہے۔ جسے حب الغار کہتے ہیں، بدن پر جب اس کی مالش کی جاتی ہے تو جند بیدستر جیسا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ تنین کی تصویر بناتے ہیں تو اس کے ہاتھ میں ایک بیضہ رکھ دیتے ہیں، اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ عالم تمام کا تمام طب کا محتاج ہے۔ کل عالم کی مثال ایک بیضہ کی ہے۔

ہمیں یہاں ان ذبیحوں پر بھی گفتگو کرنی چاہیئے جو اسقلیبوس کے نام پر اللہ

تبارک و تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے تھے۔ چنانچہ کسی بھی شخص نے تقرب الٰہی کے لئے کسی بھی وقت اسقلیبوس کے نام پر بکری قربان نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جانور کا بال کاٹنا اون کی طرح آسان نہ تھا۔ علاوہ ازیں اس کا گوشت جو شخص بکثرت استعمال کرتا تھا مرگی کے امراض میں مبتلا ہو جانا اس کے لئے آسان تھا کیوں کہ اس سے پیدا شدہ غذا ردئ الکیموس، مجفف، غلیظ، حریف اور دم سوداوی کی جانب میلان رکھتی ہے۔"

جالینوس مزید لکھتا ہے :

"اسقلیبوس کے نام پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کے لئے لوگ مرغ قربان کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ سقراط نے یہی ذبیحہ قربان کیا تھا۔ بایں طور اس الٰہی شخصیت نے لوگوں کو فنِ طب کی تعلیم دی، یہ ایک محکم سرمایہ تھا جو ان بہت ساری چیزوں سے افضل و اعلیٰ تھا جنھیں ذیونوس اور دیمیطر نے ایجاد کیا۔"

بن فرماتے ہیں :

"ذیونوس کی ایجاد سے مراد شراب ہے، یونانیوں کے خیال میں ذیونوس پہلا شخص ہے جس نے شراب بنائی تھی۔ اس نام سے شعراء اس طاقت کا کنایہ کرتے ہیں جو پانی کو انگور میں تبدیل کر دیتی ہے اور سرور اور نشہ پیدا کرنے کے لئے تیار کر دیتی ہے۔ دیمیطر نے روٹی بنائی تھی۔ اور ان تمام دانوں کو معلوم کیا تھا جن سے روٹی تیار کی جاتی ہے۔ شعراء یہ نام اس زمین کا بھی رکھتے ہیں جو دانے پیدا کرتی ہے۔ اسقلیبوس کی ایجاد سے مراد صحت ہے صحت ہی وہ شئے ہے جس کے بغیر کوئی ایسی چیز سرمایہ کرنا ممکن نہیں ہے جو مفید اور لذت بخش ہو۔"

جالینوس مزید لکھتا ہے :

"مذکورہ بالا دونوں اشخاص نے جو چیزیں دریافت کیں ان سے فائدہ تبھی ممکن ہے جب اسقلیبوس کی ایجاد سے فائدہ اٹھایا جائے، کرسی کی تصویر جس پر اسقلیبوس بیٹھتا ہے دراصل اس طاقت کی تصویر ہے جس کے ذریعہ صحت حاصل ہوتی ہے۔ یہ جیسا کہ بعض شعراء نے کہا ہے نہایت اعلیٰ و افضل طاقت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام شعراء اس طاقت کی تعریف و تمجید کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر اس طرح رطب اللسان ہے۔

—— یہ فضل و شرف میں تمام نیکو کاروں سے بڑھ کر ہے۔
—— تیرے ہی سایۂ عاطفت میں میری بقیہ زندگی گزرے گی۔

دوسرا شاعر کہتا ہے :

—— یہ فضل و شرف میں تمام نیکو کاروں سے بڑھ کر ہے۔
—— میں تجھی سے طلب گار ہوں کہ تمام نیکیوں سے پہلے مستحق بنوں۔

الغرض خوشحالی، اولاد، اور اقتدار کی جو بھلائیاں بھی طاقت میں مساوی ہیں وہ سب کی سب دیگر بھلائیوں کی معین و مددگار، اور ان کے اندر لذت اسی وقت پیدا کر سکتی ہیں جب صحت حاصل ہو، یہ ایک ایسی نیکی ہے جو اس نام کے شایان شان ہے۔ کیوں کہ صحت تمام تر خیر ہے، یہاں خیر و شر کے مابین کوئی درمیانی رشتہ نہیں ہے۔ نہ ہی وہ خیر کے دوسرے درجہ میں ہے جیسا کہ فلاسفۂ مشائین اور اصحاب مظلہ کا خیال ہے۔ کیوں کہ ان تمام فضائل و محاسن کا فضل و کمال جن کے ساتھ لوگ زندگی بھر شدت اعتنا رکھتے ہیں اسی صحت سے وابستہ ہے، ہم دیکھتے کہ جو شخص شجاعت، قوت، شدت، دشمنوں پر جارحانہ یورش، ان کے خلاف مدافعانہ جنگ، اور جہاد، بیان کرنا چاہتا ہے وہ جسمانی طاقت کا مظاہرہ کر کے ہی اپنا مقصود پیش کرتا ہے۔ عدل و انصاف قائم کرنا، بایں صورت کہ ہر صاحب حق کو اس کا حق ہے، واجب کی ادائیگی ہو، قوانین محفوظ ہوں، فکر و عمل کے ہر زاویہ کی اصلاح عمل میں آئے، یہ سب کچھ صحت سے خالی ہو کر انجام نہیں پا سکتے۔ نجات کا سبب بھی تمام تر صحت پر موقوف ہے، یہ ایسی ہی ہے جیسے صحت سے پیدا ہوئی ہو۔

الغرض جو شخص بھی کسی رائے کے تحت یا باطل کو خوش کرنے کے لئے یہ کہے کہ اس کا مقصود صحت کو سرمایہ کرنا نہیں ہے اس کی یہ بات محض فرضی ہوگی، حقیقت کا اعتراف کرے گا تو یہی کہے گا کہ صحت دراصل تمام تر خیر ہے، اس قوت کی تاویل لوگوں نے اس طرح کی ہے کہ فنِ طب پر غور کرنے والے انسان کے لئے یہ کرسی ثابت ہوگی۔ اس طاقت کا نام بھی حقیقت کے مطابق مشتق ہے۔ یونانی زبان میں یہ رطوبت سے مشتق ہے۔ کیوں کہ صحت کی تکمیل رطوبت ہی سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ بعض مقامات پر کسی شاعر نے 'الانسان الرطب' (مرطوب انسان) کہہ کر اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسقلیبوس کی تصویر پر غور کرو گے تو اسے چند مصوروں سے ٹیک لگائے ہوئے دیکھو گے جو اس کے

اردگرد مجتمع ہیں۔ ایسا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ اسے لوگوں کے درمیان ثابت اور برقرار رہنا چاہیئے۔ اس پرتنین کی تصویر بنائی گئی ہے جو اس کے ارد گرد لپٹا ہوا ہے، گذشتہ صفحات میں اس کا سبب ظاہر کیا جا چکا ہے۔"

امیر ابوالوفا رمبشر بن فاتک نے اپنی کتاب مختارالحکم ومحاسن الکلم میں اسقلیبوس کے حکیمانہ وآداب کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

- جو زمانہ (ایام) کو پہچان لے گا وہ مستعد رہنے سے غافل نہ ہوگا۔
- ایک انسان باری تعالیٰ کی نعمت اور اپنے گناہوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ان دونوں حالتوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جائے۔ اور گناہوں سے مغفرت طلب کی جائے۔
- کتنے زمانے ایسے ہیں جنہیں تم بُرا کہتے ہو مگر دوسرا زمانہ آتا ہے تو اس کی تعریف کرتے ہو، کتنے کام ایسے ہیں جن کی شروعات کو تم نفرت سے دیکھتے ہو مگر انجام میں روتے ہو۔
- معرفت حاصل کئے بغیر عبادت کرنے والے کی مثال چکّی کے گدھے کی ہے، وہ برابر چکّر لگاتا رہتا ہے مگر اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔
- ضرورت جاتی رہے، یہ بہتر ہے، مگر یہ بہتر نہیں ہے کہ نااہلوں سے اس کی تکمیل کا مطالبہ کیا جائے۔
- فاجر کو عطیہ دینا اس کے فسق وفجور کو طاقت پہنچانا ہے، ناشکرے کے ساتھ احسان کرنا تضییع نعمت ہے۔ جاہل کو تعلیم دینا جہالت میں اضافہ کرنا ہے، کمینوں سے سوال کرنا آبرو کی توہین ہے۔
- تعجب ہے ایک شخص تو نقصان کے ڈر سے خراب غذاؤں سے پرہیز کرتا ہے مگر آخرت کے خوف سے گناہوں کو ترک نہیں کرتا۔
- زیادہ تر خاموش رہو، بغض ونفرت سے محفوظ رہوگے۔
- سچائی کو استعمال کرو، یہ نطق کا زیور ہے۔
- اس سے دُنیا کی تعریف کرنے کے لئے کہا گیا تو کہا:

"امس أجل واليوم عمل وغدا أمل"

(گزرا ہوا دن اجل کا، آج عمل کا اور کل امید کا دن ہے)

- تم پر شفقت کرنے والا تم سے بدگمان ہو جاتا ہے، تم سے بیزار رہنے والا، تم سے بہت زیادہ ناراض اور تم سے بغض ونفرت کرنے والا کم خیرخواہ ہوتا ہے۔
- دیندار اور صاحب مروت کی راہ یہ ہے کہ دوست پر جان ومال نچھاور کرے، جاننے والوں کے ساتھ خندہ روئی سے پیش آئے، دشمن کے ساتھ انصاف کرے اور ہر اس حالت سے محفوظ رہے جو دامن کو داغدار کرتی ہو۔

ایلق

اسے ایلہ بھی کہتے ہیں، سلیمان بن حسان معروف بہ ابن جلجل فرماتے ہیں یہ پہلا حکیم ہے جس نے شہر روم کے اندر طب پر کلام کیا، اس کے قواعد مرتب کئے اور اس پر عمل کیا۔ یہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد بذاق حاکم کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اس کے باب میں بھی حیرت انگیز آثار اور بڑے واقعات ملتے ہیں۔ عجائبات کی کثرت میں یہ بھی اسقلیبوس کی مثال ہے۔

باب دوم

استقلیبوس کی نسل سے
پیدا ہونے والے اطباء

گذشتہ صفحات میں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اسقلیبوس کو تجربہ سے فنِ طب کی معلومات ہوئیں اور فن کی کچھ باتیں اس کے یہاں محفوظ ہوگئیں تو اس نے اپنی اولاد اور اقربا کو اس کی تعلیم دینی شروع کی۔ اور انھیں یہ وصیّت کی کہ یہ فن اپنی اولاد اور اسقلیبوس سے نسلی تعلق رکھنے والوں کے علاوہ اور کسی کو نہ سکھائیں۔ اولاد اور قرابتداروں میں اسقلیبوس نے جو تلامذہ چھوڑے وہ سب تعداد میں چھ تھے :

۱۔ مانیمنس، ۲۔ سقراطون، ۳۔ خروسیس طبیب، ۴۔ مہراریس (قدیم کتابوں میں اس کا نسب نامہ کذب و افترا کا شکار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سلیمان بن داوٗد سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ یہ بالکل غلط اور از قسم خرافات ہے، کیوں کہ دونوں کے زمانوں میں ہزاروں سال کا فاصلہ ہے)، ۵۔ موریدس، اور ۶۔ میساوس۔ ان میں سے ہر ایک اپنے استاد اسقلیبوس کے خیال کو اپنی جانب منسوب کرتا تھا۔ یہ خیال تجربہ پر مبنی تھا۔ کیوں کہ اس وقت طب نام ہی اس فن کا تھا جو تجربہ سے حاصل ہوا ہو۔ ان تلامذہ سے فنِ طب برابر اہلِ خاندان کی جانب منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ حسبِ ذیل شخصیتوں کا ظہور ہوا۔

غورس

یحییٰ نحوی کے مطابق اسقلیبوس کے بعد یہ دوسری شخصیت منصۂ شہود پر آئی جس نے طب کے اندر خداقت، کمال اور شہرت حاصل کی۔ یحییٰ نحوی کے نزدیک جو یونانی اطبا رفنِ طب کے اندر امام و مقتدا ہوئے اور شہرت پائی اس کے علم کی حد تک سب آٹھ ہیں :

۱۔ اسقلیبوس اوّل، ۲۔ غورس، ۳۔ مینس، ۴۔ برمانیدس، ۵۔ افلاطون طبیب، ۶۔ اسقلیبوس

ثانی، ۷۔ بقراط، اور ۸۔ جالینوس۔ غورس کی مدّت حیات ۷۴ سال ہے۔ ۱۷ سال بچپن اور تعلیم میں گزرے اور ۳۰ سال مطالعہ و تدریس ہیں۔ اسقلیبوس اوّل کی وفات اور غورس کے ظہور کے مابین آٹھ سو پچاس سال کا فاصلہ ہے۔ اس مدّت میں قابلِ ذکر جو اطبار پیدا ہوئے وہ حسبِ ذیل ہیں:

سورندوس، مانیوس، ساوثاس، مسیساندس، سقوریدوس اوّل، سیقلوس، سمریاس، افطیماخس، قلغیموس، اغانیس، ایرقلس اور اسطورس طبیب۔

غورس کا ظہور ہوا تو اس نے تجربہ کے نظریہ پر غور و فکر کیا اور اسے قوّت پہنچائی۔ اپنی اولاد اور قرابتداروں میں اس نے حسبِ ذیل سات تلامذہ پیدا کئے:

۱۔ مرقس، ۲۔ جورجیس، ۳۔ مالسطبن، ۴۔ فولس، ۵۔ ماہالس، ۶۔ الاستطراس اوّل، اور ۷۔ سقیردس۔

ان میں سے ہر ایک اپنے استاد کے خیال کو اپنی جانب منسوب کرتا تھا جو تجربہ پر مبنی تھا۔ ان حضرات سے فن اولاد اور قرابتداروں کو برابر منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ ذیل کی شخصیت نمودار ہوئی۔

مینس

اوپر جن آٹھ مشہور اطبار کا تذکرہ ہو چکا ہے ان میں مینس تیسرا شخص ہے مدّت حیات چوراسی سال تھی۔ چونسٹھ سال بچپن اور تعلیم میں گزرے، بیس سال حصول علم اور تعلم و تدریس میں۔ غورس کی وفات اور مینس کے درمیان پانچ سو ساٹھ سالوں کا فاصلہ ہے۔ درمیانی مدّت میں لائق ذکر اطبار حسبِ ذیل پیدا ہوئے:

آبیقوروس، سقوریدوس ثانی، اخطیفون، اسقوریس، راوس، اسفقلس، موطیمس، افلاطون اوّل طبیب، اور بقراط اوّل ابن غنسید قوس۔

میدان طب میں قدم رکھنے کے بعد مینس نے بزرگان قدیم کے خیالات و افکار پر غور کرنا شروع کیا۔ اس نے دیکھا کہ تجربہ غلط ثابت ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس کے ساتھ اس نے قیاس کو بھی شامل کیا۔ اور یہ کہا کہ تجربہ کو بلا قیاس رکھنا مناسب نہیں ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ وفات پر اس نے حسبِ ذیل چار تلامذہ چھوڑے:

۱۔ قطرطس، ۲۔ آمینس، ۳۔ سورانس، ۴۔ مثیناوس قدیم۔

یہ تلامذہ قیاس اور تجربہ کا نظریہ رکھتے تھے۔ ان تلامذہ سے فنِ طب برابر جانشینوں کے اندر منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ ذیل کی شخصیت عالم وجود میں آئی۔

برمانیدس

گزشتہ آٹھ مشہور اطبار میں یہ چوتھی شخصیت ہے۔ مدّت حیات چالیس تھی، پچیس سال بچپن اور تعلیم میں اور پندرہ سال حصولِ کمال اور تعلیم و تدریس میں گزرے، مینس کی وفات اور برمانیدس کے درمیان سات سو پندرہ سال کا فاصلہ ہے، درمیانی مدّت میں قابلِ ذکر اطبار حسبِ ذیل پیدا ہوئے:

سمانس، غوانس، آبیقورس، اسطفانس، انبقوس، ساوارس، حوراطیمس، فولوس، سوانیدیقوس، ساموس، منیشانوس ثانی، آفیطاقلون، سوناخس، سویازیوس اور ماماس۔

برمانیدس نے طبی دنیا کے اندر قدم رکھنے کے بعد یہ نظریہ پیش کیا کہ تجربہ تنہا یا قیاس کے ساتھ دونوں ہی حالت میں خطرناک ہے، اس نے تجربہ کو ساقط کر کے تنہا قیاس پر اعتماد کیا۔ وفات کے بعد تین تلامذہ حسبِ ذیل چھوڑے:

۱۔ ثاسلس، ۲۔ اقرن، اور ۳۔ ذیوفیلس۔

ان تلامذہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے چنانچہ یہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ اقرن نے تنہا تجربہ کا دعویٰ کیا، ذیوفیلس تنہا قیاس اور ثاسلس حیلہ و تدبیر کا دعوے دار ہوا۔ ثاسلس نے کہا کہ طب تو بس حیلہ اور تدبیر کا نام ہے۔ یہی حال مسلسل قائم رہا۔ حتیٰ کہ ذیل کی شخصیت پیدا ہوئی۔

افلاطون طبیب

افلاطون طبیب مذکورہ الصدر آٹھ مشہور اطبار میں پانچویں شخصیت ہے مدّت حیات ساٹھ سال تھی، چالیس سال بچپن اور حصول تعلیم میں گزرے اور بیس سال حصول کمال اور تعلیم و تدریس ہیں۔ برمانیدس کی وفات اور افلاطون کی درمیانی مدّت سات سو پینتیس سال ہے۔ اس مدّت میں جو قابلِ ذکر اطبار پیدا ہوئے وہ تین گروہوں میں منقسم تھے:

۱۔ اصحاب تجربہ: ان میں آقرن اقراغنطی، بنتخلس، انقلس، فیلبنس، غافرطیمس، حدروس اور ماسیس شامل تھے۔
۲۔ اصحاب حیل: ان میں ماناخس، ماساوس، غریانس، غزغوریس اور قونیس کے اسمار ملتے ہیں۔
۳۔ اصحاب قیاس: ان میں انکساغورس، فولوطیمس، ماخاخس، سقولوس اور سوفوس شامل تھے۔

افلاطون نے فن میں قدم رکھا تو مذکورہ بالا افکار پر غور کیا' اسے معلوم ہوا کہ تنہا تجربہ خراب اور خطرناک ہے، تنہا قیاس بھی صحیح نہیں ہے، لہٰذا اس نے دونوں پر اعتماد کیا۔

یحییٰ نحوی کہتا ہے تا سلس' اس کے اصحاب اور تجربہ اور قیاس میں سے کسی ایک کو قبول کرنے والوں کی تصنیفات کو افلاطون نے نذر آتش کر دیا' جن قدیم کتابوں کے اندر دونوں نظریات موجود تھے انھیں ترک کر دیا۔

یحییٰ نحوی نے جن کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انھیں ترتیب دے دیا گیا تھا میرے نزدیک اس کی اگر کوئی حقیقت ہے تو یہ بات اس خیال کے منافی ہے جس کے مطابق بقراط کو وہ پہلا شخص قرار دیا گیا ہے جس نے فنِ طب کو مدون کر کے کتابوں کے اندر محفوظ کیا۔ ظاہر ہے مذکورہ بالا حضرات کی تالیفات کا زمانہ بقراط سے بہت پہلے کا ہے۔

افلاطون کی وفات کے بعد اس کی اولاد اور قرابتداروں میں چھ تلامذہ جانشین ہوئے یعنی میروس' تشخیص امراض اس کا خاص موضوع رہا' فورونس، تدبیر اجسام اس کا خصوصی موضوع تھا' فوراسس فصد اور کئی میں یہ منفرد تھا' ثافروس، جراحی امراض خاص موضوع تھا۔ سرجس معالجات چشم میں یگانہ تھا اور فانیس شکستہ ہڈیوں کو جوڑنے اور اکھڑی ہوئی ہڈیوں کی اصلاح اس کا خصوصی میدان تھا۔

ان تلامذہ اور ان کے جانشینوں کے درمیان فنِ طب صحت اور خوبی کے ساتھ قائم رہا حتیٰ کہ اسقلیبوس ثانی کا دور آیا۔

اسقلیبوس ثانی

اسقلیبوس ثانی مذکورۃ الصدر آٹھ مشہور اطبا میں چھٹی شخصیت کا مالک ہے۔ مدت حیات ایک سو دس سال ہے۔ پندرہ سال بچپن اور حصول تعلیم میں گزرے' پچانوے سال فکر و نظر اور تعلیم و تدریس میں۔ افلاطون کی وفات اور اسقلیبوس ثانی کا درمیانی فاصلہ ایک ہزار چار سو بیس سال کا ہے۔ درمیانی مدت میں قابل ذکر اطبا حسب ذیل پیدا ہوئے۔

میلن افراغنطی، ثامسطیوس طبیب، اقنینوس، فردیقلوس، اندروماخس قدیم (یہ پہلا شخص ہے جس نے تریاق ایجاد کیا اور چالیس سال زندہ رہا)۔ ایرقلیدس اول (اس نے زندگی کی ساٹھ بہاریں دیکھیں) فلاغورس (پینتیس سال زندہ رہا)۔ ماخمیس، نسطس، سیبقورس، غالوس، ماباطیاس ریقلس طبیب (اس نے سو سال کی عمر پائی) ماناطیس، فیثاغورس طبیب (یہ ستر سال زندہ رہا)۔ ماخمیس، غالوس اور

مارنیوس (اس نے سو سال کی عمر پائی)۔

طب کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد اسقلیبوس ثانی نے قدیم نظریات پر غور کیا بحث و تحقیق کے بعد اس نے افلاطون کا نظریہ قابلِ لحاظ پایا' چنانچہ اسی کو اس نے اختیار کیا۔

وفات کے بعد اہل خانہ میں اس نے تین تلامذہ چھوڑے، جن میں کوئی اجنبی نہ تھا' ان کے علاوہ کوئی اور طبیب نہ تھا۔ یہ تلامذہ حسب ذیل تھے:

۱۔ بقراط بن ایرقلس، ۲۔ ماغارنیس اور ۳۔ آرخس۔

چند مہینوں کے بعد ماغارینس اور اس کے بعد ارخس کی وفات ہوگئی اور طب کا میدان بقراط کے حق میں خالی ہو گیا' چنانچہ یہ آسمان طب پر وحید العصر' طبیب کامل' ضرب المثل اور عظیم فلسفی طبیب بن کر اس طرح چمکا کہ دیوتا قرار پایا۔ اس نے قیاس اور تجربہ کو اس قدر حیرت انگیز طاقت بخشی کہ کسی معترض کو اعتراض کرنے کا یارا نہ رہا۔ طب کے فنا اور دُنیا سے ناپید ہو جانے کے اندیشہ سے اس نے اس کی تعلیم اجنبیوں تک عام کی اور انھیں اپنی اولاد کے ہم مثل قرار دیا۔ جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

باب سوم

یونانی اطبا، جن کے درمیان بقراط نے
فن طب کی اشاعت کی

بقراط

پہلے ہم بقراط کے کچھ مخصوص حالات اور اسے جو تائیدِ الٰہی حاصل تھی اس کا تذکرہ کریں گے، پھر ان یونانی اطباء کا ذکر کریں گے جو گو اسقلیبوس کی نسل سے نہ تھے مگر ان کے اندر بقراط نے فن کی ترویج و اشاعت کی تھی۔

بقراط جیسا کہ اُوپر ذکر آچکا ہے ان اکابر اطباء میں آٹھواں شمار ہوتا ہے، جن میں اسقلیبوس کا نام سرِ فہرست ہے۔ بقراط کا تعلق نہایت شریف گھرانے اور اعلیٰ نسب سے تھا۔ یونانی زبان سے منقول بعض مقامات پر مجھے اس کا نسب نامہ اس طرح ملا ہے۔

بقراط بن ایراقلیدس بن بقراط بن غنوسید یقدس بن نبروس بن سوسطراطس ابن ثاوذروس ابن قلاوموطادرس بن ملک قریسامیس لہٰذا وہ اپنے گھرانے میں قدرتی طور پر نہایت شریف النسب تھا۔ شاہ قریسامیس کی آٹھویں اسقلیبوس کی اٹھارہویں اور زاوس کی بیسویں پشت میں یہ آتا ہے۔ اس کی ماں فرکسثیا بنت فینارِطی، ائیرقلیس کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، لہٰذا بقراط کا تعلق دو شریف نسلوں سے تھا۔ ایک طرف باپ کے تعلق سے آل اسقلیبوس سے اور دوسری طرف ماں کے تعلق سے آل ائیرقلیس سے فنِ طب کی تعلیم اس نے اپنے والد ائیرقلیدس اور دادا بقراط ان دونوں بزرگوں نے اسے فنِ طب کے اصول و مبادی سکھائے۔ بقراط کی مدتِ حیات ۹۵ سال ہے، ۱۶ سال بچپن اور حصولِ علم میں گذرے اور ۷۹ سال فکر و نظر اور تعلیم و تدریس میں۔ اسقلیبوس ثانی اور بقراط کا درمیانی وقفہ دو سال کا ہے۔ بقراط نے فن پر نگاہ ڈالی اور اسے یہ دیکھ کر فن کے مِٹ جانے کا سخت اندیشہ ہوا کہ اکثر وہ مقامات برباد ہو چکے ہیں جہاں اسقلیبوس اول نے تعلیم کی بُنیاد رکھی تھی۔ تفصیل یہ ہے کہ تعلیم فن کے مقامات، جیسا کہ بقراط کی کتاب "الایمان" کی شرح میں جالینوس نے تشریح کی ہے۔ تین تھے، ایک شہر روذس، دوسرا شہر قنیدس اور تیسرا شہر قو۔ شہر روذس جہاں طب کی تعلیم ہوتی تھی تیزی سے ویران ہو گیا، کیونکہ یہاں روذس کا کوئی وارث نہ رہا، شہر قنیدس کا چراغ بھی گل ہو گیا، کیونکہ یہاں وارثین بہت تھوڑی تعداد میں باقی رہے، شہر قو جو بقراط کا مسکن تھا باقی وارثین کی قلت

سے یہاں بھی تھوڑے ہی آثار زندہ رہ سکے۔ بقراط نے فن پر نگاہ ڈالی اور دیکھا کہ آل اسقلیبوس کے وارث کم ہو گئے ہیں تو اس نے فن کو تمام عالم میں، اور تمام انسانوں تک پھیلا دینے کا فیصلہ کر لیا، تاکہ فنا نہ ہو سکے۔ اس نے کہا کہ خیر کا فیضان ہر حقدار کو خواہ دُور کا ہو یا نزدیک کا پہنچنا بہرحال ضروری ہے۔ اس نے اجنبیوں کو اس مہتم بالشان فن کی تعلیم دی اور ان سے ایک عہد لیا جسے خود اس نے اپنے قلم سے تحریر کیا تھا، ان سے وہ قسمیں بھی لیں جن کا اس عہد نامہ میں تذکرہ ہے، اور تاکید کی جو شرط ان پر عائد کی گئی ہے اس کی خلاف ورزی نہ کریں گے، نیز کسی کو فن کی تعلیم اسی وقت دیں گے جب ان سے بھی یہی عہد لے لیں گے۔

ابوالحسن علی بن رضوان فرماتے ہیں بقراط سے پہلے فن طب ایک خزانہ تھا جسے آباء اپنی اولاد کے لیے ذخیرہ کرتے تھے یہ صرف اسی ایک خاندان میں محدود تھا جس کا تعلق اسقلیبوس سے تھا۔ یہ نام یعنی اسقلیبوس یا تو کسی فرشتہ کا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو طب کی تعلیم کے لیے مبعوث فرمایا تھا، یا وہ کوئی الٰہی طاقت بن کر آیا تھا جس نے لوگوں کو طب کی تعلیم دی، بہرحال یہ پہلا شخص ہے جس نے فن کو سکھایا۔ قدماء کے مطابق پہلے طالب علم نے اپنے آپ کو اس کی جانب منسوب کیا۔ اس زمانہ میں معلم کو طالب علم کا باپ کہا جاتا تھا۔ اس اوّلین طالب علم سے اسقلیبوس کی جانب منسوب گھرانے کی نسل چلی، یونان کے بادشاہ اور سردار اسی گھرانے سے ہوا کرتے تھے۔ انھوں نے فن کی تعلیم دوسروں تک نہیں پہنچنے دی۔ بلکہ انہی کے اندر وہ مخصوص تھی، وہ صرف اپنے بیٹوں یا پوتوں کو ہی تعلیم دیا کرتے تھے، تعلیم کا طریقہ بالمشافہ تھا۔ کتابوں کے اندر فن کو مدون کا طریقہ نہ تھا، کسی مسئلہ کو مدون کرنے کی ضرورت ہوتی تو اسے مُعمّہ کی صورت میں مدون کرتے، تاکہ ان کے علاوہ دوسرے نہ سمجھ سکیں، باپ بیٹے کو یہ مُعمّہ سمجھا دیا کرتا، طب فقط بادشاہوں اور فقیروں میں محدود تھی۔ اس پر وہ کسی قسم کی اُجرت نہ لیتے، فن کی خدمت غیر مشروط طور پر کر کے وہ لوگوں پر احسان کرتے تھے، یہی طریقہ مُسلسل باقی رہا حتیٰ کہ اہل قو میں بقراط اور اہل ابدیرا میں ذمقراط پیدا ہوئے۔ یہ دونوں معاصر تھے، ذمقراط نے زہد اختیار کیا اور اپنے شہر کا انتظام ترک کر دیا، بقراط نے اپنے گھر والوں کو دیکھا کہ فن طب کے باب میں ان کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اسے فن کے فاسد ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا۔ چنانچہ اس نے کتابوں کے اندر صحت کے ساتھ اسے مدوّن کرنے کا ارادہ کر لیا، اپنے دو صاحب فضل و کمال فرزند، ثاسلس اور ذراقن اور ایک شاگرد فولوبس کو اس نے فن کی تعلیم دی، اسے محسوس ہوا کہ فن اب اسقلیبوس کے گھر سے نکل کر دوسروں تک منتقل ہو رہا ہے، لہٰذا ایک عہد نامہ مرتب کیا جس میں طالب علموں سے یہ قسم لی کہ وہ ہمیشہ پاک و صاف اور شرافت کے حامل رہیں گے۔ پھر ایک ضابطہ مرتب کیا جس میں اس نے بتایا کہ فن طب حاصل

کرنے کا کردار کیا ہو، پھر ایک اصلیت مرتب کی جس میں ان تمام امور کی تفصیل پیش کی جس کی ایک طبیب کو ضرورت ہوتی ہے۔

یہ عہد نامہ جسے بقراط نے وضع کیا تھا حسب ذیل تھا:

"حیات و موت کے مالک، صحت بخشنے والے اور شفاء اور ہر علاج کے خالق کی قسم کھاتا ہوں، اسقلیبوس کی قسم کھاتا ہوں، مردوں اور عورتوں میں اللہ کے جو اولیاء پیدا ہوتے ان سب کی قسم کھاتا ہوں اور انھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اس قسم اور شرط کو پورا کروں گا اور جس نے مجھے اس فن کی تعلیم دی ہے اسے اپنے آباء کے بمنزلہ تصوّر کروں گا، اپنی معاش سے اس کی مدد کروں گا، اسے مال کی ضرورت ہو گی تو اپنی دولت سے اس کی خدمت کروں گا۔ اس کی نسل کو اپنے بھائیوں کے برابر سمجھوں گا، اگر ضرورت ہو گی تو یہ فن انھیں بغیر کسی اُجرت اور شرط کے سکھاؤں گا۔ اپنی اولاد، اپنے معلّم کی اولاد اور ان تلامذہ کو جن پر شرط فرض ہو چکی ہو اور جنھوں نے طبّی ناموس کی قسم کھالی ہو، وصیتوں، علوم و معارف اور جو کچھ کہ اس فن کے اندر ہے ان سب میں شریک کروں گا۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ یہ سلوک نہ کروں گا، امکان کی حد تک تمام تدابیر میں مریضوں کے فائدہ کا خیال رکھوں گا۔ جو اشیاء ان کے حق میں مضر اور ان پر ظلم و زیادتی کے مترادف ہوں گی۔ اپنے خیال کی حد تک انھیں ان سے محفوظ رکھوں گا، اگر کوئی مریض مہلک دوا کا طالب ہو گا تو نہ دوں گا نہ ہی اسے اس قسم کا کوئی مشورہ پیش کروں گا، عورتوں پر کوئی مسقط جنین فرزجہ استعمال نہ کروں گا، اپنی تدبیر اور فن کے اندر خود کو پاکیزگی پر ثابت قدم رکھوں گا، جس مریض کے مثانہ میں پتھری ہو گی اس پر گراں نہ بنوں گا بلکہ اسے اس شخص کے لیے چھوڑ دوں گا جس کا یہ پیشہ ہو گا، جس گھر میں داخل ہوں گا اس میں محض مریضوں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر داخل ہوں گا۔ میں تمام باتوں میں اور عورتوں اور مردوں خواہ آزاد ہوں یا غلام کے باب میں ہر ظلم و ستم اور بدنیتی سے پاک رہوں گا، مریضوں کے معالجہ کے وقت جو چیزیں دیکھوں گا یا سُنوں گا یا لوگوں کے تصرفات میں جو باتیں مریضوں کے معالجاتی اوقات کے علاوہ نظر آئیں گی کہ انھیں خارج میں کہا نہ جا سکے ان سے باز رہوں گا، اور یہ سمجھوں گا کہ اس طرح کی باتیں نہیں کہی جاتی ہیں، جو اس قسم کو پورا کرے گا اور اس میں سے کسی چیز کی خلاف ورزی نہ کرے گا اسے یہ حق پہنچے گا کہ اس کی تدبیر اور اس کا فن نہایت خوب صورتی اور افضل طریقہ پر کمال پر پہنچے اور لوگ آنے والے زمانہ میں اس کی ہمیشہ تعریف کریں، مگر جو اس سے تجاوز کرے گا اس کا

حال برعکس ہوگا۔"

یہ ناموس طب کا وہ نسخہ ہے جسے بقراط نے تیار کیا تھا، اس نے کہا ہے کہ طب تمام فنون کے اندر ایک اعلیٰ اور اشرف فن ہے۔ اسے اختیار کرنے والے کی کوتاہ فہمی اس بات کا سبب بن جائے گی کہ لوگ اس فن کو عین لیں۔ کیونکہ تمام دُنیا میں اس کے علاوہ کوئی اور عیب نہیں ہے کہ دعویٰ تو فن کا کیا جائے مگر اس کی حثیت نہ ہو، اس کی مثال سراب کی ہے جسے لوگوں کی تفریح کی خاطر داستان گو حضرات پیش کرتے ہیں جس طرح سراب کی محض صورتیں ہوتی ہیں، حقیقت سے ان کا کوئی تعلّق نہیں ہوتا اسی طرح نام کے اطباء تو زیادہ ہیں مگر بالفعل بہت کم ہیں، فن طب حاصل کرنے والے کے لیے مناسب ہے کہ عمدہ اور سازگار طبیعت، شدید دلی طلب اور مکمل رغبت رکھتا ہو، ان تمام باتوں میں سب سے افضل طبیعت کا مسئلہ ہے یہ سازگار اور موافق ہو تب ہی تعلیم کی جانب متوجّہ ہونا چاہیئے۔ طالب فن گھبراہٹ اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے۔ تاکہ اس کے پردہ پر فن کی تصویریں چھپ سکیں اور بہتر نتائج برآمد ہوں، مثال کے لیئے زمین کا پودا پیشِ نظر لو۔ طبیعت مثل مٹی کے تعلیمی منفعت مثل کھیتی کے اور تعلیمی تربیت عمدہ زمین کے اندر بیج بڑنے کی مثل ہے فن طب کے بارے میں جب ان باتوں پر توجہ مبذول کی جائے گی تب ہی جو طلباء فارغ ہوں گے وہ محض نام کے نہیں بلکہ کام کے اطباء ہوں گے۔ علم طب عالم طب کا ایک عمدہ خزانہ اور شاندار ذخیرہ ہے کھُلے اور چھُپے ور پر وہ اسے خوشیوں سے بھر دے گا۔ مگر پیشۂ طب اختیار کرنے والا اگر جاہل ہے تو اس کا فن بُرا ہے، اس کا ذخیرہ خراب ہے، وہ خوشی نہیں پاسکتا۔ بے صبری اور الھڑپن اس کا دائمی رفیق ہوگا، بے صبری ضعف کی اور الھڑپن فن سے کم واقفیت کی دلیل ہے۔

بقراط کی وصیت

"ترتیب الطب" کے نام سے بقراط نے ایک وصیت کی تھی، جس کا متن حسب ذیل ہے:
"طب کے طالب علم کو اپنی ذات میں آزاد اور مزاج میں عمدہ ہونا چاہیئے، کم عمر ہو، قد و قامت معتدل اور اعضاء متناسب ہوں، فہم و ادراک بہتر گفتگو عمدہ، اصابت رائے کا مالک، عفیف، پاک دامن اور بہادر ہو، زر پرست نہ ہو، غُصّہ کے وقت نفس پر قابو رکھتا ہو، غُصّہ حد سے زیادہ نہ کرتا ہو، بلید اور کند ذہن نہ ہو، مریض کا غمگسار اور اس کے حق میں مشفق ہو، گالی گلوچ برداشت کرتا ہو، کیونکہ کچھ لوگ ہمارے سامنے ایسے بھی آئے ہیں جو برسام اور سوداوی وسوسہ کے مریض تھے۔ ہمیں ان کو برداشت کرنا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ گالی گلوچ کرنا ان مریضوں کا شیوہ نہیں ہے۔ ان میں یہ بات خارجی طور سے پیدا ہوگئی ہے، سر منڈائے تو اس

میں اعتدال ملحوظ رکھے، نہ اسے بالکل ہی منڈا دے نہ اس طرح چھوڑ دے کہ گیسو بن جائے۔ ہاتھ کے ناخن حد سے زیادہ نہ تراشے نہ انھیں اس طرح چھوڑ دے کہ اُنگلیوں کے کناروں پر دراز ہو جائیں، کپڑے سفید، صاف ستھرے اور ملائم ہوں، رفتار میں عجلت نہ ہو، کیونکہ یہ طیش کی دلیل ہے، نہ سست رفتار ہو، کیونکہ اس سے ضعف نفس کا پتہ چلتا ہے، مریض کے یہاں آئے تو آلتی پالتی مار کر بیٹھے، اور سکون و وقار کے ساتھ اس کے حالات معلوم کرے۔ قلق اور اضطراب کی حالت میں نہ ہو، میرے نزدیک یہ پوشاک، یہ شکل و صورت اور ترتیب نہایت افضل ہے۔"

جالینوس کہتا ہے:
"طبی علوم کے ساتھ بقراط کو علم نجوم بھی حاصل تھا، معاصرین میں کوئی بھی اس باب میں اس کا ہمسر نہ تھا۔ وہ ان عناصر و ارکان کا علم رکھتا تھا جن سے اجسام حیوانی مرکب ہیں۔ ان تمام اجسام کا کون و فساد بھی اسے معلوم تھا جو کون و فساد قبول کرتے ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے مذکورہ اشیاء کی حقیقت پر دلیل فراہم کی۔ اس نے دلیل کے ساتھ یہ بات کہی کہ تمام حیوانات اور نباتات میں صحت اور بیماری کیوں کر ہوتی ہے۔ اسی نے امراض کی قسمیں اور ان کے علاج کی جہتیں دریافت کیں۔"

مُیرے نزدیک بقراط کی معالجاتی کوششوں کا جہاں تک تعلّق ہے وہ ہمیشہ مریضوں کے علاج معالجہ اور انھیں فائدہ پہنچانے کے لئے سرگرداں رہتا تھا، یہی پہلا شخص ہے جس نے شفاخانہ ایجاد کیا۔ اپنے گھر کے قریب ایک باغ میں اس نے مریضوں کے لئے ایک الگ جگہ بنائی اور یہاں ان کے علاج کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ملازم رکھے۔ اس جگہ کا نام اس نے اخسندوکین (بیماروں کا مجمع) رکھا تھا۔ بیمارستان جو فارسی لفظ ہے اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔ فارسی میں مریض کو بیمار اور استان جگہ کو کہتے ہیں۔ بیمارستان کے معنی بیماروں کی جگہ کے ہیں۔ پوری مدّت حیات کے اندر بقراط کا مشغلہ بس فن طب پر غور و فکر، طبی اصول و مبادی کا استخراج، مریضوں کا علاج، انھیں آرام پہنچانا اور امراض سے انھیں نجات دِلانا تھا۔ ابیذیمیا نامی جو کتاب اس نے لکھی اس میں مریضوں کے بہت سارے واقعات قلمبند کئے جو اس کے زیرِ علاج آئے تھے۔ ابیذیمیا کے معنی ہیں طاری ہونے والی بیماریاں۔ حصول ثروت اور ضرورت سے زیادہ دولت کی خاطر بقراط نے کبھی کسی بادشاہ کی خدمت کرنا پسند نہ کی۔"

جالینوس لکھتا ہے:

"ایران کا ایک عظیم بادشاہ جسے یونانی ارطخشت کہتے تھے، دارا ابن دارا کا دادا اردشیر فارسی تھا، اس کے زمانہ میں ملک کے اندر ایک وبا آئی تو شہر فاوان کے گورنر کو اس نے لکھا کہ بقراط کو سو قنطار سونا نہایت عزّت و احترام کے ساتھ پیش کرے اور اتنی ہی قیمت کی جاگیر عطا کرنے کی بھی ضمانت دے، اسی کے ساتھ یونان کے بادشاہ کو بھی لکھا کہ وہ بقراط کو ایران روانہ کرنے کی کوشش کرے اس پر اس نے سات سال کے لئے صلح کی ضمانت اسے پیش کی۔ مگر بقراط نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے ملک سے نکل کر ایران جائے، یونانی بادشاہ نے جب بیحد اصرار کیا تو اس نے کہا دولت کے عوض شرف و فضیلت کا سودا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ برو قس جب کچھ بیماریوں میں مبتلا ہوا تو بقراط اس کے یہاں عرصہ تک نہیں رہا۔ بلکہ اسے چھوڑ کر اپنے اور دیگر حقیر شہروں کے فقراء و مساکین کے علاج میں مصروف ہوا۔ اس نے یونان کے تمام شہروں کا دورہ کر کے آب و ہوا اور مقامات پر ایک کتاب لکھی۔"

جالینوس مزید کہتا ہے:

"بقراط محض دولت کو حقیر ہی نہیں سمجھتا تھا بلکہ عیش و آرام کو بھی حقارت سے دیکھتا اور کردار کی خاطر تعب اور تکان کو ترجیح دیتا تھا۔"

بعض قدیم تاریخوں کے مطابق بقراط کا زمانہ، بہمن بن اردشیر کا تھا، بہمن بیمار پڑا تو اس نے راط کے شہر والوں کو لکھا کہ اسے بھیج دیں، مگر انھوں نے جواب دیا، ہمارے شہر سے بقراط نکالا گیا تو ہم ب نکل کر اس پر نثار ہو جائیں گے۔ بہمن نرم پڑ گیا اور بقراط کو انہی کے پاس رہنے دیا۔ بقراط، بخت رکے ۹۶ سال بعد منصۂ شہود پر آیا تھا۔ اس وقت بہمن ۱۴ سال حکومت کر چکا تھا۔

لطیفہ

سلیمان بن حسان معروف بہ ابن جلجل لکھتا ہے:

"بقراط کی ایک دلچسپ حکایت ہماری نظر سے گذری ہے ہم یہاں اس کا تذکرہ بقراط کا فضل و شرف ظاہر کرنے کے لئے کریں گے۔ صاحب فراست افلیمون کا دعویٰ تھا کہ وہ اپنی فراست سے انسان کی ترکیب دیکھ کر اس کے اخلاق بتا سکتا ہے۔ بقراط کے تلامذہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہا "اس صاحب فضل و کمال سے بڑھ کر کیا اس زمانہ میں کوئی اور ہے؟" انھوں نے جواب دیا نہیں۔ کسی نے کہا آؤ، اسے پیش کر کے افلیمون کا

امتحان لیں کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا نہیں۔ چنانچہ انھوں نے بقراط کی تصویر بنائی اور اسے لے کر افلیمون کے یہاں آئے اور کہا "محترم! اس شخص کو دیکھ کر اس کی ترکیب جسمانی سے اس کے اخلاق بتائیں۔ اس نے بغور مشاہدہ اور بعض اعضاء کو بعض سے ملا کر غور کرنے کے بعد کہا "یہ شخص زناکاری پسند کرتا ہے۔ شاگردوں نے کہا "بالکل جھوٹ ہے" یہ حکیم بقراط کی تصویر ہے۔ اس نے کہا "میرا علم سچا ہے، اس شخص سے پوچھو، مجھے معلوم ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا ہے"۔ شاگردوں نے بقراط کو واقعہ کی خبر دی، اس پر بقراط نے کہا "افلیمون سچ کہتا ہے، مجھے زناکاری پسند ہے، مگر میں خود پر قابو رکھتا ہوں۔"

اس واقعہ سے بقراط کے فضل و شرف، ضبط و تحمل اور کردار سازی کے لئے اس کی ریاضت کا پتہ چلتا ہے۔

یہی حکایت سقراط فیلسوف اور اس کے تلامذہ کی جانب بھی منسوب ہے۔

لفظ بقراط کے معنی گھوڑوں کے منتظم اور ایک قول کے مطابق اس کے معنی صحت پر گرفت رکھنے والے ایک دوسرے قول کے مطابق ارواح کو گرفت میں رکھنے والے کے ہیں۔ یونانی میں اس کا اصل نام ایفوقراطیس ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ نام اصل میں بقراطیس ہے، عرب بالعموم اسماء کو مخفف کر دیتے ہیں اور معانی میں اختصار پیدا کرتے ہیں، اس نام کو مخفف کر کے انھوں نے البقراط اور بقراط کر دیا۔ اشعار میں یہ نام بکثرت آیا ہے، اسے تا سے بھی لکھتے ہیں یعنی البقرات اور بقرات۔

مبشر ابن فاتک مختار الحکم و محاسن الکلم میں رقمطراز ہے۔

"بقراط خوبصورت، گورا، درمیانہ قد، دونوں پتلیاں سرخی آمیز، ہڈیاں موٹی، خمیدہ پشت، داڑھی متوازن اور سفید، سر بڑا، سخت اعصاب، سست رفتار، متوجہ ہوتا تو مکمل طور پر، کثرت سے سر جھکائے ہوئے گفتگو صحیح و صائب، کلام میں ٹھہراؤ، سامع کے سامنے اپنی گفتگو بار بار دہراتا، نشست اختیار کرتا تو جوتے ہمیشہ سامنے رکھتا، گفتگو کی جاتی تو جواب دیتا خاموشی پر خود سوال کرتا، بیٹھتا تو نگاہیں زمین کی جانب ہوتیں، تھوڑی خوش فعلی بھی تھی، کثرت سے روزہ رکھتا، ہاتھ سے کبھی نہ کھاتا، چھری استعمال کرتا یا کانٹا۔"

حنین بن اسحاق "نوادر الفلاسفہ والحکماء" میں رقمطراز ہے۔

"بقراط کی انگوٹھی کے نگینہ پر حسب ذیل عبارت منقوش تھی۔ "المریض الذی یشتھی ارجیٰ عندی من الصحیح الذی لا یشتھی" (بیمار جسے بھوک لگتی ہو میرے نزدیک اس تندرست سے بہتر ہے جسے بھوک نہ لگتی ہو)۔"

کہاجاتا ہے کہ بقراط کی موت فالج سے واقع ہوئی تھی۔ اس نے وصیت کی تھی اس کے ساتھ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک ڈبہ بھی دفن کر دیا جائے، کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس میں کیا ہے، قیصر بادشاہ کا گذر اس کی قبر سے ہوا تو اس نے قبر کو خراب حالت میں دیکھا اس کی تجدید کا حکم دیا۔ اس زمانہ میں حکماء کے حالات کی جستجو بحالت زندگی بھی اور وفات کے بعد بھی بادشاہوں کا معمول تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک حکماء نہایت جلیل القدر اور مقرب ہستیوں کا مقام رکھتے تھے۔ قبر کھودی گئی قیصر نے وہ ڈبہ نکال لیا۔ اس میں اس نے موت کے بارے کل ۲۵ مسئلے پائے جن کا سبب نامعلوم تھا، کیونکہ ان مسئلوں کے اندر بقراط نے موت کا جو فیصلہ کیا تھا وہ متعین شبہات او ہام پر مبنی تھا۔ یہ عربی زبان میں موجود ہیں، کہاجاتا ہے کہ جالینوس نے ان کی تشریح کی تھی، مگر میرے نزدیک بات مستبعد ہے۔ یہ مبنی برحقیقت ہوتی اور جالینوس کی تشریح بھی موجود ہوتی تو یقیناً عربی زبان میں منتقل ہوئی ہوتی۔ کیونکہ بقراط کی جتنی کتابوں کی تشریح جالینوس نے کی ہے وہ سب کی سب عربی میں منتقل کر دی گئی ہیں۔

طب کے باب میں بقراط کے حکیمانہ ملفوظات و نوادر

طب کے باب میں بقراط کے حسب ذیل نادر فرمودات ملتے ہیں:۔

— طب قیاس و تجربہ کا نام ہے۔
— انسان کی تخلیق ایک ہی مزاج سے ہوتی تو کوئی بھی بیمار نہ ہوتا، کیونکہ کسی مخالف کا وجود نہ ہوتا جو بیماری کا موجب ہوتا۔
— عادت پرانی ہو جاتی ہے تو طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ زجر اور فال احساس نفسانی کا نام ہے۔
— ستاروں کے مسائل میں سب سے ماہر وہ شخص ہے جو ان کی طبیعتوں سے زیادہ واقف اور تشبیہ پر زیادہ گرفت رکھتا ہو۔
— انسان جب تک عالم حس میں رہتا ہے کم یا بیش اپنے احساس کا نصیبہ کر رہتا ہے۔
— جس مرض کا سبب معلوم ہوتا ہے اس کی شفا بھی موجود ہوتی ہے۔
— حالت صحت میں انسان درندوں کی غذا لیتا ہے، جن سے یہ بیمار ہوئے ہیں نے پرندوں کی غذا دی تو وہ صحت یاب ہو گئے۔
— خوردن برائے زیستن نہ کہ زیستن برائے خوردن
— کھاؤ اسی وقت جبکہ معمول ہو۔
— ہر مریض کا علاج مُلکی جڑی بوٹیوں سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ طبیعت معمول ہی کی جانب مائل ہوتی ہے۔
— شراب جسم اور سیب نفس کا رفیق ہے۔
— دریافت کیا گیا کہ انسان جب دوا پی لیتا ہے تو جسم میں کیوں اُبھار بہت زیادہ ہوتا ہے اس نے کہا "گھر میں جب جھاڑو لگایا جاتا ہے تو غبار زیادہ اُٹھتا ہے"۔
— دوا اسی وقت پیو جب ضرورت ہو، بلا ضرورت پی لوگے اور اثر کرنے کے لئے اسے کوئی مرض نہ ملے گا تو صحت پر اثر انداز ہوگی اور مرض پیدا ہو جائے گا۔
— پشت میں منی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کنویں میں پانی۔ اسے نکالو گے تو اُبلے گا چھوڑ دو گے تو نیچے چلا جائے گا۔
— جماع کرنے والا آب حیات کو چھیڑتا ہے۔
— پُوچھا گیا کہ کتنی مُدت کے بعد انسان کو جماع کرنا چاہیئے، اس نے کہا سال میں ایک بار، پُوچھا گیا اگر قابو نہ ہو، اس نے کہا ہر ماہ ایک بار، پُوچھا گیا اس پر قابو نہ ہو، اس نے کہا پھر ہفتہ میں ایک بار، پُوچھا گیا اس پر بھی قابو نہ ہو، اس نے کہا پھر تو اس کی جان پر بنے گی۔
— دُنیا کی بُنیادی لذتیں چار ہیں۔ لذت طعام، لذت شراب، لذت جماع، لذت سماع۔ پہلی تینوں لذتیں صرف محنت اور مشقت ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں، مگر لذت سماع کم یا بیش محنت و مشقت سے پاک ہے۔

ملفوظات

— انسانوں میں غداری اور بے وفائی مزاج بن جائے تو ہر کسی پر اعتماد کا دوسرا نام عجز ہے۔ رزق جب مقسوم ہے تو حرص کرنا بیکار ہے۔
— اہل و عیال کی قلت خوشحالیوں میں سے ایک ہے۔
— عافیت ایک پوشیدہ ملکیت ہے۔ اس کی قدر و قیمت وہی جانتا ہے جو عافیت سے نہ ہو۔
— پُوچھا گیا کون سی زندگی بہتر ہے؟ جواب دیا، فقر و فاقہ کے ساتھ امن و امان، خوف و اندیشہ کی حالت میں غنا سے بہتر ہے۔
— کچھ لوگوں کو اس نے ایک خاتون کو دفن کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کیا ہی عُمدہ رشتہ تجھے ملا ہے۔

— حکایت ہے کہ اپنے تلامذہ میں سب سے کم سن طالب علم کی جانب تعلیم و تلقین کے لئے متوجہ ہوا تو بڑے طلباء نے اس پر ملامت کی۔ اس نے پوچھا "جانتے ہو میں نے اسے مقدم کیوں رکھا ہے؟" انھوں نے کہا نہیں" اس نے پوچھا "دُنیا میں سب سے حیرت انگیز چیز کیا ہے؟" ایک نے کہا "آسمان، افلاک اور کواکب" دوسرے نے کہا "زمین اور زمین کے اندر حیوانات و نباتات" تیسرے نے کہا "انسان اور اس کی ترکیب" ہر ایک کوئی نہ کوئی بات کہتا اور وہ ہر ایک کا جواب نفی میں دیتا۔ بچّے سے اس نے پوچھا "دُنیا میں سب سے حیرت انگیز شئے کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "اے حکیم! دُنیا میں ہر شے حیرت انگیز ہو تو پھر حیرت کی کوئی بات نہ رہے گی، حکیم نے کہا "یہی وجہ ہے کہ میں نے اس بچّے کو مقدم رکھا ہے۔"

— نفسانی خواہش سے کشمکش کرنا بیماری کے علاج سے زیادہ آسان ہے۔

— مشکل امراض سے گلو خلاصی بڑا فن ہے۔

— ایک مریض کے پاس آیا تو کہا "میں، تو اور بیماری، یہ تین ہیں، اگر تم میری بات مانوگے تو ہم دو ہو جائیں گے۔ اور بیماری تنہا رہ جائے گی۔ لہٰذا ہم اس پر غالب آجائیں گے۔ دو جب ایک کے خلاف ہو جائیں گے تو اس پر غالب ہو جائیں گے۔

— وفات کا وقت آیا تو کہا "جامع العلم (علمی شیرازہ) مجھ سے حاصل کرو، جو زیادہ سوئے گا، طبیعت نرم اور جلد تر رکھے گا عمر اس کی دراز ہو گی۔

حنین ابن اسحاق کی کتاب نوادر الفلاسفہ سے۔

— جسموں میں قلب کی لطافت کا مقام وہی ہے جو پلکوں میں آنکھوں کا ہے۔

— قلب کی دو آفتیں ہیں۔ ہم اور غم۔ غم سے نیند اور ہم سے بیداری لاحق ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم میں اندیشۂ فردا ہوتا ہے لہٰذا اس سے بیداری لاحق ہو گی، غم میں فکر فردا نہیں ہوتی، یہ دراصل گذری ہوئی باتوں پر ہوا کرتا ہے۔

— قلب دم جامد سے نیا ہوتا ہے، غم حرارت عزیزیہ کو اُبھار دیتا ہے۔ یہ حرارت دم جامد کو پگھلا دیتی ہے۔ اس لئے میں غم کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ فکر وہ عوارض کا اندیشہ ہوتا ہے جو حرارت عزیزیہ کو اُبھار کر مزاج گرم کر دیتے ہیں، اس طرح دم جامد تحلیل ہونے لگتا ہے اور ترکیب کی عمارت ٹوٹنے لگتی ہے۔

— جو بادشاہ کی صحبت میں رہے وہ اس کی سنگ دلی پر جزع فزع نہ کرے جیسا کہ غوطہ لگانے والا دریا کی شوریدگی پر گھبراتا نہیں۔

— جو اپنی ذات کے لئے زندگی چاہتا ہے وہ خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔

— علم زیادہ ہے اور عُمر کم، لہٰذا علم ایسا حاصل کرو جو علم کثیر تک پہنچائے۔

— عقل و خرد میں یکسانیت کے دروازے سے محبّت عقل مندوں کے درمیان داخل ہوتی ہے، حمق و جہالت میں یکسانیت کے دروازے سے محبّت احمقوں کے درمیان نہیں آتی، کیونکہ عقل ترتیب کے ساتھ چلتی ہے لہٰذا اس باب میں دو آدمی ایک راہ پر متفق ہو سکتے ہیں۔ مگر حماقت ترتیب کے ساتھ نہیں چلتی لہٰذا اس باب میں دو آدمی متفق نہیں ہو سکتے۔

— عشق قلب کے اندر پیدا ہونے والی ایک طمع ہے، اس میں حرص کا مواد جمع ہوتا رہتا ہے، عشق جتنا طاقت ور ہوگا اتنا ہی عاشق کے اندر ہیجان، اضطراب اور بیداری کی کثرت ہو گی۔ ایسی صورت میں خون جل کر اور صفراء بھڑک کر سوداء میں تبدیل ہوگا، سوداویت کی زیادتی سے فساد فکر پیدا ہوگا، فساد فکر کے ساتھ عقل کی کمی، امید سراب اور تمنّائے ناتمام لاحق ہو گی، اس کا انجام جنون ہے، اس وقت عاشق گاہے خودکشی کر لیتا ہے گاہے غم سے ہلاک ہو جاتا ہے، گاہے معشوق سے وصال ہونے پر خوشی یا افسوس سے جاں بحق ہو جاتا ہے گاہے ایک لمبی سانس کھینچتا ہے جس سے اس کی رُوح چوبیس گھنٹوں کے لئے پوشیدہ ہو جاتی ہے، مگر لوگ اسے مردہ سمجھ کر دفن کر دیتے ہیں۔ گاہے گہری سانس لیتا ہے جس سے اس کا تنفّس قلب کے پردہ میں اٹک کر رہ جاتا ہے، قلب اسے روک لیتا ہے حتیٰ کہ موت واقع ہو جاتی ہے۔ گاہے اسے شوقِ دیدار ہوتا ہے اور اچانک محبوب کو دیکھ لیتا ہے تو اس کی جان اچانک ایک ہی وہلہ میں نکل جاتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ محبوب کا ذکر سنتے ہی کس طرح عاشق کا رنگ بدل جاتا ہے۔ اس صورت حال کا ازالہ بس ربّ العالمین کے لطف و کرم ہی سے ہو سکتا ہے، کسی آدمی کی تدبیر سے نہیں۔ کیونکہ کوئی ناپسندیدہ کیفیت جب ایک ہی سبب سے لاحق ہوتی ہے تو ازالۂ سبب سے وہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے مگر اس کیفیت کے جب دو سبب ہوں اور ہر سبب بیماری کی وجہ بن گیا ہو تو پھر اس کے ازالہ کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ سوداء اتصال فکر، اور اتصال فکر احتراق دم اور احتراق صفراء کا موجب ہو، صفراء اور دم دونوں سوداء کی جانب مائل ہوں۔ سوداء کا حال یہ ہے کہ جتنا طاقتور ہوتا ہے اتنا ہی فکر کو طاقتور بنا دیتا ہے فکر کو جس قدر قوّت حاصل ہوئی ہے اتنا ہی وہ سوداء کو قوّت پہنچاتی ہے تو ایسی صورت میں یہ وہ مُشکل مرض ہے جس کا علاج اطباء کے پاس نہیں ہے۔

— جسم کا علاج بالجملہ پانچ قسم کا ہے۔ سر کا علاج غرغرہ سے، معدہ کا علاج قے سے، بدن کا علاج اسہال سے، بشرہ اور ادمہ کے درمیانی حصّہ کا علاج پسینہ سے اور رگوں کا علاج خون میں روانی پیدا کرنے

سے ہوتا ہے۔

- صفرا کا خانہ مرارہ ہے اور اس کا مالک جگر میں ہے، خون کا گھر قلب ہے اور اس کا مالک سینے میں ہے، سوداء کا گھر طحال ہے اور اس کا مالک قلب میں ہے، بلغم کا گھر معدہ ہے اور اس کا مالک سر میں ہے۔
- اپنے ایک شاگرد سے کہا "لوگوں کی جانب سب سے عمدہ وسیلہ یہ ہے کہ تم ان سے محبت کرو، ان کی ضرورتوں کو معلوم کرو، ان کے نام سے واقفیت حاصل کرو اور ان کے ساتھ بھلائی کرو"
- مبشر بن فاتک کی کتاب مختار الحکم و محاسن الکلم سے۔
- صحت کا دوام کسلمندی کو خیرباد کہہ دینے اور شکم پری ترک کر دینے پر موقوف ہے۔
- اگر تم نے مناسب کام مناسب طریقہ پر انجام دے دیا اور یہ مناسب ثابت نہ ہو تو آغاز کار سے کار کو جب تک برقرار دیکھو اپنی حالت تبدیل نہ کرو۔
- مضرت رساں کو کم اختیار کرنا منفعت بخش کو زیادہ اختیار کرنے سے بہتر ہے۔
- دانشوروں کو شراب اور احمقوں کو پانی پینا چاہیئے۔
- میرے پاس فضیلت علمی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ میں خود کو عالم نہیں سمجھتا۔
- روزی پر قناعت کرو اور جھگڑے فساد کو خود سے دُور رکھو، تاکہ تمھیں اللہ کا تقرب حاصل ہو، بدیوں سے بھاگو، گناہوں کو ترک کرو اور بھلائیوں کے انجام طلب کرو۔
- کسی شئے کا مالک وہ ہوتا ہے جو اس پر قابض ہو، اگر کوئی آزاد رہنا چاہے تو اس چیز کی خواہش نہ رکھے جو اس کی نہ ہو، اس سے دُور رہے، ورنہ اس کا غلام ہو کر رہے گا۔
- آدمی دُنیا میں اس طرح رہے جیسے ولیمہ پر مدعو انسان، پیالہ اس کے پاس آتا ہے تو لے لیتا ہے آگے چلا جاتا ہے تو اس کی طلب نہیں ہوتی۔ یہی معاملہ اسے اہل و اولاد اور مال و دولت کے باب میں اختیار کرنا چاہیئے۔
- ایک شاگرد سے کہا "اگر یہ پسند ہو کہ تمھاری خواہش بے نیل و مرام نہ ہو تو اسی بات کی خواہش کرو جو ممکن ہو۔
- بُری اشیاء کے بارے میں اس سے دریافت کیا گیا تو خاموش رہا۔ پوچھا گیا کہ جواب کیوں نہیں دیتے۔ اس نے کہا اس کا جواب خاموشی ہے۔

- دُنیا باقی رہنے والی نہیں ہے، بھلائی ممکن ہو تو اختیار کرو، ناممکن ہو تو ایسی صورت اختیار کرو جس پر تمھاری تعریف کی جاسکے، عمدہ سے عمدہ ذکر کو وظیفہ بناؤ۔
- عمل کی بات نہ ہو تو طالب علم کا کوئی سوال نہیں، علم کی بات نہ ہو تو طالب عمل کا کوئی سوال نہیں ناواقفیت کی بناء پر حق کو چھوڑ دوں یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ اجتناب کرنے کی خاطر اسے ترک کروں۔
- یہ مناسب نہیں کہ تمھارے دوست کی بیماری خواہ دراز کیوں نہ ہو، تمھاری دیکھ بھال سے اسے کوئی تکلیف پہنچے۔
- علم رُوح ہے، عمل جسم، علم اصل ہے، عمل فرع، علم باپ ہے اور عمل بیٹا، عمل علم کے باعث ہے، علم عمل کے باعث نہیں۔ عمل علم کا خادم ہے اور علم مقصود، علم دیدبان ہے اور عمل قاصد۔
- مریض کو اس کی بعض خواہشات پوری کر دینا اس بات سے زیادہ مُفید ہے کہ اس سے وہ تمام چیزیں لے لی جائیں جن کی وہ خواہش نہیں رکھتا۔

جیسا کہ ہم پیشتر کہہ چکے ہیں بقراط ہی وہ پہلی شخصیت ہے جس نے فن طب کو مدون کیا اور اسے شہرت دی، جو کتابیں تالیف کیں انھیں اس نے تدریس کے تین اسلوبوں پر ترتیب دی ہیں۔

۱۔ معمہ کے اسلوب پر
۲۔ نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ
۳۔ توضیح و تبیین کے طور پر

جہاں تک تدوین فن اور بقراط کی صحیح تالیفات کا تذکرہ ہم تک پہنچا ہے ان کی تعداد تیس ہے، صحیح اصل اور عمدہ ترتیب کے ساتھ فن طب میں اس کی جملہ تصنیفات بارہ ہیں جو اس کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ کتاب الأجنہ

یہ تین مقالات پر مُشتمل ہے، پہلے مقالہ میں منی بننے کی کیفیت دوسرے میں جنینی تکوین اور تیسرے میں اعضاء کی تشکیل پر بحث کی گئی ہے۔

۲- کتاب طبیعتہ الانسان

اسس میں دو مقالے ہیں جن کے اندر اجسام کی طبیعتوں اور ان کی مابہ الترکیب اشیار پر گفتگو کی گئی ہے۔

۳- کتاب الاہویتہ والمیاہ والبلدان

تین مقالات پر مشتمل ہے۔ مقالۂ اول میں یہ بتایا گیا ہے کہ شہروں کے مزاج اور پیدا ہونے والے مقامی امراض کیوں کر معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ مقالۂ ثانی میں کہا گیا ہے کہ پیا جانے والا پانی، سال کے موسم اور ان موسموں میں جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں ان سے واقفیت کیوں کر حاصل ہو سکتی ہے۔ تیسرے مقالہ کے اندر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جو اشیاء مقامی امراض پیدا کرتی ہیں خواہ جیسی بھی ہوں ان کی کیفیت کیسی ہوتی ہے۔

۴- کتاب الفصول

سات مقالات پر مشتمل ہے۔ اس میں طب کا مجموعی طور پر تعارف کرایا گیا ہے تاکہ طبی اعمال کے وقت طبیب کے ذہن میں اصول و قوانین مستحضر رہیں، یہ کتاب دراصل ان امور پر مشتمل ہے جو اس کی دیگر ساری تصنیفات میں موجود ہیں، فصلوں پر غور کرنے سے یہ حقیقت بالکل نمایاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جامع مضامین کی حیثیت سے جو فصلیں لکھی گئی ہیں وہ تقدمتہ المعرفہ، کتاب الاہویتہ والبلدان اور کتاب الامراض الحادۃ سے ماخوذ ہیں، اسی طرح نکات اور نفس مضمون کی حیثیت سے جو فصلیں ملتی ہیں وہ کتاب بعنوان 'ابیذیمیا' (امراض وافدہ) سے اور فصلوں کے اعتبار سے جو مضامین لکھے گئے ہیں وہ کتاب اوجاع النساء سے ماخوذ ہیں۔ اسی طرح دیگر مضامین بھی دیگر تصنیفات سے لئے گئے ہیں۔

۵- کتاب تقدمتہ المعرفتہ

اس کتاب میں تین مقالات ہیں، اسس میں ان علامات کی تعریف کی گئی ہے جن کے ذریعہ طبیب تینوں زمانوں ماضی، حال اور مستقبل میں ایک ایک مرض کے حالات معلوم کر سکتا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ ماضی کی خبر دی جاتی ہے تو مریض کو یقین ہو جاتا ہے چنانچہ وہ خود کو مکمل طور پر سپرد کر دیتا ہے، اس طرح تقاضائے فن کے مطابق علاج کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ حال کی واقفیت سے مناسب ادویہ وغیرہ کے انتخاب میں سہولت ہوتی ہے، مستقبل روشنی میں ہوگا تو طبیب پیش آمدہ تمام احوال کے لئے مستعد

رہے گا اور مناسب تدابیر بروقت کر سکے گا۔

۶- کتاب الامراض الحادۃ

یہ تین مقالات پر مشتمل ہے، پہلا مقالہ حاد امراض کی غذائی تدبیر اور استفراغ سے بحث کرتا ہے دوسرا فصد، تکمید اور ادویہ مسہلہ کی ترکیب وغیرہ اور تیسرا شراب، ماء العسل، سکنجبین، آب سرد اور حمام کی تدبیروں پر مشتمل ہے۔

۷- کتاب اوجاع النساء

اس کتاب میں دو مقالے ہیں۔ کتاب کے شروع میں احتباس طمث اور کثرت طمث کے باعث عورتوں کو پیش آنے والے امراض کا تعارف کرایا گیا ہے پھر بوقت حمل اور بعد از حمل ان بیماریوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو بکثرت لاحق ہوا کرتی ہیں۔

۸- کتاب الامراض الوافدہ (ابیذیمیا)

یہ سات مقالات پر مشتمل ہے۔ پیش آنے والی بیماریوں کی تعریف، ان کی تدابیر اور معالجات کا تذکرہ کرتے ہوئے کتاب میں کہا گیا ہے کہ یہ بیماریاں دو طرح کی ہوتی ہیں، ایک تو فقط مرض واحد ہے اور دوسری مہلک اسے "دوموتیں" بھی کہتے ہیں، اس تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ طبیب ہر ایک کے لئے مناسب معلومات رکھ سکے۔ کتاب میں کچھ مختصر یادداشتیں بھی ہیں۔

جالینوس کہتا ہے۔ مجھے اور دوسرے شارحین کو یہ معلوم ہے کہ اس کتاب کا چوتھا، پانچواں، اور ساتواں مقالہ بقراط کا نہیں ہے، یہ مقالات اس کے نام سے کتاب کے اندر بطور تدلیس شامل کر دئے گئے ہیں، اس نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلا اور دوسرا مقالہ پیش آنے والے امراض پر مشتمل ہے، تیسرا اور چھٹا مقالہ بقراط کے نوٹس ہیں، یا تو بقراط نے خود انھیں تیار کیا ہے یا اسکے کسی لڑکے نے یادداشت کے طور پر جو کچھ اپنے باپ سے سنا ہے لکھ لیا ہے جالینوس کے تبصرہ کے بعد لوگوں نے چوتھے، پانچویں اور ساتویں مقالہ سے اپنی نگاہیں پھیر لیں۔ چنانچہ یہ مٹ گئے۔

۹- کتاب الاخلاط

یہ تین مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب سے اخلاط کے حالات کا علم ہوتا ہے۔ یعنی اخلاط کی کمیت کیفیت،

بطور پیشرفت کے، اخلاط کے ساتھ پیش آنے والے عوارض اور ہر خلط کے علاج کے سلسلہ میں حیلہ و تدبیر اور توقف اختیار کرنے کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

۱۰۔ کتاب الغذاء

اس میں چار مقالات ہیں، کتاب کے مطالعہ سے خلطی مواد یعنی غذاؤں کے اسباب و علل جن سے بدن کے اندر نشاو ونما اور بدل ما یتحلل فراہم ہوتا ہے، معلوم ہوتے ہیں۔

۱۱۔ کتاب قاطیطریون یعنی طبیب کی دُکان (مطب)

تین مقالات پر مشتمل ہے۔ اس سے خاص کر عمل ید یعنی آپریشن، اصلاح، خیاطت (سلائی) اکھڑی ہوئی ہڈیوں کا بٹھانا، نطول، تکمید اور ضرورت کی تمام باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

جالینوس کہتا ہے کہ بقراط نے تدریس کی بُنیاد اس امر پر رکھی تھی کہ اس کی کتابوں میں سب سے پہلے یہی کتاب پڑھائی جائے۔ دیگر شارحین کا بھی اور میرا بھی یہی خیال ہے۔ کتاب کا نام اس نے حانوت (دوکان) رکھا ہے جس میں طبیب بیٹھ کر مریضوں کا علاج کرتا ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کا ترجمہ "کتاب الاشیاء التی تعمل فی حانوت الطبیب" کیا جاتا۔ یعنی وہ امور جو طبیب کے مطب میں انجام دئے جاتے ہیں۔

۱۲۔ کتاب الکسر والجبر

تین مقالات ہیں۔ اس میں وہ تمام باتیں آگئی ہیں جن کی طبیب کو کسر و جبر کے فن میں ضرورت پیش آتی ہے۔

دیگر تصانیف

بقراط کی دیگر تصانیف بھی ہیں، ان میں کچھ دراصل اس کی نہیں ہیں بلکہ اس کی جانب منسوب کر دی گئی ہیں۔ یہ سب تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

کتاب "اوجاع العذاری"۔ کتاب "فی مواضع الجسد"۔ کتاب "فی القلب"۔ کتاب "فی نبات الاسنان"۔ کتاب "فی العین"۔ مکتوب "بنام لسبلوس"۔ کتاب "فی سیلان الدم"۔ کتاب "فی النفخ"۔ کتاب "فی الحمی المحرقۃ"۔ کتاب "فی الغدد"۔ مکتوب "بنام شاہ دیمطریوس" معروف بہ مقال شافی۔ کتاب "منافع الرطوبات"۔ کتاب "الوصایا"۔ کتاب "العہد"۔ معروف بہ کتاب الایمان۔ بقراط نے اسے متعلمین اور معالجین کے لئے لکھی تھی، تاکہ وہ

اس کا اتباع کریں اور جو شرطیں اس نے عائد کی تھیں اس کی مخالفت نہ کریں، نیز فن کو وراثت کی حد سے نکال کر منصۂ شہود پر لانے کی جو جرأت اس نے کی ہے اس سلسلہ میں اس کا دفاع کریں، کتاب "ناموس الطب"۔ کتاب "الوصیۃ" معروف بہ ترتیب طب، اس کتاب کے اندر بقراط نے طبیب کی ضروری پوشاک، شکل اور ترتیب وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب "الخلع"۔ کتاب "جراحات الراس"۔ کتاب "اللحوم"۔ کتاب "فی تقدمۃ معرفۃ الامراض الکائنۃ من تغیر الہواء"۔ کتاب "طبائع الحیوان"۔ کتاب "علامات القضایا" یہ پچیس قضیے ہیں جن سے موت کا پتہ چلتا ہے۔ کتاب "فی علامات البحران"۔ کتاب "فی حبل علیٰ حبل"۔ کتاب "فی المدخل الیٰ الطب"۔ کتاب "فی المولودین" (ہفت ماہی)۔ کتاب "فی الجراح"۔ کتاب "فی الاسابیع"۔ کتاب "فی الجنون"۔ کتاب "فی البثور"۔ کتاب "المولودین" (ہشت ماہی)۔ کتاب "فی الفصد والحجامۃ"۔ کتاب "فی الابطی"۔ مکتوب بنام شاہ انطیقن بر مسئلہ حفظان صحت۔ رسالۃ "فی مسنونات افلاطن علیٰ ارس"۔ کتاب "فی البول"۔ کتاب "فی الالوان"۔ کتاب "فی الامراض"۔ کتاب "فی الاحداث"۔ کتاب "فی المرض الالٰہی"۔ جالینوس نے "تقدمۃ المعرفۃ" کی شرح کے مقالۂ اوّل میں اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ بقراط نے اس کتاب کے اندر لوگوں کے اس خیال کی تردید کی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بھی مرض کا سبب ہوتا ہے۔ مکتوب بنام شاہ اقطیغیوس قیصر روم، یہ مکتوب سال کے مزاج پر انسان کی تقسیم پیش کرتا ہے۔ کتاب "طب الوحی"۔ اس کتاب کے اندر ہر وہ بات درج کی گئی ہے جو بقراط کے دل میں آئی تھی اور اسے وہ استعمال کرتا تھا چنانچہ نتیجہ دل کے مطابق برآمد ہوتا تھا۔ مکتوب بنام ارطخشت عظیم فارس، یہ اس زمانہ میں لکھا گیا تھا جب فارس پر دونوں موتیں سایہ فگن تھیں۔ مکتوب بنام اہل ابدیرا (ابدیرا دیمقراطیس حکیم کا شہر تھا) یہ مکتوب ابدیرا والوں کے جواب میں تھا جس میں انھوں نے بقراط کو دیمقراطیس کے علاج کے لئے بُلایا تھا۔ کتاب "اختلاف الازمنۃ والاغذیۃ"۔ کتاب "ترکیب الانسان"۔ کتاب "فی استخراج العضول"۔ کتاب "تقدمۃ القول الاوّل"۔ کتاب "تقدمۃ القول الثانی"۔

وفات کے بعد اپنے پیچھے آل اسقلیبوس سے تلامذہ اور اولاد وغیرہ کُل چودہ چھوڑے۔ چار تو خود اس کی اولاد ہیں۔ ثاسلوس، ذراقن اور ان کے دو بیٹے بقراط ابن بن ثاسلوس بن بقراط، بقراط بن ذراقن بن بقراط۔ دونوں بیٹوں کے دو بیٹے تھے جن کا نام انھوں نے دادا کے نام پر رکھا تھا۔ اہل خانہ وغیرہ میں جو تلامذہ پیدا ہوئے وہ دس ہیں۔ لادن، ماسرجس، میغانوس، فولیس، یہ سب سے جلیل القدر شاگرد تھا جو اہل خانہ میں اس کا جانشین ہوا۔ املانیسون، واسطاث، ساوری، غورس، سنبلقیوس، ثاثالس یہ یحییٰ نحوی کے قول کے مطابق ہے، دوسروں کے مطابق بقراط کے بارہ شاگرد تھے، اس سے کم نہ تھے، زیادہ اس کی موت کے بعد ہی ہوئے ہیں۔ یہ سب مُلک روم کے اندر اس رودق (سائبان) میں بقراطی مسلک پر ایک مدّت تک قائم رہے جس میں بقراط درس دیا کرتا تھا۔ بعض مقامات سے یہ بھی ثابت ہے کہ

بقراط کی ایک بیٹی مالانا ارسانامی تھی، اسے فن طب کے اندر کمال حاصل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے دونوں بھائیوں سے بھی زیادہ ماہر تھی۔ بقراط اور جالینوس کی درمیانی مدت میں خود بقراط کے تلامذہ اور اولاد کے علاوہ قابلِ ذکر اطباء حسبِ ذیل تھے۔

سنبلقیوس، بقراط کی تصنیفات کا شارح، انقیلاؤس اول طبیب، ارسیسطراطس ثانی قیاسی، لوقس، میلن ثانی، غالوس، میرسنبطیوس جڑی بوٹیوں والا، سقالس، تصانیف بقراط کا شارح، مانطباس، یہ بھی شارح تصنیفات تھا۔ غوس طارنطائی، مغنس حمصی، مصنف کتاب البول، عمر نوّے سال، اندروماخس، عمر نوّے سال بقراط کے قریبی زمانے میں تھا ابرآس ملقب بہ بعید سوناخس اثینی، مصنف ادویہ وحیدلہ، روفس کبیر، شہر افسس سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنے زمانے میں فن طب کے اندر بے نظیر تھا، جالینوس نے اپنی بعض تصنیفات میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اسے فضل قرار دیا ہے، اس سے کچھ افکار و نظریات بھی نقل کئے ہیں، روفس کی تصنیفات حسبِ ذیل ہیں۔

کتاب "المالیخولیا" (دو مقالے) اس کی تصنیفات میں یہ نہایت جلیل القدر ہے۔ کتاب "الاربعین" (ایک مقالہ) کتاب "تسمیۃ اعضاء الانسان" (ایک مقالہ) مقالۃ "فی العلۃ التی یعرض معہا الفزع من الماء" (فوٹوفوبیا کا مرض) مقالۃ "فی الیرقان والمرار"۔ مقالۃ "فی الامراض التی تعرض فی المفاصل" (جوڑوں کے امراض) مقالۃ فی تنقیص اللحم" (گوشت کم کرنے کا بیان) کتاب "تدبیر من لایحضرہ طبیب" (طبیب کی عدم موجودگی میں کیا کریں) مقالۃ "فی الذبحۃ"۔ کتاب "طب بقراط"۔ مقالۃ "فی الصرع" مقالۃ "فی استعمال الشراب"۔ "مقالۃ" فی علاج اللواتی لایحبلن" (حاملہ نہ ہونے والی عورتوں کا علاج) مقالۃ "فی قضایا حفظ الصحۃ" (حفظانِ صحت کے مسائل) مقالۃ فی حمی البربع"۔ مقالۃ "فی ذات الجنب و ذات الریۃ"۔ کتاب التدبیر (دو مقالے)۔ کتاب الباہ (ایک مقالہ) کتاب الطب (ایک مقالہ) مقالۃ "فی الاعمال التی تعمل فی البیمارستان (شفاخانہ کے کام) مقالۃ "فی اللبن"۔ مقالۃ "فی الفراق"۔ مقالۃ "فی الابکار"۔ مقالۃ "فی التین"۔ مقالۃ "فی تدبیر المسافر"۔ مقالۃ "فی البخر"۔ مقالۃ "فی القئ"۔ مقالۃ فی الادویہ القاتلہ"۔ مقالۃ "فی ادویہ علل الکلیٰ المثانۃ" (گردے اور مثانہ کے امراض کی دوائیں) مقالۃ "فی ان کثرۃ شرب الدوار فی لوائم نافع (ولیموں میں کیا دوا بکثرت پینا مفید ہے) مقالۃ "فی الاورام الصلبۃ"۔ مقالۃ فی الحفظ"، "مقالۃ" فی علۃ دیونوسوس" (پیپ) مقالۃ "فی الجراحات"۔ مقالۃ "فی تدبیر الشیخوختہ"۔ مقالۃ "فی وصایا الاطباء"۔ مقالۃ "فی الحقن"۔ مقالۃ "فی الولادۃ"۔ مقالۃ "فی الخلع"۔ مقالۃ "فی علاج احتباس الطمث"۔ مقالۃ "فی الامراض المزمنۃ علی رائی بقراط"۔ مقالۃ "فی مراتب الادویہ"۔ مقالہ "فیما ینبغی الطبیب ان یسال منہ"۔ (طبیب کیا سوالات کرے) مقالۃ فی تربیۃ الاطفال"۔ مقالۃ "فی دوران الراس"۔ مقالۃ "فی البول"۔ مقالۃ "فی العقار الذی یدعی سوسا (سوسا نامی جڑی) مقالۃ "فی النزلۃ الی الریۃ" (نزلہ برشش) مقالۃ "فی علل الکبد المزمنۃ"۔ (جگر کے مزمن امراض) مقالۃ فی ان یعرض للرجال انقطاع التنفس (مردوں کو حبس تنفس کا عارضہ) مقالۃ "فی شری الممالیک"

(غلاموں کو پتی اچھلنا) مقالۃ "فی علاج صبی یصرع" (مرگی زدہ ایک بچے کا علاج) مقالۃ "فی تدبیر الحبالی (حاملہ عورتوں کا علاج) مقالۃ "فی التخمۃ"۔ مقالۃ "فی السذاب"۔ مقالۃ "فی العرق" "مقالۃ فی ایلاؤس"۔ مقالۃ "فی البلمیا"۔

بقراط اور جالینوس کے درمیانی وقفہ میں حسبِ ذیل قابلِ ذکر اطباء بھی پائے گئے ہیں۔ ابولونیوس، ارشیجانس، فن طب پر اس نے بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں، عربی میں اس کی جو تصنیفات منتقل ہوئیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

کتاب "السقام الارحام و علاجہا (رحم کی بیماریاں اور ان کا علاج) کتاب "طبیعت الانسان"۔ کتاب "فی النقرس"۔

ان اطباء کی صف میں حسبِ ذیل اشخاص بھی ملتے ہیں۔

"دیاسقوریدوس" اول تصنیفاتِ بقراط کا شارح، طیماوس فلسطینی، یہ بھی بقراط کی کتابوں کا شارح ہے۔ "نبادیطوس" معجونات میں اس قدر ماہر تھا کہ اس باب میں اس کا لقب موہبۃ اللہ (اللہ کا عطیہ) قرار پایا۔ ملیساوس معروف بہ مقسم طب مارس حیلی ملقب بہ ثاسلس، ثاسلس اسی شخصیت کا نام ہے جس کا تذکرہ نظریۂ حیلہ رکھنے والوں کے باب میں ہم کرچکے ہیں، ثاسلس اول کی کتابوں کو جو نظریۂ حیلہ پر مشتمل تھیں جب نذر آتش کردیا گیا تو ایک کتاب جلنے سے رہ گئی تھی، مارس نے اسے حاصل کیا اور اس میں جو عقیدہ تھا اسے اپنا لیا، اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر کوئی فن ہے تو بس یہی حیلوں کا فن ہے۔ یہی طب کا صحیح اور راست فن ہے، اس نے لوگوں کو خراب اور قیاس و تجربہ کے نظریہ سے دور کرنا چاہا، مذکورہ بالا کتاب کی مدد سے اس نے حیلوں پر بکثرت کتابیں لکھیں۔ جو برابر اطباء کے ہاتھوں پہنچتی رہیں، کچھ انھیں قبول کرلیتے اور کچھ نہیں، حتیٰ کہ جالینوس پیدا ہوا تو اس نے ان کتابوں کو فاسد قرار دے کر جس قدر حاصل کرسکا جلا ڈالا، اس طرح حیلہ کا فن نیست و نابود ہوگیا، اقریطن ملقب بہ مزین، کتاب الزینۃ کا مصنف کتاب "المیامر" میں جالینوس نے اس کتاب سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔ "اقاقیوس"۔ "حارکمسانس"۔ "ارشیاشیوس"۔ "ناریطوس"۔ "قاقونس"۔ "مرقس"۔ "یرغالس"۔ "ہرمس طبیب"۔ "یولاس"۔ "حاحونا"۔ "حلمانس"۔ قریطن سے شروع ہونے والے مذکورہ بالا بارہ اطباء بدرجہ اثنا عشر کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کو نفع پہنچانے کی خاطر یہ اطباء دواؤں کی ترکیب و تیاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے اور ایک دوسرے سے اتصال رکھتے تھے۔ برجیاں چونکہ ایک دوسرے سے قریب اور متصل ہوتی ہیں اس لئے ان سے انھیں تشبیہ دی گئی تھی۔ فیلس خلقدونی ملقب بہ قادر۔ اس کا حال یہ تھا کہ مشکل امراض کا علاج نہایت جسارت سے کرتا اور انھیں اچھا کردیتا تھا، اسے ان امراض پر قدرت حاصل تھی، کبھی کوئی علاج ناکام نہیں ہوا۔ دیمقراطیس ثانی، افرودسیس، اکسانقراطس، افرودیس، بطلیموس طبیب، سقراطس طبیب، مارقس ملقب بہ عاشق العلوم، سوروس۔ فوریس قادح چشم، نیادلطوس

ملقب بہ ساہر (بیدار) فرفوریس تالیفی، مؤلف تصنیفات کثیرہ، یہ فلسفہ کے ساتھ فن طب میں بھی کمال رکھتا تھا، لوگ شروع میں اسے فیلسوف اور طبیب کہتے تھے۔

(دیاسقوریدوس) عین زربی کا رہنے والا پاک دل و پاکباز، عوام کی فلاح و بہبودی کا خواہاں، وانجیل عربی اور بکثرت سیر و سیاحت کا خوگر تھا، یہ صحراؤں، جزیروں اور دریاؤں سے مفرد ادویہ تلاش کر کے ان کی تصویریں بناتا اور ان کے اثرات سے پہلے ان کی منفعتوں کا تجربہ کرتا اور جب یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ جاتی کہ اثرات تجربہ سے مختلف نہیں ہیں تو لکھ لیتا اور اس جیسی تصویر بنا کر ہر دوائے مفرد کے سرے پر آویزاں کر دیتا۔ مابعد کو آنے والے تمام اطباء نے اسی سے اخذ کیا جن مفرد ادویات کی انھیں ضرورت ہوتی ان سب کو انھوں نے اسی کے معیار پر پرکھا۔ خوشا یہ پاک دل و پاکباز، جس نے تمام انسانوں تک بھلائیاں پہنچانے کے لئے مشقتیں اٹھائیں۔

حنین بن اسحاق لکھتا ہے دیاسقوریدوس کو اس کی قوم ازدش نیا دیلش کے نام سے جانتی تھی۔ جس کے معنی ان کی زبان میں "ہم سے خارج ہو جانے والا" کے ہیں۔ حنین کہتا ہے "چونکہ وہ اپنی قوم سے الگ تھلگ رہتا تھا، کوہساروں اور پودوں کے مقامات پر جا کر تمام زمانہ مقیم رہتا، نہ کسی مشورہ میں، نہ کسی حکم میں اور نہ ہی کسی تعمیل میں وہ شریک ہوتا تھا اس لئے اس کی قوم نے اسے اسی نام سے پکارا تھا۔ یونانی زبان میں دیسقوری کے معنی شجر اور دوس کے معنی اللہ کے ہیں، دیسقوریدوس کے معنی وہ ذات جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اشجار اور جڑی بوٹیوں کا الہام ہوا ہو۔"

جڑی بوٹیوں کا علم انھیں اگنے کے مقامات پر دیکھنے اور ان پر غور و فکر کرنے کے لئے ملکوں کی خاک چھاننے کی جو بات کہی گئی ہے اس کی تائید خود دیاسقوریدوس کے اس قول سے ہوتی ہے جو اس کی اپنی کتاب تالیف کرنے والے کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا ہے۔

"جیسا کہ تجھے معلوم ہے بچپن ہی سے ہمیں علاج کا ہیولیٰ (مادہ) معلوم کرنے کی بے پناہ خواہش تھی۔ اس سلسلہ میں ہم نے بے شمار ملکوں کی سیاحت کی، اور جیسا کہ تجھے معلوم ہے ہمارا زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی ایک ہی جگہ مقیم رہ سکے۔"

دیسقوریدوس کی یہ کتاب پانچ مقالات پر مشتمل ہے، اسی سے متصل دو مقالے بھی حیوانات کے زہروں پر ہیں، یہ دونوں اسی کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں، اس طرح کُل سات مقالات ہوئے۔ اب ہم انکے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ مقالہ اوّل خوشبودار ادویہ، مصالحہ جات، روغنیات، صمغیات اور بڑے پودوں کے تذکرہ

پر مشتمل ہے۔

۲۔ مقالہ دوم حیوانات، رطوبات حیوانات، حبوب، گھریلو اناج، کھائی جانے والی سبزیوں اور چرپری (حرّیف) سبزیوں اور ادویات پر مشتمل ہے۔

۳۔ مقالہ سوم پودوں کی جڑوں، کانٹے دار پودوں، بیجوں، صمغیات اور زہریلی جڑی بوٹیوں پر مشتمل ہے۔

۴۔ مقالہ چہارم کے اندر ادویہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں زیادہ تر سرد اور گرم مقیئ و مسہل اور آخر میں نافع سموم جڑی بوٹیوں پر گفتگو کی گئی ہے۔

۵۔ انگور، شربتوں کے اقسام اور معدنی ادویات کے لئے یہ مقالہ مخصوص کیا گیا ہے جالینوس اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"ادویہ مفردہ کے موضوع پر میں نے مختلف حضرات کی لکھی ہوئی چودہ کتابوں کی ورق گردانی کی ہے مگر دیسقوریدوس (جو عین زربہ کا رہنے والا تھا) کی کتاب سے زیادہ کامل مجھے کوئی نہ ملی۔"

بقراط اور جالینوس کے درمیانی وقفہ میں حسب ذیل لائق ذکر اطباء بھی پیدا ہوئے، بلادیوس، بقراط کی کتابوں کی شارح قلوپطرہ۔ ایک خوبصورت طبیب خاتون۔ جالینوس نے اس سے بے شمار ادویہ مختلف علاج خاص کر عورتوں کے معالجات اخذ کئے ہیں۔ اسقلبیاذس، سورانوس ملقب بہ ذہبی، ایرقلیس طارنطی، اوذیمس کحال ملقب بہ ملک، نساروس فلسطینی، غالس حمصی، کسانوقراطس، ذیوجانس طبیب ملقب بہ فرائی اسقلبیاذس ثانی، بقراطیس جوارشتی، لاذن طرطوسی، آریوس طرطوسی، قیمن حرانی، موسقوس اثینی، قلبدس معروف بہ مہدی، ایراقلیس معروف بہ ہادی، بطروس، فرداذس، مانطیاس فاسد، ثاقراطس عین زربی انطیباطرس مصیصی، خروسیس معروف بہ فتی، اریوس معروف بہ مصاد، فیلون طرطوسی، فاسیوس مصری، طولس اسکندرانی، اونیس، سقورس ملقب بہ مطاع، اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ جو ادویہ بھی وہ استعمال کرتا وہ اس کی مطابقت کرتیں۔ نامور حرانی، ان تمام اطباء نے مرکب ادویہ تیار کی ہیں۔ اپنی مرکبات کی کتابوں کے اندر جالینوس نے ان سے اور اُن سے پیشتر ذکر کردہ اطباء مثلاً ایواس اور ارشیجانس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

جالینوس سے پہلے طرالینوس یعنی اسکندروس طبیب بھی گذرا ہے جس کی حسب ذیل تصنیفات ہیں۔

کتاب علل العین و علاج (امراض چشم اور ان کا علاج) یہ تین مقالات ہیں۔ کتاب البرسام۔ کتاب الضبان والحیات التی تتولد فی البطن والدیدان۔ (شکم میں پیدا ہونے والے بجو، کیچوے اور

کیڑے)۔

اس زمانہ میں اور اس سے پہلے بھی جیسا کہ اسحاق بن حنین کا بیان ہے اکابرین فلاسفر کی ایک جماعت موجود رہی ہے۔ مثلاً فوثاغورس، ذبوفیلس، ثاون، انبادقلس، اقلیدس، ساوری، طیماناوس، انکیمانس، دیمقراطیس اور ثالیس۔

وہ کہتا ہے اس زمانہ اویرس، قاقلس اور مارقس نامی شعرا بھی تھے، ان کے بعد فلاسفر کا ایک اور گروہ بھی پیدا ہوا جس میں زیتون کبیر، زیتون صغیر، افراطوس ملقب بہ موسیقی، رامون منطقی، اغلوقن بنفیلنی، سقراط، افلاطون، دیمقراط، ارسطو، ثاوفرسطس ابن اختہ، اذیمس، افانس، ثحروسیس، قیلاطس، فیماطوس، سنبلقیوس، ارمینس (جالینوس کا اُستاد)، غلوقن، اسکندر بادشاہ، اسکندر افرودیسی، فرفوریوس ثوری، ایرقلیدس افلاطونی، طالیوس اسکندرانی، مولوس اسکندرانی، اودس افلاطونی، اسطفانس مصری، سنجس اور رامن مشہور ہیں۔

مذکورہ فلاسفر کے بعد دیگر فلاسفر بھی پیدا ہوئے جو حسب ذیل ہیں۔

ثامسطیوس، فرفوریس مصری، یحییٰ نحوی اسکندرانی، داریوس، انقیلاوس ارسطو کی کتابوں کو اس نے مختصر کیا۔ امونیوس، قولوس، افروطوخس، اوذیمس اسکندرانی، یاغاث علین زربی، ثیاذودس اثینی اور ذی طرطوسی۔

طبقات الامم میں قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد بن صاعد لکھتا ہے۔

"یونانی فلاسفہ تمام انسانوں میں اعلیٰ وارفع اور رُتبہ میں تمام اہلِ علم سے نہایت بلند تھے۔ کیونکہ ریاضی، منطق، طبیعی اور الہیاتی علوم و مصارف جیسے فنون حکمت کی انھوں نے صحیح صحیح خدمت کی۔ سیاست منزل اور سیاست مدن کے ساتھ شدت سے اعتنا رکھا یونانیوں کے نزدیک ان میں نہایت جلیل القدر فلاسفہ پانچ تھے۔ زمانہ کے اعتبار سے پہلے بندقلیس، پھر فیثاغورس، پھر سقراط، پھر افلاطون اور آخر میں ارسطو بن نیقوماخس تھا۔"

ہم مذکورہ پانچوں فلاسفہ وغیرہ کے کچھ حالات انشاء اللہ یہاں قلمبند کریں گے۔

بندقلیس

قاضی صاعد رقمطراز ہے۔

"تذکرہ نویسوں کے مطابق بندقلیس داؤد علیہ السلام کا ہمعصر تھا، حکمت اس نے شام میں لقمان حکیم سے سیکھی پھر یونان چلا آیا۔ اس نے تخلیق عالم پر کچھ ایسے نظریات پیش کئے جو بظاہر عقیدہ معاد سے متصادم تھے۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے اسے خیرباد کہہ دیا ایک باطنی فرقہ اس کی حکمت سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا دعویٰ یہ ہے کہ بندقلیس کی کچھ باتوں سے کم لوگ واقف ہیں۔"

آگے لکھتا ہے:۔

"محمد بن عبداللہ بن مرہ جبلی باطنی جو قرطبہ کا رہنے والا تھا اس کے فلسفہ کا دلدادہ تھا اور دن رات اس کے مطالعہ میں غرق رہتا تھا۔

بندقلیس وہ پہلا شخص ہے جس نے صفات الٰہی کے اندر نقطہ جامعہ تلاش کیا، اس نے کہا کہ یہ ساری صفات شئے واحد پر مجتمع ہوتی ہیں۔ علم، جود اور قدرت کے اوصاف مختلف معانی کے حامل نہیں ہیں بلکہ درحقیقت وہ سب ایک ہی ہیں، کسی بھی صورت زیادہ نہیں ہیں، برخلاف اس کے تمام موجودات میں یہ صفات الگ الگ مفہوم رکھتی ہیں، کیونکہ عالمی اکائیاں یا اپنے اجزاء یا اپنے نظائر کے اندر پیش ہونے کی زد پر ہیں، مگر ذات باری ان تمام باتوں سے بالاتر ہے۔ یہی مذہب ابوہذیل محمد بن الہذیل علاف بصری کا ہے۔"

بندقلیس کی تصنیفات میں قابل ذکر "کتاب فیما بعد الطبیعۃ" اور "کتاب المیامر" دو کتابیں ہیں۔

فیثاغورس

اسے فوثاغورس اور فوثاغوریا کہا جاتا ہے، قاضی صاعد نے کتاب طبقات الامم میں لکھا ہے کہ فیثاغورس، بندقلیس کے ایک زمانہ کے بعد پیدا ہوا۔ حکمت کی تعلیم اس نے مصر میں سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے اصحاب سے اس وقت حاصل کی جب وہ سرزمین شام سے یہاں وارد ہوئے تھے۔ ان سے پیشتر وہ ہندسہ کا علم مصریوں سے حاصل کر چکا تھا۔ اس کے بعد وہ یونان آیا اور یہاں علم ہندسہ، علم طبیعت اور علم دین کی ترویج و اشاعت کی، اپنی ذہانت سے اس نے علم الالحان اور نغموں کی ترتیب ایجاد کی، اور اسے عددی نسبتوں کے تحت مستحکم کیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ اس نے

یہ فن مشکوٰۃ نبوت سے حاصل کیا ہے، عددی خواص اور مراتب کے مطابق تنظیم عالم کے نہایت حیرت انگیز رموز اور گہرے مطالب اس کے یہاں ملتے ہیں۔ معاد کے باب میں اس کے کچھ ایسے نظریات ہیں جو بند قلیس کے بالکل قریب تر ہیں، یعنی یہ کہ عالم طبیعی کے اوپر ایک نورانی اور روحانی دنیا ہے جس کے حسن و رونق کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ پاکیزہ نفوس اس عالم کے مشتاق رہتے ہیں۔ جو انسان عجب و تکبر، ریاکاری اور حسد وغیرہ جیسی جسمانی خواہشات سے بلند ہو کر اپنا نفس استوار کر لیتا ہے اور روحانی دنیا سے اتصال کی اہلیت پیدا کر لیتا ہے۔ حکمت کے جو جوہر چاہتا ہے ان سے باخبر ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں نفس کے مرغوبات اور لذائذ اس کے یہاں بلا تکلف اس طرح وارد ہونے لگتے ہیں جیسے حاسۂ سمع سے موسیقی کی لہریں ٹکراتی ہیں۔ اسے طلب کی مشقت برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ارثماطیقی اور موسیقی پر فیثاغورس کی عمدہ تصنیفات موجود ہیں۔

قاضی صاعد کے علاوہ ایک دوسرے تذکرہ نویس نے حکیم فیثاغورس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ سیاحی کا قائل تھا۔ قاتل اور مقتول دونوں کو مس کرنے سے اجتناب کی تعلیم دیتا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ حواس مقدس سمجھے جائیں۔ عدل و انصاف اور جملہ فضائل و محاسن پر عمل کیا جائے۔ گناہوں سے مجتنب رہ کر انسانی نصیب کی تلاش و جستجو رکھی جائے۔ اس طرح ہر چیز کا مزاج معلوم ہو گا۔ حکم تھا کہ باہم محبت اور الفت رکھی جائے۔ علوی علوم کے ذریعہ زندگی آراستہ کی جائے۔ معاصی کے خلاف مجاہدہ اور نفوس انسانی کی حفاظت کی جائے۔ روزہ کثرت سے رکھنا، جہاد کرنا، کرسیوں پر بیٹھنا، اور مطالعۂ کتب کی پابندی، ان ساری باتوں کا التزام رکھا جائے۔ مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو تعلیم دیں۔ عمدہ گفتار کا عادی بنیں، بادشاہوں کو نصیحت کریں۔

حکماء الٰہیات کے مطابق وہ بقاء روح اور بعد از موت جزا و سزا کا عقیدہ رکھتا تھا۔

حکیم فیثاغورس جب ہیکلوں کا صدر اور کاہنوں کا سردار بنا تو اس نے ایسی غذائیں استعمال کرنی شروع کیں جو بھوک اور پیاس لاحق نہ کر سکیں۔ چنانچہ اس کے لئے حسب ذیل نسخہ استعمال کرتا تھا۔

تخم میقونیون (شوکران)، تل، پوست اسقال عمدہ طور پر اس طرح دھلی ہوئی کہ آگے کا حصہ ابھر آیا ہو، افتاریقون، اسقودالن، فیطون، نخود، جو ہم وزن نہ کم نہ بیش، صحیح صحیح تول کر۔ ان اجزا کو پیس کر ایک قسم کے شہد (امیطیو) میں گوندھ لیتا۔ پیاس مارنے کے لئے حسب ذیل نسخہ

استعمال کرتا تھا۔

تخم خیار، زبیب، سمین، منقیٰ، گل قوریون[1]، تخم ملوخیا[2]، تخم اسوفا، اندراخین، ایک قسم کی روٹی جسے فیلیطامس کہتے تھے اور آرداوادلیس۔

انھیں حابوق نامی شہد میں گوندھ لیتا تھا۔

اس نے بتایا کہ ہرقلس کو جب لو بیا غیر مائی کی ضرورت پیش آئی تو اس نے یہی دونوں نسخے دیمیطر سے سیکھے۔

فیثاغورس نے اپنے آپ کو متوازن معمول کا پابند رکھا تھا، چنانچہ ایسا کبھی نہ ہوتا کہ گاہ بیمار گاہ تندرست، گاہ فربہ، گاہ دبلا رہے، طبیعت میں بیحد لطافت تھی، نہ زیادہ خوش ہوتا، نہ زیادہ مبتلائے غم رہتا، کسی نے اسے نہ کبھی ہنستے دیکھا نہ روتے دیکھا۔ اپنے بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا، تندرستوں کی صحت کی حفاظت اور بیمار جسم والوں کی صحت کا اعادہ کرتا۔ حکایت ہے کہ سب سے پہلے اسی نے یہ کہا ہے کہ لاوارثوں کی دولت مشترک رہے گی تقسیم نہ ہو گی۔ درد میں مبتلا مریضوں کو گا ہے کہانت سے گا ہے ان الٰہی نغموں سے اچھا کر دیتا تھا جن سے جسم کے آلام تازہ ہو جایا کرتے تھے۔ امانت کے باب میں صرف مال ہی ادا کرنے کا حکم نہ دیتا بلکہ ودیعت شدہ امر حق بھی واپس کرنے کی تاکید کرتا۔ وعدہ میں سچے رہنے کی تعلیم دیتا۔

فرفوریوس نے اپنی کتاب اخبار الفلاسفہ و قصصہم و آرائہم کے مقالۂ اول میں حیرت انگیز حکایتوں کا تذکرہ کیا ہے جو فیثاغورس سے کہانت اور رعیب کی باتوں کی خبر دیتے ہوئے ظاہر ہوئی تھیں۔ یہ باتیں سنی بھی گئیں اور دیکھی بھی گئیں۔

حکیمانہ فرمودات

حکمت کی باتیں رمز و اشارہ میں کہتا تھا۔ مثلاً "میزان میں زیادتی نہ کرو" یعنی افراط سے بچو۔ "آتش کو چاقو سے حرکت نہ دو۔ کیونکہ چاقو ایک دفعہ آگ میں گرم ہو گیا تھا" یعنی غضب ناک شخص کے سامنے برانگیختہ کرنے والے کلام سے اجتناب کرو۔ "قفیز (ایک قدیم پیمانہ) پر نہ بیٹھو" یعنی بیکار نہ رہو۔ "شیروں کے کچھاروں سے نہ گذرو" یعنی سرکشوں کی رائے کے پیچھے نہ چلو۔ "ابابیلوں کو گھر میں آباد نہ

---

1. خشخاس، کشنیز، عاقرقرحا، عود کی ایک قسم (لغات کبیر)
2. بستانی نہاری (لغات کبیر)

ہونے دو" یعنی اندھا دھند بولنے والوں کی جن کو اپنی زبانوں پر قابو نہ ہو اتباع نہ کرو۔" بوجھ بوجھل سے اُتارا نہیں جاتا بلکہ بوجھ اُٹھانے میں اس کی مدد کی جاتی ہے" یعنی کسی شخص کو نیکوکاری کے کاموں میں محاسن حاصل کرنے سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔" انگوٹھیوں کے نگینوں پر فرشتوں کی تصویریں نہ بناؤ" یعنی جاہلوں کے سامنے اپنی دین داری کا اظہار کرو نہ ہی ان پر علوم اللہ کے اسرار کھولو۔

امیر مبشر بن فاتک کہتے ہیں۔

"فیثاغورس کے باپ کا نام منیسارخوس تھا۔ یہ صور کا باشندہ تھا، اس کے دو بھائی تھے۔ بڑے کا نام اونوسطوس اور چھوٹے کا طورینوس تھا، ماں کا نام بوثائیس تھا یہ اجقایوس نامی ایک شخص کی بیٹی تھی جو ساموس کا باشندہ تھا۔ صور پر جب "بنی قبیلے لیمنون، یمقرون اور سقورون غالب آئے اسے اپنا وطن بنایا اور اہل صور جلاوطن ہوئے تو انہی کے ساتھ فیثاغورس کے باپ نے بھی جلاوطنی اختیار کی۔ یہ بجیرہ میں سکونت پذیر ہوا یہاں سے اس نے تلاش معاش میں ساموس کا سفر کیا، جہاں اس نے اقامت اختیار کی جہاں اُسے بیحد عزت ملی، یہاں سے اس نے انطالیہ کا سفر کیا تو فیثاغورس کو ساتھ لے لیا، مقصد یہ تھا کہ وہ یہاں سیر و تفریح کرے۔ کیونکہ یہ بیحد سبزہ زار اور تفریحی مقام تھا۔ وقائع نگاروں کا بیان ہے کہ فیثاغورس نے اس جگہ کی آب و ہوا پہلی بار خوشگوار دیکھی تو واپس آکر یہیں رہ گیا۔ مینسارخورس نے جب صور سے جلاوطن ہو کر ساموس میں سکونت اختیار کی تو ساتھ میں اس کے بچے اونوسطوس، طورینوس اور فیثاغورس بھی تھے۔ ساموس کے سردار اندروقلوس نے فیثاغورس کو متبنیٰ بنا کر اس کی کفالت کی۔ کیونکہ بھائیوں میں سب سے کمسن وہی تھا۔ فیثاغورس کو بچپن ہی میں اس نے زبان و ادب اور موسیقی کی تعلیم دلائی۔ عنفوان شباب میں اسے شہر ملیطیون روانہ کیا جہاں اناکسیماندروس کے حلقۂ درس میں رہ کر اس نے ہندسہ مساحت اور علم النجوم کے اندر کمال پیدا کیا۔ اس کے بعد اس کے دل میں علوم و حکمت کے اکتساب کا بیحد شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اس غرض سے اس نے مختلف ممالک کے سفر کئے۔ کلدانیوں اور مصریوں کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کاہنوں سے حکمت سیکھی۔ خط عام اور خط خاص جو کاہنوں کا مختصر خط تھا اور خط ملوک کے اندر عبور حاصل کیا۔ اراقلیا کے زمانۂ قیام میں سلطان کے یہاں لازماً حاضری دیتا۔ بابل آیا تو رؤسا کلدانیوں سے ربط پیدا کیا اور زارباطا سے درس لئے۔ اس نے اسے

صدیقین کے فرائض سکھائے، سماع الکیان سُنایا، اور کل کے اولیات کی تعلیم دی۔ اس طرح فیثاغورس کی حکمت چمک اٹھی۔ اس نے مختلف مقامات سے علوم و معارف کا ایسا خزانہ حاصل کر لیا جس کی بدولت اس کے اندر اقوام جہاں کی ہدایت اور غلط کاریوں اور گناہوں سے باز رکھنے کی اہلیت پیدا ہو گئی۔"

ابتدا میں وہ سریانی حکیم فاراقودیس کے یہاں سوریا کے شہر دیلون آیا تھا۔ اس شہر سے نکل کر فاراقودیس نے ساموس کو اپنا مسکن بنایا۔ جہاں اسے ایک شدید بیماری لاحق ہوئی۔ جوئیں اس کے جسم میں تازہ دم چہل قدمی کرتے تھے۔ مصیبت بڑھ گئی تو تلامذہ اسے افس لے آئے۔ مرض اور بڑھ گیا تو فاراقودیس نے اہل افس سے آہ وزاری کی اور قسم بھی دلائی کہ وہ یہاں سے اسے منتقل کر دیں چنانچہ انھوں نے اسے ماغانیسیا منتقل کر دیا۔ تلامذہ نے ہر چند یہاں اس کی بیحد خدمت کی مگر فرشتۂ اجل آپہنچا۔ شاگردوں نے دفن کیا اور قبر پر اس کی حکایت آویزاں کر دی۔ فیثاغورس یہاں سے ساموس آیا۔ جہاں عبادت گذار خوب صورت حکیم ارموداما نیطس مکنی بہ قراوفولید سے درس حکمت لئے۔ یہاں اس کی ملاقات حکیم ارموداما نیس مکنی بہ افرد قولیم سے بھی ہوئی جس کی خدمت میں وہ ایک زمانہ تک رہا۔ اس وقت ساموس کا علاقہ فولوقراطیس اطرون کا ہو چکا تھا۔ فیثاغورس کو مصری کاہنوں سے ملاقات کا بے حد اشتیاق تھا۔ اس سلسلہ میں فولوقراطیس سے اس نے تعاون کرنے کی نہایت عاجزی سے درخواست کی۔ فولوقراطیس نے مصری بادشاہ امامیس کے نام ایک خط لکھا جس میں اس نے فیثاغورس کے شوق کا اظہار کیا اور لکھا کہ وہ اس کا دوست ہے لہٰذا اس کی خواہش کی تکمیل اور اس کے ساتھ حُسن سلوک اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے۔ امامیس نے سفارش قبول کی۔ اور کاہنوں کے سرداروں کو فیثاغورس کے ارادہ سے مطلع کیا۔ چنانچہ فیثاغورس شہر شمس جو آج کل عین شمس کے نام سے معروف ہے کے لوگوں کے یہاں اپنے بادشاہ کے خطوط لے کر پہنچا انھوں نے اسے بادل نخواستہ قبول کیا، اور ایک زمانہ تک اس کا امتحان لیتے رہے۔ مگر اس کے اندر کوئی کمی اور کوتاہی نہ پائی، پھر اسے انھوں نے منف کے کاہنوں کے پاس بھیج دیا تاکہ اور زیادہ سختی سے اس کا امتحان ہو، انھوں نے بھی اسے بادل نخواستہ قبول کیا، اور اچھی طرح اس کا امتحان لیا، مگر کہیں سے اس کے اندر کوئی عیب اور لغزش نہ پائی، انھوں نے اسے دیوسپولس والوں کے پاس امتحان کے لئے بھیجا مگر انھیں بھی اس کے خلاف کوئی راہ نہ ملی، نہ ہی اسے دفع کر سکے۔ کیونکہ ان کا بادشاہ فیثاغورس پر مہربان تھا۔ اب انھوں نے یونانی فرائض کے برعکس اس پر نہایت سخت فریضے عائد کئے مقصد یہ تھا کہ فیثاغورس ان فرائض کی ادائیگی نہ کر سکے گا تو انھیں مسترد کر دینے کا موقع مل جائے گا مگر فیثاغورس نے ان فرائض کو بھی قبول کیا اور بحُسن و خوبی انھیں انجام دینے لگا۔ اس پر کاہنوں کو سخت حیرت ہوئی،

اس کی نیکوکاری اور تقویٰ کا شہرہ پورے مصر میں پھیل گیا، اماسیس کو بھی اس کی خبر ہوئی۔ چنانچہ اس نے فیثاغورس کو پروردگار کی خدمت میں پیش کی جانے والی نیز دیگر قربانیوں کا سربراہ بنا دیا۔ یہ عہدہ کسی اور پردیسی کو کبھی نہ ملا تھا۔

بعد ازاں فیثاغورس اپنے وطن واپس آیا۔ اور شہر ایونیہ میں ایک درس گاہ قائم کی۔ جہاں اہل ساموس آکر اس سے حکمت کے درس لیتے تھے۔ اس شہر سے باہر اس کے لئے ایک انطرون[1] بنائی گئی جسے اس نے اپنی حکمت کے لئے ایک مخصوص بیٹھک کے طور پر استعمال کیا۔ وہ بیشتر اوقات اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ یہیں قیام کرتا۔ عمر کی چالیس منزلیں طے کر چکا اور فولوقراطیس کی تعلقہ داری پر ایک عرصہ بیت چکا، علاقہ والوں پر فولوقراطیس نے اسے عرصہ تک حکمراں اور ذمّہ دار بنائے رکھا تھا تو اس نے سوچا ایک حکیم شخصیت کے لئے تعلقہ داری سلطان اور ظالمانہ روش مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ ایطالیا کی جانب رحلت کی، یہاں سے چل کر قروطونیا آیا، یہاں کے باشندوں کو اس نے خوش منظر، خوش گفتار، شریف، وسیع العلم، باظرف اور نہایت خوش حال اور فضائل و محاسن کا مجموعہ پایا۔ قروطونیا والوں نے اس کی علمی اطاعت قبول کی، اس نے ان پر بزرگان قدیم کی پاکیزگی اور ان کا اسوہ لازم کیا، اور اعمال صالحہ کی نصیحت کی، سرداروں کو حکم دیا کہ بچّوں کے لئے حکیمانہ آداب پر مشتمل کتابیں تیار کریں اور انھیں اس کی تعلیم دیں۔ اب اس کے یہاں مرد اور خواتین مواعظ سُننے اور اس کی حکمت سے مستفید ہونے کے لئے آنے لگے۔ اس کا مرتبہ نہایت بلند ہوا، اس نے شہر کے لئے بے شمار لوگوں کو علوم و معارف کا ماہر بنا دیا۔ شہرت کا غلغلہ اس قدر بلند ہوا کہ اس کی حکمت کے درس سُننے اور سرچشمۂ علم سے فیضیاب ہونے کے لئے عام شاہان بربر تک بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بعد ازاں فیثاغورس نے ایطالیا اور سیقلیا کے شہروں کا دورہ کیا۔ تمرد اور سرکشی ان شہروں کا وطیرہ تھا، طاور و مانیون وغیرہ والوں نے اس کی صحبت اختیار کی، ان سے سماع کیا اور صدیقین کے زمرہ میں شمار ہوئے، چنانچہ فیثاغورس نے اس طرح ان سے اور ان کی آئندہ نسلوں سے بھی ایک عرصہ کے لئے شر و فساد کا استیصال کر دیا، اس کی گفتگو کیا ہوتی کہ ہر منکر کو بھاگتے ہی بنتی۔ اس کی حکمت اور نصائح کا شہرہ جب سماخس اطرون قانطور بیانے سُنا تو اپنے ملک سے نکل پڑا۔ اور اپنی دولت کا کچھ حصّہ بھائی کو اور کچھ اہل مدینہ کو سُپرد کر دیا۔

---

[1] انطرون یعنی مخصوص جگہ۔

روایت ہے کہ بانوس جو فرمسی قومیت رکھتا تھا اور خوثو کا بادشاہ تھا اسی فیثاغورس کی اولاد تھا۔ باقروطونیا کے زمانہ قیام میں فیثاغورس کی ایک نیکوکار لڑکی تھی جو شہر کی دوشیزاؤں کو مذہبی قوانین و فرائض کی تعلیم دیتی تھی، حرام و حلال کے سنن سکھاتی تھی، بیوی بھی تمام عورتوں کو تعلیم دیتی تھی۔ فیثاغورس کی وفات ہوئی تو دیمیطریوس مومن، حکیم کے گھر آیا اور اسے اہل قروطونیا کے لئے ہیکل میں تبدیل کر دیا۔

وقائع نگاروں کے مطابق فیثاغورس، کورس کے زمانہ میں نوخیز تھا، کورس نے تیس سال تک حکومت کی، اس کے بعد اس کا بیٹا قامبوسیس حکمراں ہوا۔ فیثاغورس اس وقت بھی بقید حیات تھا۔ ساموس میں ساٹھ سال رہنے کے بعد فیثاغورس نے ایطالیا پھر ماطابونطیون کا سفر کیا، ماطابونطیون میں اس نے پانچ سال قیام کیا اور یہیں وفات پائی۔ دوپہر کے کھانے میں شہد اور گھی اور شام کے کھانے میں قانجرون کی روٹی اور کچّی اور پکّی سبزیاں ہوتی تھیں۔ گوشت وہی کھاتا تھا جو اللہ کے لئے قربان کیا جاتا تھا۔ ہیکلوں کا صدر اور کاہنوں کا سردار ہوا تو ایسی غذائیں استعمال کرنے لگا جو بھوک اور پیاس کو مار دیتی تھیں۔ اس کا کلام سُننے کے لئے کوئی وارد ہوتا تو اس سے حسبِ ذیل دو انداز گفتگو میں سے کسی ایک کے مطابق کلام کرتا۔

۱۔ احتجاج اور مذاکرہ کے طور پر

۲۔ موعظمت اور مشورہ کے طور پر

سا بریں اس کی تعلیم و تلقین کے دو اسلوب تھے۔

بعض مقامات کا سفر درپیش ہوا اور اس نے ساتھیوں کو جُدائی سے قبل خود مطمئن کرنا چاہا تو وہ سب ایک شخص میلن نامی کے گھر اکٹھا ہوئے، اس حال میں قروطونیا کا ایک شخص جس کا نام قوبون تھا اور جو صاحب حسب و شرف اور صاحب ثروت بھی تھا ان پر حملہ آور ہوا۔ یہ شخص اپنی دولت کے غرور میں لوگوں پر دست درازی کرتا اور ظلم و ستم کے لئے بیحد جری اور بیباک تھا۔ ایک دفعہ فیثاغورس کی مجلس میں آکر اس نے اس کی تعریف کی تھی، مگر اہل مجلس کے سامنے ہی فیثاغورس نے اسے ڈانٹ پلائی اور اشارہ کیا کہ اسے جان بحق کر دیں، اس پر قوبون نے غضبناک ہوکر اپنے دوستوں کو جمع کیا اور فیثاغورس کو متہم کرنا شروع کیا، اس پر اس نے کفر کا الزام لگایا، دوستوں نے اسے فیثاغورس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا، جس سے اس نے اتفاق کیا۔ جب یہ حملہ آور ہوا تو چالیس آدمیوں کو قتل کر دیا، بقیہ نے فرار اختیار کیا، ان میں کچھ پکڑے گئے اور قتل کر دئے گئے کچھ بھاگ کر روپوش ہو گئے۔ ان کی تلاش جاری رہی۔ فیثاغورس کے بارے میں ساتھیوں کو سخت تشویش ہوئی۔ انھیں اندیشہ تھا کہیں قتل نہ ہوجائے

ا نچہ کچھ مخصوص لوگوں کے ذریعہ انھوں نے فیثا غورس کو رات کی تاریکی میں بڑی ہوشیاری سے باہر منتقل وگیا۔ وراسے لے کر پہلے قادونیا پھر لوقروس میں داخل ہوئے۔ بدنامی نے فیثاغورس کا یہاں بھی پیچھا کیا چنانچہ باہر کے باشندوں نے کچھ مشائخ کے ذریعہ فیثاغورس کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ بلاشبہ فیثاغورس کیم ہیں مگر آپ کی بدنامی نہایت بھیانک ہے۔ گو اپنے قانون کی رو سے ہم آپ کو واجب القتل نہیں رہے ہیں مگر ایسا کیجئے کہ ہم سے کچھ زاد راہ لے کر ہمارے شہر سے رحلت کر جائیے۔ اس طرح آپ محفوظ رہیں گے۔ فیثاغورس رحلت کر کے یہاں سے طارنطا پہنچا مگر قروطونیا کے کچھ لوگ اچانک یہاں آدھمکے اور قریب تھا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ فیثاغورس نے خطرہ محسوس کر کے یطابونیطیون کا قصد کیا، مگر یہاں آنے سے اس قدر ہیجان برپا ہوا کہ اہالیان شہر مدتوں اس کا تذکرہ کرتے رہے۔ فیثاغورس نے ہیکل اسمان معروف بہ ہیکل موسن کی پناہ لی۔ وہ اور اس کے ساتھیوں نے ہیکل میں داخل ہونے کے بعد کو اچھی طرح محفوظ کیا، یہاں وہ چالیس دن رہا۔ اس عرصہ میں اس نے کھانے پینے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا، دشمنوں نے یہاں بھی پیچھا کیا اور ہیکل کو آگ لگا دی۔ ساتھیوں کو معلوم ہوا تو یثاغورس کو انھوں نے حلقہ میں لیا، تاکہ خود جل جائیں مگر وہ محفوظ رہے۔ مگر ہیکل میں آگ ہر طرف پھیل گئی اور اس کے شعلے بلند ہونے لگے تو تپش اور بھوک کی سوزش سے حکیم پر غشی طاری ہوگئی اور گر کر ہلاک ہوگیا۔ یہی حادثہ اوروں کے ساتھ بھی پیش آیا، سب جل کر ہلاک ہوگئے۔ یہ تھا فیثاغورس کی موت کا سبب۔

تصنیفات

وقائع نگاروں نے اس کی تصنیفات ۲۸۰ شمار کی ہیں۔

تلامذہ

تلامذہ بکثرت پیدا کئے۔

اس کی انگوٹھی پر حسب ذیل نقش تھا۔

"شر لایدوم خیر من خیر لایدوم" (رخصت ہوجانے والا شر رخصت ہوجانے والے خیر سے بہتر ہے)۔

یعنی بدی جس کا زوال متوقع ہوتا ہے متوقع الزوال خیر سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

پیٹی کوٹ پر حسبِ ذیل عبارت کندہ تھی۔

"الصمت سلامۃ من الندامۃ" (خاموشی میں ندامت سے سلامتی ہے)۔

آداب وحکم

فیثاغورس کے آداب و مواعظ ہم امیر محمود الدولۃ ابوالوفا مبشر بن فاتک کی کتاب مختار الحکم ومحاسن الکلم سے یہاں نقل کریں گے۔

— جس طرح ہماری تخلیق اور وجود اللہ سبحانہ کی جانب سے ہوا ہے اسی طرح ہمیں چاہئے کہ ہمارے قلوب بھی اس کی جانب مائل ہوں

— اللہ کے لئے فکر و اہتمام ایک خصوصیت ہے، اس خصوصیت کی محبت، محبت الٰہی سے متصل ہے، اللہ سے جسے محبت ہوگی وہ اس کی محبت کے کاموں پر عمل کرے گا، اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ کی قربت حاصل ہوگی، اور جسے یہ قربت حاصل ہوگئی وہ کامیاب اور فیروز مند ہوگیا۔

— قربانیاں اللہ کی تکریمات نہیں ہیں، بلکہ وہ عقیدت جو اس کے شایان شان ہے بس اس کی تکریم کے لئے کافی ہے۔

— اللہ سبحانہ کے بارے میں بکثرت اقوال اس بات کی علامت ہیں کہ انسان اس کے عرفان میں کوتاہ ہے۔

— کیا ہی مفید ہے کہ انسان عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی باتیں کرے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان باتوں کی سماعت ہی کرے۔

— کسی بُری بات کا ارتکاب نہ خلوت میں کرو نہ جلوت میں حق یہ ہے کہ تمہیں اپنی ذات سے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ شرمانا چاہئے۔

— دولت کے باب میں تمھارا ارادہ یہ ہونا چاہئے کہ حلال کماؤ اور حلال میں خرچ کرو۔

— جب کوئی جھوٹی بات سنو تو اس پر اپنے لئے صبر کرنا آسان بناؤ۔

— یہ مناسب نہیں کہ اپنے جسم کی صحت سے غافل رہو، کھانے پینے، جماع اور ریاضت میں اعتدال سے کام لو۔

— بے تحاشا مال لٹا کر اس شخص کی مثال نہ بنو جسے اپنی ملکیت کی قدر و قیمت کی خبر نہ ہو، بخالت بھی نہ کرو اس طرح حریت کی فضیلت سے محروم ہوجاؤ گے، تمام کاموں کے اندر افضل یہ ہے کہ اعتدال کی راہ اختیار کرو۔

— کشاکش حیات میں اپنی فکر بیدار رکھو۔ کیوں کہ افکار کی خوابیدگی ایک طرح کی موت ہے۔

—— اپنی ذات کی اصلاح خود اپنے لئے کرو، لوگ تمہارے تابع ہوں گے۔

—— رافت و رحمت کا مجسمہ بنو، مگر تمہاری رافت و رحمت اس شخص کے حق میں فساد کا موجب نہ بنے جو سزا کا مستحق ہو اور ادب سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہو۔

—— سنت کے پیشِ نظر اپنے نفس کی گرفت کرو، اسی میں نیکوکاری کا کمال ہے۔

—— دشمن کی طرف سے جو موقعہ ملے اسے ہاتھ سے جانے نہ دو، زمانہ تو گردشوں کا نام ہے۔ عمل اسی کے مطابق رہے۔

—— برسرِ حق رہنے والوں سے ٹکراؤ نہیں اور دین کی پابندی کرنے والوں سے کشمکش نہ کرو۔

—— دین کو اپنی ملکیت کا مقام دو، جو اس کی مخالفت کرے اسے اپنی ملکیت کا دشمن سمجھو اور جو سنت کی پابندی کرے اس کی مذمت اور اسے ذلیل کرنا تم پر حرام ہے، ماضی سے سبق حاصل کرو، آنے والوں کے لئے عبرت کا سامان نہ بنو۔

—— زائل ہو جانے والی شے کے بارے میں فخر و غرور کرنا اور برقرار نہ رہنے والی شے کے باب میں تونگری کا تصور کیسا۔

—— کمزور دشمن کے ساتھ معاملہ اس بنیاد پر کرو کہ وہ تم سے زیادہ طاقت ور ہے، اپنی فوج کا جائزہ لیتے رہو، اور دیکھو کس پر آفت ہے اور اسے دفاع کی ضرورت ہے۔

—— رعیت کا خیال اس طرح کرو جیسے کسی کی مملکت کا تار و پود بکھر گیا ہو اور اس کے دشمنوں کی تعداد بڑھ گئی ہو۔

—— دینداروں، نیکوکاروں اور امانتداروں کو مقدم اس خیال سے رکھو کہ اس سے آخرت میں فیروزمندی اور دنیا میں حسن و آرائش نصیب ہو گی۔

—— بدکاروں کا قلع قمع اس مقصد کے تحت کرو کہ اپنے اور رعیت کی اصلاح کر سکو گے۔

—— غافل نہ رہو کہ غفلت کا انجام پشیمانی ہے۔

—— اپنی ذات کی سلامتی تب سمجھو جب لوگ تمہارے ظلم سے محفوظ رہیں، دوسروں کو سزا کسی ایسی بات پر نہ دو جس میں خود کو رخصت دیتے ہو۔

—— جانے والے سے درسِ عبرت لو، ماضی کو محفوظ رکھو اور صحت کی پابندی کرو، نصرت و تائید تمہارے قدم چومے گی۔

—— صداقت مخلوقات کے معاملات کا شیرازہ ہے۔

—— کذب بیانی ایک ایسا مرض ہے جو کسی کو لاحق ہو جائے تو بچ نہیں سکتا۔

—— اصل جس کے پیشِ نظر ہے وہ نفس کی اصلاح کرے گا اور جس نے اپنے نفس کو گندہ کیا اس سے اس کے خاص لوگ نفرت کریں گے۔

—— وہ شخص سیادت نہیں کر سکتا جو اپنے بھائیوں کے باطنی عیوب تلاش کرتا ہو۔

—— جس نے لوگوں پر جبر اور دباؤ ڈالا لوگ چاہیں گے کہ وہ ذلیل ہو جائے۔

—— جس ملامت میں افراط سے کام لیا لوگ اس کی زندگی کو ناپسند کریں گے۔

—— محمود موت مذموم زندگی سے عمدہ ہے۔

—— سلطان سے جس نے کشمکش کی وہ مرنے سے پہلے مر گیا۔

—— جو بادشاہ بھی رعایا سے کشمکش کرے گا وہ اپنے شرف کی چادر تار تار کر دے گا۔

—— جو بادشاہ بھی حقیر اشیاء سے قریب ہو گا مر جانا اس کے لئے بہتر ہو گا۔

—— دنیا کی محبت میں اسراف سے کام لینے والا فقر و فاقہ کی موت مرے گا اور جو قناعت پسند ہو گا وہ غنا کی حالت میں موت سے ہمکنار ہو گا۔

—— شراب کثرت سے پینے والا پست لوگوں میں شمار ہو گا۔

—— جو مر جاتا ہے۔ اس کے حاسد کم ہو جاتے ہیں۔

—— حکمت اسے شریف بنا دیتی ہے جو پہلے سے شریف نہ ہو۔

—— حرص و طمع کا انجام وہ ذلت ہے جسے معاف کر دینے کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔

—— کمینہ پن شرف کی عمارت مسمار اور نفس کو ہلاکت کی زد پر کر دیتا ہے۔

—— بد ادبی بزرگانِ قدیم کی عمارتوں کو منہدم کر دیتی ہے۔

—— جہالت سب سے برا ساتھی ہے۔

—— لوگوں کے یہاں جا کر خود کو رسوا کرنا ہی موت اصغر ہے۔

—— سیاست داں کو چاہیے کہ رعیت کو ذخیرہ نہ تصور کرے بلکہ اسے اپنا اہل و عیال اور بھائی خیال کرے اور اس شرف (عزت) میں دلچسپی نہ رکھے جسے وہ رعایا سے زبردستی حاصل کرتا ہو بلکہ وہ عزت حاصل کرے جس کا وہ حسن اثر اور صحت تدبیر سے مستحق ہو۔

—— اپنی وصیتوں کے اندر سکندر کو اس نے لکھا۔ "خراب لوگ خوف سے اور اچھے لوگ شرما کر اطاعت قبول کرتے ہیں، لہٰذا دونوں طرح کے لوگوں میں امتیاز رکھنا۔ پہلی قسم کے لوگوں میں سختی اور گرفت روا رکھنا اور دوسری قسم کے لوگوں پر فضل و احسان کرنا۔"

—— جس کام کا کرنا مناسب نہ ہو، الحذر! اس کا خیال کبھی دل میں نہ آئے۔

—— اپنی زبان کو الزام تراشی سے گندہ نہ کرو، اسی طرح اپنے کانوں کو بہتان کی باتوں کی جانب نہ لگاؤ۔

—— مُشکل ہے کہ انسان آزاد ہو، وہ تو افعال بد جو عام ہو چکے ہیں کے آگے سرنگوں ہو جاتا ہے۔

—— انسان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ذخیرہ اندوزی کرے اور پُختہ عمارتیں بنائے، کیونکہ اس کی موت کے بعد وہ اپنے مزاج کے مطابق باقی رہیں گی، اور دوسرا انھیں استعمال کرے گا۔

—— بہتر یہ ہے کہ ذخیرہ اتنا ہی کرے جو دُنیا سے اُٹھ جانے کے بعد اسے نفع دے اور اس میں وہ تصرّف کر سکے۔

—— مزین صورتیں اور ملمع امور تھوڑے ہی دنوں کے بعد اپنا احترام کھو دیتے ہیں۔

—— میرا عقیدہ یہ ہے کہ محبّت الٰہی کی بنیاد رحمت ہے۔

—— جب کبھی کوئی کام کرنا چاہو سب سے پہلے اس کی کامیابی کے لئے اللہ سے دُعا مانگو۔

—— تجربہ سے جس انسان کو آزما کر دیکھ لیا ہے کہ وہ تمہارا دوست بننے کے قابل نہیں ہے تو الحذر! اسے اپنا دُشمن نہ بنانا۔

—— کیا ہی عمدہ بات ہے کہ انسان غلطی نہ کرے، اور غلطی کرے تو اس کے حق میں کیا ہی مُفید ہے کہ اپنے خطاکار ہونے کا اسے علم ہو اور دوبارہ غلطی کرنے کی کوشش نہ کرے۔

—— انسان کے لئے سب سے زیادہ سزاوار یہ ہے کہ مناسب کام کرے نہ کہ وہ کام جو دل میں آجائے۔

—— مناسب یہ ہے کہ وہ وقت معلوم ہو جہاں بولنا ہے اور جہاں خاموش رہنا ہے۔

—— آزاد وہ ہے جو اپنے دل کا کوئی حرف نفسانی خواہش کے لئے ضائع نہیں کرتا۔

—— بقدر طلب علم حاصل ہوگا اور بقدر علم طلب ہوگی۔

—— حکیم ہونے کی شرط یہ نہیں ہے کہ وہ گھبرائے نہیں شرط یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ گھبرائے۔

—— حکیم وہ نہیں ہے جس پر بقدر طاقت بوجھ لادا جائے اور صبر کرے، حکیم وہ ہے جس پر طاقت سے زیادہ بوجھ رکھا جائے اور صبر کرے۔

—— دُنیا گردشوں کا نام ہے، گاہ تمہارے حق میں گاہ تمہارے خلاف ہو جاتی ہے۔ اگر تم نے دوست بنائے تو بہتر ہے اور لوگوں نے تمھیں دوست بنایا تو ہرگز نہیں۔

—— اکثر آفتیں حیوانات کو اس لئے لاحق ہوتی ہیں کہ وہ بولتے نہیں، مگر انسان کو یہ آفتیں اس لئے لاحق ہوتی ہیں کہ وہ بولتا ہے۔

—— جو شخص خود چار باتوں سے روک سکے وہ اس بات کا سزاوار ہے کہ دوسروں کی طرح اس پر مُصیبت نہ آئے۔

١۔ عجلت

٢۔ نزاع پر مصر رہنا

٣۔ تکبّر

٤۔ سُست کاری

عجلت کا نام پشیمانی، نزاع پر مصر رہنے کا انجام حیرت، تکبّر کا انجام بغض و نفرت اور سُست کاری کا انجام ذِلّت ہے۔

—— ایک شخص کو دیکھا کہ خوش پوش ہے مگر گُفتگو غلط کر رہا ہے، اس سے کہا یا تو گفتگو ایسی کرو جو تمہارے لباس جیسی ہو یا لباس ایسا پہنو جو تمہاری گُفتگو کے مشابہ ہو۔

—— تلامذہ سے کہا "اپنی پسند کی چیزیں طلب نہ کرو، بلکہ ان چیزوں کو طلب کرو جو فی الواقع پسندیدہ ہوں۔"

—— مصائب آئیں تو ان پر صبر افسوس کئے بغیر کرو، اور حتیٰ الامکان ان کا علاج تلاش کرو۔

—— کام سے پہلے سوچ لو۔

—— دُشمنوں کی کثرت سکون کو کم کر دیتی ہے۔

—— کُرسی پر بیٹھتا تو حسب ذیل سات وصیتیں کرتا۔

١۔ اپنے ترازوؤں کو دُرست کرو اور ان کے اوزان پہچانو۔

٢۔ خط کو معتدل رکھو سلامتی ساتھ رہے گی۔

٣۔ جہاں چُھری کاٹ رہی ہو وہاں آگ روشن نہ کرو۔

٤۔ خواہشات میں اعتدال پیدا کرو ہمیشہ صحت سے رہو گے۔

٥۔ انصاف سے کام لو ہر دلعزیز بن جاؤ گے۔

۶۔ زمانہ سے معاملہ حکمرانوں جیسا کرو، جو تم پر حکومت کرتے ہیں اور الگ تھلگ رہتے ہیں۔

۷۔ اپنے جسموں اور نفس کو فربہ نہ بناؤ، ورنہ مشکلات میں انھیں غائب پاؤ گے۔

— مجلس میں مال و دولت کا تذکرہ اور اس کی تعریف کی گئی، تو اس نے کہا "مجھے اس چیز کی کیا ضرورت جو مقدر دیتا ہے مروّات جسے محفوظ اور سخاوت جسے برباد کرتی ہے۔

— ایک بوڑھے کو دیکھا کہ علمی امور پر غور و فکر کر رہا ہے اور متعلم ہونے سے شرما رہا ہے "اے آدمی! کیا اس بات سے شرماتے ہو کہ عمر کی آخری منزل میں پہلی منزل کے مقابلہ میں افضل ہو جاؤ۔"

— تیسرے دشمن کے لئے سب سے جانکاہ یہ ہے کہ وہ یہ نہ دیکھ سکے اسے تم اپنا دشمن بنا چکے ہو۔

— دیارِ غیر میں اس کی بیوی کی وفات کا وقت آیا تو اس کے ساتھی پردیس کے اندر بیوی کی موت پر افسوس کرنے لگے، اس پر اس نے کہا "ساتھیو! موت پردیس میں ہو یا وطن میں، کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ تمام گوشوں سے آخرت کا راستہ ایک ہی ہے۔"

— پوچھا گیا "سب سے میٹھی چیز ؟" اس نے جواب دیا "جسے انسان پسند کرے۔"

— اللہ کے نزدیک محبوب وہی ہوتا ہے جو اپنے افکار بد کے آگے جھکتا نہیں ہے۔

فرفوریس کی کتاب "اخبار الفلاسفہ و قصصہم و آرائہم" سے معلوم ہوتا ہے کہ فیثاغورس کی تصنیفات ...سے اوخوطس فلسفی طارنطینی نے تنہا جمع کیا تھا، ۸۰ ہیں، باقی فیثاغورس فیلسوف کی نسل، اس کی ...اعت، اور وارثین علم کے ایک ایک معمّر شخص سے معلوم کر کے اس نے جن کتابوں کو جمع کیا تھا ان کی ...داد ۲۰۰ تک پہنچتی ہے۔ جو کتابیں اس کی عقل روشن کی پیداوار ہیں، اور جنھیں غلط کاروں نے ...ھڑ کر اس کی جانب منسوب نہیں کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

کتاب المناجاۃ، کتاب وصف المهن السئیۃ (خراب پیشے) کتاب علم المخاریق، کتاب احکام تصویر ...بالس الخمور، کتاب تھیئۃ الطبول والصنبوج والمعازف، کتاب المیامر الکہنوتیۃ، کتاب ...ر الزروع، کتاب الآلات، کتاب القصائد، کتاب تکوین العالم، کتاب الابادی، کتاب المروۃ۔

اپنی تالیفات کے مشابہ دیگر کتب بھی ہیں جو جدید زمانہ میں ظہور میں آئی ہیں، انھیں بھی دائمی شہرت حاصل ہوگی۔

اخبار الفلاسفہ کا مصنف آگے لکھتا ہے۔

"مذکورۃ الصدر کتابوں کو جن گنہگار ہاتھوں نے وضع کر کے پیش کیا ہے وہ حسب روایات درج ذیل ہیں۔"

ارسطیبوس محوث، نقوش ملنی بہ علین الناقص، قوینوس (اقریطیہ کا ایک باشندہ)، ماغیالوس، فوغجواقا، نیز دیگران سے بھی زیادہ سرکش اور متمرد حضرات۔

فیثاغورس فیلسوف کے نام سے گھڑ کر ان کتابوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں میں مقبول ہو جائیں۔ باقی جو تصنیفات لاریب حکیم فیثاغورس کی ہیں وہ صرف ۲۸۰ ہیں۔ یہ کتابیں فراموش ہو چکی تھیں۔ مگر کچھ ایسے صالح اور نیکوکار حکماء پیدا ہوئے جنھوں نے حاصل کر کے انھیں ترتیب دی۔ اس سے پہلے وہ شہر الاذا میں معروف نہ تھیں، بلکہ ایطالیا کے کتب خانہ میں محفوظ تھیں۔

فلوطرخس لکھتا ہے۔

"فوثاغورس پہلا شخص ہے جس نے فلسفہ کو فلسفہ کہا"

فیثاغورس کی جو تصنیفات موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کتاب الارثماطیقی، کتاب الالواح، کتاب فی القوم والیقظہ، کتاب فی کیفیۃ النفس والجسد مکتوب بنام سرکش سقلیہ، الرسالۃ الذھبیۃ۔ اس کتاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تعظیم و تکریم کے طور پر جالینوس اسے سونے سے لکھتا تھا۔ اور روزانہ اس کا مطالعہ کرتا تھا۔ رسالۃ الی سقالیس فی استخراج المعانی رسالۃ فی السیاسۃ العقلیہ، اس رسالہ پر افلیخس کی شرح ہے۔ رسالۃ الی میمدوسیس۔

سقراط

قاضی صاعد طبقات الامم میں لکھتا ہے۔

"سقراط فیثاغورس کے تلامذہ میں تھا، فلسفہ میں اس نے صرف علوم الٰہیہ پر اکتفا کیا، دنیا کی لذتوں اور آسائشوں سے کنارہ کش رہا، اصنام پرستی میں اس نے یونانیوں کی مخالفت کی، یونان کے سرداروں سے اس نے دلائل و براہین کے ذریعہ مناظرہ کیا، چنانچہ عوام اس کے خلاف بھڑک اُٹھے، انھوں نے اپنے بادشاہ کو مجبور کیا کہ وہ سقراط کو قتل کر دے۔ بادشاہ نے عوام کی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اسے

جیل خانہ بھیج دیا، پھر عوام کے شر و فساد سے بچنے کے لئے اسے زہر دے دیا۔ زہر سے پہلے بادشاہ کے ساتھ اس نے مختلف مناظرے کئے تھے جو محفوظ ہیں۔ اس نے عُمدہ وصیتیں کی ہیں، حکیمانہ آداب پیش کئے ہیں، صفات کے بارے میں اس کے نقطۂ ہائے نظر فیثاغورس اور بندقلیس سے ملتے جُلتے ہیں، البتہ معاد کے بارے میں اس نے جو تصوّر پیش کیا ہے وہ کمزور، خالص فلسفیانہ نقطۂ سے دُور اور تحقیقی نقطہ ہائے نظر کے مخالف ہے۔"

امیر مبشر بن فاتک مختار الحکم ومحاسن الکلم میں رقمطراز ہے۔

"سقراطیس کے معنی یونانی میں انصاف کی پناہ لینے والے کے ہیں، یہ سفرونسقس کا لڑکا تھا، پیدائش اور پرورش ایثینیہ میں ہوئی۔ تین اولاد نرینہ چھوڑے۔ یونانیوں کے معمول کے مطابق بقاءِ نسل کے لئے اصحاب فضل وکمال پر شادی کرنا لازم تھا، چنانچہ سقراط پر یہ فریضہ عائد ہوا تو اس نے ایک ایسی احمق عورت سے شادی کرنی چاہی جس سے زیادہ زبان دراز خاتون اس ملک میں اور کوئی نہ تھی، مقصد یہ تھا کہ اس کی جہالتوں اور بدخلقیوں کے ذریعہ صبر و ثبات کی تربیت ہو اور عوام و خواص سبھی کی جہالتوں کو برداشت کرنے کی اس کے اندر قوّت پیدا ہو۔ اس کے حکمت کو اتنا بلند رتبہ بخشا کہ مابعد کے ارباب حکمت کو اس سے نقصان پہنچا۔ اس کا خیال تھا کہ حکمت کی باتیں صحیفوں اور قرطاسوں کے اندر درج نہ کی جائیں، وہ انھیں اس سے پاک رکھنا چاہتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ حکمت پاک اور مقدّس ہے، فاسد اور ناپاک نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا سفینہ صرف زندہ نفوس ہی کو ہونا چاہئے یہ مُردہ کھالوں اور سرکش دلوں سے دُور ہی رہے تو اچھا ہے۔ چنانچہ اس نے نہ کوئی کتاب تصنیف کی، نہ تلامذہ کو کچھ املا کیا کہ وہ اپنی کاپیوں پر لکھ لیں، بس وہ صرف تلقین سے کام لیتا تھا۔ یہ بات اس نے اپنے اُستاد طیماتاوس سے سیکھی تھی۔ اس نے اپنے اُستاد سے جوانی میں کہا "آپ ہمیں حکمت کی ان باتوں کو مدوّن کرنے کیوں نہیں دیتے جو ہم آپ سے سُنتے رہتے ہیں؟" اُستاد نے جواب میں کہا تھا جانوروں کے مُردہ چمڑوں پر کس قدر بھروسہ ہے اور کس قدر اپنے زندہ قلوب سے اعراض ہے۔ فرض کرو راہ میں کوئی انسان ملے اور تم سے کوئی علمی سوال کرے تو کیا یہ بہتر ہوگا کہ تم اسے اپنے گھر کے حوالے کرو۔ اور کہو کہ کتابیں دیکھ کر جواب دوں گا۔ اگر یہ بہتر نہیں ہے تو حفظ کی پابندی کرو۔ چنانچہ سقراط نے یہی راہ اختیار کی۔

سقراط دُنیا سے بے رغبت تھا، اس کی اسے پرواہ نہ تھی، یونانی بادشاہوں کا دستور تھا کہ جنگ کے لئے نکلتے تو سفر میں حکماء کو بھی ساتھ رکھ لیتے چنانچہ ایک دفعہ اپنی کسی مہم پر بادشاہ نے سقراط کو بھی ساتھ لے لیا اس نے لشکر میں ایک شکستہ کنج کے اندر رہنا پسند کیا یہاں سردی

سے سکون حاصل کرتا اور طلوعِ آفتاب کے وقت نکل کر اُوپر بیٹھ جاتا اور دھوپ سے گرمی حاصل کرتا۔ اسی لئے اسے سقراط الحُبّ[1] کہا جاتا ہے۔ ایک دن یہاں بادشاہ کا گذر ہوا۔ سقراط اپنے اسی کنج پر بیٹھا ہوا تھا بادشاہ نے پوچھا آخر کیا بات ہے تم ہمارے پاس نہیں آتے اس نے کہا کام میں مصروف ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا" اس نے کہا ایسا کام ہے جو زندگی قائم رکھتا ہے۔ بادشاہ نے کہا، ہمارے یہاں آجاؤ، اُس طرح کا سامان ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ اس نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ تمھارے یہاں یہ سامان واقعی موجود ہے تو اسے ترک نہ کروں گا۔ بادشاہ نے پُوچھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بُتوں کی پرستش کو نقصان دہ کہتے ہو؟" اس نے جواب دیا۔ اس طرح نہیں کہا ہے، بادشاہ نے پوچھا "کس طرح کہا ہے؟" اس نے کہا "مَیں نے یوں کہا ہے کہ بُتوں کی پرستش بادشاہ کے لئے مُفید اور سقراط کے لئے مضر ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ وہ رعیت کی اصلاح کرے گا اور اپنا خراج وصول کرے گا مگر سقراط کو یہ علم ہے کہ اصنام اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ کیونکہ وہ تو ایک ایسے خالق کا اقرار کرتا ہے جو اسے رزق دیتا ہے اور اس کے بھلے بُرے کام کی جزا دے گا۔" بادشاہ نے پُوچھا "کوئی ضرورت ہے؟" اُس نے کہا "ہاں، اپنے جانوروں کی عنان میری طرف سے گھماؤ، تمھاری افواج نے دُھوپ کی روشنی مجھ سے چھین لی ہے۔" بادشاہ نے اسے دیبا وغیرہ سے بنا ہوا شاندار کپڑوں کا ایک جوڑا، جواہر اور بکثرت دینار بطور انعام دینے کا حُکم دیا، اس پر سقراط نے کہا "بادشاہ! تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ وہ سامان دوگے جو زندگی قائم کرے مگر تم نے تو وہ سامان فراہم کیا ہے جو موت کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ سقراط کو پتھروں، پودوں کے ٹکڑوں اور کپڑوں کے نقاب سے کیا غرض، اسے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اس کے ساتھ جہاں بھی جاتا ہے موجود رہتی ہے۔

اپنے کلام کے اندر فیثاغورس کی طرح سقراط بھی رمزیہ اشارات سے کام لیتا تھا۔ کلام کا نمونہ حسبِ ذیل ہے۔

— جہاں بھی زندگی کا سبب تلاش کروگے وہاں موت ہی پاؤگے۔ اور جہاں موت پاؤگے وہاں سمجھ لوگے کہ کس طرح زندگی گذارنی چاہئے یعنی جو شخص الٰہی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے جسم کو بقدرِ امکان مار کر تمام حسی افعال سے بے نیاز ہوجائے۔ اس وقت وہ حق کی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہو سکے گا۔

— گفتگو رات کو کیا کرو جہاں چمگادڑوں کے آشیانے نہیں ہوتے۔ یعنی تمھاری گفتگو خلوت

---

[1] سقراط الحب: کنوئیں کا سقراط

ہیں خود اپنے آپ سے ہونی چاہیئے، اپنے افکار کو مجتمع اور نفس کو روکو کہ کہیں کسی ہیولائی امر سے واقف نہ ہو جاؤ۔

— پانچوں روشندانوں کو بند رکھو تاکہ علّت کا مسکن روشن ہو سکے۔ یعنی غیر مفید باتوں میں گردش کرنے سے حواس خمسہ کو روکو تاکہ تمہارا نفس روشن ہو سکے۔

— ڈبیہ میں خوشبو بھرو۔ یعنی عقل کو بیان و فہم اور حکمت سے پُر کرو۔

— حوض مثلث کو خالی گھڑوں سے فارغ رکھو۔ یعنی قوائے نفسانی کی تینوں جنسوں میں جو تمام بدی کی اصل ہیں۔ پیش آنے والے تمام آلام کو اپنے قلب سے دُور کرو۔

— شیر دم نہیں کھایا کرتے۔ یعنی خطا کاری سے بچو۔

— میزان سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ یعنی حق سے باہر نہ جاؤ۔

— موت کے وقت چیونٹی نہ بن جاؤ۔ یعنی خود کو فنا کرنے کے وقت جتنی ذخائر جمع نہ کرو۔

— یہ علم رہے کہ کوئی زمانہ فصل بہار سے خالی نہیں ہوتا۔ یعنی کسی بھی زمانہ میں کسب فضیلت کے لئے کوئی شئے مانع نہیں ہے۔

— تین راہیں تلاش کرو، اگر نہ پاؤ تو گہری نیند سو جاؤ۔ یعنی علم الاجسام، علم مالا جسم لہٗ اور اس چیز کا علم جو جسم نہیں رکھتی مگر اجسام کے ساتھ موجود رہتی ہے ان میں جو نہ مل سکے اس سے باز رہو۔

— نو ایک سے کامل تر نہیں ہے۔ یعنی دس ایک عدد ہے، جو نو سے زیادہ ہے، دس ہونے کے لئے نو کی تکمیل ایک ہی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح نو فضائل بھی اللہ تعالیٰ کے خوف، اس کی محبت اور مراقبہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

— بارہ کے ذریعہ بارہ کا ذخیرہ کرو۔ یعنی بارہ اعضاء کے ذریعہ جن سے نیکی اور بدی کا اکتساب ہوتا ہے فضائل کا اکتساب کرو۔ یہ اعضاء شرم گاہ، دونوں کان، آنکھیں، نتھنے، زبان، دونوں ہاتھ اور پیر ہیں۔ نیز یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ بارہ مہینوں میں ان حمیدہ امور کو حاصل کرو جو اس عالم کے عرفان و تدبیر کے باب میں انسان کو کامل بناتے ہیں۔

— سیاہ بو اور سفید کاٹو۔ یعنی روؤں اور خوش رہو۔

تاج کو بلند کر کے اس کی بے حرمتی نہ کرو۔ یعنی عمدہ رسموں کو ترک نہ کرو کیوں کہ یہ سر پر تاج کی طرح

قوموں کو محیط ہوتی ہیں۔

اہل زمانہ نے جب اس سے بُت پرستی کے بارے میں پوچھا تو اس نے انھیں روکا، اسے باطل کہا، اور حکم دیا کہ اللہ واحد کی، جو باری خالق، صمد، حکیم اور قدیر ہے عبادت کرو، نہ کہ تراشے ہوئے پتھروں کی، جو نہ بولتے ہیں، نہ سُنتے ہیں، نہ کسی شے کا احساس کرتے ہیں، لوگوں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں پر اُبھارا، معروف کا حکم دیا، فواحش اور مُنکر سے روکا۔ اس حد تک اسے اعتماد تھا کہ اہل زمانہ سُنیں گے، راست تدبیر اور صحیح سیاست اختیار کرنے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی تلقین نہیں کی، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ عوام قبول نہ کریں گے[1]۔

وقت کے کاہنوں سرداروں اور شرفاء کو جب سقراط کی دعوت توحید کا علم ہوا اور دیکھا کہ وہ بُتوں کی نفی کرتا ہے اور لوگوں کو ان کی پرستش سے روکتا ہے تو انھوں نے اس کے خلاف قتل کا فیصلہ کرنے کی گواہی دی، اس پر قتل واجب کرنے والے آئینس کے گیارہ جج تھے۔ زہر پلانے والے کا نام قونیون تھا، کیونکہ ججوں نے جب سقراط کے قتل کا فیصلہ کر دیا تو بادشاہ کو بے حد تکلیف ہوئی، بایں ہمہ ججوں کی مخالفت کا یارا بھی نہ تھا۔ چنانچہ سقراط سے اس نے کہا "جس طرح کا قتل چاہو پسند کر لو"۔ سقراط نے زہر پینا پسند کیا۔ قتل کا معاملہ مہینوں مؤخر رہا۔ وجہ یہ تھی کہ جو کشتی ہر سال ہیکل افوطون سامان لاد کر بھیجی جاتی تھی وہ ہواؤں کی بندش سے موقوف ہو گئی تھی۔ یونانیوں کا معمول تھا کہ کوئی خون وغیرہ اس وقت تک نہیں بہاتے جب تک کشتی ہیکل سے واپس آئینس نہ آجاتی تھی۔ سقراط کے ساتھی اس پورے عرصہ میں اس کے یہاں قید خانہ میں آتے رہے۔ ایک دن وہ اندر آئے تو اقریطون نے کہا "کشتی کل یا پرسوں آجائے گی۔ ہم نے یہ کوشش کر لی ہے کہ آپ کی جانب سے ان لوگوں کو کچھ روپیہ پیسہ دے دیں اور آپ چھُپ کر رومیہ چلے جائیں، یہاں آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ سقراط نے کہا "تمھیں معلوم ہے چار سو درہم میرے پاس نہیں ہیں"۔ اقریطون نے کہا "میں نے یہ کہاں کہا ہے کہ آپ پر قرض کا بوجھ پڑے گا۔ ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ لوگوں کا مطالبہ آپ کی طاقت سے باہر ہے، یہ ہماری دولتیں حاضر ہیں، مطالبہ کا کئی گُنا ہم دے سکتے ہیں۔ آپ کی نجات کے لئے یہ ادائیگی ہم برضا و رغبت قبول کریں گے مگر آپ کو کھو کر مُصیبت میں مُبتلا ہونا پسند نہ کریں گے۔ سقراط نے کہا "اقریطون! جس ملک نے میرے خلاف کارروائی کرنے کا

---

[1] عقیدۂ توحید اور اجتناب شرک کی بُنیاد پر سیاسی نظام حکومت قائم کرنے کی جانب اشارہ ہے۔ (مترجم)۔

فیصلہ کیا ہے وہ میرا ملک ہے، میری قوم کا ملک ہے۔ اس ملک میں قید و بند کی مصیبت کا دَور قتل کا جو فیصلہ صادر ہوا ہے وہ تمھیں معلوم ہے، قتل کا مَیں مستحق نہیں ہوں، یہ سزا مجھے اس لئے دی جارہی ہے کہ مَیں ظلم کا مخالف ہوں اور ظالمانہ اعمال اور ملک کے باشندوں پر اس لئے طعن و تشنیع کرتا ہوں کہ وہ باری تعالیٰ کا کفر کرتے ہیں اور اسے چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ جس بات کی وجہ انھوں نے میرے خلاف قتل کا فیصلہ کیا ہے وہی بات ہر جگہ رہے گی، جس حال میں ہوں اس حال میں وہاں بھی مامون نہ رہوں گا۔" اقریطون نے کہا "آپ اپنے اہل و عیال اور ان کے ضیاع کا بھی تو خیال کیجئے۔" سقراط نے کہا "رومیہ میں ان کے ساتھ جو کچھ پیش آسکتا ہے وہی یہاں بھی پیش آئے گا۔ البتہ یہاں تم لوگ رہو گے، لہٰذا تمھارے ساتھ رہ کر ان کا برباد نہ ہونا زیادہ ممکن ہے۔"

تیسرے دن حسب معمول تلامذہ اس کے یہاں پہنچے۔ قیدخانہ کے داروغہ نے آکر دروازہ کھولا وہ گیارہ جج بھی اندر داخل ہوئے اور اور تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر سقراط کی بیڑیاں نکال کر واپس چلے گئے۔ داروغہ نے تلامذہ کو اندر داخل کیا یہ سب سلام کرکے بیٹھ گئے۔ سقراط تخت سے اُتر کر زمین پر بیٹھا اور پنڈلیاں کھول کر رگڑتے ہوئے کہا "الٰہی سیاست بھی کیسی حیرت انگیز ہے، اضداد کو باہم ایک دوسرے سے اس نے مربوط کر دیا ہے۔ چنانچہ جو لذت بھی ہے اس کے پیچھے الم اور جو الم بھی ہے اس کے بعد لذت آتی ہے۔ یہ گفتگو باہمی تبادلۂ خیالات کا موضوع بن گئی۔ چنانچہ سیمیاس اور فیدون نے کچھ نفسی افعال کے متعلق سوال کیا، باہم اس کثرت سے مذاکرہ ہوا کہ نفس کے بارے میں نہایت ٹھوس اور مکمل گفتگو ہو گئی۔ سقراط پر حسبِ سابق خوشی اور مسرت کے آثار تھے، بعض مقامات پر اس نے مزاح بھی کیا، اس کی بے ساختگی اور شدتِ حقارت سے موت کو دیکھنے پر لوگوں کو حیرت ہوتی رہی، حق کیا ہے اسے اس کی جگہ رکھ کر ڈھونڈھ نکالنے کے لئے دُور تک جانے سے اس نے گریز نہیں کیا، زمانۂ امن میں اس کے جو قلبی حالات و اخلاق ہوا کرتے تھے اس سے ذرا بھی ہٹنا گوارا نہ ہوا مگر حاضرین تھے کہ فراق کے تصوّر میں غم و حزن سے نڈھال ہو رہے تھے۔ سیمیاس نے کہا "اس حالت کے اندر آپ سے سوالات کرنے میں دُور تک جانا یقیناً ہم پر بے حد گراں ہے اور ہم اسے صحبت کا عیب سمجھتے ہیں مگر بحث و تحقیق کے اندر دُور تک جانے سے گریز کرنا کل کے لئے ہمارے دلوں میں ایک حسرت بن کر چبھتا رہے گا۔ اسی کے ساتھ ہم دُنیا میں اس ذاتِ گرامی کے وجود سے محروم بھی ہو جائیں گے جو ہماری مراد کا فاتح ہے۔" سقراط نے کہا "سیمیاس! کسی چیز کے سوال کرنے میں دُور تک جانا ہرگز ترک نہ کرنا۔ کیونکہ اسی سے میں خوش رہوں گا۔ میرے نزدیک اس حالت میں اور کسی اور دوسری حالت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اصل حیثیت تلاشِ حق کی عظیم خواہش کو

حاصل ہے۔ ہم گو کہ شریف اور ستودہ صفات رفقاء اور اصحاب سے محروم ہیں مگر پھر بھی ان نظریات میں یقین رکھتے ہیں جو ہماری زبانوں سے برابر سُنی جارہی ہیں ہم مآل کار میں ان دیگر اخوان تک پہنچ کر رہیں گے جو فضل و شرف میں کامل اور اوصاف محمودہ کے حامل تھے۔ مثلاً اسلادس، ارقلیس، ایارس نیز دیگر بزرگان قدیم جو نفسانی فضائل کے مالک تھے۔ نفس کے بارے میں جب گفتگو قطعی اور آخری مرحلہ سے گذر چکی تو دُنیا کی ہیئت، افلاک کی حرکتوں اور ترکیب عناصر کے متعلق تلامذہ و اصحاب نے سوالات کئے۔ ان سب کے سقراط نے جوابات دئے۔ ان باتوں سے فارغ ہوا تو اس نے کہا کہ اب میرے خیال میں وہ وقت آچکا ہے جس میں ہمیں غسل کرکے امکان کی حد تک نماز پڑھ لینی چاہئے۔ ہم کسی کو تکلیف نہ دیں گے کہ وہ مُردوں کو غسل کرائے کیونکہ ارماماتی نے ہمیں پکارا ہے اور ہم زاوس کے پاس جاتے رہے ہیں۔ اور تم لوگ اپنے اہل و عیال کے یہاں چلے جاؤ گے۔" اس کے بعد اُٹھ کر ایک گھر میں داخل ہوا، غسل کیا اور دیر تک نماز پڑھی لوگ بیٹھے اس مصیبت عظمیٰ کا تصوّر کر رہے تھے جو سقراط پر اور اس کے ضائع ہونے سے ان پر نازل ہو چکی تھی۔ وہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک حکیم، ایک عالم اور ایک مشفیق باپ ان سے چھین لیا جائے گا جس کے بعد وہ یتیم ہو کر رہ جائیں گے۔ سقراط نے بیت الصلاۃ سے نکل کر اپنے بچوں اور عورتوں کو بُلایا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ایک بڑا دو چھوٹے۔ انھیں وصیت کرکے رُخصت کیا۔ اقریطون سے پوچھا "آپ اپنے اہل و عیال وغیرہ کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟" اس نے کہا "کوئی بات نہیں، بس وہی جو ہمیشہ کہتا رہا ہوں، اپنے نفس کی اصلاح کرو، ایسا کرو گے تو مجھے اور ان تمام لوگوں کو خوش کرو گے جو میری راہ پر ہیں۔" پھر تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اسی کے ساتھ پوری جماعت خاموش رہی۔ ان گیارہ ججوں کا خادم آگے بڑھا اور سقراط سے کہا "جو منظر مَیں دیکھ رہا ہوں اس سے آپ کی جرأت اور بے باکی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی موت کا سبب مَیں نہیں ہوں، موت کا سبب تو وہ گیارہ جج ہیں۔ مَیں تو مامور ہوں۔ مجبور ہوں۔" اس کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، وہ واپس چلا گیا تو سقراط نے کہا "تم اپنا کام کرو، تم بے قصور ہو۔" پھر تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اس کے بعد اقریطون کی جانب متوجہ ہو کر کہا "اس شخص کو حکم دو کہ میری موت کا شربت لے آئے۔" اس نے غلام کو حکم دیا کہ اس شخص کو بُلا لائے، چنانچہ وہ شخص اپنے ساتھ شربت لے کر آیا، سقراط نے پیالہ لے کر پی لیا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ سقراط نے زہر پی لیا ہے تو ان پر آہ و بکا کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ بے خود سے ہو گئے۔ باآواز بلند انھوں نے رونا شروع کیا، سقراط نے لپک کر انھیں ملامت کی اور کہا "عورتوں کو ہم نے اس لئے واپس کر دیا تھا کہ اُن کا یہ حال نہ ہو، چنانچہ شرما کر

اور تعمیل کی خاطر بادل نخواستہ وہ رُک گئے، تھوڑی دیر سقراط نے چہل قدمی کی، پھر خادم سے کہا "دونوں پیر بوجھل ہو چکے ہیں، خادم نے کہا لیٹ جائیے" چنانچہ وہ لیٹ گیا تو غلام نے ٹٹول کر پیروں کو دبایا اور پوچھتا رہا کر دباتے کا کچھ احساس ہو رہا ہے یا نہیں؟ سقراط نے کہا "نہیں" اس کے بعد اس نے نہایت سختی سے دبا کر پوچھا "کچھ احساس ہوا؟" اس نے کہا "نہیں" پھر دونوں پنڈلیوں کو اسی طرح دبایا اور وقتاً فوقتاً پوچھتا رہا۔ اور وہ نفی میں جواب دیتا رہا۔ آہستہ آہستہ وہ منجمد ہونے لگا، ٹھنڈک بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ اس کا اثر کمر تک پہنچ گیا تو خادم نے ہم سے کہا "ٹھنڈک دل تک پہنچ جائے تو سمجھئے کام تمام ہو گیا"۔ اقریطون نے سقراط کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "امام حکمت! ہماری عقلیں آپ کی دانش سے دُور نہیں ہو رہی ہیں، کچھ نصیحت فرمائیں" اس نے کہا "سب سے پہلے مَیں نے تمھیں جو حکم دیا ہے اسے لازم رکھنا" پھر اس نے اقریطون کا ہاتھ پکڑ کر اپنے رُخسار پر رکھ کر کہا "مجھے جو چاہو حکم دو" مگر اقریطون نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد سقراط نے آنکھیں ایک جانب کو مرکوز کر دیں اور کہا "مَیں نے اپنی جان قابض الحکماء کے سُپرد کی اور پھر موت کی آغوش میں پہنچ گیا"۔ اقریطون نے آنکھیں بند کر کے دونوں جبڑوں کو باندھا افلاطون بیمار ہونے کی وجہ سے اس وقت حاضر نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ سقراط نے بارہ ہزار شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد چھوڑے، مبشرین فاتک کہتا ہے "یہ گورا اسُرخی مائل نیلگوں رنگ کا تھا، ہڈیاں عُمدہ، بدصورت، دونوں مونڈھوں کے مابین ننگی، سُست رفتار، حاضر جواب، داڑھی کے بال بکھرے ہوتے اور درمیانہ قد تھا۔ سوال کیا جاتا تو تھوڑی دیر سر جُھکانے کے بعد موثر الفاظ میں جواب دیتا۔ کثرت سے تنہائی پسند، کم خور، سخت عبادت گزار اور بکثرت موت کو یاد کرتا اور سفر کم کرتا تھا۔ لباس معمولی تھا۔ خوش گفتار بارعب اور نہایت مرقانس تھا، اس کے اندر کوئی نقص نہ تھا، ایک سو سال سے اُوپر کی عُمر میں زہر پینے سے موت واقع ہوئی"۔

افلاطون نے ایک کتاب بعنوان "احتجاج سقراط علیٰ اہل ایثینتہ" لکھی ہے جس میں اس نے سقراط کا قول بہ ایں الفاظ نقل کیا ہے۔

"گو عمر کی ستر منزلیں طے کر چکا تھا مگر عدالت کو اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مشکل سے انگیز کیا ہو"۔

یہ احتجاج سقراط نے اہل ایثینہ کے خلاف اپنی موت سے کچھ عرصہ پیشتر کیا تھا۔ اسحاق بن حنین رقمطراز ہے۔

"سقراط نے افلاطون کے لگ بھگ عمر پائی تھی۔

اسحاق ہی کا بیان ہے۔

اُفلاطون اَسّی سال زندہ رہا"۔

حنین بن اسحاق نوادر الفلاسفہ میں لکھتا ہے۔

"سقراط کی انگوٹھی کے نگینہ پر حسبِ ذیل عبارت نقش تھی"۔

"من غلب عقلہ ہواہ افتضح" (جس کی عقل پر خواہش غالب ہوئی وہ رسوا ہوا)

سقراط کے حِکم و آداب

امیر مبشر بن فاتک کے بیان سے :

— حیرت ہے دُنیا کے فنا ہو جانے کا علم جسے ہے وہ کس طرح لافانی حقیقت سے غافل ہے۔

— نفوس مختلف اشکال ہیں، جو شکلیں ایک جیسی ہوتی ہیں وہ متفق اور جو متضاد ہوتی ہیں وہ مختلف ہوتی ہیں۔

— نفوس کا اتّفاق و اختلاف ان کے اپنے ارادوں کے اتّفاق و اختلاف پر مبنی ہیں۔

— نفس ہر شئے کا جامع ہے جو اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے وہ ہر شئے کو پہچان لیتا ہے اور جو اپنی ہستی سے ناواقف ہے وہ ہر شئے سے ناواقف ہے۔

— جو اپنی ذات پر بخل کرتا ہے وہ دوسروں کے حق میں زیادہ بخیل ہوتا ہے اور جو اپنی ذات پر فیاضی کرتا ہے اسی سے جود و سخا کی امید ہوتی ہے۔

— خود کو پہچاننے والا ضائع نہیں ہوتا مگر جو خود کو نہیں پہچانتا وہ کس قدر زیاں کار ہے۔

— عُمدہ نفس کو تھوڑا ادب کافی مگر بدنفس پر زیادہ ادب بھی بے اثر ہوتا ہے کیونکہ خبیث الاصل ہے۔

— لاعلم حضرات خاموش رہیں تو اختلاف مِٹ جاتا ہے۔

— چھ اشخاص ہیں جن سے رنج و غم جُدا نہیں ہوتا۔

— ۱ و ۲۔ بغض و حسد رکھنے والے، والا ۳۔ پہلی بار دولت پانے والا، ۴۔ محتاجی سے ڈرنے والا غنی، ۵۔ عہدہ کا طالب نااہل، اصحاب ادب کا ہم نشیں، ۶۔ بے ادب

— جو اپنے راز پر قابو رکھتا ہے اس کی بات لوگوں سے مخفی رہتی ہے۔

— بھلائی سے بہتر وہ شخص ہے جو اسی پر عمل کرے اور بدی سے بدتر وہ شخص ہے جو بدعمل ہو۔

— عقلیں وہبی ہوتی ہیں اور علوم کسبی۔

— تم کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک تمہارا دُشمن تم سے مامون نہ ہو، پھر تمہارے کمال کی کیا صورت ہو گی جب تمہارا دوست تم سے مامون نہ ہو۔

— اس شخص سے بچو جس سے تمہارا دل نفرت کرتا ہو۔

— دُنیا بے رغبت کے لئے قید خانہ اور رغبت رکھنے والوں کے لئے جنّت ہے۔

— ہر شئے کا ایک انجام ہے، قلب ذخیرہ کا انجام بعجلت راحت اور نفس پاکیزہ کی خوش گواری کا باعث ہے۔

— دُنیا اس آگ کی مانند ہے جو کسی مجمع میں روشن کی گئی ہو، جس نے راہ میں روشنی کے لئے یہ آگ ساتھ لے لی ہو تو محفوظ مگر جو جم کر اس کا ذخیرہ کرے گا اس کی تپش اسے جلا دے گی۔

— جس نے دُنیا کا اہتمام کیا اس نے اپنی ذات کو ضائع کر دیا اور جس نے نفس کا اہتمام کیا وہ دُنیا سے بے رغبت ہوا۔

— طالب دُنیا کی امید بر آئی تو اسے دوسروں کے لئے دیتا جائے گا، نہیں آئی تو غم کے مارے مرے گا۔

— غلط کار پر اس کی غلطی لوٹاؤ نہیں، کیونکہ وہ تم سے معلومات کرے گا اور تجھے دُشمن بنالے گا۔

— کہا گیا "ہم نے تجھے کبھی مغموم نہیں پایا" اس نے کہا "میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہ ضائع ہو تو اس پر غم کروں"

— کوئی یہ چاہتا ہو کہ اس کی خواہش فوت نہ ہو تو ممکن کی خواہش کرے۔

— جس سے ملو محبّتی کی اچھی تعریف کرو، کیونکہ محبّت کی بُنیاد حسن تعریف ہے، جبکہ دُشمنی کی بنیاد سُوءِ تعریف ہے۔

— کِسی کام کا تجھے سربراہ بنایا جائے تو اصحاب بد کو دُور رکھو، کیونکہ ان کے سارے عیوب تمہاری جانب ہی منسوب ہوں گے۔

— ایک شریف النسل بدخلق نے اس سے کہا "سقراط! اپنی نسل کی ذِلّت سے کراہیت نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا "تمہاری نسل تم تک ختم ہو رہی ہے اور میری نسل مجھ سے شروع ہو رہی ہے۔

— سب سے عُمدہ کام اعتدال کے ہیں۔

— دُنیا والوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی کتاب کی تصویریں، ایک ورق کھُلتا ہے تو دوسرا بند ہو جاتا ہے۔

— صبر ہر کام کا معین اور مددگار ہے۔

— جو تیز چلتا ہے اسے ٹھوکریں زیادہ لگتی ہیں۔

— آدمی کی عقل اس پر سب سے زیادہ غالب نہ ہو تو جو شئے سب سے زیادہ اس پر غالب ہو گی اسی میں اس کی بربادی ہو گی۔

— حکیم جب تک جسمانی خواہشات پر غالب نہیں ہوتا حکیم نہیں ہوتا۔

— اپنے والدین کے ساتھ ویسے ہی رہو جس طرح چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ رہے۔

— دانشور کو چاہئے کہ جاہل کو اسی طرح مخاطب کرے جس طرح طبیب مریض کو مخاطب کرتا ہے۔

— طالب دُنیا کی عُمر کم اور فکر زیادہ ہوتی ہے۔

— ذخیرہ ایک مخدوم ہے۔ جو اپنی ذات کے علاوہ کسی اور کی خدمت کرتا ہے وہ آزاد نہیں ہوتا۔

— پُوچھا گیا "سب سے قریب تر ہ" جواب دیا "موت"
اور "سب سے متنشر ہ" جواب دیا "آرزو"
اور "سب سے مانوس تر ہ" جواب دیا "موافق دوست"
اور "سب سے وحشت ناک ہ" جواب دیا "موت"

— جو شریر ہوتا ہے، موت اس کے شر سے راحتِ عالم کا سبب بن جاتی ہے۔

— انسان کے لئے زبان ایک اور کان دو اس لئے بنائے گئے ہیں کہ بولنے سے زیادہ سُنے۔

— شہنشاہ وہ جو اپنی خواہش کو قابو رکھے۔

— پوچھا گیا "سب سے لذیذ شئے ہ" جواب دیا "ادب سے استفادہ اور اَن سُنی خبروں کا سُننا۔

— سب سے عُمدہ چیز جو بچّوں کو لازم ہے ادب ہے۔ اس کا سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ یہ خراب کاموں سے رشتہ کاٹ دیتا ہے۔

— انسان کا سب سے نفع بخش ذخیرہ مخلص دوست ہے۔

— خاموش رہنے والے کو عجز کلامی کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے اور وہ محفوظ رہتا ہے بولنے والے کو فضول گوئی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اس لئے شرمندہ ہوتا ہے۔

— موت کو بے وقعت سمجھو۔ کیونکہ اس کی تلخی اس کا اندیشہ کرنے میں ہے۔

— پوچھا گیا "عمدہ ذخیرہ؟" "جو خرچ کرنے سے بڑھتا ہو"

— مشکور وہ ہے جو راز پوشیدہ رکھنے کی خواہش پر اسے پوشیدہ رکھے۔ باقی جس نے راز پوشیدہ رکھنے کی خواہش کی ہے اس پر تو پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔

— دوسروں کا راز اسی طرح پوشیدہ رکھو جس طرح چاہتے ہو کہ دوسرے تمھارا راز پوشیدہ رکھیں۔

— تمھارے سینہ کے اندر تمھارے اپنے راز کی سمائی نہ ہو تو دوسروں کا سینہ تو اس کے لئے اور زیادہ تنگ ہوگا۔

— پوچھا گیا "دانشور مشورہ کیوں کرتا ہے؟" جواب دیا "اس لئے کہ وہ رائے کو خواہش سے پاک رکھنا چاہتا ہے"

— جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اس کی زندگی خوشگوار۔ اس کی سلامتی دائم اور دلوں میں اس کی محبت جاگزیں ہو گی، اور جس کے اخلاق بُرے ہوں گے اس کی زندگی بے کیف، اس کی مکر وہیت دائم اور دل متنفر ہوں گے۔

— حُسن اخلاق دوسری صفات مذمومہ کو ڈھانک لیتا ہے اور بد خلقی دیگر محاسن کو بھی مذموم بنا دیتی ہے۔

— حکمت کا سرا حسن خلق ہے۔

— نیند ایک ہلکی موت اور موت ایک لمبی نیند ہے۔

— ایک شاگرد سے کہا "زمانہ کی طرف مائل نہ ہونا کیونکہ اپنی جانب مائل ہونے والوں کے حق میں یہ تیزی سے خیانت کرتا ہے۔

— کسی حالت میں زمانہ سے کوئی خوش ہوگا تو دوسری حالت میں اس سے تکلیف ہو گی۔

— دُنیا کی محبت جو اپنے دِل میں داخل کرے گا اس میں تین صفات بھر جائیں گی۔

۱۔ احتیاج جس سے بے نیازی نصیب نہ ہو گی۔

۲۔ آرزو جس کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔

۳۔ مصروفیت، جو ختم ہونے کا نام نہ لے گی۔

— اپنا راز پوشیدہ رکھنے کے لئے تم کسی کے ضرورت مند ہو تو اس کے یہاں اپنا راز نہ رکھنا۔

— پُوچھا گیا "دریا کا پانی شور کیوں ہو گیا ہے؟" اس نے کہا "اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اسے سمجھ لینے سے فائدہ کیا ہے تو سبب بتاؤں۔

— جہل سے زیادہ نقصان دہ کوئی نقصان اور عورتوں سے بڑھ کر بدی کوئی بدی نہیں ہے۔

— ایک بچّی کو دیکھا کہ لکھنا سیکھ رہی ہے۔ اس پر کہا "بدی کو اور زیادہ بد نہ بناؤ"

— شیطان کی چالوں سے جو نجات چاہتا ہو وہ ہرگز کسی عورت کی اطاعت نہ کرے۔ کیوں کہ عورتیں تیار کردہ ایک زینہ ہیں۔ شیطان کے پاس اس کے علاوہ کوئی تدبیر نہیں کہ وہ اس زینہ کو استعمال کرے۔

— ایک شاگرد سے کہا "پیارے بیٹے! اگر عورتیں ضروری ہی ہوں تو ان سے مُلاقات اس طرح رکھو جیسے مُردار کھانا، مُردہ مجبوری کی حالت ہی میں کھاؤ گے۔ اور اُتنا ہی کھاؤ گے جتنے میں اپنی جان بچا سکو، اگر ضرورت سے زیادہ کوئی کھالے گا تو بیمار ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

— پوچھا گیا "عورتوں کے باب میں کیا فرماتے ہیں؟" جواب دیا "عورتیں دفلی (ایک درخت) کے مانند ہیں، یہ نہایت خوب صُورت اور بارونق ہوتا ہے مگر سادہ لوح اسے کھا لیتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے"

— پوچھا گیا "عورتوں کی مذمت کرنا کس طرح جائز ہے، اگر وہ نہ ہوتیں تو آپ اور آپ جیسے دوسرے حکماء پیدا نہ ہوتے؟" جواب دیا "عورت کی مثال کانٹے دار کھجور کے درخت کی ہے۔ کانٹا کسی انسان کے جسم میں داخل ہو جائے تو اسے ہلاک کر دے گا۔ مگر اس کا پھل کیا ہوتا ہے۔ تازہ خرما۔

— ارشیجانس نے اس سے کہا "اہل شہر سے جو گفتگو آپ نے کی ہے وہ مقبول نہ ہو گی" اس نے جواب دیا "میرے لئے تکلیف دہ یہ نہیں ہے کہ وہ مقبول نہ ہو گی۔ تکلیف دہ یہ ہے کہ وہ صحیح نہ ہو۔

—— جسے حیا اور شرم نہ ہو اسے خاطر میں نہ لاؤ۔
—— کسی منکرِ احسان کا انکار تجھے احسان سے باز نہ رکھے۔
—— جاہل وہ ہے جو کسی پتّھر سے دو بار ٹھوکر کھائے۔
—— تعلیم و تربیت کے لئے تجربے، موعظت و نصیحت کے لئے انقلاب زمانہ اور عرفان کے لئے سماج والوں کے اخلاق کافی ہیں۔
—— یاد رکھو جو لوگ گذر گئے ہیں انہی کے پیچھے تم بھی جا رہے ہو۔ جو لوگ فوت کر گئے ہیں۔ ان کی جگہ تم مُقیم ہو، اور جس عنصر سے تمھاری آفرینش ہوئی ہے اسی کی جانب لوٹ رہے ہو۔
—— عبرت و موعظت حاصل کرنے والوں کے لئے گردش ہائے دھر کافی ہیں۔ جو دن بھی زمانہ میں آتا ہے اپنے ساتھ ایک نیا علم لاتا ہے۔
—— آفتوں کے پیش آنے سے نعمت میں رہنے والوں کی نعمتیں مکدر ہو جاتی ہیں۔
—— مافات کی فکر جسے کم ہو گی اس کا دِل راحت سے پُر اور ذہن روشن ہو گا۔
—— نعمتوں کا جو شکر ادا نہ کرے گا اس کی نعمتوں میں اضافہ نہ ہو گا۔
—— کسی چیز سے احتراز کرنے والا گاہ اسی چیز سے اس پر آفت آتی ہے۔
—— غُصّہ کا علاج خاموشی سے کرو۔
—— نیک نامی دولت سے بہتر ہے کیونکہ دولت فنا ہو جاتی ہے نیک نامی باقی رہتی ہے۔ حکمت ایک ایسی دولت ہے جو نہ معدوم ہوتی ہے نہ مضمحل۔
—— حلال کی موجودگی میں فقر ہو تو اسے پسند کرو، حرام کے ساتھ غنا کو پسند نہ کرو۔
—— سب سے عُمدہ چلن یہ ہے کہ کمائی پاک ہو اور خرچ بہ اندازہ
—— تجربہ کار علم میں اور مومن یقین کے اندر بڑھتا جائے گا۔ جسے یقین حاصل ہو گا وہ جد و جہد سے عمل کرے گا، جو عمل کا حریص ہو گا اس کی طاقت بڑھے گی، جو سُستی کرے گا اس کا ضعف بڑھے گا، جو پس و پیش کرے گا شک و شبہ اس کا زیادہ ہو گا۔"
—— سقراط کا ایک شعر ہے جسے عربی میں موزوں کر دیا گیا ہے۔

ے انما الدنیا و ان وُمِقّت   خَطُرۃٌ من لَحظ مُلتَفِت

ترجمہ

دنیا گو ہے، محبوب مگر   ہے ایک نگہِ التفات کی بات

—— تمھارے دل میں جو کچھ ہو اس کا اظہار ہر کسی سے نہ کرو۔ لوگ اپنے سامانوں کو گھروں کے اندر چھپاتے تو ہیں مگر یہ کتنی بُری بات ہے کہ اپنے دِلوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا اظہار کر بیٹھتے ہیں۔
—— اگر "لا اعلم" (مجھے نہیں معلوم) کے پیچھے یہ بتانا نہ ہوتا کہ میں جانتا ہوں تو میں "لا اعلم" ہی کہتا۔
—— ذخیرہ غم و آلام کا سرچشمہ ہے، لہٰذا غم و آلام کا ذخیرہ نہ کرو۔
—— ذخیرہ کم کرو، مُصیبتیں کم ہوں گی۔

تصنیفات

سقراط کی جانب حسبِ ذیل کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔
فلسفہ اور سنت کے درمیان موازنہ۔ بھائیوں کے نام ایک مکتوب، کتاب معاتبۃ النفس، مقالۃ فی السیاسۃ، کہا جاتا ہے کہ رسالہ "السیرۃ الجمیلۃ" کی نسبت اس کی جانب صحیح ہے۔

افلاطُون

افلاطون کو فلاطن، افلاطن اور فلاطون بھی کہتے ہیں۔ سلیمان بن حسان معروف بہ ابن جلجل کہتا ہے، افلاطون حکیم شہر اثینیا کا باشندہ تھا، یہ رُومی، فیلسوف، یونانی، طبیب اور ہندسہ اور طبائع اعداد کا عالم تھا۔ طب میں اس کی ایک کتاب ہے جسے اس نے اپنے شاگرد طیماوس کو بھیجا تھا۔ فلسفہ میں اس کی چند تصنیفات اور اشعار ہیں۔ ترکیب کے موضوع پر اس کی ایک بے نظیر تصنیف ہے جس میں اس نے دیباگی صنعت کا انکشاف کیا ہے۔ اس کتاب کے اندر اس نے پانچوں ترکیبی نسبتیں بیان کی ہیں اور بتایا ہے کہ تمام مُرکّبات کے اندر ان کے علاوہ کوئی اور شئے موجود نہیں ہے۔ طبائع اعداد کے علم کا احاطہ اور پانچوں ترکیبی نسبتوں کی معرفت کے بعد اس نے تمام عالم اور مرکب اجزاء کے موانع معلوم کئے ہیں جو اپنے مختلف رنگوں کے ساتھ ملے جلے ہیں اور بقدر نسبت ان کی ترکیب و تالیف ہوئی ہے۔ اس طرح وہ علم تصویر تک پہنچا ہے، اس نے ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلی حرکت وضع کی ہے جو تمام حرکتوں کی جامع ہے، پھر اسے عددی نسبت سے تقسیم کیا ہے اور اس کی بُنیاد پر مرکب اجزاء وضع کئے ہیں اور تصویر التصویرات کے علم تک پہنچا ہے۔ اس طرح دیباگی صنعت

اور اس کے ذریعہ ہر مُرکب کا فن وجود میں آگیا ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔

فلسفہ پر اس نے ایک حیرت انگیز گفتگو پیش کی ہے، اہل زمانہ کے لئے اس نے احکام و حدود بھی وضع کئے ہیں، اس سلسلہ میں اس کی ایک کتاب سیاست کے موضوع پر اور ایک کتاب احکام و نوامیس پر ہے۔ یہ دارا یطو کی حکومت میں تھا، جو دارا کا جسے اسکندر نے قتل کیا تھا باپ تھا بقراط کے بعد یہ اسکندر کے والد فیلبس کی حکومت میں آیا۔ ایرانی اس زمانہ میں روم اور یونان دونوں پر حکومت کر رہے تھے۔

مبشر بن فاتک مختار الحکم و محاسن الکلم میں رقمطراز ہے۔

"یونانی زبان میں افلاطون کے معنی عمیم اور وسعت رکھنے والے کے ہیں، باپ کا نام ارسطن تھا، والدین کا شمار یونانی شرفاء میں تھا، یہ دونوں ہی اسقلیبوس کی نسل سے تھے۔ ماں خاص طور پر سولون صاحب شرائع کی نسل سے تھی۔ افلاطون نے سب سے پہلے زبان و ادب اور شعر و شاعری کی تعلیم حاصل کی اور اس میں بڑا کمال پیدا کیا، حتیٰ کہ ایک دن سقراطیس کے یہاں پہنچا، یہ شعر و شاعری کو معیوب سمجھتا تھا، مگر افلاطون کی زبان سے جو کچھ سُنا اس نے اسے حیرت میں ڈال دیا، اور جو شعری سرمایہ اس کے پاس موجود تھا، اسے حقیر نظر آنے لگا۔ افلاطون نے سقراط کی صحبت اختیار کر لی اور پورے پانچ سال رہ کر سماعت کی، اس کے بعد اس نے مصر کا رُخ کیا جہاں فیثاغورس کے اصحاب سے مختلف علوم حاصل کئے۔ سقراط کی صحبت میں آنے سے پہلے حکمت میں وہ ایرقلیطوس کے نظریہ کی طرف مائل تھا، مگر سقراط سے کسب فیض کے بعد ایرقلیطوس کا نظریہ ترک کر دیا، اشیاء محسوسہ میں وہ ایرقلیطوس اشیاء معقولہ میں فیثاغورس اور امور تدبیر میں سقراط کا تبع تھا۔ مصر کے بعد وہ اثینیا واپس آیا۔ اور یہاں حکمت کے دو دار العلوم تعمیر کئے جہاں لوگوں کو تعلیم دیتا رہا۔ اس کے بعد سیقلیا آیا، جہاں دیونومیوس متغلب کے ساتھ اس کا ایک واقعہ پیش آیا۔ جس سے وہ بیحد مُشکلات میں گھر گیا، اس سے گلو خلاصی کے بعد اثینیا واپس آیا اور یہاں عُمدہ سیرت اور اچھے اخلاق کے ساتھ رہنے لگا۔ اس نے کمزوروں اور بے سہاروں کی مدد کی، لوگوں نے اسے اپنا سربراہ بنانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں اس سیاست کے برعکس دیکھتا تھا جسے وہ برحق تصور کرتا تھا، یہ لوگ اپنی ہی سیاست کے عادی تھے۔ یہ سیاست ان کی رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی، افلاطون نے سمجھ لیا تھا کہ اس سیاست سے ہٹانا ممکن نہیں ہے۔ اگر ہٹانے کی کوشش کی تو اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس کے استاد سقراط کا ہو چکا تھا۔ گو سقراط نے سیاست کے میدان میں قدم نہ رکھا تھا۔"

افلاطون نے اکیاسی سال کی عُمر پائی۔ خوش اخلاق، شریفانہ افعال کا مالک، اور اقرباء اور اجنبیوں کے ساتھ کثرت سے احسان کرتا تھا۔ نہایت باوقار، حلیم اور صابر تھا۔ بکثرت شاگرد تھے۔ اس کے بعد مسند تدریس اثینیا میں دو شخصوں نے سنبھالا، ایک بمقام اقادیمیا اور ایک لوقین ہیں پہلے کا نام کسانوقراطیس اور دوسرے کا ارسطوطالیس تھا۔ یہ اپنی حکمت کا کلام رمزی اسلوب میں پیش کرتا تھا، پوشیدہ اور معمہ کے طور پر اس لئے پیش کرتا تھا کہ صرف حکمت داں حضرات ہی سمجھ سکیں۔ اس نے طیماوس اور سقراطیس سے درس لیا تھا اور دونوں سے اس نے ان کے اکثر نظریات قبول کر لئے تھے۔ بکثرت کتابیں تصنیف کیں، جن تصنیفات کے نام ہمیں معلوم ہو سکے ہیں ان کی تعداد ۶۵ ہے۔ تصنیفات کی اس فہرست میں کچھ بڑی کتابیں ہیں جو متعدد مقالات پر مشتمل ہیں، اس کی تصنیفات ایک دوسرے سے چار چار کر کے مربوط ہیں، ان میں اس خاص مقصد کو پیش کیا گیا ہے، جس پر عام مقصد مشتمل ہوتا ہے۔ ہر چار کتابوں کو "رابوع" کا نام دیا گیا ہے۔ ہر رابوع ماقبل کے رابوع سے متصل ہے۔

یہ گندم گوں، خوب صورت اور معتدل قد و قامت کا تھا، سلوٹیں مکمل، داڑھی خوبصورت عارض کے بال کم، پُر سکون، متواضع، آنکھیں سُرخی مائل، سفیدی چمکتی ہوئی، نچلی تھوڑی میں سیاہ تل تھا۔ گفتگو پُر لطف تھی، خلوت پسند، صحراء اور تنہائی کا عادی تھا، اس کے رونے کی آواز سے اکثر معلوم ہوتا تھا کہ وہ کہاں پر ہے، رونے کی آواز صحراء میں دو میل تک سُنی جاتی تھی۔

اسحٰق بن حنین کا بیان ہے کہ افلاطون اَسّی سال زندہ رہا۔ نوادر الفلاسفہ والحکماء میں حنین بن اسحاق لکھتا ہے کہ اس کی انگوٹھی کے نگینہ پر حسب ذیل عبارت منقوش تھی۔

"تحریک الساکن أسهل من تسکین المتحرک"

(متحرک کو ساکن کرنے کے مقابلہ میں ساکن کو متحرک کرنا زیادہ آسان ہے)

افلاطون کے آداب و مواعظ

مبشر بن فاتک رحمۃ اللہ اپنی کتاب کے اندر افلاطون کے حسب ذیل اقوال رقم فرماتے ہیں۔

— رسم و رواج کا ہر شئے پر اقتدار ہوتا ہے۔

— حکیم جب لوگوں سے بھاگے تو اسے تلاش کرو، اور وہ لوگوں کو تلاش کرے تو اس سے تم بھاگو۔

— جو شخص اپنی دولت مندی میں بھائیوں کے ساتھ مواسات نہیں کرتا بھائی اسے فاقہ کی حالت میں چھوڑ دیں گے۔

— پوچھا گیا "حکمت اور دولت ایک ساتھ مجتمع کیوں نہیں ہوتے ہیں؟" اس نے کہا "فضل و کمال کی عزت اسی میں ہے۔"

— "سیاست کے لئے سب سے زیادہ حقدار کون ہے جسے یہ امانت سونپی جائے؟" اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا "وہ شخص ہے جو اپنی ذات کی تدبیر میں عمدہ مذہب اختیار کرتا ہو۔"

— پوچھا گیا "وہ کون شخص ہے جو سارے عیوب اور برے افعال سے محفوظ رہتا ہے" جواب دیا "ایسا جس کی عقل وزیر، جس کا احتیاط مواعظ و نصائح، جس کی زمام قائد جس کا صبر تقویٰ جس کا معین و مددگار خوف الٰہی جس کا ہم نشین اور موت کی یاد جس کی رفیق ہو۔"

— بادشاہ دریا کے مانند ہوتا ہے جس سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں، اگر یہ شیریں ہو تو نہریں بھی شیریں اور شور ہو تو نہریں بھی شور ہوں گی۔

— اگر چاہتے ہو کہ دائمی لذت سے شاد کام رہو تو لذیذ شئے پوری کی پوری استعمال نہ کرو، بلکہ تھوڑا چھوڑ دو، یہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

— جنگ کے میدان میں عقل و دانش سے آزاد ہو کر صرف شجاعت کا مظاہرہ کبھی نہ کرنا۔ کیونکہ عقل کے مقامات کچھ ایسے ہیں کہ شجاعت کے بغیر تکمیل پا جاتے ہیں مگر شجاعت عقل سے بے نیاز نہیں ہے۔

— ادب کی انتہا یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات سے شرمائے۔

— مجھے دکھ صرف تین آدمیوں پر ہے۔ مالدار جو محتاج ہو جائے، عزیز جو ذلیل ہو جائے، اور حکیم جو جاہلوں کا کھلونا بن جائے۔

— بدوں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ کیوں کہ اپنے امان کا وہ تم پر احسان جتائیں گے۔

— کام کے اندر تیز رفتاری نہیں عمدگی پسند کرو۔ کیونکہ لوگ یہ نہیں پوچھیں گے کہ کام کب ختم ہوا بلکہ یہ پوچھیں گے کہ کتنا عمدہ ہوا۔

— آزاد کے ساتھ احسان کرنا اسے مکافات پر مگر ذلیل کے ساتھ احسان کرنا اسے دوبارہ سوال کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

— بدوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کی برائیوں کے پیچھے چلتے اور ان کی خوبیاں ترک کر دیتے ہیں جس طرح مکھیاں جسم کے گندے مقامات پر بیٹھتی اور صاف مقامات کو چھوڑ دیتی ہیں۔

— اپنے دشمن کو حقیر نہ سمجھو ورنہ اندازہ سے زیادہ تم پر زیادتیاں کر بیٹھے گا۔

— آدمی کی خیریت مکمل اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اختلاف کرنے والوں کا دوست بن جاتا ہے۔

— زندگی میں علم اور دولت حاصل کرو تمہیں لوگوں کی سربراہی حاصل ہو گی۔ کیونکہ لوگ خواص و عوام کا مجموعہ ہوتے ہیں، خواص تمہارے علم اور عوام تمہاری دولت سے متاثر ہوں گے۔

— شرافت خاندان کے ساتھ جس کے اندر شرافت نفس بھی ہو اس نے اپنا واجبی حق ادا کر دیا، اور دلیل کے ساتھ افضلیت کا دعویدار ہوا۔ مگر جو اپنے نفس سے غافل رہے گا اور "پدرم سلطان بود" پر اعتماد کرے گا وہ واجبی حق ادا نہ کرے گا، نہ ہی اس بات کا مستحق ہو گا کہ دوسروں پر اسے فوقیت دی جائے۔

— شہوت کا طاقتور غلام نہ خریدو، کیونکہ تمہارے سوا اس کا ایک آقا اور ہے، نہ ہی غصہ ور غلام خریدو، ورنہ تمہاری ملکیت میں رہ کر تمہیں پریشان کرے گا، اور نہ ہی دانشور غلام خریدو، ورنہ تم سے آزاد ہونے کی تدبیر کرے گا۔

— زیادہ خیر خواہی کے ساتھ وہ مدارات بھی کام میں لاؤ جو خائن حضرات روا رکھتے ہیں، اپنے ہمسروں پر تمہیں جو فوقیت حاصل ہے اس کی وجہ سے تکبر نہ کرو، ورنہ تمہاری افضلیت کا ثمرہ وہ کھا جائیں گے۔

— کسی شخص کو اس کے اس مقام میں نہ دیکھو جس پر زمانے نے فائز کر دیا ہے بلکہ فی الحقیقت اس کی قدر و قیمت کیا ہے اسے دیکھو کیونکہ یہی اس کا فطری مقام ہے۔

— جب زمانہ خراب ہو جاتا ہے تو فضائل و محاسن کا بازار سرد اور نقصان دہ ہے اور کمینگیوں کا بازار گرم اور مفید ہو جاتا ہے۔ اور خوشی کا خوف تنگ دستوں کے مقابلہ میں زیادہ ہو جاتا ہے۔

___ ظالم کو ڈھیل دی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ تعمیری عناصر اور شریعت کے اصولوں کی دیواریں پھاند جاتا ہے۔ اس وقت اس کے خلاف عالم نگہباں حرکت میں آتا ہے اور اسے برباد کر دیتا ہے۔

___ گفتگو، گفتگو کرنے والے کے مطابق ہوتی ہے تو سامع کی نیت کو حرکت دیتی ہے اور مخالف ہوتی ہے تو اثر انداز نہیں ہوتی۔

___ سب سے افضل بادشاہ وہ ہے جس کے عدل و انصاف کا تذکرہ ہمیشہ ہوتا رہے اور خلف اس کے محاسن معلوم کرتے رہیں۔

___ ایک جاہل شخص نے اس سے پوچھا "تم نے کثرت سے علم حاصل کیا ہے اس پر تمھیں قدرت کیسے ہوئی ؟" جواب دیا "جتنی تم نے شراب پی ہے اتنا ہی میں نے تیل استعمال کیا ہے۔"

___ عاشق کی آنکھ معشوق کے عیوب نہیں دیکھتی۔

___ تم سے جو زیادہ علم رکھتا ہو اسے مخاطب کرو تو گفتگو کا مغز بیان کرو، لمبی اور خوبصورت عبارت سے پرہیز کرو، اور تم سے جو کم علم ہو تو گفتگو پھیلا کر کرو، تاکہ گفتگو کا آخری حصہ اسے پہلے حصہ کو سمجھنے سے عاجز کر دے۔

___ حلم کا انتساب اس شخص کی جانب ہوتا ہے جو حملہ کی طاقت رکھتا ہو اور زہد کا انتساب اس شخص کی جانب ہوتا ہے جو قدرت پانے کے بعد چھوڑ دیتا ہے۔

___ عزت نفس کا مالک وہ شخص ہوتا ہے جو فاقہ سے زیر نہیں ہوتا۔

___ خوش اخلاق اسے کہتے ہیں جو بد اخلاق پر صبر کرے۔

___ سب سے اشرف وہ ہے جسے فضائل و محاسن نے شریف بنا دیا ہو نہ کہ وہ شخص جس نے بہ تکلف فضائل اختیار کئے ہوں، کیونکہ جس شخص کے اندر فضائل جوہری ہوتے ہیں وہی اسے شریف بناتے ہیں اور جس کے اندر عرضی ہوتے ہیں وہ انھیں بہ تکلف اختیار کرتا ہے وہ اسے شریف نہیں بناتے۔

___ شرم و حیا جب معتدل ہوتی ہے تو انسان معیوب شئے سے رک جاتا ہے، جب زیادہ ہوتی ہے تو ضروری امور سے بھی اسے روک دیتی ہے اور کم ہوتی ہے تو زیادہ تر ظاہر داری کا لباس اس سے اتروا دیتی ہے۔

___ تمہارا دشمن جب تمہارے قابو میں آجاتا ہے تو دشمنوں کی صف سے نکل کر، تمہارے

خادموں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

___ انسان کو اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھنا چاہئے اگر خوبصورت ہو تو اس کی جانب بدفعلی کا انتساب برا سمجھے بدصورت ہو تو دو بدیاں یکجا کر لینے کو برا سمجھے۔

___ بد کی صحبت میں نہ رہو کیونکہ تمہارا مزاج غیر شعوری طور پر اس کے مزاج سے بدی اخذ کرے گا۔

___ مناظرہ میں تم کسی شریف کے مقابلہ میں غالب آؤ گے تو وہ تمہاری عزت کرے گا، اور کسی ذلیل کے مقابلہ میں کامیاب ہوگے تو تمہارا دشمن ہو جائے گا اور تمہاری دلیل کو تمہارے خلاف استعمال کرے گا۔

___ جو خوبی تمہارے اندر نہیں ہے اس کی تعریف تم سے خوش رہنے والا کرے گا تو ایسا بھی ہوگا کہ ناراضگی میں جو بدی تمہارے اندر نہ ہوگی اس پر وہ تمہاری مذمت کرے گا۔

___ تقلید عالم پر اس لئے واجب ہے کہ سماج میں اس کے اندر ضعف موجود رہتا ہے۔

___ علم کو فضیلت سمجھ کر جو اسے حاصل کرتا ہے اسے علم کی کساد بازاری متوحش نہ کرے گی مگر علم کو جو فائدہ کے لئے حاصل کرے گا، فائدہ کی بات جب جاتی رہے گی تو علم سے وہ بھی منحرف ہو جائے گا۔

___ دشمن کے خلاف جو تدبیر کرتے ہو اس کا اندیشہ دشمن کی تدبیر سے زیادہ ہونا چاہیے۔

___ رشک کے قابل کوئی نعمت گاہ انسان کی مصیبت ہوتی ہے اور حسد کے قابل کوئی حالت گاہ انسان کی بیماری ہوتی ہے۔

___ لوگوں کی خواہشات، بادشاہ کی خواہشات اور ارادہ کے مطابق حرکت میں آتی ہے۔

___ میرے پاس علمی فضیلت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ میں عالم نہیں ہوں۔

___ آرزو انسان کو سخت دھوکے میں رکھتی ہے۔

___ ناموس (قانون) کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

___ کسی آدمی کی رفاقت اختیار کرو تو اس کے دوست کا دوست بننا ضروری ہے نہ اس کے دشمن کا دشمن بن کر رہنا ضروری نہیں ہے۔

___ مشورہ سے مشورہ دینے والے کا مزاج سمجھ میں آجاتا ہے۔

___ دانشور کو چاہئے کہ جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے زیادہ اکتساب کرے اور اخلاق میں جو اس کے

قریب تر ہے خدمت اسی کی کرے۔

—— اکثر فضائل ومحاسن شروع میں تلخ اور انجام میں شیریں اور اکثر بُری عادتیں شروع میں شیریں اور آخر میں تلخ ہوتی ہیں۔

—— معیوب لوگوں کی صحبت میں زیادہ نہ رہو کیونکہ جہاں غافل ہوگے وہاں وہ اس بات کی کوشش کریں گے کہ تم سے لغزش ہوجائے' اور اسے وہ منتشر کریں، جس طرح دوسروں کی لغزشوں کو تمھارے رُوبرو بیان کرتے ہیں۔

—— فیروزمندی' شریفوں کے یہاں مجرموں کی سفارشی ہوتی ہے۔

—— محتاط کو چاہیئے کہ جو چیز چاہتا ہے اس کے لئے فکر و نظر کے ضروری سامان تیار رکھے' اور اس کی تگ وتاز کے دائرہ سے جو اسباب باہر ہیں ان پر بھروسہ نہ کرے' یعنی وہ خارجی اسباب جن کی آرزو کو ضرورت ہوتی ہے' اور جو عام رسم ورواج میں داخل ہیں۔ کیوں کہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہوتے' یہ تو اتفاقیہ کام میں آجاتے ہیں جن پر احتیاط کو بھروسہ نہیں ہوا کرتا۔

—— پوچھا "آخر بڑھاپے میں آدمی دولت کیوں جمع کرنے لگتا ہے؟" اس نے جواب دیا "مر کر انسان اپنے دشمنوں کے لئے دولت چھوڑے یہ بہتر ہے' مگر یہ بہتر نہیں ہے کہ انسان زندگی میں دوستوں کا محتاج رہے۔"

—— ایک جاہل طبیب کو دیکھ کر کہا "یہ موت کا محرّک ہے"

—— کثرت سے نصیحت کرنا انسان کو بے شمار بدگمانیوں میں مُبتلا کر دیتا ہے۔

—— آدمی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ مافات پر ذہن کو مصروف رکھے' مناسب یہ ہے کہ جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کی حفاظت کا اہتمام کرے۔

—— ارسطو نے پوچھا "کیوں کر معلوم ہوگا کہ حکیم واقعی حکیم ہوچکا ہے؟" اس نے جواب دیا "جب صحت رائے پر گھمنڈ نہ کرے' جو کام کرے بہ تکلّف نہ کرے' مذہب پر غضبناک نہ ہو' اور مدح وستائش پر نخوت میں مُبتلا نہ ہو۔

—— پوچھا گیا "حکیم کو کس بات سے ہوشیار رہنا چاہیئے" اس نے جواب دیا "قدرت رکھنے والے دشمن' تکدر پیدا کرنے والے دوست اور غضبناک فاتح سے۔"

—— پُوچھا گیا "کون سی چیز انسان کے لئے سب سے زیادہ مفید ہے؟" جواب دیا "دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کی اصلاح۔"

—— بُرا عالم علمائے سلف پر طعن وتشنیع سے خوش اور ان میں سے کسی ایک کی ہم عصری سے ناخوش ہوتا ہے' کیوں کہ دوسروں کا علمی شہرہ اسے بھاتا نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر اقتدار کی خواہش غالب ہوتی ہے۔ مگر عُمدہ عالم کو اپنے درجہ کے کسی عالم کے چلے جانے سے تکلیف ہوتی ہے۔ کیوں کہ مذاکرات کے ذریعہ احیائے علمی کی خواہش اس کے یہاں اقتدار پسندی سے زیادہ ہوتی ہے۔

—— معاف کر دینے کے بعد کسی آدمی کے گناہوں پر دار وگیر کرنا احسان کی توہین ہے' یہ بات جُرم معاف کر دینے سے پہلے ہونی چاہیئے۔

—— زندگی میں علم' دولت اور عمل صالح طلب کرو' کیوں کہ خواص تمھارے حسن علم' عوام تمھاری دولت اور سب کے سب تمھارے عمل پر تمھیں افضل مانیں گے۔

—— موت کے وقت دُنیا کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا "دُنیا میں مجبوراً آیا' حیرت اور سرگشتگی میں زندگی گذاری اور اب ناخوش ہوکر جارہا ہوں' دُنیا میں اس کے علاوہ اور کوئی علم نہ ملا کہ مَیں کچھ نہیں جانتا۔

تصنیفات

افلاطون کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

کتاب احتجاج سقراط علی اہل اثینیا کتاب فاذن النفس' کتاب طیماوس الرّوحانی فی ترتیب العوالم الثلاثۃ العقلیہ (تینوں عقلی عوالم: عالم ربوبیت' عالم عقل اور عالم نفس) کتاب طیماوس الطبیعی چار مقالات' عالم طبیعی کی ترکیب کے بیان میں' یہ دونوں کتابیں اس نے لکھ کر اپنے شاگرد طیماوس کو ارسال کی تھیں۔ آخر الذکر میں اس نے تمام علم طبیعی سے بحث کی ہے۔

جالینوس نے اپنی کتاب "آراء بقراط و فلاطن" کے آٹھویں مقالہ میں لکھا ہے کہ کتاب طیماوس کی شرحیں کثرت سے ہیں' شارحین اطناب سے کام لیتے ہوئے ضروری مقدار سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں' البتہ طبّی خیالات پر توضیحات کم ہیں' کم ہی لوگوں نے ان خیالات کی شرح لکھی ہے اور جس نے لکھی بھی ہے عمدہ نہیں لکھی ہے۔

جالینوس کی ایک کتاب چار مقالات پر مشتمل ہے جس میں اس نے کتاب طیماوس کے طبّی نظریات کی تشریح کی ہے۔

کتاب الاقوال الافلاطونیہ' کتاب اوثفرن' کتاب اقریطن' کتاب قراطلس' کتاب ناطیطس' کتاب

سوفسطس، کتاب فولیطیقوس، کتاب برمینیندس، کتاب فلبس، کتاب سمبوسیس، کتاب القبیادس الاوّل کتاب القبیادس الثانی، کتاب ابرخس، کتاب ارسطافی الفلسفہ، کتاب ثا اجیس فی الفلسفہ، کتاب اوثو دیموس کتاب لاخس فی الشجاعۃ، کتاب لوسیس، کتاب افروطاغورس، کتاب غورجیاس، کتاب مانون، ابیا نام کی دو کتابیں، کتاب ابن، کتاب منکساس، کتاب قلیطفون، کتاب الفلسفی، کتاب اقریطیاس، کتاب مینس، کتاب اخلینوس، کتاب النوامس، بارہ کتابیں فلسفہ کے اندر، کتاب فیما ینبغی، کتاب فی الاشیاء العالیۃ، کتاب خرمیندس فی الفقہ۔ کتاب فذروس، کتاب المناسبات، کتاب التوحید، کتاب فی النفس والعقل والجوہر والعرض، کتاب الحس واللذۃ، ایک مقالہ کتاب نادیب الاحداث و وصایاہم، کتاب معاتبۃ النفس، کتاب اصول الہندستہ۔

ارسطوطالیس

یہ ارسطوطالیس بن نیقوماخس جراسنی فیثاغوری ہے۔ نیقوماخس کے معنی فریق مخالف پر غالب اور ارسطوطالیس کے معنی فضل و رتبہ میں کامل کے ہیں۔ یہ حکایت ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی نے کی ہے۔ نیقوماخس فیثاغورس کے نظریہ کا قائل تھا۔ ارتھمیطک میں اس کی ایک مشہور و معروف تصنیف ہے۔ ارسطوطالیس سے متعلق سلیمان بن حسان معروف با بن جلجل اپنی کتاب کے اندر لکھتا ہے کہ وہ روم کا فلسفی، عالم، نکتہ داں، حاذق طبیب اور خطیب تھا۔ فن طب میں یکتائے روزگار اور فلسفہ کے ساتھ نہایت شغف رکھتا تھا۔

بطلیموس نے ارسطوطالیس کی سیرت، واقعات، وصیت اور اس کی مشہور تصنیفات کے ذکر پر مشتمل جو مکتوب غلس کو بھیجا تھا اس میں اس نے لکھا ہے کہ ارسطو اصل میں اسطاغیرا نامی شہر سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شہر اس ملک کا ایک حصہ ہے جو اولنش اور ماثونی کے قریب ثراقیہ کے متصل خلقیدیقی کے نام سے معروف ہے۔ ماں کا نام افسطیا تھا۔ ارسطو کا باپ نیقوماخس فلپ کے والد امنطس کا طبیب خاص تھا، فلپ اسکندر اعظم کا باپ تھا۔ نیقوماخس کا نسب نامہ اسقلیبوس تک پہنچتا ہے، اسقلیبوس ماخاون کا اور ماخاون اسقلیبوس کا باپ تھا۔ ماں افسطیا کا نسب اسقلیبوس تک پہنچتا ہے ارسطو کا باپ نیقوماخس کا جب انتقال ہو گیا تو برقسانس نے جو باپ کا وکیل تھا اسے بچپن ہی میں افلاطون کے سپرد کر دیا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ارسطو کا افلاطون کو سپرد کیا جانا وحی الٰہی کی رُو سے تھا جو ہیکل بوثیون میں نازل ہوئی تھی۔ مگر کچھ دوسروں کا خیال ہے یہ اس دوستی کا نتیجہ تھا جو برقسانس اور افلاطون کے

درمیان تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ارسطو افلاطون کے یہاں بیس سال زیر درس رہا۔ اور جب افلاطون دوسری بار سقلیہ واپس ہوا تو یہی ارسطو اس کی اکیڈمی کا جانشین ہوا۔ افلاطون سقلیہ سے واپس ہوا تو ارسطو لوقیون منتقل ہو گیا جہاں اس نے فلاسفہ شائین کے نام سے ایک دارالتعلیم قائم کیا افلاطون کی وفات کے بعد وہ ارمیاس خادم کے پاس چلا گیا جو اترنوس کا حاکم تھا۔ اس کی وفات کے بعد ایتھنس آیا جو حکماء کا مرکز تھا۔ فلپ نے اسے بلا بھیجا چنانچہ ماقدونیا آکر اس نے تعلیم و ارشاد کی مسند بچھائی۔ اسکندر کی فتوحات کے قدم ایشیا سے آگے بڑھے تو ماقدونیا میں ارسطو نے قلسنانس کو اپنا جانشین بنا کر ایتھنز کا رُخ کیا۔ اور لوقیون میں دس سال تک قیام کیا۔ یہاں کمریلین نامی ایک کاہن جو اور وماذن کہا جاتا تھا اس نے ارسطو کو بدنام کرنا چاہا۔ اس نے اس کی جانب کُفر کی نسبت کی اور کہا کہ وہ بُتان معبودان وقت کی تعظیم نہیں کرتا۔ یہ اقدام ارسطو کے خلاف ایک خلش کا نتیجہ تھا جو کاہن کے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ اس واقعہ کو ارسطو نے اپنے اس مکتوب میں بیان کیا ہے جسے اس نے انطیطرس کے نام بھیجا تھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر اس نے ایتھنز سے رحلت کی اور اپنے ملک خلقیدیقی واپس چلا آیا کیونکہ اسے یہ ناگوار تھا کہ ایتھنز والے جس طرح سقراط جو افلاطون کا اُستاد تھا، کے معاملہ میں فتنہ کے شکار ہو گئے تھے اسی طرح کہیں اس کے معاملہ میں بھی مصیبت میں نہ پڑ جائیں اور اسے قتل کر دیں۔ روانگی اس طرح ہوئی کہ کسی کو اس کے خلاف جرأت نہ ہو سکی۔ سیدھے سادے طور پر وہ نکل گیا، حتّٰی کہ اس نے کمری کا خط بھی موصول کیا جس میں اس پر الزام عائد کیا گیا تھا، مگر کمری کے الزام کی یہ بات ارسطو کی زبان سے تراشی گئی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ارسطو اپنے ملک میں داخل ہوا تو تمام عمر یہیں رہا۔ ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابن جلجل مزید لکھتا ہے ارسطو کے جو حالات ہم نے قلمبند کئے ہیں ان سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ۳۰ سال کی عمر میں ارسطو نے فلسفہ پر غور و فکر کیا۔ حالانکہ اس زمانہ تک اس کا تعلق سیاسی امور سے تھا جن سے وہ بیحد دلچسپی رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسطاغیرا والوں نے مقام وفات سے اس کا جسم منتقل کر کے اس جگہ پہنچا دیا ہے جو ارسطوطالیسی کے نام سے معروف ہے۔ اہم امور اور حزن والم کے مواقع پر مشورہ کرنے کے لئے اسطاغیرا والوں نے اس جگہ کو اپنا مرکز بنا لیا ہے۔ ارسطو ہی نے اسطاغیرا کے قوانین وضع کئے تھے، یہ لوگوں کے اندر نہایت جلیل القدر مقام رکھتا تھا۔ شاہان وقت کے نزدیک اس کا جو مقام و مرتبہ تھا اس سے اس حقیقت کی روشن دلیلیں فراہم ہوتی ہیں۔ نیکوکاری، بھلائی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی دلیل واضح طور پر اس کے خطوط اور مکتوبات سے ملتی ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کے بادشاہوں اور عوام کے درمیان اصلاح و منفعت کی خاطر کس طرح اور کس کثرت سے وہ وسیلہ کا کام کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں جس کثرت اس

کے احسانات اور فضائل ہیں اس کے پیشِ نظر ایتھنز والوں نے ایک اجتماع کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ ایک کتبہ پتھر کے ستون پر کندہ کر کے برج عالی پر نصب کر دیں جو شہر کے بالائی حصہ پر واقع تھا۔ اس کتبہ پر یہ عبارت کندہ کی گئی کہ ارسطوطالیس بن نیقوماخس جو اسطاغیرا کا باشندہ تھا اپنے بے شمار احسانات و فضائل، خاص طور پر ایتھنز والوں کے ساتھ اس نے جو سلوک اور بادشاہ فلپ کے یہاں رہ کر ان کے ساتھ جو احسانات اور اصلاح حال کی کوششیں کیں ان کے پیشِ نظر وہ اس بات کا مستحق ہے کہ ایتھنز والے اس کے عظیم کارناموں کا اعتراف کریں، اس کی افضیلت اور ریاست تسلیم کریں، اس کی حفاظت اور اس کا احترام کریں، ان کے اندر اس کی ذات سے اور اس کی نسل سے جو ارباب ریاست موجود ہوں ان سب کی حفاظت اور زندگی میں جو ضرورتیں انھیں درپیش ہوں ان کا اہتمام کریں۔

اس اجتماعی فیصلہ کے بعد ایتھنز کے ایک باشندہ جس کا نام ایماراوس تھا، نے جماعت سے تنذوذ اختیار کیا، اور ارسطو کے بارے میں جو فیصلہ انھوں نے کیا تھا اس کے برعکس مظاہرہ کیا، چنانچہ اس ستون پر ٹوٹ پڑا جس پر تعریف و اعتراف کا کتبہ ثبت کرنے اور اسے شہر کے بالائی حصہ پر نصب کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور ستون کو اس کی جگہ سے نیچے پھینک دیا، یہ دیکھ کر انطینوس نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ پھر ایتھنز کا ایک باشندہ اصطفانوس نامی اور کچھ لوگوں نے اس کے ساتھ پتھر کے ایک دوسرے ستون پر تعریف و اعتراف کے وہی کلمات ثبت کئے جو پہلے ستون پر کندہ کئے گئے تھے۔ اسی کے ساتھ ایماراوس کی کارگذاری بھی ثبت کی گئی جس نے ستون پھینک کر اپنی دنائت کا مظاہرہ کیا تھا، اسے انھوں نے ملعون قرار دیا اور برأت کا اظہار کیا۔

فلپ کی وفات کے بعد اسکندر سریر آرائے مملکت ہوا اور فتوحات کے لئے ایشیا کے محاذ پر آیا تو ارسطو نے مذہبیت اور سیاست کے ان تمام امور سے علیحدگی اختیار کر لی جو بادشاہوں کی صحبت میں رہ کر انجام دیتا تھا۔ ایتھنز آکر اس نے وہ تعلیم گاہ بنائی جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے اور جو فلاسفر مشائین کی جانب منسوب ہے۔ اور مکمل طور پر رفاہ عام کے کاموں میں مصروف ہوا کمزوروں کی امداد، فاقہ مستوں کی خبر گیری، بیواؤں کی شادی، یتیموں کی سرپرستی، ان کی تربیت کا اہتمام، بلا اختلاف مذہب و ملت طالبان علوم کے لئے تعلیم و تربیت کا انتظام، ان کی اعانت، ان کی اصلاح، فقراء و مساکین کے لئے صدقات اور شہری مصالح کا قیام، یہ ساری باتیں اب ارسطو کے روزمرہ معمولات میں داخل ہوئیں۔ اپنے شہر اسطاغیرا کی ازسرِنو تعمیر کی، ہمیشہ چھوٹے بڑے، کمزور، طاقتور سب کے لئے بے حد نرم، متواضع، اور ملاقات کے وقت خندہ روئی سے پیش آتا رہا۔

احباب و رفقاء کا جہاں تک تعلق ہے ان کے باب میں ارسطو کے سلوک کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ

اصحاب سیر نے متفقہ طور پر ارسطو کے جو حالاتِ زندگی تحریر کئے ہیں ان سے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

امیر مبشر بن فاتک کتاب مختار الحکم ومحاسن الکلم میں رقمطراز ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں باپ اسے ایتھنز لایا جو مدینۃ الحکماء کے نام سے مشہور تھا۔ اور بمقام لوقین قیام کیا، باپ نے اسے شعراء، ادباء اور نحویوں کی صحبت میں رکھا، جن سے نو سال اس نے تعلیم حاصل کی۔ اس علم کا نام ان کے یہاں محیط تھا یعنی زبان کا علم جس کی تمام لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر حکمت و فضیلت اور بیان جس کے ذریعہ تمام علوم کی تحصیل ہوتی ہے اس کا زینہ یہی زبان ہے۔ کچھ حکماء جن میں افیقورس اور فوثیغورس شامل ہیں نے نحویوں، ادیبوں اور اصحاب لغت کے علم کو حقیر سمجھا ہے اور اسے حاصل کرنے والوں کو سخت سست کہا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حکمت کے کسی بھی شعبہ میں ان حضرات کے علم کی ضرورت نہیں۔ نحوی بچوں کے معلم، شعراء کذب بیانی اور خرافات کے پلندے اور ادیب حیلہ جو، میلان خصوصی اور بحث و تمحیص کی مخلوق ہوتے ہیں۔

ارسطو کو جب معلوم ہوا تو اس نے شعراء، ادیبوں اور نحویوں کا دفاع کیا اور کہا کہ حکمت ان کے علم سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نطق ان کے علم کا ذریعہ ہے اور انسان کو جانوروں کے خلاف جو شرف و مرتبہ حاصل ہوا وہ اسی نطق کا مرہون منت ہے۔ لہٰذا انسانیت کے سب سے زیادہ حقدار وہ ہیں جن کا نطق سب سے زیادہ موثر، مافی الضمیر کی ادائیگی میں جو سب سے زیادہ باکمال، اپنے محل اور مقام پر نطق سے سب سے زیادہ کام لینے والے اور مختصر اور شیریں نطق کا سب سے زیادہ عمدہ انتخاب کرتے ہیں۔ حکمت چونکہ سب سے شریف علم ہے اس لئے اس کی تعبیر بھی نہایت محکم کلام، فصیح، اسلوب اور مختصر الفاظ جو فساد، لغزش، خرابی نطق اور ثقل لسانی سے پاک ہوں سے ہونی چاہئے۔ کیونکہ الفاظ کے فساد وغیرہ سے حکمت کا نور زائل ہو جاتا ہے، ادائیگی نہیں ہو پاتی، ضرورت کی تکمیل میں کوتاہی مفاہم میں فساد، شکوک، شبہات اور سماعت کو اشتباہ لاحق ہوتا ہے۔

شعراء، نحویوں اور ادیبوں سے تعلیم مکمل کر لینے کے بعد ارسطو نے اخلاقی، سیاسی، طبیعی، تعلیمی اور الٰہی علوم کا قصد کیا، چنانچہ خاص طور پر افلاطون کی صحبت اختیار کی اور اس کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اس وقت وہ عمر کی سترہویں منزل میں تھا۔

مبشر بن فاتک فرماتے ہیں، افلاطون مسند درس پر بیٹھتا اور اس سے کلام کرنے کی درخواست کی جاتی تو کہتا لوگوں کو آجانے دو، اور جب ارسطوطالیس آجاتا تو کہتا اب شروع ہو جاؤ لوگ آگئے کبھی یہ کہتا کہ عقل کو آجانے دو ارسطوطالیس آجاتا تو کہتا اب درس شروع کرو، عقل حاضر ہوگئی ہے۔

ابن فاتک لکھتے ہیں وفات کے بعد ارسطو کے بوسیدہ جسد خاکی کی ہڈیاں اسطاغیرا والوں نے پیتل کے ایک برتن میں رکھا اور ارسطوطالیسی مقام پر دفن کر دیا، اس مقام کو انھوں نے اپنی مجلس بنائی جہاں اہم امور اور غم وحزن کے مواقع پر مشورہ کرنے کے لئے مجتمع ہوتے، نیز ارسطو کی قبر اور اس کی ہڈیوں سے سکینت اور تسلی حاصل کرتے۔ علم وحکمت کا کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو یہاں آکر بیٹھ جاتے اور باہم مناظرہ کرتے حتیٰ کہ گتھیاں سلجھ جاتیں اور اختلافات ختم ہوجاتے ان کا عقیدہ تھا کہ جہاں ارسطو کی ہڈیاں موجود ہیں وہاں گفتگو کرنے سے عقلیں روشن، افکار درست اور ذہنوں میں لطافت پیدا ہوجاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس طرز عمل سے ارسطو کی تعظیم، اور اس کی موت سے غم وآلام کے جو بادل چھا گئے تھے اور جو سرچشمہ حکمت خشک ہو چکا تھا اس پر اظہار افسوس کرنا بھی مقصود تھا۔

کتاب المسالک والممالک میں مسعودی رقم فرماتے ہیں۔

"جزیرہ صقلیہ کے سب سے بڑے شہر بلرم میں سب سے بڑی جامع مسجد ہے یہ رومیوں کا گرجا گھر تھا جس میں ہیکل عظیم رہا ہے۔"

مزید لکھتے ہیں، بعض منطقی حضرات کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ حکیم یونان یعنی ارسطوطالیس ایک لکڑی کے اندر اس ہیکل میں معلق ہے جسے مسلمانوں نے مسجد بنالی ہے۔ عیسائی اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس سے شفا حاصل کرتے تھے، کیونکہ یونانیوں کو یہاں تعظیم وتقدیس کرتے دیکھا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان مُعلّق ہونے کا سبب وہ حالت تھی جو حصول شفا، استسقاء اور ان اہم امور کے وقت لوگوں کو پیش آتی تھی جن کی رُو سے تباہی اور باہمی کشمکش کے مواقع پر رجوع الی اللہ اور تقرب الٰہی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

مسعودی لکھتے ہیں کہ یہاں مَیں نے ایک بڑی لکڑی دیکھی ہے، ہوسکتا ہے قبر اسی کے اندر ہو۔

بشر بن فاتک فرماتے ہیں کہ بادشاہوں، شہزادوں وغیرہ کے اندر سے بکثرت تلامذہ ارسطو کے تھے۔ مثلاً ثاوفرسطس، ارذیموس، اسکندروس، بادشاہ، ارلینوس اور اسخولوس وغیرہ۔ جو علم وحکمت کے اندر نمایاں اور مشہور اور نسب کے اعتبار سے نہایت شریف تھے۔

اس کے بعد اس کی مسند حکمت پر اس کا خالہ زاد بھائی ثاوفرطس جو اس کے فضل وکمال کا وارث تھا بیٹھا۔ ارلینوس اور اسخولوس اس کے معین ومددگار مقرر ہوئے۔ انھوں نے منطق اور حکمت پر بکثرت کتابیں لکھیں، اور اولاد میں ایک ننھا بچہ نیقوماخس اور ایک ننھی بچی اور بکثرت مال ودولت، غلام اور کنیزیں وغیرہ چھوڑیں۔

ارسطو گورے رنگ کا، اور سر کے دونوں کناروں سے بال تھوڑے غائب قد وقامت، عُمدہ، ہڈیاں بڑی، آنکھیں چھوٹی، داڑھی بھری ہوئی، آنکھیں سرخی مائل، ناک کا بانسہ وسط میں بلند، مُنہ چھوٹا اور سینہ کشادہ تھا، تنہائی میں رفتار تیز، ساتھیوں کے ساتھ سست، کتابوں کے مطالعہ میں ہمہ آن غرق رہتا تھا، بلا سوچے سمجھے بولتا نہ تھا، ہر بات پر توقف کرتا، سوال کئے جانے پر دیر تک سر جُھکائے رہتا جواب کم دیتا، دن کے اوقات میں میدانوں اور دریاؤں کی طرف نکل جاتا، خوش الحانی کا عاشق، اصحاب ریاضت اور ارباب جدل کی محفلوں میں بیٹھتا، مذاکرات کے وقت اپنی ذات سے انصاف کرتا، صحت وصواب اور خطا وقیان کے مقامات کا اعتراف کرتا، پوشاک خور دونوش جماع اور دیگر تمام حرکات وسکنات کے اندر معتدل، ہاتھ میں آلۂ نجوم اور وقت معلوم کرنے کی مشین ہوا کرتی۔

حنین بن اسحاق کتاب نوادر الفلاسفۃ والحکماء میں لکھتا ہے۔

"ارسطوطالیس کی انگوٹھی پر حسب ذیل عبارت منقوش تھی، لاعلمی میں انکار کرنے والا علم کے معترف سے زیادہ علم رکھتا ہے۔"

شیخ ابو سلیمان محمد بن طاہر بن بہرام منطقی اپنی تخلیقات کے اندر تحریر فرماتے ہیں "ثیوفرطس ارسطوطالیس کا وصی تھا اور ارسطوطالیس نے ۶۱ سال کی عُمر پائی تھی۔ افلاطون کی عمر زیادہ تھی۔ ابن ندیم بغدادی کاتب نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ ارسطو نے ۶۶ سال کی عُمر میں وفات پائی۔ اسحاق کے الفاظ یہ ہیں کہ ارسطو سڑسٹھ (۶۷) سال زندہ رہا۔

قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد بن صاعد "کتاب التعریف بطبقات الامم" میں تحریر کرتے ہیں کہ ارسطوطالیس پر یونانیوں کا فلسفہ تمام ہوا یہ ان کا خاتم الحکماء اور سیّد العلماء ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے فن برہان کو دیگر تمام منطقی فنون سے ممتاز کیا۔ اور تینوں شکلوں سے مصوّر کرکے اسے علوم نظری کا آلہ قرار دیا، اور صاحب منطق کے لقب سے مشرف ہوا۔

تمام فلسفیانہ علوم پر جزئی اور کلی مباحث پر مشتمل اس کی نہایت عُمدہ تصنیفات ہیں، جزئی تصنیفات اس کے وہ رسائل ہیں جس سے فقط ایک معنی سیکھا جاتا ہے، کلی تصنیفات کچھ تو ان تعلیمات پر مشتمل ہیں جن سے تین چیزوں علوم فلسفہ، اعمال فلسفہ اور علم فلسفہ میں استعمال ہونے والے آلہ وغیرہ کا علم حاصل ہوتا ہے اور کچھ یادداشتیں ہیں جن کے پڑھنے سے ارسطو کے علم کا پتہ چلتا ہے۔ یہ ستر کتابیں ہیں، جنھیں لادفارس نے ترتیب دیا ہے۔

جو کتابیں علوم فلسفہ پر ہیں ان میں کچھ تو تعلیمی علوم، کچھ طبیعی علوم اور کچھ الٰہی علوم پر مشتمل ہیں تعلیمی علوم پر حسب ذیل کتب ہیں۔

کتاب فی المناظر، کتاب فی الخطوط، کتاب فی الحیل۔

طبیعی علوم پر کچھ تصنیفات تو وہ ہیں جن سے تمام طبائع کے کلی اور کچھ وہ ہیں جن سے ہر طبیعت کے خاص امور معلوم ہوتے ہیں، اول الذکر تصنیفات میں سمع الکیان شامل ہے۔ یہ کتاب تمام طبیعی اشیائے کے مبادی کی تعداد، مبادی جیسی اشیاء، مبادی کے تابع اشیاء اور مبادی کے ہم شکل اشیاء کی تعریف کرتی ہے مبادی عنصر اور صورت ہیں، مبادی جیسی اشیاء درحقیقت مبادی نہیں بلکہ تقریباً معدوم ہیں، مبادی کے تابع اشیاء زمان و مکان ہیں، ان توابع کی ہم شکل اشیاء خلا، بلا اور مالانہایتہ لہ ہیں۔

ہر طبیعت کے خاص امور جن تصنیفات سے معلوم ہوتے ہیں ان میں کچھ تو ان اشیائے کے بارے میں جن کا کوئی کون نہیں ہے اور کچھ اشیاء مکونہ کے بارے میں ہیں۔ جو کتابیں لاکون اشیاء پر ہیں وہ کتاب "السماء والعالم" کے پہلے دونوں مقالوں پر مشتمل ہیں۔ اور جو اشیاء مکونہ پر ہیں، ان میں بعض کا علم عام اور بعض کا خاص ہے، عام میں کچھ استحالات اور کچھ حرکات پر مشتمل ہیں، استحالات کا مضمون کتاب "الکون والفساد" اور حرکات کا بیان کتاب "السماء والعالم" کے آخری دونوں مقالوں کے اندر آگیا ہے خاص میں کچھ بسائط اور کچھ مرکبات پر مشتمل ہیں، بسائط کا مضمون کتاب "الآثار العلویۃ" میں ہے، مرکبات میں کچھ اشیاء مرکبہ کی کلیات اور کچھ اشیاء مرکبہ کے اجزاء سے بحث کرتی ہیں، کلیات مرکبات کتاب الحیوان اور کتاب النبات میں، اور اجزاء مرکبات کی بحث کتاب النفس، کتاب الحس والمحسوس، کتاب الصحتہ والسقم اور کتاب الشباب والہرم، میں ہے،

علوم الٰہیہ پر ارسطو کی تصنیفات ان تیرہ مقالات پر مشتمل ہیں جو کتاب مابعد الطبیعتہ کے اندر تحریر کئے گئے ہیں، اعمال فلسفہ پر اس کی بعض کتابیں اخلاق نفس کی اصلاح اور بعض سیاست کے موضوع پر ہیں، اخلاق نفس کی اصلاح سے متعلق حسب ذیل تصانیف ہیں طویل مکتوب جسے اس نے اپنے بیٹے کے نام بھیجا ہے، مختصر مکتوب، یہ بھی اپنے بیٹے کو لکھا ہے کتاب اوذیمیا۔ سیاست کے موضوع پر بعض کتابیں سیاست مدن اور بعض سیاست منزل سے تعلق رکھتی ہیں، علوم فلسفہ میں استعمال ہونے والے آلہ کے باب میں اس کی وہ آٹھوں منطقی تصنیفات ہیں جو ہمارے علم کی حد تک پہلے کبھی تصنیف اور مرتب نہیں ہوئیں۔ اس مضمون کا تذکرہ ارسطو نے چھٹی کتاب کے آخر میں کتاب سوفسطیقا کے تحت کیا ہے، اس میں اس نے لکھا ہے۔

"فن منطق اور سلوجسموس کی بناوٹ کے متعلق ماضی میں ہمیں کوئی ایسی بنیاد نہ مل سکی جس پر ہم فن کی تعمیر کرتے۔ ہم اس بنیاد کو بڑی مشکل اور طویل جد و جہد کے بعد دریافت کر سکے۔ گو ہم نے اس فن کی ایجاد کی ہے مگر اس کی جہت کو مضبوط اور اس کے اصولوں کے نوک پلک بھی درست کر دئے ہیں اور گذشتہ فنون کے برعکس اس میں کسی طرح کی

گنجائش باقی نہیں رہنے دی ہے۔ اب یہ ایک ایسا فن ہو گیا ہے جو مستحکم، پائدار، ثابت الاساس اصول و قواعد منضبط، تعمیر محکم، مقاصد واضح اور علامات نمایاں ہیں۔ شروع میں تمہیدی عناصر اور اصولی باتیں پیش کر دی گئی ہیں۔ ہمارے بعد یہ فن کسی کے سامنے آئے تو امید ہے جو خلل اس کے اندر رہ گیا ہے اس سے درگذر کرے گا اور یہ خیال کرے گا کہ جس طرح ہمارا یہ عظیم کارنامہ ہے اسی طرح ہمیں اس باب میں بے حد مشقت بھی اٹھانی پڑی ہے۔ اور جو شخص جد و جہد میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا وہ یقیناً معذور اور قابل عفو ہے"۔

ابو النصر فارابی فرماتے ہیں ارسطو نے منطق کو آٹھ اجزاء پر تقسیم کیا ہے۔ ہر جز ایک کتاب کی صورت۔ چنانچہ پہلی کتاب معقولات میں مفردات کے قوانین اور ان پر دلالت کرنے والے الفاظ سے بحث کرتی ہے، اس کتاب کو عربی میں مقولات اور یونانی میں قاطاغوریاس کہتے ہیں۔ دوسری کتاب کے اندر مرکب الفاظ کے قوانین ہیں یہ مرکب الفاظ دو مفرد معقولات سے مرکب معقولات کو کہتے ہیں اس میں وہ الفاظ بھی بیان کئے گئے ہیں جو دو الفاظ سے مرکب ہو کر ان قوانین پر دلالت کرتے ہیں، عربی میں یہ کتاب العبارۃ اور یونانی میں باریمینیاس کہی جاتی ہے۔ تیسری کتاب کے اندر وہ اقوال اور تعریفات ہیں جن کے ذریعہ پانچوں فنون کے مشترک قیاس ممتاز ہوتے ہیں، عربی میں اسے قیاس اور یونانی میں انالوطیقیا اولیٰ کہتے ہیں۔ چوتھی میں وہ قوانین ہیں جن کے ذریعہ برہانی نظریات اور ان امور کے قوانین پرکھے جاتے ہیں جن سے فلسفہ جڑتا ہے اور جن کے ذریعہ فلسفہ کے افعال کمال کی حد تک پہنچتے ہیں۔ عربی میں اسے برہان اور یونانی میں انالوطیقیا ثانیہ کہتے ہیں پانچویں کتاب کے اندر وہ قوانین ہیں جن کے ذریعہ نظریات، جدلی سوال و جواب کی کیفیت غرض ان تمام امور کے قوانین پرکھے جاتے ہیں جن سے فن جدل اتصال رکھتا ہے اور جن سے اسکے افعال کی تکمیل و تاثیر ہوتی ہے عربی میں اس کتاب کا نام المواضع الجدلیۃ اور یونانی میں طوبیقا ہے چھٹی کتاب کے اندر ان اشیائے کے قوانین بیان کئے گئے ہیں جو حق سے ہٹ کر غلط اور سرگرداں ہو جاتی ہیں اس نے تمام امور کا احاطہ کیا ہے جنہیں کوئی شخص مزین اور علوم و نظریات میں خرافات پیدا کرنے کی نیت سے استعمال کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے وہ بات بیان کی ہے جس کے ذریعہ غلط نظریات کی تردید کی جانی چاہئے وہ غلط نظریات جنھیں گھڑنے والا اور ملمع کار استعمال کرتا ہے۔ نیز کتاب یہ بھی بتاتی ہے کہ آغاز کس طرح کیا جانا چاہئے، کن چیزوں کے ذریعہ تردید کرنی چاہئے، انسان کس طرح بچ سکتا ہے اور کہاں سے اپنے مقاصد کے حصول میں غلطی کر سکتا ہے یونانی میں اس کتاب کا نام سوفسطیقا ہے جس کے معنی ملمع حکمت کے ہیں۔ ساتویں کتاب کے اندر وہ قوانین پیش کئے گئے جن کے ذریعہ خطیبانہ نظریات، اصناف خطبات اور ادیبوں اور خطیبوں کے اقوال پرکھ کر دیکھے جاتے ہیں کہ وہ خطابت کے اسلوب پر ہیں یا نہیں۔ یہ کتاب ان تمام امور کا احاطہ کیا ہے جن سے فن خطابت تعلق رکھتا ہے، اور یہ بتاتی ہے کہ ہر ہر فن کے اندر خطیبانہ اقوال اور خطبات

کیسے پیش کئے جاتے ہیں، اور کن چیزوں سے یہ عُمدہ کامل اور ان کے افعال مؤثر اور دل نشین ہو سکتے ہیں۔ یونانی میں اس کتاب کا نام ریطوریہ بمعنی خطابت ہے۔ آٹھویں کتاب کے اندر وہ قوانین ہیں جن کے ذریعہ اشعار، پیش کردہ شعری مضامین اور ہر ہر فن سے وجود میں آنے والے شعری مضامین کی صنفوں کو پرکھا جاتا ہے۔ یہ کتاب ان امور کا احاطہ بھی کرتی ہے جن سے فن شاعری کا ربط ہوتا ہے نیز یہ بھی بتاتی ہے کہ اصنافِ فن، اصناف اشعار اور شعری مضامین کتنے ہیں، ہر صنف کی تعمیر کس طرح اور کن چیزوں سے ہوتی ہے کن سے اس کا تعلق ہوتا ہے اور کس طرح عُمدہ، قابل فہم اور خوبصورت بنائی جا سکتی ہے، کن حالات کے اندر اسے ہونا چاہیئے تا کہ مؤثر اور دُور رَس ہو سکے۔ یونانی میں اس کتاب کا نام فویطیقا یعنی کتاب الشعر ہے۔

یہ ہیں منطق کے کل اجزاء اور وہ تمام کتابیں جن پر ہر جز مشتمل ہے۔ چوتھی کتاب شرف و سربراہی میں مقدم ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ سخت ہے۔ بقیہ اجزاء سب اسی چوتھے جز پر محمول کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ پہلے تینوں اجزاء جو تعلیل کی ترتیب بیان کرتے ہیں تمہیدی اور فاتحہ کے طور پر ہیں، بقیہ چاروں اجزاء سے جو بعد میں ہیں دو باتوں کا اظہار ہوتا ہے ایک یہ کہ ہر ایک جُز چوتھی کتاب کا معین و مددگار ہے۔ ان میں کچھ زیادہ اور کچھ کم مددگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دوسری یہ کہ ان سے تجدید کی جہت متعین ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فنون ایک دوسرے سے بالفعل مُمتاز ہو کر منفرد طور پر ان کے قوانین الگ الگ نہ ہوں گے تو انسان حق ویقین کے موقعہ پر مامون و محفوظ نہ رہ سکے گا۔ مثلاً جدلی امور استعمال کر رہا ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ یہ جدلی ہیں تو یقین سے نکل کر قوی گمانوں میں چلا جائے گا۔ غیر شعوری طور پر خطابی امور استعمال کرے گا تو اطمینان اور یقین پیدا کرنے کی جانب مائل ہو جائے گا۔ اسی طرح غیر شعوری طور پر مغالطات استعمال کرے گا تو یہ یا تو یہ ہو گا کہ ناحق کو حق تصور کر کے اعتقاد کر بیٹھے گا۔ یا یہ ہو گا کہ غیر شعوری طور پر شعری اشیاء استعمال کر بیٹھے گا، ایسی صورت میں اپنے اعتقادات کے اندر وہ تخیلات پر عمل کر چکا ہو گا اور تصور یہ کر رہا ہو گا کہ ان عقائد کے اندر راہ حق اختیار کی ہے اور مقصود کی دیوی سے ہمکنار ہو چکا ہے مگر حقیقت میں حقیقت سے دُور ہو گا۔ مثلاً جو شخص نہیں جانتا کہ زمانے اور دوائیں کیا ہوتی ہیں سموم کا بالفعل ادویہ سے مُمتاز ہونا اسے معلوم نہ ہو کہ علامات سے شناخت کر سکے تو اسے معلوم نہ ہو گا کہ یہ مرض ہے یا دوا چنانچہ غیر شعوری حالت میں اسے استعمال کر کے تلف ہو جائے گا۔

ثانوی مقصد کے طور پر ارسطو نے فنون چہارگانہ میں سے ہر فن کو وہ سب کچھ بخشا ہے جس سے وہ دُرست اور استوار ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک انسان باکمال جدلی بننا چاہے تو سمجھ سکتا ہے کہ کتنی چیزوں کا علم حاصل کرنا ضروری

ہے، باکمال خطیب بننا چاہے تو معلوم کر سکتا ہے کہ کتنی باتوں کا علم ضروری ہے کن باتوں سے خود پر اور دوسروں پر اپنے نظریات کی جانچ کر سکتا ہے اسے پتہ ہو گا کہ خطابت کا راستہ اس نے اختیار کیا ہے یا کوئی اور۔ اسی طرح باکمال شاعر بننا چاہے تو معلوم کر سکتا ہے کہ اس سلسلہ میں کیا ضروری علم اور کن باتوں سے اپنے اور دوسروں کے اشعار کو جانچ سکتا ہے، نیز یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اپنے اشعار کے اندر اس نے شاعری کی راہ اختیار کی ہے یا اس سے ہٹ کر اس کے اندر دوسری باتیں داخل کر دی ہیں اسی طرح دوسروں کو مغالطہ میں رکھنا چاہیئے اور دوسرے اسے مغالطہ نہ دے سکیں تو اسے معلوم ہو گا کہ کن باتوں کا علم رکھنا ضروری ہے، کن چیزوں سے ہر قول اور ہر خیال کا امتحان کر کے دیکھ سکتا ہے اس نے مغالطہ دیا ہے یا مغالطہ سے دوچار ہو گیا ہے، اور دیا ہے یا دوچار ہوا ہے تو کس جہت سے ایسا ہوا ہے

بطلیموس نے ارسطو کی سیرت پر جو مکتوب غلس کے نام لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ وفات کا وقت آیا تو ارسطو نے حسب ذیل وصیت کی۔

"جو کچھ میں نے چھوڑا ہے ان سب میں میرا وصی انطیبطرس ہے، نیز یہ کہ نیقانر کو مقدم رکھا جائے۔ ارسطومانس، طیمارخس، ابرخس اور دیوطالس یہ سب جن چیزوں کی تحقیق کی ضرورت ہو اس کا اہتمام کریں، نیز میرے اہل و عیال، میری کنیز اربلیس اور تمام کنیزوں، غلاموں اور تمام ترکہ کا انتظام بھی کریں۔ ان کے ساتھ ثاوفرسطس بسہولت کام کر سکیں تو وہ بھی ساتھ رہیں۔ میری بچی بالغ ہو جائے تو اس کے ولی نیقانر ہوں، شادی سے پہلے یا بعد کو جبکہ اولاد نہ ہوئی ہو اسے موت کا حادثہ پیش آجائے تو بھی اس کا معاملہ اور میرے بچے کا معاملہ اسی نیقانر کے ہاتھ رہے گا۔ میری وصیت یہ ہے کہ خواہش کے مطابق اور شایان شان جو کام بھی اس سلسلہ میں وہ انجام دیں وہ اپنے آپ کو ان دونوں کا باپ یا ماموں سمجھ کر انجام دیں، اور اگر بچی کی شادی سے پہلے یا بعد کو جبکہ اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو نیقانر کو موت کا حادثہ پیش آجائے تو میرے ترکہ کے باب میں نیقانر جو وصیت بھی کرے گا جائز ہو گی۔ اور وصیت کئے بغیر اس کا انتقال ہو جائے اور ثاوفرسطس کے لئے آسان ہو اور نیقانر کا قائمقام بننا پسند بھی کرے تو فبہا ورنہ تمام اوصیاء انطیبطرس کی جانب رجوع کریں گے اور میرے ترکہ میں تصرف کرنے کے لئے اس سے مشورہ کریں گے، اور متفقہ رائے کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

اوصیاء اور نیقانر سب اربلیس کے بارے میں میری وصیت محفوظ رکھیں کیونکہ اس نے میری خدمت جس توجہ اور محنت کے ساتھ کی ہے اس کے پیش نظر وہ میری

جانب سے اسی کی مستحق ہے، جن چیزوں کی اسے ضرورت ہو وہ سب اس کے لئے مُہیّا کریں، اگر شادی کرنا چاہے تو کسی شریف آدمی سے اس کی شادی کر دیں اور جو مال و دولت اس کے پاس ہو اس کے علاوہ اسے ایک طالنطن (۱۲۵ رطل) چاندی اور علاوہ اس کی کنیز اور غلام کے تین کنیزیں، جو اسے پسند ہوں، بطور عطیہ دے دیں۔ اور اگر وہ خلقیس میں رہنا چاہے تو میرے گھر میں دارالضیافتہ جو باغ کے پہلو میں ہے اسے رہائش کے لئے دیا جائے اور اگر اسطاغیرا میں رہنا پسند کرے تو میرے آبائی گھروں میں جس گھر کو پسند کرے اس میں رہے، ضرورت کی جن چیزوں کا وہ تذکرہ کرے اوصیاء اس کی مصلحت اور ضرورت کے پیشِ نظر مُہیّا کر دیں۔ اہل و عیال کے بارے میں وصیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نیقانر، مرمقس غلام پر توجّہ دے حتّٰی کہ اسے اس کے تمام سامانوں کے ساتھ جس حالت میں وہ چاہے اس کے ملک واپس کر دے۔ میری کنیز امبراقیس کو آزاد کر دیا جائے، آزاد ہونے کے باوجود وہ میری بیٹی کی خدمت شادی تک کرنا چاہے تو اسے ۵۰۰ درخمی اور اس کی کنیز دے دی جائے، ثالیس بچّی کو جسے ماضی قریب ہی میں ہم نے اپنی ملکیت میں لیا ہے، ایک غلام اور ایک ہزار درخمی دیئے جائیں۔ تیمیس کو ایک غلام کی قیمت ادا کی جائے جس سے اپنے لئے وہ ایک غلام خرید سکے یہ غلام وہ نہ ہو جس کی قیمت اسے ادا کی جا چکی ہے، اس کے علاوہ اوصیاء کے حسب خیال اسے دیگر عطیات بھی دیئے جائیں۔ میری بچّی کی شادی ہو جائے تو میرے غلام ثاخن، فیلن اور اولمبوس آزاد کر دیئے جائیں۔ نہ اولمبوس کا بچّہ اور نہ ہی میرے غلاموں میں سے جس نے میری خدمت کی ہو اسے بیچا جائے۔ بلکہ انھیں غلام بنا کر رکھا جائے، اور بالغ ہو جائیں تو آزاد کر دیئے جائیں، اور حسب استحقاق انھیں عطیات دیئے جائیں۔"

حنین ابن اسحاق نوادر الفلاسفہ میں لکھتا ہے کہ فلاسفہ کے اجتماعات کی بنیاد یہ تھی کہ یونان کے بادشاہ وغیرہ اپنی اولاد کو حکمت و فلسفہ کی تعلیم اور انہیں مختلف آداب کی تربیت دیا کرتے تھے، اور ان کے لئے سونے کے گھر تعمیر کرتے تھے جن میں مختلف تصویریں بنی ہوتی تھیں۔ تصویریں اس لئے ہوتی تھیں کہ انھیں دیکھ کر دلوں کو مسرت اور نگاہوں کو حسن و منظر کا لطف حاصل ہو، چنانچہ بچے تربیت کے لئے تصویروں کی خاطر ان گھروں کے اندر پڑے رہتے تھے۔ یہود اور نصاریٰ نے بھی اپنے ہیکلوں اور گرجا گھروں کو تصویروں سے مزیّن کیا ہے اسی طرح مسلمانوں نے بھی اپنی مسجدوں پر

نقش و نگار بنائے ہیں، مقصود یہ ہے کہ دلوں کو راحت اور مصروفیت حاصل ہو۔ شاہ زادوں میں سے کوئی طالب علم، علم ادب یا حکمت محفوظ کر لیتا تو وہ زینہ چڑھ کر مصور و منقوش سنگِ مرمر کے بنے ہوئے ایک اسٹیج پر آتا۔ یہ تقریب اس یوم جشن کو منائی جاتی تھی جس میں نماز اور حصول برکت کے بعد اہل مملکت اکٹھّا ہوتے تھے۔ یہاں شاہزادہ کو تاج اور جواہری پوشاک پہنائی جاتی، اور ادب و حکمت کے اسباق وہ علیٰ رؤوس الاشہاد سُناتا۔ استاد کو سلامی دی جاتی، بچے کو سُرخرو کہا جاتا، جس قدر اس میں فہم و ذکا کی بات دیکھی جاتی اس کے مطابق اسے حکیم کہا جاتا۔ ہیکلوں کی تعظیم کی جاتی انھیں ڈھانک دیا جاتا اور ان میں آگ اور شمع روشن کر دی جاتی۔ عمدہ بخور سلگائے جاتے اور لوگ طرح طرح سے آراستہ ہوتے۔ اسکی یادگار آج بھی فرقہ صابئہ، مجوس اور یہود کے ہیکلوں میں ملتی ہے، مسجدوں کے اندر مسلمان بھی منبروں پر ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔

حنین ابن اسحاق کے مطابق حکیم استاد افلاطون روفسطانیس بادشاہ کے زمانہ میں تھا۔ اس کے بیٹے کا نام نطافورس تھا۔ ارسطو ایک یتیم لڑکا تھا جس کی حوصلہ مند طبیعت نے اسے افلاطون حکیم کی خدمت میں پہنچا دیا تھا۔ روفسطانیس بادشاہ نے ایک بیت الحکمت تعمیر کیا اور اپنے بیٹے نطافورس کے لئے اسے پختہ کرایا۔ پھر افلاطون کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ رہ کر اسے تعلیم دے۔ نطافورس ایک پھسڈّی کم فہم اور سست یادداشت کا لڑکا تھا۔ مگر ارسطو ذہین، فہیم، محنتی، اور مافی الضمیر کی ادائیگی کی قدرت رکھتا تھا۔ افلاطون نطافورس کو حکمت و آداب سکھاتا مگر آج جو کچھ سیکھتا کل اسے فراموش کر دیتا اور ایک حرف بھی بیان نہ کر پاتا۔ ارسطو نے جو کچھ نطافورس کو تعلیم دی اسے سرعت سے یاد کر لیتا اور اپنے سینہ میں محفوظ کر لیتا۔ یہ ساری کارروائی افلاطون سے چھپ کر انجام دی جاتی، افلاطون کو معلوم نہ ہوتا کہ ارسطو کے سینہ میں کیا راز پوشیدہ ہے۔

جشن کے دن بیت الذہب کو آراستہ کیا گیا، نطافورس کو زیور اور پوشاک پہنائی گئی، بادشاہ روفسطانیس اہل مملکت، افلاطون اور تلامذہ سب حاضر ہوئے، نماز ختم ہو چکی تو افلاطون حکیم اور بادشاہوں اور حاضرین کے سامنے مقام بلند پر بیٹھے۔ مگر نطافورس حکمت و ادب کا ایک بول بھی نہ بول سکا۔ افلاطون بیحد شرمندہ ہوا اور لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ شاہزادہ کا وہ امتحان نہ لے سکا اور نہ ہی اس کے فہم کا اندازہ کر سکا۔ مگر اسے اس کی حکمت اور ذہانت پر اعتماد ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا "معشر التلامذہ! تم میں کس کو حکمت کی کچھ باتیں یاد ہیں اور نطافورس کی نمائندگی کر سکتا ہے؟" ارسطوطالیس نے تیزی سے آگے بڑھ کر کہا۔ "اے حکیم!" "میں" اسے حقیر سمجھ کر افلاطون نے اجازت نہیں اور وہی سوال تلامذہ کے سامنے پھر دہرایا۔ اس بار بھی ارسطو نے کہا استاد حکمت! نطافورس

کو آپ نے حکمت کے جو درس دئے وہ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔" افلاطون نے اس سے اُوپر آنے کے لئے کہا چنانچہ ارسطو زینوں پر چڑھا، حال یہ تھا کہ آراستہ تھا نہ کسی قسم کا تزک و احتشام بس پھٹے پُرانے کپڑوں میں طائرِ خوش الحان کی طرح چہچہایا۔ اور حکمت و ادب کی وہ ساری باتیں پیش کیں جنھیں افلاطون نے نطافورس کو تلقین کی تھیں۔ ان میں ایک حرف بھی اس نے نہیں چھوڑا۔ افلاطون نے کہا "بادشاہ! حکمت کے یہی وہ اسباق تھے جس کی تلقین مَیں نے نطافورس کو کی تھی۔ چوری سے ارسطو نے انھیں یاد کر لیا ہے، ان میں سے کوئی حرف اس نہیں چھوڑا ہے۔ ہائے رے میرا رزق اور حرماں نصیبی۔

بادشاہ اس دن بیٹے کو مملکت کا اہل قرار دے کر اس کا مرتبہ بلند کرتا تھا، مگر اس نے ارسطو کو منتخب کرنے کا حکم دیا اور اپنے بیٹے کو حکومت کا اہل قرار نہیں دیا۔ مجمع اس دن اس حال میں واپس ہوا کہ زبانوں پر ارسطو کا کارنامہ اور رزق اور حرماں نصیبی کی بات پر حیرت و تعجب کا اظہار تھا۔

حنین بن اسحاق لکھتا ہے کہ اس دن ارسطو نے حکمت کی جو باتیں پیش کیں ان میں سے کچھ حسبِ ذیل ہیں جو مجھے مل سکی ہیں۔

"حاضرین! تقدیس و تعظیم اور اجلال و اکرام سب ہمارے باری تعالیٰ کے لئے ہے۔ علم باری تعالیٰ کا ہبہ اور حکمت اس ذات کا عطیہ ہے جو دیتا ہے نہیں دیتا ہے، بلند کرتا ہے اور پست کرتا ہے۔ دُنیا میں ایک دوسرے سے فضیلت میں آگے بڑھ جانا اور فخر کرنا یہ دونوں وہ حکمت ہیں جو زندگی کی رُوح اور علوی زبانی کا مادہ ہے۔ مَیں ارسطو طالیس بن فیلوبیس، یتیم اور عظیم شاہزادہ نطافورس کا خادم ہوں، مَیں نے غور سے سُن کر یاد رکھا، باقی تسبیح و تقدیس تو معلم صواب اور مسبب الاسباب کے لئے برحق ہے۔

حاضرین اصولوں کی بدولت نہیں عقل و دانش سے لوگ فضل و کمال پیدا کرتے ہیں، افلاطون حکیم سے اصل العلوم حکمت اور ذہنوں کے نتائج اور فہم و بصیرت کے حاصل آداب مَیں نے سن کر یاد کئے اور حقیقت یہ ہے کہ روشن فکر ہی سے گہری بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔ سنجیدگی اور وقار سے مقاصد آسان ہوتے ہیں، نرم کلامی سے محبت میں دوام، پہلو کو نرم رکھنے سے کاموں کی تکمیل، وسعتِ اخلاق سے زندگی میں خوشگواری اور مسرت کا کمال، حسنِ سکوت سے ہیبت کا جلال، صحتِ گفتگو سے قدر و قیمت کی عظمت اور مقام بلند، انصاف سے باہمی صلہ رحمی تواضع سے محبت میں اضافہ، پاک دامنی سے اعمال کی نشو و نما، احسانات سے سیادت، عدل و انصاف سے دُشمن زیر، حلم سے دوستوں کی کثرت، نرمی سے دلوں کی تسخیر، ایثار سے فیاضی کا نام، انعام سے کرم کا استحقاق، وفا سے اخوت میں دوام اور صداقت سے فضل کا کمال حاصل ہوتا ہے۔ حسنِ عبرت ضرب المثل ہے، زمانہ سے حکمتوں کا

افادہ ہوتا ہے، زیادہ کا حقدار وہی ہے جسے نقص دُنیا کا عرفان حاصل ہو، اوقات سے آفات جنم لیتی ہیں عافیت سے کھانے پینے کا مزہ ملتا ہے، ناگوار باتوں سے زندگی بے کیف اور نعمتیں مکدر ہو جاتی ہیں، احسان جتانے سے احسان کا انکار اور انعام کے انکار سے حرماں نصیبی ملتی ہے۔ آزردہ کا دوست جاتا رہتا ہے، بدخلق خطرہ میں ہے، تنگ دست کی نگاہیں تھکی ہوتی ہیں، بخیل گو صاحب ثروت ہو مگر ذلیل اور فیاض گو ثروت میں کم مگر عزیز ہوتا ہے۔ حرص و آز فقر حاصل اور مایوسی کُھلی ہوئی تونگری ہے۔ لا ادری (مَیں نہیں جانتا) نصف علم ہے۔ حاضر جوابی ٹھوکر کا موجب ہے، کاموں میں غور و فکر کرنا بصیرتوں کا محرک ہے، ریاضت صلاحیت کو تیز کرتی ہے، ادب، سب سے بے نیاز کر دیتا ہے، تقوی دُنیا کا شعار ہے، ریاکاری جاہلوں کا لباس ہے۔ بیوقوفوں کو جھیلنا رُوحانی عذاب ہے، عورتوں پر فریفتہ ہونا بےوقوفوں کا کام ہے۔ مافات میں ذہن مصروف رکھنا تضییع اوقات ہے، بلا سے تعرض کرنے والا خود کو خطرہ میں ڈالتا ہے، آرزو کرنا حسرت کا سبب ہے، صبر عزم کی نصرت اور اس کا پھل ازالۂ مُصیبت اور آزمائش کو آسان سمجھنا ہے۔ جاہل کا دوست مغرور ہوتا ہے، خطرہ میں ڈالنے والا نا کام ہے۔ جو اپنی ہستی کو پہچان لیتا ہے وہ لوگوں میں ضائع نہیں ہوتا۔ جس کا علم عقل سے زیادہ ہو جاتا ہے وہ اس کے لئے وبال بن جاتا ہے۔ تجربہ کار طبیب سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ ادب چوک جائے تو خاموشی اختیار کرو۔ جسے علم سے نفع نہ ہو وہ جہالت کے نقصان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جو سنجیدگی سے کام لے گا وہ شرمندہ نہ ہوگا۔ جس نے فخر و غرور کیا وہ کیچڑ میں پھنس گیا۔ جس نے جلد بازی کی وہ ورطۂ ہلاکت میں گرا، جس نے غور و فکر سے کام لیا وہ محفوظ رہا۔ جس نے دقتِ نظر سے کام لیا غنیمت پائی، جس نے پوچھا اسے علم ملا، جس نے طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھایا وہ اُلجھ گیا۔ تجربوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ عقل کی روشنی میں تجربات کرنے والا افزوں ہے۔ رسم و رواج کا ہر شخص پر تسلّط ہوتا ہے۔ ہر چیز کو منتقل کیا جا سکتا ہے، مگر طبیعتوں کو نہیں۔ ہر شے جس کا اہتمام کیا جائے تدبیر بن جاتی ہے مگر قضا نہیں۔ حکمت میں جو مصروف ہوا، آنکھوں نے اسے وقار سے دیکھا۔ بلاغت بس اس قدر کافی ہے کہ اختصار سے ہو بولنے والے کو مُصیبت صرف سامع کے سوءِ فہم سے پہنچتی ہے۔ یقین کی ٹھنڈک جسے مل جائے وہ سوالات کی کشمکش سے بے نیاز ہو جاتا ہے جسے اس کا ادراک نہ ہو وہ جہالت سے بھرپور، غرور فکر میں مبتلا، خواہشات سے زیر ہو کر استقلال کے دروازے سے دُور اور فضیلتِ تعلیم سے ہٹ کر بد رسمی میں مصروف ہوتا ہے۔ بھائیوں کے مصائب سے گھبرانا مبر ہے اور آدمی کا اپنی مصیبت پر صبر کرنا جزع فزع کرنے سے زیادہ قابلِ تعریف ہے۔ ظلم پر قائم رہنے سے زیادہ نعمتوں کو تبدیل کرنے والی کوئی شے نہیں۔ بلا ادب جس نے بادشاہ کی خدمت کرنا چاہی وہ سلامتی سے نکل کر ہلاکت میں پڑا۔ سیادت کی بلندی پر چڑھنا مشکل اور دنائت کی جانب اُترنا آسان ہے۔"

حنین بن اسحاق مزید لکھتا ہے آداب کا یہ حصّہ حکیم (افلاطون) سب سے پہلے خطِ یونانی میں تلامذہ جو پہلے سال سکھاتا تھا۔ اس کے بعد شعر و نحو، پھر حساب، پھر ہندسہ، پھر نجوم پھر طب، پھر موسیقی، پھر منطق پھر فلسفہ کی تعلیم دیتا تھا۔ یہ سب آثارِ علویہ کے علوم کہلاتے ہیں، یہ دس علوم دس سالوں میں طالب علم سیکھتا تھا۔ افلاطون حکیم نے دیکھا کہ نطا فورس کو جن باتوں کی تلقین کی تھی اسے جوں کا توں ارسطو نے یاد کر لیا ہے تو اس کی یادداشت اور طبیعت سے خوش ہوا۔ نیز بادشاہ نے اسے منتخب کر لینے کا حکم دیا تھا چنانچہ اس کے پیشِ نظر بھی اس نے ارسطو کو منتخب کر لیا اور اسے ایک ایک علم سکھائے۔ حتیٰ کہ اس نے ان دسوں علوم کو محفوظ کر لیا۔ اور ایک جامع فلسفی اور حکیم ہوا۔

اقوال حکیمانہ

ارسطو کا ایک قول حفظانِ صحت کے باب میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ حسبِ ذیل ہے:

— آبِ انگور، روٹی اور گوشت استعمال کرنے والا، حرکت و سکون اور بیداری اور خواب میں میانہ رُو اور جماع اور تعدیلِ مزاج میں عُمدہ تدبیر کرنے والا تعجب ہے، کیسے بیمار پڑتا ہے۔

— ارسطو کے حکیمانہ اقوال و آداب بشر بن فاتک کی روایت سے۔

— اصحابِ حکومت اگر صالح ہوں تو ان سے زیادہ صالح اور فاسد ہوں تو ان سے زیادہ فاسد لوگوں کے لیے اور خود ان کے لئے کوئی اور شے نہیں ہے۔ کیونکہ رعیت میں حاکم کا مقام وہی ہے جو جسم میں رُوح کا ہوتا ہے، جسم کی حیات رُوح سے وابستہ ہوتی ہے۔

— حرص سے بچو۔ تمہارا اور تمہارے ہاتھوں پر دوسروں کا مصلح زہد ہے۔ زہد یقین سے، یقین صبر سے اور صبر تدبر سے پیدا ہوتا ہے۔ دُنیا پر غور کرو گے تو اسے اس بات کے لائق نہ پاؤ گے کہ آخرت کو رُسوا کر کے اس کی تکریم کرو۔ کیوں کہ دُنیا دار الامتحان اور بسدِ رمق روزی کا مقام ہے۔

— تو نگری مطلوب ہو تو اسے قناعت سے حاصل کرو۔ کیونکہ قناعت نہ ہو گی تو دولت خواہ زیادہ ہو مگر بے نیاز نہیں کر سکتی۔

— دُنیا کے انقلاب اور دُنیاوی زندگی کی کدورت کی علامت یہی ہے کہ اس کے ایک پہلو کی تعمیر دوسرے پہلو کی تخریب سے ہوتی ہے۔ دُنیا دار کو عزّت ملتی ہے تو ذلیل ہو کر اور غنا حاصل ہوتا ہے تو محتاج بن کر دُنیا گا ہے بغیر کسی تدبیر اور بغیر کسی فضیلت دینی کے حاصل ہو جاتی ہے۔

— اگر غلط روی کی حالت میں تمہاری دُنیاوی ضرورت پوری ہو گئی ہو یا صحیح موقف پر رہنے کے باوجود دُنیا نے مُنہ موڑ لیا ہو تو ہرگز کمزور موقف اختیار نہ کرنا کہ غلطیاں دوبارہ کرو اور صحت و صواب سے رُخ موڑ لو۔

— اپنی عمر کا کوئی حصّہ غیر نفع بخش کاموں میں ضائع نہ کرو، اپنی دولت کا کوئی حصّہ ناحق مقام پر خرچ نہ کرو، اپنی طاقت کا کوئی جز ان کاموں میں صرف نہ کرو جو بے نیاز نہ کرتے ہوں، اپنے فکر کا کوئی پہلو ان کاموں میں دُرست نہ کرو جو راست نہ ہوں۔ ان باتوں میں سے جو بھی کرو حفظ و احتیاط کا دامن نہ چھوٹے۔ خاص کر عمر کے باب میں کیونکہ زندگی کا یہ ایک ہی تیر ہے، اس کے علاوہ اور کوئی تیر تجھے نہ ملے گا۔ اگر خود کو لذّت اندوز کرنا چاہو تو اصحابِ علم سے گفتگو اور حکمت کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔

— کوئی شخص عیب و ہُنر سے خالی نہیں ہے۔ لہٰذا کسی شخص کا عیب ایسا نہ ہو کہ جہاں اس کے اندر کوئی نقص نہ ہو وہاں اس سے مدد طلب کرنے سے باز رکھے۔ اسی طرح کسی شخص کی نیکوکاری ایسا نہ ہو کہ جہاں اس سے فائدہ کی اُمید نہ ہو وہاں اس سے مدد حاصل کرنے کی تحریک پیدا کرے۔ واضح رہے کہ انصار بد کی کثرت انصار صدق و صفا کے مقابلہ میں زیادہ نقصان دہ ہے۔

— عدل اس دھرتی پر اللہ کی میزان ہے۔ اسی میزان کی بدولت کمزوروں کا حق طاقتوروں سے اور برسرِ حق رہنے والوں کی طاقت برسرِ باطل رہنے والوں سے لی جاتی ہے۔ اللہ نے اپنی میزان جہاں بندوں میں رکھی ہے وہاں سے جو زائل کرے گا وہ بڑی جہالت کرے گا اور اللہ کے باب میں سخت دھوکہ میں رہے گا۔

— صاحبِ علم جاہل کو پہچانتا ہے کیوں کہ وہ جاہل تھا مگر جاہل عالم کو نہیں پہچانتا کیونکہ وہ عالم نہ تھا۔

— مجھے علم کی طلب اس لئے نہیں ہے کہ اس کی انتہا تک پہنچوں اور اس کے مقصود پر تسلط حاصل کروں بلکہ اس خواہش کے تحت ہے کہ وہ بات معلوم کروں جس کے اندر جہالت کی گنجائش نہ ہو، اس کی خلاف ورزی دانشور کے لئے بہتر نہیں ہے۔

— دولت وہ حاصل کرو جو فنا نہ ہو، زندگی وہ بناؤ جو ناقابلِ تغیر ہو، اقتدار وہ حاصل کرو جو لازوال ہو اور بقا وہ طلب کرو جس پر اضمحلال طاری نہ ہو۔

— تمھارا غصّہ متوازن رہے، نہ سخت نہ کمزور، ایک درندوں کی خصلت ہے اور ایک بچّوں کی۔

— سکندر کو یہ بھی لکھا "جن باتوں سے بادشاہ معزز ہوتے ہیں تین ہیں:۔

۱۔ عُمدہ احکام وضع کرنا۔

۲۔ قابلِ ذکر فتوحات۔

۳۔ ویران شہروں کی تعمیر۔

— کلام کا اختصار یہ ہے کہ معانی سمٹ جائیں۔

— جو تم سے بے رغبت ہے اس کی ذات میں رغبت رکھنا ذِلّتِ نفس ہے اور جو تم میں رغبت رکھتا ہے اس سے بے رغبتی کم ہمّتی ہے۔

— چُغل خوری دلوں کو ارمغان نفرت پیش کرتی ہے، جو تمھارے سامنے آگیا اس نے تمھیں گالی دے دی، جو تم تک کوئی بات پہنچائے گا وہ تمھاری بات دوسروں کو بھی پہنچائے گا۔

— جاہل اپنے نفس کا دُشمن ہے، لہٰذا دوسروں کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔

— خوش بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پذیر ہو۔

— اپنے اصحاب سے کہا "تمھیں اصل توجّہ اپنے نفس کی ریاضت پر دینی چاہیئے ضرورت کی حد تک اپنے جسموں کا خیال کرو۔ کام و دہن کی لذّتوں سے دُور بھاگو۔ کیونکہ یہ کمزور نفس کو چُرا لیتی ہیں، طاقتور نفس پر ان کا کوئی زور نہیں ہوتا۔"

— ہمیں حق بھی محبوب ہے اور افلاطون بھی، مگر دونوں جُدا ہوں گے تو حق کو ترجیح دیں گے۔

— وفاداری شرافت کا نتیجہ ہوتی ہے۔

— جاہل کی زبان اس کی موت کی کُنجی ہے۔

— خاموشی نہ بول سکنے سے بہتر ہے۔

— احسانات سے قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

— تواضع سے نعمت کی تکمیل ہوتی ہے۔

— خورد و نوش کا بوجھ اُٹھانے سے سیادت لازم ہوتی ہے۔

— منصفانہ چلن سے تکلیف دہ باتیں کم ہوتی ہیں۔

— لایعنی باتوں سے ترک سے فضل میں کمال پیدا ہوتا ہے۔

— چُغل خوریوں سے ناپسندیدہ باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

— ایک بچّہ کو دیکھا کہ علم میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے تو اس سے کہا "علم کی مشقّت پر صبر نہ کرو گے تو جہالت کی شقاوت پر صبر کرنا پڑے گا۔

— ایک شاگرد نے دوسرے شاگرد کی شکایت کی تو اس سے پوچھا "کیا تمھیں یہ پسند ہو گا کہ اس کے باب میں تمھاری بات مان لیں اور تمھارے باب میں اس کی بات بھی تسلیم کر لیں؟" اس نے کہا نہیں، ارسطو نے کہا "تو پھر بدی سے باز رہو، وہ تم سے باز رہے گی۔"

— ایک لاغر انسان کو دیکھا کہ کثرت سے کھا رہا ہے، اس کا خیال تھا کہ اس طرح طاقتور ہو جائے گا، ارسطو نے اس سے کہا "طاقت کا زیادہ ہونا کثرتِ غذا پر نہیں بلکہ اس بات پر منحصر ہے کہ جسم غذا کو کس قدر قبول کر رہا ہے۔

— تہذیب سیکھنے کے لئے تجربے اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے انقلابات زمانہ کافی ہیں۔

— پوچھا گیا وہ کون سی بات ہے جو حق ہونے کے باوجود کہی نہ جا سکے۔ فرمایا "خودستائی۔"

— پوچھا گیا "حکماء نے دولت کیوں جمع کی ہے"۔ جواب دیا "تاکہ خود کو اس مقام پر نہ رکھیں جہاں کے وہ مستحق نہیں ہیں۔"

— آدمی کی آزمائش غُصّہ کے وقت کرو، خوش رہنے کی حالت میں نہیں، قدرت و طاقت کے زمانہ میں کرو، ذلّت و ضعف کے زمانہ میں نہیں۔

— لوگوں کی رضا ناقابل اور اِک غایت ہے، لہٰذا اگر کسی کی رضا ظلم و جور ہو تو اس کی ناخوشی کو ناپسند نہ کرو۔

— نطق اور ذہانت کی وجہ سے انسان تمام حیوانات سے اشرف ہوا۔ اگر وہ خاموش رہے اور سمجھا نہ جا سکے تو حیوان ہو جاتا ہے۔

— شراب کثرت سے استعمال نہ کرو، ورنہ عقل میں تغیّر اور فہم کے اندر فساد پیدا ہو گا۔

— ایک شاگرد کو کوئی مسئلہ دوبارہ سمجھاتے ہوئے پوچھا "سمجھ گئے؟" اس نے کہا "ہاں" ارسطو نے کہا "مگر سمجھ لینے کے آثار تمھارے چہرے سے عیاں نہیں ہیں؟" اس نے پوچھا "وہ کیسے؟" کہا "تم خوش نظر نہیں آتے۔ فہم کی علامت یہ ہے کہ آدمی خوش نظر آئے۔"

— سب سے عُمدہ چیزیں وہ ہیں جو سب سے زیادہ نئی ہوں، مگر محبّتیں تب ہی سب سے عُمدہ ہوتی ہیں جب سب سے زیادہ پُرانی ہوں۔

— ہر شے کا ایک خاصہ ہے، عقل کا خاصہ حسن انتخاب ہے۔

— سوال کا جواب نہ دینے پر انسان قابل ملامت نہیں ہوتا، تاوقتیکہ یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ سائل نے سوال عُمدہ کیا تھا۔ کیونکہ حُسن سوال حسن جواب کا ذریعہ ہے۔

— بہ عجلت گفتگو سے لغزشیں وابستہ ہوتی ہیں۔

— لامعلوم اشیاء کو معلوم کرنے کی خواہش ترک کر دینے کا محرک یہ ہے کہ آدمی معلومات سے فائدہ کم اُٹھائے۔

— عمل کی شیرینی کا مزہ جو چکھے گا وہ راہِ عمل کی تلخیوں پر صبر کرے گا اور جسے کسی علم کا فائدہ محسوس ہو جائے گا وہ اور زیادہ علم حاصل کرنے کا اہتمام کرے گا۔

— بدی کا بدی سے دفاع ایک تازیانہ ہے اور بدی کا نیکی سے دفاع فضیلت ہے۔

— جو بھلائی تم لکھو، اسے وہ ہونا چاہیئے جو پڑھی جا سکے اور جو بھلائی تم محفوظ کرو، وہ اسے ہونا چاہیئے جو لکھی جا سکے۔

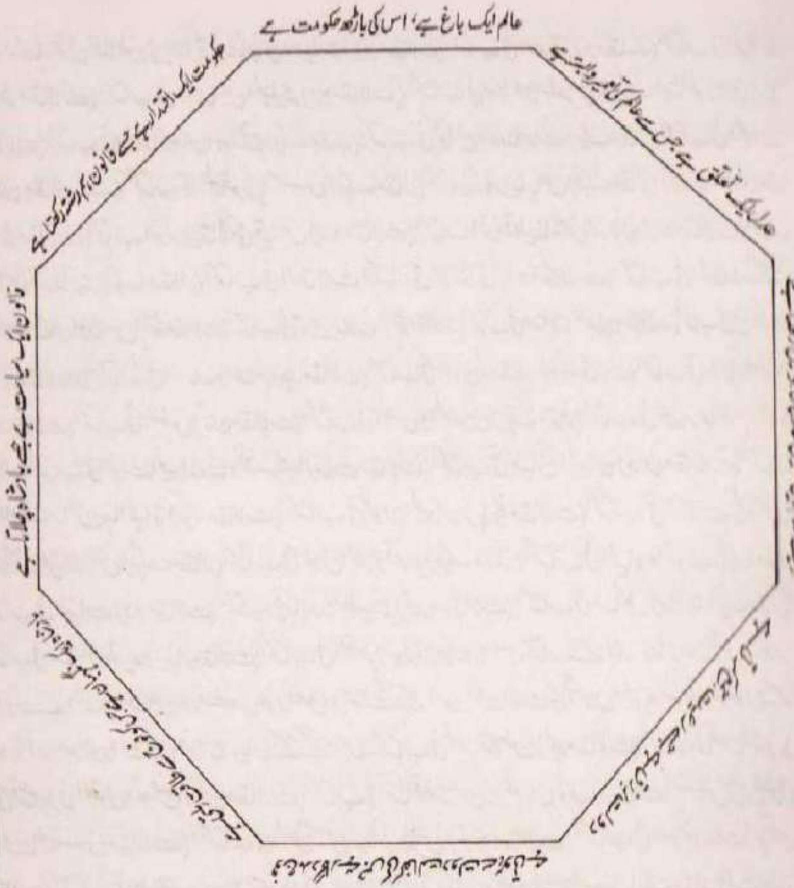
— سکندر کو لکھا "اللہ تجھے وہ کامیابی عطا کرے جو تمہیں پسند ہو تو تم عفو کی وہ بات اختیار کرنا جو اللہ کو پسند ہے"۔

— گھمنڈی قابل تعریف، غضبناک خوش، شریف حاسد، حریص غنی، آزردہ دائم الاخوت پایا نہیں جاتا نہ یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑھ کر کوئی اخوت کا رشتہ بعجلت کرے اور شرمندگی اُٹھائے۔

— فکر و نظر پر اکثر لوگوں میں غلبہ اس لئے ہوتا ہے کہ شہوت بچپن ہی سے ہوتی ہے۔ فکر و نظر تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آدمی مُکمّل ہو جاتا ہے، لہٰذا قدیم صحبت کے باعث شہوت سے انسیت فکر و نظر سے انسیت کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، کیوں کہ یہ آدمی کے اندر اجنبی بن کر رہتی ہے۔

اسکندر کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر چُکا تو اسے سیاست عامہ اور سیاست خاصہ کے مسائل پر امتحان لینے کے لئے طلب کیا۔ اس نے ان مسائل کا نہایت عمدہ جواب دیا، اس پر اس کی بُری طرح پٹائی کی۔ پوچھا گیا ایسا کیوں؟ جواب دیا "یہ لڑکا اقتدار کا امیدوار ہے، مَیں نے چاہا کہ ظلم کا مزہ اسے چکھا دوں تاکہ لوگوں پر ظلم کرنے سے باز رہ سکے"۔

موت کے وقت ارسطو نے حکم دیا کہ دفن کرنے کے بعد قبر ایک ہشت پہلو عمارت بنائی جائے اور اس کے آٹھوں جہتوں پر ان تمام امور کے جامع کلمات کندہ کرائے جائیں جن سے عوام کی مصلحت وابستہ ہے یہ کلمات حسب ذیل ہیں۔



ارسطو کی مشہور تصنیفات جن کا بطلیموس نے تذکرہ کیا ہے حسب ذیل ہیں۔

حصول فلسفہ کی تحریک پیدا کرنے والی کتاب (تین مقالات) کتاب سوافسطس (ایک مقالہ) کتاب فی صناعۃ الریطوری (تین مقالات)، کتاب فی العدل (چار مقالات)، کتاب فی الریاضۃ والادب المصلین الحالات الانسان فی نفسہ (چار مقالات)، کتاب فی شرف الجنس (پانچ مقالات) کتاب فی الشعراء (تین مقالات)، کتاب فی الملل (چھ مقالات)، کتاب فی الخیر (پانچ مقالات)، کتاب ارخوطس (تین مقالات)، کتاب فی الخلوط بل ہی منقسمۃ ام لا (تین مقالات) کتاب فی صفۃ العدل (چار مقالات) کتاب فی التباین والاختلاف چار مقالات)، کتاب فی العشق (تین مقالات)، کتاب فی الصور ہل لہا وجود دائم لا (تین مقالات)، کتاب

فی اختصار قول فلاطن فی اللذۃ فی کتابہ فی السیاسۃ (دو مقالات)، کتاب فی اللذۃ (دو مقالے)، کتاب فی الحرکات (آٹھ مقالات)، کتاب فی المسائل الجیلیۃ (دو مقالات)، کتاب فی صناعۃ الشعر علیٰ مذہب فیثاغورس (دو مقالات)، کتاب فی اتخاذ الحیوان المواضع (ایک مقالہ)، کتاب فی جوامع الصناعات (ایک مقالہ)، کتاب فی المجت (تین مقالات)، کتاب قاطیغوریاس (ایک مقالہ)، کتاب بارمینیاس (ایک مقالہ)، کتاب طوبیقا (آٹھ مقالات)، کتاب انولوطیقا یعنی قیاس (دو مقالات)، کتاب افود قطیفا یعنی برہان (دو مقالات)، کتاب فی السوفسطائیۃ (ایک مقالہ)، کتاب فی المقالات الکبار فی الاخلاق (دو مقالات)، کتاب فی المقالات الصغار فی الاخلاق الی اوذیمس (آٹھ مقالات)، کتاب فی تدبیر المدن (آٹھ مقالات)، کتاب فی صناعۃ الشعر (دو مقالات)، کتاب فی سمع الکیان (آٹھ مقالات)، کتاب فی السماء والعالم (چار مقالات)، کتاب فی الکون والفساد (دو مقالات)، کتاب فی الآثار العلویۃ (چار مقالات)، کتاب فی النفس (تین مقالات)، کتاب فی الحس والمحسوس (ایک مقالہ)، کتاب فی الذکر والنوم (ایک مقالہ)، کتاب فی حرکۃ الحیوانات وتشریحہا (سات مقالات)، کتاب فی طبائع الحیوان (دس مقالات)، کتاب فی الاعضاء التی بہا الحیاۃ (چار مقالات)، کتاب فی کون الحیوان (پانچ مقالات)، کتاب فی حرکات الحیوان الکائنۃ علی الارض (ایک مقالہ)، کتاب فی طول العمر وقصرہ (ایک مقالہ)، کتاب فی الحیاہ والموت (ایک مقالہ)، کتاب فی النبات (دو مقالات)، کتاب فیما بعد الطبیعۃ (تیرہ مقالات)، کتاب فی مسائل ہیولانیۃ (ایک مقالہ)، کتاب فی مسائل طبیعۃ (چار مقالات)، کتاب فی القسم (سولہ مقالات)، اس کتاب کے اندر زمانہ اور نفس اور شہوت کے اقسام، فاعل اور منفعل اور فعل و محبت کے امور، حیوانات کی قسمیں، خیر و شر اور حرکتوں کے امور، اور موجودات کے انواع بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب فی قسم فلاطن (چھ مقالات)، کتاب فی قسمۃ الشروط التی تشترط فی القول و توضع (تین مقالات)، کتاب فی مناقضۃ من یزعم بان توخذ مقدمات النقیض من نفس القول (انتالیس مقالات)، کتاب فی النفی مسمی بہ السیطاس (تیرہ مقالات)، کتاب فی الموضوعات (چونتیس مقالات)، کتاب فی موضوعات عشقیۃ (ایک مقالہ)، کتاب فی موضوعات طبیعیۃ (ایک مقالہ)، کتاب فی ثبت الموضوعات (ایک مقالہ)، کتاب فی الحدود (سولہ مقالات)، کتاب فی الاشیاء التحدیدیۃ (چار مقالات)، کتاب فی تحدید طوبیقا (ایک مقالہ)، کتاب فی تقدیم حدود طوبیقا (تین مقالات)، کتاب فی موضوعات تقدم بہا الحدود (دو مقالات)، کتاب فی مناقضۃ الحدود (دو مقالات)، کتاب فی صناعۃ التحدید التی استعملہا ثاوفرسطس لانالوطیقا الاولیٰ (ایک مقالہ)، کتاب فی تقدیم التحدید (دو مقالات)، کتاب فی مسائل (اڑتیس مقالات)، کتاب فی مقدمات المسائل (تین مقالات)، کتاب فی المسائل الدوریۃ التی یستملہا المتعلمون (چار مقالات)، کتاب فی الوصایا (چار مقالات)، کتاب فی التذکرات (دو مقالات)، کتاب فی الطب (پانچ مقالات)، کتاب فی تدبیر الغذاء (ایک مقالہ)، کتاب فی الفلاحۃ (دس مقالات)، کتاب الآثار العلویۃ (دو مقالات)، کتاب فی تناسل الحیوان (دو مقالات)، کتاب آخر فی تناسل الحیوانات (دو مقالات)، کتاب فی المقدمات (تیئس ۲۳ مقالات)، کتاب آخر فی مقدمات آخر (سات مقالات)، کتاب فی سیاسۃ المدن وعدد الامم، اس کتاب میں مصنف نے ۱۷ بڑے شہروں کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب فی تذکرات عدہ (سولہ مقالات)، کتاب آخر فی مثل ذلک (ایک مقالہ) کتاب فی المناقضات (ایک مقالہ)، کتاب فی المضاف (ایک مقالہ)، کتاب فی الزمان (ایک مقالہ) وہ کتابیں جو ابلیقون کے کتب خانہ میں چند مقالات پر مشتمل پائی گئیں، کتاب فی تذکرات آخر، ایک بڑی کتاب جس میں چند رسائل آٹھ اجزاء پر مشتمل ہیں، کتاب فی سیر المدن، کچھ رسائل جو اندرونیقوس کو ملے ہیں، ان میں چند کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کے اندر کچھ تذکرے ہیں جن کی تعداد اور اسماء کا اندرونیقوس نے اپنی کتاب میں اس جگہ درج کیا ہے جہاں ارسطو کی کتابوں کی فہرست پیش کی ہے۔ کتاب فی مسائل من عویص شعر اومیروس (دس اجزاء)، کتاب فی معانی طبیعۃ من الطب۔

بطلیموس کہتا ہے یہ وہ تمام تصنیفات ہیں جو میرے مشاہدہ میں آچکی ہیں، دوسرے حضرات نے کچھ دوسری کتابیں بھی دیکھی ہیں۔

بطلیموس نے جن کتابوں کو دیکھا ہے ان کے علاوہ ارسطو کی اور بہت ساری تصنیفات ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں۔

کتاب الفراسۃ، کتاب السیاسۃ المدنیۃ، کتاب السیاسۃ العملیۃ، مسائل فی الشراب، شراب الخمر والسکر۔ یہ کل بائیس مسائل ہیں۔ کتاب فی التوحید علیٰ مذہب بقراط کتاب الشباب والہرم، کتاب الصحۃ والسقم، کتاب فی الاعداد، کتاب فی الباہ، مکتوبات بنام فرزند، نیقانر کو وصیت، کتاب الحرکۃ، کتاب فضل النفس، کتاب فی العظم الذی لایتجزاء، کتاب التنقل، الرسالۃ الذہبیۃ، مکتوب بنام اسکندر برتدبیر ملک، کتاب الکنایات والطبیعیات، کتاب فی علل النجوم کتاب الانوار، رسالۃ فی الیقظۃ، کتاب علامت الامطار ومستافعہا، السبب فی خلق الاجرام السماویۃ، مکتوب بنام اسکندر بر روحانیات واعمال روحانیات در ممالک، کتاب الاسماطالیس الی الاسکندر، رسالۃ فی طبائع العالم الی الاسکندر، کتاب ارا صطماخیس یہ کتاب اس وقت لکھی ہے جب روم جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ کتاب الحیل، کتاب المرآۃ، کتاب القول علی الربوبیۃ، کتاب المسائل الطبیعیۃ، یہ کتاب مابال کے نام سے بھی معروف ہے۔ (ستّرہ مقالات)، کتاب ماطاطافوسیقا، یہ مابعد الطبیعہ سے بحث کرتی ہے (بارہ مقالات)، کتاب الحیوان (انیس مقالات)، کتاب نعت الحیوانات الغیر ناطقہ وما فیہا من المنافع والمضار وغیر ذلک۔ کتاب الضیاح الغیر الوض، کتاب الملاطیس، کتاب فی نفث الدم، کتاب المعادن، کتاب الیتیم، یہ غالب و مغلوب اور طالب و مطلوب کے موضوع پر ہے جسے اس نے اسکندر کے لئے تالیف کیا تھا۔ کتاب اسرار النجوم۔

ثاوفرسطس

ارسطو کا ایک شاگرد، اس کا خالہ زاد بھائی، اور ان اوصیاء میں تھا جنھیں ارسطو نے وصیت کی تھی، وفات کے بعد ارسطو نے اسے دار التعلیم کا جانشین بنایا تھا۔

ثاوفرسطس کی حسب ذیل تصنیفات ہیں۔

کتاب النفس (ایک مقالہ)، کتاب الآثار العلویۃ (ایک مقالہ)، کتاب الادب (ایک مقالہ)، کتاب الحس والمحسوس (چار مقالات)، کتاب مابعد الطبیعۃ (ایک مقالہ)، کتاب اسباب النبات، شرح کتاب قاطیغورس، اسے منحول کہا جاتا ہے۔ کتاب الی دمقراط فی التوحید، کتاب فی المسائل الطبیعیۃ۔

اسکندر افرودیسی

سکندر کے بعد شاہان طوائف کے زمانہ میں پیدا ہوا، جالینوس کو دیکھا تھا، اس کے ساتھ صحبت بھی رہی، یہ جالینوس کو راس البغل کے لقب سے یاد کرتا تھا۔ دونوں کے درمیان بحث و تمحیص اور جدل و مخاصمت کا دور چلتا تھا۔ فلسفی تھا، علوم حکمت اچھی طرح سیکھ لئے تھے، علم طبیعی میں ماہر تھا، یہ ایک عام مجلس کے اندر حکمت کا درس دیا کرتا تھا۔

ارسطو کی اکثر تصنیفات کی اس نے شرح لکھی ہے۔ یہ شرحیں پسندیدہ، دلچسپ، مفید اور اس قابل ہیں کہ ان سے استفادہ کیا جائے۔

ابوزکریا یحییٰ بن عدی فرماتے ہیں السماع کلہ اور کتاب البرہان پر اسکندر نے جو شرح لکھی ہے اسے میں نے ابراہیم بن عبداللہ ناقل نصرانی کے ترکہ میں دیکھی ہے۔ دونوں شرحیں ایک سو بیس دینار میں مجھے پیش کی گئیں، دینار حاصل کر کے حاضر ہوا تو پتہ چلا کہ چند کتابوں کے ساتھ دونوں شرحیں ایک خراسانی شخص کو تین ہزار دینار میں فروخت کی جا چکی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کتابیں آستینوں میں رکھ کر منتقل کی جاتی تھیں۔

ابوزکریا فرماتے ہیں ابراہیم بن عبداللہ سے سوفسطیقا، خطابت اور شعر کے نصوص بہ نقل اسحاق ۵۰ دینار میں حاصل کرنا چاہا تو اس نے فروخت نہیں کیا اور وفات کے وقت انھیں نذر آتش کر دیا۔

اسکندر افرودیسی کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

تفسیر کتاب قاطیغوریاس لارسطوطالیس، تفسیر کتاب باریمینیاس لارسطوطالیس تفسیر کتاب انالوطیقا الاولی لارسطوطالیس، اشکال جملیہ تک اس کی شرح ہے، اس کتاب کی دو شرحیں اسکندر نے لکھی ہیں۔ جن میں ایک دوسری سے کامل تر ہے۔ تفسیر کتاب انالوطیقا الثانیۃ لارسطوطالیس، تفسیر کتاب طوبیقا لارسطوطالیس، اس کتاب کی جو شرح مل سکی ہے وہ مقالہ اولی کے بعض حصوں پر اور پانچویں، چھٹے، ساتویں اور آٹھویں مقالہ کی شرح پر مشتمل ہے۔ کتاب السماع الطبیعی لارسطوطالیس، تفسیر لبعض المقالۃ الاولی من کتاب السماء والعالم لارسطوطالیس، تفسیر کتاب الکون والفساد لارسطوطالیس، تفسیر کتاب الآثار العلویۃ لارسطوطالیس، کتاب النفس (ایک مقالۃ) مقالۃ فی عکس المقدمات، مقالۃ فی العنایۃ، مقالۃ فی الفرق بین الہیولی و الجنس مقالۃ فی الرد علی من قال انہ لایکون شئ الامن شئ، مقالۃ فی ان الابصار لایکون بشعاعات تنبعث من العین والرد علی من قال بانبثاث الشعاع۔ پہلا مقالہ ان لوگوں کے رد میں ہے جو کسی چیز کے ایک ہی چیز سے پیدا ہونے کے قائل ہیں، دوسرے مقالہ کا موضوع یہ ہے کہ دیکھنے کا عمل ان شعاعوں سے نہیں ہوتا جو آنکھوں سے پھیلتی ہیں، شعاعوں کے انتشار کی اس میں تردید کی گئی ہے۔ مقالۃ فی اللون وای شئ ہو علی رای الفیلسوف، مقالۃ فی الفصل خاصۃ ماہو علی رای ارسطوطالیس، مقالۃ فی المالیخولیا، مقالۃ فی اجناس والانواع، مقالۃ فی الرد علی جالینوس یہ اس کی کتاب البرہان کا آٹھواں مقالہ ہے۔ مقالۃ فی الرد علی جالینوس۔ یہ جالینوس کے اس اعتراض کا جواب ہے جو اس نے ارسطو کے اس قول پر کیا ہے کہ جو متحرک بھی ہے وہ کسی محرک کے تحت حرکت کرتا ہے۔ مقالۃ فی الرد علی جالینوس فی مادۃ الممکن، مقالۃ فی الفصول التی تقسم بہا الاجسام، مقالۃ فی العقل علی رای ارسطوطالیس، رسالۃ فی العالم وای اجزائہ تحتاج فی ثباتہا و دوامہا الی تدبیر اجزاء اخری، کتاب فی التوحید، مقالۃ فی القول فی مبادی الکل علی الرای ارسطوطالیس، کتاب آراء الفلاسفۃ فی التوحید، مقالۃ فی حدوث الصور لامن شئ مقالۃ فی قوام الامور العامیۃ، مقالۃ فی تفسیر ما قالہ ارسطوطالیس فی طریق القسمۃ علی رائ افلاطون، مقالۃ فی ان الکیفیات لیست اجساما، مقالۃ فی الاستطاعۃ، مقالۃ فی الاضداد وانہا اوائل الاشیاء علی رای ارسطوطالیس، مقالۃ فی الزمان، مقالۃ فی الہیولی وانہا معلولۃ مفعولۃ فی ان القوۃ الواحدۃ تقبل الاضداد جمیعا علی رای ارسطوطالیس، مقالۃ فی الفرق بین المادۃ والجنس، مقالۃ فی المادۃ والعدم والسکون وحل مسئلۃ الناس من القدماء الطلوا بہا الکون من کتاب ارسطوطالیس فی سمع الکیان۔ یہ مقالہ مادہ، عدم، کون اور قدماء کے ایک مسئلہ کو حل کرتا ہے اس مسئلہ سے انھوں نے ارسطو کی کتاب سمع الکیان کی بحث "کون" کا ابطال کیا تھا۔ مقالۃ فی الامور العامیۃ والکلیۃ وانہا لیست اعیانا قائمۃ، مقالۃ فی الرد علی من زعم ان الاجناس مرکبۃ من الصور، مقالۃ فی ان الفصول التی بہا ینقسم جنس انم، مقالۃ فیما استخرجہ من کتاب ارسطوطالیس الذی یدعی بالربوبیۃ ثولوجیا، یعنی ارسطو کی اس کتاب سے استنباط جو رومی زبان ثولوجیا کہی جاتی ہے، ثولوجیا کے معنی ہیں توحید الٰہی پر کلام کرنا۔ رسالۃ فی ان کل علۃ مباینۃ،

ۃ فی اثبات الصور الروحانیۃ التی لا ہیولی لہا، مقالۃ فی العلل التی تحدث فی فم المعدۃ، مقالۃ
نفس، ارسطو کی کتاب النفس کے آٹھویں مقالہ کی ایک فصل پر مشتمل ایک مقالہ،
الۃ فی القوۃ الآتیۃ من حرکۃ الجرم الشریف الی الاجرام الواقعۃ تحت الکون و
اد۔

باب چہارم

اطبا جو جالینوس کے عہد میں اور قریب تر زمانہ میں پیدا ہوئے

جالینوس

سب سے پہلے ہم جالینوس کی سوانح و سیرت پر کلی گفتگو کریں گے پھر اس کے بعد کچھ ان اطبار کا تذکرہ کریں گے جو جالینوس اور اس کے قریب تر زمانہ میں پیدا ہوئے۔

جالینوس کے جو حالات معلوم ہیں اور اقوام عالم میں خاص و عام کی زبان پر اس کے متعلق جو باتیں مشہور ہیں اس کے مطابق وہ آخری سب سے بڑا معلم طبیب ہے یعنی اوپر جن مشہور اکابرین اطبار کا تذکرہ آچکا ہے ان میں یہ آٹھواں اور آخری طبیب ہے۔ فنِ طب کے اندر اس کا ہمسر تو کیا قریب تر بھی کوئی شخصیت پیدا نہیں ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اس نے میدان طب کے اندر قدم رکھا تو دیکھا کہ فن پر اطبار سوفسطائیین کے نظریات بکثرت مسلط ہیں اور فن کے محاسن و نقوش مٹ چکے ہیں۔ چنانچہ اس صورتِ حال کا اس نے مقابلہ کیا اور مذکورہ حضرات کے افکار و نظریات کا ابطال کر کے بقراط اور اس کے متبعین کے افکار و خیالات کی حتی الامکان تائید و نصرت کی۔ اس سلسلہ میں اس نے بکثرت تصنیفات لکھیں جن کے اندر اس نے فن کے اسرار اور حقائق سے پردہ اٹھایا، فن کے اندر جو قول برحق نظر آیا اس کی تائید کی۔ اس کے بعد جو اطبا بھی آئے وہ درجہ میں اس سے کم تر اور اسی کے شاگرد رہے۔

مدت حیات ستاسی (۸۷) سال ہے۔ سترہ سال بچپن اور تعلیم اور ستر سال علمی تحقیق و مطالعہ اور درس و تدریس میں گزرے۔ یہ یحییٰ نحوی کا بیان ہے، اسی طرح مذکورہ مشہور اکابرین اطبار کی تعلیم و تعلم کی جو مدتیں بیان کی گئی ہیں وہ سب یحییٰ نحوی کے مطابق ہیں۔

یحییٰ نحوی نے جالینوس کے بارے میں یہاں جو بیان قلمبند کیا ہے وہ محل نظر ہے۔ کیوں کہ اس کی معلومات کوئی ضروری نہیں ہے کہ ممکن ہوں، کیوں کہ قیاس کے مطابق کچھ معلومات ناممکنات سے ہیں۔ یہاں جالینوس کے متعلق اس نے کہا ہے کہ سترہ سال بچپن اور تعلیم میں اور ستر سال علمی مطالعہ و تحقیق اور درس و تدریس میں گزرے مگر یہ قول خود جالینوس کے بیان کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے اپنے بارے میں جالینوس نے

جو بیان ہے اسے دوسروں کے بیان پر بہر حال فوقیت حاصل ہوگی۔ اس نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا ہے اُسے ہم اس کی کتاب "مراتب قراءۃ کتبہٖ" سے یہاں نقل کریں گے۔

"میرے والد علم ہندسہ، حساب اور ریاضیات جسے وہ اچھی طرح پڑھا سکتے تھے اور جس کی تعلیم وہ بچّوں کو دیا کرتے تھے مجھے دیتے رہے حتیٰ کہ عمر کی پندرہویں منزل میں داخل ہوا اس کے بعد انھوں نے منطق کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر بھیج دیا۔ اس وقت وہ مجھے صرف فلسفہ کی تعلیم دلانا چاہتے تھے مگر ایک خواب کی رو سے انھوں نے مجھے طب کی تعلیم دلانی پسند کی۔ اس وقت میں سترہ سال کا ہو چکا تھا۔"

اگر حقیقت یہی ہے تو جالینوس کا یہ بیان یحییٰ نحوی کے مذکورہ بیان سے مختلف ہے۔ نیز مذکورہ بالا اکابر اطبار کے باب میں جو قول پیش کیا گیا ہے کوئی بعید نہیں ہے کہ وہ بھی اسی انداز کا ہو۔ بقراط کی وفات سے جالینوس تک کا عرصہ چھ سو پینسٹھ (۶۶۵) سال کا ہے۔ یحییٰ نحوی کے مطابق، اسقلیبوس اوّل کی ولادت سے جالینوس کی وفات تک کا زمانہ پانچ ہزار پانچ سو دو سال کا ہے۔ اسحاق بن حنین نے لکھا ہے کہ جالینوس کی وفات سے سن ہجری تک پانچ سو پچیس سال کی مدّت ہے۔

اسحاق کے مطابق جالینوس کی پیدائش بعد از مسیح ۵۹ھ میں ہوئی ہے۔ جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ جالینوس حضرت مسیح کا معاصر تھا اور آپ کو دیکھنے اور آپ پر ایمان لانے کے لئے وہ روانہ ہوا تھا تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اپنی تصنیفات کے مختلف مقامات پر جالینوس نے موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ حقیقت جالینوس کے قول ہی سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس کا زمانہ مذکورہ مدّت مسیحؑ کے بعد کا ہے۔ جن لوگوں نے مسیح کے معاصر ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان میں ایک نام بیہقی کا ملتا ہے۔ انھوں نے کتاب "مسارب التجارب وغوارب الغرائب" میں لکھا ہے کہ حواریین میں اگر جالینوس کی بہن کا لڑکا صرف بولص ہی ہوتا تو بھی کافی تھا۔ اسے جالینوس ہی نے عیسیٰؑ کے پاس بھیجا تھا اور اپنے اس عجز کا اظہار کیا تھا کہ ضعف اور کبرسنی کے باعث آپ کے یہاں ہجرت نہ کرسکا۔ وہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لایا تھا اور بھانجے بولص کو حکم دیا تھا کہ آپ سے بیعت ہو جائے۔

جالینوس نے اپنی کتاب الاخلاق کے اندر وفاداری کو مستحسن قرار دیتے ہوئے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے مالک کی گرفتاری سے مصیبت میں پڑے اور طرح طرح سے ستائے گئے، ان لوگوں سے اس نے درخواست کی کہ ستانے والوں کی خرابیوں اور عیوب کا اظہار کریں، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا اور صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ یہ واقعہ سکندر کے بعد ۵۱۴ھ کا ہے۔ جالینوس کے زمانہ کے بارے میں جو بیانات پیش کئے گئے ہیں ان میں سب سے صحیح یہی ہے۔

ابوالحسین بن علی بن حسین مسعودی کہتے ہیں کہ جالینوس کا زمانہ مسیح علیہ السلام کے دو سو سال، بقراط کے چھ سو سال اور سکندر کے پانچ سو سال اور کچھ اُوپر کے بعد کا ہے۔

میری اپنی تحقیقات کا جہاں تک تعلق ہے اس سلسلہ میں عبید اللہ بن جبرئیل بن عبید اللہ بن بختیشوع نے بڑی چھان بین کی ہے۔ اس سے پوچھا گیا تھا کہ آیا وہ مسیح علیہ السلام کا معاصر تھا، یا آپ سے پہلے تھا یا بعد میں۔ اس کا جو جواب اس نے دیا ہے وہ بعینہٖ حسب ذیل ہے:

"تاریخ نگاروں کے درمیان اس باب میں نمایاں اختلافات ہیں، ہر ایک نے کچھ باتیں قلمبند کی ہیں، جنھیں تجزیہ کیا جائے تو کچھ اضافے اور کچھ کوتاہیاں ملیں گی، یہ حقیقت اس وقت بالکل صاف نظر آجاتی ہے جب تاریخی کتابوں کی ورق گردانی کی جاتی ہے، بالخصوص مالیارا مطران نصیبین کی کتاب الازمنہ سے اس اختلاف کا انکشاف ہوتا ہے جو پُرانی اور نئی تاریخوں کے اندر پایا جاتا ہے۔ اس نے اس اختلاف کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں تمام بیانات کا تذکرہ کر کے تفصیلات پیش کی ہیں پھر جہاں اختلاف کے مقامات آئے ہیں ان کی نشاندھی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کیا اضافے ہیں اور کیا کوتاہیاں۔ نیز ان کے اسباب و علل سے بھی پردہ اُٹھایا ہے۔ میں نے ہارون بن عزور راہب کی ایک مختصر تاریخ دیکھی ہے جس میں اس نے تاریخوں پر اعتبار اور اس کی صحت پر اعتماد ظاہر کیا ہے۔ بعض اختلافات پیش کر کے ان کی اطمینان بخش توجیہ کی ہے۔ اور صحت پر دلائل دیے ہیں۔ اپنی تاریخ کے اندر اس راہب نے آدم سے لے کر دارا بن سام کے اقتدار تک جو اسکندر ذوالقرنین کے ظہور کا ابتدائی زمانہ ہے یونانیوں کی تاریخ کے مطابق پانچ ہزار، ایک سو اسّی (۵۱۸۰) سال دس ماہ شمار کیا ہے۔ یونانیوں کے یہاں جو تاریخ ملتی ہے وہ توراۃ کی تاریخ ہے جو مسیح سے دو سو اٹھہتر (۲۷۸) سال پہلے یونانی زبان میں منتقل کی گئی تھی۔ یہ زمانہ فیلدلفوس بادشاہ کا تھا۔ کیوں کہ اس نے جب سُنا کہ انبیار کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہوئی کتابیں یہود کے پاس ہیں تو اس نے نہایت خوبصورت اور قیمتی تحفے انھیں بھیجے۔ ان تحفوں میں دو سنہرے، ہیروں سے جڑے ہوئے دسترخوان بھی تھے جن سے خوبصورت دسترخوان کبھی دیکھے نہیں گئے تھے۔ بادشاہ نے ان سے آسمانی کتابوں کے بارے میں پوچھا اور بتایا کہ وہ اپنے یہاں ان کا نسخہ رکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ یہود نے وہ تمام کتابیں جو اُن کے یہاں موجود تھیں، توراۃ اور دیگر صحائف سب کو چاندی کے ورق پر سُنہرے حرفوں سے لکھا، اس کی نسبت راہب نے اوسابیس

قیسرانی کی جانب کی ہے۔ یہ تمام صحیفے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے تو اس نے انھیں سراہا مگر ان کے مضامین سمجھ نہ سکا، لہٰذا یہود کے نام اپنے ایک پیغام میں کہا "پوشیدہ خزانہ سے کیا فائدہ جو ظاہر نہ ہو سکے، بند چشمہ کس کام کا، جس کا پانی ابل نہ سکے؟" پیغام سُن کر یہود نے ہر سبط سے چھ چھ بہترین آدمیوں کا انتخاب کیا اور انھیں بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا جب یہ پہنچے تو بادشاہ نے ان کی خدمت میں سواریاں بھیجیں چنانچہ ہر سواری میں دو دو شخص بیٹھ کر بادشاہ کے یہاں حاضر ہوئے، ان کے ساتھ بادشاہ نے کچھ حفاظ کر دیئے جنھوں نے ان صحیفوں کو منتقل کیا، اور جب اس نے نسخوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیا کہ صحیح اور مطابق اصل ہیں تو انھیں خلعتیں اور انعام و اکرام دے کر ان کے وطن واپس کیا۔

آوسابیوس قیسرانی جو قیساریہ کا پادری تھا نے بیان کیا ہے کہ بادشاہ نے صحیفوں کو منتقل کرانے کا کام پہلے ہی کر لیا تھا، ترجموں کے اندر شک تھا، اس لئے اس نے یہود کو بُلا کر اس کی تصحیح کرنی چاہی۔

عبیداللہ بن جبرئیل کہتا ہے، یہ معقول بات ہے کیوں کہ بادشاہ فیلدلفوس کو ترجمہ میں شک نہ ہوتا تو اس کی احتیاط سے کام نہ لیتا۔ اور ترجمہ کے لئے اتنا اہتمام نہ کرتا۔ ترجمہ مشکوک نہ ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس درجہ احتیاط برتتا، کیوں کہ جن حضرات کی تقلید پہلی بار کی تھی دوسری بار بھی انھی کی تقلید سزاوار تھی، مگر اس کے برعکس اس نے یہی پسند کیا کہ ترجمہ کی جانچ کرے اور مقابلہ کر کے صحت کا یقین کر لے۔ اس نکتہ سے ہم پر یہ تسلیم کرنا واجب ہو جاتا ہے کہ یونانیوں کی تاریخ یعنی تورات اور انبیاء کی تاریخ جو ان کے یہاں موجود تھی سب سے صحیح تاریخ ہے۔

بادشاہ فیلدلفوس کی مدت حکومت اڑتیس (۳۸) سال تھی۔ یہ اسکندر کے بعد تیسرا بادشاہ تھا۔ اسکندری تاریخ قتل دارا کے وقت سے چلتی ہے، بنابریں اس کی مدت حکومت چھ سال ہوگی۔ اسی سے یونانیوں کی تاریخ لی جاتی ہے۔ اس طرح اسکندر سے لے کر پہلے رومی بادشاہ تک جس کا لقب قیصر پڑا تھا یونانیوں کے اقتدار کی مدت دو سو بہتر (۲۷۲) سال ہوتی ہے۔ پہلا قیصر یولیوس جایوس قیصر تھا۔ اس کی مدت حکومت چار سال دو ماہ تھی۔ اس کے بعد اغوسطوس قیصر نے حکومت کی، اس کی مدت چھپن سال چھ ماہ رہی، مسیح علیہ السلام اسی کے زمانۂ حکومت کے بیتالیسویں سال بیت لحم میں

پیدا ہوئے۔ پس آدم سے لے کر ولادت مسیح تک عالم کی تمام مدت پانچ ہزار چھ سو چار (۵۶۰۴) سال ہے۔

اغوسطوس کے بعد طیباریوس قیصر نے تیئیس[۲۳] سال حکومت کی، اسی کی حکومت کے پندرہویں سال مسیح (علیہ السلام) نے (اردن میں یوحنا معمدان کے ہاتھوں پر) آب معمودیت سے غسل کیا اور انیسویں سال انھیں سولی دی گئی (اُوپر اُٹھا لیا گیا) یہ واقعہ ۲۴ آذار جمعہ کے دن کا ہے، زندہ ۲۶ آذار اتوار کے دن ہوئے، اور چالیس دن کے بعد حواریوں کے روبرو آپ نے آسمان کی جانب صعود فرمایا۔

طیباریوس کے بعد یولیوس جایوس ثانی نے چار سال حکومت کی اور اپنے محل میں قتل ہوا، اس کے بعد قلوذیوس جرمانیقوس قیصر نے چودہ سال، پھر ناروں بن قلوذیوس قیصر نے تیرہ سال اور اندرونیقوس کے مطابق چودہ سال حکومت کی، اسی نے قید خانے میں پطرس اور بولس کو قتل کیا تھا کیوں کہ انھوں نے ایمان کے بعد کفر کا راستہ اور مرتد ہو کر بت پرستی شروع کر دی تھی۔ یہ بادشاہ بیماری کی حالت میں قتل ہوا۔

اندرونیقوس نے اپنی تاریخ کے اندر لکھا ہے کہ ناروں کے بعد جالیاس نے سات ماہ، وطلیموس نے آٹھ ماہ، اور اوٹون نے تین ماہ حکومت کی۔ اس کے بعد اسفاسیانوس قیصر نے دس سال حکمرانی کی۔ اپنے اقتدار کے آخری دور میں اس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے اسے تاراج کر دیا اور یہاں کا سارا اثاثہ قسطنطنیہ لے گیا، اس کے بعد یہود کا اقتدار اور ان کے اندر سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہی وہ حادثہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو بھیج کر کیا تھا۔ (اس کے بعد یہود کو پھر اقتدار اور نبوت نصیب نہ ہوئی) یہ آخری مملکت تھی جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے طیطوس نے دو سال حکومت کی، ایک مختصر قدیم رومی تاریخ کے اندر مذکور ہے کہ طیطوس کے بعد طمیدیوس حکمراں ہوا۔ اسی کے زمانہ میں صاحب طلسمات حکیم بلنیاس گزرا ہے۔ اس کے بعد طیطوس کا بھائی دومیطیانوس سر بر آرا ہو، اسفاسیانوس نے پندرہ سال حکومت کی تھی، اسی کے زمانہ میں مانی کا ظہور ہوا تھا، اور شہر راس العین لوٹ لیا گیا تھا۔ اندرونیقوس کے مطابق اس نے سولہ سال حکومت کی تھی۔ اس کے بعد نروس قیصر نے ایک سال اور پھر بیوس طربیوس نے اُنیس سال حکومت کی۔ اسی نے ایرانیوں سے انطاکیہ واپس لیا تھا، اور اس کے فلسطینی جانشین نے اسے

لکھا تھا کہ عیسائیوں کو جتنا قتل کرتا ہوں اتنا ہی وہ مذہب میں سخت ہو جاتے ہیں، چنانچہ قتل و غارت کی کارروائی روک دینے کا اس نے حکم دیا۔ اس کے اقتدار کے دسویں سال جیسا کہ بعد میں ہم وضاحت کریں گے جالینوس پیدا ہوا۔ اس کے بعد آبلیوس آدریانوس قیصر گیارہ سال حکمراں رہا، اس نے اپنے شہر کی تعمیر کی، اس کے بعد انطونینوس قیصر نے بائیس سال حکومت کی اور شہر ایلیوبلیس یعنی بعلبک کی تعمیر کی۔ اسی بادشاہ کے زمانہ میں جالینوس نے میدانِ زندگی میں قدم رکھا۔ بادشاہ نے اسے خادم بنایا۔ اس کی تفصیل جالینوس نے اپنی کتاب عمل التشریح کے پہلے مقالہ کے شروع میں بیان کی ہے، اس کا یہ بیان بعینہٖ درجِ ذیل ہے۔

شہر رومیہ جب پہلی بار آیا تو میں نے علاج التشریح کے سلسلہ میں جو کام گذشتہ زمانوں میں ہو چکا تھا اس پر ایک کتاب لکھی تھی۔ یہ بادشاہ انطونینوس کا ابتدائی زمانہ تھا۔"

اس کی تائید جالینوس کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے اس نے اپنی فہرست کتب معروف بہ فینکس جالینوس میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"شہر رومیہ سے واپس ہونے کے بعد جب میں نے اپنے شہر میں قیام کا ارادہ اور اپنے معمولات جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تو شہر اقولیا سے دونوں بادشاہوں کے خطوط مجھے موصول ہوئے جن میں انھوں نے اپنے یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔ ان دونوں کا ارادہ یہ تھا کہ اقولیا میں موسم سرما گزاریں گے پھر اہلِ جرمانیا پر حملہ کریں گے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مجبور ہوا۔ مجھے امید تھی کہ استعفاء پیش کروں گا تو منظور کر لیا جائے گا۔ کیوں کہ ان میں سے ایک کے بارے میں جس کا نام بیرس تھا معلوم ہوا تھا کہ دونوں میں وہ حسن اخلاق اور نرم روی سے متصف ہے، آدریانوس کے بعد انطونینوس جب بادشاہ ہوا اور بیرس کو ولی عہد بنایا تو حکومت میں ایک شخص کو جس کا نام لوقیس تھا شریک کیا۔ اور اسے بیرس کے نام سے پکارا۔ اور جس شخص کا نام بیرس تھا اسے انطونینوس کے نام سے موسوم کیا۔ اقولیا کے شہر میں داخل ہوا تو یہاں ایک ایسی وبا پھیلی تھی جو اس سے پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ دونوں بادشاہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ رومیہ چلے گئے۔ بقیہ لشکر اقولیا میں مقیم رہا۔ کچھ تو ہلاک ہو گئے کچھ محفوظ رہے، انھیں نہایت سخت جدوجہد کرنا پڑی، فقط وبا کی خاطر نہیں بلکہ اس لئے

بھی کہ وبا موسم سرما میں اچانک پھوٹ پڑی تھی۔ لوقیوس کا راستہ میں انتقال ہو گیا۔ انطونینوس اس کی لاش رومیہ لایا اور یہیں دفن کر دیا۔ اور اہلِ جرمانیا پر حملہ کا ارادہ کیا، اس نے پوری کوشش کی کہ میں اس کے ساتھ رہوں، میں نے اس سے کہا مہلک پھوڑے سے اللہ تعالیٰ نے جب مجھے نجات دی تو اس نے حکم دیا کہ اس کے گھر، ہیکل اسقلیبوس، کا حج کروں، چنانچہ اس سے اجازت طلب کی اس نے منظور کیا اور حکم دیا کہ حج کو جاؤں اور رومیہ کی جانب واپسی تک اس کا انتظار کروں، اسے امید تھی کہ جنگ جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ اس نے اپنے ننھے فرزند قومودس کو جانشین بنایا اور متولیوں کو اس کی خدمت اور تربیت کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ اس کی صحت کی حفاظت کا خیال رکھیں، بیمار ہو تو مجھے علاج کے لئے بلالیں۔ اس زمانہ میں اساتذہ سے جو کچھ حاصل کیا تھا اور جو کچھ خود استنباط کیا تھا اسے جمع کیا، بہت ساری چیزوں کی تحقیقات کیں، بہت ساری کتابیں لکھیں۔ تاکہ طب و فلسفہ کے اکثر مسائل ازبر ہو جائیں۔ ان تصنیفات کا زیادہ تر حصہ ارینی کے ہیکل میں جل گئیں، ارینی کے معنی سلامتی کے ہیں۔ پھر انطونینوس نے بھی اندازہ کے برعکس تاخیر سے کام لیا، اس لئے خود کو تیار کرنے کے لئے یہ زمانہ بہت اچھا رہا۔"

مذکورہ بالا نیز دیگر اقوال سے بھی جنھیں اختصار کے پیشِ نظر ہم ذکر نہیں کر سکے ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جالینوس مذکورہ بادشاہ کے زمانہ میں تھا، اور جس وقت وہ پہلی بار رومیہ آیا اس کی عمر تیس سال تھی۔ یہ بات اس نے اپنی مقدم الذکر کتاب کے اندر اس جگہ لکھی ہے جہاں اس نے تشریح کے باب میں اپنی تصنیف کردہ کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"پانچ مقالات صوت پر لکھ کر میں نے ایک وزیر کو جس کا نام بوئیس تھا بھیجا، یہ شخص فلسفہ میں فرقہ ارسطو کا پیرو تھا۔ اسی وزیر کے یہاں بقراط کے نظریہ کے مطابق تشریح پر پانچ مقالات بھی لکھ کر روانہ کئے، اس کے بعد تین مقالے اراسیسطراطس کے نظریہ کے مطابق تشریح پر تیار کئے، ان میں مناظرانہ اسلوب اختیار کیا۔ کیوں کہ ایک شخص نے جس کا نام مرطیالیس تھا، تشریح پر دو مقالے لکھے تھے، اور یہی مقالے اس وقت تک لوگوں کے ہاتھوں میں تھے۔ میں نے مذکورہ کتاب لکھی تو اس وقت لوگ مرطیالیس کے مقالات ہی سے متاثر تھے۔ یہ شخص نہایت حاسد اور کبر سنی کے باوجود سخت جھگڑالو تھا، عمر کی ستر منزلیں اور کچھ زیادہ طے کر چکا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ایک عام مجلس کے اندر تشریح کا ایک مسئلہ پوچھا گیا اور میں نے جو جواب دیا اسے حاضرین نے بے حد

سراہا تو اس نے میرے متعلق ہمارے بعض ساتھیوں سے دریافت کیا کہ میں اہلِ طب کے کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں، اس نے کہا جو کسی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے ان میں وہ سب سے بالاتر ہے، اس نے بتایا کہ میرا شمار بقراط اور برکساغورس کے اصحاب میں ہے۔ اور یہ کہ میں تمام لوگوں کے اقوال میں سب سے عمدہ قول اختیار کرتا ہوں، اتفاق سے بزرگان قدیم کی تصنیفات پر میری مہارت کا امتحان لینے کے لئے ایک عمومی مجلس بلائی گئی، اس میں حاضر ہوا تو انھوں نے نفث الدم کے موضوع پر اراسسطراس کی کتاب نکالی اور عام رسم کے مطابق ناٖمر[1] کا قرعہ ڈالا گیا، یہ اس مقام پر پڑا جہاں اس نے رگ کی فصد کھولنے سے روکا ہے، مرطیالیس کو پست کرنے کے لئے میں نے اراسسطراس کی سخت مخالفت کی، کیوں کہ وہ اراسسطراس کے ہم مسلک ہونے کا دعویدار تھا، یہ گفتگو جس نے سنی بے حد خوش ہوا۔ میرے دوستوں اور مرطیالیس کے دشمنوں میں سے ایک شخص نے مجلس کی اس گفتگو کو مجھ سے املا کرانے کی درخواست کی، اس مقصد کے لئے اس نے ایک ماہر کاتب میرے یہاں بھیجا جو علامات کے ذریعہ نہایت تیز لکھتا تھا۔ اس کا مقصود یہ تھا کہ مریضوں کے یہاں مرطیالیس کو پائے گا تو یہی باتیں اس سے کہے گا۔ بادشاہ نے جب دوسری بار مجھے رومیہ بھیجا، اس وقت وہ آدمی مر چکا تھا جس نے میری گفتگو نقل کروائی تھی، مگر معلوم نہ ہو سکا کہ میرے کلام کا نسخہ اکثر حضرات تک کیسے پہنچ گیا۔ اس سے مجھے خوشی نہیں ہوئی، کیوں کہ یہ گفتگو دشمن کو زیر کرنے کے لئے ہوئی تھی، اس کا مقصد تو مجلس عام کے اندر مرطیالیس کو شکست دینا تھا۔ پھر اس وقت تو میں تیس سال کا بچہ تھا، اسی وقت سے یہ طے کر لیا کہ عمومی مجلسوں کے اندر کوئی تقریر نہ کروں گا، نہ مقابلہ کروں گا، کیوں کہ علاج معالجہ میں مجھے اُمید سے زیادہ کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ پھر غیر اہل پیشہ کو بھی دیکھا کہ کوئی طبیب حسن عبارت کی تعریف کرتا تو اسے وہ طبیب الکلام کہا کرتے تھے۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کر لیا کہ مریضوں کے یہاں جو ضروری باتیں کرنی ہوں بس اسی حد تک رہوں، اور محفلوں میں درس و تدریس اور عام مجلسوں کے اندر تقریر کا سلسلہ بند کر دوں، اور صرف اسی حد تک اپنے علم کا اظہار کروں جو مریضوں کے علاج کے سلسلہ میں اظہار کرتا رہا ہوں۔ رومیہ میں تین سال اور گزارے، جب یہاں وبا شروع ہوئی تو بعجلت اپنے ملک واپس آگیا، رومیہ پہنچا تھا

---

[1] "نامر" ہم حکم دیتے ہیں

تو اس وقت میری عمر ۳۷ سال تھی"۔

عبید اللہ بن جبرئیل لکھتا ہے اس وقت سے حساب کیا جائے تو جالینوس کی ولادت طرینوس بادشاہ کے یوم اقتدار کے دسویں سال ماننا پڑے گی، کیوں کہ اس کے بیان کے مطابق اپنی کتاب علاج التشریح اس نے رومیہ میں پہلی بار حاضر ہونے کے وقت لکھی تھی، یہ زمانہ جیسا کہ ہم نے کہا ہے انطونینوس کا تھا۔ اور جالینوس کی عمر اس وقت تیس سال تھی، جس میں سے گیارہ سال آدریانوس کی حکومت کے گزرے تھے، بادشاہ طرنیوس قیصر کی مدت حکومت اُنیس سال تھی۔ اس طرح اگر یہ صحیح ہو کہ جالینوس کی ولادت بادشاہ طرنیوس کی حکومت کے دسویں سال ہوئی تھی تو صعود مسیح سے جو بادشاہ طیباریوس کے اُنیسویں سال پیش آیا تھا بادشاہ طرنیوس کی حکومت کے دسویں سال تک جس میں جالینوس پیدا ہوا کل مدت مذکورہ تاریخ کے مطابق تہتر سال ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ اسحاق بن حنین نے اپنی تاریخ کے اندر لکھا ہے اور اسے یحییٰ نحوی کی جانب منسوب کیا ہے جالینوس کی عمر کل ستاسی سال رہی، سترہ سال تو بچپن اور تعلیم میں اور ستر سال علمی مطالعہ و تحقیق اور درس و تدریس میں صرف ہوئے، اسحاق کے مطابق جالینوس کی وفات سے ۲۹۰ھ ہجری تک یعنی جس سال تاریخ لکھنے کا عمل شروع ہوا کل فاصلہ آٹھ سو پندرہ سال ہے۔ عبید اللہ جبرئیل لکھتا ہے اس کے ساتھ ہم نے جس سال یہ کتاب لکھی ہے یعنی ۴۲۲ھ ہجری مطابق ۱۳۴۲ھ بعد اسکندر اس کے اور ۲۹۰ سال کے درمیان کا فاصلہ بھی آتا ہے، جو ۲۳۲ سال کا ہے۔ اس طرح جالینوس کی وفات سے اس سال یعنی ۴۲۲ھ تک ۹۴۷ سال ہوتے ہیں۔ اسی کے ساتھ جالینوس کی عمر اور اس کی ولادت سے صعود مسیح تک کا زمانہ یعنی ۱۶۰ سال ملا کر دیکھا جائے تو حساب سب صحیح ہو جاتا ہے، یعنی صعود مسیح سے اس سال تک کا کل زمانہ ۱۱۰۷ سال قرار پاتا ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے، تفصیلی جائزہ لینے سے یہ مدت کم ہو جاتی ہے۔ ایسی ہی تاریخوں سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں، کیوں کہ تقلید تاریخ نگاروں کی کرتے ہیں اور غلط راستہ پر پڑ جاتے ہیں۔ مذکورہ نتیجہ کی غلطی دو پہلوؤں سے ظاہر ہوتی ہے۔ ایک تاریخ مسیح کے پہلو سے، دوسرا تاریخ جالینوس کے پہلو سے اس سے قبل دونوں ہی پہلوؤں پر ہم اطمینان بخش گفتگو کر چکے ہیں، جو اسے جانچنا چاہتا ہے وہ اس کی جانب رجوع کرے۔ مذکورہ تفصیل کے مقابلہ میں اصل حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ کیوں کہ اس تفصیل کے مطابق ولادت مسیح سے ۱۰۱۸ سال اور جالینوس سے ۹۱۳ کا وقفہ ثابت ہوتا ہے، یہ نہایت فاش غلطی ہے۔ حیرت ہے ہم نے جالینوس کے بیان اور تاریخ نگاروں کے صحیح تشکیلات سے جو استدلال پیش کیا ہے اس کی موجودگی میں اس طرح کی باتوں کا کہاں گزر ہے، نیز حیرت ہے کہ کتاب الاخلاق کی وہ فصل نظر سے کیوں نہیں گزری جس سے اس مدت کی تاریخ کا غلط ہونا یعنی سو سال ہو جانا ثابت ہوتا ہے اس غلطی کا سبب نقل کرنے والے ہو سکتے ہیں، ان سے غلطیاں ہوتی ہیں وہ حجت اور دلیل اور حقائق سے نابلد انسانوں کو گمراہ

کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں ذیل میں ہم کتاب الاخلاق کی وہ فصل بعینہ درج کریں گے۔

"ہم نے اس زمانہ میں آزاد انسانوں کو کیا غلاموں کو یہ کارنامہ انجام دیتے ہوئے پایا ہے۔ کیوں کہ یہ نیک سرشت تھے۔ فرونیموس کا انتقال جب قومودس کی حکومت کے نویں اور اسکندر بادشاہ کے بعد پانچ سو سالھویں سال میں ہوا اور اس وقت دونوں وزیر ماطروس اور ایرورس تھے تو بے شمار لوگوں کی جانچ کی گئی، اور ان کے غلاموں کو شمار کیا گیا تاکہ ان کے آقاؤں کو ان کے کارناموں سے مطلع کیا جائے۔"

نہایت سخت اختلاف ہے، بالخصوص اسحاق کا جو بیان ہے اس کے بالکل برعکس یہ بیان ہے۔ کیوں کہ اس سے جالینوس کی وفات تک عظیم اختلاف رونما ہوتا ہے، اسحاق کے مطابق جالینوس کی عمر مذکورہ سن یعنی اسکندر کے بعد سنہ ۵۱۶ میں ستاسی سال قرار دی گئی ہے، کیوں کہ اس کی ولادت اسکندری تاریخ سے سنہ ۴۲۹ میں ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب الاخلاق کی تصنیف اس کی عمر کے آخری مرحلہ میں ہوئی کیوں کہ اس کی وفات کا وقت وہی ہو سکتا ہے جس میں اس نے غلاموں کی بات اور تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ ایک دوسری کتاب کے اندر بھی ہم نے اس کا تذکرہ دیکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف مذکورہ وقت کے بعد ہوئی ہے، اس کے بعد وہ اسقدر زندہ رہا کہ مذکورہ سن کا شمار جائز ہو سکتا ہے پس اس حقیقت سے مذکورہ تاریخ اور فیصلہ کا تضاد واضح ہو جاتا ہے۔

اگر ہم مصنف کا مذکورہ دعویٰ فرض بھی کرلیں پھر بھی ایسی کھلی ہوئی روشن تاریخ سے غفلت برتنا جائز نہیں ہے، لاحاصل اور غیر صحیح بات کو ثابت کرنا کس طرح روا ہو سکتا ہے، اس حقیقت کی شہادت کہ مسیح جالینوس سے کچھ مدت پہلے تھے جالینوس کے اس بیان سے ملتی ہے جسے اس نے افلاطون کی کتاب السیاستہ المدنیہ کی شرح کرتے ہوئے پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ نصاریٰ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اپنا ایمان رموز اور معجزات سے اخذ کرتے ہیں، ان سے فلاسفہ جیسے افعال بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ ان کا موت اور مابعدالموت سے نہ گھبرانا ہمارا روز کا مشاہدہ ہے، اسی طرح جماع سے پاک رہنا بھی ان کا شیوہ ہے، نیز یہ کہ کچھ مرد ہی نہیں عورتیں بھی اپنی زندگی کے اندر جماع سے باز رہتی ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا کھانے پینے میں ضبط نفس اور عدل کی شدت خواہش اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ وہ کسی حال میں حقیقی فلاسفہ سے کم تر نہیں ہیں۔"

عبیداللہ بن جبرئیل لکھتا ہے۔ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے زمانہ میں یہ حضرات مذکورہ

کیفیت کے حامل نہ تھے، یعنی اس رہبانیت اور انقطاع الی اللہ کی کیفیت ان میں نہ تھی جس کی تصویر جالینوس نے کھینچی ہے۔ البتہ مسیح کے سو سال بعد اس طرح چمکے کہ نیکو کاری میں فلاسفہ سے بھی آگے بڑھ گئے۔ انھوں نے عدل و کمال اور عفاف کو ترجیح دی، اور معجزہ کی تصدیق میں کامراں ہوئے، اس طرح انھیں دونوں حال دونوں مقامات اور دونوں سعادتیں یعنی شرعی اور عقلی سبھی حاصل ہوگئیں۔ ان جیسے حقائق سے جالینوس کی تاریخ روشنی میں آتی ہے۔ عبیداللہ بن جبرئیل نے جالینوس کے متعلق جو آخری بات لکھی ہے وہ حسب ذیل ہے:

"میں یہاں شیخ موفق الدین اسعد بن الیاس بن مطران کا بیان نقل کروں گا وہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ اور مسیح کا جن مقامات پر جالینوس نے تذکرہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں موسیٰ کا تذکرہ "کتاب التشریح علیٰ رأی بقراط" کے چوتھے مقالہ میں کیا ہے، یہاں وہ لکھتا ہے کہ اس طرح یہ لوگ جن کا بہ تکلف طبیب ہونا متعیّن ہے ان کی تشبیہ موسیٰ سے دیتے ہیں جنھوں نے قوم یہود کے لئے احکام وضع کئے تھے ان کا حال یہ تھا کہ اپنی کتابیں بلا دلیل لکھتے تھے، کیوں کہ وہ کہتے تھے" اللہ نے حکم دیا" اللہ نے کہا" موسیٰ کا کتاب منافع الاعضار اور موسیٰ و مسیح دونوں کا تذکرہ وہ کتاب النبض الکبیر میں کرتا ہے۔ یہاں وہ لکھتا ہے" نہ ہی پیچدار لکڑی سیدھی ہو سکتی ہے اور نہ ہی پرانا درخت ٹیڑھا کر دیا جائے تو چیرا جا سکتا ہے"، بنابریں بہ سہولت معلوم ہو سکتا ہے کہ موسیٰ اور مسیح کے اصحاب کیسے ہیں اور اطبار اور فلاسفہ کا مقام کیا ہے جو احزاب کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں" محرک اوّل کے مقالہ میں موسیٰ اور مسیح کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے" اگر مجھے کچھ ایسے لوگ نظر آتے جو تلامذہ کو اسی طرح تعلیم دیتے ہوں جس طرح موسیٰ اور مسیح کے لوگ دیتے ہیں، یہ لوگ تلامذہ کو ہر شئے بہ امانت قبول کرنے کا حکم دیتے ہیں تو مجھے یہاں اور دوسرے مقامات پر تمھیں کوئی حد دکھانے کی ضرورت نہ ہوتی۔"

سلیمان بن حسان معروف بہ ابن جلجل فرماتے ہیں، جالینوس کا شمار ان یونانی حکمار میں ہے جو رومیہ کی تعمیر کے بعد قیصری حکومت کے زیر سایہ رہے ہیں۔ پیدائش اور پرورش فرغامس میں ہوئی جو قسطنطنیہ کے مشرق میں ایک چھوٹا سا ایشیائی شہر تھا۔ یہ شہر بحر قسطنطنیہ کے ایک جزیرہ میں آباد تھا۔ باشندے سب یونانی رومی تھے۔ اسی گوشہ سے رومیوں کی فوج معروف بہ قوط حملہ آور ہوئی تھی، اور اس نے اندلس پر قبضہ کر کے اسے اپنا وطن بنایا تھا۔ اشیذر اشبیلی کے مطابق شہر فرغامس بادشاہوں کا قید خانہ تھا، جن پر ان کا غضب نازل ہوتا وہ یہیں قید کئے جاتے تھے۔

جالینوس کا مسکن

یوسف ابن دایہ نے جالینوس کے مسکن و مقام کا تعارف حسبِ ذیل الفاظ میں کیا ہے ابو اسحاق ابراہیم بن مہدی نے جبرئیل بن بختیشوع سے جالینوس کا مسکن پوچھا کہ وہ سرزمین روم میں کہاں تھا' تو اس نے بتایا کہ اپنے زمانہ میں اس کا مسکن روم کے وسط میں واقع تھا۔ اور آج یہ روم کے ایک کنارے پر ہے۔ اس نے بتایا کہ جالینوس کے زمانہ میں اس سرزمین کی جو حدی اس طرح تھی۔ مشرق میں فرات سے قریب نغیامن طسرج انبار کا معروف قریہ۔ یہ محافظ خانہ تھا جہاں روم و ایران کی افواج اور محافظین رہتے تھے۔ دجلہ کی طرف سے دارا' مگر بعض اوقات یہ سرحد کالعدم ہو جاتی تھی' کیوں کہ شاہان ایران دارا اور راس العین کے مابین رومیوں پر غالب آجایا کرتے تھے' چنانچہ اس وقت سرحد ایران و روم کے درمیان یہی بن جاتی تھی۔ شمال کی جانب سے آرمینیہ اور مغرب کی طرف سے مصر۔ مگر بعض اوقات مصر اور آرمینیہ پر رومی غالب آجایا کرتے تھے۔ جبرئیل نے بعض اوقات آرمینیہ پر رومیوں کے غلبہ کی بات کہی تو میں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ رومی صرف اسی مقام پر غالب آتے تھے جسے رومیوں کی زبان میں آرمینانس کہا جاتا ہے' کیوں کہ اس شہر کے باشندوں کو رومی آج تک آرمن کہتے چلے آتے ہیں۔ مگر ابو اسحاق نے میرے خلاف حق کی گواہی دی اور اس پر ایک ایسی دلیل پیش کی جس کا میں دفاع نہ کرسکا۔ ارمن دراصل ایک ارمنی بساط کو کہتے ہیں جو ارمن کی بنی ہوئی نہایت خوبصورت ہوتی ہے۔ اس میں ایک باغ کے اندر مختلف رومی کھیل کھیلتی ہوئی کچھ بچیوں کی تصویریں ہوتی ہیں' یہ رومی نقش و نگار سے آراستہ ہوتی ہے' اور شاہ روم کے نام سے موسوم ہے۔ جبرئیل کی اس بات پر میں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

اصل موضوع کی طرف

اس نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا' جالینوس جس شہر میں پیدا ہوا اور سکونت اختیار کی اس کا نام سمرنا ہے۔ اس کا گھر قرہ کے قریب تھا۔ قرہ اور اس کے گھر کے درمیان چھ میل (دو فرسخ) کا فاصلہ تھا۔ جبرئیل نے بتایا کہ رشید جب قرہ آیا تو نہایت خوش تھا' میں نے کہا" امیر المؤمنین! میرے استاد اکبر کا مکان یہاں سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے' اگر امیر المؤمنین مجھے یہاں جا کر کھانے پینے کی اجازت دیں تو اس زمانہ کے مصنوعی طبیبوں سے کہہ سکوں گا کہ میں نے اپنے استاد کے گھر کھایا پیا ہے۔ آپ اجازت دیں۔ انھوں نے ہنس کر فرمایا" جبرئیل! مجھے خطرہ ہے کہ رومی فوج یا راہزنوں کا گروہ کہیں تم پر حملہ آور نہ ہو"۔ میں نے کہا" یہ ناممکن ہے کہ رومی راہ زن آپ کے لشکر کے اس قدر قریب آجائیں"۔ انھوں

نے ابراہیم بن عثمان بن نہیک کو بلا بھیجا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ پانچ سو آدمی بھیجے جائیں۔ یہ قرہ تک جائیں۔ میں نے کہا" امیر المؤمنین! پچاس کافی ہیں" انھوں نے ہنس کر کہا" ایک ہزار ساتھ کئے جائیں۔ کیوں کہ یہ کھلانا پلانا پسند نہیں کرتے"۔ میں نے کہا" مجھے جالینوس کا مکان دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے" اس پر وہ اور زیادہ ہنسے اور کہا" حق مہدی کی قسم! تم ضرور جاؤ گے اور ساتھ میں ہزاروں سوار ہوں گے"۔ جبرئیل فرماتے ہیں کہ میں اس حال میں نکلا کہ غم سے نڈھال تھا۔ میرے پاس صرف دس آدمیوں کو کھلانے کا سامان تھا۔ مگر اس جگہ پہنچتے ہی روٹیاں' نمک اور ہرے کھجور آگئے' جو سب کے لئے کافی ہوئے اور خاصے بچ بھی گئے۔ یہاں قیام کر کے میں نے کھایا پیا۔ فوج کے نوجوانوں نے شراب اور گوشت کے رومی ٹھکانوں پر حملہ کیا۔ گوشت کے کباب بنا کر روٹی سے کھایا اور اس پر شراب پی۔ شام کو میں واپس آیا۔ ابو اسحاق نے پوچھا جالینوس کے کھنڈرات میں کوئی ایسی بات نظر آئی جس سے اس کی شرافت کا پتہ چلتا ہو" اس نے کہا کھنڈرات تو بہت ہیں میں نے یہاں مشرقی رُخ کے مکانات بھی دیکھے' مغربی رُخ کے مکانات بھی' قبلہ رو تعمیرات بھی مگر فرات کے رُخ کوئی مکان نظر نہ آیا۔ رومی فلاسفہ اسی طرح اپنے مکانات کی تعمیر کرتے تھے۔ ایران کے عظیم عظماء بھی ایسا ہی کرتے تھے میرا بھی یہی ارادہ ہے کہ مکان بنانے کی نوبت آئے' تو اسی طرح کا بناؤں' کیوں کہ جس گھر کے اندر آفتاب کی روشنی داخل نہ ہو وہ وبا کی زد پر ہوتا ہے۔ جالینوس حکیم ہونے کے ساتھ رومی بادشاہوں کا خادم بھی تھا' اور رومی بادشاہ اپنے تمام کاموں میں اعتدال پسند تھے۔ میں نے جب جالینوس کے مکان کا رومیوں کے مکانات سے موازنہ کیا تو گو ان مکانات کو کھنڈر پایا مگر جالینوس کے مکان کا نقشہ بڑا اور اس کے کمرے بکثرت آئے۔ بایں ہمہ ان کمروں کے اندر مسقف (چھت والے) بھی نظر آئے جس سے جالینوس کا صاحبِ مروت معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر ابو اسحاق خاموش ہو گئے' میں نے کہا" ابو عیسیٰ! رومی بادشاہ جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے اعتدال پسند تھے مگر عطیات کے اندر ان کی اعتدال پسندی ویسی ہی تھی جیسی خود اپنی مروت کے اندر تھی۔ نقص خادم و مخدوم دونوں میں تھا۔ شاہ روم کے محل اور جالینوس کے مقامات پر غور کریں۔ اور پھر امیر المؤمنین کے محل اور اپنے مکان کو دیکھیں گے تو دونوں میں وہی نسبت ملے گی جو جالینوس کے مکان کو شاہ روم کے محل سے تھی۔ کثرت سوال پر جبرئیل گا ہے مجھ سے بے حد خوش ہوتے' اور ابو اسحاق کے یہاں میری تعریف کرتے' اور گا ہے غضبناک ہو جاتے حتیٰ کہ آنکھوں سے شرارے چھوٹنے لگتے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا" یہ نسبت کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا" نسبت سے میری مراد یہ ہے کہ یہ لفظ حکماء روم استعمال کرتے ہیں اور آپ ان حکماء کے رئیس التلامذہ ہیں' لہٰذا آپ کو اساتذہ کے الفاظ میں مخاطب کر کے میں نے آپ کا تقرب حاصل کرنا چاہا ہے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ شاہ روم کے گھر کے مقابلہ میں جالینوس کے مکان کی نسبت اسی طرح کی ہے جس طرح کی آپ کے گھر کو امیر المؤمنین کے گھر سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جالینوس'

کے گھر کا رقبہ شاہ روم کے گھر سے نصف یا ثلث، یا ربع، یا خمس یا کسی قدر ہو تو شاہ روم کے گھر کے مقابلہ میں
اس کا رقبہ کیا اتنا ہی ہوگا جتنا امیرالمؤمنین کے گھر کے رقبہ کے مقابلہ میں آپ کے گھر کا ہے یا کم ہوگا۔
میرالمؤمنین کے گھر کا رقبہ (۱×۱ فرسخ) ۳×۳ میل اور آپ کے گھر کا رقبہ (۱/۱۰×۱/۱۰ فرسخ) ۵۴۰×۵۴۰
ٹر اور شاہ روم کے گھر کا رقبہ ۱/۱۰×۱/۱۰ فرسخ (۵۴۰ × ۵۴۰ میٹر) اور جالینوس کے مکان کا رقبہ
۱/۱۰۰×۱/۱۰۰ فرسخ (۵۴ × ۵۴ میٹر) ہو تو شاہ روم کے مقابلہ میں جالینوس کے گھر کا رقبہ اتنا ہوگا جتنا
آپ کے گھر کا رقبہ امیرالمؤمنین کے گھر کے رقبہ کے مقابلہ میں۔ بالکل نپا تُلا۔ انھوں نے فرمایا "جالینوس کا
مکان اس طرح نہ تھا۔ امیرالمؤمنین کے گھر کے مقابلہ میں میری گھر کے رقبہ سے کہیں زیادہ اس کے گھر کا رقبہ
کم تھا۔ میں نے کہا "جو بات میں پوچھوں اسے بتائیں گے؟" انھوں نے فرمایا "ضرور بتاؤں گا" میں نے کہا "آپ
نے کہا ہے کہ آپ کا استاد مروت میں آپ سے کمتر تھا" اس پر غضبناک ہوکر انھوں نے فرمایا "تو نو ماجذ ہے
ان الفاظ کو میں اتہام تصوّر کرتا ہوں" مجھے بھی غصّہ آگیا' جب انھوں نے میرا غصّہ دیکھا تو فرمایا "میں نے
ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے جس سے تمھیں تکلیف ہو' مجھے خود نو ماجذ ہونا پسند ہے' یہ فارسی حروف سے
مرکب لفظ ہے۔ اور حدث اور آنے کے مفہوم میں ہے۔ تو ماجذ اصل میں، نوہ آمد ہے، یعنی اسے حدث
آگئی' یہ لفظ بچوں کے لیے بولا جاتا ہے' کاش میں تمھارے جیسا بچہ ہوتا۔ میں نے اصل میں تمھیں اس بات
سے روکا ہے کہ جوان مرغ کی طرح حملہ نہ کرو' جوان مرغ گاہ جوش میں آکر بوڑھے مرغوں سے آمادہ پیکار ہو جاتے
ہیں۔ اور انجام یہ ہوتا ہے کہ بوڑھا مرغ نوجوان مرغ کو صرف ایک ہی چونچ مار کر ہلاک کر دیتا ہے۔ مجلسوں
کے اندر اکثر تم مجھ سے معارضہ کرتے ہو' فیصلہ کرتے ہیں اور فیصلہ میں زیادتی سے کام لیتے ہو۔ جبرئیل'
اس کے باپ بختیشوع اور اس کے دادا جورجس کی زندگی میں نعمتوں کی فراوانی صرف خلفاء' اولیاء عہد'
خلفاء کے بھائی' چچا' قرابتداروں' سرکردہ موالی اور سپہ سالاروں کی بدولت آئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ
خلفاء کے دلوں میں وسعت ہے' مگر شاہ روم والوں کی زندگی نہایت تنگ اور آمدنی بے حد قلیل تھی۔ میں
بھلا جالینوس کا ہم سر کیسے ہوسکتا ہوں انھیں تو کوئی پیشگی نعمت بھی حاصل نہ تھی۔ کیوں کہ ان کے والد
کسان اور صاحب باغات تھے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ جس شخص کی زندگی اس طرز کی رہی ہو وہ مجھ جیسا ہو' میرے
والدین نے خلفاء کی خدمت کی اور انھوں نے ان پر بھی اور ان سے کمتر لوگوں پر بھی احسانات کئے۔ خلفاء نے
مجھے بھی مرتبہ بخشا' طب کے دائرہ سے نکال کر مصاحبین کے مقام بلند پر فائز کیا' اگر میں یہ کہوں کہ امیرالمؤمنین
کا جو بھی بھائی' قرابتدار' سپہ سالار اور گورنر ہے خواہ مجھ سے محبت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو' خواہ میں نے
اس کے لئے کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو' اس کا کوئی علاج کر دیا ہو' اس کی کسی خوبصورت محفل میں شرکت کی ہو'
خلفاء کے یہاں اس کی تعریف کر دی ہو' بہرحال ہر ایک مجھ پر مہربان ہے اور میرے ساتھ حسن سلوک

سے پیش آتا ہے۔ اگر میرے گھر کا رقبہ امیرالمؤمنین کے گھر کے مقابلہ میں ۱/۱۰ ہے اور جالینوس کے گھر کا
رقبہ شاہ روم کے گھر کے بالمقابل ۱/۱۰۰ ہے تو بھی مروّت میں وہ مجھ سے بڑھ کر ہے۔

ابواسحاق نے ان سے کہا "ابو یوسف پر غضبناک ہونے کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس نے مروّت میں آپ کو جالینوس سے مقدم قرار دیا ہے؟" انھوں نے فرمایا جی ہاں! بخدا ملعون ہے وہ شخص جو نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کرے اور ممکن حد تک اس کا بدلہ نہ چکائے۔ بخدا کسی حال میں بھی جالینوس کا ہم سر بنا دیا جانا میرے لئے غضب کی بات ہے' البتہ جو شخص اسے مجھ پر فوقیت دے گا بہرحال میں اس کا شکریہ ادا کروں گا۔

ابواسحاق نے جبرئیل کی اس گفتگو کو مستحسن اور صحیح و صائب قرار دیتے ہوئے کہا "قسم ہے زندگی کی یہی مردان حر اور ارباب ادب کا شیوہ ہے" جبرئیل نے جھک کر ابواسحاق کی قدمبوسی کرنی چاہی مگر انھوں نے اس سے روکتے ہوئے جبرئیل کو سینہ سے لگا لیا۔

سلیمان بن حسان فرماتے ہیں جالینوس نیرن قیصر جو رومیہ کا قیصر ششم کے زمانہ حکومت میں تھا جالینوس نے ملک کا دورہ کیا' شہر رومیہ دربار آکر سکونت اختیار کی' اور شاہ رومیہ کے ساتھ جنگ میں زخمیوں کا علاج معالجہ کیا۔ رومیہ میں اس کی عام مجلسیں منعقد ہوئیں جن میں اس نے تقریریں کیں اور علم التشریح میں اس طرح اظہار خیال کیا کہ اس کے فضل و کمال کا عام طور پر اعتراف کیا جانے لگا۔ جالینوس نے اپنی "کتاب محنۃ الطبیب الفاضل" میں لکھا ہے:

> "بچپن ہی سے میں نے برہان کا طریقہ سیکھ لیا تھا۔ علم طب کی ابتدا ہوئی تو تمام لذتوں کو بالائے طاق رکھا۔ حصول دنیا کے لئے جد و جہد اور مقابلہ کی بات میری نگاہوں میں ماند پڑ گئی اس سے دستکش ہوکر لوگوں کے دروازوں پر علی الصباح جانا ترک کر دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے ساتھ سوار ہوکر بادشاہوں کے در پر انتظار کروں اور ان کے ساتھ ان کے گھروں کو واپس آؤں' اور ان کا پابند رہوں' میں نے اپنا وقت لوگوں کے دروں کا طواف کرنے میں برباد نہیں کیا جسے لوگ 'سلامی' کہتے تھے' بلکہ خود کو تمام عمر مسائل طب میں مصروف رکھا اور ان پر غور و فکر کرتا رہا۔ جو خزانے بزرگان قدیم ہمارے لئے چھوڑ گئے تھے انھیں الٹنے پلٹنے میں اپنی عام راتیں قربان کرتا رہا۔ اگر کوئی کہہ سکتا ہو کہ اس نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جو میں نے دیا ہے بایں ہمہ اس کے اندر ذہانت اور طباعی بھی اس حد تک ہو کہ وہ اس عظیم علم کو ہضم کر سکے تو اس پر قبل اس کے کہ مریضوں کے باب میں اس کے طور طریقوں کو آزمایا جائے اعتماد کرنا ضروری ہے، اور اس کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا برحق ہے کہ

وہ ان حضرات سے افضل ہے جو مذکورہ اوصاف سے خالی ہوں۔ بایں طور ابھی عمر کی تیسویں بہار بھی گزری نہ تھی کہ اپنے ایک پسندیدہ شہر میں داخلہ کے وقت کمر یبین کے ایک رئیس نے مجھے تمام جنگی زخمیوں کے علاج معالجہ پر مامور کیا۔ اس سے پہلے صیفہ پر دو یا تین مشائخ مامور کئے جاتے تھے، اس شخص سے جب پوچھا گیا کہ امتحان کا وہ کیا طریقہ تھا جس کے ذریعہ اس نے مجھے آزمایا اور زخموں کے معالجہ کا ذمہ دار بنا دیا تو اس نے جواب دیا "میں نے دیکھا کہ جو اوقات اس شخص نے تعلیم میں گزارے ہیں وہ دیگر مشائخ اطبار کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔ یہ مشائخ اپنی عمریں لاطائل امور میں برباد کرتے ہیں مگر اس شخص کو میں نے اپنی عمر کا ایک دن اور ایک رات بھی بیکار گزارتے ہوئے نہ پایا۔ اس کا کوئی دن اور کوئی وقت بھی نفع بخش کاموں میں محنت اور ریاضت سے خالی نہ رہا۔ علاوہ ازیں ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اس نے فن میں مہارت کے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ یہ مشائخ اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔" میں ایک ایسی مجلس میں بھی پہنچا جو اطبار کے مبلغ علم کا امتحان لینے کے لئے عوام الناس منعقد کیا کرتے ہیں، یہاں میں نے تشریح کی بہت ساری چیزیں حاضرین کو دکھائیں ایک جانور کا شکم چاک کر کے اس کی آنتیں باہر نکال دیں اور اطبار حاضرین کو دعوت دی کہ وہ آنتوں کو واپس اپنے مقام پر کر کے شکم سی دیں۔ مگر کوئی بھی آگے نہ بڑھا، ہم نے یہ کام نہایت مہارت، تجربہ اور ہاتھ کی سرعت سے انجام دے دیا بڑی رگوں کو قصداً کھول دیا تھا تا کہ خون بہے، مشائخ اطبار کو اس کے علاج کی دعوت دی، مگر ان کے یہاں اس کا کوئی علاج نہ تھا، مگر میں نے اس طرح علاج کر دیا کہ دانشور حاضرین یہ باور کئے بغیر نہ رہ سکے کہ زخمیوں کی ذمہ داری ایسے ہی شخص کو سپرد کی جانی چاہیئے جو مجھ جیسا ماہر ہو، جب مذکورہ شخص نے اس کام کی ذمہ داری مجھے سونپی تو نہایت خوش تھا، یہ پہلا شخص ہے جس نے مجھے اس طرح کے کاموں کا ذمہ دار بنایا تھا۔ جن مجروحین کا علاج میں نے کیا ان میں صرف دو اشخاص کی موت واقع ہوئی۔ اس سے پیشتر جو طبیب علاج کر رہا تھا اس کی ذمہ داری میں سولہ اشخاص مر چکے تھے۔ اس کے بعد کچھ مجروحین کی ذمہ داری مجھے کمر یبین کے ایک اور رئیس کی جانب سے سپرد کی گئی جو انھیں کافی زخم پہنچے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی نہ مرا، چنانچہ یہ شخص بے حد مسرور اور مطمئن ہوا۔ یہ باتیں میں نے اس لئے پیش کی ہیں کہ ماہر اور غیر ماہر اطبار کا امتحان مریضوں پر ان کے نظریات کا تجربہ کرنے سے پہلے کس طرح لینا چاہیئے۔ اطبار کا امتحان آج جس طرح لوگ لیتے ہیں اس طرح نہیں لینا چاہیئے۔ آج کا دستور یہ ہے کہ لوگ اسے آگے بڑھاتے ہیں جو ان کے ساتھ رہتے ہوں اور ان کی خدمت میں وہ کام انجام دیتے ہوں جن کی موجودگی میں طبی کاموں کے لئے وقت نہ ملتا ہو، معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے، یعنی جو لوگ زندگی میں صرف طبی مصروفیات رکھتے ہوں انھیں کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ ایک عقلمند شخص نے مجھے صرف ایک کام کی وجہ سے آگے بڑھایا، میں ایک جانور کو چیر پھاڑ کر بتا رہا تھا کہ آواز کن آلات اور ان کی کس حرکت سے پیدا ہوتی ہے، اس سے دو ماہ قبل یہ شخص ایک بلند مقام سے گر گیا تھا، چنانچہ اس کے بہت سارے اعضار ٹوٹ پھوٹ گئے تھے، عام آواز بھی بے کار ہوگئی تھی حتیٰ کہ گفتگو کے وقت کیا معلوم ہوتا تھا جیسے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہو۔ علاج کے بعد اعضار کافی دنوں کے بعد ٹھیک ہو گئے تھے مگر آواز واپس نہ آسکی تھی۔ اس شخص نے جب میرا کارنامہ دیکھا تو علاج میرے سپرد کیا۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں اسے اچھا کر دیا۔ کیوں کہ مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ آفت کس مقام پر ہے اس لئے ٹھیک اسی جگہ کا علاج کیا ایک اور شخص اپنی سواری سے گر گیا تھا علاج سے سب کچھ ٹھیک تو ہوگیا مگر ہاتھ کی دو انگلیاں چھنگلیا اور پاس کی انگلی (خنصر و بنصر) عرصہ تک سن رہیں، ان سے مناسب حس و حرکت نہیں ہوتی تھی۔ بیچ کی انگلی بھی کچھ متاثر تھی۔ اطبار نے ان انگلیوں ہر چند بہت ساری دوائیں رکھیں یکے بعد دیگرے مختلف دوائیں استعمال کرتے رہے، مگر فائدہ نہ ہوا۔ مریض میرے یہاں آیا تو میں نے اس مقام کو دریافت کیا جو گرنے کے بعد زمین سے پہلے متصل ہوا تھا، اس نے بتایا کہ یہ دونوں شانوں کی درمیانی جگہ تھی — علم التشریح سے مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ ان دونوں انگلیوں کو آنے والے عصبہ کا مقام وہ پہلا سوراخ ہے جو دونوں شانوں کے درمیان ہوتا ہے، اس سے پتہ چل گیا کہ آفت نخاع کے اس مقام پر ہے جہاں سے عصبہ نکلتا ہے۔ چنانچہ اس جگہ کچھ وہی دوائیں رکھیں جو اطبار بے فائدہ استعمال کرتے رہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں مریض اچھا ہوگیا۔ لوگ حیرت میں تھے کہ دوائیں شانوں کے درمیان رکھی گئیں اور اچھی ہوئیں انگلیاں، اسی طرح ایک اور شخص میرے یہاں آیا، اسے آواز اور عدم اشتہا دونوں کی شکایت تھی۔ میں نے گردن پر کچھ دوائیں رکھ کر اسے اچھا کیا۔ اس آدمی کو گردن کے دونوں جانب سخت خنازیر کی شکایت تھی۔ بعض معالجین نے خنازیر کاٹ کر سوء تدبیر سے گردن کی ابھری ہوئی شریانوں کے قریب دونوں اعصاب کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ یہ دونوں ہی اعصاب بکثرت اعضار میں پھیلتے ہیں، ان کا ایک شعبہ فم معدہ تک آتا ہے اسی شعبہ سے تمام معدہ میں حس پہنچتی ہے۔ البتہ معدہ کے اندر سب سے زیادہ حساس

مقام فم معدہ ہے کیوں کہ یہاں یہ عصبہ بکثرت پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں اعصاب میں سے ہر ایک کا کچھ حصہ صرت کے ایک آلہ کو حرکت دیتا ہے۔ اس لئے اس شخص کی آواز اور اشتہا دونوں ختم ہو چکی تھیں۔ میں نے گردن پر دوا مسخن رکھی چنانچہ تین دنوں میں وہ شفایاب ہوگیا۔ میری اس کارروائی کو جس نے بھی دیکھا وہ محو حیرت ہوا اور اس عجیب وغریب طرز علاج کو برداشت نہ کرسکا۔ مگر بایں ہمہ اسے یہ احساس بھی ہوگیا کہ اطبار کو علم التشریح کی بڑی ضرورت ہے۔

"کتاب الامراض السرۃ العلاج" (عسیر العلاج بیماریاں) میں جالینوس نے ایک جگہ لکھا ہے کہ شہر رومیہ کے ایک مقام سے گزر رہا تھا۔ یہاں ایک شخص کے ارد گرد کچھ بیوقوف حضرات مجتمع تھے۔ ان سے وہ کہہ رہا تھا کہ میں حلب کا رہنے والا ہوں، جالینوس سے مل چکا ہوں۔ اس نے سارے علوم مجھے سکھا دیئے ہیں۔ یہ ایک دوا ہے جو داڑھ کے کیڑوں کو مفید ہے۔ خبیث نے قار اور قطران (زفت اور زفت رطب) کی ایک گولی بنائی تھی۔ اسے انگارہ پر رکھ کر بزعم خویش کرم زدہ داڑھوں کے مریض کو بخور دیتا۔ دھواں اٹھنے پر یہ نام نہاد طبیب مریض کی آنکھیں بند کر دیتا اور اپنے ڈبہ سے ایک کیڑا نکال کر منہ کے اندر داخل کر دیتا اور پھر نکال کر لوگوں کو دکھاتا۔ اس حیرت انگیز کارنامہ پر بیوقوف اپنا سب کچھ نچھاور کر رہے تھے۔ ظالم نے آگے بڑھ کر فاصلہ دینے بغیر مریض کی رگیں کاٹ دیں۔ چنانچہ اب میں نے خود کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ میں نے کہا" میں جالینوس ہوں اور یہ بے وقوف ہے۔" لوگوں کو اس سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی اور سلطان کے یہاں اس کے خلاف نالش کر کے سزا دلوائی۔ سلطان نے اسے طمانچہ مارا۔ اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد جالینوس نے کتاب" اصحاب الحیل" تصنیف کی۔

کتاب قاطاجانس میں جالینوس نے لکھا ہے کہ شہر رومیہ کے ہیکل میں شیخ مقدم کی باری پر جو ہیکل کے اندر زخمیوں کا علاج کرتا تھا اس نے علاج کیا ہے۔ یہ ہیکل ایک شفاخانہ تھا، یہاں اس نے دوسرے مریضوں سے پہلے زخمیوں کو اچھا کر دیا تو اس کے فضل وکمال کا بے حد چرچا ہوا، علم الاشیا کے باب میں جب تک خود تحقیق نہ کر لیتا محض تقلید پر اکتفا نہ کرتا۔

امیر مبشر بن فاتک فرماتے ہیں" حصول علم کے لئے جالینوس نے ایتھنز، رومیہ اور اسکندریہ جیسے ملکوں کا سفر کیا، ارمینس سے علم طب حاصل کیا، شروع میں والد سے اور مہندسین کی ایک جماعت اور ہندسہ کے نحویوں سے زبان و ادب نحو وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، قلوپطرہ نامی ایک خاتون سے بھی طب کے درس لئے۔ اس سے بالخصوص امراض نسواں کی بے شمار دوائیں معلوم کیں۔ اس نے قبرس جاکر قلقطار[1] کو خود اس کی جائے پیدائش پر دیکھا، اسی طرح

---

[1] قلقطار: پھٹکری

جزیرہ لمنوس جاکر اس نے گل مختوم کی صنعت دیکھی، یہ سارے کام خود کئے اور دیکھ کر ان کی تصحیح کی۔ مصر جاکر ایک مدت تک قیام کیا۔ اور یہاں جڑی بوٹیوں بالخصوص افیون پر تحقیق کی جو صعید مصر کے قصبہ اسیوط میں پائی جاتی تھی۔ پھر اپنے ملک کو واپس ہوتے ہوئے شام کا رخ کیا، اور راستہ میں بیمار ہوکر بمقام فرما وفات پائی۔ شہر فرما بحر اخضر کے کنارے مصر کا آخری قلمرو تھا۔ کتاب الممالک والمسالک میں مسعودی نے لکھا ہے کہ فرما۔ بحیرۂ تنیس پر واقع ایک پائدار شہر تھا۔ یہاں جالینوس یونانی کی قبر ہے۔ دوسروں نے لکھا ہے کہ جالینوس کے زمانہ میں عیسائی مذہب جب ظاہر ہوا تو اس کو بتایا گیا کہ اکتینان قیصر کے آخری دور حکومت میں بیت المقدس کے اندر ایک شخص پیدا ہوا تھا جو اندھوں اور سفید داغ کے مریضوں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرتا رہا ہے۔ اس نے کہا ہوسکتا ہے ان کے یہاں کوئی الٰہی طاقت رہی ہو۔ اس نے پوچھا ان کے ساتھیوں میں کچھ موجود ہیں؟ جواب اثبات میں ملا تو بیت المقدس کا ارادہ کر کے رومیہ سے روانہ ہوا، راستہ میں صقلیہ کو جس کا نام آج سطانیہ ہے عبور کیا تو وہیں انتقال ہوگیا اور صقلیہ میں دفن ہوا۔ کہا جاتا ہے جس مرض میں اس نے انتقال کیا وہ ذرب (اسہال) کی بیماری تھی۔ حکایت ہے کہ بیماری طویل ہوگئی تو اس نے ہر طرح کے علاج کئے مگر نفع نہ ہوا۔ تلامذہ نے کہا حکیم کو اپنی بیماری کا علاج معلوم نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی خدمت میں کوتاہی کرنے لگے۔ جالینوس نے یہ محسوس کر کے پانی سے بھرا ہوا ایک گھڑا منگایا۔ یہ گرمی کا زمانہ تھا، اس گھڑے کے اندر ایک چیز ڈال کر ایک گھنٹہ تک چھوڑے رکھا، اور پھر اسے توڑ دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ پانی بالکل جما ہوا ہے۔ اسے تھوڑا پیا اور حقنہ بھی لیا، مگر نفع نہ ہوا۔ تلامذہ سے مخاطب ہوکر کہا "جانتے ہو ایسا کیوں کیا؟" بولے" نہیں" اس نے کہا" اس لئے تاکہ تم یہ نہ سمجھو کہ اپنا علاج کرنے میں عاجز ہوں، اس مرض کو 'دار مدد' کہتے ہیں یعنی وہ بیماری جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ موت ہے۔ میرے خیال میں جالینوس کے بارے میں یہ حکایت گھڑی گئی ہے۔

پانی منجمد کرنے کی ترکیب

ابن بختویہ نے کتاب المقدمات میں نا وقت پانی منجمد کرنے کی حسب ذیل ترکیب بیان کی ہے۔

شب یمانی عمدہ ۲۴۰ گرام خوب اچھی طرح پیس کر مٹی کی ایک کوری ہانڈی میں ڈال دیں، اوپر سے ایک کلو ۴۴۰ گرام صاف پانی شامل کریں، پھر ایک تندور میں رکھ کر اوپر سے مٹی سے بند کر دیں۔ جب دو حصہ (نہ کم نہ بیش) جل جائے اور ایک حصہ باقی رہ جائے تو ایک بوتل میں لے کر خوب اچھی طرح بند کر دیں۔ جب کام میں لانا چاہیں تو برف کے ایک نئے ظرف میں پانی لے لیں اور اس میں ۴۰ گرام شب یمانی والا پانی ڈال کر ایک گھنٹہ چھوڑ دیں۔ پانی برف بن جائے گا۔ اسی طرح موسم گرما میں پانی منجمد کرنے کی بعض

مغربی حضرات نے بھی ترکیب بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں تخم کتاں کو شراب کے عمدہ تیز سرکہ میں بھگولیں، یہ جب منجمد ہو جائے تو اسے پانی سے بھرے ہوئے کسی گھڑے یا پانی کے برتن میں ڈال دیں۔ سارا پانی منجمد ہو جائے گا چاہے اپریل کا مہینہ ہو یا مئی کا۔

ابو الوفا مبشر ابن فاسک فرماتے ہیں جالینوس کے والد اس پر بے حد توجہ کرتے تھے۔ چنانچہ اس کی تعلیم و تربیت پر کافی خرچ کرتے۔ اساتذہ کو کافی مشاہرہ دیتے اور انھیں دُور دراز شہروں سے بلا کر جالینوس کی تعلیم پر مامور کرتے۔ جالینوس کو بچپن ہی سے علم برہانی کا شوق تھا۔ حصول علم میں بے حد محنتی اور سخت ریاضت کا عادی تھا، علم کا شوق اس قدر تھا کہ اُستاد جو کچھ تعلیم دیتا گھر واپس ہوتے ہوئے راستے میں اسے ازبر کر لیتا۔ اس کے نوجوان ساتھی اسے ملامت کرتے ہوئے کہتے "ارے بیوقوف! کوئی وقت ایسا بھی رکھو جس میں ہمارے ساتھ بولو ہنسو اور تفریح کرو۔ کبھی اپنی تعلیمی مصروفیت کے باعث جالینوس انھیں کوئی جواب نہ دیتا کبھی کہتا "ہنسنا اور تفریح کس لئے ہے؟" ساتھی جواب دیتے "ہماری یہ خواہش ہے" وہ کہتا "ان باتوں کو ترک کرنا اور علم کو ترجیح دینا ضروری ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جو تمھاری خواہش ہے اس سے مجھے نفرت اور جو میری اپنی مشغولیت ہے اس سے مجھے محبّت ہے" لوگوں کو بے حد تعجب تھا۔ وہ کہتے تھے کہ تیرے باپ کو دولت و ثروت اور عزّت و جاہ کے ساتھ ایک ایسا لڑکا بھی ملا ہے جو علم کا رسیا ہے۔ جالینوس کے والد کا شمار اہل ہندسہ میں تھا۔ بایں ہمہ وہ زراعت پیشہ بھی تھے، دادا رئیس النجارین اور پردادا موچی تھے۔

کتاب الکیموس الجید والردی میں جالینوس نے لکھا ہے کہ وہ بیس سال کا تھا تو اس کے والد کا انتقال ہوا۔ اپنے حالات زندگی کے اس مقام پر اس نے یہی تذکرہ کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ دوست! تصدیق کرنا چاہو تو تصدیق کر لو میرے اندر کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جس کی وجہ سے میں جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاؤں۔ گاہ مجھے اس بات پر سخت غصہ آیا کہ حکمت و شرافت کے اکثر ارباب نظر نے علم الاشیاء پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے بے شمار کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے بلا مبالغہ میں وہی بات کہتا ہوں جس کا میں نے خود مشاہدہ اور عرصہ تک اکیلے تجربہ کیا ہے۔ میں جو واقعہ سُنا رہا ہوں اللہ شاہد ہے کہ اس میں دروغ بیانی سے میں نے کام نہیں لیا ہے۔ میرا باپ ایک صاحب فضل و کمال حکیم تھا۔ علم الامور یعنی مساحت، ہندسہ، منطق، حساب اور علم النجوم یعنی اسطرا ونمیا میں نہایت پایہ کا فاضل تھا۔ اہلِ زمانہ میں صداقت، وفاداری، نیکوکاری اور عفت و پاکبازی میں معروف و مشہور تھا۔ ان فضائل کے اندر ہم عصر حکماء و علماء میں کوئی اس کا نظیر نہ تھا۔ بچپن میں یہی میری پرورش وغیرہ کا ذمہ دار تھا۔ اللہ نے اس کے ہاتھوں مجھے اس طرح محفوظ رکھا کہ کسی درد اور بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔ جب میں جوان ہوا یا کچھ ہوشیار ہوا تو وہ اپنی ایک جائداد

کی طرف متوجہ ہوئے اور مجھے چھوڑ دیا۔ وہ علم الفلاحت کے شوقین تھے۔ میں علم و ادب میں اپنے عام ساتھیوں سے فائق تر تھا، شب و روز حصول تعلیم میں انہماک رکھتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک پھل کھایا اور خوب کھایا۔ حتیٰ کہ موسم خزاں کے شروع میں سخت بیمار پڑا چنانچہ مجھے فصد کی ضرورت پیش آئی، اِن دِنوں میرے والد شہر آئے اور مجھے سخت ڈانٹ پلائی، انھوں نے یاد دلایا کہ بچپن میں غذا اور تربیت کے باب میں میرا کیا طریقہ تھا۔ پھر آگے بڑھ کر مجھے حکم دیا کہ آج سے بچوں اور حفظان صحت کا خیال رکھوں، انھوں نے فرمایا کہ اپنے نوجوان ساتھیوں کی خواہشات سے دُور رہوں، اور ان سے زیادہ تر نہ ملا کروں، اگلے سال میرے والد نے میرے تحفظ غذا کا اہتمام کیا اور اس کا پابند بنایا، میرا علاج بھی انھوں نے کیا اور مناسب تدبیریں کیں، چنانچہ میں نے بہت تھوڑے پھل لئے، اس وقت عمر کی اُنیسویں منزل میں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال مجھے کوئی بیماری اور تکلیف لاحق نہیں ہوئی۔ اس کے بعد میرے والد کا انتقال ہوگیا، تو میں نے دوبارہ اپنے ان نوجوان بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ پھل کھائے اور پیٹ بھر کھائے، چنانچہ پہلی قسم کی بیماری پھر لاحق ہوئی اور فصد کی ضرورت ہوئی۔ اس کے بعد متواتر سالوں تک بیماریوں کا شکار رہا، کبھی ایک آدھ سال کا ناغہ بھی رہا، حتیٰ کہ عمر کی اٹھائیسویں منزل میں پہنچا، پھر ایک سخت شکایت پیدا ہوئی۔ ایک پھوڑا (دبیلہ) اس مقام پر ہوا جہاں ڈایافرام سے جگر کا اتصال ہوتا ہے، ڈایافرام اعضاءِ تنفس اور اعضاءِ غذا کے درمیان حجاب حاجز کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے طے کر لیا کہ مرطوب پھلوں میں صرف انجیر اور انگور لوں گا۔ وہ بھی پختہ حالت ہیں۔ اور زیادہ نہ لوں گا، بس طاقت بھر، چنانچہ ایک متعینہ مقدار لیتا تھا، اس سے تجاوز نہ کرتا تھا۔ میرا ایک نہایت مخلص دوست بھی تھا۔ میوہ جات ترک کر دینے کا جو فیصلہ کیا تھا اس سے اس نے بھی اتفاق کیا۔ چنانچہ ہم دونوں کو کم گوشت خوری اور تخمہ اور شکم سیری سے اجتناب کا پابند رکھا۔ عرصہ گزر گیا مگر آج تک ہم دونوں کو کسی قسم کا درد اور کسی طرح کی بیماری لاحق نہیں ہوئی، صحت و شفا کا یہ حال دیکھ کر دوستوں اور مخلص بھائیوں کو بھی لاغر رہنے اور اعتدال کے ساتھ غذا لینے کا پابند کیا، چنانچہ وہ بھی صحت مند ہو گئے۔ اور آج تک انھیں کوئی ناخوشگوار تکلیف لاحق نہیں ہوئی۔ کچھ تو آج تک پچیس سال صحت سے رہے، کچھ پندرہ سال اور کچھ کم و بیش تندرست رہے، یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے میری بات مانی تھی اور غذائی جو مقدار متعیّن کر دی تھی اسی پر قائم رہے۔ اور مرطوب میوہ جات جو ردی الکیموس ہوتے ہیں ان سے سختی سے پرہیز کرتے رہے۔

علاج التشریح کے اندر جالینوس رقمطراز ہے کہ آذریانوس کے بعد حکمراں بادشاہ انطونینوس کے ابتدائی زمانہ میں وہ پہلی بار رومیہ آیا اور کتاب التشریح لکھی، یہ کتاب اس نے روم کے گورنر بوائیوس منظفر کی فرمائش پر اس وقت لکھی تھی جب وہ رومیہ سے نکل کر اپنے شہر طولومایس جانا چاہتا تھا، اس موقعہ پر

اس نے خواہش کی تھی کہ جالینوس تشریح پر کوئی کتاب لکھ کر اسے فراہم کردے۔ اس نے تشریح پر کچھ مقالات اس وقت بھی لکھے جب وہ سمرنا میں ساطورس کے بعد اپنے معلم ثانی قونیطوس کے شاگرد بالیس کے یہاں مقیم تھا۔ ایک دوسرے قابل ذکر شخص آفیقیانوس نامی جو قونطس کا شاگرد تھا کی وجہ سے جالینوس قورنتوس چلا گیا، اور جب معلوم ہوا کہ اسکندریہ میں قونطوس اور نومیسیانوس کے شاگردوں کی ایک قابلِ ذکر جماعت موجود ہے تو وہ یہاں آگیا اور پھر اپنے ایشیائی وطن فرغامس کو واپس ہوا۔ اس کے بعد رومیہ آیا اور یہاں بواثیوس کے روبرو تشریح کا عمل پیش کیا، مشائین فرقہ کا فلسفی آوذیموس اور اسکندر افرودیسی دمشقی جو اس زمانہ میں ایتھنز کے اندر ایک مجلس عام میں مشائین کے نظریہ کے مطابق لوگوں کو علوم حکمت کی تعلیم پر مامور تھا، برابر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ان اصحاب نظر کے یہاں شہر رومیہ کا گورنر سرجیوس بولوس بھی حاضر ہوا کرتا تھا، یہ تمام امور حکمت کے اندر فکر و عمل کے اعتبار سے نہایت مقبول تھا۔

بعض کتابوں کے اندر جالینوس نے ظاہر کیا ہے کہ اسکندریہ پہلی دفعہ گیا اور اپنے اور اپنے آباء کے وطن فرغامس واپس آیا تو اس کی عمر ۲۸ سال تھی۔ اپنی فہرست کتب پر جو رسالہ اس نے لکھا ہے اس میں اس نے کہا ہے کہ رومیہ سے اپنے وطن واپس ہوا تو عمر ۳۷ سال ہوچکی تھی۔ نفی غم پر جو کتاب لکھی ہے اس میں اس کا بیان ہے کہ شہر رومیہ میں بادشاہ کے عظیم کتبخانوں کے اندر اس کی بہت ساری کتابیں جل گئیں۔ جلے ہوئے کچھ نسخے ارسطو طالیس اور کچھ انکساغورس اور اندروماخس کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے تھے، ان نسخوں کی تصحیح اس نے اپنے معتمد اساتذہ، اور افلاطون سے روایت کرنے والوں سے کرلی تھی، نیز دُور دراز ملکوں کا سفر کرکے اکثر نسخوں کو صحیح کرلیا تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ نذرِ آتش ہونے والی کتابوں میں اس کی بے شمار تصنیفات بھی تھیں، ان کا کوئی اور نسخہ اس کے پاس نہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کی اور بہت ساری چیزیں بھی اس آگ کی نذر ہوگئی تھیں جن کا اس نے اپنی کتاب کے اندر ذکر کیا ہے، ان کا تذکرہ طویل ہوگا۔

مبشر بن فاتک فرماتے ہیں اس آگ میں جالینوس کی جلنے والی کتابوں میں، کتاب روفس فی التریاقات والسموم، علاج المسمومین، ترکیب الادویۃ بحسب العلۃ والزمان اور "ان من عز تہ عندہ" شامل تھیں۔ آخرالذکر کتاب کو اس نے سفید دیبا پر سیاہ ریشم سے لکھا تھا اور اس پر بکثرت دولت صرف کی تھی۔

غرض جالینوس کے بے شمار واقعات، مفید حکایتیں، اس کی کتابوں کے اندر اور راویوں کے بیانات میں بکھرے ہوئے بکثرت نوادرات اور مریضوں کے معالجات کے بارے میں بکثرت داستانیں موجود ہیں جس سے فنِ طب کے اندر اس کے فضل و کمال کا اندازہ ہوتا ہے، یہاں ان سب کے تذکرے کی گنجائش نہیں ہے، اس کے لئے ہم نے الگ سے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا ہے، جس میں انشاء اللہ ہم یہ ساری باتیں اس کی کتابوں وغیرہ سے نقل کریں گے۔

اپنی فہرست کتب کے اندر جالینوس نے لکھا ہے کہ اس نے دو مقالوں کے اندر اپنی سیرت قلمبند کردی ہے۔ انوکھے معالجات جو جالینوس نے کئے، اور امراض کے پیشگی علم و معرفت کے جو نوادرات پیش کئے اور وہ ٹھیک اس کے اندازہ کے مطابق صحیح ثابت ہوئے انھیں اس نے اپنی ایک الگ کتاب میں لکھ کر آفیجانس کے پاس بھیجا اور اس کا نام نوادر تقدمۃ المعرفۃ رکھا۔ اس کتاب کے اندر وہ لکھتا ہے کہ لوگ فنِ طب کے بارے میں جو عمدہ باتیں مجھ سے سنتے تھے اس سے متاثر ہوکر شروع میں مجھے "متکلم بالعجائب" (حیرت انگیز نظریات پیش کرنے والا) کہا کرتے تھے۔ اور جب معالجات کے اندر معجزات ظاہر ہونے لگے تو مجھے انھوں نے فاعل للعجائب" (محیر العقول کام کرنے والا) کہنے لگے۔ محنۃ الطبیب الفاضل میں اس نے یہ حکایت بیان کی ہے:

"میرے یہاں جو بھی حاضر ہوتا رہا اسے معلوم ہے کہ ہم نے اس مریض کا کس طرح علاج کیا جسے ہر شیاف جو آنکھوں میں لگاتا تھا نقصان کرتا تھا، اس کی آنکھ میں ایک بڑا دردناک قرحہ تھا۔ اسی کے ساتھ پردۂ عنبیہ سوج گیا تھا۔ میں نے توقف سے کام لیا حتیٰ کہ وہ پرسکون ہوگیا اور قرحہ مندمل ہوگیا۔ اور کوئی بھی شیاف استعمال نہیں کیا، بس روزانہ تین طرح کے پانی تیار کرتا تھا۔ ایک حلبہ، دوسرا گلاب اور تیسرا زعفران ناسائیدہ کو پانی میں جوش دے کر ان آبیات کو استعمال کرتے ہوئے تمام اطبار نے جو حاضر تھے دیکھا مگر کوئی بھی ان میں میرا طریقہ استعمال کو تصور میں نہ لاسکا۔ کیوں کہ انھیں یہ طریقہ معلوم تھا نہ ہی حسب ضرورت ہر پانی کو روزانہ آنکھوں میں ڈالنے کی مقدار بھی معلوم تھی۔ قصہ یہ ہے کہ شدت درد کے وقت ان آبیات کی تعداد اور ہے، اُبھار کے پھٹنے کے وقت اور ہے اور قرحہ کے اندر میل کچیل کی کثرت یا تعفن کی زیادتی کے وقت اور ہے۔ میں نے صرف انھی آبیات کو استعمال کیا، ابھرے ہوئے پردۂ عنبیہ کو ساکن درد کو رفع زیادہ میل کچیل کی موجودگی میں قرحہ کی صفائی، عمیق قرح میں گوشت، اور بوقت امتلا اندمال کے لئے جیسا کچھ چاہا پورا ہوتا گیا، کوئی دن بھی ایسا خالی نہ رہا جس میں میں نے اس فن کے اندر اپنی مہارت کا اظہار نہ کیا ہو، بتاتا تھا کہ ہڈی میں یا اس سے مشابہ چیز کے اندر اس کی مقدار کیا ہے۔ جو اطباء یہ تماشہ دیکھتے تھے، دوسری باتوں کا تو ذکر کیا اکثر کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ کہاں لکھا ہوا ہے۔ بعضوں نے تو یہ دیکھ کر مجھے "بدیع الفعل" (انوکھا کاریگر) اور بعضوں نے "بدیع القول" (انوکھے نظریہ کا حامل) کا لقب بخشا۔ مثلاً رومیہ پہلی بار آیا تو ایک تپ زدہ مریض کے یہاں کچھ اکابر اطباء کو دیکھا کہ اس کی فصد کھولنے پر بحث و تمحیص کر رہے ہیں۔ گفتگو لمبی ہوگئی تو میں نے کہا آپ کی بحث عمدہ ہے، مگر طبیعت جلد ہی ایک رگ کو شق کردے گی

اور نتھنوں سے اس نوجوان کا فالتو خون نکل جائے گا' انھوں نے جلد ہی تماشہ دیکھ لیا' اس وقت وہ مبہوت ہوکر خاموش رہے، یہ واقعہ ان کے دلوں میں میرے لئے بغض و حسد کا باعث بنا۔ انھوں نے مجھے بدیع القول کا لقب دیا۔ دوسری بار ایک مریض کے یہاں آیا اس پر نکسیر ٹوٹنے کی کھلی ہوئی علامات پیدا ہو چکی تھیں، چنانچہ میں نے نکسیر کی خبر دی' حتی کہ یہ بھی بتایا کہ نکسیر داہنی جانب سے ٹوٹے گی۔ اطباء جو حاضر تھے انھوں نے مجھے ملامت کی اور کہا بس تمھاری وضاحت کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا" میں دیکھ رہا ہوں کہ عن قریب آپ حضرات کا اضطراب پیدا شدہ نکسیر سے اور زیادہ بڑھ جائے گا کیوں کہ اس کا رُکنا مشکل ہو جائے گا۔ کیوں کہ مریض کی طبیعت اس قابل نہیں ہے کہ ضروری حد تک استفراغ کر کے موقوف ہو جائے۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ یہ اطباء خون نہ روک سکے، کیوں کہ انھیں معلوم نہ تھا کہ خون کہاں سے آرہا ہے، میں نے اسے بہ آسانی روک دیا' اس پر انھوں نے مجھے بدیع الفعل کا لقب بخشا۔ اسی طرح کی ایک اور حکایت بھی اپنی اس کتاب کے اندر بیان کی ہے جس سے فنِ طب کے اندر اس کے کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ حکایت حسبِ ذیل ہے۔

"ایک بار چند اطباء کے ساتھ ایک مریض کو دیکھنے گیا اسے ضیق تنفس کے ساتھ نزلہ کی شکایت تھی۔ میں نے ان اطباء کو اپنے خیال میں نافع ادویہ پلانے دیا۔ چنانچہ پہلے انھوں نے نافع سعال و نزلہ دوائیں پلائیں۔ یہ دوائیں اس وقت پلائی جاتی ہیں جب مریض سونا چاہتا ہے۔ کیوں کہ یہ کچھ خواب آور ہوتی ہیں حتی کہ سھر کی بیماری میں بھی مفید ہوتی ہیں۔ یہ مریض رات بھر نہایت گہری نیند سوتا رہا۔ کھانسی جاتی رہی، نزلہ ختم ہوگیا' مگر آلۂ تنفس میں ثقل اور سینہ اور تنفس میں سخت تنگی محسوس کرنے لگا۔ اس پر اطباء نے کچھ ایسی دوائیں پلانی ضروری سمجھی جس سے سینہ کا استفراغ ہو، چنانچہ بکثرت لیسدار رطوبات خارج ہوئیں۔ کھانسی اگلی شب میں پھر پیدا ہوگئی' اور بیداری بھی، مریض سر سے حلق اور قصبۃ الریہ تک کوئی رقیق شئے اترتے محسوس کرنے لگا۔ اطباء نے وہی دوا ءِ منوم پھر پلائی۔ نزلہ' کھانسی اور بے خوابی جاتی رہی' مگر تنفس بڑھ گیا اور اگلی شب حالت بے حد خراب ہوگئی۔ اب اطباء نے بعض ملطف اور قاطع بلغم دوائیں پلانی ضروری سمجھی، اس سے پھیپھڑہ صاف تو ہوگیا مگر کھانسی' ضیق تنفس اور بے خوابی برداشت سے باہر ہوگئی۔ میں نے جب دیکھا کہ اطباء حیران ہوگئے ہیں اور کوئی تدبیر انھیں نظر نہیں آرہی ہے تو مریض کو میں نے شام کے وقت ایک ایسی دوا پلائی جس سے کھانسی اور نزلہ میں ہیجان پیدا نہ ہو' عمدہ نیند آئے اور پھیپھڑہ میں جو کچھ ہوا سے بسہولت خارج

کرسکے' اس مریض پر یہی طریقہ علاج جاری رکھا حتی کہ چند ہی دنوں میں دونوں بیماریوں سے اسے اچھا کر دیا، گو بظاہر دونوں بیماریاں ایک دوسرے کے متضاد تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اطباء دو متضاد امراض کے ایک دوا سے ٹھیک ہونے کے قائل نہیں ہیں ان کی رائے صحیح نہیں ہے۔ میں پہلا شخص ہوں جس نے مذکورہ بالا ادویہ اور انصباب نزلہ سے بیشتر پھیپھڑے کے اندر پیدا ہوتے والے قرحہ کی معالجاتی ادویہ وغیرہ کا استعمال مستنبط کیا ہے۔ میں ان کا طریقہ استعمال کتاب ترکیب الادویہ میں لکھوں گا۔"

جالینوس نے اپنی کتاب کے اندر لکھا ہے کہ اچھے لوگ اپنے دشمنوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں' اس نے اپنے حال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے کسی شاگرد سے کوئی اُجرت لی نہ کسی مریض سے کوئی معاوضہ طلب کیا۔ مریضوں کو نہ صرف دوائیں' شربت اور روغن وغیرہ ہی دیتا بلکہ خادم نہ ہوتا تو یہ بھی مہیا کرتا اور غذا بھی دیتا۔ میں نے بہت سارے اطباء کو دوستوں سے ملایا جنھوں نے لشکروں میں میری جانب رُخ کیا تھا۔ نیز بے شمار دیگر اطباء کو قدر دانوں کے سپرد کیا۔ اس پر میں نے ایک پیسہ رشوت لی نہ کوئی ہدیہ قبول کیا۔ بلکہ کچھ کو بعض ضروری آلات اور ادویہ بھی فراہم کیں اور جہاں کہیں فراہم نہ کرسکا وہاں ضرورت کے مطابق زادِ راہ دے دیا۔

جالینوس کی صورت و سیرت

مبشر بن فاتک لکھتے ہیں کہ جالینوس گندم گوں' خوبصورت نقشہ' شانے چوڑے' ہتھیلیاں کشادہ' انگلیاں لبی' خوبصورت بال' نغموں اور مطالعۂ کتب کا شیدائی' رفتار میانہ' دانت چمکتے ہوئے' بکثرت نامناسب باتیں کرنے والا' کم خاموش' دوستوں پر بکثرت نکتہ چینی کرنے والا' کثیر الاسفار' بو عمدہ اور کپڑے صاف ستھرے پہنتا تھا' سوار ہوکر بادشاہوں اور رؤساء کی گزرگاہوں پر سیر کرنا پسند کرتا' یہ لوگ اس کی عزّت کرتے۔ حالاں کہ کسی کی خدمت گزاری پر وہ مامور نہ تھا' جب انھیں کوئی مشکل مرض لاحق ہوتا تو اسے علاج کے وقت زر و جواہر کے بکثرت عطیات پیش کرتے۔ اس کا ذکر اس نے اپنی اکثر کتابوں میں کیا ہے۔ اگر کوئی بادشاہ اسے مسلسل خدمت میں رکھنا چاہتا تو یہاں سے روانہ ہو جاتا تاکہ اس بادشاہ کی خدمت میں رہ کر اپنی راہ سے بیگانہ نہ ہو۔ اربابِ لغت کہتے ہیں جالینوس اصل میں غالینوس ہے' جس کے معنی ساکن کے ہیں' ایک دوسرے قول کے مطابق عربی زبان میں جالینوس کے معنی فاضل کے ہیں۔ ابوبکر محمد بن زکریا رازی نے اپنی کتاب الحاوی میں لکھا ہے کہ یونانی میں جیم کو غین اور کاف بولتے ہیں۔ جالینوس کو غالینوس اور کالینوس کہتے ہیں۔ یہ سب جائز ہے۔ گاہ الف لام کو لام مشدد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یونانی میں یہ زیادہ صحیح ہو جاتا ہے۔

فائدہ

مذکورہ مفہوم سے متعلق ایک فائدہ حسبِ ذیل ہے۔

قاضی نجم الدین عمر محمد بن کریدی نے مجھ سے، اور انھوں نے کہا انبا غاثون مطران بشو بک جو ہم عصروں میں قدیم رومی زبان یعنی یونانی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا نے مجھ سے بیان کیا کہ یونانی زبان میں انسان اور دیگر اشیاء کے جتنے اسماء ملتے ہیں ان کے آخر میں سین ہوتا ہے۔ مثلاً جالینوس، دیسقوریدس انکساغورس، ارسطوطالیس، دیوجانس وغیرہ۔ اسی طرح قاطیغوریاس، باریمنیاس، اور اسطوخودس، آناغالس وغیرہ۔ کیوں کہ ہر کلمہ کے آخر میں سین کا حکم یونانی زبان میں وہی ہے جو عربی زبان میں تنوین کا ہوتا ہے جیسے زید، عمرو، خالد، بکر، کتاب، شجر، اس طرح تنوین کے آخر میں جو نون ظاہر ہوتا ہے وہ یونانیوں کی زبان میں سین کے مرادف ہے۔

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یونانیوں کی زبان میں کم ہی الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں سین نہیں لگتا ہو۔ مثلاً سقراط، افلاطن، آغاثاذیمون، آغلوقن، تامور، یا غات غیر انسانی اسماء میں مثلاً اثالوطیقیا، نیقوماخیا، ربطوریہ یا مثلاً جند بیدستر، اور تریاق وغیرہ کیوں کہ یونانیوں کی زبان میں ان پر تنوین جائز نہیں ہے۔ اس لئے بلا سین ہوتے ہیں۔ یہ ایسے ہی اسماء ہیں جو عربی زبان میں غیر منون یعنی غیر منصرف ہوتے ہیں۔ مثلاً اسماعیل، ابراہیم، احمد، مساجد، دنانیر واللہ اعلم۔ ابوالعلا بن سلیمان معری نے کتاب الاستغفار میں جالینوس اور طب کو مدوق کرنے والوں کی تعریف اس طرح کی ہے۔

——— جالینوس جیسی شخصیت اور قوم بقراط جیسا قبیلہ کم ہوں یا زیادہ بہر حال میں زندہ یاد، پائندہ باد۔
——— جو بنیاد انھوں نے ڈالی ہے ناقابل شکست ہے۔ بیمار اور عبادت کرنے والے سبھی اسی کے طالب ہیں۔
——— یہ کچھ لطیف کتابیں ہیں جن کا بوجھ ہلکا ہے مگر شفا ر امراض میں کوہسار ہیں۔

جالینوس کے ملفوظات اور حکیمانہ نوادرات

حنین بن اسحاق کی کتاب نوادر الفلاسفہ والحکماء و آداب المعلمین القدماء سے

——— فکر مندی قلب کا فنا اور غم قلب کی بیماری ہے۔
——— غم ماضی پر ہم (فکر مندی) مستقبل پر، غم مافات پر اور ہم آنے والی شئے پر ہوتا ہے۔
——— غم سے دور رہو کیوں کہ یہ تمام زندگی کا ضیاع ہے۔ دیکھتے نہیں کہ زندہ پر جب غم طاری ہوتا ہے فانی وجود ہو جاتا ہے۔

——— قلب کی تصویر کھینچتے ہوئے کہتا ہے۔ قلب کے اندر دو تجویفیں دائیں اور بائیں ہوتی ہیں، داہنی تجویف خون بائیں تجویف سے زیادہ ہوتا ہے، ان دونوں تجویفوں میں دو رگیں دماغ کو جاتی ہیں۔ قلب کے مزاج کے نامناسب کوئی صورت پیدا ہوتی ہے تو منقبض ہو جاتا ہے اس انقباض سے دونوں رگیں بھی منقبض ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ چہرہ پر تشنج اور جسم میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر مزاج کے موافق کوئی صورت پیدا ہوتی ہے تو دل میں اور دونوں رگوں کے اندر بھی انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔

——— قلب کے اندر ایک چھوٹی سی رگ نلکی کے مانند قلب کے شغاف اور سویداء پر نمودار ہوتی ہے۔ قلب کو کوئی غم لاحق ہوتا ہے تو یہ چھوٹی رگ منقبض ہوتی ہے اس سے ایک قطرہ خون نکل کر قلب کے شغاف اور سویداء پر گرتا ہے، اس وقت دونوں رگوں سے خون نچڑ کر قلب کو ڈھانک لیتا ہے، چنانچہ یہ ایک عمل ہوتا ہے جو قلب، روح، نفس اور جسم میں محسوس ہوتا ہے، جیسے شراب کا بخار دماغ پر چھا جاتا ہے تو اس سے مدہوشی طاری ہو جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جالینوس نے اس حقیقت کا امتحان کرنا چاہا تو ایک ذی حس جانور پر چند دنوں غم طاری کئے اور پھر ذبح کر کے دیکھا تو دل کمزور اور مرجھا ہوا تھا، اس کا اکثر حصہ بالکل غائب تھا۔ اس سے اس نے استدلال کیا کہ دل پر جب مسلسل غم طاری رہتا ہے اور فکر مندیوں سے تنگ آجاتا ہے تو مرجھا کر کمزور ہو جاتا ہے چنانچہ اس نے غم وہم کے عواقب سے آگاہ کیا۔

——— تلامذہ سے کہا" جو خیر خواہی سے خدمت کرے گا بدلہ بھی اسے خیر خواہی سے ملے گا۔"
——— جو عقل سے کام نہ لے اس کا علم غیر نافع اور جو عقل کو استعمال نہ کرے وہ لایعقل ہے۔
——— اخلاق النفس میں اس نے لکھا ہے" جس طرح جسم کو بیماری اور بدصورتی لاحق ہوتی ہے۔ بیماری میں صرع وشوصہ اور بدصورتی جیسے کبڑاپن، اور گنجاپن، اسی طرح نفس کو بھی بیماری اور بدصورتی لاحق ہوتی ہے۔ بیماری مثلاً غصہ اور بدصورتی جیسے جہالت۔"
——— بیماریاں انسان کو چار باتوں سے لاحق ہوتی ہیں۔ علت العلل (یعنی اللہ) سے، غذا میں سوء تدبیر سے، گناہوں سے اور دشمن دیرینہ ابلیس کی بدولت۔
——— موتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔ طبعی، یعنی بڑھاپے کی موت، مرضی کی، یعنی خودکشی، موت شہوت یعنی قصاص کی موت اور مرگ مفاجات۔
——— اس کے یہاں قلم کی بات چلی تو کہا" قلم گفتگو کا طبیب ہے۔"
——— عشق کسی کو حسین سمجھنے کی بات ہے جس میں حرص شامل ہو جاتی ہے۔
——— عشق نفس کا فعل ہے جو دماغ، جگر اور قلب میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دماغ کے اندر تین قوتیں

ہیں، تخیل جو دماغ کے اگلے حصہ میں ہوتی ہے، فکر یہ دماغ کے وسط میں، ذکر یہ دماغ کے آخری حصہ میں ہوتی ہے، کسی کو مکمل عاشق تب ہی کہہ سکتے ہیں جب معشوق سے فراق ہو تو خیال، فکر، ذکر قلب اور جگر سے خالی نہ ہو، جگر چونکہ مصروف رہتا ہے اس لئے کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے، دماغ تخیل اور ذکر و فکر میں مصروف رہتا ہے اس لئے نیند غائب ہو جاتی ہے، پس نفس کے تمام مقامات مصروف رہتے ہیں، بوقت فراق یہ مصروف نہ ہوں تو عاشق نہ ہوگا، فراق کے وقت یہ مقامات فارغ ہو جاتے ہیں۔

حنین بن اسحاق فرماتے ہیں جالینوس کی انگوٹھی پر حسب ذیل عبارت منقوش تھی "من کتم داءہ أعیاہ شفاءہ" (جو اپنے مرض کو چھپائے گا اس کی شفا یابی مشکل ہے) ابوالوفا مبشر بن فاتک کی کتاب مختار الحکم و محاسن الکلم سے۔

— نرم ہو جاؤ پالو گے، بردبار رہو شریف رہوگے، تکبر نہ کرو ورنہ رسوا ہوگے۔

— بیمار جسے بھوک لگتی ہو اس تندرست کے مقابلہ میں لائق شفا ہے جسے بھوک نہ لگتی ہو۔

— بدی کی جانب میلان تجھے بھلائی کے کام سے نہ روکے۔

— میں نے اکثر بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ علوم و فنون سے آراستہ غلام اور اچھی نسل کے جانوروں کی قیمت زیادہ دیتے ہیں۔ مگر خود اپنے نفس کی اصلاح سے غافل ہیں، حتیٰ کہ انھی جیسا غلام پیش کیا جائے تو نہ خریدیں گے نہ قبول کریں گے۔ میرے نزدیک بدترین شئے یہ ہے کہ غلام تمام دولت کے مساوی ہو اور مالک اسے نہ پائے جو اسے مفت قبول کرے۔

— اطبار کا مقام امرار اور مریضوں کا مقام مامورین کا تھا۔ جب یہ حال تھا تو فن مفید اور مؤثر تھا۔ ہمارے زمانہ میں معاملہ برعکس ہے، بیمار امیر اور طبیب نے مامور کی جگہ لے لی ہے۔ اطبار نے بڑے لوگوں کی رضا چاہی اور ان کے جسموں کی خدمت ترک کر دی۔ چنانچہ افادیت کم ہوگئی۔

— اگلے لوگ جب شراب اور غنا کی محفل جماتے تو مزاجوں میں شراب اور قوتِ غضب میں نغموں کے اثرات کی بات کیا کرتے تھے، مگر آج وہ پیالوں کے حجم کی بات کرنے لگے ہیں۔

— بچپن سے جو تدبیر جسمانی میں معتدل رہا اس کی شہوانی حرکتیں معتدل رہیں مگر بچپن سے جس نے اپنی خواہشات کو نہیں روکا اور نہ نفس کو خواہشات کے کسی داعیہ سے باز رکھا تو یہ ہے وہ شئے جس کا شر باقی رہے گا، کیوں کہ اعمال مخصوصہ میں جو شئے بھی کثرت سے ریاضت کرتی ہے وہ طاقتور اور جو شئے بھی جامد رہتی ہے وہ کمزور ہوتی ہے۔

— بچوں میں جس کی بدی سخت بے حیائی کی ہو اس کی اصلاح کی امید نہ رکھنی چاہیئے، اور جس کی بدی بے شرمی کی حد تک نہ ہو اس کی اصلاح سے مایوس نہ ہونا چاہیئے بلکہ امید رکھنا چاہیئے کہ ادب سیکھ لے گا تو پاکباز انسان بن جائے گا۔

— حیا شرمانے والے کا یہ اندیشہ ہے کہ کہیں اس کا نقص اس شخص کے سامنے ظاہر نہ ہو جائے جو اس سے افضل ہے۔

— انسان کے لئے اپنے اخلاق سدھارنے کی بات اس وقت ممکن ہوتی ہے جب وہ خود کو پہچان لیتا ہے کیوں کہ خودی کا عرفان ہی عظیم حکمت ہے۔ انسان خود پسندی کے غلو سے بالطبع اپنے نفس کو نیکی کے اس مقام پر دیکھنے لگتا ہے جہاں وہ فی الحقیقت ہوتا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کچھ لوگ خود کو بہادر اور شریف سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں ہوتے نہیں ہیں۔ دانشوری کی بات تو ایسی ہے کہ تمام ہی لوگ اس میں خود کو آگے سمجھتے ہیں مگر خود کو سب سے زیادہ ایسا سمجھنے والے انسان وہی ہوتے ہیں جو سب سے کم عقل ہوتے ہیں۔

— منصف وہ ہے جو طاقت رکھتے ہوئے بھی ظلم و ستم نہ کرے، اور دانشور وہ ہے جو انسان کی فطرت میں موجود ہر شئے کو اس کی حقیقت کے آئینہ میں دیکھے۔

— تعجب ہے انسان خود کو اس حالت پر سمجھتا ہے جس میں رہنا وہ پسند کرتا ہے حالانکہ اس حالت پر نہیں ہوتا۔

— پچاس سال کی عمر میں جس کا جسم کسی مرض سے نڈھال ہو جاتا ہے تو سپر نہیں ڈال دیتا اور نہ جسم کو برباد ہونے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ بلکہ مکمل تندرستی نہ سہی پھر بھی جسم کو تندرست رکھنا چاہتا ہے اسی طرح ہمیں چاہیئے کہ اپنے اندر صحت پر صحت اور فضیلت پر فضیلت حاصل کرنے سے باز نہ رہیں گو نفس حکیم کی فضیلت حاصل نہ ہو سکے۔

— خود کو سب سے زیادہ دانشور سمجھنے سے محفوظ انسان اس وقت رہ سکتا ہے جب اپنی یومیہ کارگزاری کا امتحان دوسروں کے ہاتھوں میں دے دے، اور یہ معلوم کرے کہ کیا صحیح ہوا ہے کیا غلط، تاکہ نیکوکار بن سکے اور بدی کو دُور پھینک سکے۔

— ایک شخص کو دیکھا کہ تمام بادشاہ اس کی جسمانی طاقت کی وجہ سے تعظیم کر رہے ہیں پوچھا کہ اس نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے۔ کہا گیا کہ ہیکل کے وسط سے ایک ذبح شدہ بیل کو لاد کر باہر لے آیا ہے۔ اس نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ بیل کا نفس اسے لادے ہوئے تھا اور اس لادنے میں کوئی خوبی نہیں ہے۔"

دوسرے مقامات سے

— بیمار اپنی سرزمین کی ہوا سے اسی طرح روح حاصل کرتا ہے جس طرح خشک زمین بارش کے قطروں سے۔

— پوچھا گیا شہوت کیا ہے؟ اس نے کہا ایک بھٹکتی ہوئی مصیبت جو ہمیشہ نہیں رہتی۔"

— پوچھا گیا" لہو و لعب کی محفلوں میں شریک کیوں ہوتے ہو" اس نے کہا "تاکہ ہر حال اور ہر موقعہ پر طبائع اور قوتوں کو سمجھ سکوں۔"

— پوچھا گیا" انسان کو کب مرنا چاہیئے؟" اس نے کہا "مضر کیا ہے، مُفید کیا ہے جب اس کی تمیز اُٹھ جائے۔

— اخلاط کے بارے میں سوال کیا گیا "خون؟" اس نے کہا "زیر ملکیت غلام، گاہ یہ غلام آقا کو ہلاک کر دیتا ہے۔" پوچھا گیا "اور صفرا؟" اس نے کہا "کسی باغ کا کٹھا کتا" پوچھا گیا "اور بلغم؟" اس نے کہا "بادشاہ، اس کا ایک دروازہ بند کرو تو دوسرا کھول لیتا ہے" پوچھا" اور سودا؟" "یہ مٹی بھی کیا ہے، حرکت میں آتی ہے تو جو کچھ اس پر ہوتا ہے وہ بھی حرکت میں آجاتا ہے۔"

— اخلاط اربعہ کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ صفرا یعنی مرۂ حمرا، ایک نیک پاکباز مگر زبان دراز خاتون کی مثال ہے جو زبان درازی اور تیز غصہ سے تکلیف پہنچاتی ہے مگر جلد ہی بلا نقصان پہنچائے واپس آجاتی ہے۔ خون پاگل کتے کی طرح ہے، یہ تمہارے گھر میں داخل ہو جائے تو فوراً یا تو نکال باہر کرو یا قتل کر دو، جسم میں متحرک بلغم کی مثال ایک بادشاہ کی ہے جو تمہارے گھر میں داخل ہو جاتا ہے، تمہیں اس کے ظلم و ستم کا خوف ہوتا ہے، اسے تکلیف پہنچانا تمہارے لئے ممکن نہیں ہے لہٰذا نرمی سے اسے نکال باہر کرو۔ جسم میں سودا کی مثال کینہ پرور انسان کی ہے۔ بظاہر تو خاموش رہتا ہے مگر جب حملہ کرتا ہے تو ہر طرح کی اذیت پہنچاتا ہے اور مشکل سے واپس ہوتا ہے۔

— ظریفانہ تمثیلات کے کچھ نمونے حسب ذیل ہیں:

طبیعت مدعی کے مانند، بیماری فریق مخالف کی مثال، علامتیں گواہوں کی طرح قارورہ اور نبض دلیل و ثبوت، یوم بحران، یوم فیصلہ، مریض مؤکل اور طبیب جج کی مثال ہے۔

— کتاب ایمان ابقراط وعہدہ کی شرح سے:

جس طرح ہر پتھر کا مجسمہ اور درندوں سے جنگ کے لئے ہر کتا مفید نہیں ہوتا اسی طرح ہر انسان فنِ طب کے لئے موزوں نہیں ہے، مگر پایں ہمہ اس کے جسم اور نفس کو فن قبول کرنے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے۔

جالینوس کی تصنیفات

جالینوس کی تصنیفات بے شمار ہیں۔ حنین بن اسحاق عبادی وغیرہ نے عربی میں اس کی جو تصنیفات منتقل

کی ہیں وہ منتشر تھیں۔ جہاں تک ان کا احاطہ کر سکا ہوں یہاں میں اُن کا تذکرہ کروں گا، ساتھ ہی ہر کتاب کی جو غرض و غایت جالینوس کے پیشِ نظر رہی ہے اسے بھی بیان کروں گا۔

کتاب فینکس: یعنی فہرست کتب کتاب کے اندر ان کتابوں کا تعارف کر دیا گیا ہے جنھیں جالینوس نے مرتب کی ہیں، اس میں ہر کتاب کا مقصد، سبب تالیف، عمر کی کس منزل میں اور کس کے لئے لکھی گئی ہے، یہ سب ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ دو مقالات پر مشتمل ہے۔ پہلے مقالہ کے اندر جالینوس نے اپنی طبی تصنیفات کا اور دوسرے مقالہ کے اندر منطق، فلسفہ اور نحو و بلاغت پر جو کتابیں لکھی ہیں ان کا تعارف کیا ہے۔

کتاب فی مراتب قراءۃ کتبہ: یہ ایک مقالہ ہے۔ اس میں جالینوس نے یہ بتایا ہے کہ یکے بعد دیگرے اول سے آخر تک اس کی تصنیفات کا مطالعہ کس ترتیب سے کرنا چاہیئے۔

کتاب الفرق: ایک مقالہ ہے۔ جالینوس نے کہا ہے کہ فن طب کی تعلیم حاصل کرنے والے کو سب سے پہلے یہ کتاب پڑھنی چاہیئے۔ اس میں اس نے بتایا ہے کہ اصحاب تجربہ، اصحاب قیاس اور ارباب حیل اپنے دعوؤں کے ثبوت میں کیا دلائل پیش کرتے ہیں۔ مخالفین کے جوابات کیا دیئے ہیں، ان میں حق و باطل کے لئے قول فیصل معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ جالینوس نے یہ مقالہ تیس سال یا اس سے کچھ زیادہ کی عمر میں اس وقت لکھا ہے جب رومیہ پہلی بار آیا تھا۔

کتاب الصناعۃ الصغیرہ: ایک مقالہ ہے۔ کتاب کے شروع میں جالینوس نے لکھا ہے کہ اس میں اس نے دیگر کتابوں کی جو تلخیص اور شرح کی ہے اس کی توضیحات اجمالاً پیش کی ہیں، کتاب کے اندر جو بیانات آگئے ہیں وہ دیگر کتابوں کے نتائج کے طور پر ہیں۔

کتاب النبض الصغیر: یہ بھی ایک مقالہ ہے۔ اسے جالینوس نے طوثرس اور دیگر طلبہ کے نام معنون کیا ہے۔ کتاب نبض کی ضروری معلومات پر مشتمل ہے، اس کا صرف اتنا ہی حصہ بیان کیا گیا ہے جو طلبا کے فن کے لئے ضروری ہے۔ شروع میں اقسام نبض کا بیان ہے، مگر تمام اقسام کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، بلکہ انھی کو پیش کیا گیا ہے جنھیں طلبا سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ طبیعی غیر طبعی اور خارج از طبیعت اسباب بیان کئے گئے ہیں جو نبض کے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ جالینوس نے یہ کتاب کتاب الفرق کی تصنیف کے وقت لکھی ہے۔

کتاب الی اغلوقن فی التانی لشفاء الامراض: یونانی میں اغلوقن کے معنی نیلگوں کے ہیں، یہ ایک فلسفی تھا۔ فن طب کے اندر جالینوس کے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھ کر اس نے اپنے لئے اس کتاب کو مرتب کرنے کی درخواست کی تھی۔ معالج چوں کہ امراض کو پہچانے بغیر علاج نہیں کر سکتا اس لئے علاج سے پہلے امراض کی علامات معلوم کرنا مقدم ہے، پہلے مقالہ کے اندر اس نے حمیات کی علامتیں اور معالجات تحریر کئے ہیں، مگر سب کا احاطہ نہیں کیا

ہے بلکہ انھی کو بیان کیا ہے جو عام طور پر پیش آتے ہیں۔ یہ مقالہ دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّہ میں ان حمیات کا بیان ہے جو اجنبی علامات سے خالی ہوتے ہیں۔ دوسرے حصّہ میں ان حمیات کا تذکرہ ہے جن میں اجنبی علامات ہوتی ہیں۔ دوسرے مقالہ کے اندر ورموں کی علامات اور علاج بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مقالہ بھی جالینوس نے کتاب الفرق کی تالیف کے وقت لکھا ہے۔

کتاب العظام: ایک مقالہ ہے۔ جالینوس نے اسے طلبار کے نام معنون کیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ طلبار فن کے لئے تمام فنون طب سے پہلے علم التشریح کی تحصیل ضروری قرار دے۔ کیوں کہ اس کے نزدیک علم التشریح سے واقفیت کے بغیر طب قیاسی کا کوئی حصّہ بھی طالب علم کے لئے سیکھنا ممکن نہیں ہے۔ کتاب کا موضوع یہ ہے کہ فی نفسہ ہر ہڈی کا حال کیا ہوتا ہے اور کس طرح وہ دوسری ہڈی سے اتصال رکھتی ہے۔ جالینوس نے طلبار فن کے لئے دیگر کتابیں لکھتے وقت یہ کتاب لکھی ہے۔

کتاب فی العضل: ایک مقالہ ہے۔ اسے جالینوس نے طلبار کے نام معنون نہیں کیا ہے مگر اسکندریہ والوں نے اسے جالینوس کی درسی کتابوں میں داخل کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مذکورہ دونوں مقالات کے ساتھ انھوں نے تین مقالات اور جمع کئے ہیں جنھیں جالینوس نے طلبار کے لئے لکھا تھا۔ ایک تشریح عصب پر، ایک تشریح اوردہ پر، اور ایک تشریح شرائین پر، ان سب کو انھوں نے پانچ مقالات پر مشتمل ایک کتاب کے اندر مدون اور فن تشریح میں ایسے طلبار کے نام معنون کر دیا ہے۔ جالینوس نے اس کتاب کے یعنی کتاب العضل کے اندر بتایا ہے کہ جسم میں کل کتنے عضلات ہیں اور وہ کون کون سے ہیں، اور ان کے مبادی اور افعال کیا کیا ہیں۔ نہایت تفصیل کے ساتھ ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب فی العصب: یہ بھی ایک مقالہ ہے، جسے جالینوس نے طلبار کے لئے لکھا ہے۔ اس میں اس نے بتایا ہے کہ دماغ ونخاع سے اعصاب کے کتنے جوڑے نکلتے ہیں یہ اعصاب کون سے اور کیسے ہیں، ہر ایک کہاں تقسیم ہوتا ہے اور ان کے افعال کیا ہیں۔

کتاب فی العروق: جالینوس کے یہاں یہ ایک مقالہ جسے اس نے طلبار کے لئے لکھا ہے اور انطستانس کے نام معنون کیا ہے۔ مگر اسکندریہ والوں نے اسے دو مقالوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک وریدوں پر اور دوسرا شریانوں پر، اس میں جالینوس نے بتایا ہے کہ تڑپنے اور نہ تڑپنے والی رگیں کون سی ہیں، جگر سے کتنی رگیں نکلتی ہیں، یہ رگیں کون کون سی ہیں، اور کیسی ہیں، اور کہاں تقسیم ہوتی ہیں، کتنی شریانیں قلب سے نکلتی ہیں، یہ کون کون سی ہیں، کیسی ہیں اور کہاں تقسیم ہوتی ہیں۔

کتاب الاسطقسات علیٰ رائ القبراط: ایک مقالہ ہے۔ اس کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ تمام اجسام جو کون وفساد قبول کرتے ہیں یعنی حیوانات، نباتات کے جسم اور وہ اجسام جو زمین کے شکم میں پیدا ہوتے ہیں

(معدنیات) سب کی ترکیب ارکان اربعہ یعنی آگ، ہوا، مٹی اور پانی سے ہوتی ہے۔ اور یہ کہ یہ ارکان بدن انسان کے اولین بعید ارکان ہیں، ثانوی قریبی ارکان جن سے بدن انسانی کا اور ان تمام حیوانات کا جن میں خون ہوتا ہے قوام ہوتا ہے وہ اخلاط اربعہ یعنی خون، بلغم اور مرۂ صفرار اور مرۂ سودار ہیں۔

کتاب المزاج: تین مقالات ہیں۔ پہلے دو مقالے اجسام حیوانات کے مزاجوں کی قسموں پر مشتمل ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ یہ کتنی قسمیں ہیں اور ہر قسم کی علامات کیا ہیں، تیسرے مقالہ کے اندر دواؤں کے مزاج کی قسمیں، ان کے امتحان کا طریقہ اور انھیں پہچاننے کی ترکیب بتائی گئی ہے۔

کتاب القدرۃ الطبیعتہ: تین مقالات ہیں۔ اس میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جسم کی تدبیر تین طبعی قوتوں، قوت جالبہ، قوت منمیہ اور قوت غاذیہ سے ہوتی ہے۔ قوت جالبہ دو قوتوں سے مرکب ہوتی ہے، ایک منی کا احالہ کر کے اعضار مشابہتہ الاجزار بناتی ہے، دوسری ان اعضار متشابہتہ الاجزار کی ہئیت، وضع، مقدار اور وہ مقدار بناتی ہے جس کی ہر عضو مرکب کو ضرورت ہوتی ہے۔ قوت غاذیہ کی خادم چار قوتیں ہوتی ہیں، قوت جاذبہ قوت ممسکہ، قوت مغیرہ، اور قوت دافعہ۔

کتاب العلل والاعراض: چھ مقالات ہیں۔ یہ مقالات بھی جالینوس نے متفرق طور پر مرتب کئے تھے مگر اسکندریہ والوں نے انھیں جمع کر کے ایک کتاب کی صورت دے دی ہے۔ ان مقالات میں سے پہلے مقالہ کا موضوع اصناف امراض ہے، اس میں بتایا گیا ہے مرض کی کتنی جنسیں ہیں۔ پھر ہر ایک جنس کے انواع اور تقسیم کرتے ہوئے ان کی انتہائی انواع پیش کی گئی ہیں، دوسرے مقالہ کا موضوع اسباب امراض ہے، مقصد عنوان سے ظاہر ہے، یعنی ہر مرض کے اسباب کیا ہیں، تیسرے مقالہ کا موضوع اصناف اعراض ہے۔ اس میں امراض کی جنسیں، ان کے انواع بیان کرنے کے علاوہ اعراض کی تعریف کی گئی ہے۔ بقیہ مقالات کا موضوع اسباب اعراض ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر عرض کے اسباب فاعلہ کتنے ہیں اور کیا ہیں۔

کتاب تعرف علل الاعضار الباطنۃ: یہ کتاب المواضع الالمۃ کے نام سے بھی معروف ہے چھ مقالات ہیں، مقصود وہ دلائل بیان کرنا ہے جن کے ذریعہ اندرونی اعضار کے حالات بصورت مرض معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ اور ان امراض کا سراغ لگایا جا سکتا ہے جو ان اعضار میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ پہلے مقالہ میں اور دوسرے مقالہ کے ایک حصّہ میں ان عمومی ذرائع کو بتایا گیا ہے جن سے امراض اور ان کے مقامات پہچانے جا سکتے ہیں دوسرے مقالہ کے اندر ارخیجانس کی اس غلط فہمی کا انکشاف کیا ہے جو اسے مذکورہ مقصد تک پہنچنے کی راہ میں پیدا ہوئی ہے دوسرے مقالہ کے بقیہ حصّہ اور مابعد کے چاروں مقالات کے اندر اعضار باطنہ، اور ایک ایک عضو کے امراض بیان کئے گئے ہیں۔ ابتدا دماغ سے کر کے بالترتیب تمام اعضار کے امراض بتائے گئے ہیں۔ اور ان علامات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے بصورت مرض ایک ایک عضو کے متعلق معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی

بیماری کیسے تشخیص کی جا سکتی ہے۔ یہ تمام بیان آخر تک ہوتا چلا گیا ہے۔

کتاب النبض الکبیر: جالینوس نے اس کتاب کو سولہ مقالات میں لکھ کر چار اجزاء میں تقسیم کیا ہے اور ہر جزء کے اندر چار مقالات شامل کئے ہیں۔ پہلے جزء کا موضوع اقسام نبض ہے۔ اس میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ نبض اوّل کی جنسیں کتنی اور کون کون ہیں۔ اور کس طرح ہر ایک جنس انواع میں تقسیم ہوتی ہے، یہ بیان آخر انواع تک ہوتا چلا گیا ہے۔ اس جزء کے پہلے مقالہ میں ان تمام چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو نبض کی جنسوں اور انواع کے بیان سے تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ مقالہ کے اندر نبض کی آخری نوع تک بیان کر دی گئی ہے، اس جزء کے بقیہ تینوں مقالات کے اندر نبض کے اجناس، انواع اور اس کی تعریف سے بحث کی گئی ہے۔ جزء ثانی کا موضوع گفتگو نبض کی پہچان ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ رگ ٹٹول کر کس طرح نبض کی ہر قسم معلوم کی جا سکتی ہے۔ تیسرے جزء کا موضوع اسباب نبض ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کن اسباب سے نبض کی ہر قسم وجود میں آتی ہے۔ چوتھے جزء کا موضوع نبض پیشگی معرفت ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ نبض کی ہر قسم سے کس طرح پیشگی علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کتاب اصناف الحمیات: دو مقالے ہیں۔ اس کتاب کا مقصد حمیات کی جنسیں، انواع اور علامات بیان کرنا ہے پہلے مقالہ کے اندر حمیات کی دو جنسوں پر قلم اُٹھایا گیا ہے۔ ایک وہ جو روح کے اندر پیدا ہوتی ہے دوسری وہ جو اعضاء اصلیہ میں نمودار ہوتی ہے۔ دوسرے مقالہ کے اندر تیسری جنس پر روشنی ڈالی گئی ہے جو متعفن اخلاط کے اندر ہوتی ہے۔

کتاب البحران: تین مقالات ہیں۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان پیشگی طور پر کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ بحران ہوگا یا نہیں، اور ہوگا تو کب، کس وجہ سے اور انجام کیا ہوگا۔

کتاب ایام البحران: تین مقالات ہیں۔ پہلے دونوں مقالوں کا مقصد ایام طاقت کے حالات کا اختلاف بیان کرنا اور یہ بتانا ہے کہ بحران کس دن ہوگا۔ اور کس دن نہیں ہوگا، کس دن محمود ہوگا اور کس دن مذموم وغیرہ۔ تیسرے مقالہ کے اندر وہ اسباب بیان کئے گئے ہیں جن کے باعث بحرانی ایام کی قوتیں مذکورہ نوعیت سے مختلف ہو جایا کرتی ہیں۔

کتاب حیلۃ البرء: چودہ مقالات ہیں۔ کتاب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ قیاس کے ذریعہ کس طرح ہر مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس میں ان عمومی اعراض پر انحصار کیا گیا ہے جنہیں اس سلسلہ میں پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اور ان سے اس اصول کا استنباط کرنا چاہیئے جس کے ذریعہ ہر مرض کا علاج مناسب ہے۔ اس کی کچھ جزئی اشیاء سے تھوڑی مثالیں بھی بیان کی ہیں۔ ان مقالات کو جالینوس نے ایک ایارن نامی شخص کے لئے مرتّب کیا تھا۔ پہلے اور دوسرے مقالہ میں ان صحیح اصولوں کو پیش کیا ہے جن پر اس علم کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ اور ان

غلط اصولوں کو فسخ کیا ہے جنہیں ارسطو اور اس کے اصحاب نے بطور بنیاد قائم کیا تھا۔ بقیہ چاروں مقالات کے اندر ہر عضو کے تفرق اتصال کا علاج پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ایارن کی وفات ہوگئی چنانچہ جالینوس نے اس کتاب کی تکمیل موقوف کر دی، بعد میں اوجانیانوس نے اسے تکمیل کرنے کی درخواست کی، چنانچہ اس نے بقیہ آٹھ مقالات لکھے۔ پہلے چھ مقالات کے اندر اعضاء متشابہۃ الاجزاء کے امراض کا علاج اور بقیہ دونوں مقالات کے اندر اعضاء مرکبہ کے امراض کا علاج بیان کیا۔ پہلے چھ مقالوں میں پہلا مقالہ سوء مزاج کی تمام قسموں کے علاج پر مشتمل ہے، بشرطیکہ یہ ایک ہی عضو کے اندر ہوں، اسے معدہ میں پیدا ہونے والے مرض کو بطور مثال بنا کر واضح کیا ہے۔ مابعد کے مقالہ یعنی جملہ کتاب کے آٹھویں مقالہ میں بخار کے ان اقسام کا علاج پیش کیا گیا ہے جو روح میں پیدا ہوتا ہے یعنی حمّٰی یوم۔ نویں مقالہ میں حمّٰی مطبقہ دسویں میں اعضاء اصلیہ کے اندر پیدا ہونے والے بخار یعنی دق کا علاج بیان کیا گیا ہے۔ آخر الذکر بخار کے بارے میں حمام کے تمام ضروری امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ گیارہویں اور بارہویں مقالات کے اندر ان حمیات کے معالجات پیش کئے گئے ہیں جو عفونت اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔ گیارہویں میں ان حمیات کا تذکرہ ہے جو اعراض غریبہ سے خالی ہوتے ہیں اور بارہویں میں وہ حمیات بیان ہوئے ہیں جن کے ساتھ اعراض غریبہ ہوتے ہیں۔

کتاب علاج التشریح: یہ کتاب تشریح کبیر کے نام سے معروف ہے اور پندرہ مقالات پر مشتمل ہے۔ جالینوس نے کہا ہے کہ اس کتاب کے اندر اس نے تشریح کی ضروری باتیں قلمبند کی ہیں پہلے مقالہ میں دونوں ہاتھوں کے عضلات و رباطات، دوسرے مقالہ میں دونوں پیروں کے عضلات و رباطات، تیسرے مقالہ میں ہاتھوں اور پیروں کے اعصاب و عروق، چوتھے مقالہ میں رخساروں اور ہونٹوں کو اور زیریں جبڑے کو سر کے، گردن کے اور شانوں کے گوشوں تک حرکت دینے والے عضلات کا بیان ہے۔ پانچویں مقالہ میں سینہ، مراق شکم، پشت و صلب کے عضلات کا تذکرہ ہے۔ چھٹے مقالہ کے اندر آلات غذا یعنی معدہ، امعاء جگر، طحال، گردوں، مثانہ وغیرہ کے عضلات کا بیان ہے۔ ساتویں اور آٹھویں مقالات میں آلات تنفس کی تشریح ہے۔ ساتویں میں قلب، پھیپھڑہ اور بحالتِ حیات اور بعد از موت شریانوں کی اور آٹھویں میں تمام سینہ کی تشریح آگئی ہے۔ نواں مقالہ پورا کا پورا دماغ اور نخاع کی تشریح کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ دسویں مقالہ میں آنکھوں اور زبان اور مری اور متصلہ اعضاء کی تشریح بیان کی گئی ہے، گیارہویں مقالہ میں حنجرہ، عظم لامی اور اس سے متصلہ عصب کی تشریح ہے۔ بارہویں مقالہ میں اعضاء تولید، بارہویں مقالہ میں وریدوں اور شریانوں، چودہویں مقالہ میں دماغ سے نکلنے والے اعصاب اور پندرہویں مقالہ میں نخاعی اعصاب کی تشریحات پیش کی گئی ہیں۔

جالینوس نے کہا ہے علم تشریح کے لئے یہ کتاب ضروری ہے، تشریح پر دیگر کتابیں بھی لکھی ہیں مگر وہ ضروری نہیں ہیں۔ البتہ مفید ہیں۔

اختصار کتاب مارینس فی التشریح : مارینس نے یہ کتاب بیس مقالات پر مشتمل لکھی ہے جالینوس نے مختصر کرکے اسے چار مقالات میں پیش کیا ہے۔

اختصار کتاب لوقس فی التشریح : یہ کتاب بھی مؤلف نے سترہ مقالات پر مشتمل ترتیب دی ہے، جالینوس نے کہا ہے کہ اس نے مختصر کرکے اسے دو مقالوں میں سمو دیا ہے۔

کتاب فیما وقع من الاختلاف بین القدمار فی التشریح : دو مقالات ہیں۔ اس میں مقصود اس اختلاف کو بیان کرنا ہے جو تشریحی کتابوں کے اندر قدمار تشریح کے مابین واقع ہوا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس میں کون سا فقط لفظی ہے اور کون سا معنوی اور اس کا سبب کیا ہے۔

کتاب تشریح الاموات : ایک مقالہ ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مردہ حیوان کی تشریح سے جو چیزیں معلوم ہوتی ہیں وہ کیا ہیں۔

کتاب تشریح الاحیار : دو مقالات ہیں۔ ان اشیار کو بیان کیا گیا ہے جو زندہ حیوان کی تشریح سے روشنی میں آتی ہیں، اور بتایا گیا ہے کہ یہ کیا ہیں۔

کتاب فی علم ابقراط بالتشریح : جالینوس نے اس کتاب کو پانچ مقالات میں لکھا ہے، یہ اس کے بچپن کی تصنیف ہے جسے بوثیوس کے لئے اس نے تحریر کیا تھا۔ کتاب کا مقصد تالیف یہ بیان کرنا ہے کہ بقراط علم التشریح میں سچا تھا، اس پر اس نے بقراط کی تمام کتابوں سے دلائل پیش کئے ہیں۔

کتاب فی آرار اراسطراطس بالتشریح : یہ بھی بچپن کی تصنیف ہے جسے تین مقالات میں اس نے بوثیوس کے لئے لکھا تھا۔ اس میں اس نے تمام کتابوں سے اراسطراطس کے تشریحی نظریات بیان کرکے بتایا ہے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے۔

کتاب فیما لم یعلمہ لوقس من امر التشریح : چار مقالات ہیں۔

کتاب فیما خالف فیہ لوقس فی التشریح : دو مقالات ہیں۔

کتاب فی تشریح الرحم : یہ ایک چھوٹا سا مقالہ ہے جسے اس نے ایک دایہ کے لئے بچپن میں لکھا تھا۔ اس میں رحم کی تمام ضروری تشریح۔ اور بوقت حمل بننے والی شئے کا بیان آگیا ہے۔

کتاب فی مفصل الفقرۃ الاولیٰ من فقار الرقبۃ : ایک مقالہ ہے۔

کتاب فی اختلاف الاعضار المتشابہۃ الاجزار : ایک مقالہ ہے۔

کتاب فی تشریح آلات الصوت : ایک مقالہ ہے۔ حنین کے مطابق یہ کتاب منحول ہے۔ جالینوس اور کسی قدیم مصنّف کی نہیں ہے۔ یہ کسی نوخیز نے جالینوس کی کتابوں سے مرتب کی ہے، بایں ہمہ جامع کتاب ضعیف بھی ہے۔

کتاب فی تشریح العین : یہ کتاب بھی ایک مقالہ پر مشتمل ہے۔ حنین نے اس کا عنوان بھی باطل قرار دیا ہے کیوں کہ جالینوس کی جانب منسوب تو کی جاتی ہے مگر اس کی ہے نہیں۔ یہ روفس یا اس سے فروتر لوگوں کی تصنیف ہوسکتی ہے۔

کتاب فی حرکۃ الصدر والرئۃ : یہ کتاب تین مقالات پر مشتمل ہے۔ جالینوس نے بچپن میں رومیہ سے پہلی بار واپسی کے بعد جبکہ سمرنا میں فالقس کے یہاں مقیم تھا یہ کتاب بعض رفیق درس طلبہ کی درخواست پر ترتیب دی ہے۔ پہلے دونوں مقالوں اور تیسرے مقالہ کے شروع میں اس نے اپنے اس فن کے معلم فالقس سے جو کچھ اخذ کیا تھا اسے پیش کیا ہے، تیسرے مقالہ کے بقیہ حصہ میں اس نے اپنے استنباط درج کیا ہے۔

کتاب فی علل التنفس : یہ کتاب اس نے دو مقالوں میں بوثیوس کے لئے رومیہ کے پہلے سفر میں لکھی ہے۔ مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ کن آلات سے تنفس بلا تکلف اور کن سے بہ تکلف ہوتا ہے۔

کتاب فی الصوت : مذکورہ کتاب کے بعد جالینوس نے یہ کتاب چار مقالات میں لکھی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ آواز کیا ہے، کیسے بنتی ہے، اس کا مادہ کیا ہے، کن آلات سے پیدا ہوتی ہے، کون سے اعضار آواز پیدا کرنے میں معاون ہوتے ہیں اور آوازوں میں اختلاف کیسے پیدا ہوتا ہے۔

کتاب فی حرکۃ العضل : دو مقالات ہیں۔ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ عضلات کی حرکت کیا ہوتی ہے، کیسے ہوتی ہے اور عضلات سے مختلف حرکتیں کیسے بنتی ہیں۔ عضلات کی حرکت ایک ہوتی ہے، اس میں تنفس سے بھی بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کا شمار ارادی حرکات میں ہے یا طبعی حرکات میں۔ نیز اس فن کی بہت ساری اشیار سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ ایک مقالہ میں خون اور پیشاب میں تمیز کی اعتقادی غلطی پر مناقضہ کیا گیا ہے ایک میں ضرورت نبض، ایک میں ضرورت تنفس اور ایک میں شریانوں پر اظہار خیال کیا گیا ہے، شریانوں کے سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ ان میں بالطبع خون دوڑتا ہے یا نہیں۔

کتاب فی قویٰ الادویۃ المسہلۃ : ایک مقالہ ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ادویہ کا اسہال یہ نہیں ہے کہ ہر مسہل دوا جسم میں جسے پاجاتی ہے اسے اپنے مزاج کی طرف منتقل کرکے خارج ہو جاتی ہے بلکہ یہ ہے کہ ہر دوائے مسہل اپنے موافق اور ہم شکل خلط کو جذب کر لیتی ہے۔

کتاب فی العادات : ایک مقالہ ہے۔ مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ عادت یکے از اعراض ہے جس پر غور کرنا چاہیئے۔ اس کتاب سے متصل اور متحد ان شہادتوں کی تفسیر ہے جسے جالینوس نے افلاطون کے قول بشرح ایروقلیس سے پیش کی ہے نیز قول بقراط کی وہ تفسیر بھی ہے جس کی جالینوس نے شرح کی ہے۔

کتاب فی آرار ابقراط و فلاطن : دس مقالات ہیں۔ اس میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ افلاطون کے اکثر نظریات اخذ و درس سے پہلے بقراط کے مطابق تھے۔ اور ارسطو نے ان دونوں کی مخالفت کرکے غلطی کی ہے۔ نیز جالینوس نے اس میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ نفس کی قوت مدبرہ جس سے فکر، توہم اور ذکر وابستہ ہے اور اصول ثلاثہ جن کے چشمہ سے وہ قوتیں پھوٹتی ہیں جن سے تدبیر جسم وغیرہ کے مختلف فنون وابستہ ہیں، ان سب کے ضروری امور کیا ہیں۔

کتاب فی الحرکۃ المعتاصۃ : ایک مقالہ ہے۔ مقصود ان حرکات کا اظہار ہے جن سے وہ خود اور بزرگان قدیم ناواقف تھے اور بعد میں اسے معلوم ہوئیں۔

کتاب فی آلۃ الشم : ایک مقالہ ہے۔

کتاب منافع الاعضاء : سترہ مقالات ہیں۔ پہلے اور دوسرے مقالہ میں ہاتھ کی تخلیق پر باری تعالیٰ کی حکمت کا اظہار کیا گیا ہے۔ دوسرے میں پیر کی تخلیق تیسرے اور چوتھے میں آلات غذا کی حکمت، چھٹے اور ساتویں میں آلات تنفس، آٹھویں اور نویں میں سر کی چیزوں، دسویں میں دونوں آنکھوں، گیارہویں میں تمام چہرہ، بارہویں میں سر اور گردن سے شرکت رکھنے والے اعضاء، تیرہویں میں پشت اور شانوں کے گوشوں، اس کے بعد کے دونوں مقالوں میں اعضاء تولید کی حکمت، سولہویں میں جسم کے مشترکہ آلات یعنی وریدوں، شریانوں اور اعصاب کی تخلیق اور سترہویں مقالہ میں تمام اعضاء کے حالات، مقدار اور پوری کتاب کے منافع بیان کئے گئے ہیں۔

مقالۃ فی افضل ہئیات البدن : یہ مقالہ کتاب المزاج کے پہلے دونوں مقالوں کے بعد آتا ہے۔ کتاب کا مقصد عنوان سے ظاہر ہے۔

مقالۃ فی خصب البدن : یہ ایک چھوٹا سا مقالہ ہے۔ موضوع عنوان سے ظاہر ہے۔

مقالۃ فی سوء المزاج المختلف : مقصد عنوان سے ظاہر ہے۔ اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ کون سا سوء مزاج پورے بدن کو لاحق ہوتا ہے اور اس میں کیا حالت ہوتی ہے، اور کون سا سوء مزاج اعضاء جسم میں مختلف انداز کا ہوتا ہے۔

کتاب الادویۃ المفردۃ : گیارہ مقالات پر مشتمل ہے۔ پہلے دونوں مقالوں کے اندر ان حضرات کی غلطی ظاہر کی گئی ہے جنھوں نے دواؤں کی طاقتوں کا فیصلہ کرنے میں غلط راہیں اختیار کی ہیں۔ پھر تیسرے مقالہ کے اندر ادویہ کی اوّلین طاقتوں پر حکم لگانے کے تمام علم کی صحیح بنیاد پیش کی گئی ہے۔ چوتھے مقالہ میں ثانوی طاقتوں یعنی مزہ اور بو کا بیان ہے، ان میں سے جس کا استدلال ادویہ کی اولین طاقتوں پر کیا ہے اسے بتایا ہے۔ چوتھے مقالہ میں ادویہ کی تیسری قوتیں یعنی جسم میں ادویہ کے اثرات، اسخان، تبرید، تجفیف، اور ترطیب بیان کئے گئے ہیں۔ بعد کے تین مقالات کے اندر نباتی ادویات میں ایک ایک دوا کی قوت بیان کی گئی ہے۔ پھر نویں مقالہ میں ارضی اجزاء یعنی مٹی، طین، پتھر اور معدنی ادویات کی تاثیرات پیش کی گئی ہیں، دسویں میں حیوانی اجسام میں پیدا ہونے والی دواؤں کی طاقتیں اور گیارہویں مقالہ کے اندر دریا اور آب شور سے پیدا ہونے والی ادویات کی تاثیرات بیان کی گئی ہیں۔

مقالۃ فی دلائل علل العین : بچپن میں سرمہ بنانے والے ایک لڑکے کے لئے یہ مقالہ لکھا ہے۔ اس کے اندر اس نے ان بیماریوں کی جو ہر طبقۂ چشم میں پیدا ہوتی ہیں، تلخیص اور ان کی علامات درج کی ہیں۔

مقالۃ فی اوقات الامراض : اس مقالہ کے اندر مرض کے اوقات اربعہ یعنی ابتداء، تزید، انتہا اور انحطاط کا بیان ہے۔

کتاب الامتلاء : یہ کتاب الکثرۃ کے نام سے بھی معروف ہے، ایک مقالہ ہے، اس میں کثرت اخلاط اور اخلاط کی ہر قسم کی علامات بیان کی گئی ہیں۔

مقالۃ فی الاورام : جالینوس نے اس کا نام "اصناف الغلظ الخارج عن الطبیعۃ" رکھا ہے۔ مقالہ کے اندر اورام کی تمام قسمیں اور ان کی علامات بیان کی ہیں۔

مقالۃ فی الاسباب البادیہ : یہ وہ اورام ہیں جو جسم سے باہر پیدا ہوتے ہیں، اس مقالہ میں جالینوس نے بتایا ہے کہ جسم پر ظاہری اسباب کا اثر ہوتا ہے، جو لوگ ان اسباب کے اثرات کے قائل نہیں ہیں ان پر تنقید کی ہے۔

مقالۃ فی الاسباب المتصلہ بالامراض : اس مقالہ میں ان اسباب کا تذکرہ کیا گیا ہے جو امراض سے متصل ہیں اور ان کا باعث ہوتے ہیں۔

مقالۃ فی الرعشۃ والنافض والاختلاج والتشنج

مقالۃ فی اجزاء الطب : اس مقالہ میں طب کو قسم اور تقسیم کے مختلف طریقوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

کتاب المنی : دو مقالات ہیں۔ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جسم کے تمام اعضاء جس چیز سے بنتے ہیں وہ ارسطو کے مطابق خون نہیں ہے بلکہ تمام اعضاء اصلیہ کی تولید منی سے ہوتی ہے۔ یہ سب سفید اعضاء ہیں، دم طمثی سے جو عضو پیدا ہوتا ہے وہ صرف سُرخ گوشت ہے۔

مقالۃ فی تولد الجنین : سات ماہ پر پیدا ہونے والے بچہ کا بیان۔

مقالۃ فی المرۃ السوداء : سوداء کی قسمیں اور اس کی علامات۔

کتاب ادوار الحمیات وتراکیبہا : ایک مقالہ ہے، جس میں جالینوس نے ان لوگوں کی مخالفت کی ہے جو حمیات کے ادوار اور ان کی ترکیبات کے باب میں باطل کے دعوے دار ہیں۔ جالینوس نے اس کا عنوان "مناقضہ من تکلم فی الرسوم" رکھا ہے۔ حنین فرماتے ہیں اس موضوع پر ایک دوسرا مقالہ بھی جالینوس کی جانب منسوب کیا گیا ہے مگر حقیقت میں وہ اس کا نہیں ہے۔

اختصار کتابہ المعروف بالنبض الکبیر : ایک مقالہ ہے۔ جالینوس نے کہا ہے کہ اس مقالہ میں نبض کو اس نے مکمّل کر دیا ہے۔ حنین فرماتے ہیں کہ بالکل اسی نوعیت کا ایک مقالہ میں نے یونانی میں دیکھا ہے مگر مجھے یقین نہیں ہے کہ یہ جالینوس ہی کا ہے۔ کیوں کہ نبض کے تمام مسائل کو یہ احاطہ نہیں کرتا' اور تصنیف بھی عمدہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے علاوہ جالینوس نے کسی اور مقالہ کا وعدہ کیا ہو مگر مرتب نہ کر سکا ہو' اس کا علم کچھ چھوٹے لوگوں کو ہو گیا ہو اور جھٹ انھوں نے مرتب کر کے فہرست میں شامل کر دیا ہو تا کہ مان لیا جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ جالینوس نے کوئی مقالہ مرتب کیا ہو مگر بہت ساری تصنیفات کی طرح یہ بھی برباد ہو گیا ہو' اور اس کے عوض یہ مقالہ گڑھ کر پیش کر دیا گیا ہو۔

کتاب فی النبض : یہ کتاب ارخیجافس کے جواب میں جالینوس نے لکھا ہے یہ آٹھ مقالات پر مشتمل لکھی ہے۔

کتاب فی ردارۃ التنفس : یہ کتاب اس نے تین مقالات میں لکھی ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ خراب تنفس کی قسمیں، اس کے اسباب اور علامات کیا ہیں' پہلے مقالہ میں تنفس کے اسباب و علامات ہیں' دوسرے میں سوء تنفس کی قسمیں اور ہر قسم کی علامات ہیں' تیسرے میں اپنے نظریہ کی صحت پر بقراط کے دلائل پیش کئے ہیں۔

کتاب نوادر تقدمۃ المعرفۃ : ایک مقالہ ہے' اس میں اس نے پیشگی علم الامراض پر ابھارا ہے اور اس علم کے لئے لطیف تدبیر بتائی ہیں۔ مریضوں کے کچھ انوکھے واقعات بیان کئے ہیں جو پیشگی اس نے معلوم کر لئے تھے۔

اختصار کتابہ فی حیلۃ البرء : دو مقالے ہیں۔

کتاب الفصد : تین مقالات ہیں' پہلے میں ارسطراطس کا جواب ہے کیوں کہ وہ فصد سے منع کرتا تھا' دوسرے میں ارسطراطس کے اصحاب رومیہ کا جواب ہے یہ بعینہ پہلے انداز کا مقالہ ہے' تیسرے میں اس نے فصد کے بارے میں اپنا معالجاتی نظریہ پیش کیا ہے۔

کتاب الذبول : ایک مقالہ ہے۔ اس میں اس نے اس مرض کی طبیعت، قسمیں اور تدابیر علاج بیان کی ہیں۔

مقالۃ فی صفات لصبی یصرع :

کتاب قوی الاغذیہ : تین مقالات ہیں۔ ماکولات و مشروبات کی تمام غذائیں شمار کی ہیں اور ہر غذا کے اندر جو قوت ہوتی ہے اس کا تعارف کرایا ہے۔

کتاب التدبیر الملطف : ایک مقالہ ہے۔ مقصد عنوان کے مطابق ہے۔

اختصار : تدبیر ملطف پر یہ کتاب ایک مقالہ ہے۔

کتاب الکیموس من الجید والردی : ایک مقالہ ہے۔ اس میں غذاؤں کا بیان ہے، بتایا گیا ہے کہ کونسی غذائیں کیموس محمود اور کون سی کیموس ردی پیدا کرتی ہیں۔

کتاب فی افکار اراسسطراطس : علاج الامراض میں آٹھ مقالات ہیں۔ علاج کے سلسلہ میں اراسسطراطس نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اسے جانچا گیا ہے اور غلط و صحیح کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

کتاب تدبیر الامراض الحادۃ علیٰ ارئ بقراط : ایک مقالہ ہے۔

کتاب ترکیب الادویہ : سترہ مقالات میں لکھی ہے۔ سات میں اجمالاً مرکب ادویہ کی جنسیں بیان کی ہیں۔ ایک ایک جنس کو شمار کیا ہے، مثلاً جو ادویہ زخموں کے اندر گوشت اگاتی ہیں ان کی جنس الگ' جو تحلیل کرتی ہیں ان کی الگ' جو مندمل کرتی ہیں ان کی الگ' اسی طرح ساری جنسیں بیان کی ہیں۔ مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جنسوں کے مطابق ترکیب ادویہ کا طریقہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ساتوں مقالات کا عنوان اس نے "فی ترکیب الادویہ علی الجمل والاجناس" رکھا ہے۔ باقی دس مقالات کا عنوان ہے "فی ترکیب الادویہ بحسب المواضع" مراد یہ ہے کہ ان دسوں مقالات کے اندر ترکیب ادویہ کی جو صفت اس نے بیان کی ہے اس کا مقصود یہ نہیں ہے کہ ایک ایک قسم کسی مرض میں مطلق کوئی فعل انجام دیتی ہے بلکہ یہ مقامات کے اعتبار سے ہوتا ہے یعنی اعضاء کے اعتبار سے جس کے اندر بیماری ہوتی ہے۔ سر سے شروع کر کے تمام اعضاء کو آخر تک بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ترکیب ادویہ پر جالینوس کی یہ کتاب آج کل دو کتابوں پر مشتمل ملتی ہے۔ ہر کتاب علیحدہ ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اسکندریہ وغیرہ والوں نے جالینوس کی تصنیفات میں اپنی بصیرت سے ایسا کیا ہو پہلی کتاب کتاب قاطاجانس کے نام سے معروف ہے اور مقدم الذکر پہلے ساتوں مقالات کو شامل ہے۔ دوسری کتاب المیامر کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بقیہ دس مقالات شامل ہیں۔ میامر میمر کی جمع ہے۔ راس کے معنی ہیں۔ وجہ تسمیہ ہو سکتا ہے یہ ہو کہ یہی وہ راستے ہیں جن سے صحیح طور پر مرکبات کا استعمال معلوم ہو سکتا ہے۔

کتاب الادویۃ التی یسہل وجودہا : یہ وہی کتاب ہے جو "الموجودۃ فی مکان" کے نام سے معروف

ہے۔ حنین فرماتے ہیں اس فن میں ایک اور مقالہ کا اضافہ کیا گیا ہے جو جالینوس کا نہیں ہے مگر اس کی جانب منسوب کر دیا گیا ہے۔ یہ فیلغریوس کا ہے۔ حنین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مقالہ میں بکثرت بکواس اور عجیب وغریب صفات کا تذکرہ ہے، کچھ دوائیں بیان کی گئی ہیں جنھیں جالینوس نے کبھی دیکھا تھا نہ سُنا تھا۔

کتاب الادویۃ المقابلۃ للأدواء : دو مقالوں میں لکھی ہے۔ پہلے مقالہ میں تریاق اور دوسرے میں تمام معجونات کا تذکرہ ہے۔

کتاب التریاق الیٰ مغیلیانوس : ایک چھوٹا سا مقالہ ہے۔

کتاب التریاق الیٰ قیصر : یہ بھی ایک مقالہ ہے۔

کتاب الحیلۃ لحفظ الصحۃ : چھ مقالات ہیں۔ اس میں جالینوس نے یہ تعلیم دی ہے کہ صحت کی حفاظت ان سب لوگوں کے لئے کیسے ممکن ہے جو حد درجہ تندرست ہوں۔ جو کمال صحت سے کمتر ہوں، جو آزاد رو ہوں، اور جو غلاموں کی زندگی بسر کرتے ہوں۔

کتاب الیٰ اسبولوس : ایک مقالہ ہے۔ مقصد تالیف یہ ہے کہ تلاش کر کے دیکھا جائے کہ تندرستوں کی حفاظت فنِ طب سے وابستہ ہے یا ریاضت سے، یہ وہی مقالہ ہے جس کی جانب "کتاب تدبیر الاصحاء" کے شروع میں اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا ہے "جسموں کی حفاظت جس فن سے وابستہ ہے وہ ایک ہی ہے جیسا کہ اس کتاب کے علاوہ دوسرے مقام پر میں نے وضاحت کی ہے"۔

کتاب الریاضۃ بالکرۃ الصغیرۃ : یہ ایک چھوٹا سا مقالہ ہے۔ جس میں وہ چھوٹی گیند اور صولجان کے ذریعہ کی جانے والی ریاضت کی تعریف کرتا ہے اور اسے تمام ریاضتوں پر فوقیت دیتا ہے۔

تفسیر کتاب عہد ابقراط : ایک مقالہ ہے۔

تفسیر کتاب الفصول لابقراط : سات مقالات میں لکھی ہے۔

تفسیر کتاب الکسر لابقراط : تین مقالات میں تحریر کی ہے۔

تفسیر کتاب ردّ الخلع لابقراط : چار مقالات میں تیار کی ہے۔

تفسیر کتاب تقدمۃ المعرفۃ لابقراط : تین مقالات ہیں۔

تفسیر کتاب تدبیر الامراض الحادۃ لابقراط : اس کتاب کی شرح تین مقالات پر مشتمل ملتی ہے جالینوس نے اپنی فہرست کتب میں لکھا ہے کہ اسے اس نے پانچ مقالات میں مرتب کیا ہے۔ یہ تینوں پہلے مقالات اس کتاب کے صحیح نسخہ کی شرحیں ہیں، بقیہ دونوں مقالات کے اندر مشکوک فیہ کی تفسیر ہے۔

تفسیر کتاب القروح لابقراط : اسے ایک مقالہ میں تحریر کیا ہے۔

تفسیر کتاب جراحات الراس لابقراط : ایک مقالہ ہے۔

تفسیر کتاب ابیذیمیا لابقراط : پہلے مقالہ کی شرح تین مقالات میں آئی ہے دوسرے کی چھ، تیسری کی تین اور چھٹے کی آٹھ مقالات میں آئی ہے۔ انھی مقالات کی شرح لکھ سکا ہے، بقیہ تینوں یعنی چوتھے پانچویں اور ساتویں مقالات کی شرح نہیں لکھی ہے کیوں کہ یہ بقراط کی جانب منحول ہیں۔

تفسیر کتاب الاخلاط بقراط : تین مقالات میں یہ شرح لکھی ہے۔

تفسیر کتاب تقدمۃ الانذار لابقراط : اس کتاب کا اب تک کوئی نسخہ مجھے نہیں مل سکا ہے۔

تفسیر کتاب قاطیطریون لابقراط : تین مقامات میں یہ شرح ہے۔

تفسیر کتاب الہواء والماء والمساکن لابقراط : یہ بھی تین مقالات میں ہے۔ اس شرح کے بعض نسخے ہم چار مقالات پر مشتمل پائے ہیں مگر پہلا نسخہ قابل اعتماد ہے۔

تفسیر کتاب الغذاء لابقراط : چار مقالات میں ہے۔

تفسیر کتاب طبیعۃ الجنین لابقراط : حنین فرماتے ہیں اس کتاب کی کوئی شرح ہمیں جالینوس کی نہیں ملی اور نہ ہی جالینوس نے اپنی فہرست کتاب میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اس نے اس کی کوئی شرح لکھی ہے۔ البتہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ اس نے اپنی اس کتاب کو اپنی کتاب "علم ابقراط فی التشریح" میں تین حصوں کے اندر تقسیم کیا ہے، اور کہا ہے کہ پہلا اور تیسرا حصہ منحول ہے، بقراط کا نہیں ہے۔ صحیح دوسرا حصہ ہے۔ اس حصہ کی شرح جاسیوس اسکندرانی نے کی ہے۔ مذکورہ تینوں حصوں کی ہم نے دو شرحیں پائی ہیں۔ ایک سریانی زبان میں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب جالینوس کی ہے اس کا ترجمہ سرجس نے کیا تھا۔ ہم نے تحقیق کی تو پتہ چلا یہ بالبس کی ہے۔ دوسری شرح یونانی زبان میں ہے۔ اس کی ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ سورانوس ہے جو شیعانِ متوذیقون میں تھا۔ کچھ حصوں کو چھوڑ کر عربی ترجمہ حنین نے معتز باللہ کی خلافت میں کیا ہے۔

تفسیر کتاب طبیعۃ الانسان لابقراط : دو مقالوں میں لکھی ہے۔

کتاب : اس مسئلہ پر کہ "کتاب طبیعۃ الانسان" نیز دیگر تمام تصنیفات میں بقراط کا نظریہ ایک ہی ہے تین مقالات میں لکھی ہے۔ جالینوس نے کہا ہے "کتاب طبیعۃ الانسان" کی شرح لکھنے کے بعد اس نے یہ کتاب مرتب کی ہے کیوں کہ اسے خبر ملی تھی کہ بعض حضرات اس کتاب پر نکتہ چینی کر رہے اور دعویٰ کر رہے ہیں کہ کتاب بقراط کی نہیں ہے۔

کتاب : اس مسئلہ پر کہ فاضل طبیب کے لیے فلسفی ہونا ضروری ہے۔ ایک مقالہ ہے۔

کتاب : بقراط کی صحیح اور غیر صحیح کتابوں کی تنقیح پر۔ ایک مقالہ ہے۔

کتاب : قونیطس نے اصحاب بقراط پر تنقید کی تھی جو کیفیات اربعہ کے قائل تھے۔ اس تنقید کی صحت سے یہ کتاب بحث کرتی ہے۔ ایک مقالہ ہے — حنین فرماتے ہیں مجھے نہیں معلوم

درحقیقت یہ کتاب جالینوس کی ہے یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ترجمہ بھی نہیں ہوا ہے۔

کتاب فی الاسباب علی رای بقراط: حنین فرماتے ہیں اس کا بھی وہی قصہ ہے جو مذکورہ کتاب کا ہے۔

کتاب فی الفاظ بقراط: حنین فرماتے ہیں یہ بھی ایک مقالہ ہے۔ مقصد تالیف یہ ہے کہ بقراط کی تمام کتابوں کے اندر جو غریب الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ان کی تشریح کی جائے۔ یونانی زبان میں مطالعہ کرنے والوں کے لئے مفید ہے، غیر یونانیوں کو اس کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی اس کا اصلاً ترجمہ ممکن ہے۔

کتاب فی جوہر النفس ماہی علی رای اسقلیبیاذس: ایک مقالہ ہے۔

کتاب فی التجربۃ الطبیۃ: ایک مقالہ ہے۔ اصحاب تجربہ اور اصحاب قیاس نے ایک دوسرے کے خلاف جو دلائل پیش کیے ہیں ان کے بیان پر مشتمل ہے۔

کتاب الحث علی تعلیم الطب: ایک مقالہ ہے۔ حنین فرماتے ہیں جالینوس کی اس کتاب میں مینو دوطس کی کتاب بھی نقل ہو گئی ہے۔ یہ نہایت عمدہ اور مفید کتاب ہے۔

کتاب فی جمل التجربہ: ایک مقالہ ہے۔

کتاب فی محنۃ افضل الاطباء: ایک مقالہ ہے۔

کتاب فیما القیقدہ رایا: ایک مقالہ ہے۔ اس میں جو کچھ جالینوس کو معلوم ہوا اور جو نہیں معلوم ہو سکا اس کا تذکرہ ہے۔

کتاب فی الاسماء الطبیۃ: مقصد تالیف ان اسماء کو بیان کرنا ہے جنھیں اپنے اصطلاحی مفہوم میں اطباء نے استعمال کیا ہے۔ اسے پانچ مقالات میں لکھا ہے۔ عربی زبان میں صرف پہلے مقالہ کا ترجمہ ہوا ہے جو حبیش اعسم کا ہے۔

کتاب البرہان: یہ کتاب جالینوس نے پندرہ مقالات میں لکھی ہے۔ مقصد تالیف یہ بیان کرنا ہے کہ جو اشیاء لازماً ظاہر ہو کر رہتی ہیں ان کے اظہار کا طریقہ کیا ہے۔ یہی موضوع ارسطو کی چوتھی کتاب منطق کا بھی ہے۔ حنین فرماتے ہیں، ہمارے اس زمانہ میں اب تک کسی کو کتاب البرہان کا یونانی مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔ جبرئیل نے اسے حاصل کرنے کی سخت جدوجہد کی اور میں نے بھی کی اس کی تلاش میں الجزیرہ اور شام کے تمام مقامات، فلسطین، مصر حتیٰ کہ اسکندریہ پہنچا۔ مگر صرف دمشق کے اندر اس کا تقریباً نصف حصہ دستیاب ہوا مگر یہ مقالات غیر مسلسل اور نا تمام تھے۔ جبرئیل کو بھی کچھ مقالات دستیاب ہوئے مگر کل وہ نہیں تھے جنھیں میں نے بعینہ پایا تھا۔ جو مقالات مل سکے اس کا ترجمہ ایوب نے کیا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میری طبیعت کسی حصہ کے ترجمہ پر آمادہ نہیں ہوئی۔ کیوں کہ ان مقالات کے اندر نقص بھی تھا، خلل بھی، پھر طبیعت میں

یہ اشتیاق بھی تھا کہ پوری کتاب حاصل ہو، تب مکمل طور پر مطالعہ کے بعد اسے منتقل کریں۔ اس کے بعد جو کچھ دستیاب ہو سکا اسے سریانی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ دوسرے مقالہ کا تھوڑا، تیسرے مقالہ کا اکثر، چوتھے مقالہ کا ابتدائی تقریباً نصف۔ اور نواں مقالہ پورا تھا صرف ابتدا کی کچھ عبارتیں ساقط تھیں۔ بقیہ دوسرے مقالات مجھے آخر کتاب تک یعنی صرف پندرہویں مقالہ کے آخر میں کچھ نقص رہ گیا تھا۔ آٹھویں مقالہ سے گیارہویں مقالہ تک عیسیٰ بن یحییٰ نے اور بارہویں مقالہ سے پندرہویں مقالہ تک اسحٰق بن حنین نے عربی میں ترجمہ کیا۔

کتاب فی القیاسات الوضعیۃ: ایک مقالہ ہے۔

کتاب فی قوام الصناعات: حنین فرماتے ہیں یونانی میں اس کا صرف تھوڑا حصہ دستیاب ہو سکا ہے۔

کتاب فی تعرف الانسان عیوب نفسہ: دو مقالات ہیں۔ حنین فرماتے ہیں یونانی میں اس کا صرف ایک مقالہ مل سکا ہے وہ بھی ناقص ہے۔

کتاب الاخلاق: چار مقالات ہیں۔ اس میں اخلاق کے اقسام، اسباب، علامات اور معالجات کا بیان مقصود ہے۔

مقالۃ فی صرف الاغتمام: یہ مقالہ جالینوس نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے جو سائل نے اس سے پوچھا تھا کہ رومیہ کے عظیم کتب خانوں میں اس کا سارا ترکہ جل کر خاک ہو گیا ہے، پھر بھی میں تمہارے چہرے پر غم کے آثار نہیں دیکھتا ہوں، آخر کیا وجہ ہے؟ جالینوس نے مقالہ کے اندر اس کا سبب ظاہر کرتے ہوئے بتایا ہے کہاں غم کرنا ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں ہے۔

کتاب: اس موضوع پر ہے کہ اچھے لوگ اپنے دشمنوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کتاب: اس کا موضوع "افلاطون کی کتاب بطیماوس میں علم طب کا بیان" ہے۔ چار مقالات ہیں۔

کتاب: کتاب کا موضوع یہ ہے کہ قوائے نفس مزاج بدن کے تابع ہیں۔ ایک مقالہ ہے۔ مقصد تالیف عنوان سے ظاہر ہے۔

کتاب جوامع کتب افلاطن: حنین فرماتے ہیں اس موضوع پر ایک اور کتاب ہے جس میں جالینوس کے آٹھ مقالات میں سے چار مقالات شامل ہیں۔ ان میں افلاطون کی تصنیفات کے جامع مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ پہلے مقالہ میں افلاطون کی پانچ کتابوں یعنی کتاب اقراطلس فی الاسماء، کتاب سوفسطیس فی القسمۃ، کتاب بولیطیقوس فی المدبر، کتاب اوثیدیمس اور کتاب منیدس فی الصور کے جامع مضامین شامل ہیں۔ دوسرے مقالہ میں افلاطون کی "کتاب فی السیاسۃ" کے چار مقالات کے جامع مضامین ہیں، تیسرے مقالہ کے اندر کتاب سیاست

کے بقیہ چھ مقالات اور طیماوس فی العلم الطبیعی کے جامع خلاصہ جات اور چوتھے مقالہ کے اندر افلاطون کے دس مقالات دو باب سیر کے معانی پیش کئے گئے ہیں۔

کتاب : اس موضوع پر ہے کہ متحرک اول حرکت نہیں کرتا ہے۔ ایک مقالہ ہے۔

کتاب المدخل الی المنطق : ایک مقالہ ہے۔ اس میں ان چیزوں کو بیان کیا گیا جو طلبار کے لئے ضروری ہیں اور جن کے ذریعہ وہ علم البرہان میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مقالۃ فی عدد المقاییس

تفسیر الکتاب الثانی من کتب ارسطو طالیس مسمی بہ اریمینیاس : تین مقالات ہیں۔ حنین فرماتے ہیں ان میں اس کا ناقص نسخہ ملا ہے۔

کتاب فیما یلزم الذی یلحن فی کلامہ : سات مقالات ہیں۔ حنین فرماتے ہیں اس کتاب کا صرف ایک مقام انھیں دستیاب ہوا۔ اس کا ترجمہ انھوں نے نہیں کیا ہے۔

حنین بن اسحاق فرماتے ہیں کچھ دوسری کتابیں بھی ہمیں دستیاب ہوئی ہیں جن پر جالینوس کا نام ہے مگر وہ اس کی نہیں ہیں۔ کچھ تو دوسروں نے اس کے کلام سے اخذ کر کے مرتب کر دی ہیں، کچھ پہلے مرتب کی جا چکی تھیں اور آخری شخصیت یعنی جالینوس کے نام سے معروف کر دی گئیں۔ اس کے دو محرکات ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ شوق کہ جالینوس کی بکثرت کتابوں میں وہ کتابیں بھی شامل ہو جائیں جو دوسروں کے یہاں نہیں ہیں۔ یا پھر عدم تمیز سے ایسا ہوا۔ یہ حالت ہمیشہ مالداروں کو پیش آتی رہتی ہے۔ حتی کہ ایک ہی کتاب کے اندر چند مقالات ہوتے ہیں مگر پہلے مقالہ پر کسی ایک شخص کا نام دیکھ کر یہ حضرات فیصلہ کر لیتے ہیں کہ دوسرے مقالات بھی اسی کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روفس کے بکثرت مقالات ہمیں جالینوس کے نام سے ملتے ہیں، مثلاً مقالۃ فی الیرقان۔ حنین فرماتے ہیں جالینوس سے موسوم جو مقالات ہمیں ملے ہیں ان میں نہ جالینوس کی فصاحت ہے نہ زور معانی کہ ہم انھیں جالینوس کے مقالات قرار دے سکیں۔

مقالۃ فی الحمۃ الفرق :

مقالۃ فی الرسوم التی رسمہا ابقراط

مقالۃ موسومۃ الطبیب لجالینوس : اس مقالہ کا تذکرہ جالینوس نے خود اپنی فہرست کتب کے شروع میں کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ منحول ہے، صحیح نہیں ہے۔

مقالۃ فی الصناعۃ : اس سے مراد وہ مقالہ نہیں ہے جو اسی نام سے موسوم اور صحت میں مشہور ہے بلکہ جالینوس کی جانب منحول ہے۔ مرتب کرنے والے کی عبارت کمزور اور نہایت کوتاہ ہے۔

مقالۃ فی العظام : اس سے مراد اس موضوع پر اس کا صحیح مقالہ نہیں بلکہ ایک اور مقالہ ہے جس کا

مرتب اس طبقہ سے کہیں زیادہ کمزور ہے۔

مقالۃ فی الحدود، مقالۃ علی طریق المسئلۃ والجواب، مقالۃ فی التنفس : نہایت چھوٹا مقالہ ہے۔

مقالۃ فی الکلام الطبیعی

کتاب فی الطب علی رای اومیرس : دو مقالے ہیں۔ دونوں مقالوں کا نص کلام جالینوس سے بے حد مشابہ ہے مگر دونوں کا مقصد تالیف نہایت کمزور ہے۔ دوسرے مقالہ کے آخر میں جو خیال پیش کیا گیا ہے وہ بھی جالینوس کے مذہب سے نہایت فروتر ہے۔

مقالۃ فی ان الکیفیات بست اجساماً

مقالۃ فی الاخلاط علی رای جالینوس

مقالۃ : اس موضوع پر ہے کہ رحم میں بننے والا جنین یکبارگی تمام کا تمام تخلیق ہو جاتا ہے یا نہیں۔

مقالۃ فی ان النفس لا تموت، مقالۃ فی اللبن، مقالۃ فی تخفیف اللحم

مقالۃ فی الرسوم : صحیح مقالہ کے علاوہ ہے اور قوت میں اس سے کم تر ہے۔

مقالۃ فی البول، مقالۃ فی الرد علی اصحاب الفرقۃ الثالثۃ : یہ مقالہ اس مقام پر لکھا ہے جہاں اس نے امراض مرکبہ کے اسباب بیان کئے ہیں۔

مقالۃ فی ان ابقراط سبق الناس جمیعا فی معرفۃ الاوقات

مقالۃ فی اسباب العلل، مقالۃ فی الیرقان : حنین فرماتے ہیں جالینوس نے اپنی فہرست کتب کے اندر اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ نہ ہی اس کا کوئی نسخہ ہمیں دستیاب ہو سکا ہے۔

مقالۃ الاخلاط علی رای برکساغورس :

مقالۃ فیمن یحتاج فی الربیع الی الفصد :

حنین بن اسحاق نے جن کتابوں کو حاصل کر کے ان کا نام اپنی کتاب کے اندر ثبت کیا ہے اور عربی زبان میں منتقل کیا ہے ان کے مطابق جالینوس کی مذکورہ صحیح اور منحول تصنیفات کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے۔ حنین بن اسحاق کی اس علمی کاوش پر اڑتالیس سال گزر چکے ہیں، ان کی مدت حیات ستر سال تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جالینوس کی اور بہت ساری تصنیفات بھی پائی گئی ہوں گی اور انھیں عربی میں منتقل کیا گیا ہوگا جیسا کہ خود ہمیں اس کی بہت ساری تصنیفات دستیاب ہوئی ہیں، جن کا ترجمہ حنین بن اسحاق وغیرہ کی جانب منسوب ہے مگر ان کا حنین کی مقدم الذکر کتاب کے اندر کوئی تذکرہ اصلاً شامل نہیں ہے۔

تفسیر کتاب اوجاع النساء لابقراط : ایک مقالہ ہے۔

کتاب مداواۃ الاستقام : طب المساکین کے نام سے بھی معروف ہے۔ دو مقالے ہیں۔

کتاب فی الجبر: تین مقالات ہیں۔

کتاب فی الموت السریع : ایک مقالہ ہے۔

تفسیر کتاب الاسابیع لابقراط : ایک مقالہ ہے۔

تفسیر کتاب تدبیر الاصحاء لابقراط : ایک مقالہ ہے۔

مقالۃ فی لطقن والقولنج، مقالۃ فی النوم والیقظہ والضمور

مقالۃ فی تحریم الدفن قبل اربع وعشرین ساعۃ، مقالۃ فی عنایۃ الخالق عزوجل بالانسان

رسالۃ الی فیلافوس الملکۃ فی اسرار النساء

رسالۃ الی قسطانس القہرمان فی اسرار الرجال

کتاب فی الادویۃ المکتومۃ : ایک مقالہ ہے۔ حنین بن اسحاق فرماتے ہیں اس کتاب کا مقصد تالیف یہ ہے کہ جالینوس نے عمر بھر جن مخفی اثرات دواؤں کو جمع کیا تھا اور بارہا تجربہ کے بعد وہ درست ثابت ہوئی تھیں مگر انھیں عوام الناس سے پوشیدہ رکھتے ہوئے صرف اصحاب دانش خواص اور ارباب فن ہی کو بتایا تھا انھیں بیان کردی جائے۔ میرے سوا دوسروں نے اس کی شرح کی تو تصحیف کردی، ترمیم و اضافے کردیے۔ جہاں سمجھ میں نہ آسکا وہاں حذف کردیا۔ میں نے حتی الامکان سعی و کاوش کی، اپنے تجربوں سے اس کا مقابلہ کیا، اور اس کی شرح عربی زبان میں ابوجعفر محمد بن موسیٰ کے لئے لکھی۔

مقالۃ فی استخراج میاہ الحشائش، مقالۃ فی ابدال الادویہ

کتاب فیما جمع من الاقاویل التی ذکر فیہا فعل الشمس والقمر والکواکب

مقالۃ فی الالوان (جوامع کتابہ فی البرہان)۔ کتاب الرد علی الذین کتبوا فی المماثلات۔ کتاب طبیعۃ الجنین۔ کتاب الرد علی ارشیجانس فی النبض، کتاب فی السبات یہ کتاب قوی الاغذیہ کا اختصار ہے۔ کتاب فی الافکار المسقیۃ لاراسطراطس، کتاب منافع التریاق، مقالۃ فی الکیموسات۔ مزوں پر کلام کیا گیا ہے۔ رسالۃ فی عضۃ الکلب الکلب، کتاب فی الاسباب الماسکۃ، تفسیر کتاب فوبوبس فی تدبیر الاصحاء، تفسیر مافی کتاب فلاطن المسمی بطیماوس من علم الطب۔ کتاب فی الادویۃ المنقیۃ، کتاب فی الامعاء، کتاب فی تحسین الاصوات ونفی الافات عنہا۔

غرض جالینوس کی دیگر تصنیفات بھی ہیں جو مترجمین کو یا تو دستیاب نہ ہوسکیں یا زمانہ کی نذر ہوگئیں۔ بالخصوص وہ تصنیفات جن کا تذکرہ جالینوس نے اپنی فہرست کتب موسوم بہ فینکس میں کیا ہے۔ جن حضرات کو ان کتابوں کے نام دریافت کرنے کا شوق ہو وہ اس کی جانب مراجعت فرمائیں۔

جالینوس کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے قریب تر مشاہیر اطباء

ان مشاہیر اطباء میں حسب ذیل اسماء ملتے ہیں اصطفن اسکندرانی، انقیلاوس اسکندرانی، جاسیوس اسکندرانی، مارنیوس اسکندرانی، ان چاروں اطباء نے جالینوس کی تصنیفات جمع کیں، ان کی شرحیں لکھیں اور انھیں مختصر کیا۔ بلیماوس طرسوسی، سیمری ملقب بہ ہلال۔ یہ ہمیشہ علوم و تالیفات کے مطالعہ میں غرق رہتا۔ اور اپنے گھر سے چمٹا رہتا تھا۔ ایک زمانہ کے بعد لوگ اسے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ہلال کے لقب سے یاد کیا گیا۔ مغنس اسکندرانی، اریباسیوس، صاحب الکنانیش (بیاضوں والا) بلیان بادشاہ کا طبیب، اس کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

کتاب الی ابنہ اسطاث، نو مقالات ہیں۔ کتاب مزج الاحشاء، ایک مقالہ۔ کتاب الادویۃ المستعملۃ، کتاب السبعین مقالۃ، ایک بیاض ہے۔ فولس اجانیطی، اس کی حسب ذیل کتابیں ہیں۔ کناش الثریا، ایک مقالہ۔ مقالۃ فی تدبیر الصبی وعلاجہ، اصطفن حرانی اریباسیوس قوابلی، قوابلی اس کا لقب ہے کیوں کہ عورتوں کے حالات کا ماہر تھا۔ دیاسقوریدس کحال کہا جاتا ہے کہ سرمہ سازی میں یہ سب سے پہلے مشہور ہوا، فافاآبس رثینی، افرونیطس اسکندرانی، نیطلس ملقب بہ مجبر۔ حذاقت کے باعث یہ لقب اسے دیا گیا۔ نارسیوس رومی، اسکندریہ آکر یہیں کا ہوکر رہ گیا ایرون، اور زریایل، قریب ترین زمانہ میں فیلغریوس بھی تھا جس کی حسب ذیل تصنیفات ہیں۔ کتاب من لایحضرہ طبیب ایک مقالہ ہے۔ کتاب علامات الاستقام پانچ مقالات، مقالۃ فی وجع النقرس، مقالۃ فی الحصاۃ، مقالۃ فی حلق الرحم، مقالۃ فی الماء الاصفر، مقالۃ فی وجع الکبد، مقالۃ فی القولنج، مقالۃ فی الیرقان، مقالۃ فی عرق النساء، مقالۃ فی السرطان، مقالۃ فی صنعۃ تریاق الملح، مقالۃ فی عضۃ الکلب الکلب، مقالۃ فی القوباء، مقالۃ فیما یعرض للثۃ والاسنان۔

باب پنجم

اطبار اسکندر

اور ہم عصر عیسائی اطبار وغیرہ

مختار بن حسن بن بطلان فرماتے ہیں اسکندریہ کے رہنے والے جن فضلاء نے جالینوس کی سولہ تصنیفات جمع کیں اور ان کی شرحیں لکھیں وہ حسب ذیل سات تھے:

اصطفن، جاسیوس، انقیلاوس، ثاودوسیوس، اکیلاوس، انقیلاوس، فلاذیوس، اور یحییٰ نحوی۔ یہ سب عیسائی مذہب رکھنے والے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انقیلاوس اسکندرانیوں سے افضل تھا۔ اسی نے جالینوس کی سولہ کتابوں کو مرتب کیا تھا۔

میری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے اسکندریہ کے رہنے والے یہ فضلاء اسکندریہ کی درسگاہ طب میں جالینوس کی اپنی مذکورہ سولہ کتابوں کے مطالعہ پر انحصار کرتے تھے۔ انھیں وہ بالترتیب پڑھتے۔ اور روزانہ ان کے کسی مسئلہ کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے مجتمع ہوتے تھے۔ اس کے بعد ان کتابوں کے انھوں نے خلاصے کر لئے تاکہ یاد رکھنا اور سمجھنا آسان ہو جائے۔ بعد ازاں ہر ایک نے ان کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ ان سولہ کتابوں کی سب سے عمدہ شرح جاسیوس نے لکھی ہے۔ کیوں کہ ان شرحوں کے اندر اس نے مذکورہ اسکندرانیوں کی عمر، فہم و بصیرت اور فضل و کمال سب کو نمایاں کیا ہے۔

یحییٰ نحوی اسکندرانی

یہ یحییٰ نحوی اسکندرانی اسکلانی ہے۔ اوائل اسلام کا زمانہ اس نے پایا تھا' محمد بن اسحاق ندیم بغدادی کتاب الفہرست میں رقمطراز ہے کہ یحییٰ نحوی ساواری کا شاگرد تھا۔ ابتدا میں مصر کے کسی کلیسا کا پادری تھا۔ اور مذہباً یعقوبی عیسائیوں کا نظریہ رکھتا تھا۔ بعد ازاں عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث سے رجوع کر لیا' اس پر پادریوں نے اس سے مناظرہ کیا مگر وہ غالب رہا۔ پادریوں نے بہلا پھسلا کر اسے اپنے عقیدہ سے رجوع اور ترک اظہار پر آمادہ کرنا چاہا مگر اس نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے خیال پر قائم رہا۔ چنانچہ انھوں نے اسے سبکدوش

کر دیا۔ اور جب عمرو ابنِ عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مصر فتح ہوا تو یحییٰ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عمرو ابن عاصؓ نے اس کی عزّت کی اور اسے عمدہ مقام بخشا۔

شیخ ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام سجستانی کی تعلیقات میں حسبِ ذیل بیان ملتا ہے:

"یحییٰ نحوی عمرو بن عاص کے زمانہ میں تھا، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسکندریہ میں یہ عیسائی تھا، اس نے اقونیس سے اور اقونیس نے برقلس سے تعلیم حاصل کی تھی، یحییٰ نحوی کا بیان ہے کہ اس نے برقلس کا زمانہ پایا تھا۔ اس وقت وہ بوڑھا ہوچکا تھا، اور کبرسنی کے باعث اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔"

عبید اللہ بن جبرئیل کتاب مناقب الاطبا میں رقمطراز ہے:

"یحییٰ نحوی کو علم النحو، منطق اور فلسفہ پر عبور حاصل تھا۔ اس نے طب کی بہت ساری کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں، مگر فلسفہ پر عبور رکھنے کی وجہ سے اسی میں اس کا مقام تسلیم کیا گیا ہے، کیونکہ اپنے وقت کا وہ ایک قابلِ ذکر فلسفی تھا۔ فلسفہ پر عبور رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ ابتدا میں وہ ایک ملاح تھا۔ اس کی کشتی پر سوار ہوکر لوگ دریا پار کرتے تھے۔ یہ نہایت علم پسند تھا۔ اس کی کشتی پر دارالعلم کے لوگ اور وہ مدرس جو جزیرہ اسکندریہ میں درس و تدریس پر مامور تھا جب سوار ہوتے تو فکر و نظر کے گذشتہ موضوع پر گفتگو کرتے۔ یحییٰ نحوی اس گفتگو کو سنتا اور سینہ علم کے لئے کھل جاتا۔ علم کے باب میں اس کی فکر و نظر پختہ ہوگئی تو اپنے بارے میں غور کرنا شروع کیا۔ اس نے کہا عمر کی چالیس منزلوں سے زیادہ فاصلہ طے کرچکا ہوں مگر اب تک سوائے ملاحی کے کچھ حاصل نہ ہوسکا۔ اب کس طرح کچھ علوم کا سیکھنا ممکن ہوگا۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک چیونٹی کو دیکھا کہ کھجور کی گٹھلی لے کر اوپر چڑھنا چاہتی ہے، مگر چڑھنے کی کوشش کرتی ہے تو گر جاتی ہے۔ مگر برابر چڑھنے کی کوشش کرتی رہی، ہر بار پہلے نشان سے اوپر چڑھ جاتی۔ پورے دن وہ کوشش کرتی رہی، یحییٰ نحوی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ بالآخر چیونٹی اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی اور گٹھلی لے کر اوپر چڑھ گئی۔ اسے دیکھ کر یحییٰ نحوی نے جی میں کہا "یہ کمزور و ناتواں جانور مسلسل جہاد کرکے اپنا مقصود پاسکتا ہے تو میں تو جد و جہد سے بدرجہ اولیٰ اپنا مطلوب حاصل کرسکتا ہوں"، چنانچہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا، کشتی بیچ دی اور دارالعلم سے وابستہ ہوگیا۔ یہاں علم نحو، زبان و ادب اور منطق کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی چنانچہ ان علوم کے اندر مہارت پیدا کرلی۔ چوں کہ ابتدا نحو سے کی تھی اس لئے نحوی مشہور ہوا۔"

عیسائیوں کی بعض تاریخوں میں ملتا ہے کہ یحییٰ نحوی اس چوتھے مجمع میں تھا جو خلکدونیہ نامی شہر میں مجتمع ہوا تھا۔ اس مجمع میں اوتوشیوس یعنی یحییٰ نحوی اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ ۶۳۰ پادری تھے۔ اوتوشیوس کے معنی عربی زبان میں ابوسعید کے ہیں، یہ اوتوشیوس طبیب اور حکیم تھا۔ جب اسے سبکدوش کیا گیا تو اور محرومین کی طرح اسے جلا وطن نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ لوگوں کو اس کے فن کی ضرورت تھی، اسے قسطنطنیہ میں چھوڑ دیا گیا جہاں اس نے اقامت اختیار کرلی، حتی کہ مرقیان بادشاہ نے انتقال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ یحییٰ نحوی کو رومی ہونے کا ایک اور لقب ملا۔ اسے فیلوبنوس یعنی مجتہد بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا شمار ان سات حکما میں ہے جنھوں نے اسکندریہ میں سولہ جامع کتابوں وغیرہ کی تصنیف کی تھی۔ طب وغیرہ پر اس کی بہت ساری تصنیفات ہیں۔ قسطنطنیہ میں محض اس کے فضل و کمال اور علم طب کی بدولت اسے رہنے دیا گیا تھا، مرقیان کے بعد اسطیریوس سریر آرائے سلطنت ہوا تو ایک نہایت شدید اور مشکل بیماری میں مبتلا ہوا۔ یہ حادثہ اوتوشیوس کی مذکورہ سبکدوشی کے دو سال بعد کا ہے۔ چنانچہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، علاج کیا اور بیماری سے اسے نجات دی۔ بادشاہ نے اس سے کہا "جو ضرورت بھی تجھے ہو کہو" اوتوشیوس نے اس سے کہا "آقا! میری ضرورت یہ ہے کہ ذورلیہ کے پادری اور میرے درمیان سخت برائی پیدا ہوچکی ہے۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اس نے قسطنطنیہ کے پوپ اعظم افلابیانوس کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ سونڈس میرے لئے کوئی مجلس بلاکر مجھے ظالمانہ طور پر محروم کردے۔ آقا! میری ضرورت آپ سے یہی ہے کہ آپ کوئی مجلس طلب کرلیں جو میرے مسئلہ پر غور کرے" بادشاہ نے اس سے کہا "میں انشاء اللہ ایسا ضرور کروں گا"۔ چنانچہ اسکندریہ کے پوپ اعظم دیسقوروس اور انطاکیہ کے پوپ اعظم یوریتس کو اپنے یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دیسقوروس تیرہ پادریوں کے ساتھ تو حاضر ہوا مگر انطاکیہ کا پوپ اعظم حاضر نہ ہوا۔ بادشاہ نے دیسقوروس کو حکم دیا کہ اوتوشیوس کے معاملہ پر غور کرے۔ اور جس طرح بھی ہو اسے محرومی کے دائرہ سے نکال کر آزاد کرے۔ اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا اگر تم نے محرومی سے نکال کر اسے آزاد کردیا تو ہر طرح کے احسان کے مستحق ہوگے، اور تجھ پر عنایات بے غایات ہوں گی، لیکن ایسا نہیں کیا تو بُری طرح قتل کروں گا۔ پوپ نے احسان و عنایت کو قتل پر ترجیح دی، چنانچہ اس نے اور ان تیرہ پادریوں نے اور جو لوگ ان کے ساتھ آئے تھے سب نے ایک مجلس بلائی اور اوتوشیوس کی داستان کو مستحسن قرار دیتے ہوئے محرومی سے آزاد کیا، ذورلیہ کے پادری اور اس کے ساتھی قسطنطنیہ سے اس حال میں واپس ہوئے کہ انھوں نے کلیسا کا خیال گڈمڈ کردیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دیسقوروس مذکورہ بالا اوتوشیوس معروف بہ یحییٰ نحوی سے تعصب رکھتا تھا۔ یحییٰ نحوی کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ ملکیہ رومیوں کے مذہب کا مخالف تھا۔ اور ان رومیوں کے برعکس یعقوبی مذہب رکھتا تھا۔

تصنیفات

یحییٰ نحوی کی حسب ذیل تصنیفات ہیں۔

تفسیر کتاب قاطیغوریاس لارسطوطالیس۔ تفسیر کتاب انالوطیقا الاولی لارسطوطالیس اشکال حملیہ تک اس کی شرح لکھی ہے۔ تفسیر کتاب انالوطیقا الثانیہ لارسطوطالیس، تفسیر کتاب طوبیقا لارسطوطالیس۔ تفسیر کتاب السماع الطبیعی لارسطوطالیس، تفسیر کتاب الکون والفساد ارسطوطالیس، تفسیر کتاب مابال لارسطوطالیس تفسیر کتاب الفرق لجالینوس، تفسیر کتاب اغلوقن لجالینوس، تفسیر کتاب الصناعۃ الصغیرہ لجالینوس، تفسیر کتاب النبض الصغیر لجالینوس، تفسیر کتاب اغلوقن لجالینوس تفسیر کتاب الاسطقسات لجالینوس، تفسیر کتاب المزاج لجالینوس، تفسیر کتاب القویٰ الطبیعۃ لجالینوس، تفسیر کتاب التشریح الصغیر لجالینوس تفسیر کتاب العلل والاعراض لجالینوس، تفسیر کتاب تعرف علل الاعضاء الباطنۃ لجالینوس تفسیر کتاب النبض الکبیر لجالینوس، تفسیم کتاب الحمیات — لجالینوس تفسیر کتاب البحران لجالینوس، تفسیر کتاب ایام البحران لجالینوس، تفسیر کتاب حیلۃ البرء لجالینوس، تفسیر کتاب تدبیر الاصحاء لجالینوس، تفسیر کتاب منافع الاعضاء لجالینوس، جوامع کتاب التریاق لجالینوس، جوامع کتاب الفصد لجالینوس، کتاب الرد علیٰ برقلس۔ اٹھارہ مقالات، کتاب اس مسئلہ پر کہ ہر جسم متناہی ہے لہٰذا اس کی قوت بھی متناہی ہے کتاب الرد علی ارسطوطالیس چھ مقالات، مقالۃ فی الرد علیٰ نسطورس، کتاب برد فیہ علیٰ قوم لا یعرفون، دو مقالات۔ مقالۃ اخری برد فیھا علیٰ قوم آخر، مقالۃ فی النبض، نقضہ للثمان عشرۃ مسئلۃ لدیدوخس برقلس افلاطونی، شرح کتاب ایساغوجی لفرفوریوس۔

ابوالحسن علی بن رضوان نے "کتاب المنافع" کے باب فی کیفیۃ تعلیم صناعۃ الطب میں کہا ہے "اسکندریہ والوں نے تعلیم کے لئے جالینوس کی تمام کتابوں میں صرف سولہ کتابوں پر انحصار اس لئے کیا تھا کہ اگر عمدہ صلاحیت، اعلیٰ حوصلہ اور تعلیم کا شوق ہے تو ان کتابوں کو پڑھنے والا جب ان پر غور کرے گا تو طب کے میدان میں جالینوس کی عجیب وغریب حکمت کا منظر دیکھ کر اس کی بقیہ تصنیفات پر بھی غور کرے گا۔ ان کتابوں کو انھوں نے سات مراتب پر ترتیب دیا تھا۔

پہلا مرتبہ

اسے انھوں نے فن طب کے اندر داخل ہونے کا دروازہ قرار دیا تھا۔ یہ مرتبہ حاصل کرنے کے بعد طب کے جزئی اعمال کو برتنا ممکن ہو جاتا ہے۔ اب اگر فرصت ہے اور مزید تعلیم کے محرکات بھی موجود ہوں تو آگے کا مرتبہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور مواقع میسر نہ ہوں تو علاج الامراض کی بابت اس مرتبہ کے فوائد تقریباً"

مخفی نہ رہیں گے۔ اس مرتبہ میں کُل چار کتابیں ہیں۔

۱۔ کتاب الفرق: یہ ایک مقالہ ہے جس سے علاج کے قوانین اصحاب تجربہ اور اصحاب قیاس کے نظریہ کے مطابق بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ تجربہ اور قیاس سے فنون کی تمام باتوں کو مستنبط کیا جاسکتا ہے۔ جہاں دونوں متفق ہیں وہاں حق ہے اور جہاں دونوں مختلف ہوں وہاں غور کیا جائے گا اگر قیاس پر حق نظر آئے تو قوانین قیاس پر ورنہ قوانین تجربہ پر عمل کیا جائے گا۔

۲۔ کتاب الصناعۃ الصغیرہ: ایک مقالہ ہے۔ اس سے فنِ طب کے کل نظری اور عملی جامع امور حاصل ہوتے ہیں۔

۳۔ کتاب النبض الصغیر: یہ بھی ایک مقالہ ہے۔ اس سے طالب علم امراض کے سلسلہ میں فائدہ اٹھانے کے لئے نبض سے استدلال کی تمام ضروری باتیں معلوم کر سکتا ہے۔

۴۔ کتاب مسمی بہ اغلوقن: دو مقالات ہیں۔ اس سے امراض میں حصول شفائی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ طب کے جزئی اعمال اختیار کرنے والا ضروری غذاؤں اور دواؤں کی طاقتیں معلوم کرنے کے لئے مجبور ہے۔ نیز اسی طرح فن طب کی دستکاری بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ان ضروری کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جن کے نام الصناعۃ الصغیرہ کے آخر میں جالینوس نے پیش کیا ہے۔ یا اس سلسلہ میں ضروری باتوں کی تلقین ومشاہدہ سے تعلیم حاصل کی جائے۔ پس پہلے مرتبہ کی یہ چاروں کتابیں فنِ طب کی تعلیم میں طالب علم کے لئے کافی ہیں۔ طالب کامل کا جہاں تک تعلق ہے وہ ان کتابوں کے ذریعہ فن کے تمام مفاہیم کو یاد رکھ سکتا ہے۔

دوسرا مرتبہ

اس مرتبہ میں بھی چار کتابیں ہیں۔

۱۔ کتاب الاسطقسات: ایک مقالہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم انسانی اور وہ تمام چیزیں جس کا وہ محتاج ہے وہ سب سریع التغیر اور استحالہ کے قابل ہیں۔ ان میں بدن کے وہ عناصر شامل ہیں جو بدن سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، یعنی وہ اعضاء جس کے اعضاء باہم ایک جیسے ہیں۔ مثلاً ہڈیاں، اعصاب، شریانیں، وریدیں، غشائیں، گوشت، چربی وغیرہ نیز ان اعضاء کے عناصر یعنی اخلاط، خون، صفراء، سوداء اور بلغم، اور ان اخلاط کے عناصر آگ، ہوا، مٹی، پانی، کیوں کہ وجود انھی عناصر اربعہ سے بنتا ہے اور بگڑ کر انھی عناصر کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ سارے عناصر تغیر اور استحالہ قبول کرتے ہیں۔ فن کی تعلیم مکمل کرنے کے لئے یہ پہلی کتاب ہے جس سے تعلیم کی ابتدا موزوں اور مناسب ہے۔

کتاب المزاج: تین مقالات ہیں۔ اس سے مزاج کی قسمیں، ہر ایک کا قوام، اور علامات کا علم حاصل

ہوتا ہے۔

۳۔ کتاب القوی الطبعیۃ : یہ بھی تین مقالات ہیں۔ اس کتاب سے ان قوتوں کا علم ہوا ہے جن سے بدن کی تدبیر کی جاتی ہے اور ان کے اسباب و علامات کا پتہ چلتا ہے۔

۴۔ کتاب التشریح الصغیر : پانچ مقالات ہیں۔ جالینوس نے اسے منتشر طور پر تصنیف کیا تھا، اسکندریہ والوں نے اسے جمع کر کے ایک کتاب کی شکل دے دی ہے۔ اس سے جسم کے اعضاء متشابہہ، ان کی تعداد اور اس سلسلہ میں تمام ضروری باتوں کا علم ہوتا ہے۔

دوسری مرتبہ کی ان تمام کتابوں سے جسم کے طبیعی امور روشنی میں آتے ہیں، یعنی وہ امور جن سے جسم کا قوام ہے، تعلیم کا خواہاں ان کتابوں پر غور کرے گا تو طبیعت بدن سے متعلق تمام امور پر غور و فکر کرنے کا مشتاق بھی ہوگا۔ کتاب المزاج کا مطالعہ جسم کی شادابی، عمدہ صورت اور سوء مزاج مختلف کتاب الادویۃ المفردہ وغیرہ کے مطالعہ کا شوق پیدا کرے گی، کتاب القوی الطبعیۃ کی تدریس منی، بقراط و افلاطون کے نظریات، منافع الاعضاء اور قوی، ارواح اور افعال پر جالینوس کی جس قدر تصنیفات ہیں ان سب کے مطالعہ پر ابھارے گی۔ کتاب التشریح الصغیر سے عملی تشریح وغیرہ کا شوق پیدا ہوگا۔

تیسرا مرتبہ

اس مرتبہ میں صرف ایک کتاب ہے جو چھ مقالات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب العلل والاعراض ہے۔ جالینوس نے اس کتاب کے مقالات متفرق طور پر لکھے تھے، اسکندریہ والوں نے اکٹھا کر کے ایک کتاب کی صورت دے دی ہے۔ اس سے امراض، اسباب اور امراض سے پیدا شدہ اعراض (علامات) کا علم ہوتا ہے، اصحاب قیاس کے نظریہ کے مطابق یہ فن کا عظیم باب ہے جو انسان کو مستغنی کر دیتا ہے۔ اس کتاب کو سمجھ لینے کے بعد فن طب کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

چوتھا مرتبہ

اس مرتبہ میں دو کتابیں ہیں۔

۱۔ کتاب تعرف علل الاعضاء الباطنۃ : چھ مقالات ہیں۔ اس سے اندرونی اعضاء کے اندر پیدا ہونے والی ہر بیماری کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان اعضاء کے امراض ظاہری طور پر گرفت میں نہیں آتے ہیں، لہٰذا ضرورت ہوتی ہے کہ انھیں ایسی علامات سے معلوم کیا جائے جو یہاں کے ہر مرض کا بھید بھاؤ بتا دے۔ بھید بھاؤ بتانے والی علامات ظاہر ہوں گی تو معلوم ہو جائے گا کہ فلاں عضو میں کس طرح کی بیماری موجود ہے۔

مثلاً ذات الجنب ایک ورم حار ہے جو غشاء زیرین اضلاع میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی علامت مقدم ضیق تنفس، چبھنے والا درد، بخار اور کھانسی ہے۔ یہ سب یکجا ہوں تو پتہ چل جائے گا کہ مذکورہ غشاء میں ورم حار ہے۔ ظاہری اعضاء کی بیماریاں معلوم کرنے کے لئے جالینوس نے کوئی کتاب نہیں لکھی ہے کیوں کہ انھیں ننگی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے لہٰذا انھیں معلوم کرنے کے لئے اساتذہ کے سامنے براہِ راست انھیں دیکھ لینا کافی ہے۔

۲۔ کتاب النبض الکبیر : یہ چار حصّوں میں منقسم ہے۔ ہر حصّہ چار مقالات پر مشتمل ہے پہلے حصّہ سے اقسام نبض اور ہر قسم کی جزئیات، دوسرے حصّہ سے ہر صنف نبض کا ادراک، تیسرے حصّہ سے اسباب نبض، چوتھے حصّہ سے اقسام نبض کے منافع معلوم ہوتے ہیں، امراض ان کی قوتوں اور قوتِ جسم سے ان کی نسبت معلوم کرنے کے لئے یہ باب نہایت افادیت کا حامل ہے۔

پانچواں مرتبہ

اس مرتبہ میں تین کتابیں ہیں۔

۱۔ کتاب الحمیات : دو مقالات ہیں۔ اس سے اقسام حمیات اور ہر قسم کی علامات کا علم ہوتا ہے۔

۲۔ کتاب البحران : تین مقالات ہیں۔ اس سے اوقات مرض معلوم ہوتے ہیں، تاکہ اس علم کی روشنی میں ہر وقت کے لئے مناسب تدبیر کی جاسکے۔ نیز اس سے ہر مرض کا انجام معلوم ہوتا ہے یعنی انجام عمدہ ہوگا یا نہیں، کیسے اور کس کے ذریعہ یہ وجود میں آئے گا۔

۳۔ کتاب ایام البحران : یہ بھی تین مقالات ہیں۔ اس سے اوقات بحران اور ان کے ایام، اسباب اور علامات کا علم ہوتا ہے۔

چھٹا مرتبہ

اس کی ایک کتاب حیلۃ البرء ہے جو چودہ مقالات پر مشتمل ہے۔ اسی سے ہر مرض کے قوانینِ علاج اصحاب قیاس کے نظریہ کے مطابق معلوم ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ و تدریس کے بعد انسان کتاب الادویۃ المفردۃ اور ادویہ مرکبہ پر جالینوس کی تصنیفات یعنی قاطاجانس اور المیامر اور کتاب المعجونات وغیرہ کے مطالعہ پر مجبور ہوگا۔

ساتواں مرتبہ

اس مرتبہ میں ایک کتاب چھ مقالات پر مشتمل "تدبیر الاصحاءؑ" ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان لازماً کتاب الاغذیہ، کتاب جودۃ الکیموس ورداءتہ، کتاب التدبیر الملطف اور شرائط الریاضۃ کا مطالعہ کرے گا۔

اسکندریہ والوں نے جن سولہ کتابوں کی تعلیم پر انحصار کیا ہے ان کا مطالعہ لازماً جالینوس کی ان تمام کتابوں پر غور و فکر کی دعوت دے گا جن کے ذریعہ فنِ طب کی تکمیل ہوتی ہے۔ مثلاً کتاب آلۃ الشم کا تعلق دوسرے مرتبہ کی مطالعاتی کتب سے ہے۔ کتاب علل التنفس کا تعلق بھی اسی مرتبہ کی کتابوں سے ہے۔ غرض کتاب سوء التنفس، کتاب منفعۃ التنفس، کتاب منفعۃ النبض، کتاب حرکۃ الصدر والرئۃ، کتاب الصوت، کتاب الحرکات المعتصاصۃ، کتاب ادوار الحمیات اور کتاب اوقات الامراض وغیرہ کا تعلق اپنی مراتب سبعہ میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ مرتبہ سے قائم ہے۔ جن پر غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ اسکندریہ والوں نے یہ کام کرکے ایک عمدہ خدمت انجام دی ہے۔ اس سے طالبِ فن کو فن کے اندر تبحر پیدا کرنے کی ترغیب ہوگی۔ نیز جالینوس کی تمام تصنیفات پر غور و فکر کرنے کے لئے اس کی سعی و کاوش کو راہ ملے گی۔

تبصرہ

ابوالفرج بن ہندو اپنی کتاب مفتاح الطب میں لکھتے ہیں کہ اسکندریہ والوں نے جالینوس کی جن کتابوں کو منتخب کیا ہے اور انھیں جملہ کتابوں کا جامع قرار دے کر دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتابیں جالینوس کی متونِ کتب سے بے نیاز کر دیتی ہیں اور جو فصلیں اور ثانوی مضامین اس کی کتابوں کے اندر وارد ہیں ان کے لئے کافی ہیں، ابوالخیر بن خمار (ابوالفرج کے استاد) فرماتے ہیں کہ اس جمع و انتخاب کے اندر ان سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے کیوں کہ غذاؤں ہواؤں اور دواؤں کا بیان شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔ نیز ترتیب بیان کے اندر بھی تسامح ہوگیا ہے کیوں کہ جالینوس نے ابتدا پہلے تشریح سے کی ہے، پھر قویٰ، افعال، پھر اسطقسات کا بیان لکھا ہے۔

ابوالفرج فرماتے ہیں اسکندریہ والوں نے جن سولہ کتابوں پر اکتفا کیا ہے وہ اس حیثیت سے نہیں کہ یہ طب کے لئے کافی ہیں اور مقصدِ فن پر حاوی ہیں بلکہ اس حیثیت سے ہیں کہ انھیں پڑھنے کے لئے معلم اور شارح کی ضرورت ہوتی ہے۔ مذاکرہ و مراجعت کے بغیر طالبانِ فن ان کتابوں کے اسرار و غوامض سے استفادہ نہیں کرسکتے۔ استاد ابوالخیر بن خمار نے جن کتابوں کا تذکرہ کیا ہے ایک طبیب کے لئے ان سے واقفیت رکھنا اور ان کتابوں کی جانب انھیں منسوب کرنا ضروری ہے جنھیں ہم نے شمار کیا ہے، البتہ سولہ کتابیں جو ماسوا کے لئے قانون اور زینہ کا درجہ رکھتی ہیں ان سے جو قوتِ فہم حاصل ہوتی ہے اس کے ذریعہ ایک طبیب جالینوس کی جملہ تصنیفات کے معانی و مفاہیم اور ان کے اندر جو مقاصد یہاں بیان ہوئے ہیں ان کا استنباط کرسکتا ہے۔

اگر آپ پوچھیں کہ اسکندریہ والوں نے کس دلیل سے یہ ترتیب قائم کی ہے تو ہم کہیں گے کہ بعض کتابوں کی ترتیب تو انھوں نے حق کی بنیاد پر کی ہے۔ مثلاً کتاب الفرق کو مقدم رکھنا واجب تھا۔ تاکہ اصحاب تجربہ اور اربابِ حیل کے شکوک و مغالطات سے طالبِ علم کا ذہن بالکل صاف ہو جائے اور اصحاب قیاس کا نظریہ روشن ہوکر ان کے لئے راہ نما بن جائے۔ اسی طرح الصناعۃ الصغیرہ کے اندر چونکہ فن طب کا شرارہ موجود ہے اس لئے ضروری تھا کہ کتاب الفرق کے بعد اسے رکھا جائے اور اسے فن طب کا دروازہ قرار دیا جائے۔ بعض کتابوں کی ترتیب انھوں نے اس بنیاد پر رکھی ہے کہ ان کتابوں کو دوسری کتابوں کی جانب منسوب کرنا ضروری ہے۔ مثلاً الکتاب الصغیر فی النبض، اسے الصناعۃ الصغیرہ کے بعد رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ جالینوس نے جہاں قلب کا مزاج بیان کیا ہے وہاں اس کتاب کے اندر اس نے نبض کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب جالینوس الیٰ اغلوقن پر اسے مقدم رکھنا بھی ضروری تھا کیوں کہ اس کتاب کے اندر جالینوس نے حمیات پر کلام کیا ہے اور نبض ہی وہ پہلی شئے ہے جس سے حمیات کا پتہ چلتا ہے بایں ہمہ جس ترتیب کا ابوالخیر بن خمار نے تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جالینوس نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے درحقیقت وہی فنکارانہ ترتیب ہے۔ کیوں کہ صاحبِ فن کے لئے ضروری ہے کہ فن کی تعلیم میں اظہر سے اخفیٰ کی جانب اور اخیر سے مبدا کی طرف آئے۔ تشریح کا فن جسم اور اعضائے جسم سے بحث کرتا ہے۔ یہ علم گو طبیعت کا آخری فعل ہے مگر انسان میں سب سے پہلے نمایاں ہوتا ہے۔ کیوں کہ ابتداء میں طبیعت اسطقسات کو لیتی ہے، پھر ان میں امتزاج پیدا کرتی ہے جس سے اخلاط پیدا ہوتے ہیں، پھر قویٰ اور اعضار کی تخلیق کرتی ہے۔ لہٰذا تعلیم میں طبیعت کے اس تکوینی عمل کے برعکس ترتیب ہونی چاہیے۔ مگر ہم اس ضروری ترتیب سے قطع نظر اسکندریہ والوں کی ترتیب کو مان لیتے ہیں۔ کیوں کہ علم تو بہر حال حاصل ہوجاتا ہے۔ پھر حکمار کا اجماع بھی توڑ دینا حماقت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسکندریہ والوں نے طب و حکمت کے علوم پر بالخصوص جالینوس کی تصنیفات اور بقراط کی کتابوں پر اس کی شرحوں کے بکثرت خلاصے بھی مرتب کئے ہیں۔

دیگر اطبار

قابل ذکر عیسائی اور غیر عیسائی اطبار جو اسکندریہ کے اطبار کے ہم عصر اور ان کے قریبی زمانوں میں موجود تھے حسب ذیل ہیں۔

شمعون راہب معروف بہ طیبویہ۔

آہرن قس (عیسائیوں کا مخصوص مذہبی پیشوا) صاحب کناش، اس نے اپنی کناش (بیاض) سریانی زبان میں لکھی ہے۔ ماسرجیس نے اسے عربی زبان میں منتقل کیا ہے۔ یہ تیس مقالات پر مشتمل ہے۔ ماسرجیس نے دو مقالوں کا اضافہ کیا ہے۔ یوحنا بن سرابیون۔ اس کی تمام تصنیفات سریانی زبان میں ہیں۔ اس کے والد سرابیون باجرمی کے ایک طبیب تھے۔ انھوں نے اپنے دو بیٹوں کو فاضل طبیب بنایا۔ یعنی یوحنا اور داؤد کو۔ یوحنا بن سرابیون کی تصنیفات میں کناش کبیر بارہ مقالات اور کناش صغیر جو مشہور ہے سات مقالات پر مشتمل ہے۔ اسے حدیثی کاتب نے ۱۳۱۸ھ میں ابوالحسن بن نفیس متطبب کے لئے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ حسن بن بہلول اوانی طبرہانی کے ترجمہ سے بہتر ہے۔ اس کا ترجمہ ابوالبشر ثمتیٰ نے بھی کیا ہے۔

انطیلس، برطلاوس، سندہشار، قہلمان، ابوجریج راہب، اوراس، بونیوس بیروتی، سیورخنا، فلاغوسوس، عیسی بن قسطنطین مکنی بہ ابوموسی۔ یہ ایک فاضل طبیب گزرا ہے۔ اس کی تصنیفات میں کتاب الادویۃ المفردۃ اور کتاب فی البواسیر وعللہا وعلاجہا قابل ذکر ہیں۔ آرس، سرجس راس طینی یہ پہلا شخص ہے جس نے یونانیوں کی تصنیفات حسب روایت سریانی زبان میں منتقل کیں۔ یہ ایک فاضل شخصیت تھی جس کی طب وفلسفہ پر بکثرت تصنیفات موجود ہیں۔ اطیوس آمدی صاحب کناش معروف بہ بقوقیار، غرغوریوس صاحب کناش، ان حضرات کی بکثرت تصنیفات موجود ہیں۔ رازی نے اپنی کناش کبیر جامع معروف بہ حاوی میں ان کی بکثرت عبارتیں نقل کی ہیں۔

باب ششم

ابتداء اسلام میں پیدا ہونے والے اطباء عرب وغیرہ

حارث بن کلدہ

حارث بن کلدہ ثقفی طائف کا رہنے والا تھا، اس نے ملکوں کے سفر کیے اور فارس کے ایک گوشہ میں رہ کر طب کی تعلیم حاصل کی۔ اور یہیں تجربہ بھی حاصل کیا۔ مرض اور علاج کی معلومات کیں۔ یہ عود بجاتا تھا، جس کی تعلیم اس نے فارس ہی میں حاصل کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان، علی بن ابی طالب معاویہ رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں موجود رہا۔ معاویہؓ نے پوچھا "حارث! طب کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "ازم" یعنی بھوک۔ اس کا تذکرہ ابن جلجل نے کیا ہے۔ کتاب الصحاح میں جوہری کے مطابق ازم کے معنی رک جانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے اَزم الرجل عن الشیَ، یعنی آدمی اس چیز سے رُک گیا۔ ابو زید فرماتے ہیں ازم اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اپنے ہونٹوں کو سکیڑ لیا ہو۔ حدیث میں وارد ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حارث بن کلدہ سے پوچھا "دوا کیا ہے" اس نے کہا ازم یعنی پرہیز۔ کہتے ہیں کہ یہ عرب طبیب تھا۔ روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکّہ میں بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا حارث بن کلدہ کو بلاؤ، کیونکہ یہ علاج معالجہ کرتا ہے۔ حارث آیا تو اس نے سعد کو بغور دیکھا اور کہا کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ عجوہ (عمدہ کھجور) اور حلبہ (میتھی) پکا کر انھیں چٹائیں۔ چنانچہ وہ صحت یاب ہو گئے۔ حارث کے بکثرت معالجات موجود ہیں۔ عربوں کی عادات اور ان کے ضروری معالجات سے وہ واقف تھا۔ طب وغیرہ سے متعلق اس نے عمدہ کلام کیے ہیں۔

کسریٰ کے ساتھ حارث کی گفتگو

کسرائے فارس نوشیرواں کے یہاں حارث آیا تو اسے داخلہ کی اجازت ملی۔ چنانچہ اس کے روبرو کھڑا ہوا تو اس نے پوچھا "تو کون ہے؟" اس نے جواب دیا "حارث بن کلدہ ثقفی۔ پوچھا "تمہارا کیا فن ہے؟" اس نے کہا "طب"۔ اس نے پوچھا "کیا اعرابی ہو تم" اس نے کہا "ہاں خالص اعرابی"

اس نے پوچھا "عرب جاہل ہیں، ضعیف العقل ہیں، خراب غذا کھاتے ہیں، ایسی صورت میں انھیں کسی طبیب کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے جواب دیا

"ایھا الملک! عربوں کا اگر حال یہ ہے تو انھیں کسی ایسے شخص کی زیادہ ضرورت ہوگی جو ان کی جہالت دُور کرے، ان کی کجی کا ازالہ کرے، ان کے جسموں کی تدبیر اور ان کے مزاجوں کی تعدیل کرے۔ کیوں کہ عاقل تو ان باتوں کو خود جانتا ہے، اپنے مقام مرض کو معلوم کرسکتا ہے اور حسن تدبیر سے تمام بیماریوں سے اجتناب کرسکتا ہے۔"

کسریٰ نے پوچھا "جو باتیں ان پر وارد کرتے ہو انھیں کیوں کر جان لیتے، کیوں کہ تمھیں اگر معلوم ہوتا کہ عقل کیا ہے تو جہالت کی جانب تمھارا انتساب نہ ہوتا؟"

حارث نے جواب دیا "بچے کو بہلا پھسلا کر اس کا علاج کرتے ہیں، اور سانپ کو جھاڑ پھونک کرنے کے بعد قابو میں لیتے ہیں۔" پھر اس نے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "بادشاہ سلامت! عقل اللہ تعالیٰ کے مقدرات میں ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے درمیان رزق کی طرح تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک کو یہ نصیبہ ملا ہے، البتہ کسی قوم کو اس نصیبہ میں خصوصیت حاصل ہوئی اور اسے حصۂ وافر مل گیا۔ پس کوئی عقل سے مالا مال ہے، کوئی کنگال ہے، کوئی جاہل ہے، کوئی عالم ہے، کوئی تہی دست ہے کوئی بالا دست۔ یہ عزیز علیم کی بنائی ہوئی تقدیر ہے۔" کسریٰ اس گفتگو سے بے حد خوش ہوا۔ اس نے پوچھا:

"عربوں کے کون سے اخلاق تمھارے نزدیک محمود اور ان کے کون سے اوصاف نہیں پسند ہیں؟"

اس نے جواب دیا "بادشاہ! وہ فیاض دل، جری قلب، فصیح و بلیغ زبان کے مالک، صحیح النسب اور شریف ہیں۔ ان کے منہ سے کلام اس طرح نکلتا ہے جیسے تیر انداز کی کمان سے تیر۔ فصل بہار سے زیادہ شیریں اور سلسبیل سے زیادہ نرم و نازک۔ قحط کے ایام میں کھانا کھلاتے ہیں اور جنگوں میں گردنیں مارتے ہیں، ان کی عصمت کی چادر کو تار تار نہیں کیا جاسکتا، ان کے ہمسایہ کو ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ان کی حرمتوں کو مباح سمجھا جاسکتا ہے نہ ان کا شریف ذلیل کیا جاسکتا ہے وہ فضل و شرف کا اعتراف کرتے ہیں تو صرف بادشاہ سلامت کے لیے جن کا مدمقابل کوئی نہیں جن کا ہمسر کوئی رعیت ہے نہ کوئی بادشاہ۔"

یہ ٹھوس کلام سن کر کسریٰ جم کر بیٹھ گیا، اس کے چہرے پر حلم و دانش کی رونق آچکی تھی۔ حاضرین سے اس نے کہا "یہ دانشور ہے، اپنی قوم کا ثنا خواں ہے، اس کے فضل و کمال کا معترف ہے، جو الفاظ اس نے کہے ہیں سچے ہیں۔ دانشور ایسا ہی ہوتا ہے جسے تجربات پختہ کار بنا دیتے ہیں۔" حارث کو اس نے بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ اب اس نے طب کے بارے میں سوالات کیے:

بادشاہ: طب پر تمھارا کیا تبصرہ ہے؟

حارث: اس کی موجودگی میں کسی اور فن کی ضرورت نہیں۔

بادشاہ: طب کی بنیاد؟

حارث: ازم۔

بادشاہ: ازم کیا ہے؟

حارث: ہونٹوں کو سکیڑ لینا اور ہاتھوں کو نرم رکھنا۔

بادشاہ: صحیح ہے۔ اور مہلک مرض؟

حارث: طعام بر طعام مخلوقات کو فنا اور بیابان میں درندوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

بادشاہ: صحیح کہا، وہ انگارہ کیا ہے جس سے پیدا شدہ بیماریاں انسان کو نیست و نابود کر دیتی ہیں۔

حارث: تخمہ، کہ اگر شکم میں رہ جائے تو ہلاک کر دے اور تحلیل ہو جائے تو بیمار کر دے۔

بادشاہ: سچ کہا، حجامت کے باب میں کیا خیال ہے؟

حارث: صاف دن میں جبکہ بادل نہ ہوں، طبیعت خوش اور رگیں ساکن ہوں ہلال کے اندر کمی پیدا ہونا ایک ایسی خوشی کا باعث ہے جو اچانک وارد ہو اور غم دُور ہو جائے۔

بادشاہ: حمام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

حارث: حمام میں شکم سیر ہو کر داخل نہ ہو، بدمستی کے عالم میں بیوی سے جماع نہ کرو، شب میں ننگے نہ رہو، غصہ کی حالت میں کھانے پر نہ بیٹھو، خود کے ساتھ نرمی کرو تو یہ تمھارے دل کے لئے زیادہ سہل ہوگا، کھانا کم کھاؤ نیند خوشگوار ہوگی۔

بادشاہ: اور دوا کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حارث: جب تک صحت رہے دوا سے پرہیز کرو، کوئی بیماری ابھر آئے تو جڑ پکڑنے سے پہلے اس کا استیصال کر دو، کیوں کہ جسم بمنزلہ زمین ہے، اس کی اصلاح کرو گے تو آباد ہوگی، چھوڑ دو گے تو ویران ہوگی۔

بادشاہ: اور شراب کے بارے میں؟

حارث: سب سے عمدہ وہ ہے جو سب سے زیادہ خوشگوار ہو، سب سے زیادہ رقیق سب سے زیادہ حلق سے اتر جانے والی اور سب سے زیادہ شیریں نہایت پسندیدہ ہوتی ہے۔ خالص شراب استعمال نہ کرو کہ اس سے درد سر اور طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

بادشاہ: سب سے عمدہ گوشت؟

حارث : نوجوان بھیڑ، نمکین بُھنا ہوا گوشت مہلک ہوتا ہے۔ اُونٹوں اور گایوں کے گوشت سے پرہیز کرو۔

بادشاہ : میووں کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حارث : موسمی پھلوں کو استعمال کرو، موسم رخصت ہو جائے تو ترک کر دو، سب سے عمدہ میوہ انار اور اترج، سب سے عمدہ خوشبو گلاب اور بنفشہ، اور سب سے عمدہ ترکاری کاسنی اور کاہو ہے۔

بادشاہ : پانی کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حارث : پانی جسم کی زندگی اور اس کا قوام ہے۔ جس قدر پیا جاتا ہے مفید ہوتا ہے، سونے کے بعد پینا مضر ہے۔ سب سے عمدہ وہ ہوتا ہے جو حلق سے جلد اتر جائے، سب سے رقیق وہ ہے جو زیادہ صاف، اور بڑی نہروں کا ٹھنڈا شفاف ہو، جھاڑیوں اور ٹیلوں کے پانی کا آمیزہ نہ ہو سخت مقام سے آیا ہو۔ دھاروں کی نتھی اور کوہساروں کی بڑی کنکریوں کے درمیان سے مسلسل ٹپکا ہو۔

بادشاہ : اس کا مزہ؟

حارث : کوئی اندازہ نہیں، البتہ عبارت ہے زندگی سے۔

بادشاہ : اس کا رنگ؟

حارث : نگاہوں میں مشتبہ ہے کیوں کہ ہر شئے جو اس میں ہوتی ہے اسی کا رنگ بتایا جاتا ہے۔

بادشاہ : انسان کی بنیاد؟

حارث : وہاں ہے جہاں سے وہ پیتا ہے یعنی سر۔

بادشاہ : آنکھوں کی روشنی کیا ہے؟

حارث : تین اشیاء کا مرکب، سفیدی چربی ہے، سیاہی پانی اور دیکھنے والی شئے ہوا ہے۔

بادشاہ : جسم کی ساخت کتنی اشیاء سے ہے؟

حارث : چار طبیعتوں سے : (۱) مرہ سوداء، یہ سرد خشک ہے۔ (۲) مرہ صفراء، یہ گرم خشک ہے۔ (۳) خون، یہ گرم تر ہے۔ اور (۴) بلغم، یہ سرد تر ہے۔

بادشاہ : تخلیق ایک ہی طبیعت سے کیوں نہ ہوئی؟

حارث : ایک طبیعت سے ہوتی تو انسان کھا سکتا تھا نہ پی سکتا تھا، نہ بیمار ہو سکتا تھا، نہ ہلاک ہو سکتا تھا۔

بادشاہ : اور دو طبیعتوں سے کیوں نہیں؟

حارث : یہ جائز نہ ہوتا کیوں کہ دو اضداد باہم برسرپیکار رہتے۔

بادشاہ : اور تین طبیعتوں سے؟

حارث : دو موافق ہوں اور ایک مخالف، کبھی موزوں نہ ہوں گے۔ لہٰذا چار طبیعتوں کا ہونا ہی اعتدال کی راہ ہے۔

بادشاہ : گرم اور تر کو جامع الفاظ میں اختصار کے ساتھ بیان کرو؟

حارث : ہر شیریں گرم اور ہر ترش سرد ہے۔ ہر چرپری شئے گرم، اور ہر تلخ شئے معتدل ہے، تلخ شئے میں گرمی بھی ہے سردی بھی۔

بادشاہ : مرہ صفراء کا سب سے عمدہ علاج؟

حارث : ہر سرد لیّن ہوتا ہے۔

بادشاہ : اور مرہ سوداء کا علاج؟

حارث : ہر گرم لیّن ہوتا ہے۔

بادشاہ : اور بلغم کا علاج؟

حارث : ہر گرم خشک ہوتا ہے۔

بادشاہ : اور خون کا علاج؟

حارث : زیادہ ہو جائے تو اخراج اور گرم ہو جائے تو اشیاء باردہ یا بلسہ کے ذریعہ تطفیہ۔

بادشاہ : اور ریاح کا علاج؟

حارث : نرم حقنوں اور نرم گرم تیلوں کے ذریعہ۔

بادشاہ : حقنہ کا حکم دیتے ہو؟

حارث : ہاں ـــ حکماء کی بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ حقنہ سے پیٹ صاف ہو جاتا ہے اور بیماریاں نابود ہو جاتی ہیں، تعجب ہے حقنہ لینے والا کیسے بوڑھا ہو جاتا ہے تولید کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ آدمی وہ چیز کھائے جس کا نقصان اسے معلوم ہو اور جسم کے آرام پر خواہش نفس کو ترجیح دے۔

بادشاہ : پرہیز کیا ہے؟

حارث : ہر شئے میں اعتدال پر رہنا، مقدار سے زیادہ کھا لینا روح کا عرصۂ حیات تنگ اور مسامات روح کو بند کر دیتا ہے۔

بادشاہ : عورتوں اور ان سے مجامعت کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حارث : کثرت جماع خراب ہے، بوڑھی عورتوں سے جماع ہرگز نہ کرو، کیوں کہ یہ بوسیدہ مشک

کی مانند ہیں، تمھاری طاقت کو جذب کرلیں گی اور تجھے بیمار کردیں گی۔ ان کا پانی سم قاتل ہے، ان کا تنفس مرگ مفاجات ہے، وہ تم سے سب کچھ لے لیں گی اور تجھے تھوڑا بھی نہ دیں گی نوجوان عورت کا پانی شیریں زلال ہے اسے گلے لگانا ملاحت اور ناز کا مزہ دیتا ہے، دہن اس کا ٹھنڈا اور آب دہن شیریں، بو خوشگوار اور اس کی تنگ ہوتی ہے، تجھے طاقت پر طاقت بخشے گی، تیرے اندر نشاط پر نشاط پیدا کرے گی۔

بادشاہ : کس عورت کی جانب قلب زیادہ مائل اور اسے دیکھ کر آنکھیں زیادہ خوش ہوتی ہیں؟

حارث : جب تم اسے پا جاؤ، پھیلا ہوا قامت، بڑا سر کشادہ پیشانی، ناک کا بانسہ اُبھرا ہوا، سرمگیں، ہونٹوں کا اندرون سیاہ، صاف رخسار، سینہ چوڑا اور خوبصورت، رخسار میں نرمی، ہونٹوں کے اندر سیاہی، دونوں ابرو ملے ہوئے، چھاتیاں اُبھری ہوئیں، کمر پتلی، قدم نازک، گوری، بال گھنیرے اور گھنگریالے، تر و تازہ اور نرم و نازک، تاریکی میں کیا معلوم ہو جیسے بدر منیر، تبسم ریز ہو تو بابونہ سفید دکھائی دے، جیسے کوئی ارغوانی تبسم، گویا کوئی ببضۂ کلنون، بالائی سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں، فردوس اور خلد بریں سے زیادہ پاکیزہ، چنبیلی اور گلاب سے زیادہ خوشبودار، قربت سے فرحت اور خلوت میں سرور حاصل ہو۔

اس تصویرکشی پر کسریٰ اتنے زور سے ہنسا کہ شانے ہلنے لگے۔ اور آگے سوال کیا۔

بادشاہ : کن اوقات میں جماع کرنا افضل ہے؟

حارث : شب جب رخصت ہوتے لگتی ہے تو شکم زیادہ خالی، نفس زیادہ پُرسکون، دل زیادہ خواہشمند اور رحم زیادہ گرم ہوتا ہے۔ اگر دن میں لطف اٹھانا چاہو تو عورت کے جمال رُخ پر نگاہ دوڑاؤ اس کے حسن سے ذہن شاد کام ہو، اس کے شیریں الفاظ کو تمھارا کان توجہ سے سنے، اور اپنے تمام جوارح کے ساتھ اس کی جانب مائل ہوکر سکون حاصل کرو۔

بادشاہ : کمال کے تم اعرابی ہو، علم کی دولت اور فہم و ادراک کا مخصوص نصیبہ تجھے ملا ہے۔

کسریٰ نے اسے عمدہ صلہ دیا اور حکم دیا کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکلا ہے اسے ریکارڈ کرلیا جائے۔

واثق باللہ نے اپنی کتاب "البستان" میں لکھا ہے کہ حارث بن کلدہ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جو دھوپ کھا رہے تھے۔ اس نے کہا سایہ میں رہو کیوں کہ دھوپ کپڑے کو بوسیدہ، ہوا کو منتقل، رنگ کو فق اور دبے ہوئے مرض کو اُبھار دیتی ہے۔

حارث کے ملفوظات

شکم پری مرض کا گھر ہے، پرہیز علاج کا سرا ہے، ہر جسم کو جس کا عادی ہو اسی کا عادی بناؤ۔

ایک روایت کے مطابق یہ کلام عبدالملک بن الجبر کا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی ہے۔ آغاز میں "معدہ بیماری کا گھر ہے" کہا گیا ہے، بطنہ (شکم پری) کے بجائے معدہ افضل ہے۔ امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حارث کا یہ قول مروی ہے:

"جو بقا چاہتا ہے، اور بقا کا وجود نہیں ہے تو غذا عمدہ لے، شکم صاف ہوتے پر کھائے، پیاس لگے تو پانی پیئے، پانی کم پیئے، دوپہر کے کھانے کے بعد پھیل کر آرام کرے، عشا کا کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کرے، رات اس وقت بسر کرے جب خود کو فارغ کرلے۔ کھا کر حمام میں داخل ہونا سب سے بری بیماری ہے۔ موسم گرما میں ایک بار حمام میں داخل ہونا موسم سرما میں دسیوں بار داخل ہونے سے بہتر ہے۔ رات میں خشک سوکھا گوشت کھانا فنا کا مددگار ہے، بوڑھی عورت سے مجامعت زندہ وجودوں کی عمریں مسمار کر دیتا ہے۔"

ایک دوسری روایت کے مطابق حسب ذیل الفاظ ہیں:

"جو آخر تک زندہ رہنا چاہتا ہے اور آخر تک زندہ رہنا ممکن نہیں ہے تو عشا کا کھانا مؤخر کرے، دوپہر کا کھانا جلد کھالے، ردا ہلکی رکھے، عورتوں سے مجامعت کم کرے۔"

ردا سے مراد قرض ہے۔ قرض کے لیے ردا کا لفظ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے "هو فی عنقی و فی ذمتی" (یہ میری گردن میں اور میرے ذمہ ہے) چونکہ گردن چادر کی جگہ ہوتی ہے اس لئے قرض کو ردا کہہ دیا گیا ہے۔

ابو عدانہ نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حارث بن کلدہ کا قول اس طرح ہے:

"جسے بقا کا سرور حاصل کرنا اور کوئی بقا نہیں ہے تو وہ دوپہر کا کھانا سویرے کھائے، عشا کے کھانے میں عجلت سے کام لے، ردا ہلکی رکھے، اور جماع کم کرے۔"

حرب بن محمد نے حارث بن کلدہ کے اس قول کی روایت کی ہے:

"چار چیزیں بدن کو مسمار کر دیتی ہیں۔ (۱) شکم پری میں جماع کرنا (۲) امتلاء غذائی پر حمام میں داخل ہونا (۳) سوکھا گوشت کھانا اور (۴) بوڑھی عورت سے مجامعت کرنا۔"

داؤد بن رشید نے عمرو بن عوف سے روایت کی ہے کہ جب حارث بن کلدہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو لوگ اس کے پاس اکٹھا ہوئے، اور کہا "کسی ایسی بات کا ہمیں حکم دو کہ تیرے بعد بس اسی حد تک رہیں" اس نے کہا "عورتوں میں صرف جوان سے شادی کرنا، میوہ پختہ ہونے کے وقت ہی کھانا، جب تک کسی کا جسم مرض کو برداشت کرتا رہے ہرگز علاج نہ کرے۔ ہر ماہ چونا استعمال کرنا کیوں کہ یہ بلغم کو پگھلاتا ہے، مرہ صفراء کو تباہ کر دیتا ہے اور گوشت اگاتا ہے۔ دوپہر کا کھانا کوئی کھائے تو اس کے بعد سو جائے اور شام کا کھانا کھانے کے بعد چالیس قدم ضرور چلے۔"

جب تک ضرورت ہو دوا کے ذریعہ مرض کا دفاع کرو، اسے استعمال صرف ضرورت ہی پر کرو، کیوں کہ دوا ایک چیز ٹھیک کرتی ہے تو اسی جیسی چیز کو فاسد بھی کر دیتی ہے۔

سلیمان بن جلجل فرماتے ہیں ہمیں حسن بن حسین نے انھوں نے کہا ہمیں سعید بن رموی نے، انھوں نے کہا ہمیں میرے چچا محمد بن سعید نے خبر دی، انھوں نے عبدالملک بن عمیر سے ان کے اسی قول کی روایت کی کہ بنو کنہ کے دو ثقفی بھائیوں میں اس قدر محبت تھی کہ اس کی نظیر کہیں دیکھی نہ گئی، بڑا بھائی کسی سفر پر روانہ ہوا تو چھوٹے بھائی کو اپنی بیوی کے باب میں وصیت کی ایک دن اس کی نگاہ غیر ارادی طور پر بھائی کی بیوی پر پڑ گئی۔ چنانچہ عشق میں مبتلا ہو کر نہایت لاغر ہو گیا۔ بھائی آیا تو ہر چند اطباء کو بلا کر علاج کرنا چاہا مگر ان میں کوئی بھی مرض پہچان نہ سکا۔ حتیٰ کہ مریض حارث بن کلدہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے دیکھ کر کہا "دو آنکھیں مجھے نظر آ رہی ہیں جن پر حجاب پڑ گیا ہے، معلوم نہیں یہ درد کیا ہے مگر ایک تجربہ کرتا ہوں، اسے نبیذ پلاؤ۔ نبیذ نے اس پر اثر کیا تو اس نے حسب ذیل اشعار پڑھنا شروع کئے:

الا رفقا الا رفقا قلیلا ما اکوننه

(ذرا آہستہ ذرا آہستہ، میرا وجود تو بہت تھوڑا رہ گیا ہے)

ألما بی الی الأبیا ت بالخیف أزر ھنّہ

(دوستو! مجھے خیف کے گھروں میں لے چلو، میں ان کی ملاقات کروں گا)

غزالا ما رأیت الیہ م فی دور نبی کنہ

(ایک ہرنی کو دیکھوں گا کہ آج کل میں نے نبو کنہ کے گھروں میں اس جیسی نہیں دیکھی)

أسیل الخد مربوب وفی منطقہ غنہ

(خوبصورت رخسار والی، پروردہ، گفتگو میں اس کی بھنبھناہٹ ہے)

حاضرین نے کہا "تو عرب کا سب سے بڑا طبیب ہے۔ حارث نے دوبارہ نبیذ پلانے کا حکم دیا، چنانچہ نبیذ نے اثر کیا تو مریض پھر گنگنانے لگا۔

ایھا الجیرۃ اسلموا وقفوا کی تکلموا

(ہمسایو! چھوڑ دو، رکو کہ گفتگو کرو)

و تقضوا البانتہ و تحیوا و تنعموا

(ایک ضرورت پوری کرو، اور زندہ رہو، خوش رہو)

خرجت مزنتہ من البحر ریا تحمحم

(دریا سے ایک خوشبودار بادل اٹھا جو سیاہ ہوتا گیا)

ھی ما کنتی وتز عم أنی لھا حم

(یہ مجھ پر قابض ہو چکی ہے، پھر بھی خیال کرتی ہے کہ میں اس کا دیور ہوں)

راوی کہتا ہے کہ بھائی نے بیوی کو طلاق دے دی اور کہا "بھائی! اس سے شادی کر لو" مگر اس نے کہا "نا بعد ا میں اس سے شادی نہ کروں گا" چنانچہ مر گیا مگر شادی نہیں کی۔

حارث بن کلدہ ثقفی کی تصنیفات میں "کتاب المحاورۃ فی الطب بینہ و بین کسریٰ انوشیرواں" قابل ذکر ہے۔

نضر بن حارث

نضر بن حارث بن کلدۃ ثقفی، نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا خالہ زاد بھائی تھا۔ باپ کی طرح اس نے بھی ملکوں کے سفر کئے، مکّہ وغیرہ میں علماء اور فضلاء کی صحبتیں اٹھائی۔ کاہنوں اور یہودی علماء کی خدمت میں رہا، علوم قدیمہ میں جلیل القدر اور مہتم بالشان فنون حاصل کئے، علوم فلسفہ اور اجزاء حکمت سے واقفیت بہم پہنچائی۔ طب وغیرہ جو کچھ باپ کو معلوم تھا اسے حاصل کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ثقفی ہونے کے باعث ابو سفیان کا حامی تھا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قریش اور انصار دونوں حلیف ہیں، اور بنو امیہ اور ثقیف دونوں حلیف ہیں۔ نضر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت اذیت پہنچاتا، اور آپ سے حسد کرتا تھا، آپ کی شان میں بکثرت ایسی باتیں کہتا جن سے امید رکھتا کہ مکّہ والوں میں آپ کی قدر و قیمت گر جائے گی۔ اور جو پیغام آپ پیش کر رہے ہیں وہ مٹ جائے گا۔ مگر بدبختی سے اسے معلوم نہ تھا کہ نبوت کہیں عظیم تر منصب ہے، سعادت کی منزل بہت اونچی ہے، الٰہی عنایت کی جلالت و عظمت کا کوئی حساب نہیں، مقدر امور ہی کو ثبات و دوام حاصل ہے۔ نضر کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اپنی معلومات، فضائل اور حکمت کے ذریعہ وہ نبوت کا مقابلہ کرے گا مگر کہاں آسمان کہاں زمین، کہاں بلند کہاں پست کہاں خوش بخت

کہاں بدبخت، ایک بڑی عمدہ حکایت مجھے ملی ہے جس کا تذکرہ افلاطون نے کتاب النوامیس میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ نبی اور اس کے پیغام کی بلندی تک نہ حکیم اپنی حکمت سے نہ عالم اپنے علم کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے، یونانیوں کا بادشاہ مارنیون جس کے نام کا، جبروت کا اور جس کے اقتدار میں یونانیوں کو جو کچھ مہیا ہو چکا تھا اس کا تذکرہ ہیومرس شاعر نے کیا ہے وہ اپنے زمانہ میں نہایت سخت حالات سے دوچار ہوا۔ لوگوں نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے فلاسفۂ عصر سے رہنمائی چاہی، انھوں نے معاملات کے درو بست پر غور کرنے کے بعد کہا" ہم نے آپ کے معاملہ پر غور کر لیا ہے۔ آپ کی جانب سے ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو آپ کی اس مصیبت کا باعث ہو۔ فلسفی تو صرف جزیرہ کے اندر واقع شدہ افراط اور بدنظمی کو سمجھتا ہے باقی اس جزیرہ سے جو خارج ہو اس سے فلسفہ بحث نہیں کرتا۔ اس کا علم تو نبوت ہی سے ہوتا ہے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ہم عصر کسی نبی کو طلب کرے تاکہ فلاسفہ کے علم کے ساتھ نبوت کی بات بھی سامنے آجائے۔ انھوں نے کہا کہ نبی آباد شہروں میں نہیں دُور دراز بیابانوں میں ہم عصر فقراء کے درمیان رہتا ہے۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس نبی کے یہاں قاصد کیسے ہوں اور کس طرح وہ اس کے یہاں پہنچیں گے۔ فلاسفہ نے کہا قاصد انھیں بناؤ جن کے اخلاق نرم ہوں، جو قناعت پسند اور صادق الکلام ہوں، جن کے اندر رجوع الی الحق کی بات اس نبی کو پا لینے کے مقابلہ میں زیادہ محبوب ہو، کیوں کہ جن پر یہ اوصاف حاوی ہوں گے ان کے اور اس نبی کے درمیان ایسا تعلق ہوگا جو انھیں نبی تک پہنچا دے گا۔ اسے معلوم کرنے کے لئے اس کے مرز بوم میں پہنچو جہاں اس کی نشو و نما ہوئی ہے، ان مقامات پر اس کی سیرت معلوم کرو تو اسے پاؤگے کہ نعمتوں سے بے رغبت، صدق و صفا کا خوگر، خلوت پسند حیلہ و تدبیر سے دور، بادشاہوں کی جانب سے بے نصیب ہے، لوگ اس کے بارے میں یہ کہیں گے کہ حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ اہل زمانہ جس مذہب پر ہیں اس سے اس نے بغاوت کی ہے، اس کے اندر تمھیں خوف محسوس ہوگا، تمھیں خیال ہوگا کہ اس پر غفلت طاری ہے۔ کسی مسئلہ پر گفتگو کرے گا تو خیال ہوگا کہ اس مسئلہ کے اصولوں سے واقف ہے۔ باقی جو باتیں اس مسئلہ تک پہنچتی ہیں ان سے وہ واقف نہ ہوگا۔ جو کلام اسی سے صادر ہوتا ہے اس کے متعلق پوچھوگے تو وہ بتائے گا کہ اس کی زبان پر اور اس کے دل میں بیداری ہیں، اور بیداری اور خوابیدگی کی درمیانی حالت میں ایسی باتوں کا القار کیا جاتا ہے جن کے باب میں کوئی روایت نہ ہوئی ہو۔ کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیر سے جواب کا طالب ہے، اس پر وہ اس طرح غور نہیں کرتا جس طرح کوئی قادر الفکر انسان غور اور استنباط کرتا ہے، یہ لوگ جب اسے پائیں گے تو مذکورہ اوصاف کے ساتھ کچھ ایسے عجوبے بھی دیکھیں گے جو اس کی زبان اور ہاتھ سے ظاہر ہوں گے۔

بادشاہ نے سات اشخاص کو جمع کیا اور ان کے ساتھ ایک نہایت مثالی فلسفی کو بھی رکھا۔ یہ

سب حضرات نبی کی تلاش میں نکلے۔ چنانچہ اسے انھوں نے مارنیوس کی قیام گاہ سے پانچ یوم کی مسافت پر ایک دیہات میں پایا۔ اس دیہات سے اکثر باشندے نکل کر شہر مارنیوس کے قریب آباد ہو گئے تھے جہاں انھیں حسن جوار کے علاوہ بکثرت منافع حاصل ہو چکے تھے۔ دیہات کے اندر صرف چند زاہد جو کام کاج چھوڑ چکے تھے، چند مشائخ اور کچھ بے رغبت اشخاص رہ گئے تھے جنھیں جہد و مشقت نے پسماندہ کر دیا تھا۔ انہی کے درمیان نبی ایک پراگندہ مکان میں تھا۔ اس مکان کے اِرد گرد مذکورہ لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی جنھیں نبی کا جوار پسند آگیا تھا اور اس کی محبت نے انھیں ان نصیبوں سے غافل کر دیا تھا جہاں دوسرے جا پہنچے تھے۔ گاؤں والوں نے آنے والوں کو مرحبا کہا اور پوچھا کہ ان کے اس پراگندہ اور بکھرے ہوئے گاؤں کس لئے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا ہمیں اس شخص کی ملاقات کا شوق ہے اور جو افادے اس کی ذات سے ہو رہے ہیں اس میں ہم تمہارے شریک ہونا چاہتے ہیں۔ انھوں نے تخلیہ کا وقت پوچھا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اسے تم لوگوں کی ملاقات سے روک سکے، وہ نبی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اسے ایسے لوگوں کے درمیان جو ہیبت سے اپنی نگاہیں نیچے کئے ہوئے تھے اس طرح بیٹھے ہوئے پایا کہ سرینیں زمین پر تھیں اور ران اور پنڈلیاں شکم سے ملی ہوئیں اور دونوں ہاتھوں ان پر حمائل تھے۔ ساتوں اشخاص نے انھیں دیکھا تو عبرت پذیر ہوئے اور ان پر ہیبت طاری ہوئی، مگر ان کے ساتھ جو فلسفی تھا اس نے خود پر قابو رکھا اور اپنے احساس کو متہم کرتا رہا، اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنا معاملہ صاف کرلے۔ داخل ہونے والی جماعت نے انھیں سلام کیا، نبی نے سلام کا جواب کمزور سا دیا۔ ان پر اونگھنے اور حیرت کی کیفیت طاری تھی، اونگھنے کی کیفیت اور بڑھ گئی حتی کہ پشت اور کمر کا کپڑا کھل جانے کے قریب ہو گیا، ارد گرد بیٹھنے والوں کے سامنے جب پیش آنے والی کیفیت صاف ظاہر ہو گئی تو انھوں نے نگاہیں نیچی کرلیں اور نمازیوں کی طرح کھڑے ہو گئے۔ نبی نے فرمایا "اے گنہگار کے قاصدو! جو میری دنیا کے ایک حصّہ پر قابض ہوا مگر جسمانی بھلائیوں کے بازار میں اسی نے صرف اپنی تعمیر پر نگاہ رکھی، اور اس طرح اس حصّہ کو اپنی خواہشات کی بدولت فساد کی راہ پر ڈال دیا اور راستہ اس شخص کا اختیار کیا جسے پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغ کا ایک حصّہ سپرد کیا گیا مگر باغ کا پانی اپنے حصّہ سے زیادہ اپنی جانب موڑ لیا ہو، اور گمان یہ رکھا کہ وہ باغ کی اصلاح و تعمیر کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کے حصّہ سے جو پانی زیادہ رہا، اس نے باغ کے پھلوں اور پھولوں کو کم کر دیا اور اس باغ کے ایک ایک جزیرہ کے درخت خشک ہو گئے، اور پودے خشک ہو کر پھٹ گئے۔"

ساتوں اشخاص نے جب یہ کلام سُنا تو بیخود ہو کر حاضرین کے ساتھ نمازیوں کی طرح کھڑے ہو گئے۔ فلسفی نے کہا میں تمام سے الگ تھلگ ایک جگہ بیٹھا رہا۔ تاکہ معاملہ صاف کر لوں، اور اس نبی کے عجائبات دُور تک تلاش کر لوں، نبی نے مجھے پکار کر کہا:

" اے اپنی ذات سے خوشگمان! اے وہ کہ جسے زیادہ سے زیادہ صرف یہ ملا ہے کہ اس نے جزئی محسوسات اور کلی معقولات کے درمیان اپنا راہوار فکر دوڑایا اور ان سے ایک ایسا علم مستنبط کیا جس کے ذریعہ محسوسات کی طبیعتوں اور اس سے متصلہ اشیاء سے واقف ہو سکا اور پھر اسے یہ گمان ہو گیا کہ اس علم کے ذریعہ وہ ہر علت و معلول تک پہنچ کر رہے گا، تو مجھ تک اس راہ سے نہیں پہنچ سکتا، ہاں اس چیز کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے جسے تو نے میرے اور میرے اخلاق کے درمیان رکھ کر میرا ارادہ معلوم کرنے کے لئے قائم کیا ہے۔ لہٰذا اپنی تمام تر توجہ اسی استدلال پر مرکوز رکھو، جب یہ استدلال مل جائے تو اسی کی جانب اپنی فالتو معلومات لوٹاؤ۔ اس طرح تم میرے فیض سے اسے اس چیز کا محمول بنا دو گے جس کے ذریعہ تم اس کے اور غیروں کے درمیان امتیاز کر سکو گے اور اسے ایسی علامت بنا دو گے جسے وہ مخلصین حق کے فہم و ذکار کے رُو برُو رکھ سکے گا۔"

اس کے بعد نبی رُک گئے؛ انھوں نے اپنی نگاہ کو تیز کیا، چنانچہ ارد گرد رہنے والے اپنی پہلی حالت پر آ گئے، شام کے وقت میں دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے ساتھیوں اور ساتوں اشخاص کو کچھ زاہدانہ کلام سے مخاطب کر رہے تھے۔ اس خطاب میں آپ انھیں جسم کی اطاعت سے منع فرما رہے تھے۔ جب گفتگو ختم ہو گئی تو میں نے آپ سے کہا، آج کے دن شروع میں میں نے آپ کی گفتگو سُنی ہے، میں مزید کا خواہشمند ہوں، آپ نے فرمایا تم نے جو کچھ سُنا ہے اس کی تصویر میرے دل میں اُتار دی گئی تھی اور زبان سے اسے کہلوایا گیا تھا میرا کام اس باب میں صرف پہنچا دینا تھا۔ اگر کچھ بات رہ گئی ہے تو جلد ہی اس سے واقف ہو جاؤ گے۔ میں نے آپ کے یہاں تین دن قیام کیا، اس عرصہ میں ساتوں اشخاص کو وطن واپس کرنے کی تدبیر کرتا رہا مگر وہ سب انکار کرتے رہے۔ چوتھے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنی جگہ بیٹھتے ہی دیکھا کر ان پر وہ کیفیت طاری ہو گئی جو پہلے دن کی ملاقات میں طاری ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ گویا ہوئے:

"اے گنہگار کے قاصد! جس نے اس گنہگار کی جانب رجوع کرنے میں دیر کی، اپنے وطن کو واپس جا، تو اپنے مالک کو نہ پائے گا، میں اس کی جگہ اس شخص کو لاؤں گا جو اپنے قبضہ و قدرت میں آنے والے حصہ کو دُرست کر دے گا۔"

میں آپ کے یہاں سے چل کر اپنے ملک آیا تو دیکھا کہ مالک چل بسا ہے اور اس کی جگہ عنان حکومت خاندان مارینوس کے ایک بوڑھے شخص نے سنبھال لی ہے۔ اس نے مظالم کو دُور کیا، اور ارواح انسانی کو طاری شدہ فارغ البالی اور بیکاری سے نجات دی۔

میں کہتا ہوں کہ معرکۂ بدر میں جہاں مسلمانوں اور مشرکین قریش کی مڈبھیڑ ہوئی تھی مشرکین کا

سربراہ ابو سفیان تھا، ان کی تعداد ایک ہزار نو سو کے مابین تھی۔ اور مسلمانوں کی تعداد اس معرکہ میں تین سو تیرہ تھی، مگر اللہ نے اسلام کو قوت بخشی اپنے نبی کی نصرت فرمائی، مشرکوں کو شکست ہوئی۔ مقتولین میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے، ان کی ایک جماعت گرفتار ہوئی۔ بعضوں نے تو خود کو رہا کرا لیا بعضوں کو اللہ کے نبی نے قتل کر دینے کا حکم دیا۔ گرفتار ہونے والوں میں عقبہ بن ابی معیط، اور نضر بن حارث بن کلدہ تھے، بدر سے واپس ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قتل کر دیا۔

مجھ سے شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن حسن بن محمد کاتب بغدادی ابن کریم نے، انھوں نے کہا ہم سے ابو غالب محمد بن مبارک بن محمد بن محمد بن میمون نے حدیث بیان کی، انھوں نے ابوالحسن علی بن احمد بن حسین بن محمویہ شافعی یزدی سے، انہوں نے ابو سعد احمد بن عبدالجبار بن احمد بن ابو قاسم صیرفی بغدادی سے، انہوں نے ابو غالب محمد بن احمد بن سہل بن بشران نحوی واسطی سے، انھوں نے ابو حسین علی بن محمد بن عبدالرحیم بن دنیار کاتب سے، انہوں نے ابوالفرج علی بن حسین بن محمد کاتب اصفہانی سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن جریر طبری نے، وہ فرماتے ہیں ہم سے ابن حمید نے وہ فرماتے ہیں ہم سے سلمہ نے حدیث بیان کی، وہ محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن رومان نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط کو باندھ کر قتل کیا، آپ نے عاصم بن ثابت بن ابی افلح انصاری کو حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی گردن ماردی۔ اس کے بعد بدر سے واپس ہوئے اور بمقام صفراء پہنچے تو نضر بن حارث بن کلدہ ثقفی کو جو بنو عبدالدار کا ایک فرزند تھا قتل کیا، آپ نے علی بن ابی طالب کو اس کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا۔ قتیلہ بنت حارث نے اس کا مرثیہ کہا ہے۔ جس کے اشعار حسب ذیل ہیں:

یا راکباً ان الأثیل مظنته — من صبح خامسة وأنت موفق
بلّغ به میتاً فان تحیة — ما ان تزال بها الرکائب تخفق
منی الیه وعبرة مسفوحته — جادت بدرتها واُخری تخنق
فلیسمعن النضران نادیته — ان کان یسمع میت اُو ینطق
ظلّت سیوف نبی اُبیه تنوشه — لله أرحام هناک تمزق
صبرا یقاد الی المنتیه مستعبا — رسف المقید وهو عان موثق
أمحمد ولأنت نسل نجیبة — فی قومها والفحل فحل معرق
ماکان ضرک لو مننت وربما — منّ الفتی وهوا لمغیظ المحنق
والنضر أقرب من أخذت بزلة — واُحقهم ان کان عتق یعتق

لوكنت قابل فدية لفدية   بأعز مايفدىٰ به من نيفق

—— اے سوار! مرد اصیل پانچویں دن کی صبح کو تجھے ملے گا، اللہ تجھے توفیق دے۔

—— اے بحالت مردہ پیغام پہنچادے کہ میری سلامی قافلے برابر لے کر حرکت میں ہیں۔

—— کچھ اشک ہیں کہ رواں ہیں، کچھ اشک ہیں کہ گھٹ گئے ہیں۔

—— پکاروں تو نضر سن لے، اگر کوئی مردہ سنتا یا بولتا ہو۔

—— اس کے ابّا جان کے بیٹوں کی تلواریں اس پر چل رہی تھیں وہ کیا رحم تھے جنھیں تار تار کیا جا رہا تھا۔

—— محمد! آپ تو اپنی قوم کی ایک شریف خاتون کی اولاد ہیں، باپ بھی خاندان والا تھا۔

—— کیا نقصان تھا اگر احسان کر دیتے۔ گاہ جواں مرد غیظ و غضب کی حالت میں بھی احسان کر دیتا ہے۔

—— کسی لغزش جنھیں آپ نے گرفتار کیا ان میں نضر تو بیحد قریبی تھا اور رہا ہونے والوں میں سب سے زیادہ حقدار۔

—— اگر آپ فدیہ قبول کرتے تو سب سے قیمتی فدیہ دے کر اسے چھڑا لیتی۔

ابوالفرج اصفہانی فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ بات قتل کرنے سے پہلے سنی ہوتی تو قتل نہ کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے یہ اشعار نرم اشعار میں سب سے شریفانہ، پاکیزہ، ٹھوس اور دانشورانہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آپ نے نضر بن حارث کا قتل مقام صفرا تک اس لئے مؤخر فرمایا کہ غور و فکر کر لیں مگر قتل ہی صحیح سمجھا گیا چنانچہ اس کا آپ نے حکم دیا۔

ایک روایت میں والنضر اقرب من اخذت بزلتہ کے بجائے والنضر اقرب من قتلت قرابۃ ہے۔ یعنی جنھیں آپ نے قتل کیا ہے ان میں نضر زیادہ قرابت رکھتے تھے، نقیلہ اشارہ کر رہی ہے کہ آپ کی قرابت حاصل تھی۔ واقعۂ بدر ۲ھ میں پیش آیا۔ بدر ایک جگہ ہے، یہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ شعبی فرماتے ہیں بدر ایک کنواں ہے جو بدر نامی ایک شخص کا تھا۔ اسی سے معرکۂ بدر ماخوذ ہے۔ مقام صفرا بدر سے سترہ میل اور مدینہ سے تین شب کی اطمینانی مسافت پر واقع ہے۔

ابن ابی رمثہ تمیمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک طبیب تھا۔ فن جراحت کے مطابق جراحی کرتا تھا۔ نعیم نے ابن ابی عبینہ سے، اس نے ابن الجبر سے، اس نے تعیط سے، اس نے ابن ابی رمثہ سے روایت کی ہے،

وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے شانوں کے درمیان خاتم دیکھ کر میں نے کہا میں ایک طبیب ہوں، اجازت دیں تو اس کا علاج کر دوں۔ آپ نے فرمایا "تو ایک رفیق ہے، طبیب تو اللہ ہے"۔ سلیمان بن حسّان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے یہ تعلیم دی کہ تو محض ہاتھ کا رفیق ہے، کیوں کہ وہ علم طب میں ماہر نہ تھا، یہ بات آپ کے اس قول "طبیب تو اللہ ہے" سے ظاہر ہوتی ہے۔

عبدالملک بن الجبر کنانی

ایک صاحب علم اور ماہر طبیب تھا۔ ابتدا میں اسکندریہ میں قیام کیا یہاں اسکندرانی حکماء کے بعد اس نے علوم حکمیہ کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا۔ اس وقت ملک عیسائی بادشاہوں کے ہاتھوں میں تھا۔ ان کے بعد مسلمانوں کی حکومت جب یہاں قائم ہوئی تو ابنِ الجبر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ جب کہ خلیفہ ہونے سے پہلے گورنر تھے اسلام قبول کیا۔ اور صفر ۹۹ھ میں جب آپ سریر آرائے خلافت ہوئے تو درس و تدریس کا سلسلہ اس نے انطاکیہ اور حران منتقل کیا اور وہ تمام ملکوں میں پھیل گیا۔ عمر بن عبدالعزیز ابن الجبر سے علاج کراتے تھے، فن طب کے اندر وہ آپ کا معتمد خاص تھا۔ الحمش نے ابن الجبر سے اس کا یہ قول روایت کیا ہے "جب تک تمہارا جسم مرض برداشت کرتا ہے دوا نہ کرو" یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ماخوذ ہے "جب تک قوت برداشت ہو اپنا مرض لے کر چلتے رہو" سفیان نے ابن الجبر سے اس کا یہ قول بیان کیا ہے "معدہ جسم کا حوض ہے اور رگیں اس میں کھلتی ہیں، چنانچہ جو چیز صحت و سلامتی کے ساتھ اس حوض میں داخل ہوتی ہے وہ صحت و سلامتی سے باہر بھی نکلتی ہے اور جو شے بیماری کے ساتھ داخل ہوتی ہے وہ بیماری کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔

ابن اثال

دمشق کا ایک ترقّی یافتہ اور ممتاز طبیب تھا۔ یہ عیسائی مذہب کا حامل تھا۔ معاویہ بن ابوسفیان جب دمشق پر قابض ہوئے تو اسے اپنی ذات کے لیے منتخب کیا اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ وہ اسے اکثر طلب کرتے، شب و روز اس سے گفتگو کرتے اور اس پر یقین و اعتماد رکھتے تھے۔ ابن اثال ادویہ مفردہ و مرکبہ اور ان کی قوتوں سے واقف تھا، جن دواؤں کے اندر سم قاتل ہوتا ان سے بھی واقفیت رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ معاویہ اسے مقرب رکھتے تھے۔ معاویہ کے زمانہ میں اکابرین اور امراء مسلمین کی ایک بڑی جماعت زہر سے ہلاک ہوگئی

اس طرح کا ایک واقعہ ہم سے ابو عبداللہ محمد بن حسن بن محمد کاتب بغدادی بن کریم نے وہ کہتے ہیں ہم سے ابو غالب محمد بن مبارک بن محمد بن محمد بن میمون نے بیان کیا، انھوں نے اس کی روایت ابوالحسن علی بن احمد بن حسین بن محمویہ شافعی یزدی، انھوں نے ابوسعد احمد بن عبدالجبار بن احمد بن ابو قاسم صیرفی بغدادی سے، انھوں نے ابو غالب محمد بن احمد بن سہل بن شیران نحوی واسطی سے، انھوں نے ابوالحسین علی بن محمد بن عبدالرحیم بن دینار کاتب سے انھوں نے ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی کاتب سے روایت کی، وہ اپنی مشہور کتاب "الأغانی الکبیر" میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بچا نے خبر دی وہ فرماتے ہیں ہم سے احمد بن حرث خزاز نے، وہ فرماتے ہیں ہم سے مدائنی نے بیان کیا وہ ایک حجازی شیخ سے وہ زید بن رافع موی مہاجر بن خالد بن ولید سے وہ ابوذئب سے وہ ابوسہیل سے روایت کناں ہیں کہ معاویہ نے جب یزید کے لیے معاہدہ لینا چاہا تو اہل شام سے کہا "امیرالمومنین کی عمر دراز، جلد پتلی اور ہڈیاں باریک ہو چکی ہیں اور موت قریب آچکی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کسی کو تمھارا خلیفہ بنا دیں، تمھارا کیا خیال ہے کس کو بنا دیں؟" اہل شام نے کہا "عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو" وہ خاموش ہو گئے، اور اس خیال کو ذہن میں پوشیدہ رکھا پھر چپکے سے ابن اثال کو عبدالرحمٰن کے یہاں روانہ کیا جس نے انھیں زہر پلا کر مار ڈالا۔

عبدالرحمٰن کے بھتیجے خالد بن مہاجر بن خالد بن ولید کو مکہ میں اس حادثہ کا علم ہوا یہ اپنے بچا کے بارے میں سب سے بری رائے رکھتے تھے، کیوں کہ ان کے والد مہاجر معرکۂ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور عبدالرحمٰن بن خالد معاویہ کے ساتھ۔ خالد بن مہاجر اپنے والد کے مسلک پر ہاشمی المذہب تھے۔ بچا عبدالرحمٰن کے قتل کے بعد ایک دفعہ خالد کے پاس عروہ بن زبیر کا گزر ہوا تو انھوں نے کہا "خالد! تو نے شام میں اپنے بچا کی ہڈیوں کا گودا ابن اثال کے لئے چھوڑ رکھا ہے اور خود مکہ میں ازار گھسیٹتے پھر رہے ہو اور کبر و رعونت کا مظاہرہ کر رہے ہو، خالد گرم ہو گئے، انھوں نے اپنے ایک مولی نافع نامی کو بلایا حادثہ کی خبر دی۔ اور کہا ابن اثال کو قتل کرنا ضروری ہے، نافع نہایت جری اور بہادر تھا۔ چنانچہ دونوں چل کر دمشق پہنچے۔ اس وقت ابن اثال معاویہ کے پاس شام کا وقت گزار رہا تھا۔ خالد اس کی تاک میں مسجد دمشق کے ایک ستون کے پاس اور غلام ایک دوسرے ستون کے پاس بیٹھا۔ ابن اثال جب نکلا تو خالد نے نافع سے کہا خبردار! تو خود اس سے تعرض نہ کرنا۔ میں اسے ماروں گا۔ البتہ میری پشت کی حفاظت کرو اور پیچھے سے کسی کو نہ آنے دو۔ اگر کوئی پیچھے سے حملہ آور ہو تو جو چاہے کرنا۔ ابن اثال جب سامنے آیا تو خالد نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ابن اثال کے ساتھ جو لوگ تھے وہ خالد پر حملہ آور ہوئے مگر نافع نے انھیں للکارا چنانچہ سب منتشر ہو گئے۔ خالد اور نافع روانہ ہوئے، ابن اثال کے ساتھ جو لوگ تھے انھوں نے پیچھا کیا، اور انھیں گھیرے میں لیا تو دونوں ان پر حملہ آور ہوئے، اس پر وہ بھاگ کر منتشر ہو گئے، خالد اور نافع ایک تنگ گلی میں داخل ہوئے اور لوگوں کی دست برد سے باہر نکل گئے۔ معاویہ کو خبر ہوئی تو کہا یہ خالد بن مہاجر ہے، ذرا اس گلی کو دیکھنا جس میں وہ داخل ہوا ہے۔ چنانچہ اس کو تلاش کر کے گرفتار کیا گیا۔ معاویہ کے روبرو پیش کیا گیا تو معاویہ نے کہا "ایسے ملاقاتی کو اللہ جزائے خیر نہ دے، تو نے میرے طبیب کو قتل کر دیا؟" خالد نے کہا "مامور کو قتل کیا ہے، ابھی آمر کا قتل باقی ہے"۔ معاویہ نے کہا "تجھ پر اللہ کی لعنت۔ بخدا! ایک بار بھی گواہی دی گئی ہوتی تو اس کے عوض میں تجھے قتل کر دیتا۔ تمھارے ساتھ نافع ہے؟" خالد نے کہا "نہیں" معاویہ نے کہا "کیوں نہیں، بخدا تمھیں جرأت محض اسی کی وجہ سے ہوئی ہے۔" اس کے نافع کو تلاش کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ گرفتار کر کے لایا گیا۔ معاویہ نے اسے سو کوڑے مارے، خالد کے ساتھ بس اتنا کیا کہ انھیں قید میں ڈال دیا۔ اور بنو مخزوم پر ابن اثال کی دیت بارہ ہزار درہم عائد کی، جس میں سے چھ ہزار بیت المال میں داخل کی اور چھ ہزار خود لیے، معاہد کی دیت اسی طرح لی جانے لگی، حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز حکمراں ہوئے تو سلطان کا حصہ باطل قرار دیا اور بیت المال کا حصہ برقرار رکھا۔ راوی کہتا ہے معاویہ نے جب خالد بن مہاجر کو قید کیا تو قید خانہ میں اس نے یہ اشعار پڑھے:

اما خطای تقاربت　　مشی المقیں فی الحصار
فیما امشی فی الابا　　طم یقتفی اثری ازاری
دع ذا ولکن ھل تری　　نارا تشب بذی مرار
ما ان تشب لقرة　　بالمصطلین ولا قتار
مابال لیلک لیس ینقص طولھا　　طول النھار
أتقاصر الأزمان أم　　غرض الأسیر من الاسار

— میرے قدم قریب ہو گئے ہیں، جیسے حصار میں کوئی قیدی چلے۔
— وادیوں میں چلتا تھا تو میرے نشانات کے پیچھے میرا ازار چلتا تھا۔
— مگر اسے چھوڑو، کیا ذومرار پر بڑھکتی ہوئی کوئی آگ نظر آ رہی ہے۔
— یہاں کوئی آگ گرمی حاصل کرنے والوں کی ٹھنڈک کے لئے بڑھکتی ہے نہ دھواں کے لئے۔
— تیری شب کو کیا ہو گیا ہے کہ پورے دن کا طول کم نہیں ہوتا۔
— کیا زمانے گھٹ گئے ہیں یا اسیر بیڑیوں سے بیزار ہو گیا ہے۔

راوی کہتا ہے یہ اشعار معاویہ کو پہنچے تو انھوں نے انھیں رہا کر دیا۔ چنانچہ وہ مکہ واپس آئے یہاں عروہ بن زبیر سے ملاقات ہوئی تو کہا "ابن اثال کو تو میں نے قتل کر دیا مگر یہ ابن جرموز بصرہ میں زبیر کی ہڈیوں کا گودا نکال رہا ہے، غیرت ہو تو اسے قتل کر دو، عروہ نے اس کی شکایت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام

سے کی تو اس نے قسم دلا کر کہا کہ تم ایسا نہیں کرو گے چنانچہ عروہ نے ایسا ہی کیا۔

زبیر بن عوام معرکۂ جمل میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے۔ انھیں ابن جرموز نے قتل کر دیا تھا۔ اسی لئے خالد بن مہاجر عروہ بن زبیر کو عار دلاتے ہوئے ابن جرموز کو قتل کر دینے کا اشارہ کر رہا ہے۔ اس حقیقت کی تائید اس مرثیہ سے ہوتی ہے جو زبیر بن عوام کی اہلیہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن جفیل نے قتل کے بعد کہا تھا:

غدر ابن جرموز بفارس بہمۃ　　یوم اللقاء وکان غیر معرد
یا عمر ولو نبہتہ لوجدتہ　　لا طائشا رعش الجنان ولا الید
اللہ ربک ان قتلت لمسلماً　　وجبت علیک عقوبۃ المتعمد
ان الزبیر لذو بلاء صادق　　سمح سجیتہ کریم المشہد
کم غمرۃ خاضہا لم ثینہ　　عنہا طرادک یا ابن فقع القردد
فاذہب فما ظفرت یداک بمثلہ　　فیما مضی مما یروح ونغتدی

—— مڈبھیڑ کے دن ابن جرموز نے بہادر شہسوار کے ساتھ غداری کی، یہ مدمقابل سے بھاگنے والا نہ تھا۔
—— عمرو! جگا کر دیکھو تو اسے کمزور ہلکا نہ پاؤ گے کہ دل و دست سب کانپ رہے ہوں۔
—— غضب ہے تو نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا، تیرے اوپر قتل عمد کی سزا واجب ہے۔
—— زبیر سچا کارنامہ انجام دینے والے، وسیع الاخلاق اور سماج میں ایک شریف انسان تھے۔
—— کتنے معرکوں میں وہ کود پڑے انھیں تم جیسے ذلیل زادے موڑ نہ سکے۔
—— جاؤ کہ ماضی میں اس جیسی شخصیت پر تمھارے ہاتھ قابو نہ پا سکے۔

کتاب الامثال میں ابو عبید قاسم بن سلام فرماتے ہیں کہ معاویہ بن ابو سفیان کو اندیشہ تھا کہ عوام عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کی جانب مائل ہو جائیں گے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بیمار پڑے تو طبیب نے انھیں شہد کا شربت پلایا جس میں زہر تھا۔ جس سے وہ چل اٹھے۔ اس وقت معاویہ نے کہا "اب کام رہ گیا ہے تو بس یہ کہ تم جسے ناپسند کرتے ہو اسے قتل کر کے تمھاری راہ سے ہٹا دوں" اشتر نخعی کو شہد کا شربت پلا کر جس میں زہر شامل تھا جب قتل کر دیا گیا تو اس وقت بھی معاویہ نے کہا تھا "اللہ کی کچھ افواج ہیں، ان میں ایک فوج شہد کی ہے" تاریخ ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی سے منقول ہے کہ ۳۸ھ میں جب محمد بن ابی بکر قتل ہو گئے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اشتر کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا۔ معاویہ کو ان کی روانگی معلوم ہوئی تو چپکے سے عریش کے ایک دہقان کو کہلا بھیجا کہ اشتر کو قتل کر دو گے تو بیس سال تجھ سے خراج نہ لیا جائے گا۔ دہقان اشتر کے ساتھ حسن ضیافت سے پیش آیا اور پوچھا کون سا شربت آپ کو پسند ہے۔ کہا گیا شہد کا۔

اس نے کہا میرے برقہ کا شہد ہے۔ چنانچہ اس میں زہر ڈال کر پیش کیا پینے کے بعد اشتر کا انتقال ہو گیا۔ معاویہ کو خبر ملی تو کہا "ہاتھوں اور مُنہ کے بل گرے"۔

تاریخ طبری کے اندر وارد ہے کہ معاویہ کے زمانہ میں حسن بن علی زہر سے جاں بحق ہوئے۔ معاویہ جیسا کہ کہا جاتا ہے حسن تدبیر سے کام لیتے تھے۔ انھوں نے جعدہ بنت اشعث بن قیس کے یہاں جو حسن رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں دسیسہ کاری کی، ان سے کہا اگر حسن کو قتل کر دو گی تو یزید سے تجھے بیاہ دوں گا۔ حسن کی وفات ہو گئی تو جعدہ نے معاویہ سے عہد پورا کرنے کا مطالبہ کیا، مگر جواب میں انھوں نے کہا "یزید کو میں نہیں دے سکتا" کثیر نے حسن رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہا ہے:

یا جعد بکیہ ولا تسأمی　　بکاء حق لیس بالباطل
ان تشتری المیت علی مثلہ　　فی الناس من حاف ومن ناعل

—— جعد! انھیں روؤ، اور بیزار نہ ہو۔ سچائی کے ساتھ روؤ۔
—— تمام لوگوں میں اس جیسے مردہ پر رونا بے جا نہیں ہے۔

عوانہ بن حکم کہتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی موت سے پہلے معاویہ نے مدینہ میں اپنے گورنر مروان بن حکم کو لکھا کہ حسن بن علی کی خبر پہنچانے کے لئے میرے اور اپنے درمیان سواری کا انتظام رکھنا۔ راوی کہتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں مروان نے ان کی موت کی خبر لکھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ جب معاویہ کے یہاں آتے تو انھیں اپنے تخت پر بیٹھاتے تھے۔ معاویہ نے لوگوں کو اجازت دی چنانچہ یہ سب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ ابن عباس آئے تو معاویہ نے انھیں سلام کرنے کی مہلت بھی نہ دی اور کہا "ابن عباس! آپ کو حسن بن علی کی موت کی خبر ملی؟ انھوں نے کہا نہیں۔ معاویہ نے کہا، ہمیں ان کی موت کی خبر موصول ہوئی ہے، ابن عباس نے انا للہ پڑھا اور کہا "معاویہ! ان کی موت سے تمھاری عمر میں اضافہ ہو گا نہ ہی ان کا عمل تمھارے ساتھ تمھاری قبر میں جائے گا۔ ان سے بھی بڑی مصیبت ہم پر آ چکی ہے، ان کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں صبر دیا اور آپ کے بعد ہمیں ہلاک نہیں کیا۔" معاویہ نے ان سے کہا "ابن عباس! بیٹھ جائیں۔" مگر انھوں نے جواب دیا "آج بیٹھنے کا دن نہیں ہے" حسن رضی اللہ عنہ کی موت پر معاویہ نے خوشی کا اظہار کیا تو قثم بن عباس نے حسب ذیل اشعار کہے:

اصبح الیوم ابن ہند شامتا　　ظاہرا نخوۃ ان مات حسن
رحمۃ اللہ علیہ انہ　　طال ما اشجی ابن ہند واذن
ولقد کان علیہ عمرہ　　عدل رضوی شبیر وحضن

واذا ۲ قبل حیا رافعا — صوتہ والصد ریغلی بالاحن

فارتع الیوم ابن ھند آمناً — إنما یغمص بالعیر السمن

واتق اللہ واُحدث توبۃ — ان ما کان کشئ لم یکن

—— آج ہند کا بیٹا ہنس رہا ہے، نخوت سے پھولا ہوا ہے کہ حسن چل بسے۔

—— ان پر اللہ کی رحمت، کہ عرصہ تک وہ ہند کے بیٹے کے لئے غم و آلام کا باعث رہے۔

—— عمر بھر وہ ہند کے فرزند پر رضوی — اور حضن جیسے کو ہسار بن کر رہے۔

—— جب زندگی میں باآواز بلند سامنے آتے تو سینہ میں بغض و حسد کی آگ لگ جاتی۔

—— ابن ہند! اب تو آرام سے چر و چگو، موٹاپا تو گدھوں پر طاری ہوتا ہے

—— اللہ سے ڈرو اور توبہ کرو، جو کچھ ہوا ایسا ہو جائے گا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

ابوالحکم

ایک عیسائی طبیب تھا، علاج کے اقسام اور ادویہ سے واقف تھا۔ اس کی کچھ قابلِ ذکر خدمات اور مشہور باتیں ملتی ہیں۔ معاویہ ابن ابوسفیان اس سے علاج کراتے تھے، اور کچھ مطلوبہ اغراض کے تحت ادویہ کی ترکیب میں بر اعتماد کرتے تھے۔ ابوالحکم کو طویل عمر ملی حتیٰ کہ سو سال سے تجاوز کیا۔ ابوجعفر احمد بن یوسف بن ابراہیم نے، مجھ سے انھوں نے کہا مجھ سے والد نے، انھوں نے کہا مجھ سے عیسیٰ بن حکم دمشقی طبیب نے، انھوں نے کہا مجھ سے والد نے بیان کیا، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں معاویہ بن ابوسفیان کے عہد میں یزید بن معاویہ حج کے سربراہ ہوئے تو ایک طبیب کی حیثیت سے معاویہ نے مجھے بھی ان کے ساتھ کیا۔ میں عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عبّاس کے ساتھ ان کے طبیب کی حیثیت سے روانہ ہوا۔ عبدالصمد یزید ہی کی طرح بزدل تھے۔ دونوں کی وفات میں ایک سو اور کچھ اُوپر بیس سال کا عرصہ ہے۔ یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے عیسیٰ بن حکم نے بیان کیا وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ دادا نے انھیں بتایا کہ پانی پینے سے عبدالملک بن مروان کو بخار ہو گیا، یہ اس حالت کی بات ہے جس میں ان کی وفات ہوئی تھی، انھوں نے بتایا تھا کہ بیماری کے پختہ ہونے سے جب بھی پانی پئیں گے انتقال کر جائیں گے۔ فرماتے ہیں عبدالملک نے پانی سے دو دن اور تیسرے دن کے کچھ حصّہ تک پرہیز کیا۔ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا، پاس ہیں ان کی بیٹیاں بھی تھیں۔ اتنے میں صاحبزادہ ولید داخل ہوا اور حال پوچھا، ولید کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے عبدالملک کی موت پر اسے مسرت ہو رہی ہے۔ عبدالملک نے جواب

دیتے ہوئے کہا:

ومستخبر عنا یرید بنا الردی — ومستخبرات والدموع سواجم

—— ایک ہمارا حال پوچھنے والا وہ ہے جو ہماری تباہی کا خواہاں ہے، اور کچھ حال پوچھنے والیاں ایسی ہیں کہ آنکھوں سے ان کی اشک رواں ہیں۔

پہلا مصرعہ انھوں نے ولید کی جانب رُخ کر کے پڑھا اور دوسرا بچیوں کی جانب رخ کر کے اس کے بعد پانی منگا کر پی لیا اور اسی وقت انتقال کر گئے۔

حکم دمشقی

علاج و معالجہ، طبی خدمات اور بُرائے اوصاف میں اپنے والد کے مثنی تھے۔ دمشق میں مقیم تھے، انھیں بھی لمبی عمر ملی تھی۔ ابو یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے عیسیٰ بن حکم نے بیان کیا کہ ان کے والد کی وفات ۲۱۰ھ میں ہوئی، اس وقت عبداللہ بن طاہر دمشق میں تھے۔ انھوں نے والد کی عمر پوچھی تو بتایا کہ ایک سو پانچ سال زندہ رہے، اس عرصہ میں ان کی عقل میں کوئی فتور پیدا ہوا نہ علم میں کوئی کمی واقع ہوئی۔ عبداللہ نے یہ سن کر کہا حکم نصف تاریخ زندہ رہے۔ یوسف فرماتے ہیں مجھ سے عیسیٰ نے بیان کیا کہ وہ اپنے والد حکم کے ساتھ سوار ہو کر شہر دمشق میں چلے تو ایک حجّام کی دکان سے گزر ہوا۔ یہاں بہت سے لوگ جمع تھے، بعض حاضرین نے ہمیں دیکھا تو کہا ہٹ جاؤ، حکم طبیب اور ان کے فرزند عیسیٰ آرہے ہیں، لوگ ہٹ گئے تو دیکھا کہ حجام نے ایک شخص کی رگ باسلیق کی فصد کھول دی ہے اور فصد کا منہ بیحد کشادہ کر دیا ہے۔ باسلیق شریان پر واقع تھی۔ حجام رگ کو اچھی طرح معلق نہ کر سکا تھا، چنانچہ نشتر شریان کو لگ گیا تھا، خون روکنے کی حجام کے پاس کوئی ترکیب نہ تھی۔ ہم نے اسے بند کرنے کے لئے پٹیاں، اُون اور مکڑی کے جالے استعمال کئے مگر پھر بھی خون بند نہ ہوا۔ والد نے مجھ سے تدبیر پوچھی، میں نے کہا کچھ تدبیر سمجھ میں نہیں آتی، آپ نے ایک پستہ منگوایا اسے توڑ کر اندر کی شے پھینک دی اور چھلکے کا ایک نصف لے کر مقام فصد پر رکھا پھر ایک موٹے کتانی کپڑے کا کنارہ لیکر پستے کے چھلکے کے اُوپر مقام فصد پر اس قدر سختی سے لپیٹا کہ شدّت سے مریض چیختا رہا، اس کے بعد اسے سختی سے باندھ دیا۔ اور حکم دیا کہ مریض کو بُردی نہر کے پاس لے چلیں، یہاں اس کا ہاتھ پانی میں داخل کیا، جگہ کو استوار کر کے مریض کو سلا دیا۔ اور اسے بیضہ نیمبرشت کی زردی چاٹنے کا حکم دیا۔ یہاں اپنے ایک شاگرد کو متعین کر دیا اور حکم دیا کہ مریض پانی سے ہاتھ نکالنے نہ پائے۔ مقام فصد پانی کے اندر رہے، صرف نماز کے وقت یا موت کے اندیشہ ہی سے باہر نکالے۔ ٹھنڈک کی شدّت سے موت کا اندیشہ ہو تو

تھوڑی دیر کے لئے نکالے پھر داخل کر دے۔ شب بھر یہ عمل جاری رہا۔ پھر حکم دیا کہ مریض گھر لایا جائے، پانچ دن سے پہلے مقام فصد کو ڈھانکنے اور پٹی کھولنے سے منع کر دیا۔ ایسا ہی کیا گیا، تیسرے دن وہ مریض کے پاس آئے تو دیکھا کہ بازو اور ہاتھ میں سخت ورم آگیا ہے۔ چنانچہ پٹی کچھ ڈھیلی کر دی، اور مریض سے کہا "ورم موت سے زیادہ آسان ہے" پانچویں دن والد نے پٹی کھول دی، اس وقت ہم نے دیکھا کہ پستہ کا چھلکا مریض کے گوشت سے چپکا ہوا ہے۔ والد نے مریض سے کہا "اس چھلکے کی بدولت تجھے موت سے نجات ملی ہے، خود بخود اکھڑنے سے پہلے اسے اکھاڑ دوگے تو خود کو ضائع کر دوگے۔ عیسیٰ فرماتے ہیں کہ ساتویں دن چھلکا الگ ہو گیا اور اس جگہ پستہ کی بناوٹ کا خشک خون باقی رہ گیا۔ والد نے اسے چھیڑنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اردگرد نہ رگڑیں نہ خون کا کوئی حصہ الگ کریں، خون برابر جھڑتا رہا حتیٰ چالیس دن سے کچھ زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد مقام فصد کھل گیا اور مریض صحت یاب ہو گیا۔

عیسیٰ بن حکم دمشقی

مسیح کے لقب سے مشہور ہوا، کناش کبیر کے مؤلف کی حیثیت سے معروف ہے۔ یہ کناش اسی کی جانب منسوب ہے۔ یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے عیسیٰ بن حکم نے بیان کیا کہ رشید کی ام ولد غضیض کو قولنج کی شکایت ہوئی تو اسے بلایا، اسی کے ساتھ ابخ اور طبری جاسبوں کو بھی طلب کیا۔ عیسیٰ سے اس نے علاج کے بارے میں دریافت کیا، عیسیٰ فرماتے ہیں میں نے اسے بتایا کہ حقنہ کے ذریعہ جلد علاج نہیں کر دیا جائے تو قولنج مستحکم ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مریض ہلاکت سے بچ نہیں سکتا۔ ابخ اور طبری سے اس نے کہا کوئی ایسا وقت بتاؤ جس میں علاج کرسکوں، ابخ نے اس سے کہا "تیسری یہ بیماری ان بیماریوں جیسی نہیں ہے جس کا علاج نجومیوں کے وقت کا انتظار کرے۔ میرے خیال میں کوئی کام کرتے سے پہلے تجھے جلد علاج کر لینا چاہیے۔ عیسیٰ بن حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ ابخ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس نے طبری کی رائے معلوم کی تو اس نے کہا آج قمر زحل کے ساتھ ہے، کل وہ مشتری کے ساتھ ہوگا۔ میرے خیال میں تمہیں علاج قمر کے مشتری کے ساتھ ہونے تک مؤخر کر دینا چاہیے۔ ابخ نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ مشتری تک قمر کے پہنچنے تک قولنج کا اثر اس حد تک ہو چکا ہوگا کہ پھر کسی علاج کی ضرورت نہ ہوگی۔ غضیض اور اس کی بیٹی ام محمد نے اس سے بدشگون لیا اور ابخ کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا، اور طبری کی بات مان لی، مگر غضیض قمر کے مشتری تک پہنچنے سے پہلے وفات پاگئی۔ قمر مشتری تک پہنچا تو ابخ نے ام محمد سے پوچھا علاج کے لیے طبری نے جو وقت مقرر کیا تھا وہ آچکا ہے، مریض کہاں ہے، اس کا ہم علاج کریں گے۔ اس کی اس بات سے اسے اور غصہ آیا اور اس کے

باب میں موت تک ہمیشہ بڑا خیال رکھتی رہی۔

یوسف فرماتے ہیں۔ ۲۲۵ھ میں دمشق میں عیسیٰ بن حکم کے گھر آیا، اس وقت مجھے شدید نزلہ تھا۔ وہ مجھے عمدہ غذائیں دیتے اور برف پلاتے، میں اس پر اعتراض کرتا اور کہتا کہ یہ غذائیں نزلہ کے لئے مضر ہیں، مگر وہ آب و ہوا کا حوالہ دے کر کہتے کہ اپنے ملک کی آب و ہوا سے میں زیادہ واقف ہوں، عراق میں مضر اشیاء دمشق میں مفید ہیں۔ چنانچہ وہی غذا لیتا جو مجھے وہ دیتے تھے۔ شہر سے نکلا تو مشایعت کے لئے وہ بھی نکلے حتیٰ کہ ہم دونوں راہب نامی مقام پر پہنچے، یہیں ہم دونوں جدا ہوئے۔ انھوں نے کہا تمہارے لئے ایک غذا تیار کی ہے جو تمہارے ساتھ جائے گی، یہ ان کھانوں کے برعکس ہے جو تم کھاتے رہے ہو۔ حکم دیتا ہوں کہ ٹھنڈا پانی نہ پینا نہ اس طرح کی کوئی غذا کھانا جو میرے گھر میں کھاتے رہے ہو۔ جو غذا مجھے وہ دیتا رہا ہے اس پر میں نے اسے ملامت کی تو اس نے کہا دانشور کے لئے یہ بہتر نہیں کہ اپنے گھر میں مہمان کے ساتھ طبی اصولوں کا لحاظ کرے، میں نے اور عیسیٰ نے دمشق میں ایک دن پیاز پر مذاکرہ کیا۔ عیسیٰ پیاز کی مذمت اور اس کے معائب بیان کرنے پر تل گئے، عیسیٰ اور سلمویہ بن بیان کا مسلک راہبوں کا تھا، وہ کسی ایسے شے کو محمود خیال نہیں کرتے تھے جو مقوی باہ ہو، ان کا خیال تھا کہ ایسی شے سے جسم تلف ہوتا ہے اور جان نکل جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے خلاف پیاز کے مقوی باہ ہونے پر دلیل قائم کرنا میرے لئے آسان نہ رہا۔ میں نے ان سے کہا "اس سفر کے دوران یعنی سرمن رائی اور دمشق کے درمیان میں نے ایک فائدہ محسوس کیا ہے" انھوں نے پوچھا "وہ کیا ہے؟" میں نے بتایا کہ بعض چشموں پر پانی پیا تو نمکین محسوس ہوا چنانچہ کچی پیاز کھا کر دوبارہ پیتا تو پانی کی نمکینیت کم محسوس ہوئی۔ عیسیٰ بہت کم ہنستے تھے مگر میری بات سن کر ہنس پڑے، پھر انھوں نے اپنی ایک بے چینی کا اظہار کیا پھر کہا "میرے لیے یہ بات نہیں سخت ہے کہ تم جب انسان اس طرح کی غلطی کرے، کیوں کہ تم پیاز کے ایک نہایت مذموم نکتہ اور سب سے بڑے عیب تک پہنچے مگر تم نے اسے خوبی قرار دی" اس کے بعد کہا "دماغ کے اندر کوئی فساد پیدا ہو جائے تو کیا حواس فاسد نہ ہوں گے۔ سمع، بصر، ذوق اور شم کی ہر حس کم ہو جائے گی؟" میں نے کہا "بات صحیح ہے۔" انھوں نے کہا پیاز کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے دماغ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے، پانی کی نمکینیت میں کمی کا احساس اسی لیے پیدا ہوا کہ پیاز نے تمہارے دماغ کے اندر فساد پیدا کر دیا تھا۔" فرماتے ہیں عیسیٰ نے راہب تک مشایعت کرتے ہوئے مجھ سے کہا اور یہ آخری گفتگو تھی جو میرے اور ان کے درمیان ہوئی۔" والد نے بعمر ایک سو پانچ سال وفات پائی۔ ان کے چہرے پر نہ کوئی تشنج پیدا ہوا، نہ چہرے کی رونق میں کمی واقع ہوئی۔ ایسا کچھ باتوں کا معمول رکھنے کی وجہ سے ہوا۔ اب میں اسے بیان کروں گا، تم اس پر عمل کرنا۔ سوکھا گوشت نہ کھانا، حمام سے نکلنے کے بعد اپنے ہاتھوں اور پیروں کو ہمیشہ حتی الامکان نہایت ٹھنڈے پانی سے دھونا۔ اسے لازم کرو، مفید رہے گا۔ چنانچہ اس باب میں جو حکم انھوں نے دیا اس کا میں نے التزام رکھا۔ البتہ گاہ گاہ سال میں کبھی سوکھے گوشت کا چھوٹا ٹکڑا چوس لیتا رہا۔

عیسیٰ بن حکم کی تصنیفات میں "کناش کتاب النافع الحیوان" ہے۔

تیاذوق

ایک فاضل طبیب تھا۔ فنِ طب میں اس کے عمدہ ملفوظات اور نوادرات ہیں۔ کافی عمر پائی۔ حکومت بنوامیہ کے آغاز میں تھا اور ان کے درمیان طبابت میں مشہور ہوا۔ حجاج بن یوسف ثقفی جو عبدالملک بن مروان کی جانب سے گورنر تھا اس کی صحبت میں بھی رہا اور فنِ طب کے ذریعہ اس کی خدمت کی۔ حجاج اس پر اعتماد کرتا تھا، اور اس کے علاج معالجے سے مطمئن تھا۔ اس کی جانب سے اسے وافر مشاہرہ ملتا تھا۔ اور حد سے زیادہ اس کے یہاں آنا جانا تھا۔ حجاج سے جو کلام اس نے کئے اس کے کچھ نمونے حسبِ ذیل ہیں:

— صرف نوجوان خاتون سے نکاح کرنا، گوشت صرف نوخیز جانور کا کھانا، دوا کسی بیماری ہی پر استعمال کرنا، میوے پختگی کے موسم میں کھانا، کھانا خوب چبا کر کھانا، دن میں کھاؤ تو سو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، شب میں کھاؤ تو چہل قدمی خواہ پچاس قدم سہی کے بعد ہی سونا۔

بعض حاضرین نے کہا جو بات کہہ رہے ہو اگر صحیح ہو تو سوال یہ ہے کہ بقراط اور جالینوس وغیرہ کیوں ہلاک ہو گئے اور کوئی ان میں باقی نہ رہا۔ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا بیٹے! سوال کیا ہے تو سنو، انھوں نے اپنی ذات کی اصلاح و تدبیر اپنے ممکنہ وسائل سے کی، مگر ان پر وہ شئے غالب آئی جس پر ان کا بس نہ تھا یعنی موت اور جو خارج سے وارد ہوئی۔ مثلاً گرمی، سردی، گر پڑنا، غرق آبی، زخم، غم وغیرہ۔

حجاج کو وصیت کرتے ہوئے تیاذوق نے یہ بھی کہا:

— کھاؤ اسی وقت جب بھوک لگے۔ جماع کی زبردستی خواہش پیدا نہ کرو۔ پیشاب نہ روکو۔ حمام سے فائدہ اٹھالو قبل اس کے کہ وہ تم سے فائدہ اٹھائے۔

— چار چیزیں عمر کو مسمار کر دیتی ہیں۔ گاہ انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ (۱) شکم پری کی حالت میں حمام کرنا۔ (۲) امتلاءِ معدی میں مجامعت کرنا۔ (۳) خشک گوشت کھانا۔ (۴) نہار منہ ٹھنڈا پانی پینا، بوڑھی عورتوں سے مجامعت کرنا ان باتوں سے زیادہ الگ نہیں ہے۔

حجاج کو دردِ سر لاحق ہوا تو تیاذوق کو بلا بھیجا۔ اس نے آ کر مشورہ دیا کہ گرم پانی سے دونوں پیر دھو کر ان پر تیل کی مالش کرو۔ حجاج کا ایک خواجہ سرا قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے کہا "بخدا! تم سے زیادہ طب میں فروتر میں نے کسی کو نہیں پایا امیر کو دردِ سر کی شکایت ہے اور تو دوا پیروں کے لئے تجویز کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ جو بات کہہ رہے ہو اس کی علامت تو خود تمہارے اندر موجود ہے۔ خواجہ سرا نے

پوچھا "وہ کیا" اس نے کہا "تمہارے دونوں خصیے نکالے گئے مگر داڑھی کے بال جاتے رہے" اس پر حجاج اور حاضرین سب ہنس پڑے۔

حجاج کو ضعفِ معدہ اور سوءِ ہضم کی شکایت ہوئی تو اس کا تذکرہ تیاذوق سے کیا۔ اس نے کہا امیر بیرونی چھلکا سمیت سرخ پستہ حاصل کرے۔ اور توڑ کر اس کا گودا استعمال کرے۔ شام کو حجاج نے اپنی داشتاؤں کو مطلع کیا کہ تیاذوق نے اس کے لئے پستہ تجویز کیا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے مغزِ پستہ سے بھری ہوئی ایک ایک سینی بھیجی۔ حجاج نے بھر پیٹ کھایا حتیٰ کہ اسے ہیضہ ہو گیا اور مرتے مرتے بچا۔ چنانچہ تیاذوق سے شکایت کی اور کہا تو نے ایک ایسی چیز تجویز کر دی جو مضر ثابت ہوئی۔ اس نے بتایا کہ کیا چیز اس نے کھائی ہے۔ تیاذوق نے کہا، میں نے تو یہ کہا تھا کہ پستہ بیرونی چھلکا سمیت حاصل کرو، اور ایک ایک کو توڑ کر بیرونی چھلکے کو چباؤ۔ اس میں عطریت اور قبض کی خاصیت ہے۔ جس سے معدہ کو قوت پہنچے گی۔ مگر تم نے خلاف ورزی کی۔ پھر اس نے عارضہ کا علاج کیا۔

ایک دن تیاذوق حجاج کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس سے پوچھا "مٹی کھانا کس طرح دوا ہے؟" تیاذوق نے کہا "امیر! آپ جیسی شخصیت کی یہ عزیمت ہے؟" چنانچہ حجاج نے مٹی پھینک دی اور کبھی نہ کھائی۔

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے تیاذوق کو دیکھا، یہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اندیشہ تھا کہ انتقال کر جائے اور اس کا کوئی بدل نہ ملے۔ کیوں کہ اپنے زمانہ کا یہ سب سے بڑا عالم اور طب میں ماہر تھا۔ بادشاہ نے کہا "کوئی ایسی چیز تجویز کر دو جس پر بھروسہ کروں اور اس کے ذریعہ اپنی ذات کی تدبیر کروں اور زندگی بھر اس پر عمل کرتا رہوں، کیوں کہ مبادا تم انتقال کر جاؤ اور تمہارے جیسا کوئی نہ ملے"۔ تیاذوق نے کہا "بادشاہ سلامت! دس باتیں پیش کر رہا ہوں، سمجھ کر ان سے اجتناب کریں گے تو مدت العمر بیمار نہ پڑیں گے:

— معدہ میں کھانا موجود ہو تو اس وقت نہ کھاؤ۔

— جن اشیاء کو تمہارے دانت چبا نہ سکیں انھیں استعمال نہ کرو۔ ورنہ معدہ ضعفِ ہضم کا شکار ہو جائے گا۔

— کھانے پر پانی دو گھنٹوں کے بعد پیو۔ کیوں کہ اصل بیماری تخمہ ہے اور اصل تخمہ کھانے پر پانی کا استعمال ہے۔

ہر دو دن کے بعد ایک بار حمام کا التزام کرو، اس طرح تمہارے جسم سے وہ شئے نکل جائے

جہاں تک کوئی دوا نہیں پہنچی۔

- جسم میں خون زیادہ پیدا کرو، اس طرح اپنی ذات کی حفاظت کر سکو گے۔
- ہر موسم میں مقئی اور مسہل لو۔
- پیشاب نہ روکو خواہ سواری پر کیوں نہ بیٹھے ہو۔
- سونے سے پہلے خود کو خالی مقام پر رکھو۔
- جماع کثرت سے نہ کرو، کیوں کہ یہ شعلۂ حیات سے چنگاری اخذ کر لیتا ہے۔
- بوڑھی عورت سے جماع نہ کرو۔ کیوں کہ اس کا انجام مرگ مفاجات ہے۔

بادشاہ نے یہ حکمات سنے تو کاتب کو حکم دیا کہ انھیں سُرخ سونے سے لکھ کر زریں مرصع صندوق میں رکھے۔ وہ ان ملفوظات کا روزانہ مطالعہ کرتا اور ان پر عمل کرتا۔ چنانچہ مدت العمر بیمار نہ پڑا۔

ابراہیم بن قاسم کاتب نے تذکرہ کیا ہے کہ حجاج نے اپنے بیٹے محمد سے کہا:

"بیٹے اصحت کے باب میں تیاذوق طبیب نے مجھے ایک وصیت کی تھی جس پر عمل پیرا رہا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ اچھا ہی رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ اس نے کہا جو وصیت میں کروں اس کے پابند رہنا بھولنا نہیں۔

- صرف ضرورت کے وقت دوا استعمال کرنا۔
- شکم میں کھانا موجود ہو تو ہرگز نہ کھانا۔
- کھانے کے بعد چالیس قدم چلو۔
- بھر پیٹ کھالو تو بائیں پہلو سونا۔
- موسم رخصت ہو رہا ہو تو اس وقت میوہ نہ کھاؤ۔
- گوشت صرف نوجوان جانور کا کھانا۔
- کسی بوڑھی عورت سے جماع نہ کرنا۔
- مسواک پابندی سے کرنا۔
- گوشت پر گوشت نہ کھانا کیوں کہ گوشت پر گوشت کھانے سے جنگلوں میں شیر تک ہلاک ہو جاتے ہیں۔

کتاب اخبار المجاج میں ابراہیم بن قاسم نے یہ بھی لکھا ہے کہ حجاج نے جب سعید بن جبیرؒ کو جو عمدہ تابعین میں تھے قتل کیا، ان دونوں کے مابین کافی گفتگو ہوئی تھی، حجاج نے حکم دے کر انھیں اپنے سامنے ذبح کیا تو کثرت سے خون بہا حتیٰ کہ حجاج پر ہول طاری ہو گیا۔ اس نے اپنے طبیب تیاذوق سے پوچھا "یہ کیسا قصہ ہے؟" اس نے جواب دیا "ان کی جان اکٹھا تھی یہ موت سے گھبرائے نہیں، جو کارروائی تم نے کی اس سے وہ ذرا بھی خائف نہ ہوئے، دوسروں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جان پراگندہ ہو جاتی ہے اس لئے خون کم نکلتا ہے۔

کبر سنی میں تیاذوق کا انتقال ہوا۔ وفات واسط میں تقریباً ۹۰ھ میں ہوئی۔ تیاذوق کی تصنیفات میں کناشِ کبیر جسے اس نے اپنے فرزند کے لئے لکھی تھی، کتاب ابدال الادویۃ وکیفیۃ دقہا وابقاعہا واذابتہا اور اسماء ادویہ کی تھوڑی شرح دستیاب ہیں۔

زینب طبیبۂ بنی اود

یہ طبی اعمال، علاج اور امراض چشم کے معالجات اور جراحتوں سے واقف تھی۔ عرب میں اسی حیثیت سے معروف تھی۔ ابوالفرج اصبہانی کتاب الاغانی الکبیر میں لکھتے ہیں کہ محمد بن خلف مرزبان نے ہمیں خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حماد بن اسحاق نے بیان کیا، وہ اپنے والد سے وہ کناسہ سے وہ اپنے والد سے وہ دادا سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ بنو اود کی ایک خاتون کے یہاں ایک شخص آشوب چشم کا سرمہ لگوانے آیا، اس نے سرمہ لگانے کے بعد تھوڑا لیٹنے کے لئے کہا تاکہ دوا آنکھوں میں دوڑ جائے۔ چنانچہ لیٹتے ہوئے میں نے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا:

امخترمی ریب المنون ولم أزر طبیب بنی اود علی النائی زینبا

گردش زمانہ کیا مجھے گرفتار کر سکتا ہے، حالانکہ ابھی طبیب بنو اود زینب سے ملاقات نہیں کر سکا ہوں جو ذرا فاصلہ پر رہتی ہے۔

یہ خاتون ہنس پڑی، اس نے پوچھا "جانتے ہو یہ شعر کس کے بارے میں کہا گیا ہے؟" میں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "میرے بارے میں کہا گیا ہے میں ہی وہ زینب ہوں جو شعر میں مراد لی گئی ہے، میں بنو اود کی طبیبہ ہوں، جانتے ہو شاعر کون ہے؟" میں نے کہا "نہیں"۔ اس نے کہا "تمہارے چچا ابوسماک اسدی"

باب ہفتم

عہدِ عبّاسی کے آغاز میں سریانی اطباء

جورجس بن جبرئیل

سب سے پہلے ہم جورجس، اس کے صاحبزادے بختیشوع اور اس کی ممتاز اولاد کا تسلسل سے تذکرہ کریں گے۔ ان کے بعد اس وقت کے قابلِ ذکر اطباء کے حالات بیان کریں گے۔

جورجس بن جبرئیل کو فن طب میں تجربہ حاصل تھا۔ وہ معالجات اور علاج کے انواع واقسام سے واقف تھا۔ فن طب کے ذریعہ اس نے منصور کی خدمت کی۔ منصور کے نزدیک وہ نہایت محبوب اور رتبہ بلند رکھتا تھا۔ اس کی جانب سے اسے بے شمار دولت بھی ملی۔ منصور کے لئے اس نے یونانیوں کی بہت ساری کتابیں عربی میں منتقل کیں۔ فثیون ترجمان کہتا ہے منصور کو جورجس کی پہلی ضرورت اس وقت پیش آئی جب وہ ۱۴۸ھ میں بیمار ہوا۔ معدہ فاسد ہوچکا تھا اور اشتہا ختم ہو چکی تھی۔ ہر چند اطباء نے علاج کیا مگر مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی۔ اس نے ربیع سے کہا مشورہ کے لئے اطباء کو جمع کرے، چنانچہ اطباء جب مجتمع ہوگئے تو منصور نے ان سے کہا تمام ملک کے اندر تم کسے ماہر طبیب سمجھتے ہو۔ انھوں نے کہا اس زمانہ میں جورجس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ یہ جندی سابور کا رئیس الاطباء ہے۔ فن طب کے اندر مہارت رکھتا ہے۔ اس کی جلیل القدر تصنیفات ہیں منصور نے فوراً اسے بُلا بھیجا۔ قاصد جب شہر کے گورنر کے یہاں پہنچا تو گورنر نے جورجس کو بُلا کر قاصد کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے کہا۔ جورجس نے جواب میں کہا "یہاں مجھ پر کچھ ذمّہ داریاں ہیں، کچھ دنوں صبر کرو تو ساتھ چلوں گا۔" گورنر نے کہا اگر کل میرے ساتھ خوشی خوشی چلتے ہو تو فبہا ورنہ زبردستی تجھے روانہ کردوں گا۔ جورجس نے بات نہ مانی۔ چنانچہ گورنر نے اسے نظر بند کر دیا، نظر بندی کے بعد روسائے شہر مطران کے ساتھ جمع ہوئے اور انھوں نے جورجس کو روانہ ہوجانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے بختیشوع کو ہسپتال اور اس کے متعلقہ امور کے بارے میں وصیت کی اور اپنے ساتھ دو شاگرد ابراہیم اور سرجس کو لیا، بختیشوع نے کہا عیسیٰ بن شہلا کو نہ چھوڑیے کیونکہ ہسپتال والوں کو اذیت دیتا ہے، چنانچہ سرجس کو چھوڑ کر اس کے عوض عیسیٰ کو لیا

اور مدینۃ السلام کو روانہ ہوا۔ صاحبزادہ بختیشوع نے الوداع کہتے ہوئے کہا "آخر آپ مجھے ساتھ کیوں نہیں لے چلتے۔" اس نے کہا "بیٹے! جلد بازی نہ کرو، عنقریب تم بادشاہوں کی خدمت کرو گے اور عظیم مرتبہ حاصل کرو گے۔" جورجس جب بارگاہِ خلافت میں پہنچا تو منصور نے اسے فوراً پیش کرنے کا حکم دیا، جورجس منصور کے رُو برو پہنچا تو اس نے فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں اسے دُعا دی عمدہ گفتگو اور خوبصورت سراپا دیکھ کر خلیفہ پر حیرت طاری ہوئی، اس نے اسے اپنے سامنے بٹھایا اور کچھ باتیں پوچھیں جن کا اس نے نہایت سکون سے جواب دیا۔ خلیفہ نے کہا "مجھے جس بات کا اشتیاق تھا وہ تیرے اندر مجھے مل گئی ہے" اس نے اپنی بیماری کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ ابتدا کس طرح ہوئی۔ جورجس نے کہا "آپ کی خواہش کے مطابق ہی میں علاج کرونگا خلیفہ نے اسکے لئے فوراً خلعت فاخرہ کا حکم دیا۔ اور ربیع سے کہا "اسے ہماری ایک اعلیٰ منزل میں اُتارو اور خاصۂ خاصان کی طرح اس کی تکریم کرو، دوسرے دن جورجس نے خلیفہ کے پاس آکر نبض اور قارورہ دیکھا اور تخفیف غذا پر اتفاق کیا اور ایسی عُمدہ تدبیر اختیار کی کہ خلیفہ اپنے پہلے مزاج پر واپس آگیا۔ اس علاج شافی سے خلیفہ اس قدر خوش ہوا کہ جورجس کی ہر ضرورت پوری کرنے کا حکم دیا۔ کچھ دنوں بعد خلیفہ نے ربیع سے کہا "مَیں دیکھتا ہوں کہ اس شخص کا چہرہ بدل گیا ہے، عادت کے مطابق اسے شراب پینے سے کہیں منع تو نہیں کر دیا ہے" ربیع نے کہا "ہم نے اسے اس گھر میں شراب لانے کی اجازت نہیں دی ہے" منصور نے اسے سخت بُرا بھلا کہا اور حکم دیا کہ وہ خود جا کر جورجس کے حسب خواہش شراب فراہم کرے۔ ربیع قطربل گئے اور وہاں سے عمدہ ترین شراب لائے۔ دو سال کے بعد خلیفہ نے جورجس سے کہا "اپنے صاحبزادے کو بھی بلالو، مَیں نے سُنا ہے کہ وہ طب میں تمھارا نظیر ہے" جورجس نے کہا جندی سابور کو اس کی ضرورت ہے، اگر علیحدہ ہو گیا تو ہسپتال خراب ہو جائے گا۔ تمام اہل مدینہ بیمار پڑتے ہیں تو یہیں آتے ہیں یہاں میرے کچھ تلامذہ ہیں جنھیں تربیت دے کر فن کے اندر ماہر بنا دیا ہے۔ خلیفہ نے دوسرے دن امتحان کی خاطر ان تلامذہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے دن جورجس نے عیسیٰ بن شہلا کو خلیفہ کے یہاں داخل کیا۔ خلیفہ نے اس سے کچھ باتیں پوچھیں جن میں اسے تیز مزاج اور ماہر فن پایا۔ خلیفہ نے جورجس سے کہا "کیا عمدہ تعلیم اس شاگرد کو دی ہے۔"

فثیون کہتا ہے ۱۵۱ھ میں جورجس خلیفہ کے یہاں یوم ولادت کے موقعہ پر حاضر ہوا خلیفہ نے اس سے پوچھا "آج کیا کھاؤں" اس نے کہا "جو مرضی ہو" واپس ہوتے ہوئے جورجس دروازے کے پاس پہنچا تو خلیفہ نے اسے بُلا کر پوچھا "یہاں تمھاری خدمت کون کرتا ہے؟" اس نے کہا "میرے تلامذہ" خلیفہ نے کہا "مَیں نے سُنا ہے تمھاری کوئی بیوی نہیں ہے" اس نے کہا "ایک ضعیف بوڑھی بیوی ہے جو اپنی جگہ سے چل کر میرے پاس نہیں آسکتی" یہ کہہ کر وہ دربار سے نکل گیا اور کلیسا چلا گیا۔

خلیفہ نے اپنے خادم سالم کو حکم دیا کہ تین رُومی خوبصورت کنیزوں کا انتخاب کرے۔ اور تین ہزار دینار لے کر اُن کنیزوں کو جورجس کی خدمت میں پیش کرے۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ جورجس اپنی قیام گاہ واپس آیا تو عیسیٰ بن شہلا نے ماجرا سُنایا اور کنیزوں کو لا کر دکھایا۔ جورجس کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اس نے عیسیٰ سے کہا "شیطان کے شاگرد! انھیں کیوں آنے دیا۔ جاؤ انھیں مالک کو واپس کر آؤ۔ اس کے بعد جورجس، عیسیٰ اور اس کے ساتھ کنیزیں سوار ہو کر دارالخلافہ پہنچے، عیسیٰ نے انھیں خادم کو واپس کیا، منصور کو جب خبر ہوئی تو جورجس کو بُلا کر پوچھا "تم نے کنیزوں کو واپس کیوں کر دیا" جورجس نے کہا "یہ میرے ساتھ ایک گھر کے اندر نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ ہم عیسائی ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی نہیں کیا کرتے۔ بیوی جب تک بقید حیات رہتی ہے اسکی جگہ ہم کوئی دوسری عورت قبول نہیں کرتے۔" خلیفہ پر اس بات کا نہایت عُمدہ اثر ہوا" اور خلیفہ نے اسی وقت سے جورجس کو حرم میں جا کر خواتین کی خدمت کی اجازت دے دی۔ خلیفہ کی نگاہوں میں اس کا مقام و مرتبہ اور زیادہ بلند ہو گیا۔

فثیون کہتا ہے ۱۵۲ھ میں جورجس ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوا۔ خلیفہ روزانہ خادموں کو بھیج کر اس کا حال معلوم کرتا۔ بیماری اور بڑھ گئی تو خلیفہ کے حکم سے اسے تخت پر دارالعامہ لایا گیا۔ خلیفہ نے پیدل چل کر اسے دیکھا اور حال پوچھا۔ جورجس بُری طرح رُو پڑا۔ اس نے کہا "امیرالمؤمنین اطال اللہ بقاءہ اجازت دیں تو اپنے ملک واپس جا کر اہل و عیال کو دیکھ لوں اور مروں تو آبار کے ساتھ تدفین ہو۔" خلیفہ نے کہا "جورجس! اللہ سے ڈرو، اسلام قبول کرو، میں تمہارے لیے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔" جورجس نے کہا "میں آبار کے مذہب پر مروں گا۔ میرے آبار جہاں رہیں گے وہیں میں بھی رہنا پسند کروں گا، خواہ جنّت میں خواہ جہنّم میں۔" خلیفہ اس کی بات پر ہنس پڑا۔ اس نے کہا "جب سے تمھیں دیکھا ہے اپنے جسم میں بڑی راحت محسوس کرتا ہوں، ان تمام امراض سے نجات پا چکا ہوں جو مجھے عارض تھے۔" جورجس نے کہا "عیسیٰ کو میں اپنا جانشین بنا کر آپ کے یہاں چھوڑتا ہوں وہ میرا تربیت یافتہ ہے" خلیفہ نے جورجس کو اپنے شہر جانے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ دس ہزار دینار اور ایک خادم بھی عطا کیے اور ہدایت کی کہ راستہ میں انتقال ہو جائے تو اُسے گھر پہنچانے کا انتظام کیا جائے، تاکہ اس کی خواہش کے مُطابق تدفین عمل میں آئے۔ جورجس اپنے شہر زندہ پہنچ گیا۔

عیسیٰ بن شہلا کو خلیفہ کی خدمت حاصل ہوئی۔ اس نے پادریوں اور لاٹ پادریوں پر دست درازی شروع کی، ان کی دولتیں خود لینے لگا۔ حتیٰ کہ لاٹ پادری نصیبین کے یہاں اپنے ایک مکتوب میں اس نے کلیسا کی کچھ جلیل القدر اشیاء طلب کیں اور دھمکی دی کہ انھیں پہنچانے میں تاخیر نہ ہو۔ اس نے لاٹ پادری کے نام اپنے ایک خط میں لکھا کہ کیا تجھے نہیں معلوم بادشاہ میرے ہاتھ میں ہے، چاہوں تو اُسے بیمار کر دوں اور چاہوں تو عافیت دے دوں، لاٹ پادری خط کے مضمون سے واقف ہوا تو اس نے حسن تدبیر سے کام لے کر ربیع کے یہاں رسائی حاصل کی۔ اور اس کے سامنے صورتِ حال رکھی، پڑھنے کے لیے خط پیش کیا، ربیع نے اُسے خلیفہ

کی خدمت میں بھیج دیا، خلیفہ نے ماجرا معلوم کرکے عیسیٰ بن شہلا کو جلا وطن کر دیا، اور اس کے تمام مقبوضات اس سے لے لیے۔ اس کے بعد ربیع سے کہا "جورجیس کے بارے میں معلوم کرو۔ اگر زندہ ہے تو اُسے حاضر کرو۔ وفات پاگیا ہو تو اس کے صاحبزادے کو حاضر کرو۔ ربیع نے جندی سابور کے گورنر کو اس سلسلہ میں لکھا، اتفاق سے ان دنوں جورجیس چھت سے گر گیا تھا اس پر سخت ضعف طاری تھا۔ امیر شہر نے جب اُسے مخاطب کیا تو اس نے کہا۔ "خلیفہ کے یہاں میں ایک ماہر طبیب بھیج دیتا ہوں جو اس کی خدمت کرتا رہے گا، میں جب صحتیاب ہو جاؤں گا تو ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔" اس نے اپنے شاگرد ابراہیم کو حاضر کیا امیر نے اسے ربیع کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا جس میں اس نے جورجیس کی حالت بیان کی تھی۔ ابراہیم جب ربیع کے پاس پہنچا تو ربیع نے اسے خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ خلیفہ نے اس سے کچھ باتیں پوچھیں جن میں اُسے نہایت تیز پایا۔ ان باتوں کا اس نے عمدہ جواب دیا۔ خلیفہ نے اسے مقرب کیا، عزت و تکریم اور خلعت عطا کیا۔ دولت دی اور اپنی خدمت کے لیے مخصوص کر لیا۔ منصور کی وفات تک وہ اس کی خدمت کرتا رہا۔

جورجس کی تصنیفات میں اس کی مشہور کناش ہے جس کا ترجمہ سریانی سے عربی میں حنین بن اسحاق نے کیا ہے۔

بختیشوع بن جورجس

بختیشوع کے معنی عبدالمسیح کے ہیں، کیونکہ سریانی زبان میں بخت عبد کو اور یشوع عیسیٰ علیہ السّلام کو کہتے ہیں۔ فن طب سے واقفیت اور طبی اعمال میں وہ اپنے باپ کا مثنیٰ تھا۔ ہارون رشید کی اس نے خدمت کی اور اسی کے عہد میں ممتاز ہوا۔

فثیون ترجمان لکھتا ہے جب موسیٰ ہادی بیمار ہوا تو جندی سابور ایک شخص کو بھیجا کہ بختیشوع کو لے آئے مگر اس کے آنے سے پہلے ہی موسیٰ کا انتقال ہوگیا۔ اس کی حکایت یوں ہے کہ موسیٰ نے ابو قریش عیسیٰ، عبداللہ طیفوری اور داؤد بن سرابیون کو جو وقت کے اطبا تھے جمع کرکے کہا "مصیبت پڑتی ہے تو میری دولت اور انعامات سے فائدہ اٹھاتے ہو مگر مجھ سے غفلت کرتے ہو۔ ابو قریش نے کہا "ہمارا کام کوشش کرنا ہے، باقی صحت و سلامتی تو اللہ بخشتا ہے۔ اس پر خلیفہ بھڑک اُٹھا تو ربیع نے عرض کیا، "حضور! مجھے بتایا گیا ہے کہ نہر صرصر میں ایک ماہر طبیب موجود ہے جسے عبدیشوع بن نصر کہتے ہیں" موسیٰ نے اسے حاضر کرنے اور اطبا کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔ مگر ربیع نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حکیم اس نے شدت مرض سے مغلوب العقل ہو کر دیا ہے نیز یہ حقیقت بھی تھی کہ ربیع کو ان کی جانب سے امان مل چکی تھی۔ صرصر بھیج کر اس نے طبیب کو بلایا، جب وہ موسیٰ

کے پاس آیا تو اس نے پوچھا "قارورہ دیکھ لیا ہے" طبیب نے کہا "جی ہاں! امیرالمؤمنین! اور اب آپ کے لیے دوا تیار کر رہا ہوں، آپ اسے استعمال کریں گے اور نو گھنٹوں کے اندر صحتیاب ہو جائیں گے۔ موسیٰ کے یہاں سے واپس آکر اس نے اطبا سے کہا فکر نہ کرو، آج تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے۔ موسیٰ ہادی نے طبیب کو دس ہزار درہم عطا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسے لے کر اس نے اپنے گھر بھیج دیا اور اطبا، کو خلیفہ کے قیام سے قریب ایک جگہ جمع کر کے کہا دوا اتنے زوروں سے کوٹو کہ موسیٰ آواز سن لے اور اسے سکون حاصل ہو، تم آج شام کو نجات پا جاؤ گے۔ موسیٰ ہر گھڑی طبیب کو بلاتا اور دوا کے بارے میں پوچھتا، اور وہ اسے جواب دیتا، یہ کوٹنے کی آواز آپ سن رہے ہیں، چنانچہ خاموش ہو جاتا۔ نو گھنٹوں کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ اطبا نے نجات پائی۔ یہ ۱۷۰ھ کا واقعہ ہے۔

فثیون کہتا ہے۔ ۱۷۱ھ میں ہارون رشید کو درد سر کی شکایت ہوئی، اس نے یحییٰ بن خالد سے کہا "یہ اطبا کچھ بھی نہیں جانتے۔" یحییٰ نے کہا "امیرالمؤمنین! ابو قریش آپ کے والد اور والدہ کا طبیب ہے" اس نے کہا مگر وہ فن طب کے اندر بصیرت نہیں رکھتا۔ یہ تو قدیم حق کے باعث اسے میرا اعزاز ہے۔ لہٰذا کوئی ماہر طبیب تلاش کرو۔ یحییٰ نے کہا "آپ کے بھائی موسیٰ بیمار ہوئے تو آپ کے والد نے جندی سابور سے ایک شخص بختیشوع نامی کو بلا بھیجا تھا۔ اس نے کہا "پھر اسے جانے کیوں دیا؟" یحییٰ نے کہا "انھوں نے ابو قریش عیسیٰ اور آپ کی والدہ کو دیکھا کہ دونوں اس پر حسد کر رہے ہیں تو اسے اپنے ملک واپس چلے جانے کی اجازت دے دی" ہارون نے کہا "وہ زندہ ہو تو قاصد بھیج کر اسے یہاں بلالاؤ" ایک مدت کے بعد بختیشوع کبیر ابن جورجس ہارون رشید کے یہاں پہنچا اور اسے عربی اور فارسی میں دعا دی، خلیفہ ہنس پڑا اور یحییٰ سے کہا تم میرے ترجمان ہو تم اس سے بات کرو میں اس کا کلام سنوں۔ یحییٰ نے کہا ہم اطبا کو بلائیں گے۔ چنانچہ انھیں بلایا گیا یہ ابو قریش عیسیٰ، عبداللہ طیفوری، داؤد بن سرابیون اور سرجس تھے۔ بختیشوع کو دیکھنے کے بعد ابو قریش نے کہا "امیرالمؤمنین! ہماری جماعت میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اس سے جرأت کلام کرے۔ کیونکہ یہ کلام کی کائنات ہے، یہ، اس کا باپ اور اس کی نسل سب فلاسفہ ہیں۔ رشید نے بعض خادموں سے کہا کسی جانور کا پیشاب لاؤ، ہم اس شخص کا امتحان لیں گے۔ خادم نے پیشاب کا قارورہ حاضر کیا، بختیشوع نے دیکھ کر کہا "امیرالمؤمنین! یہ انسان کا پیشاب نہیں ہے۔ ابو قریش نے کہا "جھوٹ کہتے ہو، یہ خلیفہ کی کنیز کا قارورہ ہے۔ بختیشوع نے اس سے کہا "شریف انسان! یہ کسی انسان کا پیشاب ہرگز نہیں ہے۔ اگر بات وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو تو ہو سکتا ہے وہ انسان جانور ہو گیا ہو" خلیفہ نے پوچھا "یہ کیسے معلوم ہوا کہ انسان کا پیشاب نہیں ہے؟" بختیشوع نے جواب دیا "اس لیے کہ یہ انسانی پیشاب کا قوام نہیں ہے، نہ اس کا رنگ ہے نہ اس کی بو ہے۔" خلیفہ نے اس سے کہا "کس سے تعلیم حاصل کی ہے؟" اس نے کہا "اپنے والد جورجس سے"

اطبا نے کہا "اس کے باپ کا نام جورجس تھا، جو زمانہ میں اپنا کوئی نظیر نہ رکھتا تھا۔ ابو جعفر منصور اس کی بیحد عزّت کرتے تھے" خلیفہ نے اس کے بعد بختیشوع کی جانب متوجہ ہو کر پوچھا "جس کا یہ پیشاب ہے اسے ہمیں کیا کھلانا چاہیئے؟" اس نے کہا "عمدہ جو" رشید بے اختیار ہنس پڑا، اسے عمدہ خلعت بخشنے کا حکم دیا۔ کافی دولت عطا کی۔ اور کہا "بختیشوع رئیس الاطباء ہوگا، سب اس کی سنیں گے اور مانیں گے۔

بختیشوع بن جورجس کی تصنیفات میں کناش مختصر کتاب التذکرہ ہے جسے اس نے اپنے بیٹے جبرئیل کے لیے مرتب کیا تھا۔

جبرئیل بن بختیشوع

فضل و کمال میں مشہور، بلند ہمت، خوش بخت، خلفاء کا محبوب اور بلند رتبہ تھا، خلفاء کی جانب سے اس پر بکثرت احسانات ہوئے۔ ان سے اسے اتنی دولت ملی جتنی اور کسی طبیب کو نہ ملی۔ معالجات میں عمدہ تصرفات رکھتا تھا۔

فتیون ترجمان لکھتا ہے ۱۷۵ھ میں جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک جب بیمار ہوا تو رشید نے بختیشوع سے درخواست کی کہ وہ اس کا علاج کرے۔ ایک دن جعفر نے اس سے کہا "میرے لیے کوئی ماہر طبیب منتخب کرو جس کی عزّت کروں اور انعام دوں"۔ بختیشوع نے کہا "میرا بیٹا جبرئیل مجھ سے بھی زیادہ ماہر ہے۔ اطباء میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے"۔ اس نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جبرئیل نے آ کر اس کا تین دن علاج کیا جس سے وہ صحتیاب ہو گیا۔ جعفر کو اس سے اپنی جیسی محبت ہو گئی۔ اس کے بغیر ایک گھڑی بھی اُسے سکون نہ ملتا۔ اسی کے ساتھ کھاتا پیتا۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ رشید کی ایک کنیز نے انگڑائی لی، ہاتھ اوپر اٹھائے مگر ہاتھ پھیلا کا پھیلا رہ گیا، کسی طور پر واپس آنا ممکن نہ رہا۔ اطباء نے ہر چند تمریخ و تدھین کے ذریعہ علاج کیا مگر نفع نہ ہوا۔ رشید نے جعفر سے کہا "یہ لڑکی ہنوز اپنی بیماری میں مبتلا ہے"۔ جعفر نے کہا "میرے پاس ایک ماہر طبیب ہے بختیشوع کا بیٹا موجود ہے، ہم اسے بلا کر اس مرض کا علاج کرنے کے لیے کہیں گے ہو سکتا ہے کوئی تدبیر کرے" رشید نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ حاضر ہوا تو رشید نے پوچھا "تمہارا نام؟" اس نے کہا "جبرئیل" رشید نے پوچھا "طب کی کون کی بات جانتے ہو؟" اس نے کہا مزاج سے خارج گرم کو سرد کرتا ہوں، سرد کو گرم، خشک کو تر کرتا ہوں اور تر کو خشک" خلیفہ نے ہنستے ہوئے کہا فنِ طب میں جس چیز کی ضرورت ہے یہ اس کی انتہا ہے" اس کے بعد لڑکی کا ... ہوں تو میرے پاس اس کی ایک تدبیر ہے" خلیفہ نے

پوچھا "وہ کیا؟" اس نے کہا "لڑکی یہاں سب کے سامنے نکلے، ... لیں گے مجھ پر ناراض نہ ہوں گے" رشید نے لڑکی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ آئی تو جبرئیل دوڑ کر اس کے پاس پہنچا اور اس کے سر کو جھکا کر دامن پکڑ لیا اور ایسا لگا جیسے اسے ننگا کر دے گا۔ لڑکی گھبرا اٹھی شدت حیا اور گھبراہٹ سے اس نے اعضاء ڈھیلے کر دیئے، ہاتھ نیچے کی جانب پھیلا دیئے، اور اپنا دامن پکڑ لیا۔ جبرئیل نے کہا "امیرالمؤمنین! لڑکی صحتیاب ہو گئی" رشید نے لڑکی سے کہا "ہاتھ دائیں بائیں لے جاؤ" لڑکی ایسا کرنے میں کامیاب ہوئی۔ رشید اور تمام حاضرین کو سخت تعجب ہوا۔ رشید نے جبرئیل کو فوراً پانچ سو درھم پیش کرنے کا حکم دیا۔ اسے محبوب بنایا۔ اور رئیس الاطباء کا تمغۂ امتیاز بخشا۔ جبرئیل سے مرض کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا "بوقت جماع اس لڑکی کے اعضاء کی جانب حرکت اور انتشار حرارت سے ایک رقیق خلط آ گئی تھی۔ چونکہ حرکت جماع اچانک ساکن ہوتی ہے اس لیے فضلہ تمام اعصاب کے اندر منجمد ہو گیا۔ اسے تحلیل صرف ویسی ہی حرکت کر سکتی تھی۔ چنانچہ وہ تحلیل ہو گئی حرارت میں انبساط پیدا ہو گیا اور فضلہ تحلیل ہو گیا۔

فتیون کہتا ہے جبرئیل کا مقام و مرتبہ روز افزوں مضبوط ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ رشید نے اپنے اصحاب سے کہا "جس کسی کو بھی مجھ سے کوئی ضرورت ہو وہ جبرئیل سے کہے، وہ مجھ سے جو بھی سوال کرے گا اسے دوں گا" چنانچہ سپہ سالار اپنے تمام معاملات میں اس کی جانب رجوع کرنے لگے۔ جبرئیل برابر ترقی کرتا رہا۔ جب سے اس نے رشید کی خدمت کی پندرہ سال تک اسے کوئی مرض لاحق نہ ہوا۔ چنانچہ اس کا منظورِ نظر ہوا۔ اپنے آخری دورِ حکومت میں جب رشید بمقام طوس مرض الموت میں گرفتار ہوا اور مرض بڑھ گیا تو جبرئیل سے کہا "آخر تم مجھے اچھا کیوں نہیں کرتے"، اس نے کہا "میں ہمیشہ آپ کو اختلاط رکھنے سے روکتا رہا۔ اور عرصہ سے کہتا رہا ہوں کہ جماع کم کریں، مگر آپ سنتے نہیں تھے، اب میری درخواست ہے کہ اپنے شہر واپس جائیں۔ یہ آپ کے مزاج کے زیادہ موافق ہے، اور آگے کا قصد نہ کریں یہ سخت بیماری ہے۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے گا۔ رشید نے اسے قید کرنے کا حکم دیا، کہا گیا کہ فارس میں ایک پادری طب جانتا ہے۔ چنانچہ اسے بلوایا۔ اس نے آ کر دیکھا تو کہا جس نے آپ کا علاج کیا ہے وہ فنِ طب سے واقف نہیں ہے۔ اس بات سے جبرئیل کو اس نے اور زیادہ خود سے دور کیا۔ ان دنوں فضل بن ربیع کو نہایت سخت قولنج ہوا۔ اطباء مایوس ہو گئے، مگر جبرئیل نے نہایت لطیف اور عمدہ علاج کیا جس سے فضل صحتیاب ہو گئے۔ اس واقعہ سے فضل کے دل میں جبرئیل کی محبت اور عقیدت بڑھ گئی۔

فتیون لکھتا ہے۔ محمد امین سریر آرائے خلافت ہوا تو جبرئیل نے اس سے ملاقات کی۔ امین نے اسے مرحبا کہا، عزّت و تکریم کی، اور باپ سے زیادہ زر و جواہر عطا کیے۔ امین اس کی اجازت کے بغیر کھاتا پیتا

نہیں تھا، امین کا زوال ہوا اور مامون نے عنانِ حکومت سنبھالی تو اس نے حسن بن سہل کو جو اس کا جانشین ہوا کرتا تھا لکھا کہ جبرئیل کو گرفتار کرکے قید خانہ میں ڈال دے کیونکہ باپ کے انتقال کے بعد جبرئیل اس کے یہاں نہیں آیا بلکہ امین کے یہاں گیا۔ حسن بن سہل نے حکم کی تعمیل کی ۔ ۲۰۲ھ میں حسن بن سہل کو سخت بیماری لاحق ہوئی ۔ اطبار نے ہرچند علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا چنانچہ اس نے جبرئیل کو قید خانہ سے نکالا، اس نے علاج کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ صحتیاب ہوگیا۔ چپکے سے اس نے جبرئیل کو بہت ساری دولت عطا کی۔ اور مامون کو اپنی بیماری اور جبرئیل کے ہاتھوں صحتیابی کی خبر دی، اور اس کے سلسلہ میں درخواست کی، چنانچہ درگذر کرنے کا حکم دیا۔

غشیون لکھتا ہے کہ ۲۰۵ھ میں مامون دربار میں داخل ہوا تو جبرئیل کو حکم دیا کہ اپنے گھر رہے اور خدمت نہ کرے ۔ اس کی جگہ اس نے میخائیل طبیب کو حاضر کرنے کا حکم دیا جو جبرئیل کا رشتہ دار تھا اسے بہت ساری دولت جبرئیل کو تکلیف پہنچانے کی خاطر دی ۔ راوی کہتا ہے ۔ ۲۱۰ھ میں مامون کو نہایت سخت بیماری لاحق ہوئی ۔ بڑے بڑے اطبار علاج کرتے تھے مگر حالت بہتر نہ ہوتی تھی۔ میخائیل سے اس نے کہا جو دوائیں دیتے ہو وہ مرض میں اور اضافہ کرتی ہیں لہذا اطبار کو جمع کرکے مشورہ کرو۔ مامون کے بھائی ابوعیسیٰ نے کہا" امیرالمؤمنین! ہم جبرئیل کو لائیں گے کیونکہ بچپن سے وہ ہمارے مزاج سے واقف ہے۔ مگر مامون نے اس پر توجہ نہ کی ۔ مامون کے بھائی ابواسحاق نے یوحنا بن ماسویہ کو بُلا بھیجا مگر طبیب خاص میخائیل نے اس پر نکتہ چینی کی، طنز و تعریض کے تیر پھینکے ۔ مامون کی حالت اور بگڑ گئی، اب وہ دوا لینے سے بھی معذور ہوگیا تو لوگوں نے اسے یاد دلایا کہ جبرئیل موجود ہے ۔ مامون نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا ۔ جبرئیل نے اگر ساری تدبیریں تبدیل کردیں۔ چنانچہ ایک دن کے بعد وہ اٹھ گیا اور تین دن کے بعد صحتیاب ہوگیا۔ مامون بیحد خوش ہوا، تھوڑے دنوں کے بعد جب مکمل صحت ہوگئی اور جبرئیل نے اسے کھانے پینے کی اجازت دی اور اس نے کھانا پینا شروع کیا تو ابوعیسیٰ نے جو اس کے ساتھ بیٹھا پی رہا تھا کہا" ایسی بے نظیر شخصیت کا حق ہے کہ اس کی عزّت و تکریم کی جائے۔" مامون نے اسے دس لاکھ درہم اور ایک ہزار کُر (تقریبًا اٹھارہ کوئنٹل) گیہوں عطا کرنے کا حکم دیا اور وہ تمام املاک اور جائدادیں واپس کردیں جو اس نے ضبط کرلیا تھا ۔ اور اب اسے مخاطب کرتا تو ابوعیسیٰ جبرئیل کہہ کر مخاطب کرتا، باپ جتنی عزّت کرتا تھا اس سے بھی زیادہ اسے عزّت دی، اور بات اس حد تک جا پہنچی کہ کسی کام پر مقرر ہونے والا اپنے کام پر اس وقت تک نہیں جاسکتا تھا جب تک جبرئیل سے ملاقات کرکے اسے سلامی نہ پیش کرے۔ مامون کے یہاں اس کا رتبہ وہی تھا جو باپ کے یہاں تھا۔ جبرئیل کے رشتہ دار میخائیل طبیب کا رتبہ گھٹ گیا۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ جولائی کی کسی تاریخ کو میں جبرئیل کے یہاں اس کے گھر پر آیا جو میدان میں واقع تھا۔ سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا، اس پر مُسَرولی[1] کبوتروں کے بڑے چوزے تھے۔ انھیں مرچ کے ذریعہ کُرذناج[2] بنایا گیا تھا، جبرئیل انھیں تناول کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کھانے میں شریک ہونے کے لیے کہا، میں نے کہا سال کے اس موسم میں جبکہ میرا سنِ شباب بھی ہے یہ غذا کس طرح کھا سکتا ہوں۔ اس نے کہا "تمہارا پرہیز کیا ہے؟" میں نے کہا "ردّی غذاؤں سے محفوظ رہنا" اس نے کہا غلط کہتے ہو، جو تذکرہ تم نے کیا ہے وہ پرہیز نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا "کوئی شخص عظیم القدر یا کم قدر و قیمت والا میرے علم میں ایسا نہیں ہے جو زمانہ بھر کسی غذا سے رکا رہے، البتہ اس سے نفرت ہو یا طبیعت مائل نہ ہوتی ہو تو اور بات ہے۔ کیونکہ ایک انسان کچھ زمانہ تک کسی چیز کو کھانے سے رک جاتا ہے مگر پھر کھانے سے لیے اس کے سوا کوئی اور سالن نہ پانے کی صورت میں مجبور ہو جاتا ہے، ایسی صورت کسی بیماری کے پیش نظر یا کسی بیمار کی حوصلہ افزائی کے لیے، یا کسی دوست کے اصرار پر یا نئی پیدا شدہ اشتہا کے تحت پیدا ہوتی ہے ۔ اگر زمانہ دراز تک اس شئے کا کھانا ترک کر دیا ہو اور اچانک کھانا پڑے تو طبیعت اسے قبول نہ کرے گی، اس سے متنفر ہو جائے گی، جسم میں بکثرت امراض پیدا ہو جائیں گے۔ گاہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جسم کے لیے بہتر یہ ہے کہ ردی غذائیں کھانے کی مشق کرے حتیٰ کہ اس سے مانوس ہو جائے، ہر روز کوئی ایک چیز کھائے، کسی دن دو خراب چیزیں ایک ساتھ نہ کھائے۔ کوئی ایک چیز کسی دن کھائے تو دوسرے دن وہی چیز نہ کھائے، کیونکہ جسم کو ان اشیاء کے کھانے کی مشق ہو جائے گی۔ پھر اتفاق سے انسان کو اس طرح کی اشیاء زیادہ کھانا پڑے تو طبیعت متنفر نہ ہوگی۔ ادویہ مسہلہ کے سلسلہ میں دیکھا جاتا ہے کہ کوئی انھیں عرصہ تک استعمال کرتا ہے اور جسم مانوس ہو جاتا ہے تو اس کا اثر کم ہو جاتا ہے، یہ اندلس کے باشندے اسہال کا ارادہ کرتے ہیں تو سقمونیا تین درہم (۵ر۱۰ گرام) لیتے ہیں۔ اس سے ان کی طبیعت میں تلیین پیدا ہوتی ہے، مگر تلیین طبیعت کے لیے ہمارے ملک میں نصف درہم (۵ر۱ گرام) کافی ہوتی ہے ۔ جب جسم ادویہ سے مانوس ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کا اثر روک دیتے ہیں تو غذاؤں سے خواہ خراب کیوں نہ ہوں اور زیادہ مانوس ہوں گے۔ یوسف فرماتے ہیں "یہ گفتگو میں نے بختیشوع بن جبرئیل کو سنائی تو انھوں نے املاء کرنے کی درخواست کی اور اپنے قلم سے اسے ضبط تحریر میں لائے ۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے سلیمان خادم خراسانی مولی رشید نے بیان کیا کہ ایک

---

(۱) مُسَرولی : ان کبوتروں کو کہتے ہیں جن کے پیروں میں پر آگئے ہوں ۔

(۲) کُرذناج : ایک قسم کا کباب ہے جس میں چوزوں کو پیٹ شکم کے اندر مسالہ بھر کر کچھ پکا لیا جاتا ہے اس کے بعد کباب کی طرح آگ پر بھون لیا جاتا ہے۔

ن میسرہ میں وہ رشید کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ رشید دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے، اس اثنا میں عون عبادی دہری ایک طشتری میں عمدہ پکی ہوئی مچھلی لے کر حاضر ہوا۔ اور رشید کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ایک شی بھی تھا۔ رشید نے کچھ کھانا چاہا مگر جبرئیل نے روک دیا اور میزبان کو اشارہ کیا کہ طشتری الگ کر دے۔ رشید کو احساس ہوگیا۔ دسترخوان اُٹھ گیا اور رشید ہاتھ دھو چکے تو جبرئیل بارگاہ سے نکل گئے۔ سلیمان کہتا ہے رشید نے مجھے اس کا پیچھا کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اپنے وجود کو اس سے مخفی رکھوں، اور دیکھوں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ پھر واپس آکر اسے خبر دوں۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی۔ مگر خیال ہے کہ میری بات جبرئیل سے پوشیدہ نہیں رہی کیونکہ میں نے صاف دیکھا کہ وہ مجھ سے بچ رہا ہے۔ وہ عون کے گھر کے ایک حصہ میں داخل ہوا اور کھانا منگوایا کھانا حاضر کیا گیا جس میں وہ مچھلی تھی۔ اس نے تین رو پہلے پیالے منگوائے اور ایک کے اندر مچھلی کا ایک ٹکڑا رکھا اور اس پر طیزنا باذ کی شراب پانی شامل کیے بغیر انڈیلی۔ اور کہا یہ جبرئیل کھائے گا۔ دوسرے پیالہ کے اندر مچھلی کا ایک اور ٹکڑا رکھا اور اس پر برف کا پانی انڈیلا اور کہا یہ امیرالمؤمنین کا کھانا ہے۔ بشرطیکہ مچھلی کے ساتھ کوئی اور چیز شامل نہ کریں۔ تیسرے پیالہ کے اندر مچھلی کا ایک ٹکڑا اور اس کے ساتھ گوشت کے مختلف ٹکڑے نیز کچھ بُھنا ہوا گوشت، کچھ مٹھائیاں، کچھ اچار، کچھ چوزے اور کچھ سبزیاں رکھ کر اوپر سے برف کا پانی انڈیلا اور کہا "یہ امیرالمؤمنین کا کھانا ہے، بشرطیکہ مچھلی کے ساتھ کچھ دوسری اشیاء بھی شامل کرنا چاہیں، اس کے بعد تینوں پیالے میزبان کو سُپرد کیا اور کہا انھیں حفاظت سے رکھیں حتیٰ کہ امیرالمؤمنین قیلولہ سے بیدار ہو جائیں۔ سلیمان خادم کہتا ہے پھر جبرئیل نے مچھلی شکم سیر ہو کر کھائی، پیاس لگتی تو خالص شراب منگا کر پیتا۔ اس کے بعد سو گیا۔ امیرالمؤمنین نے بیدار ہونے کے بعد مجھے بلایا اور پوچھا کہ جبرئیل نے کیا کیا ہے۔ مچھلی کھائی یا نہیں۔ میں نے پوری داستان سنا دی، چنانچہ انھوں نے تینوں پیالے منگوائے۔ جس پیالہ میں خالص شراب ڈالی تھی اس کی مچھلی ریزہ ریزہ ہوگئی تھی، اور کچھ بھی اس کے اندر نہ رہ گیا تھا، اور جس پیالہ میں برف کا پانی ڈالا تھا وہ پھول کر دوچند ہوگیا تھا، اور جس پیالہ کے اندر مچھلی اور گوشت رکھا تھا اس کی بو تبدیل ہو چکی تھی اور سخت بدبو پیدا ہو چکی تھی۔ رشید نے مجھے حکم دیا کہ جبرئیل کو پانچ ہزار دینار پیش کروں، اور کہا "اس شخص کی محبت پر مجھے کون ملامت کر سکتا ہے جو میری اس طرح اصلاح کر رہا ہے۔" میں نے دولت اس کی خدمت میں پیش کر دی۔

اسحاق بن علی رہاوی کتاب ادب الطبیب میں عیسیٰ بن ماسہ سے روایت کرتا ہے کہ یوحنا بن ماسویہ نے اسے خبر دی کہ رشید نے مکّہ میں حج کے دوران جبرئیل سے کہا "جبرئیل! تجھے معلوم ہے کہ میرے نزدیک تمہارا کیا مرتبہ ہے؟" اس نے کہا "آقا! کیسے نہ معلوم ہو" رشید نے کہا "بخدا موقف میں تمہارے لیے بہت دعا کی ہے"۔ پھر بنو ہاشم کی طرف متوجہ ہو کر کہا "میں نے جو بات کہی ہے ہو سکتا ہے تمھیں ناگوار گذرے" انھوں نے کہا "آقا! یہ ذمی ہے" اس نے کہا "ہاں مگر میرے جسم کی اصلاح اور میرا موت پر قائم رہنا جسطرح اس پر موقوف ہے بالکل اسی طرح سے عامۃ المسلمین کی درستگی میری اصلاح پر اور موقوف ہے۔ انھوں نے کہا "امیرالمؤمنین! آپ نے سچ فرمایا۔"

بعض تاریخوں سے منقول ہے کہ جبرئیل بن بختیشوع طبیب نے کہا "میں نے ایک جائداد سات ہزار درہم میں خریدی، کچھ قیمت تو نقد ادا کی، کچھ ادا نہ کر سکا۔ اسی حال میں یحییٰ بن خالد کے پاس آیا، یہاں ان کے بچے موجود تھے۔ مجھ پر فکرمندی کے آثار نمایاں تھے۔ انھوں نے پوچھا "کیا بات ہے کیوں متفکر نظر آ رہے ہو؟" میں نے کہا سات ہزار میں ایک جائداد خریدی ہے کچھ قیمت تو ادا کر دی ہے، کچھ ادا نہ کر سکا۔" انھوں نے دوات منگائی اور لکھا "جبرئیل کو سات ہزار درہم دیئے جائیں" پھر اپنے ہر ایک بچے کی جانب اسے بڑھا دیا۔ چنانچہ تین تین ہزار کے آئے۔ جبرئیل کہتا ہے میں نے کہا "آپ پر قربان، میں نے سب قیمت ادا کر دی ہے، تھوڑا مال بچ گیا ہے"، انھوں نے کہا "اسے اپنی ضرورت پر خرچ کرو" اس کے بعد امیرالمؤمنین کے گھر گیا، مجھے دیکھ کر انھوں نے پوچھا "آنے میں دیر کیوں کی" میں نے کہا "امیرالمؤمنین! میں آپ کے والد اور بھائیوں کے پاس تھا، انھوں نے میرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا ہے، یہ محض آپ کی خدمت کا صلہ ہے"۔ انھوں نے کہا "پھر میرا کیا بنے گا" اس کے بعد انھوں نے سواری طلب کی اور یحییٰ کے پاس گئے اور کہا "ابا جان! جو کچھ ہوا جبرئیل نے اس کی خبر مجھے دی ہے، مگر آپ کے بچوں میں میرا کیا بنے گا؟" یحییٰ نے کہا "امیرالمؤمنین! جو فرمائیں اسے پہنچا دیا جائے" چنانچہ انھوں نے پانچ ہزار کا حکم دیا۔

یوسف بن ابراہیم حاسب معروف بہ ابن دایہ کہتا ہے "عیسیٰ بن علی کے قصر میں جہاں اُمِّ جعفر بنت ابوالفضل رہتی تھیں ایک ایسی بیٹھک تھی جہاں صرف حساب داں اور اطباء ہی بیٹھتے تھے۔ اُمِّ جعفر کو جب بھی کوئی بیماری لاحق ہوتی جب تک دونوں فن کے ماہرین جمع نہ ہو جاتے کسی طبیب سے اس کا تذکرہ نہ کرتی۔ یہ لوگ جب تک اُمِّ جعفر آکر بیٹھ نہ جاتیں کھڑے رہتے۔ اس کے بیٹھنے کی دو جگہیں تھیں ایک اس کھڑکی کے پاس جو کھڑکی اور گھر کے باب اوّل کے محاذ میں بڑی دوکان پر کھلتی تھی اور دوسری باب صغیر کے پاس جو گھر کی مسجد کے محاذ میں تھا۔ جہاں وہ بیٹھتیں حساب داں اور اطباء اس سے باہر بیٹھتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی تکلیف بیان کرتیں۔ اطباء باہم مذاکرہ کرتے اور بیماری اور علاج پر اتفاق کرتے، اور اختلاف ہوتا تو حساب داں حضرات دخل دیتے اور جو ان کے نزدیک صحیح ہوتا اس کی تصدیق کرتے اسکے بعد حسابیوں سے علاج کا وقت معلوم کرتیں۔ اگر انھوں نے کسی وقت پر اتفاق ظاہر کیا تو ٹھیک ورنہ اطباء ان کی باتوں پر غور کرتے اور قیاس سے جو بات قریب تر ہوتی اس کا فیصلہ کرتے۔ آخری عمر کے موقعہ پر اُمِّ جعفر کو ایک بیماری لاحق ہوئی، اطباء نے حجامت کے ذریعہ دونوں پنڈلیوں سے خون نکالنے پر اتفاق ظاہر

(۱) محشی: یہ لفظ لغات کے اندر مل نہیں سکا۔

کیا۔ حسابیوں نے اس کے لیے ایک دن منتخب کیا، یہ ماہ رمضان کا واقعہ ہے۔ حجامت دن کے آخری حصہ ہی میں ممکن ہو سکی۔ اُمّ جعفر کے یہاں آنے جانے والے حسابیوں میں حسن بن محمد طوسی تمیمی معروف بہ ابح، عمر بن فرخان طبری، اور شعیب یہودی تھے۔ یوسف بن ابراہیم کہتے ہیں ابح کو کوئی بیماری لاحق ہوتی یا اُمّ جعفر کے یہاں حاضر ہونے کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل ہوتی تو ان کی جگہ میں حاضر ہوتا تھا۔ اتفاق سے اُمّ جعفر کی حجامت کے وقت کا جو مجلس انتخاب کرنے والی تھی اس میں ابح کے عوض میں حاضر ہوا یہاں داؤد بن سرافیون کے ایک نوجوان لڑکے سے جس کی عمر بیس سال سے کم تھی ملاقات ہوئی اُمّ جعفر نے اسے اطباء کے ساتھ حاضر ہونے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ کچھ سیکھ سکے۔ اس سے پہلے بھی وہ خدمت میں رہنے والے اطباء سے یہ کہہ چکی تھیں کہ بچّے کو سکھائیں گے۔ باپ نے اس کی خدمت کر کے جو مقام حاصل کیا تھا یہ اسی کا صلہ تھا۔ بچّے سے میری ملاقات ہوئی تو وہ ایک اہوازی راہب طبیب جو اُمّ جعفر کے گھر اس دن بلایا گیا تھا اس مسئلہ پر جھگڑ رہا تھا کہ شب میں سونے سے بیدار ہونے کے بعد پانی پینا کیسا ہے۔ داؤد کا فرزند کہہ رہا تھا کہ اللہ نے اس شخص سے زیادہ احمق پیدا نہیں کیا جو سو کر اٹھنے کے بعد پانی پیئے۔ لڑکا یہ بات کہہ رہا تھا اسی وقت جبرئیل دروازہ پر پہنچا، مجلس میں داخل ہونے سے پہلے اس نے کہا بخدا اس سے بھی زیادہ احمق وہ ہے جس کے جگر پر شعلہ بھڑک رہا ہو اور وہ نہ بجھائے۔ پھر مجلس میں آیا اور پوچھا "کون یہ بات کہہ رہا تھا؟" کہا گیا "داؤد کا فرزند" اس پر اس نے زجرو توبیخ کی اور کہا تیرا باپ تو فن کے اندر نہایت اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھا اور تو اس طرح کی بات کر رہا ہے، لڑکے نے کہا "اللہ آپ کو معزز کرے، نیند سے بیدار ہونے کے بعد شب میں کیا پانی پینا آپ جائز قرار دے رہے ہیں؟" جبرئیل نے کہا "محرور اور خشک معدہ والا، اور رات کے کھانے میں جس نے نمکین کھانا کھایا ہو اس کے لیے میں جائز سمجھتا ہوں، مگر مرطوب معدہ والوں اور بلغم مالح رکھنے والوں کو اس سے منع کرتا ہوں، کیونکہ پانی نہ پینے سے رطوبات معدی کو نفع ہوتا ہے اور بلغم مالح ایک دوسرے کو کھا جاتا ہے۔ تمام حاضرینِ مجلس خاموش ہو گئے مگر میں گویا ہوا" ابو عیسیٰ! صرف ایک بات رہ گئی ہے" اس نے پوچھا "وہ کیا" میں نے کہا "پیاسے کو طب کی وہ بات نہیں معلوم جو آپ کو معلوم ہے۔ وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ پیاس مرارہ کی بدولت ہے یا بلغم مالح کے باعث" جبرئیل نے ہنس کر کہا "شب میں جب بھی پیاس لگے اپنے پیروں کو لحاف سے نکال لو اور تھوڑا سونے کی کوشش کرو، اگر پیاس میں اضافہ ہو تو سمجھو حرارت یا کسی ایسے کھانے کی وجہ سے ہے جو پانی کا طالب ہے، ایسی صورت میں پی لو۔ اور اگر پیاس کم ہو جائے تو پانی نہ پیو کیونکہ اس کا سبب بلغم مالح ہوگا۔

یوسف بن ابراہیم کہتا ہے ابو اسحاق ابراہیم بن مہدی نے جبرئیل سے "درشکین" کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا بیماری ہے۔ اس نے کہا "یہ ایک اسم ہے جسے ایرانیوں نے شکستگی اور سینہ سے مرکب کر دیا ہے۔ سینہ کو عمدہ فارسی میں "ور" کہتے ہیں، عوام اسے "بر" کہتے ہیں شکستگی کو "اشکین" کہتے ہیں، دونوں الفاظ کو اکٹھا کرو گے تو درشکین ہو جائے گا۔ یعنی یہ وہ بیماری ہے جس میں سینہ کا شکست ہونا ضروری ہے۔ یہ بیماری انسان میں مستحکم نہیں ہوتی جو بالعموم بیماری سے نجات پا جاتا ہے، مگر نجات پا جاتا ہے تو ایک سال تک دوبارہ حملہ سے محفوظ نہیں رہتا الّا یہ کہ بذریعہ استفراغ بیماری میں یا بیماری کے بعد ایک سال سے پہلے ناک یا نیچے سے بکثرت خون خارج ہو جائے، ایسی صورت میں مریض محفوظ ہو جاتا ہے، ابو اسحاق نے متعجب ہو کر پوچھا "ایک سال" اس نے کہا" ہاں۔ اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، ایک اور بیماری ہے جسے لوگ ہلکی سمجھتے ہیں، وہ حصبہ ہے جسے یہ ہو جاتی ہے ایک سال تک مامون نہیں رہتا۔ الّا یہ کہ اس کے بعد اتنا اسہال ہو جائے کہ مریض مرنے کے قریب ہو، یا جسم میں کثرت سے پھوڑے نکل آئیں۔ ان دونوں صورتوں میں محفوظ ہو جاتا ہے۔

یوسف فرماتے ہیں "جبرئیل ابو اسحاق کے یہاں ایک دفعہ ان کی ایک بیماری کے بعد آئے، انھیں غلیظ گوشت کھانے کی اجازت مل چکی تھی۔ جبرئیل جس وقت بیٹھے ان کے سامنے جَو کی مرطوب دلیا پیش کی گئی۔ انھوں نے اسے اٹھا لینے کا حکم دیا، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا "کسی خلیفہ کے لیے جو ایک دن بھی بخار میں مبتلا ہوا میں نے ایک سال تک یہ دلیا کھانے کی اجازت نہیں دی ہے"۔ ابو اسحاق نے پوچھا وہ کون سی دلیا؟ وہ جو دودھ کے ساتھ بنائی گئی یا وہ جو بغیر دودھ کے تیار کی گئی ہو۔؟ اس نے کہا بغیر دودھ کے تیار کی ہوئی دلیا ایک سال جائز نہیں رکھی ہے۔ بنا بر ایں قیاس طب کے مطابق دودھ سے تیار شدہ دلیا تین سال کے بعد ہی کھانا جائز ہے۔

میمون بن ہارون نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے سعید بن اسحاق نصرانی نے بیان کیا کہ جبرئیل بن بختیشوع نے مجھ سے کہا "میں رقہ میں رشید کے ساتھ تھا، ساتھ میں دونوں بیٹے مامون اور محمد امین بھی تھے یہ تھیم تھے اور بکثرت کھاتے پیتے تھے، کسی دن کچھ چیزیں گڈ مڈ کر کے کھائیں اور آرام گاہ میں پہنچے تو غشی طاری ہو گئی۔ یہاں سے باہر کیے گئے تو غشی اور زیادہ سخت ہو گئی حتیٰ کہ موت کا یقین ہو گیا، مجھے بلایا گیا حاضر ہوا، نبض دیکھی تو خفی چل رہی تھی۔ اس سے چند دنوں پہلے انھیں امتلاء اور حرکت دموی کی شکایت تھی میں نے کہا یہ مر جائیں گے۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ ابھی پچھنا لگایا جائے۔ مامون نے منظور کیا اور حجام کو بلایا، آگے بڑھ کر میں نے انھیں بیٹھایا۔ سنگھیاں جب رکھی گئیں اور حجام نے انھیں چوسا تو یہ جگہ سرخ ہو گئی مجھے خوشی ہوئی۔ اور یہ یقین ہو گیا کہ مریض زندہ ہے۔ حجام سے کہا نشتر لگا دو، اس نے نشتر لگایا تو خون نکلا، سجدۂ شکر بجا لایا، جیسے جیسے خون نکلتا جاتا مریض سر ہلاتا جاتا اور رنگ صاف ہوتا جاتا، حتیٰ کہ بول اٹھے اس نے پوچھا "میں کہاں ہوں" ہم نے اُسے مطمئن کیا، اسے تیتر کا سینہ کھانے کے لیے دیا اور شراب پلائی برابر خوشبوئیں سونگھاتے رہے، ناک میں خوشبو رکھتے رہے حتیٰ کہ قوت واپس آگئی، لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں عافیت بخشی، انھوں نے کچھ دنوں کے بعد حفاظتی دستہ کے سربراہ کو بلا کر

پوچھا "سال میں تمہارا غلہ کتنا ہوتا ہے؟" اس نے کہا "تین ہزار درہم" کا پھر اپنے داروغہ سے پوچھا "اور تمہارا غلّہ" اس نے پانچ ہزار درہم کا بتایا، دربان سے پوچھا تو اس نے دس لاکھ درہم کا بتایا، اس کے بعد انھوں نے کہا "ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا، انھیں اتنا غلّہ ملتا ہے جبکہ وہ لوگوں سے مجھے محفوظ رکھتے ہیں اور تو بیماریوں سے مجھے بچاتا ہے۔ تمہارا غلّہ وہ ہوگا جس کا میں ذکر کروں گا، انھوں نے میرے لیے دس لاکھ درہم کے غلّہ کی جاگیر عطا کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا "آقا! مجھے جاگیر کی ضرورت نہیں ہے البتہ ایک ایسا عطیہ دیدیں جس سے کوئی جائداد خرید سکوں انھوں نے ایسا ہی کیا چنانچہ آپ کے عطیات سے میں نے ایک جائداد خریدی جس کا غلّہ دس لاکھ درہم کا ہوا کرتا تھا۔ میری تمام جائدادیں جاگیر نہیں ملکیت ہیں۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں، ابو اسحاق ابراہیم بن مہدی نے مجھ سے بیان کیا کہ محمد امین کی خلافت میں جب عوام نے جبریئل کا گھر لوٹ لیا تو میرے پاس پناہ لی، میں نے اپنے ساتھ اسے اپنے گھر میں رکھا اور قاتلوں سے اسے محفوظ رکھا۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں مافات پر افسوس، غم واندوہ اور اضطراب سے جبریئل کا یہ حال تھا کہ کلیجہ منھ کو آرہا تھا ایسی حالت کسی پر طاری ہوتے نہ دیکھی تھی۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں مبیّضہ[1] نے جب بغاوت کی اور علویہ بصرہ اور اہواز پر قابض ہو گئے تو جبریئل خوش خوش میرے یہاں آئے جیسے انھیں ایک لاکھ دینار مل گئے ہوں۔ میں نے کہا "ابو عیسیٰ! آج خوش نظر آرہے ہو" اس نے کہا "بخدا آج بیحد مسرت ہورہی ہے" میں نے سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا "علویہ نے اس کی جائداد پر قبضہ کرکے اس پر سرحدی علامت قائم کردی ہے" میں نے کہا "حیرت ہے تمہاری دولت کا ایک حصّہ عوام نے لوٹ لیا تو بے چینی سے تیرا کلیجہ منھ کو آنے لگا، مگر علویہ تمہاری تمام ملکیت پر قابض ہو جاتے ہیں تو خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہو" اس نے کہا "میرے اندر اضطراب عوام کی حرکتوں سے پیدا ہوا، خواب میں مجھ پر حملہ کیا گیا، عزت کے مقام پر مجھے لوٹا گیا، جس پر میری حمایت فرض تھی اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ مگر علویہ نے جو کچھ کیا وہ میرے لیے اہم ثابت نہیں ہوا۔ کیونکہ سب سے بڑا خیال یہ تھا کہ مجھ جیسا انسان دو حکومتوں کے اندر ایک ہی نعمت کے زیر سایہ زندگی بسر کرے۔ علویہ نے اگر یہ کارروائی نہ کی ہوتی (تو میں ہلاک ہو جاتا) کیونکہ انھیں یہ معلوم تھا کہ میں ان لوگوں کے آقاؤں کا وفادار تھا جن کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے دے رکھی تھیں اور جو میرے مالک تھے مگر ان پر واجب یہی تھا کہ میرے دکیلوں اور میری جائداد اور کھیتوں کے اولیاء کی حفاظت میں آگے بڑھتے اور یہ کہتے کہ جبریئل ہمیشہ اپنے لوگوں کی حکومت میں ہماری جانب مائل رہا اور اپنے مال و دولت سے ہم پر فضل و احسان کرتا رہا اور

(۱) مبیضہ: ثنویہ کا ایک فرقہ۔ مقنع کے ساتھی۔ چونکہ اپنے کپڑے سفید رکھتے تھے اس لیے انھیں مبیضہ کہا گیا ہے، سیاہ کپڑے پہننے والے عباسیوں کے برعکس، دولت عباسیہ کے خلاف بغاوت کرنے والی ہر جماعت کو یہی نام دیا جاتا تھا۔

اپنے آقاؤں کی خبریں ہم تک پہنچاتا رہا، یہ بات جب بھی سلطان کو پہنچتی وہ مجھے قتل کیے بغیر نہ رہتا۔ پس اپنی جائداد پر قبضہ ہو جانے اور جان بچ جانے کی جو خوشی مجھے ہوئی وہ ان جاہلوں کی وجہ سے نہیں ہو سکتی تھی جنہوں نے مال پر قبضہ کیا مگر وہ بات نہ کر سکے جو میری جان بچانے کے لیے ضروری تھی۔

یوسف فرماتے ہیں "فرخ خادم معروف بہ ابو خراسان، صالح بن رشید کے مولیٰ اور وصی نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے آقا صالح بن رشید بصرہ پر قابض تھے۔ اور یہاں ان کا گورنر ابو رازی تھا۔ جبریئل بن بختیشوع نے جب میدان والے اپنے گھر کی تعمیر شروع کی تو میرے آقا سے اس نے پانچ سو آبنوس کا ہدیہ طلب کیا۔ اس وقت ایک آبنوس کی قیمت تیرہ دینار تھی، آقا کو یہ ہدیہ بھاری محسوس ہوا۔ انھوں نے کہا پانچ سو نہیں، ابن رازی کو لکھ دوں گا کہ دو سو آبنوس تمہارے لیے بھیج دے۔ جبریئل نے کہا "اس کی ضرورت مجھے نہیں ہے" فرخ کہتا ہے میں نے آقا سے کہا "میرا خیال ہے آپ کے خلاف جبریئل کوئی ناگوار تدبیر کرے گا" انھوں نے فرمایا "جبریئل میرے لیے ہر بات سے آسان ہے کیونکہ میں اس کی نہ دوا پیتا ہوں نہ اس کا کوئی علاج قبول کرتا ہوں۔ پھر آقا نے امیر المؤمنین مامون سے ملاقات کی، مجلس جب جم گئی تو جبریئل نے ان سے کہا "مجھے آپ کا چہرہ بدلا ہوا دکھائی دے رہا ہے" اس نے آگے بڑھ کر نبض دیکھی اور کہا "امیر المؤمنین سکنجبین استعمال کریں گے اور دوپہر کا کھانا مؤخر کردیں گے تاکہ معاملہ سمجھ میں آسکے۔ مشورہ کے مطابق مامون نے عمل کیا۔ جبریئل تھوڑی دیر کے بعد نبض دیکھتا رہا مگر کچھ نہیں سمجھ سکا۔ اتنے میں جبریئل کے لڑکے آگئے، ان کے ساتھ ایک چپاتی اور چپاتی کے ساتھ کو سالن تھا جو لوبی اور ماش[1] وغیرہ سے تیار کیا گیا تھا جبریئل نے کہا "امیر المؤمنین کے لیے جانور کا کوئی گوشت کھانا آج مجھے پسند نہیں ہے، وہ یہ سالن کھالیں" امیر المؤمنین تھوڑا سالن کھا کر سو رہے۔ بیدار ہوئے تو جبریئل نے کہا "نبیذ حرارت میں اضافہ کرتی ہے، میرا خیال ہے کہ واپس ہو جائیں" مامون واپس ہو گئے، آقا کی تمام دولت برباد ہو گئی۔ انھوں نے مجھ سے کہا "ابو خراسان! دو سو اور پانچ سو آبنوسوں کی بات اور خلیفہ کی ملاقات ایک ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی"۔

یوسف کہتے ہیں "جو حسن بن میخائیل اپنے ماموں سے روایت کرتا ہے، جبریئل اس کی علم و فضل کے باعث بیحد عزت کرتا تھا، میں نے اس خاندان میں جبریئل کے بعد اس سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا، گو اس کے اندر سخت تکبر اور بہت زیادہ ضعیف العقلی تھی۔ وہ روایت کرتا ہے کہ جبریئل نے اسے بتایا کہ یکم محرم ۱۸۰ھ کو اس نے رشید کو دیکھا کہ کھانا بہت کم کھاتا ہے، قارورہ اور نبض سے کسی ایسی بیماری کا سراغ بھی نہ لگتا تھا جو قلت طعام کا باعث ہو، چنانچہ رشید سے کہا "امیر المؤمنین! آپ کا جسم بحمد اللہ صحیح و سالم ہے، غذا بھرپور نہ لینے کا کوئی سبب نظر

(۱) ماش، مٹر کا دانہ۔ ایک پھلی دار پودا۔

نہیں آیا۔" بار بار یہی بات کہی تو انھوں نے جواب دیا " مدینۃ السّلام کی آب و ہوا میرے لیے ثقیل ثابت ہو رہی ہے مگر یہ بھی پسند نہیں کہ ان دنوں اس سے الگ رہوں، کیا اس کے قریب کوئی جگہ عمدہ آب و ہوا کی ہے؟ " میں نے کہا "حیرہ۔" انھوں نے کہا " حیرہ میں ہم بار بار قیام کرتے رہے اور عون عبادی پر بار بنتے رہے، علاوہ ازیں یہ دور بھی ہے۔" میں نے کہا " امیرالمومنین! پھر انبار خوشگوار مقام ہے۔ یہاں کی سرزمین آب و ہوا میں حیرہ سے بہتر ہے۔" چنانچہ وہ یہاں منتقل ہو گئے، پھر بھی کھانے کے اندر کچھ اضافہ نہ ہوا، بلکہ کم ہی ہو گیا، جعفر کو قتل کرنے سے دو یوم اور ایک شب پہلے وہ جمعرات کے دن روزہ سے رہے، رات کے کھانے پر انھوں نے جعفر کو بلایا، مگر رشید زیادہ نہ کھا سکے۔ جعفر نے ان سے کہا " امیرالمومنین! کھانا ذرا زیادہ کھا لیتے، انھوں نے فرمایا " چاہوں تو زیادہ کھا سکتا ہوں مگر پسند یہ ہے کہ ہلکے معدہ کے ساتھ رات بسر کروں تاکہ صبح کو کھانے کی اشتہا زیادہ ہو اور حرم کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا سکوں، پھر جمعہ کو صبح سویرے سیر و تفریح کے لیے سوار ہوئے، ساتھ میں جعفر بھی سوار ہوئے، میں نے دیکھا کہ رشید نے اپنا ہاتھ جعفر کی آستین میں اندر جسم تک داخل کر کے اسے بھینچا اور معانقہ کیا، آنکھوں کے مابین بوسہ دیا پھر ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ایک ہزار گز سے زیادہ چلے پھر اپنے خیمہ گاہ کو واپس آئے۔ اور کہا " زندگی کی قسم! میں دن بھر تمہارے ساتھ رہتا اور آج کا دن خوشی کا دن مناتا، مگر گھر والوں کے ساتھ مصروفیت ہے۔" اس کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا " جبرئیل! میں اپنی حرم کے ساتھ کھانا کھاؤں گا، تم میرے بھائی کے ساتھ اس کی خوشی میں شریک رہنا۔" میں جعفر کے ساتھ روانہ ہوا۔ کھانا حاضر ہوا، ہم نے تناول کیا، پھر ابوزکار مغنی حاضر کیا گیا اس کی مجلس میں ہمارے سوا کوئی اور نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ خادم کے بعد خادم ہمارے پاس آرہے ہیں اور چپکے سے اس سے کچھ کہتے ہیں اس کا نا پھوسی پر وہ ٹھنڈی سانس بھرتا ہے اور کہتا ہے " برا ہو ابوعیسیٰ! ابھی تک امیرالمومنین نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ انھیں کوئی بیماری ہے جو کھانا نہیں کھا رہے ہیں۔" وہ جب کبھی شراب کا پیالہ پینا چاہتا تو ابوزکار کو یہ گیت گانے کا حکم دیتا۔

ان بنی المنذر حین انقضوا	بحیث شاد البیعۃ الراہبُ
اُضحوا ولا یرجوہم راہب	حقا ولا یرجوہم راغبُ
کانت من الخز بوسا تہم	لم یجلب الصوف لہم جالبُ
کأنما جثتہم لعبہ	سار الی لبن بہا راکبُ

جہاں راہب نے کلیسا بنایا ہے وہاں بنو منذر جس وقت مٹے

اس وقت ان کا یہ حال تھا کہ صحیح معنوں میں انھیں کوئی ترہیب کا کام دیتی تھی نہ ترغیب

ریشمی ان کے لباس تھے، اون انھیں حاصل نہ تھا۔

ان کی لاشیں کیا تھیں جیسے گڑیاں، جن کے گریبانوں تک کوئی سوار چل کر آیا ہو۔

ابوزکار یہی گیت گاتا تھا، دوسرا کوئی اور گیت سنانے کا اس سے مطالبہ بھی نہ ہوتا۔ یہی حالت برابر جاری رہی حتیٰ کہ میں نے عشاء کی نماز ادا کی، اس کے بعد ہمارے پاس ابوہاشم مسرور کبیر اس کا خلیفہ ہرثمہ بن اعین اور اس کے ساتھ ایک بڑی فوج آئی، خلیفہ ہرثمہ نے اپنا ہاتھ جعفر کے ہاتھ کی جانب بڑھا کر کہا " او فاسق! کھڑے ہو جا " جبرئیل کہتا ہے " مجھ سے کوئی بات کی گئی نہ کوئی حکم دیا گیا۔ اسی وقت میں اپنے گھر چلا گیا۔ سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ نصف گھنٹہ سے کم ہی عرصہ میں رشید کا قاصد پہنچا اور مجھے اس کے یہاں چلنے کا حکم دیا۔ رشید کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت جعفر کا سر ایک طشت میں اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے کہا جبرئیل! تو پوچھتا تھا نا کہ میری خوراک کم کیوں ہو گئی ہے؟ میں نے کہا " ہاں! اے امیرالمومنین!" انھوں نے فرمایا وہ تردد جو تم دیکھ رہے ہو اس نے مجھے اس حالت تک پہنچا دیا تھا، آج اے جبرئیل! میں اپنے تئیں بیماری سے شفا پانے والے ایک کمزور انسان کی طرح ہوں، میری غذا پیش کرو میں کتنا کھاتا ہوں، پہلے کے مقابلہ میں تمہیں حیرت ہو گی۔ تھوڑا تھوڑا اس لیے کھاتا تھا کہ کھانا بوجھ نہ بن جائے اور بیمار نہ پڑ جاؤں۔" پھر اسی وقت کھانا منگایا اور رات اچھی طرح کھایا۔

یوسف کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم بن مہدی نے بیان کیا کہ امیرالمومنین محمد امین کے عہد خلافت میں ایک شام میں ان کی مجلس سے دوا لینے کے باعث حاضر نہیں ہو سکا جبرئیل بن بختیشوع دوسرے دن صبح سویرے ان کے پاس آئے، امین کا سلام پہنچایا اور دوا کے متعلق پوچھا، پھر قریب آ کر کہا " امیرالمومنین علی بن عیسیٰ بن ماہان کو خراسان بھیجنے کی تیاری کر رہے ہیں،" کہ مامون کو روپہلی بیڑیوں میں جکڑ کر حاضر کرے، میں کہتا ہوں جبرئیل کا عیسائی مذہب نہیں اگر مامون محمد پر غالب آ کر قتل نہ کرے، اور اس کے اقتدار پر قابض نہ ہو جائے " میں نے کہا " برا ہو تیرا ایسی بات کیوں اور کیسے کہی؟" اس نے کہا " کیونکہ اس بددماغ خلیفہ نے آج شب بدمست ہو کر فوجی دستہ کے سربراہ ابوعصمہ شیعی کو بلایا اور حکم دے کر اس کا سرکاری لباس اتروایا، اور میرے کپڑے، پیٹی اور ٹوپی اسے پہنایا، اور اس کی قبائیں، سرکاری لباس، تلوار اور پٹکا مجھے۔ اسے میری جگہ بٹھایا اور مجھے فوجی دستہ کے سربراہ کی جگہ طلوع فجر تک بٹھایا۔ ہم میں سے ہر ایک سے اس نے کہا " میں نے تمہیں تمہارے ساتھی کا عہدہ دے دیا ہے۔" میں نے کہا " چونکہ اس نے اپنی حالت خود بدلی ہے اس لیے اللہ نے جو نعمت اسے دی رکھی ہے اسے بدل دے گا۔ حراست کی ذمہ داری ایک عیسائی کو سپرد کر دی ہے۔ حالانکہ عیسائیت سب سے ذلیل مذہب ہے، کیونکہ سوائے اس کے اور کسی مذہب میں یہ نہیں ہے کہ دشمن جو چاہے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دو، مثلاً کوئی قابو میں رکھنا چاہے تو اسے تسلیم کرے، کوئی ایک میل دوڑائے تو دو میل دوڑ جائے، کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال پیش کر دے۔ یہ صرف میرا مذہب ہے جو اس طرح کی تعلیم دیتا ہے۔ لہٰذا میرا فیصلہ کہ اس شخص کی عزت جانے والی ہے۔ اس نے اپنے طبیب کی جگہ جو اس کی زندگی کا محافظ، اس کی جسمانی مصلحتوں کا پاسبان اور اس کی

طبیعت کا خادم ہے ابوعصمر کو بٹھا دیا ہے جو اس باب میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میرا فیصلہ ہے کہ وہ زندہ نہ رہے گا، اس کی جان ضائع ہو جائے گی۔" ابواسحاق کہتے ہیں "جبرئیل نے جو شگون لیا اسی کے مطابق ہوا تھی۔

یوسف بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ابواسحاق ابراہیم بن مہدی سے جبرئیل بن بختیشوع کو یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا کہ میں عباس بن محمد کے یہاں حاضر تھا کہ ایک شاعر نے آ کر اس کی تعریف کی، میں اس کے اشعار سنتا رہا حتیٰ کہ اس نے یہ شعر پڑھا ؎

لَوْقِیلَ لِلْعَبَّاسِ یَاابْنَ مُحَمَّدٍ   قُلْ لَا وَاَنْتَ مُخَلَّدٌ مَاقَالَهَا

اگر عباس سے کہا جائے اے ابن محمد! 'لا' کہو تو وہ نہ کہیں گے۔

میں نے یہ شعر سنا تو صبر نہ کر سکا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ عباس اپنے زمانہ کا سب سے بخیل انسان ہے۔ میں نے شاعر سے کہا "ارے وہ، میں سمجھتا ہوں کہ تم ابدال سے کام لے رہے ہو، کہنا چاہتے ہو "ہاں" مگر "لا" کہہ گئے۔ عباس نے مسکرا کر مجھ سے کہا "چلے جاؤ، اللہ تجھے بدصورت کرے"۔

میں کہتا ہوں یہ شاعر جس کی جانب اشارہ کیا گیا ربیعہ رقی تھا،

یوسف کہتے ہیں اس مجلس میں جبرئیل نے ابواسحاق سے بیان کیا کہ عیسائیوں کے افطار کے ایک دن بعد وہ عباس کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے سر میں کل کی نبیذ کا اثر باقی تھا، واقعہ رشید کی خدمت میں آنے سے قبل کا ہے۔ جبرئیل نے عباس سے کہا "اللہ عزت بخشے، امیر کا کیا حال ہے؟ عباس نے کہا "میرا حال وہی ہے جو تجھے پسند ہے"۔ جبرئیل نے کہا "بخدا! امیر کا حال نہ میری پسند کے مطابق ہے نہ اللہ کی پسند کے مطابق نہ شیطان کی خواہش کے مطابق"۔ عباس کو اس بات پر طیش آگیا، اس نے کہا "یہ کیا بات ہوئی، اللہ تجھے غارت کرے"۔ جبرئیل کہتا ہے میں نے کہا "میں حقیقت کی دلیل رکھتا ہوں" عباس نے کہا "پیش کرو ورنہ ادب سکھا دونگا میرے کسی گھر میں داخل نہ ہو سکو گے"۔ جبرئیل نے کہا میری پسند تو یہ تھی کہ آپ امیرالمؤمنین ہیں، کیا ایسا ہو سکا؟ عباس نے کہا "نہیں"، جبرئیل نے کہا "اللہ اپنے بندوں سے پسند یہ کرتا ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کریں۔ بادشاہ! کیا آپ ایسے ہیں؟" عباس نے کہا "نہیں"۔ استغفراللہ " جبرئیل نے کہا "شیطان بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ اللہ کا انکار اور اس کی ربوبیت سے انحراف کریں، امیر کیا آپ اس خواہش کے مطابق ہیں؟ عباس نے کہا "نہیں" مگر آج کے بعد اس طرح کی بات نہ کہنا"۔

فثیون ترجمان کہتا ہے "سنہ ٢١٣ھ میں مامون نے جب روم جانے کا ارادہ کیا تو جبرئیل بری طرح بیمار پڑا۔ مامون نے اسے کمزور پایا تو اس سے التماس کی کہ اپنے صاحبزادہ بختیشوع کو روم کے سفر میں ہمراہ کر دے، چنانچہ اس نے بلایا۔ فہم و دانش اور شرافت میں وہ اپنے والد کا نظیر تھا۔ مامون نے اس سے گفتگو کی تو اس کی خوش گفتاری سے بے حد خوش ہوا، نہایت عزت کی، مرتبہ بلند کیا اور اپنے ساتھ روم لے گیا، مامون چلا گیا۔

تو جبرئیل کا مرض اتنا بڑھا کہ موت قریب نظر آنے لگی، اس نے مامون کے نام ایک وصیت لکھ کر اپنے رشتہ دار میخائیل کو سپرد کی اور انتقال کر گیا۔ اس نے جو عمدہ کارنامے اور بھلائی کے کام انجام دیئے تھے اس کے پیش نظر اس کی تدفین بے مثال طریقہ سے انجام دی گئی۔ مدائن میں مارسرجس کے دیر میں مدفون ہوا۔ اس کا بیٹا بختیشوع جب روم سے واپس آیا تو دیر کے راہبوں کو جمع کیا اور ان کی ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کرنے کا انتظام کیا۔

غثیون ترجمان لکھتا ہے کہ جورجس اور اس کی اولاد کی نسل اپنے زمانہ میں سب سے عمدہ تھی، شرافت نفس، جلالت حوصلہ، نیکوکاری، احسان، رحمت و رأفت، صدقہ و خیرات، مریض فقرا، و ساکین کی دیکھ بھال، اور مصیبت زدوں کی دستگیری، میں اللہ تعالیٰ نے انھیں جو خصوصیت دی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔

میں کہتا ہوں، جبرئیل بن بختیشوع نے رشید کی جب سے خدمت کی اس وقت سے لے کر رشید کی وفات تک اس کی مدت خدمت تیئیس[٢٣] سال ہے۔ بختیشوع بن جبرئیل کے کتبخانہ میں ایک نوشتہ ملا جس میں جبرئیل بن بختیشوع کبیر کے کاتب کی قلمی تحریر اور کچھ اصطلاحات جبرئیل کے قلم سے مکتوب ہیں۔ رشید کے عہد حکومت میں جب وہ اس کے یہاں پہنچا تو لکھتا ہے کہ اس کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل تھے۔

١۔ عوام کے مشاہرہ سے ماہانہ دس ہزار درہم، سالانہ ایک سو بیس ہزار درہم، تیئیس[٢٣] سال کے اندر بیس لاکھ چھ ساٹھ ہزار درہم، عطیات کی مقدار ماہانہ پانچ ہزار درہم، سالانہ ساٹھ ہزار، تیئیس سالوں کے اندر دس لاکھ تین سو اسی دو درہم؛

٢۔ خواص کے مشاہرہ سے۔ ہر سال محرم میں روپیہ لے کے، پچاس ہزار درہم تیئیس سال کے اندر ساڑھے گیارہ لاکھ دراہم اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

باریک نرم کتانی خاص طرازی پارچہ	بیس قطعہ
ملحم طرازی (ایک قسم کا پارچہ)	بیس قطعہ
خز منصوری	دس قطعہ
خز مبسوط	دس قطعہ
منقش یمنی پارچہ	تین عدد
منقش نصیبی پارچہ	تین عدد
تالشان	تین عدد

علاوہ ازیں سمور، سنجاب، نقرئی صراحیاں، پوستین، اور دلق بھی موصول ہوتے تھے۔ عیسائیوں کا روزہ شروع ہوتا تو اس موقعہ پر ہر سال پچاس ہزار درہم پیش کیے جاتے تھے۔ تیئیس سال کے اندر یہ رقم ساڑھے گیارہ لاکھ دراہم ہوتی تھی۔

یوم الشعانین[1] کو منقش، کتانی اور مُلحم پارچے پیش کیے جاتے جن کی قیمت دس ہزار درہم ہوتی تھی تیئس سال کے اندر یہ رقم کل دو لاکھ تیس ہزار درہم ہوئی۔ یومُ الفطر کے موقع پر ہر سال پچاس ہزار درہم تیئس سال کے اندر کل ساڑھے گیارہ لاکھ دراہم نیز حسب روایت دس ہزار کے پارچے، تیئس سال کے اندر ۲ لاکھ تیس ہزار درہم کے کپڑے۔

۳۔ رشید کی سالانہ دو بار فصد کھونے کے موقع پر۔ ہر بار پچاس ہزار درہم کل ایک لاکھ، تیئس سال کے اندر ۲۳ لاکھ درہم۔

۴۔ رشید کے ساتھیوں سے مختلف قسطوں میں اُس میں پوشاک، خوشبو کی قیمت اور سواری بھی شامل ہے ایک لاکھ درہم، کل چار لاکھ درہم، تیئس سال کے اندر بانوے لاکھ درہم۔

تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ عیسٰی بن جعفر	پچاس ہزار درہم
۲۔ زبیدہ اُم جعفر	پچاس ہزار درہم
۳۔ عباسہ	پچاس ہزار درہم
۴۔ فاطمہ اُمّ محمد	ستّر ہزار درہم
۵۔ پوشاک، خوشبو اور سواری	ایک لاکھ درہم

۵۔ جندی سابور، سوس، بصرہ اور سواد کی جائدادوں سے حاصل ہونے والی فصل کی قیمت سالانہ اجرتیں ادا کرنے کے بعد آٹھ لاکھ درہم، تیئس سال کے اندر ایک سو چوراسی لاکھ۔

۶۔ اجرتوں سے بچ رہنے والی رقم سالانہ سات ہزار درہم، تیئس سال کے اندر ایک لاکھ اکسٹھ ہزار۔

۷۔ برامکہ سے سالانہ چوبیس لاکھ درہم۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ یحیٰی بن خالد	چھ ہزار درہم
۲۔ جعفر بن یحیٰی وزیر	بارہ لاکھ درہم
۳۔ فضل بن یحیٰی	چھ ہزار درہم

تیرہ سال کی مدت میں یہ رقم تین کروڑ دو لاکھ درہم۔

یہ تمام رقمیں رشید کی تیئس اور برامکہ کی تیرہ سالہ خدمات میں اسے حاصل ہوئیں۔

---

(۱) یوم الشعانین: عیسائی تہوار جو عید الفصح سے پہلے اتوار کے دن منایا جاتا ہے، اس دن عیسٰی مسیح بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے۔

عظیم انعامات جو نوشتہ میں درج نہیں ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ آٹھ کروڑ اٹھاسی لاکھ درہم۔

۲۔ پانچ کروڑ اسّی لاکھ درہم

۳۔ تیس لاکھ درہم

۴۔ آٹھ لاکھ درہم

۵ چار لاکھ درہم

۶۔ چار لاکھ درہم

نوٹ: مذکورہ بالا رقم اور ان انعامات کی جن کا اخراجات وغیرہ میں تذکرہ نہیں ہے آمدنی درج شدہ نوشتہ کے مطابق نو لاکھ دینار اور چھانوے لاکھ درہم۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

اخراجات کے سلسلہ میں صرف کی جانے والی رقم سالانہ تقریبًا بائیس لاکھ درہم، مذکورہ سالوں کے اندر جملہ رقم تین کروڑ تیس لاکھ درہم۔

مکانات، باغات، تفریح گاہوں، غلاموں، جانوروں اور سواریوں کی قیمت ستّر لاکھ درہم، آلات اور صنعتوں وغیرہ کی قیمت اسی لاکھ درہم۔ خاص رشتہ داروں کے لیے خرید کردہ جائداد کی قیمت ایک کروڑ بیس لاکھ درہم۔ جواہر اور ذخیروں کی قیمت پانچ لاکھ دینار، پانچ کروڑ درہم۔ مذکورہ بالا سالوں کے اندر صلہ رحمیٔ نیکوکاری، صدقہ و خیرات اور حضرات کی کفالت پر جن کے اموال ضبط کر لیے گئے تھے۔ تیس لاکھ درہم امانتیں رکھنے والوں نے جس رقم کا انکار کیا وہ تیس لاکھ درہم۔

ان تمام رقومات کی وصیت وفات کے وقت جبرئیل نے مامون کو اپنے بیٹے بختیشوع کے لیے کی، اور مامون کو اس کا وصی بنایا۔ مامون نے بختیشوع کو سب کچھ سپرد کر دیا، اس میں سے کسی چیز پر اعتراض نہ کیا، علاوہ ازیں ۹ لاکھ دینار بھی عطا کیے۔

جبرئیل بن بختیشوع کی شخصیت ہی ابو نواس کے حسبِ ذیل اشعار میں مراد ہے۔

سألت أخی أبا عیسی — وجبریل لہ عقل
فقلت الراح تعجبنی — فقال کثیرہا قتل
فقلت لہ فقدر لی — فقال وقولہ فصل
وجدت طبائع الانسا — ن أربعۃ ھی الأصل
فاربعۃ لأربعۃ — لکل طبیعۃ رطل

میں نے اپنے بھائی ابو عیسیٰ سے پوچھا، جبرئیل جسے سمجھ گئے۔

میں نے کہا شراب مجھے پسند ہے، بولے زیادہ قاتل ہے۔
میں نے کہا پھر تعین کر دیجیے، بولے اور ان کا بول فیصلہ کن رہا۔
میں نے انسان کی طبیعتیں چار پائیں، یہی اصل ہیں۔
پس چار چار کے لیے ہیں، ہر طبیعت کے لیے ایک رطل۔

ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی نے کتاب المجرد فی الاغانی میں حسبِ ذیل اشعار کا تذکرہ کیا ہے۔

اُلا قل للذی یبس   علی الاسلام والملة
لجبرئیل ابی عیسٰی   اُخی الاُنذال والفسلہ
اُفی طبک یا جبرئیل   ما یشفی ذوی العلة
غزال قد سبی عقلی   بلا جرم ولا زلة

ذرا اس شخص سے پوچھو جو اسلام اور ملّت پر نہیں ہے۔
جبرئیل ابو عیسٰی، بیہودہ اور نچلے لوگوں کے بھائی سے۔
کیا تمہاری طب میں بیماروں کا علاج ہے؟
ایک ہرنی نے میری عقل پر قبضہ کر لیا ہے بلا کسی جرم اور بلا کسی لغزش کے۔

ابو الفرج فرماتے ہیں، شعر مامون کا ہے جسے اس نے جبرئیل بن بختیشوع طبیب کے بارے میں کہا ہے گیت تقیم کا ہے اور خفیف رمل ہے۔

جبرئیل بن بختیشوع کے ملفوظات حسبِ ذیل ہیں:
چار چیزیں عمر کو مسمار کر دیتی ہیں۔ ہضم ہونے سے پہلے کھانے پر کھانا، نہار منہ پینا، بوڑھی عورت سے مجامعت، حمام سے لطف اندوز ہونا۔

جبرئیل بن بختیشوع کی تصنیفات حسبِ ذیل ہیں" رسالة الی المامون فی المطعم والمشرب، کتاب المدخل الی صناعة المنطق، کتاب فی الباہ، رسالة مختصرة فی الطب، کناش، کتاب فی صنعة البخور، جسے اس نے عبداللہ المامون کے لیے مرتب کیا تھا۔

بختیشوع بن جبرئیل

جلیل القدر سریانی طبیب تھا عظمت و جلالت اور کثرت زر میں ہم عصر اطباء کے اندر اس کا کوئی ہمسر نہ تھا. ملبوسات اور قالینوں میں متوکل کا مقابلہ کرتا تھا۔ جالینوس کی تصنیفات میں بختیشوع بن جبرئیل کی بہت

ساری کتابوں کو حنین بن اسحاق نے سریانی اور عربی زبانوں میں منتقل کیں۔

مثیون ترجمان لکھتا ہے کہ واثق سریر آرائے خلافت ہوا تو اس وقت محمد بن عبدالملک زیات اور ابن ابی داؤد بختیشوع سے دشمنی اور حسد رکھتے تھے۔ بختیشوع فضل و کمال، نیکو کاری، صدقہ و خیرات اور کمال مروت کے جس مرتبہ پر فائز تھا وہ ان دشمنوں کی نگاہ میں برابر کھٹکتا تھا۔ خلوت میں دو نوں واثق کو اس کے خلاف برانگیختہ کرتے تھے۔ چنانچہ ناراض ہو کر اس نے بختیشوع کی املاک اور جائدادوں پر قبضہ کر لیا، اور اس کی بہت ساری دولت چھین کر اسے جندی سابور جلاوطن کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۳۰ھ کا ہے۔ مگر استسقاء کے مرض میں واثق جب مبتلا ہوا اور مرض نے شدّت اختیار کر لی تو بختیشوع کو بلوایا۔ مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ اس کے بعد متوکل کے عہد میں کچھ دنوں بعد بختیشوع کی حالت بہتر ہو گئی۔ حتیٰ کہ عظمت و رفعت، جلالت رتبہ، کثرت زر، حسن زندگی، کمال مردانگی، اور پوشاک، لباس، خوشبو، فرش، فنون، کشادگی اور اخراجات میں نمود و نمائش خلیفہ کے مقابل میں اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ متوکل نے حسد میں اگر اسے گرفتار کر لیا۔

بعض تاریخوں میں منقول ہے کہ متوکل کے یہاں بختیشوع بن جبرئیل کو بلند رتبہ حاصل تھا۔ مگر اس کی جسارت اور دیدہ دلیری خلیفہ کے خلاف اس قدر بڑھی کہ اس نے سزا دی، اس کی املاک پر قبضہ کر کے اُسے مدینۃ السلام روانہ کیا۔ اس کے بعد متوکل کو قولنج کی شکایت ہوئی تو اس نے بختیشوع کو بلایا اور معذرت کی، بختیشوع نے علاج کیا جس سے وہ رو بصحت ہوا۔ چنانچہ خوش ہو کر اسے انعام دیا اور اس کی املاک واپس کر دی، مگر جلد ہی بختیشوع پر ایک اور افتاد پڑی، جس کی رُو سے متوکل نے اسے سزا دے کر اس کی تمام املاک ضبط کر لی اور بصرہ روانہ کر دیا۔ افتاد کا سبب یہ تھا کہ عبداللہ نے منتصر ابو العباس حصینی سے ایک جو خراب انسان تھا خط و کتابت کی اور دونوں نے متوکل کو قتل کرنے اور منتصر کو خلیفہ بنانے پر اتفاق کیا۔ بختیشوع نے وزیر سے کہا "تو نے منتصر حصینی سے خط و کتابت کیوں کی جبکہ اس کی خرابی تجھے معلوم ہے۔ چنانچہ عبداللہ کو یقین ہو گیا کہ بختیشوع سازش سے واقف ہو چکا ہے۔ بختیشوع نے جو کچھ کہا تھا اسے وزیر کو بتایا، اور کہا تمہیں معلوم ہے کہ بختیشوع متوکل سے کسقدر محبت رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ سازش کو ناکام بنا دے گا۔ لہذا کیا تدبیر کی جائے؟ ان لوگوں نے منتصر سے جا کر کہا "خلیفہ جب مدہوش ہو جائے تو کپڑے پھاڑ کر اور خون سے لت پت کر اس کے یہاں جاؤ۔ وہ پوچھے کہ کیا ہوا تو کہیے "بختیشوع نے میرے اور بھائی کے درمیان نفاق پیدا کر دیا ہے، ہم باہم لڑ کر مرتے مرتے بچے۔ امیر المؤمنین! میں تو یہ کہوں گا کہ وہ دور رہے"، چنانچہ وہ کہے گا کہ جاؤ اپنی کارروائی کرو، ہم اسے جلاوطن کر دیں گے، تحقیق و تفتیش جب تک کرے گا ہم اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہوں گے۔" منتصر نے ایسا ہی کیا، چنانچہ بختیشوع کو سزا دی گئی اور متوکل قتل ہوا۔ مستعین خلیفہ

ہوئے تو بختیشوع کو دوبارہ کام پر واپس بلایا، اس کے ساتھ بجد احسان کیا، خلافت ابن عبداللہ محمد بن واثق مہتدی کو ملی تو یہ متوکل کے نقش قدم پر قائم ہوا۔ اطباء کے ساتھ جو سلوک اس کا تھا، جس طرح انھیں مقدم رکھتا تھا، اور جو احسانات کرتا تھا اسی طرح کا طرزِ عمل اس نے بھی اختیار کیا، مہتدی باللہ کے یہاں بختیشوع کو نہایت عمدہ مقام حاصل ہوا۔ متوکل کے زمانہ میں جو سامان اس کا ضبط کیا گیا تھا اس کی مہتدی سے شکایت کی تو اس نے حکم دیا بختیشوع تمام خزانوں میں داخل ہو اور جس چیز کو اپنا بتائے اسے واپس کی جائے۔ اس سلسلہ میں کوئی مشورہ کیا جائے نہ کوئی مراجعت۔ چنانچہ بختیشوع نے جو چیز باقی ملی اسے لے لی اور جو چیز نہیں ملی اسے معاف کر دیا، اور اپنے سامانوں کی اچھی طرح حفاظت کی۔

مدینۃ الاسلام کے وکیل کی جانب سے بختیشوع کو ایک خط موصول ہوا جس میں اس نے لکھا تھا کہ سلیمان بن عبداللہ بن طاہر نے اس کے گھروں سے تعرض کیا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد بختیشوع نے یہ خط مہتدی کی خدمت میں پیش کیا چنانچہ اس نے سلیمان بن وہب کو اسی وقت حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ آیا تو آگے بڑھ کر اس سے کہا دربار کی جانب سے سلیمان بن عبداللہ کو لکھ دو کہ بختیشوع کو وکیل نے جو بات لکھی ہے اس پر ہم ناخوش ہیں، لہٰذا اس کے مکانوں اور اسباب کو پہلے سے زیادہ عزیز رکھے، یہ خط اس نے اپنے نہایت مخصوص خادم کے ذریعہ مدینۃ الاسلام کو روانہ کیا۔ بختیشوع نے مہتدی سے اپنی آخری ملاقات میں کہا "امیر المومنین! آپ چالیس سال سے نہ تو فصد کرائی ہے اور نہ کوئی دوا استعمال کی، نجومیوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ میں اس سال مر جاؤں گا، اپنی موت کا غم نہیں ہے غم آپ کی جدائی کا ہے۔" مہتدی نے اس سے نہایت خوبصورت گفتگو کی، اس نے کہا نجومیوں کی بات بہت کم سچی ثابت ہوتی ہے، بختیشوع واپس ہوا تو یہ آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

ابراہیم بن علی حصری نے کتاب نور الطرف و نور الظرف میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن مہدی اور بختیشوع کا ایک مقدمہ عدالت میں احمد بن ابی داؤد کے سامنے اطراف سواد کی ایک جائداد کے سلسلہ میں پیش ہوا۔ ابراہیم نے بختیشوع سے نہایت سخت کلامی کی، اس پر احمد بن ابوداؤد نے غضبناک ہو کر کہا "ابراہیم! عدالت میں ہمارے روبرو کوئی مقدمہ پیش کرو تو اعتدال سے رہو، طریق کار واضح رہے، تیور پرسکون ہو، گفتگو متوازن ہو، خلیفہ کی مجلسوں کے حقوق پورا کرو، تعظیم، ارشاد، اور توفیق کے فرائض ادا کرو، یہی تمہارے شایانِ شان ہے، تمہاری شرافت اور عظمت کا جو رتبہ ہے اس کے لیے یہی سزاوار ہے، عجلت سے کام نہ لو، کیونکہ عجلت کے بعض کام تاخیر کا سبب بنتے ہیں، اللہ تمہیں لغزشوں، اور قول و عمل کی خطاؤں سے محفوظ رکھے، اور تمہارے آباء کی طرح تم پر بھی اپنی نعمت کی تکمیل کرے۔ بے شک تمہارا پروردگار علم والا حکمت والا ہے۔"

ابراہیم نے جواب میں کہا "اللہ امیر کو نیکوکار بنائے۔ آپ نے صحیح بات کا حکم دیا۔ راہِ حق کی ترغیب فرمائی، میں اب ایسا کام نہیں کروں گا جو آپ کے نزدیک میری قدر و منزلت برباد کر دے، مجھے آپ کی نگاہوں سے گرادے اور واجبی پوزیشن سے نکال کر معذرت خواہی کے لیے مجبور کر دے، جو غصہ مجھے لاحق ہو چکا تھا اس پر معذرت خواہ ہوں، اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں، جرم کا اقرار کرتا ہوں، غیظ و غضب مجھے ابھار کر اپنی مراد کرتا ہے مگر آپ جیسے انسان اپنی فکر و دانش سے مجھے اپنے قیام پر واپس لاتے ہیں، یہ آپ کے یہاں اور ہمارے یہاں آپکے باب میں اللہ کی سنت ہے، وہ ہمارے لیے کافی ہے، کیا ہی بہتر کارساز ہے وہ۔ اس جائداد میں میرا جو حصہ ہے اس سے میں بختیشوع کے حق میں دستبردار ہوا۔ جو ظلم اس پر ہوا ہے کاش کہ یہ تلافی کافی ہو۔ میرے نزدیک وہ مال تلف نہیں ہوتا جو کسی نعمت کا فائدہ بخشے۔ وباللہ التوفیق۔

ابو محمد بدر بن ابو اصبع کاتب اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ اس کے دادا ایک نہایت سخت گرم دن میں بختیشوع کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ ایک ایسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو کتانی لڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی، دو ہوائی کھڑکیاں تھیں جن کے درمیان ایک سیاہ کھڑکی تھی، وسط میں ایک قبہ تھا جس پر نرم باریک کتانی کپڑوں کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ کیا معلوم ہوتا تھا جیسے دبیق (مصر کا ایک قریہ) کا بنا ہوا ہو، اسے گلاب، کافور اور صندل کے عرق سے رنگ دیا گیا تھا، بختیشوع کے جسم پر ایک قیمتی سفید بھاری بھر کم جبہ اور ایک ریشمی چادر تھی جس میں وہ لپٹا ہوا تھا۔ اس پوشاک پر مجھے حیرت ہوئی۔ قبہ کے اندر داخل ہوا تو سخت سردی محسوس ہوئی۔ بختیشوع نے ہنستے ہوئے مجھے ایک جبہ اور ریشمی چادر دی اور کہا صاحبزادے! قبہ کے کنارے کھول دو"، یہ کنارے کھول دیئے گئے تو کیا دیکھا کہ ایوانی پہلوؤں کے دروازے ایسے مقامات کی طرف کھلے ہوئے ہیں جو برف سے ڈھکے ہوئے ہیں اور کچھ لڑکے ہیں جو اس برف کو ہوا دے رہے ہیں، چنانچہ اس سے وہ ٹھنڈک نکل رہی تھی جو مجھے محسوس ہوئی۔ اس کے بعد اس نے کھانا منگایا۔ چنانچہ نہایت خوبصورت دسترخوان بچھا جس پر ہر قسم کی عمدہ اشیاء تھیں، اس کے بعد نہایت سرخ بھنے ہوئے چوزے لائے گئے، طباخ نے اکرائے جھاڑ کر صاف کیا۔ بختیشوع نے بتایا کہ یہ چوزے بادام اور اسپغول کھاتے اور آبِ انار پیتے تھے۔

موسم سرما کے شباب پر میں ایک نہایت سرد دن میں بختیشوع کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس پر بھرا ہوا جبہ اور ایک کمبل تھا۔ گھر میں ایک چوبی خانہ کے اندر نہایت خوبصورت باغ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ چوبی خانہ کے اوپر سمور نمایاں طور پر پڑے ہوئے تھے۔ اس کے اوپر رنگین ریشمی پردہ تہ بہ تہ مغربی اون کے لبادے، ارمین کی چرمی کھالیں پڑی ہوئی تھیں۔ سامنے ایک نقرئی انگیٹھی تھی، جس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا اور جس کے اندر پھاڑ کر سوراخ بنائے گئے تھے۔ ایک خادم تھا جو نہایت عمدہ نرم باریک کتانی چولی پہنے عود ہندی سلگا رکھا تھا۔ چوبی خانہ کے اندر داخل ہوا تو سخت گرمی محسوس ہوئی۔ بختیشوع نے ہنستے ہوئے مجھے ایک کتانی چولی پہننے کے لیے دی اور خود آگے بڑھ کر اس نے چوبی خانہ کے کنارے کھول دیئے، دیکھا کہ کچھ ایسے مقامات ہیں جہاں آہنی کھڑکیوں کے بعد چوبی کھڑکیاں ہیں اور کچھ انگیٹھیاں ہیں جن میں

غضا(۱) کے کوئلے دہک رہے ہیں، کچھ لڑکے ان کوئلوں کو لوہاروں کی طرح دہونک رہے ہیں، اس کے بعد اس نے کھانا منگوایا۔ چنانچہ معمول کے مطابق صاف ستھرا کھانا حاضر کیا گیا، ساتھ ہی نہایت سفید چوزے لائے گئے، میں نے گریز کیا، اندیشہ ہوا کہ شاید پکے ہوئے نہ ہوں، طباخ نے انھیں جھاڑ کر صاف کیا، بختیشوع سے پوچھا تو بتایا کہ یہ جوز مقشر، کھاتے اور دودھ پیتے تھے۔

بختیشوع بن جبرئیل جب بخور کا تحفہ دیتے تو ایک ڈبّہ میں یہ اور ایک دوسرے ڈبہ میں کوئلہ بھی دیتے جسے وہ ترنج، بید، اور انگور کی لکڑیوں سے تیار کرتے تھے، جلانے کے وقت اس پر مشک اور کافور کے ساتھ عرق گلاب، عرق بید سادہ اور پرانی شراب چھڑکتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ کوئلہ کے بغیر بخور ہدیہ کرنا مجھے پسند نہیں ہے کیونکہ عام کوئلوں سے یہ خراب ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بختیشوع کی یہ خاص صنعت تھی۔

ابو محمد بدر بن ابو اصبع اپنے والد سے وہ ابو عبداللہ محمد بن جراح سے وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ متوکل نے ایک دن بختیشوع سے کہا "میری دعوت کرو" اس نے کہا "بسرو چشم" متوکل نے کہا "یہ دعوت کل ہو" اس نے کہا "بہت بہتر" موسم گرم اور گرمی بہت سخت تھی۔ بختیشوع نے رشتہ داروں اور ساتھیوں سے کہا "سب کچھ ٹھیک ہے، صرف جوٹ نہیں ہے، ہمارے پاس جس قدر ہے وہ ناکافی ہے۔ اس نے اپنے وکیلوں کو بلا کر کہا کہ سر من رأی میں جوٹ جس قدر مل سکے خرید لاؤ۔ چنانچہ انھوں نے حکم کی تعمیل کی، اسی کے ساتھ جو بھی زینت کار اور کاریگر ملے ان سبھوں کو حاضر کیا۔ انھوں نے گھر کے تمام صحنوں، کمروں، مجلسوں، آرام گاہوں اور بیت الخلاؤں کے لیے جوٹ تراشے، تاکہ خلیفہ کا جہاں سے بھی گذر ہو جوٹ سے آراستہ ہو، پھر اس نے سوچا اس کی بُو بھی زائل ہو جائے جو ایک مدت کے استعمال کے بعد ہی زائل ہوا کرتی ہے، چنانچہ "سر من رأی" میں جس قدر خربوزے مل سکیں انھیں خریدنے کا حکم دیا اور اپنے بہت سارے نوکروں اور غلاموں کو بٹھا دیا کہ ان خربوزوں سے رات بھر جوٹ کی مالش کریں۔ چنانچہ صبح تک انکی بُو زائل ہو چکی تھی۔ اس کے بعد زینت کاروں نے مذکورہ مقامات پر انھیں آویزاں کیا، باورچیوں کو حکم دیا کہ پانچ ہزار چرمی ٹوکریاں تیار کریں، ہر ٹوکری کے اندر سفید روٹی اور چپاتیاں کل بوزن ۸ کیلو اور بھنا ہوا بھیڑ کا بچہ، عمدہ بکری کے بچہ کا گوشت، دو جوان مرغ، سرکہ میں ابالے ہوئے دو کبوتر، تین طرح کے سالن اور مٹھائی کی ایک طشتری رکھی جائے۔

متوکل آیا تو اس نے بکثرت جوٹ اور اس کی جدت طرازی دیکھی۔ اس نے پوچھا کس طرح اس کی بُو زائل

(۱) غضا۔ جھاڑ کا ایک درخت، جس کی لکڑی سب سے سخت ہوتی ہے، اس کا انگارہ دیر تک باقی رہتا ہے، بجھتا نہیں ہے۔ نجد میں بکثرت پایا جاتا ہے اس لیے اہلِ نجد کو اہل غضا بھی کہتے ہیں۔

ہو گئی ہے، بختیشوع نے خربوزوں کی کہانی سنائی۔ اس پر اسے سخت حیرت ہوئی، متوکل اور اس کے چچا زاد بھائیوں اور فتح بن خاقان نے ایک ہی دسترخوان پر کھایا، بختیشوع نے امراء اور دربانوں کو دو نہایت عظیم الشان اور بے نظیر روشوں پر بیٹھایا۔ ٹوکریاں حاشیہ بردار غلاموں، خادموں، رکاب تھامنے والوں، فرش بچھانے والوں اور ملاحوں کے درمیان تقسیم کر دی گئیں۔ اس نے کہا "اب میں ان کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں، کیونکہ یہ دسترخوانوں پر بیٹھ کر کھاتے کوئی خوش ہوتا کوئی ناخوش، کوئی کہتا پیٹ بھر گیا، کوئی کہتا نہیں بھرا۔ اب ایک ایک ٹوکری انھیں دے دی گئی ہے، کسی کو کوئی شکایت نہ ہو گی۔ متوکل کھانا دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ اس نے سونا چاہا تو بختیشوع سے کہا "ایک ایسے روشن مقام پر سلاؤ جہاں مکھیاں نہ ہوں" اس طرح اس نے چاہا کہ بختیشوع کو بے بس کر دے، مگر پہلے ہی سے اس نے گھر کی چھتوں پر مکھیوں کے جمع ہونے کے لیے خاکدان رکھے تھے چنانچہ گھر کے نچلے حصوں میں ایک بھی مکھی نہ تھی۔ بختیشوع نے متوکل کو ایک مربع بڑے مکان میں داخل کیا جس کی ساری چھت سوراخوں کے اوپر بنی ہوئی تھی۔ ان میں کچھ گلاس آویزاں تھے، جس سے مکان روشن ہو رہا تھا۔ اسے جوٹ سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اور اس کے پیچھے عرق گلاب، صندل اور کافور سے لگا ہوا دبیقی(۱) آویزاں کیا گیا تھا۔ متوکل سونے کے لیے دراز ہوا تو نہایت عمدہ خوشبو محسوس کی، اسے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کیا ہے کیونکہ مکان کے اندر خوشبو، فواکہ اور کلی نام کی کوئی شے اُسے نظر نہ آئی۔ جوٹ کے پیچھے نہ لڑیاں اور نہ کوئی ایسی جگہ تھی جہاں ان اشیاء کو رکھا گیا ہو، اسے سخت حیرت ہوئی۔ فتح بن خاقان کو حکم دیا کہ معلوم کرے یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے اس نے نکل کر چکر لگایا چنانچہ مکان کے اردگرد باہر سے اور اس کے تمام گوشوں پر لطیف ننھے ننھے دروازے طاقوں کے مانند دیکھے جو مختلف قسم کی خوشبوؤں، فواکہ، مخلول اور ایسے مثانات کے بھرے ہوئے تھے جن کے اندر بیر دج الصنم، اور خربوزے رکھے گئے تھے، خربوزوں کا گودہ نکال کر ان میں صعتر، پودینہ یمنی جسے عرق گلاب سے تیار کیا گیا تھا، خوشبو، کافور، کہنہ شراب اور ریشہ دار زعفران بھر دیا گیا تھا فتح نے کچھ لڑکوں کو دیکھا جو ان طاقوں پر تعینات تھے، ہر ایک کے ساتھ ایک انگیٹھی تھی جس میں(۲) ند سلگا کر دہونی دے رہے تھے۔ مکان کے اندر سے سفیدہ کے ازار تھے جن کے اندر اس طرح سوراخ کیے گئے تھے کہ ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ انھیں سوراخوں سے یہ عجیب و غریب خوشبو مکان کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ فتح نے واپس آکر متوکل سے اپنا مشاہدہ بیان کیا تو اسے سخت حیرت ہوئی۔ بختیشوع کی ان نعمتوں کو دیکھ کر آتش حسد بھڑک اٹھی۔ دن گذارنے سے پہلے ہی گھر کو واپس آگیا، اور الزام لگایا کہ کوئی چیز اس کے جسم میں لت پت ہو گئی ہے۔ اس بات سے اسے سخت تکلیف پہنچی ہے۔

(۱) دبقی، مصر کے ایک قصبہ دبیق کی جانب منسوب ایک کپڑا جو نہایت نفیس ہوتا تھا۔

(۲) ند، ایک طرح کی خوشبو۔

کچھ دنوں کے بعد بختیشوع پر وہ مصیبت بن کر ٹوٹا، اور اس کی بے اندازہ دولت ضبط کرلی، اس کی جملہ پوشاکوں میں چار ہزار وبیقی سپینزی پائجامے تھے۔ تمام پائجاموں میں آرمینی ابریشم کے ازار بند تھے۔ حسین بن مخلد نے اگر اس کے خزانوں کو بند کیا، ان میں جو موزوں تھے انھیں متوکل کے گھر لایا، بہت ساری چیزیں بیچ دیں، کچھ لکڑیاں، کوئلے، نبیذ اور مصالہ جات رہ گئے تھے جنھیں حسین بن مخلد نے چھ ہزار دینار میں خریدا اور آٹھ ہزار دینار میں فروخت کیا، اس پر حمدون کو حسد ہوا، چنانچہ متوکل سے شکایت کی، اس کے ہاتھ میں بیچنے سے جو سامان رہ گیا تھا حمدون نے اسکے لیے چھ ہزار دینار کی پیشکش کی، یہ پیشکش منظور ہوئی، سامان اس کے سپرد کردیا گیا، چنانچہ دوگنی سے زیادہ قیمت پر فروخت کیا۔ یہ واقعہ ۲۴۴ھ کا ہے۔

فثیون ترجمان لکھتا ہے کہ متوکل کے عہد میں معتز باللہ کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے باعث وہ نہ کوئی دوا لے سکتا تھا نہ غذا۔ متوکل بیحد فکر مند ہوا، اطباء موجود تھے، مریض کا وہی حال تھا۔ اتنے میں بختیشوع آیا اس نے معتز سے مذاق کیا۔ معتز نے اپنا ہاتھ بختیشوع کے بھاری بھرکم منقش یمنی جبہ کی آستین میں داخل کرکے کہا "کتنی عمدہ ہے یہ پوشاک" بختیشوع نے کہا "آقا! بخدا! اس کپڑے کا حسن بے مثال ہے۔ اس کی قیمت ایک ہزار دینار دینی پڑی ہے۔ میرے دو سیب کھالو، اور یہ جبہ لے لو۔ اس نے ایک سیب مانگا مگر دونوں کھا گیا۔ بختیشوع نے اس سے کہا "آقا! جُبہ کے ساتھ ایک پوشاک اور ضروری ہے، یہ پوشاک میرے پاس موجود ہے جو اسی جیسی ہے، آپ سکنجبین کا شربت پی لیں اور یہ پوشاک لے لیں" معتز نے سکنجبین کا شربت بھی پی لیا، جو طبیعت کے موافق ثابت ہوا، چنانچہ صحتیاب ہوا، جبہ اور وہ پوشاک حاصل کی، متوکل بختیشوع کے اس کارنامہ کا ہمیشہ شکر گذار رہا۔

ثابت بن سنان بن ثابت کہتا ہے متوکل کو کسی گرم وقت میں رائی کھانے کی خواہش ہوئی۔ اطباء نے منع کیا، کیونکہ حدت مزاج اور حرارت کبد کا حامل تھا نیز رائی کی تباہ کاریاں کچھ کم نہ تھیں۔ بختیشوع نے کہا میں اسے کھلاؤں گا۔ نقصان کی ذمّہ داری مجھ پر ہوگی۔ متوکل نے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس نے ایک کدو منگایا اور اس پر مٹی لگا کر تنور میں رکھا، اور پانی نچوڑ کر حکم دیا کہ رائی کا چھلکا اتار کر اسے آب کدو میں شامل کریں، اس نے کہا "رائی درجہ چہارم میں گرم اور کدو درجہ چہارم میں تر ہے، اس طرح دونوں مل کر معتدل ہوجائیں گے، لہذا جی بھر کے کھالو" متوکل نے رات بغیر کسی تکلیف کے گذاری، صبح کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بختیشوع کو اس نے تین ہزار درہم اور مختلف پارچوں کے تیس بکس پیش کرنے کا حکم دیا۔

اسحاق بن علی رہاوی عیسٰی بن ماسہ کا حسب ذیل بیان روایت کرتا ہے "میں نے بختیشوع بن جبرئیل کو بیمار دیکھا۔ امیرالمؤمنین متوکل نے معتز کو عیادت کا حکم دیا۔ معتز اس وقت ولی عہد تھا۔ چنانچہ اس نے محمد بن عبداللہ بن طاہر اور وصیف ترکی کے ساتھ عیادت کی" فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن محمد معروف بابن مدبر نے

مجھے خبر دی کہ متوکل نے وزیر کو بالمشافہ حکم دیا اور کہا کہ بختیشوع کی جائدادوں کو رجسٹرڈ کرو، کیونکہ یہ میری ہی جائدادیں اور املاک ہیں۔ ہمارے اندر اس کا مقام وہی ہے جو ہمارے جسموں میں ہماری ارواح کا ہے۔

عبیداللہ بن جبرئیل بن عبیداللہ بن بختیشوع کہتا ہے "اس تذکرہ سے پتہ چلتا ہے کہ متوکل کے نزدیک بختیشوع کی کیا قدر و منزلت تھی، کس طرح اس کے ساتھ وہ کھل کر رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے اسی طرح وہ واقعہ بھی ہے جو بعض شیوخ نے بیان کیا ہے وہ یہ کہ بختیشوع ایک دن متوکل کے یہاں آیا۔ یہ دارالخواص کے وسط میں ایک مخصوص بیٹھا ہوا تھا۔ معمول کے مطابق بختیشوع تخت پر بیٹھ گیا۔ اس وقت یہ رومی ریشم کا جبہ زیب تن کیے ہوئے تھا۔ دامن میں تھوڑا اشگاف تھا۔ متوکل بختیشوع سے گفتگو کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس شگاف سے کھیلتے ہوئے پیٹ تک جا پہنچا دونوں کے درمیان ایک ایسی گفتگو ہو رہی تھی جس کی رو سے متوکل کو پوچھنا پڑا کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ مفسد کو باندھ کر لے جانا ضروری ہے" اس نے کہا "جب اپنے طبیب کے جبہ کے شگاف میں وہ پیٹ تک پہنچ جائے تو ہم اسے باندھ دیں گے" اس پر متوکل ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگیا، اور فوراً اس کے لیے خلعت فاخرہ اور وافر دولت کا حکم دیا۔

کتاب الجماہر فی الجواہر میں ابوریحان بیرونی لکھتا ہے "متوکل ایک دن نوار کے تحفے وصول کرنے کے لیے بیٹھا۔ اس کی خدمت میں نہایت عمدہ اشیاء اور شاندار تحفے پیش کیے گئے، اس کا طبیب خاص بختیشوع بن جبرئیل بھی حاضر ہوا۔ یہ اس سے بیحد مانوس تھا۔ اس نے پوچھا "آج کے بارے میں کیا خیال ہے" بختیشوع نے جواب دیا "مجھ جیسے بھکاریوں کے پاس کیا ہے، جو کچھ لایا ہوں اسے دیکھیے" اس کے بعد آستین سے آبنوس کی ایک ڈبیا نکالی جس پر سونا چڑھایا ہوا تھا، اسے کھولا تو سبز ریشم نظر آیا۔ جس کے اندر سے ایک بڑا جوہری چمچہ اور چمچہ سے ایک شعلہ نکلا۔ بختیشوع نے اسے متوکل کے سامنے رکھ دیا۔ ایسی بے نظیر شئے متوکل نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ پوچھا کہاں سے یہ ملا ہے؟ اس نے کہا شریف لوگوں سے، پھر ظاہر کیا کہ والد کو اُمّ جعفر زبیدہ کی جانب سے تین ہزار دینار تین بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں ملے۔ پہلی بیماری یہ تھی کہ حلق میں ایک عارضہ لاحق ہوا جو خناق کا پیش خیمہ تھا۔ والد نے فصد، تلطیفیہ اور ایک رقیق غذا لینے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ یہ غذا ان کے نسخہ کے مطابق ایک حیرت انگیز خالص سبز چینی کے برتن میں پیش کی گئی، اس میں یہ چمچہ بھی تھا۔ والد نے مجھے چمچہ اٹھا لینے کا اشارہ کیا چنانچہ اسے لے کر میں نے اپنی ٹوپی میں رکھ لیا۔ مگر خادم نے اسے لے لیا، زبیدہ نے اس سے کہا "نرمی سے اسے واپس کرنے کا حکم دو، اور اس کے عوض اسے دس ہزار دینار پیش کرو" والد نے کہا "خانم! میرے بچے نے کبھی چوری نہیں کی، لہذا پہلی ملاقات میں اسے رسوا نہ کریں، تاکہ دل شکستہ نہ ہو" زبیدہ نے ہنستے ہوئے یہ چمچہ اسے ہدیہ کردیا" متوکل نے دوسری دونوں بیماریوں کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ زبیدہ نے بدبوئے دہن کی شکایت کی تھی، جس کی خبر اسے اس کی خاص لونڈی نے دی تھی۔ اس نے کہا کہ اس بیماری

سے موت بہتر ہے‘‘ والد نے عصر تک انھیں بھوکا رکھا، پھر اسے سرکہ میں بھگوئی ہوئی مچھلی اور انتہائی خراب کھجور سے بنائی ہوئی نبیذ کی تلچھٹ زبردستی پلائی۔ زبیدہ کو متلی اور قے ہوئی، یہی عمل تین دن تک جاری رہا، اس کے بعد ان سے کہا ’’جس نے بدبوئے دہن کی خبر دی ہے اس کے سامنے سانس چھوڑیں اور پوچھیں کہ بدبو زائل ہوئی کہ نہیں۔

تیسری بیماری یہ تھی کہ شدید ہچکی سے جو کمرہ کے باہر سُنی جاتی تھی۔ مرنے کے قریب تھیں۔ والد نے خادموں کو حکم دیا کہ پانی کے برتن صحن کی چھت پر رکھ دیں۔ اور اس کے کنارے صف بہ صف لگا کر پانی سے انھیں بھر دیں، اور ہر برتن کے پیچھے ایک خادم بیٹھ جائے، جب وہ تالی بجائیں تو سب ایک ساتھ ان برتنوں کو گھر کے وسط کی جانب ڈھکیل دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اس سے ایک سخت آواز پیدا ہوئی جس سے زبیدہ پر خوف طاری ہوا وہ اچھل پڑیں، اور ہچکی زائل ہوگئی۔

ابو علی قیانی کہتے ہیں مجھ سے والد نے بیان کیا کہ ایک دن بختیشوع کی خدمت میں حاضر ہوا۔ موسم گرمی کا تھا بیٹھا تو خادم کی جانب متوجہ ہو کر اس نے کہا ’’لاؤ‘‘ خادم ایک پیالہ لایا جس میں تقریباً دو سو گرام کہنہ شراب تھی۔ اور ایک سنہری جلد پر کوئی سیاہ سی چیز تھی، بختیشوع نے اسے چبایا اور اوپر سے شراب پی لی۔ میں نے دیکھا اس کا چہرہ آگ کی طرح بھڑک اٹھا۔ پھر اس نے کچھ طشتریاں منگائیں جن میں نہایت خوبصورت کوہی شفتالو تھے۔ وہ انھیں کاٹ کر کھاتا رہا حتیٰ کہ چہرہ کا التہاب جاتا رہا۔ میں نے کہا ’’بتاؤ‘‘ ’’کیا معاملہ ہے‘‘ اس نے کہا ’’مجھے شفتالو کھانے کی شدید خواہش تھی مگر اس کے ضرر کا اندیشہ تھا، چنانچہ تریاق اور شراب استعمال کی۔ چنانچہ عمدہ طور پر پینے کے لیے پتھر مل گیا۔

ابو علی قیانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ محمد بن داؤد بن جراح نے مجھ سے بیان کیا کہ بختیشوع طبیب میرے والد کا دوست تھا، اور ہمارا ایک ساتھی بڑے ڈیل ڈول کا تھا اور بکثرت کھاتا تھا، یہ جب اسے دیکھتا تو کہتا کہ میرے لیے شربت کا کوئی نسخہ لکھ دو‘ اس نے اتنا پریشان کیا کہ بالآخر نسخہ لکھنا پڑا، نسخہ میں اس نے شحم حنظل اور سقمونیا کے اجزا شامل کیے۔ بختیشوع نے والد سے کہا ’’تمام باتوں کا سر رشتہ یہ ہے کہ یہ کھانا ہلکا کھائے۔ اور نفس پر قابو رکھے۔ اور کھانا گڈمڈ کر کے نہ کھائے۔‘‘ پرہیز کے دن اسے ہمارے گھر کھانا دیا گیا اور ایک کلو دو سو گرام گوشت کے شوربہ اور ایک کلو دو سو گرام روٹی پر اکتفا کیا گیا۔ جب اس نے کھانا لیا تو مزید کا طالب ہوا، مگر والد نے منع کر دیا۔ اور آخر وقت تک اسے محبوس رکھا، اس کی بیوی کے یہاں کہلا بھیجا کہ گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دے۔ والد نے یہ دیکھ کر کہ وقت زیادہ گذر گیا ہے اسے گھر جانے دیا، یہاں اس نے بیوی سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں طلب کیں، مگر اسے کچھ نہ ملا، اتفاقاً بیوی الماری کے ایک برتن سے غافل تھی جس کے اندر ثرید رکھا ہوا تھا۔ مریض نے بڑی مقدار میں کھایا۔ صبح کو دوا ابھی پی‘ معدہ غذا سے پر تھا لہٰذا

دوا کا اثر نہ ہوا۔ آفتاب ذرا بلند ہوا تو اس نے کہا ’’بختیشوع احمق ہے‘‘ اور چار کلو روٹیوں کے ساتھ چار کلو گوشت کھا گیا۔ اس پر ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا ایک جگ بھی پی گیا۔ دوا نے ایک گھنٹہ کے بعد نیچے اوپر سے نکلنے کا راستہ تلاش کیا مگر تمام راستے مسدود ہو چکے تھے۔ بالآخر شکم پھول گیا، تنفس جاری ہوگیا۔ قریب تھا کہ موت کی آغوش میں جا پہنچے۔ یہ حالت دیکھ کر بیوی نے والد کو پکارا۔ وہ اسے ایک سواری پر بٹھا کر بختیشوع کے یہاں لے آئے۔ یہ وقت نہایت گرم تھا۔ بختیشوع بھی تھکا ہوا تھا، حال پوچھا اور تمام کیفیت معلوم کی۔ اس کے گھر میں دو سو سے زیادہ طیطوی، حصانی اور بیضانی نیز دیگر اقسام کے پرندے تھے۔ ان کے لیے پانی سے بھرا ہوا ایک برتن ہمیشہ موجود رہتا تھا۔ اس برتن کے اندر ان پرندوں کی بیٹ پڑی ہوئی تھی۔ دھوپ سے پانی گرم ہو چکا تھا۔ بختیشوع نے اس میں پسا ہوا نمک ڈالا اور گھول کر ایک قیف کے ذریعہ سارا پانی مریض کو پلا دیا۔ مریض کو اس بات کا پتہ نہ چلا۔ طبیب نے لوگوں کو اس سے دور رہنے کا حکم دیا۔ پانی کے اثر سے مریض کی طبیعت میں ایک بھونچال سا آگیا اس کی طاقت کو خوشبودار اشیاء اور آب دراج (تیتر) سے بحال رکھا گیا۔ چنانچہ افاقہ ہوا اور کچھ دنوں کے بعد بتدریج حالت بہتر ہوگئی۔ اس پر ہم سب کو سخت حیرت ہوئی۔ پوچھنے پر بختیشوع نے ہمیں بتایا کہ باقاعدہ علاج اختیار کرنے پر یعنی لاؤ، پکاؤ، اور پلاؤ میں معاملہ طویل ہو جاتا۔ اتنے میں تو مریض جاں بحق ہو جاتا۔ قولنج شدید کے مریضوں کو ہم کبوتر کی بیٹ اور نمک دیتے ہیں، برتن کا پانی دھوپ میں رہنے کی وجہ سے گرم ہو چکا تھا بقدر ضرورت اس کے اندر کبوتر کی بیٹ بھی تھی۔ دوسری دواؤں کے مقابلہ میں اسے بہ سرعت استعمال کرایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اسی کے ذریعہ علاج کیا اور بحمداللہ مریض صحتیاب ہوگیا۔

بعض کتابوں سے منقول ہے کہ قمر جب ذنب سے متصل ہوتا تو بختیشوع حقنہ کا حکم دیتا، اس سے قولنج فوری طور پر رفع ہو جاتا، قمر زہرہ سے آنکھیں چار کرتا تو اس وقت دوا پینے کا حکم دیتا، چنانچہ مریض اسی وقت صحت یاب ہو جاتا۔

بختیشوع کی وفات ہوئی تو اس نے اپنے پیچھے عبیداللہ اور اس کے ساتھ تین بچیاں چھوڑیں، ان کے اسباب وزیروں اور داروغوں نے ضبط کر لیے اور مزید کا مطالبہ کرنے لگے، اس پر وہ سب منتشر ہوگئے۔ بختیشوع کی وفات ۲۲ صفر ۲۵۶ھ بروز یکشنبہ ہوئی۔

بختیشوع کے ملفوظات حسبِ ذیل ہیں۔

بھوک کی حالت میں پانی پینا ردی ہے اس سے زیادہ ردی شکم سیری کی حالت میں کھانا ہے۔ تھوڑا مضر کھانا زیادہ مفید کھانے سے بہتر ہے۔

بختیشوع کی تصنیفات میں کتاب المجامعۃ ہے جو سوال و جواب کے اسلوب پر مرتب کی گئی ہے۔

جبرئیل بن عبیداللہ بن بختیشوع

فاضل، صاحب علم، فنِ طب میں ماہر، اعمال طب میں جید اور فن کی گہرائیوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ فنِ طب کے اندر اس کی جلیل القدر تصنیفات ہیں، اس فن میں اس کے آبا و اجداد وحید العصر اور اپنے زمانہ میں ممتاز تھے۔ اس شخص کے صاحبزادہ عبیداللہ نے اپنے والد کے حالات پر جو کتاب لکھی ہے اس میں حسب ذیل بیان وارد ہے۔

"میرے دادا عبیداللہ بن بختیشوع ایک صوبہ کے گورنر تھے۔ مقتدر رحمہ اللہ خلیفہ ہوئے تو انھیں اپنے پاس بُلالیا، ان کی خدمت میں عرصہ تک رہ کر وفات پائی۔ وارثین میں انھوں نے میرے والد جبرئیل کو اور ایک بہن چھوڑی، جوان کے ساتھ رہتی تھی۔ دونوں چھوٹے تھے۔ وفات کی شب مقتدر نے اسّی فراشوں کو بھیجا جو تمام اسباب و سامان وغیرہ اٹھا لائے، قبر میں دفن کیے جانے کے بعد بیوی روپوش ہوگئی۔ یہ ایک جلیل القدر گورنر حرسون کی صاحبزادی تھیں۔ اس کے سبب مقتدر نے اس کے والد کو گرفتار کر لیا اور اس سے بنت بختیشوع کی ودیعتوں کا طالب ہوا۔ اس کا بہت سارا مال اس نے لے لیا، جس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ ان کی صاحبزادی اپنے بچّے جبرئیل اور اس کی بہن کو لے کر سلطان سے چھپ کر عکبرا روانہ ہوئیں، دونوں بچے چھوٹے تھے۔ اتفاق سے انھوں نے ایک طبیب سے شادی کر لی اور بچّے کو ایک چچا کے سپرد کیا جو دقوقا میں مقیم تھا۔ شوہر کے ساتھ ایک زمانہ رہ کر انتقال کیا۔ شوہر نے جو مال و متاع عورت کے پاس تھا لے لیا اور لڑکے کو بھگا دیا۔ چنانچہ جبرئیل بغداد پہنچے تو ان کے پاس نہایت تھوڑی دولت بچی تھی۔ انھوں نے ترمرہ نامی طبیب کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی، ترمرہ کا شمار مقتدر کے اطبا اور خواص میں تھا۔ جبرئیل نے یوسف واسطی طبیب سے بھی علم حاصل کیا اور شفا خانہ اور درس و تدریس میں مصروف ہوگئے، یہ اپنے ماموؤں کے ساتھ رہتے تھے جن کی سکونت دار روم میں تھی، جبرئیل کے ساتھ ان کا سلوک بہتر نہ تھا۔ علم و فن سے وابستگی پر اسے ملامت کرتے اور نہایت بے حیائی سے پیش آتے۔ کہتے کہ اپنے دادا بختیشوع کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے، جبرئیل کو ماموؤں جیسا بننا گوارہ نہ تھا۔ وہ ان کی باتوں کا خیال نہ کرتے۔ اتفاقاً کرمان سے ایک قاصد معزالدولہ کے پاس آیا، اور اس کے لیے دھاریدار گدھا اور سات بالشت اور دو بالشت کے دو آدمی لایا۔ اتفاق سے اس نے قصر فرخ میں مشرقی جانب اس چبوترے کے قریب قیام کیا جس پر میرے والد جبرئیل بیٹھا کرتے تھے۔ یہ قاصد ان کے پاس اکثر بیٹھتا، گفتگو کرتا اور انتہائی خوشدلی سے پیش آتا۔ ایک دن اس نے جبرئیل کو بلایا اور فصد کے سلسلہ میں مشورہ کیا۔ جبرئیل نے فصد کا مشورہ بھی دیا اور فصد کھول بھی، وہ دو دن ان کے یہاں آتا جاتا رہا، دیلم[1] کے قانون اُجرت کے مطابق اس نے وہ سینی ارسال کی جس میں پٹیاں، نشتر، لوٹا اور تمام آلات تھے۔ پھر

(۱) دیلم: عجمیوں کی ایک نسل جو آذربائیجان کے اطراف میں آباد تھی۔

انھیں بلا کر کہا "ان لوگوں کے یہاں جاؤ اور دیکھو ان کے لیے کیا چیز موزوں ہے"۔

قاصد کے ساتھ ایک کنیز تھی جس سے وہ عشق کرتا تھا۔ اسے نزف الدم ہوگیا، فارس، کرمان اور عراق میں قابل ذکر کوئی ایسا طبیب نہ تھا جس نے اس کا علاج نہ کیا ہو۔ مگر کوئی علاج کامیاب نہ ہوا۔ جبرئیل نے اسے دیکھا نسخہ مرتب کیا، معجون بنایا، اور پلایا۔ چالیس دن کے بعد وہ مکمل صحتیاب ہوگئی۔ قاصد کو اس پر بےحد مسرت ہوئی ایک عرصہ کے بعد انھیں بلا کر ایک ہزار درہم، ایک سقلاطونی جبہ، ایک ریشمی کپڑا، اور ملائم ریشمی عمامہ پیش کرتے ہوئے کہا "ان سے اپنے حق کا مطالبہ کرو"۔ چنانچہ کنیز نے انھیں ایک ہزار درہم، ہر قسم کے دو دو قطعے کپڑے دیے اور انھیں ایک خچر گاڑی پر سوار کرکے روانہ کیا۔ ساتھ میں ایک زنگی غلام بھی دیا، یہ نہایت شان سے نکلے، ہر ماموؤں سے ان کی حالت بہتر ہو چکی تھی، ماموؤں نے دیکھا تو دوڑ پڑے اور نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا۔ انھوں نے کہا "آپ کپڑوں کی عزت کرتے ہیں میری نہیں"۔ قاصد چلا گیا تو فارس اور کرمان میں جبرئیل کی کارکردگی کا شہرہ ہوا۔ اسی شہرت کے باعث وہ شیراز کے اندر داخل ہوئے۔ جب یہاں آیا تو عضدالدولہ کو جس کی پہلی نمود شیراز کی حکومت تھی، جبرئیل کے متعلق اطلاع دی گئی، اس نے انھیں بُلایا۔ یہ حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ اعصاب چشم پر ایک رسالہ بھی لے گئے جس میں بڑی عمدہ گفتگو کی تھی۔ چنانچہ عضدالدولہ پر اس کا اچھا اثر ہوا۔ دیگر شہریوں کی طرح ان کے لیے بھی رہائش کا انتظام کیا اور وظیفہ مقرر کیا۔

اتفاق سے عضدالدولہ کے خالو کوکین کو جو ضلع جورقب کا حاکم تھا ایک مرض لاحق ہوا۔ اس نے طبیب کی خواہش کی تو عضدالدولہ نے جبرئیل کو روانہ کیا، یہ پہنچے تو کوکین نے ان کی بے حد قدر و منزلت کی، انھیں وجع المفاصل، نقرس اور ضعف احشاء کی شکایت تھی۔ ان کے لیے انھوں نے جوارش تفاحی تیار کی۔ یہ واقعہ ۱ کا ہے۔ اس جوارش سے کوکین کو بے حد فائدہ ہوا۔ چنانچہ بکثرت عطیات دے کر انھیں شیراز نہایت اعزاز کے ساتھ واپس کیا۔

بغداد کے سفر میں جبرئیل عضدالدولہ کے ساتھ تھا، یہاں خلیفہ نے شفاخانہ "بیمارستان" میں اس کو خدمت کے لیے مامور کیا اور روظیفہ کے علاوہ دہرا مشاہرہ بھی مقرر کیا جس میں ایک تو رسم خاص کے بطور تین ہزار درہم[1] شجاعی اور دوسرا شفاخانہ کے فرائض کی انجام دہی کے عوض تین ہزار درہم شجاعی، یہ ہفتہ میں دو دن اور دو شب یہاں قیام کرتے۔

اتفاق سے گورنر ابن عباد رحمہ اللہ کو معدہ کا ایک دشوار مرض لاحق ہوا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے عضدالدولہ سے خط و کتابت کی اور ایک طبیب بھیجنے کی درخواست کی۔ جبرئیل کی کارکردگی اور فضل و کمال ملک سے ازبام ہو چکا تھا۔ عضدالدولہ نے تمام بغدادی اطبا وغیرہ کو جمع کرکے مشورہ کرنا چاہا کہ کون اس کام کے لیے زیادہ موزوں ہے، چنانچہ انھیں جمع کرکے مشورہ کیا، سبھوں نے جبرئیل کو اپنی صفوں سے دور رکھنے اور

[1] ۱ درہم = ۱ گرام

اس کی ترقی پر حسد کے باعث برِ اتفاق کہا کہ اس طرح کی شخصیت صرف ابوعیسٰی جبریئل ہی کی ہو سکتی ہے۔ عضدالدولہ کے دل میں جو بات تھی وہ یہی تھی۔ مگر اس نے اجازت دے کر کچھ ایسا کام نہیں کیا جس سے جبریئل کا حال درست ہو سکتا، خوبصورت سواری لائی گئی، باربرداری اور سفر کے لیے خچر آئے، اور جب وہ رے میں داخل ہوئے تو گورنر نے پرتپاک خیر مقدم کیا، اور اسے دارمزاحۃ العلل میں اتارا جہاں فراش، طباخ، خازن، وکیل، دربان وغیرہ خدمت کے لیے موجود تھے۔ ایک ہفتہ قیام کے بعد ایک دن جبریئل کو انھوں نے بلایا۔ اپنے یہاں انھوں نے مختلف علوم و فنون کے اربابِ کمال اکٹھا کر رکھے تھے اور اہلِ رے میں سے ایک شخص کو جبریئل سے مناظرہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔ اس نے طب کی کچھ تعلیم حاصل کی تھی، چنانچہ نبض کی کچھ باتیں پوچھیں، جبریئل کو اصل مقصد معلوم ہو گیا، چنانچہ مسئلہ کی تشریح ضرورت سے زیادہ کرنی شروع کی، ایسی تفصیلات پیش کیں جنھیں جماعت کے اندر کسی نے کبھی نہ سنا تھا، نہایت لطیف شکوک پیش کیے اور ان کے جوابات دیئے۔ حاضرین میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے دل میں قدر و منزلت نہ آگئی ہو، گورنر نے انھیں عمدہ خلعت پیش کی اور درخواست کی کہ ان کے لیے ایک بیاض تیار کر دیں۔ جو خصوصیت سے ان امراض پر مشتمل ہو جو سر سے پیر تک پیش آتے ہیں، ان امراض کے ساتھ کسی اور شئے کا تذکرہ نہ کریں، چنانچہ انھوں نے کناش صغیر لکھی، یہ گورنر کے حسب الحکم سرتا قدم پیدا ہونے والے امراض پر مشتمل تھی، اسے لے کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسے دیکھ کر وہ بے حد متاثر ہوئے اور ایک ایسی چیز پیش کی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ جبریئل ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ دو سو ورق کی کتاب لکھی اور اس کے عوض میں ایک ہزار دینار ملے۔ عضدالدولہ کو معلوم ہوا تو بے حد خوش ہوا اور جبریئل کی قدر و منزلت پہلے سے زیادہ ہو گئی۔ جبریئل جب رے سے روانہ ہوئے تو نہایت خوبصورت پوشاک، شاہانہ ادا اور حشم و خدم کے ساتھ بغداد کے اندر داخل ہوئے۔ اور عضدالدولہ کے یہاں خوشکن اور شایانِ شان مقام پایا۔

راوی کہتا ہے ایک معتمد شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ بصحت و سلامت واپس آجانے پر ارمغان تبریک پیش کرنے کے لیے اطباء جبریئل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابوالحسین بن کشکرایا نے کہا "اے سنان کے شاگرد! اے ابوعیسٰی! ہم نے بویا اور تم نے کاٹا، ہم نے تجھے دور کرنا چاہا مگر تو اور قریب آگیا"، حقیقت بھی یہی تھی جیسا کہ اوپر تذکرہ آچکا ہے۔ جبریئل نے اسی بات پر ہنستے ہوئے کہا "معاملات ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں، بلکہ ان کا مدبر اور مالک ہی کوئی اور ہے" بغداد میں انھوں نے تین سال قیام کیا۔

شاہ دیلم خسروشاہ بن مبادر بیمار پڑے، حتیٰ کہ دیکھ بھال کی ضرورت ہوگئی، جسم کمزور ہو گیا، اندیشہ بڑھ گیا، مرے وغیرہ کے بارہ اطباء موجود تھے، مگر جوں جوں علاج کیا مرض بڑھتا گیا۔ گورنر کے یہاں ایک طبیب کے لیے درخواست بھیجی، انھوں نے کہا اس مقصد کے لیے میرے نزدیک صرف ابوعیسٰی جبریئل موزوں ہیں، انھوں نے خط و کتابت کی درخواست کی، کیونکہ گورنر اور جبریئل کے مابین موانست ہو چکی تھی گورنر نے

عضدالدولہ کو لکھا کہ جبریئل کو روانہ کر دیں۔ انھیں خبر دی کہ حالت اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ تاخیر ناقابلِ برداشت ہے، اعزاز کے ساتھ عضدالدولہ نے انھیں روانہ کیا، دیلمی کے یہاں پہنچے تو اس سے کہا "جب تک یہ اطباء موجود ہیں علاج نہ کروں گا"، چنانچہ اس نے اطباء کو عزت کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جبریئل نے دیلمی کے یہاں قیام کیا، اس عرصہ میں دیلمی نے درخواست کی کہ اصل مرض پر ایک مقالہ لکھ دیں تاکہ حقیقت مرض اور اس کے لیے اختیار کی جانے والی تدبیر سے واقفیت ہو جائے اور اسی پر اعتماد کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ایک مقالہ تیار کیا جو فم معدہ، آلاتِ غذا اور آلاتِ تنفس کے درمیان حجاب فاصل (ڈایافرام) کی مشارکت دماغی تکلیف کے بیان پر مشتمل تھا، اور جب ان کا گذر گورنر کے یہاں سے ہوا تو اس نے پوچھا کہ جسم کا علاوہ عنصر کون ہے؟ جبریئل نے کہا "خون" گورنر نے درخواست کی کہ اس سلسلہ میں دلائل کے ساتھ ایک کتاب تحریر کر ... اس مسئلہ پر ایک نہایت عمدہ مقالہ لکھا جس کے اندر متعلقہ دلائل کی وضاحت کی۔ اس زمانہ میں عجلت اپنی بیاض کبیر تیار کر رہے ...

عضدالدولہ کی وفات کے بعد جب جبریئل بغداد واپس پہنچے تو یہاں چند تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ بیاض کبیر کی تکمیل کی، اور اس کا نام محبت کی وجہ سے گورنر ابن عباد کے لقب پر الکافی رکھا۔ اس کا ... نسخہ بغداد کے دارالعلم پر وقف کیا۔ ایک کتاب بعنوان "المطابقۃ بین قول الانبیاء والفلاسفہ" (انبیاء اور فلاسفہ کے اقوال میں تطبیق) لکھی، شریعت میں اس کے مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ اس میں بکثرت اقوال اور ایک ... مراجع پیش کیے گئے ہیں، ہر مضمون میں فلاسفہ کے اقوال بکثرت دیئے گئے ہیں، کیونکہ یہ غامض اور قلیل الوجود ... شرعی اقوال واضح اور کثیرالوجود ہونے کے باعث کم دیئے گئے ہیں۔ اس عرصہ میں انھوں نے یہود کی تردید ... ایک مقالہ بھی لکھا جس میں چند باتیں شامل کیں۔ مثلاً اقوال انبیاء کی منسوخی کا جواز، مسیح کی آمد کے صحیح ہونے کی شہادتیں، یہود کی جانب سے مسیح کے انتظار کا ابطال کیا گیا تھا، نیز ان ہی میں سے اس عقیدہ کی بھی تردید کی کہ اللہ تعالیٰ سے روٹی اور شراب سے تقرب حاصل ہو سکتا ہے۔

چند دیگر مختصر مقالات بھی تحریر کیے۔ ان میں ایک مقالہ حسبِ ذیل عنوان پر تھا، شراب تقرب کا ذریعہ ہو سکتی ہے جبکہ اصلاً شراب حرام ہے، مقالہ کے اندر اس نے حلال و حرام کے اسباب پر روشنی ڈالی۔

اتفاق سے جبریئل کو بیت المقدس کا سفر پیش آیا۔ یہاں اس نے ایک دن روزہ رکھا پھر دمشق آیا ... کو اطلاع ملی تو دربار سے نہایت خوبصورت خط و کتابت ہوئی۔ جبریئل نے عرض کی کہ بغداد میں کچھ کام ہیں، انھیں پورا کر کے اعلیٰ حضرت کا قصد کروں گا تاکہ قصد کا مقصد پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے، بغداد آکر قیام اور بصرہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس کے بعد شاہ دیلم نے اسے بلا یا اور پہنچنے کے بعد کناش کبیر کا ایک نسخہ اس پر وقف کیا، جبریئل ... سے مجھے خبر ملی کہ شفاخانہ نے اسے اپنا معمول بنا لیا، صاحب کناش ابوعیسٰی کا جب بھی تذکرہ ہوتا ہے اسی کتاب ...

ذریعہ شفا خانہ کے اطبا اسے پہچانتے ہیں، شاہ دیلم کے یہاں اس نے تین سال قیام کیا۔ اس کے بعد ناراض ہو کر یہاں سے روانہ ہوا۔ شاہ دیلم نے طلاق کی قسم کھا لی تھی اور کہا تھا کہ جب کبھی واپس جانا پسند کرے گا اسے روکے گا نہیں مگر اسے روکنا ممکن نہ ہوا۔ بغداد آکر ایک مدت قیام کیا، پھر اسے موصل میں حسام الدین کے یہاں طلب کیا گیا جہاں اس نے اس کی بیماری کا علاج کیا۔ یہاں اس کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ حسام الدین نہایت استعجاب سے ہمیشہ کرتا رہا۔ وہ یہ کہ ایک خاتون حاد مرض میں مبتلا ہوئی۔ جبرئیل نے اس سے قارورہ بحفاظت رکھنے کے لیے کہا، اتفاق سے جبرئیل حسام الدین کے یہاں تھا کہ وہ قارورہ لے کر آئی۔ جبرئیل نے قارورہ دیکھا اور حسام الدین کی جانب متوجہ ہو کر کہا "یہ عورت مر جائے گی"، اس پر وہ گھبرا اٹھا، گھبراہٹ دیکھ کر عورت نے چیخ ماری، کپڑے پھاڑ لیے اور جانے کے لیے واپس مڑی، جبرئیل نے اسے فوراً بلایا اور کہا "اس خاتون کے متعلق یہی کوئی ایسی بات پیش آئی ہے جسے میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔" عورت نے قسم کھا کر کہا جو کچھ تجویز کیا تھا اس کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ جبرئیل نے کہا "تو ایسا ہے کہ تم نے قارورہ مہندی سے رنگ دیا ہوگا۔ عورت نے اثبات میں جواب دیا، اس پر جبرئیل نے غصّہ ہو کر عورت کو نہایت سخت سست کہا پھر حسام الدین سے کہا "خوشا! تین دن کے بعد یہ عورت صحت یاب ہو جائے گی"، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس واقعہ سے وہ بے حد متاثر ہوا اور حیرت سے ہمیشہ اس کا تذکرہ کرتا رہا۔

بغداد واپس آیا تو افسر بالا اپنی بیماری کے باعث اس سے کبھی جدا نہ ہوا اسی کے ساتھ دار الوزارۃ میں رات بسر کی، جبرئیل نے اس کے یہاں بڑی قدر و منزلت پائی۔

بعد ازاں اُمیر مہد الدولہ نے اسے بلایا اور اس قدر خوش دلی کی مظاہرہ کیا کہ جبرئیل میا فارقین روانہ ہوا، یہاں پہنچا تو اُمیر نے اس کی ایسی عزت افزائی کی کہ دیکھنے والوں کے لیے ضرب المثل بن گئی۔ یہاں ایک نہایت لطیف واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ یہ پہلا سال تھا جس میں اُمیر نے مسہل دوا لی تھی، جبرئیل نے امیر سے کہا "دوا سحر کے وقت پینا ضروری ہے۔" مگر اُمیر نے آغاز شب ہی میں لے لی، صبح جبرئیل سوار ہو کر اس کے گھر آیا، نبض دیکھی اور دوا کے بارے میں پوچھا تو امتحان کے طور پر اس سے کہا "دوا نے مجھ پر کچھ بھی اثر نہیں کیا" جبرئیل نے کہا "نبض تو یہ کہتی ہے کہ دوا اثر کر چکی ہے۔ اور یہ اپنی بات میں سچّا ہے" اُمیر نے ہنس کر کہا "تمہارا کیا خیال ہے دوا کہاں تک اثر کرے گی؟" جبرئیل نے کہا "اُمیر کو پچیس دست لائے گی اور دوسروں کو کم و بیش" اُمیر نے کہا "دوا ابتک مجھ کو تیس دست لا چکی ہے"۔ جبرئیل نے کہا "میں نے جو میعاد بتائی ہے دوا اس کے تمام ہونے تک اثر کرے گی"۔ اس کے بعد نسخہ لکھا، اور غضبناک ہو کر نکلا، قیام گاہ پر پہنچ کر سامان سفر باندھنے کا حکم دیا۔ مہد الدولہ کو خبر ملی تو واپسی کی وجہ معلوم کی، اس نے کہا "مجھ جیسے انسان کا تجربہ نہیں کیا جا سکتا میں تجربہ اور امتحان سے بالاتر ہوں" مہد الدولہ نے اسے راضی کیا اور ایک خچر اور خاصی مقدار میں درہم اس کی خدمت میں پیش کئے۔

اس مدّت میں شاہ دیلم نے اس سے نہایت عمدہ خط و کتابت کی، اس نے اپنے یہاں مزید رہائش کی درخواست کی، مہد الدولہ نے بھی اس سلسلہ میں خط و کتابت کی۔ مہد الدولہ کی خدمت میں اس نے تین سال قیام کیا اور ۸ رجب ۳۹۶ھ جمعہ کے دن وفات پائی۔ میا فارقین کے باہر عیدگاہ کے پاس دفن ہوا۔

جبرئیل بن عبید اللہ بن بختیشوع کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

کناش کبیر ملقب بہ کافی۔ پانچ جلدوں میں سوال و جواب کے اسلوب پر گورنر ابن عباد کے لیے تالیف کی کناش صغیر۔ یہ بھی گورنر ابن عباد کے لیے لکھی۔ رسالۃ فی عصب العین، مقالۃ فی ألم الدماغ بمشارکۃ المعدۃ والحجاب الفاصل بین آلات الغذاء وآلات التنفس المسمی بدیا فرغما۔ اسے شاہ دیلم خسرو شاہ بن مبادر کے لیے تصنیف کی۔ مقالۃ فی أن افضل اسطقسات البدن ہو الدم گورنر ابن عباد کے لیے تحریر کیا۔ کتاب المطابقۃ بین قول الانبیاء والفلاسفۃ، مقالۃ فی الرد علی الیہود، مقالۃ فی أن لم جعل من الخمر قربان واصلہ حرام۔

عبید اللہ بن جبرئیل

سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ابو سعید عبید اللہ بن جبرئیل بن عبید اللہ بن بختیشوع بن جبرئیل بن بختیشوع بن جورجیس بن جبرئیل۔

فن طب میں باکمال، اعمال طب کے اندر جودت و طباعی میں مشہور، طب کے بنیادی اصول و فروع میں ماہر اور ممتاز ارباب فن میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ عیسائیوں کے علم اور مذاہب سے اچھی طرح واقف تھا، فن طب پر گہری توجہ رکھتا تھا، اس فن میں اس کی بکثرت تصانیف ہیں۔ میا فارقین میں قیام کیا، ابن بطلان کا معاصر تھا، اس سے مانوس تھا اور اس کی صحبت میں رہتا تھا۔ وفات ۴۵۰ھ سے کچھ اوپر کے مہینوں میں ہوئی۔ عبید اللہ بن جبرئیل کی حسب ذیل تصنیفات ہیں

مقالۃ فی الاختلاف بین الالبان۔ اپنے بعض دوستوں کے لیے ۴۴۴ھ میں لکھا۔ کتاب مناقب الاطباء، اس کتاب کے اندر اطباء کے کچھ حالات اور کارنامے بیان کیے ہیں۔ اس کی تالیف ۴۴۳ھ میں ہوئی۔ کتاب الروضۃ الطبیہ یہ کتاب لکھ کر استاد ابو الحسن محمد بن علی کی خدمت میں ارسال کی۔ کتاب التواصل الی حفظ التناسل۔ ۴۴۱ھ میں تصنیف کی۔ رسالۃ الی الاستاذ ابی طاہر بن عبد الباقی المعروف بابن قطرمین، طہارت اور وجوب طہارت کے سلسلہ میں ایک سوال کا یہ جواب ہے، رسالۃ فی بیان وجوب حرکۃ التنفس، کتاب نوادر المسائل۔ یہ طب کے موضوع پر بزرگان قدیم کے علم کا افادہ ہے۔ کتاب تذکرۃ الحاضر و زاد المسافر، کتاب الخاص فی علم الخواص، کتاب طبائع الحیوان وخواصہا و منافع اعضائہا۔ یہ کتاب امیر نصیر الدولہ کے لیے لکھی۔

خصیب نصرانی

بصرہ کا ایک عیسائی تھا، اور یہیں اس کا قیام تھا۔ فنِ طب میں باکمال اور معالجات میں عُمدہ معیار رکھتا تھا۔ محمد بن سلام جمحی کا بیان ہے کہ حکم بن محمد بن قنبر مازنی شاعر بصرہ میں بیمار پڑا تو علاج کے لیے خصیب کو لایا گیا۔ حکم نے اس کے بارے میں کہا (رمل)

ولقد قلت لأهلي   اذ اُتوني بخصیبُ
لیس واللہ خصیبُ   للذی بی لطبیبُ
انما یعرف دآبی   من بہ مثل الذی بی

میں نے اپنے لوگوں سے کہا جبکہ وہ خصیب کو لے کر آئے۔
بخدا مجھے جو بیماری ہے خصیب اس کا طبیب نہیں ہے۔
میرا حال تو وہی معلوم کرسکتا ہے جس کا حال وہی ہو جو میرا ہے۔

محمد بن سلام ہی کا بیان ہے، خصیب ایک شریف عیسائی طبیب تھا، محمد بن ابوعباس بن سفاح بصرہ کا گورنر تھا، اسے اس نے دوا پلائی جس سے وہ اسقدر بیمار رہا کہ بغداد لایا گیا اور اسی مرض میں انتقال کیا۔ یہ حادثہ ۱۵۰ھ کے آغاز کا ہے، خصیب کو متہم کرکے قید کر دیا گیا، جہاں اس نے وفات پائی۔ یہ صاحب علم تھا۔ بیماری میں اپنا قارورہ دیکھا تو کہا "جالینوس کہتا ہے" بیمار کی حالت جب یہ ہو جائے تو بچتا نہیں ہے" اس سے کہا گیا "جالینوس کبھی غلطی بھی کرتا تھا" اس نے جواب دیا "آج اس کی غلطیوں کی جتنی ضرورت ہے اس سے زیادہ کبھی نہ تھی" اور اسی بیماری میں اس نے انتقال کیا۔

عیسیٰ معروف بہ ابوقریش

اسحاق بن علی رہاوی کتاب اُدب الطبیب کے اندر عیسیٰ بن ماسہ سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے مجھے یوحنا بن ماسویہ نے خبر دی کہ ابوقریش ایک دواساز تھا اور قصرِ خلیفہ کے دروازہ کے پاس ایک جگہ بیٹھتا تھا۔ یہ دیندار اور متقی نیک انسان تھا۔ مہدی کی کنیز خیزران نے اپنا قارورہ ایک کنیز کو دے کر بھیجا۔ کنیز نے محل سے نکل کر قارورہ ابوقریش کو دکھایا۔ ابوقریش نے کہا "یہ قارورہ ایک ایسی عورت کا ہے جسے لڑکے کا حمل ہے" "لڑکی خوشخبری لے کر واپس ہوئی۔ خیزران نے کہا "واپس جا اور اس سے مسئلہ پوری طرح سمجھ کر آ" کنیز واپس آئی تو ابوقریش نے کہا وہ صحیح ہے، اب تم مجھے خوشخبری دو" اس نے پوچھا "کتنا چاہتے ہو" ابوقریش نے کہا "ایک جام فالوذہ (شربتِ عسل)

اور ایک خلعت فاخرہ" کنیز نے کہا "جو بات کہتے ہیں اگر صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے دنیا بھر کی نعمتیں حاصل کرلیں" اس کے بعد واپس ہوگئی۔ چالیس دنوں کے بعد خیزران کو حمل کا احساس ہوا، اس نے ابوقریش کو درہموں کی ایک تھیلی بھیجی اور مہدی سے خبر پوشیدہ رکھی۔ وقت گذر جانے کے بعد خیزران کے یہاں ہارون رشید کے بھائی موسیٰ پیدا ہوئے۔ اس وقت مہدی کو بتایا کہ قصر کے دروازہ پر ایک طبیب ہے جس نے نو ماہ پہلے ہونے والے بچے کی خبر دی تھی۔ جورجس بن جبرئیل کو معلوم ہوا تو اس نے کہا "جھوٹ کہا اس نے" اس پر خیزران نے غضبناک ہوکر فالوذہ کے سو دسترخوان تیار کرنے کا حکم دیا، اسے اور سو کپڑے، اور ایک گھوڑا زین اور لگام کے ساتھ ابوقریش کے یہاں روانہ کیے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اسے موسیٰ کے بھائی ہارون رشید کا حمل ہوا۔ جورجس نے مہدی سے کہا "اب اس طبیب کا آپ خود امتحان لیں" مہدی نے قارورہ بھیجا تو ابوقریش نے دیکھ کر کہا "یہ میری بی بی اُمِ موسیٰ کا قارورہ ہے اور اسے ایک لڑکے کا حمل ہے" پیغام مہدی کو پہونچا، یہ بات آج اس نے ذہن میں رکھی۔ کچھ دنوں بعد ہارون پیدا ہوئے۔ مہدی نے ابوقریش کو اپنی خدمت میں بلایا اور اپنے روبرو کھڑا کرکے اس پر خلعت اور درہم و دینار کی بارش کرتا رہا حتی کہ اس کا سر بلند ہوگیا۔ موسیٰ اور ہارون کو اس کی گود میں دیا اور اس کی کنیت ابوقریش یعنی عربوں کے باپو رکھا۔ جورجس سے اس نے کہا "یہ بات میں نے خود آزمائی ہے" چنانچہ ابوقریش جورجس بن جبرئیل کے برابر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مقام و مرتبہ میں اونچا ہوا۔ مہدی کی وفات ہوگئی اس کا بیٹا ہارون رشید کی خدمت میں ابوقریش کے ساتھ رہا، ابوقریش کا انتقال ہوا۔ اس نے ۲۳ ہزار دینار اور عظیم الشان نعمت ترکہ میں چھوڑی۔

یوسف ابن ابراہیم کہتے ہیں مجھ سے عباس بن علی بن مہدی نے بیان کیا کہ ہارون رشید نے موسیٰ ہادی کے باغ میں ایک جامع مسجد بنائی اور بھائیوں اور اہلِ خانہ کو ہر جمعہ یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا تاکہ خود نماز پڑھائے۔ کہتے ہیں میرے والد علی بن مہدی نے مسجد میں نماز ادا کی، یہ دن گرم تھا، اور سوق یحییٰ میں اپنے گھر کو واپس ہوئے، اس دن کی گرمی سے انھیں دردِ سر پیدا ہوگیا، قریب تھا کہ آنکھیں چلی جاتیں۔ مدینۃ السلام کے تمام اطباء آئے، آخر میں عیسیٰ ابوقریش آئے انھوں نے دیکھا کہ یہ اطباء باہم مناظرہ کے لیے اکٹھا ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا اس جماعت کا اتفاق ہوتے ہوتے مریض کی آنکھیں چلی جائیں گی۔ اس نے روغن بنفشہ، عرق گلاب، سرکہ طراب، اور برف منگایا۔ ایک برتن میں، گرام روغن ڈال کر اوپر سے کچھ سرکہ اور کچھ پانی داخل کیا، اور اس میں کچھ برف توڑے، پھر اسے ہلا کر اچھی طرح باہم ملا لیا، اور حکم دیا کہ ایک تھیلی سر پر یہ آدیزہ رکھا جائے اور اس حد تک انتظار کیا جائے کہ سر اسے جذب کرلے۔ پھر مزید ایک تھیلی مذکورہ روغن سر پر رکھا جائے اس طرح تین یا چار بار استعمال کرنے کے بعد درد ساکن ہوگیا اور بیماری سے نجات مل گئی۔

یوسف کہتے ہیں مجھ سے شکلہ اُمّ ابراہیم بن مہدی نے بیان کیا کہ مہدی نے ناگوار لہجہ میں مجھے پکارا ایک رنجیدہ میں خیمے

اندر تھی، ربذہ مکّہ کے راستہ میں واقع ہے۔ مہدی سر کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ میں حاضر ہوئی تو بیٹھنے کا حکم دیا، بیٹھ گئی تو کود کر سلام کرنے والے کی طرح معانقہ کیا اور سینہ سے اس قدر چمٹایا کہ عقل زائل ہو گئی۔ تمام حاضرین نے گردن سے ان کا ہاتھ الگ کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اطبار نے دیکھ کر مجموعی طور پر فیصلہ کیا کہ فالج گرا ہے۔ عیسیٰ ابوقریش نے کہا مہدی بن منصور بن محمد علی بن عبداللہ بن عباس پر فالج گرے بخدا نہ ان میں سے کسی کو اور نہ ان کی نسل کو فالج ہو سکتا ہے البتہ رُومی اور صقلبی جیسی خواتین کے اندر اپنا بیج ڈالیں۔ تو ان سے جو بچّے پیدا ہوں گے ان پر فالج کا اثر ہو گا۔ اس کے بعد حجام کو بُلا کر سینگیاں کھچوائیں، بخدا صرف ایک ہی پچنہ خون نکلا تھا کہ ہاتھ کھل گیا، دوسرے پچنہ کے بعد بول اُٹھے، اور حجامت سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے عقل واپس آگئی۔ اس کے بعد کھانا کھایا پھر اُمّ اسمار بنت مہدی کو بلا کر ہم بستر ہوئے، چنانچہ انھیں اسمار کا حمل ہوا۔

یوسف کہتے ہیں کہ ابراہیم بن مہدی کا مرض الموت جب بڑھ گیا تو داڑھی ڈھیلی اور منہ میں زبان موٹی ہو گئی جس سے گفتگو کرنا دشوار ہو گیا۔ بولتے تو سننے والوں کو ایسا لگتا جیسے فالج زدہ ہوں۔ مجھے انھوں نے ۶، رمضان ۲۲۴ھ بروز شنبہ طلب کیا اور کہا "مجھے جو بیماری لاحق ہوئی ہے اس پر تمہیں حیرت نہیں ہوتی؟ یہ میرے والد کے بچّوں میں صرف امیرالمومنین اسماعیل بن موسیٰ، اور محمد بن صالح مسکین کو لاحق ہوئی، محمد کو اس لیے ہوئی کہ ماں رومی تھی، اسی طرح اس کے والد کی ماں بھی رومی تھی، اسماعیل کی ماں بھی رُومی تھی۔ مگر میری ماں رومی نہیں ہے، پھر یہ بیماری کیا ہے؟" مجھے یاد آگیا کہ عیسیٰ ابوقریش نے مہدی اور ان کی اولاد کے بارے میں کہا تھا کہ ان کی نسل پر فالج کا اثر نہیں ہو سکتا الا یہ کہ اپنا بیج رومی خواتین کے رحم میں ڈالیں۔ یہ بات انھوں نے اپنی ماں سے سن کر یاد رکھی تھی، ان کی آرزو تھی کہ جو عارضہ لاحق ہوا ہے وہ عارضہ موت نہیں فالج ہو۔ میں نے ان سے کہا "کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس بیماری کا فالج ہونا بعید ہو، کیونکہ آپ کی ماں دنباوند کی رہنے والی ہیں اور دنباوند تمام سرزمین روم سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔" اس بات سے ایسا محسوس ہوا کہ انھیں مسرت ہوئی، انھوں نے میرے قول کی تصدیق کی اور اظہار مسرت کیا۔ اس کے بعد ۹، رمضان جمعہ کے دن طلوع فجر کے وقت انتقال کر گئے۔

یوسف کہتے ہیں ابراہیم بن مہدی نے مجھ سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے جسم پر بکثرت گوشت چڑھ گیا حتیٰ کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا، رشید کو اس پر اتنا غم ہوا کہ کھانا پینا ترک کر دیا، تمام اطبار کو علاج کے لیے بلایا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا، اس پر رشید اور غمزدہ ہوئے عیسیٰ ابوقریش چھپ کر رشید کے پاس پہونچے اور کہا "آپ کے بھائی عیسیٰ بن جعفر کا معدہ صحیح ہے، جسم اچھی طرح غذا قبول کر رہا ہے۔ تمام باتیں عمدہ طور پر انجام پا رہی ہیں۔ جس چیز کی انھیں آرزو ہوتی ہے بدرجۂ اتم پوری ہو جاتی ہے نہ احبار کی موت واقع ہوتی ہے، نہ دولت میں کوئی کمی ہوتی ہے، نہ دولت میں کوئی کمی ہوتی ہے نہ اقتدار کی جانب سے کوئی ظلم ہوتا ہے نہ زور زبردستی، اور حقیقت یہ ہے کہ اجسام انسانی کی طبیعتیں اور احوال گڈمڈ نہ ہوں یعنی بعض اوقات مرض، بعض اوقات صحت، بعض اوقات غم، بعض اوقات

مسرت، بعض اوقات ناگوار باتیں، بعض اوقات خوشگوار باتیں، بعض اوقات خوف اور بعض اوقات فرحت طاری نہ ہو تو ایسی حالت میں انسان ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کا گوشت بڑھتا جائے گا حتیٰ کہ ہڈیوں کے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا، تنفس دھنس جائے گا، دماغ اور جگر کے قویٰ بیکار ہو جائیں گے، ایسی صورت میں زندگی معدوم ہو جائے گی۔ آپ کے بھائی پر کوئی غم طاری نہ ہو، آپ کی نگاہ تبدیل نہ ہو اور اس کی کوئی دولت یا حرم کی کوئی عزیز شخصیت چھین کر اس کے دل کو صدمہ نہ پہونچائیں تو یہ چربی بڑھتی جائے گی حتیٰ کہ جاں بحق ہو جائے گا اگر اس کی زندگی عزیز ہے تو مذکورہ کوئی تدبیر کریں ورنہ آپ کا بھائی جاتا رہے گا۔

رشید نے کہا "جانتا ہوں کہ بات وہی ہے جیسی تم نے کہی ہے مگر میرے پاس کوئی ایسی تدبیر نہیں ہے جس کے ذریعہ اس سے آنکھیں پھیر لوں یا اسے غم پہونچاؤں، اگر اس باب میں تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو اختیار کرو۔ اس کا گوشت کم ہو گیا تو تمہیں دس ہزار دینار معاوضہ دوں گا اور اتنا ہی اس سے دلاؤں گا۔" عیسیٰ نے کہا "میرے پاس ایک تدبیر ہے مگر اندیشہ ہے کہ عیسیٰ مجھے قتل کرنے میں عجلت کریں گے، لہٰذا امیرالمومنین میرے ساتھ اپنا کوئی جلیل القدر خادم اور اس کے ساتھ ایک جماعت بھیج دیں تاکہ وقت پر مجھے بچا سکیں۔ رشید نے یہ انتظام کر دیا۔ ابوقریش نے جا کر عیسیٰ کی نبض دیکھی اور بتایا تین دن نبض دیکھنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی کوئی علاج ہو سکے گا۔ عیسیٰ نے آنے جانے کی اجازت دی چنانچہ دوسرے اور تیسرے دن آنے کے بعد نبض سے فارغ ہوا تو کہا "وصیت مبارک ہو ٹل نہیں سکتی، میرا خیال ہے کہ امیر حفاظت رکھیں، اگر چالیس دن سے پہلے کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو ایسا علاج کر دوں گا کہ تین دن کے اندر رُو بصحت ہو جائیں گے۔ اور جسم پہلے سے زیادہ بہتر ہو جائے گا۔" ابوقریش یہاں سے روانہ ہوا تو عیسیٰ پر ایسا خوف طاری ہوا کہ زیادہ کھانا پینا اور نیند حرام ہو گئی۔ چالیس دنوں سے پہلے ہی اس کی پیٹی سے پانچ ٹکے کم ہو گئے۔ ان دنوں ابوقریش رشید سے اس اندیشہ کے تحت پوشیدہ رہا کہ مبادا غم دور کرنے کے لیے رشید عیسیٰ پر اس کی تدبیر ظاہر کر دیں۔ چالیسویں دن کی شب میں ابوقریش نے رشید کو بتایا کہ عیسیٰ کا جسم یقیناً کم ہو چکا ہے، ان سے درخواست کی کہ انھیں یہاں بلائیں یا خود سوار ہو کر ان کے پاس چلیں، رشید خود گئے، ساتھ میں ابوقریش بھی تھا۔ عیسیٰ نے کہا "امیرالمومنین! اس کافر کو قتل کر دینے کی اجازت دیں، اس نے مجھے مار ڈالا" پھر اپنی کو کمر میں باندھ کر بتایا "اس دشمن نے مجھ پر خوف طاری کر کے میرے جسم سے پانچ ٹکے کم کر دیئے ہیں۔" رشید سجدۂ شکر بجا لائے اور کہا "برادرم! ابوعیسیٰ مجھے مل گیا، (رشید اکثر عیسیٰ کو ابوعیسیٰ کہتے تھے) زندگی تجھے واپس مل چکی ہے، کیا ہی عمدہ تدبیر اس نے کی ہے۔ میں نے اسے دس ہزار دینار پیش کرنے کا حکم دیا ہے، تو بھی اتنا ہی اسے عطا کر۔ عیسیٰ نے بھی دس ہزار دیئے، طبیب دولت لے کر گھر واپس آیا۔ اور جب تک عیسیٰ بن جعفر دنیا میں رہا اس کی چربی نہ چڑھی۔

یوسف فرماتے ہیں ابراہیم بن مہدی نے مجھ سے بیان کیا رقہ میں رشید کی معیت میں مجھے ایک خطرناک

بیماری ہوگئی، رشید نے مدینۃ السلام میں مجھے اپنی ماں کے پاس چلے جانے کا حکم دیا۔ بختیشوع جو موجودہ بختیشوع کا دادا ہے میرا علاج کر رہا تھا۔ اس کے بعد رشید مدینۃ السلام آئے۔ ساتھ میں عیسیٰ ابو قریش بھی تھا۔ انھوں نے بتایا کہ یہ عیادت کی غرض سے آیا ہے، ابو قریش نے دیکھا کہ بیماری نے گوشت اور چربی کا کام تمام کر دیا ہے اور ابراہیم اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں، سب سے زیادہ گراں ان پر شدّت کا پرہیز ثابت ہو رہا تھا۔ عیسیٰ نے مجھ سے کہا "مہدی کے حق کی قسم! کل میں آپ کا ایسا علاج کروں گا کہ میری روانگی سے پہلے آپ صحتیاب ہو چکے ہوں گے۔" اس کے بعد محافظ کو بلا کر کہا "مدینۃ السلام میں تین نہایت فربہ کسکری چوزے تلاش کرو اور انھیں فوراً ذبح کر کے پرسمیت معلّق کر دو، کل صبح ان کے بارے میں جو حکم دوں اس کی تعمیل کرنا، اور اس کے ساتھ تین زمشی خربوزے حاصل کرو جنھیں رات بھر برف میں رکھو۔" جب ابو قریش میرے پاس آئے تو ایک چاقو منگا کر خربوزہ کا ایک ٹکڑا کاٹتے ہوئے کہا "اسے کھائیں"، میں نے کہا "بختیشوع نے مجھے خربوزے کی بو بھی سونگھنے سے منع کیا ہے" اس نے کہا "یہی وجہ ہے کہ بیماری لمبی ہو گئی ہے۔ کھایئے، کوئی حرج نہیں" چنانچہ یہ قاش میں نے لذّت لے کر کھائی، اس نے پھر کھانے کا حکم دیا، چنانچہ کھاتا رہا حتی کہ دو خربوزے کھا گیا؛ اس کے بعد طبیعت رک گئی اس نے تیسرے خربوزے کی ایک قاش کاٹی اور کہا "اب تک لذّت کی خاطر کھاتے رہے ہیں اب علاج کی غرض سے کھائیں۔" چنانچہ بادل ناخواستہ وہ قاش کھائی۔ پھر ایک دوسری قاش کاٹی اور غلام کو ایک طشت لانے کا اشارہ کیا اور مجھ سے کہا "یہ قاش بھی کھاؤ۔" چنانچہ ایک تہائی قاش کھایا تھا کہ نفس میں اُبال پیدا ہوا اور قے ہوگئی، جتنا خربوزہ کھایا تھا اس کا چار گُنا قے میں خارج ہوا اور سب مرّہ صفراء تھا۔ قے کے بعد بے ہوشی طاری ہوئی۔ خوب پسینہ آیا، اور نماز ظہر کے بعد تک سوتا رہا۔ بیدار ہوا تو بھوک روک نہ سکا۔ کھانے کی خواہش اس سے پہلے بالکل نہ تھی۔ چنانچہ کھانے کے لیے کچھ طلب کیا۔ ابو قریش نے وہ تینوں چوزے حاضر کیے، ان چوزوں سے اس نے نہایت عمدہ سکباج[1] تیار کیا تھا۔ اسے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور کھانے کے بعد عصر کے آخری وقت تک سوتا رہا۔ بیدار ہوا تو بیماری کا اتہ پتہ نہ تھا۔ صحتیاب ہوا اور اس دن سے یہ بیماری لاحق نہ ہوئی۔

لجلاج

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے اسماعیل بن ابوسہل بن نوبخت نے وہ کہتے ہیں میرے والد ابوسہل نے مجھ سے بیان کیا کہ منصور نے آخری حج کیا تو ساتھ میں طبیب خاص ابن لجلاج بھی تھا۔ منصور سو جاتا تو دونوں نبیذ

---

(۱) سکباج: گوشت، سرکہ، پیاز، گندنا اور شہد سے مصالحات کے ساتھ تیار کیا ہوا کھانا۔

پیتے، نبیذ کا اثر ہونے پر ابن لجلاج ابوسہل سے پوچھتا کہ منصور کی عمر کتنی رہ گئی ہے، اسماعیل کہتے ہیں یہ بات والد کو ناگوار گذری چنانچہ نبیذ پینا بند کر دی، اور طے کر لیا کہ ابن لجلاج کا ساتھ نہ دیں گے، تین دن تعلق ترک رہا، اس کے بعد صلح ہوگئی، جب دونوں نبیذ پینے بیٹھے تو ابن لجلاج نے ابوسہل سے کہا "میں نے ایک بات پوچھی تھی مگر تم نے نہیں بتایا اور میرا ساتھ چھوڑ دیا، مگر میں تجھے بتاتا ہوں، منصور ایک محرور المزاج انسان ہے، اس کی یبوست عمر کے ساتھ روز افزوں بڑھ رہی ہے۔ حیرہ میں اس نے سر منڈایا اور حلق شدہ بال کی جگہ مشک و عنبر لگایا اور آج حجاز میں بھی اس کا یہ عمل جاری ہے۔ میری بات نہیں سنتا، میں سمجھتا ہوں فید تک پہنچتے پہنچتے دماغ میں ایسی خشکی پیدا ہو جائے گی کہ میرے یا کسی طبیب کے بس میں تر طیب پہنچانا ممکن نہ ہوگا۔ فید پہنچے گا تو بحالت مرض اور مکہ پہنچے گا تو زندگی کا خاتمہ ہو چکا ہوگا۔" اسماعیل فرماتے ہیں "میرے والد نے فرمایا "بخدا منصور فید پہنچے تو بیمار تھے اور مکہ پہنچے تو جاں بحق ہو چکے تھے۔ بئر میمون میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

یوسف کہتے ہیں یہ واقعہ میں نے ابراہیم بن مہدی سے بیان کیا تو اسے سراہا اور مجھ سے ابوسہل کا نام پوچھا میں نے بتایا کہ مجھے نہیں معلوم۔ انھوں نے کہا "اس کے نام کی بات اس حکایت سے بھی زیادہ مزیدار ہے جو تم نے اس کے صاحبزادہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے لہٰذا اسے یاد رکھنا۔" اس کے بعد انھوں نے کہا "مجھ سے ابوسہل بن نوبخت نے بیان کیا کہ جب منصور کی خدمت کرتے ہوئے کمزور ہو گئے تو منصور نے لڑکے کو حاضر کرنے کا حکم دیا تاکہ نیابت کر سکے ابوسہل کہتے ہیں مجھے منصور کے یہاں حاضر کیا گیا، اور جب اس کے رُوبرو کھڑا ہوا تو انھوں نے فرمایا "امیرالمؤمنین کو اپنا نام بتاؤ" میں نے کہا "خرخشا ذماہ طیماذاہ ماذر یاذخسر وابہشاذ" منصور نے پوچھا "یہ سب نام ہے" میں نے کہا "ہاں" انھوں نے مسکرا کر کہا "تمہارے باپ نے کچھ نہیں کیا، میری دو باتوں میں سے ایک بات قبول کرو"، میں نے کہا وہ کیا؟" انھوں نے فرمایا "یا تو نام کو مختصر کر کے طیماذ پر اکتفا کرو یا ایک کنیت رکھ دیتا ہوں جو نام کے قائم مقام ہوگی۔ یہ کنیت ابوسہل رہے گی۔ ابوسہل کہتے ہیں" میں نے کنیت پسند کی" چنانچہ کنیت باقی رہی اور نام مٹ گیا۔ یہ واقعہ اسماعیل بن ابوسہل کو سنایا گیا تو انھوں نے کہا ابو اسحاق نے ٹھیک کہا ہے، اسی طرح والد نے بھی بیان کیا ہے۔

عبداللہ طیفوری

عمدہ دانشور، خوشگو، زبان میں شدید لکنت تھی۔ کیونکہ ولادت کسکر کے کسی قریہ میں ہوئی تھی۔ ہادی کے نزدیک نہایت محبوب تھا۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں طیفوری نے مجھے بتایا کہ میں اس طیفور کا طبیب خاص تھا جو خود خیزران کا بھائی

کہا کرتا تھا مگر عامۃ الناس یا اکثر حضرات اسے خیزران کا غلام بتاتے تھے۔ منصور نے مہدی کو سنقار کی جنگ پر ری بھیجا تو مہدی خیزران کو اس حال میں لائے کہ اُسے موسٰی کا حمل تھا۔ طیفور خیزران کے ساتھ نکلے، مجھے بھی ساتھ رکھا۔ خیزران کو حمل کا پتہ نہ تھا۔ عیسٰی معروف بہ ابو قریش فوج کے اندر ایک دوا ساز تھا، پیاس جب صاف طور پر رفع ہوگئی تو خیزران نے اپنا قارورہ ایک بڑھیا کو دے کر کہا۔ مہدی کے لشکر میں جتنے اطباء ہوں اور جو بھی کچھ نظر رکھتے ہوں ان کے سامنے یہ قارورہ پیش کرو" بڑھیا نے حکم کی تعمیل کی، ہم اس وقت ہمدان میں تھے۔ واپسی پر بڑھیا ابو قریش کے خیمہ کے پاس سے گزری، دیکھا کہ فوجیوں کے بچوں کی ایک جماعت کھڑی اسے قارورے دکھا رہی ہے۔ اسے گوارا نہ ہوا کہ قارورہ دکھائے بغیر گزر جائے، ابو قریش نے قارورہ دیکھ کر کہا " یہ ایک ایسی عورت کا قارورہ ہے جسے بچّہ کا حمل ہے۔ بڑھیا نے یہ بات خیزران کو پہنچا دی وہ سجدۂ شکر بجا لائی۔ چند غلام آزاد کیے، مہدی کے یہاں جا کر بڑھیا کی لائی ہوئی خبر سنائی۔ اس پر اس نے خیزران سے بھی زیادہ خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اور عیسٰی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ عیسٰی حاضر ہوا تو بڑھیا کی پہنچائی ہوئی خبر کے متعلق پوچھا، اس نے کہا بات وہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ مہدی اور خیزران نے اسے بہت ساری دولت دی، مہدی نے اسے اپنا خیمہ اور اس کے اندر موجود دوا سازی کے سامان چھوڑ کر خدمت میں رہنے کا حکم دیا۔ طیفوری کہتا ہے " طیفور نے مجھے نفع پہنچانا چاہا چنانچہ خیزران کے یہاں کہلا بھیجا کہ میرا طبیب فن طب میں ماہر ہے۔ لہٰذا اس کے یہاں قارورہ بھیجو، چنانچہ دوسرے دن اس نے طیفوری کو قارورہ بھیجا۔ طیفور نے کہا جیسا عیسٰی نے کہا ہے ویسا ہی کہو" مگر میں نے اس سے کہا " قارورہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عورت حاملہ ہے باقی لڑکا ہے یا لڑکی، اس کی پیشین گوئی نہیں کر سکتا"۔ طیفوری نے ہرچند کوشش کی کہ میں لڑکے کی بات کروں مگر احمقانہ انداز سے خود کو بچانے کے لیے ایسا نہیں کہا۔ اس نے میری بات خیزران کو پہنچائی اس پر اس نے ایک ہزار درہم پیش کیے۔ اور اپنی خدمت میں رہنے کا حکم دیا۔ خیزران رے میں داخل ہوئی تو ہادی کی ولادت ہوئی۔ ہر طرح کا امتحان لینے کے بعد مہدی کے یہاں یہ حقیقت صحیح ثابت ہوئی کہ ابو قریش عنین ہے۔ اس سے خوش ہو کر اسے محبوب بنایا اور تمام خواجہ سراؤں پر فوقیت دی، یہ میری ترقی کا باعث بنا۔ چنانچہ امیر المؤمنین نے موسٰی کو میرے سپرد کیا اور میں اس کا طبیبِ خاص ہوا۔ یہ دودھ پیتا بچّہ تھا۔ اس کے بعد ری کے اندر ہی خیزران کے یہاں ہارون رشید پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت ہادی کے لیے ایک طرح کی نحوست ثابت ہوئی کیونکہ تمام تر یا زیادہ تر ان کے بجائے توجہ ہارون کی جانب ہوگئی۔ اس سے میرے وقار کو اور میری آمدنی کو نقصان پہنچا۔ حتیٰ کہ موسٰی جوان ہوگئے، انھوں نے معاملہ کو بھانپ لیا۔ چنانچہ اس سے میرا وقار اور میرے بارے میں ان کا خیال اور زیادہ عمدہ ہوا۔ وہ مجھے خیزران سے بھی زیادہ عطیات دینے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے مہدی کو فتح نصیب کی ہنقار اور اس کے حاشیہ برداروں مہرویہ کے باپ شہریار، خلد البختر ابوالحارث بن بسعنز و رلعین کو قتل اور ان کی بیوی بچّوں کو قید کرلیا۔ ان قیدیوں میں مہرویہ، خلد اور ان کی رشتہ دار شاہک بھی تھی۔ شاہک شہریار کے دسترخوان

مقرر تھی اور شہریار کے بیٹے سندی کی ماں تھی۔ انہی میں حرث بن بختر اور تمام رازی غلام تھے۔ اس کے بعد ہادی بالغ ہوگئے۔ خلافت کے تخت پر مہدی جلوہ افروز ہوئے۔ اب میری قدر و منزلت اور بڑھی کیونکہ ولی عہد کا طبیبِ خاص تھا۔ بعد ازاں ہادی کی ملکیت میں امۃ العزیز آئی جو اس کے نزدیک بعید عزیز تھی۔ یہی جعفر، عبداللہ، اسماعیل، اسحاق، عیسٰی معروف بہ جرجانی، موسٰی اعمیٰ، مامون کی بیوی اُم عیسٰی اور محمد اور عبیداللہ کی ماں تھی۔ اس کے تمام بچّوں کو موسٰی ہادی نے میری اولاد کہا اور امۃ العزیز کو بتایا کہ مجھ سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس نے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ ہادی سے جو امید تھی اس سے کہیں زیادہ مجھے امۃ العزیز سے دولت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ہادی نے اپنے بیٹے جعفر کے لیے بیعت لینے کی تدبیر کی۔ بیعت لینے سے ایک روز پیشتر اس نے مجھے بلایا۔ خلعت دی اور اپنی ایک سواری پر زین اور لگام سمیت مجھے سوار کیا اور میرے گھر ایک لاکھ بھیجنے کا حکم دیا۔ کہا بقیہ دن، رات میں اور کل سے دن اکثر اوقات یہیں پر رہنا حتیٰ کہ تیرے بیٹے جعفر کے لیے بیعت لے لوں، پھر اپنے گھر نہایت شریفانہ واپس جانا۔ کیونکہ تو نے خلیفہ کے ایک بیٹے کی تربیت کی تو ولی عہد ہوا، اور ولی عہد سے خلیفہ۔ اب تو نے اس خلیفہ کے بیٹے کی ترتیب کی ہے جو ولی عہد کے مقام پہنچا ہے۔ امۃ العزیز کو خبر ہوئی تو اس نے بھی ہادی کی طرح مجھے صلہ دیا، میرے گھر اس نے صحاح کے کپڑے بھیجے، مگر کوئی سواری نہ دی۔ عیسا باذ میں دار الخلافہ کے اندر مقیم رہا حتیٰ کہ دوسرے دن کا آفتاب طلوع ہوا۔ اس دن بھی جو کچھ ملنا تھا ملا۔ اب ہادی رونق افروز ہوئے اور تمام بنو ہاشم کو طلب کیا۔ ان سے جعفر کے لیے بیعت اور قسم لی گئی اور رشید کی بیعت مسترد کر دینے کی یقین دہانی کی گئی۔ پھر آل زائدہ سے یہی معاملہ کیا گیا۔ چنانچہ یزید بن مزید پہلا شخص تھا جس نے رشید کا قلادہ اتارا اور ہادی کے بعد جعفر پر بیعت کی۔ اس کے بعد شراحیل بن معن بن زائدہ اور اس کے گھر والوں نے پھر سعید بن سلم بن قتیبہ بن مسلم نے، پھر آل مالک نے بیعت کی، ان میں سب سے پہلے عبداللہ نے بیعت کی، پھر صحابہ اور تمام مشائخ عرب نے پھر فوجی جرنلوں نے بیعت کی، نصف دن تک اکثر فوجی افسر بیعت کر چکے تھے۔ افسروں میں ہرثمہ بن اعین بھی تھا جس کا لقب مشئوم (منحوس) تھا۔ منصور نے اسے پانچ سو فوجیوں کا افسر بنایا تھا، افسر ہونے کے بعد اس نے کوئی حرکت نہیں کی۔ چنانچہ اکثر ساتھی وفات پا چکے تھے اور جو وفات پا چکے تھے ان کی جگہ اور کسی نے نہیں لی تھی۔ اسے حاضر کرکے بیعت کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا " امیر المؤمنین! کس کے لیے بیعت کروں؟" ہادی نے کہا " امیر المؤمنین کے صاحبزادہ جعفر کے لیے"۔ اس نے کہا " دایاں ہاتھ امیر المؤمنین سے بیعت ہے اور بایاں ہاتھ ہارون سے، پھر بیعت کس سے کروں،،، انھوں نے فرمایا " ہارون کو مسترد کرکے جعفر سے بیعت ہو جاؤ" اس نے کہا " امیر المؤمنین! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کا مذہب آپ کی اور آپ کے ائمہ اہلِ بیت کی خیر خواہی ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ اندیشہ ہو بھی جائے کہ آپ سے سچی بات کہنے پر مجھے آگ میں جلا دیں گے تو بھی اس سچائی سے باز نہ رہوں گا۔ امیر المؤمنین! بیعت ایک طرح کا ایمان ہے، جس طرح کی بیعت جعفر کے لیے لینا چاہتے ہیں اس طرح کی بیعت ہارون کے لیے کر چکا

ہوں، آج ہارون کو مسترد کر دوں تو کل جعفر کو بھی مسترد کر سکتا ہوں، اسی طرح وہ حضرات بھی ہوں گے جو ہارون کے لیے بیعت کر چکے ہیں مگر غدّاری سے کام لے رہے ہیں۔" اس بات سے موسیٰ کو طیش آگیا اور حکم دیا کہ اس کی گردن کچل دی جائے۔ غلاموں اور افسروں کی ایک جماعت گرز اور ستون لے کر لپکی مگر ہادی نے روک دیا۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ بیعت کے لیے کہا مگر ہرثمہ نے جواب دیا "امیرالمؤمنین! میں نے پہلے جو بات کہی ہے وہی اب بھی کہوں گا۔" ہادی نے ڈانٹ کر کہا "لعنتِ الٰہی میں چلا جا، تم اور تمہارے ساتھی ایک ہزار سال بیعت نہ کریں۔" پھر عیسا باذ کے دارالخلافہ سے نکل جانے کا حکم دیا، افسری سے معزول کیا اور کہا "چھوڑ دو، جہاں چاہے چلا جائے، اللہ اس کا حافظ و نگہبان نہ رہے۔" اس کے بعد نصف گھنٹہ تک خاموش رہے، نہ حکم دیتے نہ منع کرتے، پھر سر اٹھا کر اپنے خادم بندوں سے کہا "اس فاجر کو دھر لو" بندوں نے کہا دھر لوں گا مگر اس کا کروں گا کیا" خلیفہ نے کہا "امیرالمؤمنین کے یہاں واپس لانا"، بندوں نے اسے باب العنقب نامی مقام کے قریب بابِ خراسان اور باب بردان کے درمیان پکڑ لیا۔ یہ نہرِ مہدی پر واقع اپنے گھر جا رہا تھا۔ اسے واپس لایا۔ ہادی کے رُوبرو آیا تو اس نے کہا "جُلاہے! امیرالمؤمنین کے اہلِ بیت نے بیعت کر لی ہے جن میں ان کے دادا کے چچا، باپ کے چچا، چچا زاد بھائی، اور تمام خاندان والے ہیں، اشرافِ عرب، موالی اور سپہ سالاروں نے بھی بیعت کر لی ہے، مگر تم ہو کر بیعت نہیں کر رہے ہو" ہرثمہ نے کہا "امیرالمؤمنین! جب ایسے شریف لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو ایک جُلاہے کی بیعت کیا ضروری ہے۔ مگر ایک بات کہے دیتا ہوں، جو کہہ چکا ہوں وہ یہ کہ آج ہارون کو مسترد کر دینے والے کل جعفر کے حق میں وفادار نہ رہیں گے۔" طیفوری کہتے ہیں "ہادی نے حاضرینِ مجلس کی جانب متوجہ ہو کر کہا "یہ چہرے داغدار ہوں بخدا ہرثمہ سچا ہے، اس نے وفا کی، اور تم لوگوں نے بے وفائی۔"

اتنا کہہ کر ہادی نے ہرثمہ کو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور اس جگہ کو جہاں بندوں نے ہرثمہ سے ملاقات کی تھی اس کے نام کر دی۔ چنانچہ آج تک یہ جگہ "عسکر ہرثمہ" کے نام سے معروف ہے۔ پھر لوگ ایک ذی شان شخصیت کے بارے میں گمبھیر کیفیت لئے واپس ہوئے ایک ایسی شخصیت کے بارے میں جسے خلیفہ کے طرزِ عمل نے غمگین کر دیا تھا۔ بڑے سخت امتحان کا وقت تھا کہ کہاں رشید کو مسترد کرنے اور جعفر کو اہمیت دینے کی بات ہادی کے اندر پیدا ہوئی۔ لوگوں کو اُمید ہوئی کہ جعفر خلیفہ ہوگا اور اپنی ذمّہ داری سے انھیں غنی کر دے گا کہاں انھیں یہ اندیشہ ہوگیا کہ جعفر ہلاک اور خود برباد ہوں گے، البتہ بشرطیکہ قتل، آزمائش اور غریبی سے محفوظ رہیں۔ موسیٰ ہادی امۃ العزیز کے یہاں آئے تو اس نے کہا "امیرالمؤمنین! جو بات ہم نے دیکھی اور سنی ویسی کسی نے سنی ہوگی نہ دیکھی ہوگی۔ کیونکہ صبح اس نوجوان کے لیے ہمیں امید ہوئی اور شام کو اس کی ذات پر انتہائی خوف۔" ہادی نے کہا "بات ویسی ہی ہے جیسی تم کہہ رہی ہو۔ ایک اور بات بتاتا ہوں" اس نے پوچھا "وہ کیا" ہادی نے کہا "میں نے ہرثمہ کو اس لیے واپس بلایا تھا کہ اس کی گردن مار دوں، مگر سامنے آیا تو میرے اور اس کے درمیان ایک دیوار کھڑی ہو گئی۔ جس کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ اسے صلہ دوں اور قطعہ اراضی۔ میں تو اس کا مرتبہ اور اس کا نام اور بلند کر دوں گا۔"

امۃ العزیز روپڑی، ہادی نے اس سے کہا "امید ہے اللہ تعالیٰ تجھے خوش کرے گا" امۃ العزیز کو بھی اور ان تمام لوگوں کو بھی جو اس کا چکر لگاتے تھے خیال ہوا کہ ہادی رشید کو زہر دے کر ہلاک کرے گا۔ مگر کچھ ہی دنوں کے بعد ہادی کی وفات ہوگئی اور ہارون سریر آرائے خلافت ہوا۔ اور اس کے بعد چشمِ حیرت نے یہ تماشہ دیکھا کہ جعفر کے ساتھ رشید نے حد درجہ حسنِ سلوک کیا، اسے نعمتوں پر نعمتیں دیں اور اپنی بیٹی ام محمد سے اسے بیاہ دیا۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں ابو مسلم نے مجھ سے بیان کیا وہ حمید طائی معروف بہ طوسی سے روایت کرتے ہیں "حمید طوسی نہیں ہے، اس کا قصبہ دفتر میں مرو تھا، طاہر کا قصبہ بھی مرو تھا۔ طاہر پوشنج کا ولی تھا، موسیٰ ابن ابو عباس طاسی کا قصبہ شاسہ یہیں ہرات تھا، محمد بن ابوالفضل طوسی کا قصبہ نسا تھا مگر طوس کی جانب منسوب تھا۔ ان قصبوں کی جانب ان حضرات کے اور دوسرے ارکانِ حکومت کے انتساب کی وجہ یہ تھی کہ کسی کی آمدنی کسی قصبہ سے تھی چنانچہ جس قصبہ کی جائداد تھی اس کی جانب اسے منسوب کر دیا گیا، کوئی ایک شہر کا گورنر ہوا اور زیادہ مدّت گورنری کی تو اس شہر کی جانب منسوب ہوا۔ ابو مسلم فرماتے ہیں ابو غانم یعنی ان کے والد کو ایک سخت بیماری ہوئی۔ علاج کی ذمہ داری طیفوری متطبب نے قبول کی۔ ابو غانم میں سخت حدت تھی، وہ اپنے ساتھیوں کو متہم اور ان کے خلاف سخت اقدام کر بیٹھے تھے۔ قبا در زیبر دن میں ان کے سر کے پاس میں کھڑا تھا، اور ابھی بچّہ تھا۔ اتنے میں طیفوری نے آکر نبض اور قارورہ دیکھا۔ پھر چپکے سے کچھ باتیں کیں جو میں سمجھ نہ سکا۔ ابو غانم نے کہا "اپنی ماں کا ٹنہ چوسنے والے! جھوٹ بک رہے ہو" طیفوری نے کہا "ہم میں جو زیادہ جھوٹا ہے اللہ اسے اپنی ماں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر مجبور کرے" میں نے دل میں کہا "بخدا طیفوری کی جان گئی" ابو غانم نے کہا "کافر کے بیٹے! میرے خلاف ایسے اقدام کی جرأت؟" اس نے کہا "بخدا! ملاقات پر آقا ہادی کی کوئی کھردری بات برداشت نہ کی، وہ کچھ کہتے تو ترکی بہ ترکی جواب دیتا، پھر تمہیں کیسے برداشت کر سکتا ہوں جبکہ تم ایک ..... کہتے ہو" ابو مسلم نے کہا کہ میں نے والد کو روتے ہنستے دیکھا۔ چہرہ کی بعض سلوٹوں سے ہنسی اور بعض سے رلائی سمجھ میں آتی تھی پھر بولے "امیرالمؤمنین کو تم ان کی گالی کا جواب گالی سے دیتے تھے؟" اس نے کہا "ہاں" والد نے کہا "خدا کی قسم! تم جو چاہو حمید کی عزت آبرو کا بناؤ۔ جب بھی تمہیں گالی دوں تو جو چاہو گالی دو" اس کے بعد ہادی پر بہت روئے۔ یوسف کہتے ہیں کہ ابو مسلم نے جو واقعہ بیان کیا تھا طیفوری سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ اتنا رویا کہ حمید کا تذکرہ آجانے سے جو بے صبری پیدا ہوگئی تھی اس سے اندیشہ ہوا کہ کہیں مر نہ جائے۔ اس نے کہا "بخدا ہادی کے بعد حمید سے زیادہ گرم دل، نیک طبع، انصاف پسند اور عمدہ صحبت کا مجھے کوئی نہ ملا۔ البتہ وہ فوج کے سربراہ تھے اس لیے فوجی سربراہوں کے لیے جس بات کا اظہار ضروری ہوتا وہی ظاہر کرتے، مگر دوستوں کے ساتھ ان کا حال یہ تھا کہ جیسے خاص انہی کے ہو کر رہ گئے ہوں ان پر کوئی فوقیت اور بالادستی نہیں ہے۔

یوسف کہتے ہیں طیفوری نے مجھ سے بیان کیا "جن دنوں خلیفہ مدینۃ السلام اور اس کے اطراف پر غالب

ہوئے میں حمید طوسی کے ساتھ ابن ھبیرہ کے محل میں تھا۔ یہاں ان کے پاس جبل طے سے ایک جماعت آئی جن کا ایک سردار تھا، جسے وہ مقدم رکھتے تھے اور اس کے معترف تھے۔ حمید طوسی نے اسے ایک ایسی مجلسِ عام میں بازیابی کی اجازت دی جو اپنی تعداد کا اظہار کرنے کے لیے اکٹھا ہوئی تھی۔ پھر اس سردار سے پوچھا "ابن عم! آنے کا مقصد کیا ہے؟" اس نے کہا "ہم آپ کی مدد کے لیے آئے ہیں۔ کیونکہ آپ ایک ایسے دعویدار سے برسرِ پیکار ہیں جو قطعاً مستحق نہیں ہے۔ یعنی ہمارا مالک" حمید نے کہا "ہم مدد اسی کی قبول کرتے ہیں جس کی ہمت، شجاعت اور قوت برداشت کا امتحان لے لیتے ہیں، اس میں اکثر لوگ ناکام ہوتے ہیں، تمہارا بھی امتحان ضروری ہے، امتحان میں کامیاب ہوئے تو قبول کرلیں گے۔ ورنہ واپس کردیں گے۔" طائی نے کہا "جو چاہیں امتحان لے لیں" حمید نے اپنے مصلّی کے نیچے سے ایک گرز نکالا، اور کہا ہاتھ پھیلاؤ۔ طائی نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ حمید نے گرز اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ سے قریب ہوا تو اس نے ہاتھ کھینچ لیا، اس پر غضبناک ہوکر حمید نے کہا "تو نے میرا ہاتھ دور کردیا" طائی نے راضی کرکے پھر امتحان کی دعوت دی۔ حمید نے اسے ہاتھ کھولنے کا حکم دیا۔ طائی نے ہاتھ کھول دیئے تو گرز اٹھا کر حمید نے اس کے ہاتھ پر مارنا چاہا۔ گرز طائی کے ہاتھ سے قریب ہوا تو وہی حرکت کی جو پہلے کرچکا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، حمید کے لیے گرز مارنا ممکن نہ رہا۔ چنانچہ اس نے سردار کو قید کرنے کا حکم دیا، اپنی مجلس سے اسے نکال باہر کیا، اس کے اور اس کے ساتھیوں کی سواریاں ضبط کرلیں اور انھیں لشکر سے بھگا دیا، چنانچہ نہایت بُری حالت میں وہ سب پیدل واپس گئے۔ طیفوری کہتا ہے میں نے اس طرزِ عمل پر اسے ملامت کی تو ہنستے ہوئے اس نے کہا "تمہیں مذاق اُڑانے اور ہنسنے اور موردِ الزام ٹھہرانے کی اجازت میں نے اس وقت دی ہے جب میں طب پر کوئی گفتگو کروں اور تم اسے پسند نہ کرو، مگر جہاں تک افواج کی قیادت کا مسئلہ ہے اس باب میں تجھے کوئی دخل نہیں ہے۔ لہٰذا تمہارے خیال سے میرا خیال متصادم ہو تو ناگوار نہ ہو۔" اس کے بعد اس نے کہا "میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضری تھے، خلافت مضر کے ہاتھوں میں ہے، جس طرح مجھے اپنی قوم سے محبت ہے اسی طرح خلفاء کو بھی اپنے خاندان سے محبت ہے۔ اگر وہ میری قوم کی جانب میلان اور اس شخص سے انحراف کا اظہار کریں جو میرے مقابلہ میں خود ان سے رحمی رشتہ میں قریب تر ہے تو اس میلان میں مجھے شک نہ ہوگا بشرطیکہ حقائق سامنے ہوں۔ میرے ساتھ نزاری قبائل میں سے بہت سارے افراد ہیں۔ میں اگر اپنی قوم کی جانب سے آنے والوں کو دستور بنالوں تو یہ ان لوگوں کے دلوں کے لیے مفسدہ ہوگا جن کی آزمائش کرچکا ہوں اور نزاریت کے کارنامے جن کی عادات کے اندر دیکھ چکا ہوں، مجھے نہیں معلوم، ہوسکتا ہے میرے خاندان سے آنے والا ہر شخص نزاریت کی ایک شخصیت کے بھی مساوی نہ ہو، لہٰذا جو طرزِ عمل میں نے اختیار کیا اس سے اپنے ساتھیوں کے دلوں کو جیتنا مقصود ہے، میرے خاندان سے جو لوگ آوئیں وہ مبشر بن کر نہیں منذر کی حیثیت سے واپس ہوں، منذر کی حیثیت سے جب بھی واپس ہوں گے ہم سے ان کی رسد کٹ جائے گی، اور مبشر کی حیثیت سے واپس ہوں گے تو کچھ ایسے حضرات بھی ہمارے پاس آجائیں گے جن کے لیے ہمارے زیر قبضہ سواد کی دولت ناکافی ہوگی۔"

اس وضاحت سے مجھے معلوم ہوا کہ جو تدبیر حمید نے اختیار کی وہ صحیح ہے اور جس اساس پر اس نے اپنی بنیاد رکھی ہے اس میں وہ غلط نہیں ہے۔

زکریا بن طیفوری

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں زکریا بن طیفوری نے مجھ سے بیان کیا کہ میں افشین کے ساتھ اس کی فوج میں تھا۔ اس وقت وہ بابک سے آمادۂ پیکار تھا۔ فوج کے اندر جتنے تاجر تھے انھیں، ان کی دوکانوں کو اور ہر ہر شخص کے فن کو شمار کرنے کا اس نے حکم دیا۔ یہ اعداد و شمار اسے پیش کیا گیا۔ پڑھنے والا دواسازوں کے قیام پر پہنچا تو اس نے کہا "زکریا! اس فہرست میں جن دواسازوں کے نام آئے ہیں انھیں بہتر طور پر ضبط کرو، ان کا امتحان لے کر خیرخواہ، بدخواہ، دیندار، بے دین کو معلوم کرو۔" میں نے کہا "اللہ امیر کو معزز کرے۔ یوسف لقوہ کیمیائی کی مامون کے یہاں بکثرت آمد و رفت تھی۔ وہ مامون کے سامنے کام کرتا تھا۔ ایک دن مامون نے اس سے کہا "یوسف کیمیائی میں کچھ بھی نہیں ہے" اس نے کہا "جی ہاں! امیرالمؤمنین! کیمیا کی اصل مصیبت دواساز ہیں"۔ مامون نے کہا "وہ کیسے؟" یوسف نے کہا "دواساز کا حال یہ ہے کہ کوئی دوا تلاش کریں خواہ اس کے پاس ہو یا نہ ہو مگر ضرور کہے گا کہ میرے پاس ہے، اور کوئی چیز پکڑا دے گا، یہی میں کہنا چاہتا ہوں، امیرالمؤمنین اسے سمجھنا چاہیں تو کوئی غیر معروف نام وضع کرلیں اور دواسازوں کے یہاں کچھ لوگوں کو بھیجیں کہ اس نام کی دوا حاصل کریں"۔ مامون نے کہا "میں نے سقطینا" ایک نام تجویز کرلیا ہے"۔ سقطینا مدینۃ السلام کے قریب ایک جائداد کا نام ہے، مامون نے کچھ لوگوں کو اس نام کی دوا حاصل کرنے کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ تمام دواسازوں نے کہا کہ یہ دوا ہمارے پاس ہے قیمت لے کر انھوں نے دوکانوں سے کوئی چیز دے دی۔ یہ لوگ مامون کے یہاں مختلف چیزیں لے کر پہنچے۔ کوئی دوائوں کے بیج لے کر، کوئی پتھر لے کر، کوئی اُون لے کر۔ مامون نے یوسف لقوہ کے اس خیرخواہانہ جذبہ کی قدر کی، اور قطعۂ آراضی اس کے نام کردی جو نہر کلبہ نامی نہر کے کنارہ واقع ہے۔ آج بھی یہ آراضی اس کے ورثہ کے قبضہ میں ہے اور اسی سے ان کی روزی روٹی چل رہی ہے۔ امیر مامون کی طرح ان دواسازوں کا امتحان لینا چاہیں تو لے لیں۔

افشین نے اسروشنیہ کی ایک فائل منگائی اور اس میں سے تقریباً بیس نام حاصل کیے اور دواسازوں کے یہاں ان ناموں کی دوائیں حاصل کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا۔ بعضوں نے تو انکار کیا، مگر بعض نے کہا کہ یہ ہمارے یہاں ہے۔ اور قاصدوں سے پیسے لے کر دوکان سے کچھ چیزیں دیدیں۔ افشین نے تمام دواسازوں کو طلب کرنے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوئے تو ان میں سے جنھوں نے انکار کیا تھا انھیں اجازت نامہ تحریر کرکے دیا کہ وہ فوج کے

اندر قیام کر سکتے ہیں، بقیہ دوا سازوں کو فوج سے نکال دینے کا حکم دیا، کسی کو قیام کی اجازت نہ دی۔ فوج سے ان کے اخراج کا اعلان کر دیا گیا نیز اعلان میں یہ کہا گیا کہ جو لوگ فوج کے اندر پائے گئے انھیں قتل کر دیا جائے گا۔ معتصم کے یہاں خط لکھ کر درخواست کی کہ کچھ ایسے دوا ساز بھیجے جائیں جو دیندار اور عمدہ مذہب کے حامل ہوں، ایسے ہی کچھ اظہار بھی۔ معتصم نے اس درخواست کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور مطلوبہ اشخاص روانہ کیے۔

اسرائیل بن زکریا طیفوری

فتح بن خاقان کا معتمد طبیب، فنِ طب کے اندر فائق تر، خلفاء اور بادشاہوں کے نزدیک جلیل القدر اور نہایت محترم تھا۔ فنِ طب کے ذریعہ فتح بن خاقان کی خاص خدمت پر مامور تھا۔ اس سے اسے بھاری مشاہرہ اور بکثرت انعامات ملتے تھے۔ متوکل باللہ اس پر بہت زیادہ اعتماد کرتا تھا، اس کے نزدیک اس کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ اسحاق بن علی رہاوی کتاب ادب الطبیبؒ میں رقم طراز ہے کہ امیر المؤمنین متوکل نے جب اسرائیل بن زکریا کی اجازت کے بغیر سینگیاں کھچوالیں تو ان پر وہ بے حد ناراض ہوا۔ متوکل نے اس کے غیظ و غضب کا فدیہ تین ہزار دینار اور ایک جائداد ادا کیا جس کی سالانہ پیداوار کی رقم پچاس ہزار درہم تھی۔ یہ جائداد ہبہ کر کے اس کے نام رجسٹرڈ کر دی۔

عیسیٰ بن ماسہ سے حکایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک دن اس نے متوکل کی عیادت کی، اس پر غشی طاری تھی، اس نے اپنا سر کے نیچے رکھ تکیہ بنایا اور وزیر سے کہا "عبداللہ! میری زندگی ان کی زندگی سے وابستہ ہے اگر یہ نہ رہے تو میں زندہ نہ رہوں گا۔" اس کے بعد وہ بیمار پڑ گیا۔ چنانچہ سعید بن صالح دربان اور موسیٰ بن عبدالملک کاتب کو اس کی عیادت کے لیے بھیجا۔

بعض تاریخی کتابوں سے منقول ہے کہ اسرائیل بن طیفوری پر فتح بن خاقان کی بکثرت عنایت تھی۔ اس نے اسے متوکل کی خدمت میں پیش کیا، وہ برابر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا حتیٰ کہ متوکل اس سے مانوس ہو گیا، اور اسے بختیشوع کا رتبہ بخشا اور نہایت قدر و منزلت کی۔ جب بھی سوار ہو کر متوکل کے محل کی طرف آتا تو اس کا جلوس امراء اور جلیل القدر سپہ سالاروں کی طرح نکلتا۔ اس کے آگے بینڈ باجے والے چلتے۔ "سرمن رأی" میں متوکل نے اسے ایک قطعۂ آراضی دی تھی۔ متوکل نے صقلاب اور ابن خیبری کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ سوار ہو کر تمام "سرمن رأی" کا جائزہ لیں، اور جس جگہ کو یہ پسند کرے اُسے دے دیں۔ چنانچہ دونوں گئے۔ اسرائیل نے حیز کی پچاس ہزار ہاتھ زمین منتخب کی، اور ان دونوں نے اس پر سرحدی علامات نصب کر دیں۔ اخراجات کے لیے اسے تین لاکھ درہم دیے گئے۔

یزید بن زید

مامون کا طبیبِ خاص، عمدہ معالج، جید عالم اور صاحبِ کمال تھا۔ فنِ طب کے ذریعہ اس نے مامون کی اور ابراہیم بن مہدی کی بھی خدمت کی، ابراہیم سے اس کو بکثرت انعامات اور بھاری مشاہرہ ملتا تھا، اس پر اس کی عنایات بے غایات تھیں۔ اسے یزید بور بھی کہتے تھے۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے ابواسحاق ابراہیم بن مہدی نے بیان کیا کہ ثمامہ عیسیٰ قعقاعی یعنی صاحب ابوعثمان بن ثمامہ اسہال میں مبتلا ہوا۔ بیماری نے طول پکڑا۔ یہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ ابواسحاق کہتے ہیں رشید نے مجھ سے بیماری کے متعلق پوچھا اور معلوم کرنا چاہا کہ بیماری کہاں تک پہونچ چکی ہے، میں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میرے اس اظہار کو برا مانتے ہوئے فرمایا "ایک شریف پردیسی ہے، اس کے خاندان سے عبدالملک بن مروان نے رشتہ چاہا، چنانچہ اس کی بہن سے دو خلیفے ولید اور سلیمان عبدالملک کے دونوں بیٹے پیدا ہوئے۔ تمہارے والد نے بھی اس سے رشتہ کیا، اس کی بہن سے شادی کی، میں تمہارا بھائی بھی اس سے رشتہ کا طالب ہوا اور اس کی صاحبزادی سے نکاح کیا، بایں ہمہ وہ تمہارے دادا، والد، بہن اور بھائی کا صحابی بھی ہے۔ کیا ایسے شخص کی عیادت تم پر واجب نہیں ہے۔ اس کے بعد عیادت کا حکم دیا۔ چنانچہ اپنے طبیب خاص یزید کو لے کر ثمامہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھیں دیکھ کر گمان ہوا کہ آخری رمق باقی رہ گئی ہے اور اب سوال و جواب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میرے طبیب یزید نے ان کے طبیب کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ آیا تو اس سے مریض کا حال پوچھا۔ اس نے بتایا کہ مریض کو شب و روز میں سو دست ہوتے ہیں۔ ہمارے طبیب نے ایک ایک دوا کے بارے میں پوچھنا شروع کیا، جو سفوف اور حقنے دیے گئے تھے ان کے بارے میں دریافت کیا مگر اس نے صرف اتنا بتایا کہ یہ سب علاج کیے گئے مگر فائدہ نہ ہوا۔ یزید نے ایک گھنٹہ تک سر جھکائے رکھا پھر سر اٹھا کر کہا "بس ایک علاج رہ گیا ہے اگر یہ کیا گیا تو امید ہے کہ مریض کو نفع ہوگا۔ اور اگر یہ موثر نہ ہوا تو پھر لاعلاج ہے۔" ابواسحاق فرماتے ہیں "یزید کی بات سن کر دیکھا کہ ثمامہ کے اندر جان پڑ گئی ہے۔" انھوں نے پوچھا "وہ کیا علاج باقی ہے، اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ مجھے شادکام کرے؟" اس نے کہا "شربت اصطمخیقون" ثمامہ نے کہا "یہ شربت دیکھنا چاہتا ہوں۔" یزید نے تھیلے سے ایک رومال نکالا جس میں کچھ دوائیں اور شربت اصطمخیقون موجود تھا، شربت کو گھول کر مریض کو دیا گیا۔ اس نے حلق میں انڈیل کر نیچے اتار لیا۔ شکم کے اندر داخل ہوتے ہی بخدا میں نے ایسی آوازیں سنیں کہ بس یقین ہو گیا کہ دروازے تک پہنچتے پہنچتے مریض جاں بحق ہو جائے گا۔ میں اور میرا طبیب دونوں اُٹھے، میں اپنے غم کو ضبط نہ کر سکا، اپنے ایک خادم کو جو سواری کے وقت میرے ساتھ اسطرلاب[1]

(۱) اسطرلاب: اجرام فلکی کے ارتفاع وغیرہ معلوم کرنے کا آلہ۔

لے کر چلتا تھا حکم دیا کہ گھر میں رہے اور خیریت معلوم کرتا رہے۔ چنانچہ اس نے میری قائم مقامی کی۔ زوال کے بعد خادم کا مکتوب پہونچا جس میں اس نے خبر دی کہ طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک مریض کو پچاس دست آئے۔ میں نے کہا بخدا ثمامہ کی جان گئی۔ غروب آفتاب کے بعد ثمامہ کا دوسرا مکتوب پہونچا جس میں اس نے بتایا کہ زوالِ آفتاب سے غروب تک بیس دست آئے۔ اس کے بعد طلوع آفتاب کے وقت غلام نے آکر خبر دی کہ غروب آفتاب سے نصف شب تک صرف تین دست آئے۔ اور طلوع فجر تک کچھ بھی نہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد ثمامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سوتا ہوا پایا۔ وہ سوتے نہیں تھے۔ میری آہٹ پاکر بیدار ہو گئے۔ میں نے حال پوچھا تو بتایا کہ شکم میں ایک درد تھا جس کی وجہ سے نیند آتی نہ قرار ملتا تھا۔ یہ حالت چالیس دن سے زیادہ رہی، شربت لینے کے بعد جب اس کا اثر زائل ہوا تو درد بھی رفع ہو گیا۔ بھوک زائل ہو چکی تھی مگر اب بھوک کا ایسا غلبہ ہے کہ آپ آئے تو آپ کو دیکھ نہ سکا۔ انھوں نے کھانے کی درخواست کی، یزید نے انھیں اسفید باجہ کھانے کی اجازت دی جو فربہ کسری چوزے سے تیار کیا گیا ہو۔ اس کے بعد زیرباجہ[1] کھانے کی ہدایت کی۔ رشید کے یہاں جاکر میں نے ثمامہ کا حال بیان کیا، اس نے طبیب کو بلا کر پوچھا "وائے تو! مریض کو جب مطخیقون پلانے کی جرأت کیسے کی؟ اس نے کہا "امیرالمومنین! اس شخص کے شکم میں فاسد کیموس تھا۔ شکم میں جو دوا اور غذا داخل ہوتی اس کیموس کی وجہ سے فاسد ہو جاتی، اور جو دوائیں اور غذائیں فاسد ہو جاتیں وہ مادۂ فساد بن جاتیں۔ یہی وجہ تھی کہ بیماری بڑھتی جاتی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس کا تدارک بس کوئی طاقتور دوا ہی کر سکتی ہے۔ جو اس کیموس کا قلع قمع کر دے۔ سب سے قوی تر دوا یہی شربت مطخیقون ہی ہے۔ اس کے بارے میں اپنا بیان دیا اور یہ نہیں کہا کہ لامحالہ مریض شفایاب ہو جائے گا۔ بلکہ یہ کہا کہ میں ایک دوا رہ گئی ہے اگر اس سے فائدہ نہ ہوا تو مرض لاعلاج ہے۔ یہ بات میں نے اس لیے کہی کہ مریض کو بیماری نے نڈھال کر دیا تھا، اس کی اکثر قوت برباد ہو چکی تھی۔ دوا پینے سے ہلاکت کا شبہ بھی تھا۔ اور عافیت کی امید بھی۔ یقین تھا کہ دوا نہ پینے کی صورت میں کبھی ہلاک ہو جائیں گے۔ رشید نے اس طرز عمل کو سراہا اور دس ہزار درہم کا صلہ دیا۔ اس کے بعد ثمامہ کی عیادت کی، ان سے کہا "یہ دوا پی کر کے آپ نے کمال کر دیا ہے بالخصوص جبکہ طبیب نے صراحت سے یہ بات نہیں کہی تھی کہ آپ اس سے روبصحت ہو جائیں گے۔ ثمامہ نے کہا "امیرالمومنین! میں زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ میں نے طبیب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دوا کے استعمال سے نفع کی امید ہے، چنانچہ زندگی سے مایوسی کی جگہ ایک لحظہ کے لیے سہی امید حیات رکھنا پسند کیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی

(۱) زیرباجہ: گوشت کا شوربا، سرکہ خشک میووں کے ساتھ پکائے اور زعفران سے خوشبودار کرتے ہیں اور اس میں زہرہ اور کوئی دوسری شیریں چیز ملاتے ہیں۔

جانب سے بہت بڑا خیر تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت شدہ حدیث کے مطابق ہے۔ اس روایت کے مطابق ایک عرب نے حاضر ہو کر عرض کی "اللہ کے رسول! میرے بھائی کا پیٹ بری طرح چل رہا ہے، ہر چند علاج کیا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا "اسے شہد کھلاؤ"، اس عرب نے شہد کھلایا مگر اسہال اور بڑھ گیا، دوبارہ حاضر ہو کر عرض کی "شہد سے اسہال اور بڑھ گئے"، آپ نے فرمایا "شہد کھلاؤ" اس نے پھر کھلایا مگر اسہال اور زیادہ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی، آپ نے فرمایا "پھر شہد کھلاؤ" چنانچہ اس نے تیسرے دن بھی کھلایا اسہال بالکلیہ بند ہو گئے۔ اس عرب نے آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا "اللہ نے سچ کہا ہے، تیرے بھائی کا شکم جھوٹا ہے" آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مریض کے معدی خمل میں غلیظ لیسدار رطوبتیں پھنس گئی ہیں جو معدہ کو پھیلا دیتی ہیں۔ چنانچہ جو قابض دوائیں بھی یہاں سے گذرتی ہیں موثر نہیں ہوتیں رطوبتیں علی حالہ باقی رہتی ہیں غذائیں پھسل جاتی ہیں لہٰذا اسہال مسلسل باقی رہتا ہے۔ شہد کے استعمال سے ان رطوبات کا تحلیہ ہو گیا اور یہ سب نکل گئیں۔ چنانچہ شروع میں بکثرت اسہال ہوئے اور اسکے ذریعے یہ سب خارج ہوتی گئیں حتی کہ اسہال بند ہو گئے اور مریض کو صحت ہو گئی۔

"اللہ نے سچ فرمایا" یہ بات آپ نے اس علم کی بدولت فرمائی جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمایا تھا۔ "تمہارے بھائی کا شکم جھوٹا ہے" یعنی اس کے شکم سے جو اسہال ہوا ہے اور عرض کے طور پر اس کی جیسی کثرت ہے وہ درحقیقت حقیقی بیماری نہیں ہے بلکہ اس باب میں شکم جھوٹا ہے۔

عبدوس بن زید

ابو علی قبانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے والد کی زندگی میں قاسم بن عبیداللہ کو جولائی میں سخت بیماری لاحق ہوئی۔ شدید قولنج ہو گیا، عبدوس بن زید نے ان کا اکیلے علاج کیا۔ انھیں ماء الاصول پلایا جس کے اندر بیخ کرفس اور بیخ بادیان اور روغن ارنڈ ڈال کر جوش دیا گیا تھا۔ تھوڑی سی ایارج فیقرا بھی شامل کی گئی تھی پینے کے بعد درد موقوف ہو گیا اور دو اجابتیں ہوئیں جس سے افاقہ ہو گیا۔ دوسرے دن ماء الشعیر دیا۔ یہ علاج نہایت عمدہ ثابت ہوا۔

ابوعلی قبانی ہی کی روایت ہے کہ اس کا بھائی اسحاق بن علی بیمار پڑا۔ مزاج پر حرارت اور جسم بہر دبلاپن اس قدر طاری ہوا کہ نہایت ضعف پیدا ہوگیا۔ جو کھانا کھاتا باہر آجاتا۔ عبدوس بن زید نے مذکورہ جڑیں ایارج اور روغن ارنڈ کے ساتھ چودہ دن ماہ جون میں پلایا۔ اسے صحت ہوئی اور معدہ درست ہوگیا۔ اس نے کہا "انہی ایام میں تجھے تیز بخار آئیگا، اگر زندہ رہا تو اللہ کے حکم سے تمہیں نجات دوں گا۔ زندہ نہ رہا تو صحت وعافیت کی علامت یہ ہوگی کہ ساتویں دن دست آجائے گا۔ دست آجائے تو سمجھنا عافیت مل گئی۔ بایں ہمہ معدہ اتنا بگڑ جائے گا کہ اس میں پتھر بھی داخل کیا جائے تو اسے پس کر رکھ دے گا۔ سال تمام ہونے پر عبدوس بیمار پڑا اور میرے بھائی کو بھی جب کہ اس نے پیشگوئی کی تھی بخار آیا۔ دونوں ایک ہی دن بیمار ہوئے۔ عبدوس برابر میری بھائی کی خبرگیری کرتا رہا اور جب اسے بتایا گیا کہ اسے دست آگیا ہے تو اس نے کہا "نجات پاگیا"۔ دوسرے دن صبح کو عبدوس نے انتقال کیا۔

عبدوس بن زید کی تصنیف کتاب التذکرہ فی الطب، ہے۔

سہل الکوسج

سہل الکوسج ابوسابور بن سہل اہواز کا رہنے والا مشہور صاحب قراباذین ہے۔ داڑھی بڑی تھی۔ کوسج کا لقب برسبیل تضاد پایا تھا۔ طب کا علم رکھتا تھا مگر اپنے لڑکے سے فروتر تھا۔ زبان میں خوز والوں جیسی لکنت تھی۔ بے حد مسخرا تھا۔ مسخراپن اس کی سنجیدگی اور متانت پر غالب تھا۔ یوحنا بن ماسویہ، جورجس بن بختیشوع، عیسی بن حکم، عیسی بن ابوخالد زکریا بن طیفوری، یعقوب صاحب شفاخانہ، حسن بن قریش، عیسی مسلم، اور سہل بن جبیر جیسے طبقۂ اطباء کے ساتھ جب بھی ہوتا تعبیر میں گو کوتاہ ہوتا، مگر علاج میں کوتاہ نہ ہوتا۔ سب کے سب اس کی زبان درازی اور بذلہ سنجی سے ڈرتے تھے۔ دلیل وحجت میں سب پر غالب آتا۔ سلام ابرش کی صحبت میں خاص طور پر رہتا تھا، مدینۃ السلام کا محاصرہ جب ہوا تو ان دنوں سہل ہرثمہ بن اعین سے علیحدہ نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ سہل کو بھی ہرثمہ سے خصوصیت حاصل ہوگئی۔ وہ شب و روز اس کے ساتھ رہتا، گفتگو کرتا۔ بہت زیادہ دل لگی اور مسخرہ پن کی جو باتیں اس کے اندر تھیں ان کی وجہ سے صحبت بیحد خوشگوار ہوگئی تھی۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں سہل کوسج کی ایک دل لگی کا واقعہ یہ تھا کہ ۲۰۹ھ میں بیمار

بن گیا گواہوں کو اپنی وصیت کا گواہ بنانے کے لئے بلایا۔ ایک دستاویز میں اپنی اولاد کے نام لکھے۔ پہلا نام جورجس بن میخائیل اور اس کی ماں مریم بنت بختیشوع کا، دوسرا یوحنا بن ماسویہ کا، چوتھا اور پانچواں سابور، یوحنا، اور خدا سویہ کا لکھا جو اس کے مشہور و معروف بیٹے تھے۔ وصیت میں اس نے یہ تذکرہ کیا کہ اس نے جورجس اور یوحنا بن ماسویہ کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا تھا جس کے نتیجہ میں دونوں کو جورجس اور یوحنا کا حمل قرار پایا۔

یوسف فرماتے اس کے مسخرہ پن کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اعین بن ہرثمہ بن اعین کے یہاں دیکھا کہ اس کے اور جورجس کے درمیان حمی ربع (چوتھیا بخار) پر تکرار ہورہی ہے جو ذرا طول کھینچ گئی تھی۔ سہل اسے ویسی ہی بات کہی جیسی اپنی وصیت کے اندر لکھوا کر شاہد بنا چکا تھا۔ جورجس چپ و راست میں لوگوں کی جانب کثرت سے التفات کررہا تھا۔ حدت مزاج کیوجہ سے اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ اسے دیکھ کر سہل چیخا "صری وحق المسیح اخروا فی اذنہ آیۃ الکرسی" یعنی "صرع وحق المسیح - اقرءوا فی اذنہ آیۃ الکرسی"

(مرگی آگئی ہے، حق مسیح کی قسم۔ کان میں اس کے آیۃ الکرسی پڑھو۔)

یوسف کہتے ہیں مسخرہ پن کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ یوم الشعانین کو جاثلیق اور ان مقامات کے ارادہ سے نکلا جہاں عیسائی حضرات یوم الشعانین کو جایا کرتے تھے۔ یہاں یوحنا بن ماسویہ کو دیکھا کہ اس سے زیادہ خوبصورت ہیئت میں ایک ایسے جانور پر سوار ہے جو اس کے جانور سے زیادہ خوبصورت اور تیز رفتار ہے۔ ساتھ میں زرق برق لباس پہنے غلام بھی چل رہے ہیں۔ اس ظاہری نعمت پر اسے حسد ہوا، گوشہ کے صاحب قربان گاہ کے یہاں پہنچ کر اس نے کہا "میرا بیٹا میری نافرمانی کررہا ہے، خود پسند ہوگیا ہے۔ خود پسندی اور دولت کا غرور گا ہے اسے میرے باپ ہونے کا انکار کرنے پر مجبور کردیتی ہے، اگر اوندھا کر کے اسے بیس درے کھینچ کھینچ کر مارو تو بیس دینار پیش کروں گا۔ پھر بیس دینار نکال کر ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر رکھدیئے جس پر صاحب قربان کو اعتماد تھا۔ اس کے بعد ایک گوشہ میں چلا گیا، یوحنا بن ماسویہ جب اس جگہ آیا جہاں وہ موجود تھا تو نکلکر اسے صاحب قربان کے سامنے پیش کیا اور کہا" یہ ہے میرا بیٹا، میری نافرمانی کررہا ہے اور مجھے اپنا باپ تسلیم کرنے سے انکار کررہا ہے۔ صاحب قربان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اسے کھینچ کھینچ کر بیس درے لگائے۔

سابور بن سہل و اسرائیل بن سہل

جندی سابور شفاخانہ کا ایک طبیب اور معالج تھا۔ ادویہ مفردہ کی ترکیب اور ان کی قوتوں کا علم رکھتا تھا۔ متوکل اور اس کے بعد کے خلفاء کے درباروں میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ مہتدی باللہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات ۲۱ رذی الحجہ ۲۰۰ھ ہے۔

سابور بن سہل کی تصنیفات میں قرابادین کبیر مشہور ہے۔ اسے اس نے سترہ ابواب میں ترتیب دیا تھا، شفاخانہ اور دواسازوں کی دوکانوں پر بالخصوص امین الدولہ بن تلمیذ کی قرابادین سے پہلے اسی قرابادین کے نسخے استعمال ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ کتاب قوی الاطعمۃ ونصارھا ومنافعھا، کتاب الرد علی حنین فی کتابہ فی الفرق بین الغذاء والدواء المسہل، القول فی النوم والیقظہ اور کتاب ابدال الادویہ بھی اس کی تصنیفات ہیں۔

موسیٰ بن اسرائیل کوفی

ابراہیم بن مہدی کا طبیب خاص۔ یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں ہم عصر مشائخ اطباء کے مقابلہ میں گو موسیٰ کو طب کا علم کم تھا۔ مگر ان کے بالمقابل اس کی مجلس بھری رہتی تھی۔ کیونکہ ممتاز اوصاف کا حامل تھا۔ زبان عمدہ تھی، علم النجوم سے واقف تھا، لوگوں کے اہم واقعات سے باخبر تھا، اشعار کی روایتیں کرتا تھا۔ میرے علم کی حد تک سن ولادت ۱۲۹ھ اور سن وفات ۲۲۲ھ ہے۔ ابو اسحاق مذکورہ اوصاف ہی کے باعث اسے گوارا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں بارہ اجداد اور بادشاہوں کے درباروں کا طبیب بھی تھا۔ بچپن میں اس نے عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد ولی عہد کی خدمت بھی کی تھی۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے موسیٰ بن اسرائیل نے بیان کیا، عیسیٰ بن موسیٰ کا ایک یہودی طبیب فرات بن شحاثا تھا، تیاذوق طبیب اسے اپنے تمام تلامذہ پر فوقیت دیتا تھا، یہ بوڑھا اور بچپن میں اس نے حجاج بن یوسف کی خدمت کی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ عیسیٰ ہر پیش آنے والے مسئلہ میں اس طبیب سے مشورہ کرتا تھا۔ منصور نے جب عیسیٰ کو محمد بن عبداللہ بن حسن علوی سے برسر پیکار ہونے کی ذمہ داری سونپی اور پرچم اس کے

گھر آیا تو اس نے فرات سے کہا "اس پرچم کے بارے میں کیا خیال ہے؟" طبیب نے جواب دیا "یہ پرچم قیامت تک تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے درمیان ہمیشہ دشمنی کا باعث رہے گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو کوفہ سے نکال کر کسی بھی شہر میں منتقل کر دو۔ کیونکہ کوفہ ان شیعوں کا شہر ہے جن سے تمہاری جنگ ہوگی۔ اگر شکست کھا گئے تو تمہارا کوئی فرد یہاں باقی نہ رہے گا۔ اور اگر شکست دیدی تو دشمنوں کے سینوں میں آگ اور زیادہ بھڑک اٹھے گی۔ اگر ان سے تمہاری زندگی محفوظ رہی تو رہی مگر وفات کے بعد تیری نسل محفوظ نہ رہے گی۔" عیسیٰ نے کہا "اے وائے تو! امیر المؤمنین کوفہ سے الگ ہونے والے نہیں ہیں۔ لہٰذا میں اہل وعیال کو منتقل نہ کروں گا۔ جبکہ وہ انہی کے محل میں ہیں۔" فرات نے کہا "فیصلہ کن یہ ہے کہ اہل وعیال کو منتقل کر دو، کیونکہ فتح کی حالت میں تو خلیفہ موجود رہے گا مگر شکست کی حالت میں کوفہ اس کا مقام نہ ہوگا، وہ فرار اختیار کرے گا، پیچھے اپنے حرم کو اور تمہارے حرم کو بھی چھوڑ دے گا۔" موسیٰ فرماتے ہیں کوفہ سے عیسیٰ نے اپنے اہل وعیال کو منتقل کرنا چاہا مگر منصور نے اجازت نہ دی، عیسیٰ فتحمند ہو کر کوفہ واپس آیا اور ابراہیم بن عبداللہ کو قتل کیا تو منصور مدینۃ السلام منتقل ہو گیا، عیسیٰ کے طبیب نے کہا "منصور کے ساتھ تم بھی اپنے بچوں کو لیکر اس شہر میں چلے جاؤ جسے اس نے آباد کیا ہے۔ اس بارے میں اس سے اجازت طلب کرو، منصور نے اسے بتایا کہ نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، اس نے اسے کوفہ پر اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ عیسیٰ نے اس کی اطلاع اپنے طبیب کو دی تو اس نے کہا، یہ فیصلہ ولی العہدی کے تحت ہوا ہے۔ کیونکہ تمہارے تمام حالات پر غور کر کے اس نے فیصلہ کیا ہوتا تو خراسان کا گورنر نہیں بناتا جو تمہارے حامیوں کا شہر ہے۔ اب تمہیں کوفہ میں اپنے اور تمہارے دشمنوں کے ساتھ رکھنا جبکہ محمد بن عبداللہ کو تم نے قتل بھی کر دیا ہے صرف یہی معنی رکھتا ہے کہ تمہیں اور تمہاری نسل کا صفایا کر دے۔ تمہارے بارے میں اس کی جس پالیسی کا اظہار ہو رہا ہے اس کے پیش نظر خراسان کا گورنر ہونا تمہارے لئے ناممکن ہے۔ لہٰذا درخواست کرو کہ جزیرتین یا شام کی گورنری دے دے۔ دونوں میں سے جس کا بھی تمہیں گورنر بنائے اسے اپنا وطن بنالو۔" عیسیٰ نے اس سے کہا، "تم کوفہ کی گورنری ناپسند کرتے ہو، حالانکہ اس کے باشندے شیعان بنو ہاشم ہیں اور شام یا جزیرتین کی حکومت پسند کرتے ہو حالانکہ اس کے باشندے شیعان بنو امیہ ہیں؟" طبیب نے اسے سمجھایا "اہل کوفہ گو خود کو بنو ہاشم کے حامیوں سے موسوم کرتے ہیں مگر تمہارا اور تمہارے خاندان کا تعلق ان بنی ہاشم سے تو ہے نہیں جن کے

حامی اہل ہیں، وہ حامی تو بنو ابی طالب کے ہیں، تم نے ان کا خون بہایا ہے جس سے اہل کوفہ کے سینوں میں بغض و نفرت کا لاوا پک رہا ہے۔ وہ تم سے انتقام لینے کے درپے ہیں، باقی جزیرتین اور شام والوں کی حمایت مذہبی بنیاد پر نہیں بلکہ اس بنیاد پر ہے کہ بنو امیہ نے ان کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ گورنر ہونے کے بعد تم بھی حسن سلوک اور محبت سے پیش آؤ گے، تو وہ تمہارے حامی اور دست و بازو بن جائیں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ گو انھیں جانی نقصانات پہونچ چکے تھے مگر عبداللہ بن علی نے ان سے الفت و مودت کا برتاؤ کیا اور حسن سلوک کی ضمانت دی تو جنگ میں انھوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اور تم نے تو ان کا ایک قطرۂ خون بھی نہیں بہایا ہے لہٰذا وہ تمہاری جانب مائل ہوں گے" عیسیٰ نے کوفہ کی گورنری سے استعفا دیدیا اور اس کے عوض کوئی دوسری حکومت پیش کرنے کی درخواست کی۔ مگر منصور نے اسے بتایا کہ کوفہ دار الخلافہ ہے، لہٰذا خلیفہ یا ولی عہد سے خالی نہ رہے گا" اس نے عیسیٰ سے وعدہ کیا کہ ایک سال وہ مدینۃ السلام میں اور ایک سال کوفہ میں رہے گا۔ وہ جب کوفہ آجائے گا تو عیسیٰ مدینۃ السلام چلا جاتے گا۔ اور یہیں قیام کرے گا۔" موسیٰ فرماتے ہیں" جب اہل خراسان سے مہدی کے لئے بیعت کا مطالبہ ہوا تو عیسیٰ نے اپنے طبیب سے پوچھا" فرات! تمہارا کیا خیال ہے، مجھے دعوت دی گئی ہے کہ خود پر محمد بن امیر المؤمنین کو مقدم کروں" اس نے جواب دیا" تمہارے دفاع کی کیا صورت ہے، میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تم آج بھی سمع وطاعت کروگے اور کل بھی" اس نے پوچھا" کل کی کیا بات ہے" فرات نے جواب دیا" جب محمد بن امیر المؤمنین تمہیں دست بردار ہونے اور خلافت اپنی کسی اولاد کو سپرد کرنے کی دعوت دے گا تو تیزی سے تم اس دعوت کو قبول کرلوگے، تمہاری کوئی مجال نہ ہوگی، یہ لوگ جو چاہیں گے اس کی مخالفت کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوگی۔" چنانچہ مہدی نے عیسیٰ کو ولایت عہد سے دستبردار ہونے اور خلافت ہادی کو سپرد کرنے کی دعوت دی تو عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا

" فرات! ارے ظالم! کسقدر عمدہ رائے تھی، جو کچھ زبان سے کہہ گئے کسی علم کی روشنی میں کہہ گئے۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمہیں ہمارا یہ دن دکھائی دے رہا تھا"

موسیٰ بن اسرائیل کہتا ہے، عباسیوں کے گھروں کے ساتھ ابو اسرایا نے جو سلوک کیا اسے دیکھ کر میں نے بھی وہی بات کہی جو عیسیٰ بن موسیٰ نے کہی تھی۔ یوسف بن ابراہیم کو مصر میں جب ان جرائم کی اطلاع ملی جن کا عباسی اہل کوفہ اور طالبیوں نے ارتکاب کیا تھا اور عبداللہ بن محمد بن داؤد قتل ہوگئے تھے تو اس نے بھی عیسیٰ بن موسیٰ اور موسیٰ طبیب جیسی بات کہی تھی

یوسف کہتے ہیں موسیٰ بن اسرائیل طبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے اپنے طبیب خاص سے شکایت کی کہ شبینہ گفتگو کرنے والوں کے ساتھ اسے نیند آنے لگتی ہے، ان کے ساتھ شام کا کھانا کھاتا ہے تو معدہ ثقیل ہوجاتا ہے اور سو جاتا ہے، پھر رات کی گفت وشنید کا موقع جاتا رہتا ہے۔ صبح کو بھی ثقل باقی رہتا ہے چنانچہ غذا نہیں لے پاتا۔ اور اگر ان کے ساتھ شام کا کھانا نہ کھائے تو اشتہاء کاذب نقصان پہونچاتی ہے" اس نے کہا" جو شکایت تم نے کی ہے وہی شکایت حجاج نے استاذ تیاذوق سے کی تھی۔ انہوں نے ایک چیز تجویز کی تھی جس کا مقصد خیر تھا مگر وہ اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی" اس نے پوچھا" وہ کیا؟" طبیب نے بتایا" تیاذوق نے پستہ سے شغل رکھنا تجویز کیا تھا، حجاج نے اپنی داشتاؤں سے اس کا ذکر کیا تو ہر ایک نے ایک ایک تھالی پستہ چھلکے اتار کر بھیجے۔ داستان سراؤں کے ساتھ بیٹھکر اس نے پستے خوب کھائے حتیٰ کہ ہیضہ ہوگیا اور جان پر آگئی۔ تیاذوق سے اس نے شکایت کی تو انھوں نے فرمایا" میں نے پستہ سے شغل رکھنے کے لئے کہا تھا، مطلب پستہ غیر مقشر تھا تاکہ یکے بعد دیگرے توڑ کر چھلکا چوستے رہیں جو آپ جیسے صفراوی نوجوانوں کے معدہ کا مصلح ہوتا ہے، اس پستہ کے مزہ سے جگر کی اصطلاح بھی ہوتی ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ ایک پستہ کا مغز کھائیں تو دوسرے کو توڑتے چوستے اتنا وقت مل جائیگا کہ طبیعت پہلے پستہ کو ہضم کرچکی ہوگی۔ مگر آپ نے جس طرح استعمال کیا تو اس سے زیادہ بھی نقصان پہونچ جاتا جتنا پہونچ چکا ہے تو کوئی حیرت کی بات نہ ہوتی۔" لہٰذا امیر محترم! آپ بھی استاذ کے مطابق پستہ لیں تو فائدہ ہوگا" موسیٰ فرماتے ہیں عیسیٰ بن موسیٰ نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک پستہ کا التزام رکھا اور اس کی تعریف کرتے تھے۔

ماسرجویہ طبیب بصرہ

یہی وہ مشہور شخص ہے، جس نے اہرن کی کتاب سریانی سے عربی زبان میں منتقل کی، یہودی مذہب رکھتا تھا اور سریانی تھا، ابوبکر محمد بن زکریا رازی نے اپنی کتاب "الحادی" میں جہاں " قال الیہودی" لکھا ہے وہاں مراد یہی ماسرجویہ ہے۔

سلیمان بن حسان معروف بہ ابن جلجل لکھتا ہے " ماسرجویہ بنو امیہ کے زمانہ میں تھا۔ مروانی عہد حکومت میں اہرن بن اعین کی کتاب کی عربی شرح لکھنے کی ذمہ داری اس کے

سپرد ہوئی تو عمر بن عبد العزیزؒ نے اسے کتبخانہ سے نکال کر اپنے مصلّے کے نیچے رکھنے کا حکم دیا۔ اور اللہ سے استخارہ کیا کہ مسلمانوں کے لئے مفید ہے یا نہیں۔ چالیس دن کے بعد نکال کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں عام کیا ——————

—— سلیمان بن حسان لکھتا ہے کہ ابو بکر محمد بن عبد العزیز نے یہ داستان مجھے مسجد ترمذی میں ۳۵۹ ھ میں سنائی۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے ایوب بن حکم بصری معروف بکسروی نے جو محمد بن طاہر بن حسین کا معتمد خاص اور صاحب ادب، باکمال لوگوں کے اہم واقعات سے باخبر تھا بیان کیا کہ ابو نواس حسن بن ہانئی ایک ثقفی خاتون جو سرزمین بصرہ کے حکمان نامی مقام پر رہتی تھی کی کنیز سے عشق کرتا تھا جو جنان کے نام سے موسوم تھی، ابو عثمان اور أبو میہ اپنی کنیتوں سے مشہور تھے کنیز کی میڈم کے رشتہ دار تھے۔ ابو نواس ہر روز بصرہ سے نکلکر حکمان کی جانب سے آنے والوں سے ملتا اور جنان کے حالات معلوم کرتا۔ ایک دن وہ اس مقصد سے نکلا، میں بھی ساتھ تھا۔ سب سے پہلے جو شخص نظر آیا وہ ماسرجویہ طبیب تھا۔ ابو نواس نے اس سے پوچھا ابو عثمان اور ابو میہ کو کس حال میں دیکھا ہے، ماسرجویہ نے کہا جنان خیریت سے ہے اور اس کا حال تمہاری پسند کے مطابق بہتر ہے۔

ابو نواس نے یہ سنکر حسب ذیل اشعار پڑھنا شروع کیا۔ (خفیف)

أسأل القادمین من حکمان
کیف خلفتم أبا عثمان
و أبا میة المہذب والمأ
مول والمرتجی لریب الزمان
فیقولون لی جنان کما
سرک فی حالہا فسل عن جنان
مالہم لا یبارک اللہ فیہم
کیف لم یغن عنہم کتمانی

—— حکمان سے آنے والوں سے پوچھتا ہوں ابو عثمان اور ابو میہ مہذب کیسے ہیں۔

—— امید تو یہی ہے کہ زمانہ کی گردش سے محفوظ ہوں گے۔
—— مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ جنان جس حال میں ہے مسرور کن ہے۔ لہٰذا جنان کو پوچھو۔
—— اللہ ان میں برکت نہ کرے کس طرح میں ان سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

یوسف کہتے ہیں ایوب بن حکم نے مجھ سے بیان کیا کہ ماسرجویہ قارورہ دیکھ رہے تھے میں بھی حاضر تھا۔ اتنے میں ایک خوزی شخص نے آکر کہا" مجھے ایک ایسی بیماری ہو گئی ہے جو کسی کو نہیں ہوئی۔ ماسرجویہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟" اس نے کہا" نگاہ تاریک ہو چکی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے معدہ کو کتے چاٹ رہے ہیں۔ یہی حال کھانے تک رہتا ہے کھا لیتا ہوں تو نصف النہار تک یہ حالت نہیں رہتی۔ پھر دوبارہ حملہ ہوتا ہے، دوبارہ کھا لیتا ہوں تو نماز عشاء تک یہ حال موقوف رہتا ہے، اس کے بعد پھر حملہ ہوتا ہے۔ اس کا علاج صرف غذا لے لینا ہے۔ ماسرجویہ نے کہا" اس مرض پر خدا کا غضب، اس نے انتخاب غلط کیا کہ تم جیسے مطروح انسانوں کے یہاں آیا۔ میری آرزو ہے کہ اسے میرے اور میرے بچوں کے پاس منتقل کر دیا جائے۔ تم سے نکلکر یہ میرے پاس آجائے تو اس کا معاوضہ میں تمہیں اپنی ملکیت کا آدھا دے سکتا ہوں۔" اس نے کہا" میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا ہوں" ماسرجویہ نے کہا" یہ صحت ہے جس کے تم مستحق نہیں ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے حقداروں کے پاس منتقل کر دے۔

یوسف کہتے ہیں ایوب بن حکم کسروی نے مجھ سے بیان کیا کہ ماسرجویہ سے طبیعت کا حال بیان کیا تو اس نے پوچھا" کونسی نبیذ پیتے ہو" میں نے کہا" بکثرت شراب دالی دوشاب[1] بستانی سے جو نبیذ تیار ہوتی ہے اسی کا عرصہ سے معمول ہے" اس نے حکم دیا کہ موسم گرما میں ہر روز نہار منہ بصرہ کی ایک ننھی ککڑی کھا لیا کروں، جو خربی کہلاتی ہے۔" کسروی کہتے ہیں کہ یہ ککڑیاں انگلی کی مانند باریک تقریباً سات انچ لمبی مجھے ملتیں روزانہ پانچ چھ سات کھا جاتا مگر کھانے سے بکثرت اسہال ہونے لگا تو ماسرجویہ سے شکایت کی، اس نے اور کچھ نہیں پوچھا، چربیوں، صمغیات، خطمی اور ارزقارسی کے بہت سارے حقنے دیئے اور کہا" نہار منہ کثرت سے ککڑیاں کھا کر خود کو ہلاک کر لیتے۔ کیونکہ مرّۂ صفراء سے ایک ایسی چیز اترنے لگتی ہے جو امعاء سے چپکی ہوئی رطوبات کو زائل کر دیتی ہے۔ ان رطوبات کا فائدہ یہ ہے کہ

(۱) دوشاب: انگور، چھوارے کا رس جس پر دو راتیں گذر گئی ہوں۔

صفرا کو خراش پیدا کرنے سے روکتی ہیں۔ اور آنتوں کے اندر ذوسنطاریا کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔

ماسرجویہ کی تصنیفات میں کناش، کتاب فی الغذاء اور کتاب فی العین ہیں۔

سلمویہ بن نبان طبیب معتصم

ابو اسحاق محمد معتصم باللہ ۲۱۸ھ میں خلیفہ ہوئے تو سلمویہ کو اپنا طبیب خاص بنا کر اس کی ناقابل بیان قدر و منزلت کی۔ دفتروں میں معتصم کے دستخطوں کے ساتھ جو دستاویزیں وغیرہ آتی تھیں وہ سلمویہ کے قلم سے ہوا کرتی تھیں۔ امراء اور سپہ سالاروں کے خروج کے لئے جو حکمنامے جاری ہوتے تھے ان پر امیرالمؤمنین کے دربار دستخط سلمویہ ہی کے قلم سے ہوتے تھے۔ معتصم نے سلمویہ کے بھائی ابراہیم بن نبان کو ملکوں کے بیت المال کی ذمہ داری سپرد کی تھی، امیرالمؤمنین کے دستخط کے ساتھ اسکے بھی دستخط ہوتے تھے۔ قدر و منزلت میں سلمویہ اور اس کے بھائی ابراہیم کے برابر کوئی نہ تھا۔ سلمویہ بن نبان عیسائی تھا اور اپنے مذہب پر حسن اعتقاد رکھتا تھا۔ کثیرالخیر۔ عمدہ سیرت کا حامل۔ دانشور اور اچھی فکر و نظر کا مالک تھا۔

اسحاق بن علی رہاوی کتاب ادب الطبیب کے اندر عیسیٰ بن ماسہ سے روایت کرتا ہے، وہ کہتا ہے مجھے یوحنا بن ماسویہ نے خبر دی، وہ معتصم کے اس قول کی روایت کرتا ہے کہ میرا طبیب سلمویہ میرے نزدیک چیف جسٹس سے بھی بڑا رتبہ رکھتا ہے۔ کیونکہ چیف جسٹس میری دولت کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے اور اس کا فیصلہ میری زندگی کے باب میں ہوتا ہے میری زندگی مال و دولت اور ملکیت سے عزیز تر ہے۔ سلمویہ طبیب جب بیمار ہوا تو معتصم نے اپنے صاحبزادہ کو عیادت کا حکم دیا۔ اور کہا، مجھے معلوم ہے اور یقین ہے کہ اس کے بعد میں زندہ نہ رہوں گا کیونکہ وہ میری زندگی کا نگہبان ہے اور میرے جسم کی اصلاح و تدبیر کرتا ہے چنانچہ سلمویہ کی وفات کے بعد وہ تمام سال زندہ نہ رہ سکا۔

اسحاق بن حنین اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ فن طب کے اندر سلمویہ اپنے ہم عصروں میں علمی اعتبار سے زیادہ ممتاز تھا۔ معتصم اسے اپنا باپ کہا کرتا تھا۔ سلمویہ بیمار ہوا تو معتصم نے عیادت کی اور رو پڑا اور کہا، مجھے مشورہ دیں کہ آپ کے بعد مجھے کیا چیز موافق رہے گی، اس نے کہا، آقا! یہ دشوار ہے، مگر اس فضولی یوحنا بن ماسویہ کو لازم کر لیں کوئی شکایت ہو تو اس سے کہیں وہ نسخہ میں جو چیزیں تجویز کرے ان میں وہی چیزیں لیں جو اخلاط میں کم تر ہوں۔ سلمویہ کی وفات ہوئی تو معتصم نے اس دن کھانا نہیں کھایا۔ حکم دیا کہ جنازہ دارالخلافہ لایا جاتے اور اس کی نماز مکمل طور پر عیسائیوں کے لباس میں شمع اور بخور کے ساتھ پڑھی جاتے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس منظر کو وہ دیکھ رہا تھا اور اس کی تکریم کے سامان پر بیحد نازاں تھا، سلمویہ کی وفات پر اسے بے حد غم لاحق ہوا، معتصم کا ہاضمہ قوی تھا۔ سلمویہ سال میں دو بار فصد کرانے کے بعد ہر بار مسہل دیتا تھا۔ اور کچھ اوقات میں پرہیز کرا کر اس کا علاج کرتا تھا۔ یوحنا بن ماسویہ نے اس تدبیر کو تبدیل کر دینا چاہا۔ چنانچہ فصد سے پہلے دوا پلائی اور کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ صفرا حرکت میں آجائے مگر جس وقت اس نے دوا پی خون اور جسم گرم ہو گیا۔ جسم برابر گھٹنے اور بیماریاں بڑھنے لگیں حتیٰ کہ بدن لاغر ہو گیا اور سلمویہ کی وفات کے بیس ماہ بعد انتقال کر گیا۔ معتصم کی وفات ربیع الاول ۲۲۷ھ میں ہوئی۔"

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں۔ "معتصم نے ابواسحاق ابراہیم بن مہدی سے روم سے پہلی بار آمد کے موقع پر کہا "چچا! آپ کے معاملات فتنہ کے آغاز ہی سے پیچیدہ ہیں۔ کیونکہ شروع میں عام لوگوں کی طرح آپ بھی مبتلا ہوئے، پھر خاص طور پر سابق خلیفہ سے سات سال پوشیدہ رہنے کی وجہ سے جائدادیں ویران اور ان کی سرحدیں برباد ہو گئیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ سنبھل جاتے، اس کے بعد آپ کے باب میں مامون کی بدتدبیری نے گل کھلائے حتیٰ کہ سابقہ تمام مصائب کا ریکارڈ ٹوٹ گیا۔ اس نے اور زیادہ پیچیدگی پیدا کر دی۔ میں نے آپ کے معاملہ پر غور کیا ہے چنانچہ میرا خیال ہے کہ روزانہ آپ کے حالات اور ضروری مصالح کا علم مجھے ضرور ہونا چاہیے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی ضرورتیں میرے کسی خادم خاص کو معلوم ہوتی رہیں۔ میرے دو خادم ہیں، ان میں سے ہر ایک میری سنجیدہ اور غیر سنجیدہ تمام مجلسوں بلکہ خوابگاہ اور وضوخانہ ہر جگہ حاضر رہتا ہے۔ ایک مسرور سمانہ خادم اور دوسرا سلمویہ بن نبان ہے۔ ان میں سے جس کا چاہیں انتخاب کر لیں اور اپنی ضرورتیں اس کے

سپرد کر دیں ۔ امیر المومنین نے سلمویہ کو منتخب کیا اور اسے حکم دیا کہ ہمہ وقت ان کے خطوط معتصم کو پہنچاتا رہے۔

یوسف کہتے ہیں کہ ابو اسحاق نے مجھے سلمویہ سے قریب کر دیا تھا۔ چنانچہ بالعموم اس کے ساتھ رہتا۔ امیر المؤمنین مدینۃ السلام سے آخری بار بغیر کسی سابقہ اطلاع کے کسی مقام پر جانے کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ لوگ چہار شنبہ ۱۷ ذی قعدہ ۲۲۰ھ کو شماسیہ کے دربار میں زینوں کی تزئین کے لئے حاضر تھے گھوڑے باہر کئے گئے —— امیر المؤمنین نے بگھیاں منگوائیں اور سوار ہوتے، ہمیں یقین تھا کہ آج ہی واپس آجائیں گے اس کے بعد انہوں نے خادموں اور سپہ سالاروں کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ اہل خانہ میں صرف عباس بن مامون اور عبد الوہاب بن علی، خلیفہ کی معیت میں رہے۔ معتصم نے واثق کو مدینۃ السلام کا جانشین بنایا حتی کہ انہوں نے ۲۲۰ھ کو عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد قاطول کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ ابو اسحاق نے اپنی کچھ ضرورتوں سے مجھے امیر المؤمنین کے یہاں بھیجا۔ قافلہ کبھی قاطول میں، کبھی شہر قاطول میں، اور کبھی دیر نبی صفر میں قیام کرتا۔ یہ وہی مقام ہے جو معتصم اور واثق کے زمانہ میں ایتاحیہ اور متوکل کے زمانہ میں محمد یہ کہلاتا تھا۔ معتصم اس کے بعد سر من رأی پہونچے اور یہاں خیمے نصب کر دیئے، اور یہیں خیموں کے اندر قیام کیا۔ میں ایک دن معتصم کے خیمہ کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ اس اثناء میں سلمویہ بن نبان نے آکر خبر دی کہ امیر المومنین نے حکم دیا کہ گھروں کی طرف نکلوں، سوار تکین فرغانی کو دیکھوں، اور ان کے طبیب خاص کے یہاں جاؤں، تاکہ سلمویہ کے مشورہ کے مطابق ان کی بیماری کا علاج ہو۔ سلمویہ نے قسم دلاکر مجھ سے کہا کہ گھروں تک ساتھ جاؤں اور واپس آؤں، چنانچہ اس کے ساتھ ہولیا۔ اس نے کہا کہ آج صبح نصر بن منصور بن بسام نے مجھ سے بیان کیا کہ معتصم باللہ کے ساتھ اس شہر کا یعنی "سر من رأی" کا میں نے دورہ کیا۔ یہ امیر تھا۔ سلمویہ نے کہا نصر نے مجھ سے کہا کہ معتصم امیر المؤمنین نے فرمایا، "نصر! کوئی اس شہر میں مکان بنا کر متوطن ہو جائے اس سے زیادہ حیرت انگیز کوئی شخص ہو گا۔ کتنا تعجب خیز ہوگا اس کا وطن۔ یہاں کی زمین کھردری، بکثرت دراڑیں۔ اونچے اونچے ٹیلے ہیں۔ شدّتِ گرمی کا یہ حال ہے کہ دھوپ سے چنے بھننے لگتے ہیں۔ اس شہر کو وطن صرف وہی شخص بنا سکتا ہے جو مجبور یا بدتمیز ہو، سلمویہ کہتا ہے نصر نے کہا، "بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں امیر المؤمنین اس شہر کو وطن نہ بنا لیں۔ سلمویہ نے نصر سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اس

نے مشرق کی جانب نگاہ دوڑائی تو مصیب نامی جوسق کے مقام پر اس نے ایک ہزار سے زیادہ آدمیوں کو دیکھا کہ جوسق کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ سلمویہ نے مجھ سے کہا میں سمجھتا ہوں کہ نصر کا گمان صحیح ہے۔ یہ واقعہ ۲۲۱ھ کا ہے۔

معتصم نے اس سال گرمی میں رمضان کے روزے رکھے اور عید الفطر منائی۔ لوگوں کو کھانا کھلایا۔ قاطول میں شنبہ کے دن پچھنا لگوایا۔ اس دن عیسائیوں کا آخری روزہ تھا۔ کھانے کے وقت سلمویہ نے آکر قادسیہ جانے کی اجازت طلب کی، تاکہ یہاں کے کلیسا میں بقیہ دن اور شب قیام کر کے اتوار کے دن عبادت کرے اور قاطول اتوار کے دن دوپہر سے پہلے واپس آجائے۔ معتصم نے اس کی اجازت دی، اسے بہت سارے کپڑے اور مشک اور بخور ہدیہ کیا۔ سلمویہ نہایت مغموم اور شکستہ خاطر روانہ ہوا، ساتھ میں قادسیہ تک چلنے کے لئے مجھ سے اصرار کیا، میں نے لبیک کہا۔ جب بھی ہم سفر ہوتے تو ہمارا معمول تھا کہ راستہ زبان و ادب کے کسی گوشہ پر بحث و گفتگو یا ادبی لطائف کا تذکرہ کرتے ہوئے قطع ہوتا۔ مگر سلمویہ کا حال یہ تھا کہ فکر میں ڈوبا ہوا تھا، داہنے ہاتھ کو ہلاتا اور ہونٹ سے کچھ ایسی باتیں نکالتا تھا جو ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔ گمان ہوا کہ اپنے باب میں امیر المؤمنین کی جانب سے کوئی ناگوار بات محسوس کی ہو گی، مگر جلد ہی یہ گمان رفع ہوگیا، کیونکہ سلمویہ نے قادسیہ جانے کی باقاعدہ اجازت حاصل کی تھی، اور اسے امیر المؤمنین کی جانب سے کپڑوں اور خوشبو کا ہدیہ بھی ملا تھا۔ میں نے بالآخر فکر مندی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا، "میں نے تجھے بعض ایرانی بادشاہوں کے متعلق بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے عقل کے بارے میں کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان میں اسے سب سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ ذرا اس گفتگو کا اعادہ کرنا۔ اور اس بادشاہ کا نام بتانا۔ میں نے کہا، "نوشیرواں کا قول ہے کہ اگر انسان کے اندر زیادہ حصہ عقل کا نہ ہو تو اس کا زیادہ عقلہ تباہ ہو جاتے گا"۔ اس نے کہا، "غضب کا انسان تھا۔ کتنی عمدہ بات کہی تھی"۔ پھر اس نے کہا، "مگر ہمارے اس امیر یعنی واثق نے جو کتابیں پڑھی اور سنی ہیں وہ اسے اس کی عقل سے زیادہ یاد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مخمصہ میں پڑ گیا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مخمصوں سے نجات پائے"۔ یہ کہکر رو پڑا۔ میں نے سبب پوچھا تو بتایا۔" میں نے امیر المومنین کو کل شام پینا ترک کرنے کا مشورہ دیا تاکہ آج صبح سویرے پیٹ صاف ہونے کی حالت میں پچھنا لگایا جا سکے۔ چنانچہ وہ تشریف فرما ہوتے امیر ہارون، ابن ابی داؤد، اور عبد الوہاب کو گفتگو کرنے کے لئے بلایا۔ ہارون نے اردشیر بن بابک کے عہد کی باتیں شروع کیں، حتی کہ

اس عہد کی تمام باتوں کو بیان کر گئے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ باپ کہیں ان کے بے مثال جودت حافظہ پر حسد نہ کر بیٹھیں۔ یہ اندیشہ بھی ہوا کہ انہوں نے اردشیر بن بابک کے زمانہ میں ولی عہد کے لئے اظہار بیعت کو ترک کرنے کا جو واقعہ بیان کیا ہے کہیں امیرالمؤمنین اس سے متاثر نہ ہو جائیں، نیز یہ اندیشہ بھی ہوا کہ مقام و مرتبہ لوگوں کے سامنے آ جانے کے بعد کسی ولیعہد کی جانب ان کے میلان کی بات اردشیر نے بیان کی ہے یہ بھی کہیں اثر نہ کرے، اور یہ خوف بھی لاحق ہوا کہ اردشیر نے کہا ہے کہ ولی عہد کو جب یہ معلوم ہو جائیگا کہ اپنے والد کے بعد وہی بادشاہ ہو گا تو باپ کے اسباب و تعلقات پر اس کا دل کینہ توز ہو جائے گا۔ مجھے بخدا یہ معلوم ہے کہ اس باب میں انہیں کم سے کم جو نقصان پہونچے گا وہ یہ کہ معیشت ان کی تنگ کر دی جائے گی اور ان کے لئے بیعت کا اظہار کبھی نہ کیا جائے گا۔ میرے غم کا سبب یہی ہے۔" سلمویہ نے جو اندیشے ظاہر کئے تھے وہ سب پیش آئے۔

یوسف کہتے ہیں ابو اسحاق ابراہیم بن مہدی نے بعض معاملات کے اندر معتصم کو سست کار اور بے مروت پایا تو ایک مراسلہ تحریر کیا اور مجھے حکم دیا کہ سلمویہ کو پڑھ کر سناؤں اور اس پر غور اور فیصلہ کرنے کی دعوت دوں، "اگر اس مراسلہ کو پہنچا دینا مناسب سمجھے تو مہر لگا کر اسے پہنچا دوں، ورنہ ابو اسحاق کو واپس کر دوں،" میں نے یہ مراسلہ سلمویہ کو پڑھکر سنایا تو اس نے کہا "اس سے کہو، تمہارا مقدر مامون اور معتصم اللہ باقی رہنے والے کو معزز اور گذر جانے والے پر رحم فرماتے کے ساتھ اس طرح رہا ہے کہ تم پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ اگر کسی وقت دونوں خلیفہ کی آنکھیں بدل گئی ہیں تو اسے معیوب نہ سمجھو، کیونکہ تم ایک ایسے وصف کے حامل ہو جس کا کوئی کبھی حامل نہ ہو سکا۔ لہٰذا کثرت سے شب باشی کرو۔ اگر مقدر تم پر مہربان ہو گی تو رحم کرے گی اور تم مامون ہو جاؤ گے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ خلیفہ کے تیور کسی وقت تمہارے دشمن کے طعن و تشنیع سے بدل جائیں تو تم حیرت میں پڑ جاؤ، دو دن یا تین دن یا اس سے کچھ زیادہ یہ حالت رہے گی پھر خلیفہ تمہاری جانب مائل ہو گا، رحمی رشتہ کو یاد کرے گا، اور حالت بہتر ہو جائے گی۔ تمہارے لئے ایک مصیبت اور ہے جس سے بچنا لازم ہے وہ یہ کہ خلیفہ کی مجلس میں بیٹھتے ہو یہاں خلیفہ کے گھر کے لوگ، سپہ سالار اور سربرآوردہ مصاحبین بھی بیٹھتے ہیں خلیفہ یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کی نگاہوں میں جلیل القدر اور ان کے دلوں میں گھر کر کے رہے مگر گفتگو ہوتی ہے تو تم اپنی ایسی بات کہتے ہو جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم خلیفہ سے بالاتر ہو اگر ابن ابی داؤد یا دیگر منشیوں کی طرح ہوتے تو معاملہ زیادہ آسان ہوتا، کیونکہ اس طبقہ کی

جو بات ہے وہی خلیفہ کی بھی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے غلام ہیں باقی گھر والوں میں جسے خلیفہ کی قربت حاصل ہوا اور عمر دراز بھی ہو تو یہ بات خود قربت رکھنے والے اور عمر دراز کے لئے واجب کی حیثیت رکھتی ہے یہ طرز عمل خلیفہ کے لئے رسوا کن ہے، میرا خیال ہے کہ یہ مراسلہ نہ پہنچاؤں اور تغافل سے کام لیا جائے۔ اللہ انھیں معزز رکھے حتی کہ خلیفہ کے اندر خود اشتیاق پیدا ہو ؟ ایسی صورت میں آئندہ وہ خیال رکھیں جسے میں نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے پھر عتاب نامہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی"۔ یوسف کہتے ہیں کہ مراسلہ لے کر ابو اسحاق کی خدمت میں حاضر ہوا تو سیماد مشقی کو یہاں موجود پایا جو خلیفہ کا پیام شوق اور دعوت ملاقات لیکر آیا تھا۔ انہیں اپنے اور سلمویہ کے درمیان ہوئی گفتگو سنائی، وہ خلیفہ کی دعوت پر روانہ ہوتے، سلمویہ کے مشورہ کے مطابق ہی ان کا عمل رہا۔ اس کے بعد موت تک خلیفہ کی کوئی بات نگاہوں میں معیوب نہ رہی۔

یوسف کہتے ہیں میرے اور سلمویہ کے درمیان یوحنا بن ماسویہ موضوع گفتگو بنے، میں نے ان کی خوب تعریف کی اور ان کی وسعت علمی کا جو حال مجھے معلوم تھا اس کا تذکرہ کیا سلمویہ نے کہا "جو یوحنا کو اختیار کرتا ہے اور اس کے علاج، کثرت حفظ، عمدہ تشریح اور پیش آمدہ مصیبت کی توضیح پر اعتماد کرتا ہے اس کے لئے وہ ایک آفت ہے"۔ اس کے بعد کہا طب کی اولین شئے مقدار مرض کو معلوم کرنا ہے۔ تاکہ جس قدر ضرورت ہو علاج اسی قدر ہو سکے۔ مگر یوحنا مقدار مرض اور دوا علاج سے سب سے زیادہ ناواقف ہے۔ اگر کسی محرور کا علاج کرتا ہے تو نہایت سخت ٹھنڈی دواؤں اور غذاؤں سے علاج کرتا ہے حتی کہ حرارت زائل ہونے کے بعد معدہ اور جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے چنانچہ گرم ادویہ اور غذاؤں سے علاج کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ اب وہ پھر ٹھنڈک دور کرنے کے لئے نہایت گرم دواؤں اور غذاؤں سے علاج شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح مریض ہمیشہ مبتلائے مرض رہتا ہے یا حرارت طاری رہتی ہے یا برودت۔ اس تدبیر سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو اطباء کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ ایام صحت میں صحت کی حفاظت اور ایام مرض میں طبیعتوں کی خدمت ہو سکے۔ مگر بیماریوں کی مقدار اور علاج سے ناواقفیت کے باعث یوحنا ان دونوں باتوں کو بروئے کار نہیں لا سکتا۔ اور جو ان دونوں باتوں کو بروئے کار نہ لا سکے وہ طبیب نہیں ہے۔

یوسف کہتے ہیں سلمویہ کے بھائی ابراہیم بن نبان کو بکثرت شفتالو کھا لینے سے ہیضہ ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتا۔ اس کے بھائی سلمویہ نے اسے بہت زیادہ سقمونیا والا شہریاران پلا یا۔ چنانچہ اسے ضرورت سے زیادہ دست آگئے۔ مگر شہریاران کا فعل ختم ہونے

ہی ہیضہ دور ہوگیا۔ میں نے کہا " دوا، مسہل پلانے کے باب میں آپ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو یزید بورنے ثمامہ عیسیٰ کے بارے میں اختیار کیا تھا "، انہوں نے کہا " مگر یزید بور کیطرح میں نے اپنا فکر استعمال کیا ہے، چنانچہ جو نتیجہ انہوں نے برآمد کیا وہی میں نے بھی کیا "۔

یوسف کہتے ہیں کہ ایک دن سلمویہ کے یہاں محمد امین کے زمانہ میں مدینۃ السلام کا فتنہ ہمارا موضوع گفتگو رہا۔ انھوں نے کہا " فتنہ کے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں بشر اور بشیر سمیدع کے دونوں بیٹوں کے جوار میں رہ کر نفع ہوا۔ ان دونوں کے ساتھ ہمیں ہر طرح کی پناہ ملی "، اس کے بعد کہا " بشر کی عیادت کرنے نہیں چلو گے۔ کل سے پہلے اسکی زندگی سے مایوس ہوچکا تھا مگر کل اسے افاقہ ہوگیا ہے۔ میں نے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی چنانچہ دونوں سوار ہوکر باب الدرب پہونچے جہاں بشیر رہتا تھا تو یوس بن حنون طبیب جو آج کل اہلِ فلسطین کا طبیب ہے نمودار ہوا یہ بشیر کے یہاں سے واپس آرہا تھا۔ سلمویہ نے اس کا حال پوچھا تو یوس نے سریانی میں جواب دیا جس کا مطلب تھا " بے حد خراب ہے " سلمویہ نے کہا " تم نے تو کل بتایا تھا کہ افاقہ ہوگیا ہے "۔ یوس نے کہا " بات یہی تھی مگر کل شب میں اس نے بکری کے بچے کا بھیجہ کھا لیا جس کی وجہ سے اسہال دوبارہ ہوگیا "۔ سلمویہ نے سواری کا منہ موڑا اور کہا کہ واپس چلیں، بشیر اب دنیا میں رات بسر نہ کر سکے گا "۔ میں نے سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا " یہ پیٹ کا مریض ہے، سب سے پہلی بیماری جو اس کے شکم میں پیدا ہوئی وہ معدہ کا فساد تھا۔ فساد معدہ کی وجہ سے شکم کی بیماری طویل رہی، حتیٰ کہ فساد کبد بھی پیدا ہوگیا۔ جو بھیجہ اس نے کھا لیا ہے وہ معدہ سے معلق ہوجائے گا اور معدہ کی پرتوں میں سریشی کیفیت پیدا کر دے گا۔ اب جو دوا یا غذا بھی معدہ میں جائے پھسل جائے گی "۔ ہم واپس ہو گئے، سلمویہ نے عیادت نہیں کی۔ رات میں بشیر کا انتقال ہوگیا۔

یوسف کہتے ہیں ابو اسحاق کی وفات کے بعد ابو دلف کی صحبت میں رہا۔ صحبت میں آنے سے پندرہ ماہ وہ پیٹ کے مریض تھے۔ ابو دلف کی محفل میں اطباء کا جمگھٹا رہتا تھا۔ کیونکہ اس کے ساتھ تنخواہ دار ملازمین کی ایک جماعت تھی جن میں یوسف بن صلیبا، سلیمان بن داؤد بن بابان، یوسف قصیر بصری، مجھے اس کا نسب یاد نہیں ہے، یوس بن حنون طبیب فلسطین ماں کی طرف سے ابو دلف کا ایک رشتہ دار جس کا تعلق بنو بجلاج سے تھا، اور حسن بن صالح بن بہلہ ہندی تھے۔ محفل میں غیر تنخواہ دار اطباء کی ایک جماعت بھی حاضر ہوتی تھی۔ گاہ اس کی مجلس میں بیس افراد ہوتے تھے۔ یہ اطباء ابو دلف کی اصل بیماری میں مختلف تھے چنانچہ کچھ

تریاق پلانے کے حق میں تھے، کچھ کا خیال یہ تھا کہ ان ادویہ سے علاج کیا جائے جن میں افیون شامل ہو مثلاً اثرودیطوس وغیرہ مگر سب اس بات پر متفق تھے کہ علاج ہر دس دن پر پرہیز اور قئے کے ذریعہ کیا جائے۔ کیونکہ جب بھی یہ قئے کرتا ہے حالت تین دن یا اسکے لگ بھگ درست رہتی ہے۔ میں نے ابو دلف کے ساتھ دس ماہ کا قیام کیا۔ اس عرصہ میں یاد نہیں ہے کہ میں اپنی ذمہ داری کے کسی کام میں مصروف رہا۔ مجھے اس کے ایک قاصد سے یہ پیغام ملا کہ اس کے یہاں آؤں اور اطباء کے اختلاف پر غور کروں، اس کے بعد معتصم نے حیدر بن کلوس کو حکم دیا کہ ابو دلف کو قزوین زنجان اور زنجان کے اطراف کا گورنر، ابراہیم بن بحتری کو ناحیہ کا خراج وصول کرنے کا ذمہ دار اور محمد بن عبد الملک کو ناحیہ کی جائدادوں کا ذمہ دار بنا دو۔ چنانچہ ابو دلف نے اپنے بیٹے معنا بن قاسم کو محافظت اور مجھے خراج اور جائدادوں کی ذمہ داری سپرد کی۔ میں سلمویہ کی خدمت میں الوداع کہنے اور مشورہ کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس نے کہا " تم اپنے شہر سے اٹھ کر ایک ایسے شخص کے ساتھ جا رہے ہو جس کا جسم پچیس ماہ سے گھل رہا ہے تمہارے جیب در است میں جو لوگ ہیں ان سب کے اور تمہارے درمیان کوئی رحمی تعلق بھی نہیں ہے یہ جبل اور اصبہان کے لوگ ہیں، اور بیشتر غریب ہیں۔ غالباً تم نے دربار عالی میں کچھ کے حالات سے واقفیت بہم پہونچائی ہے تم اپنے تئیں خود کو محفوظ سمجھتے ہو مگر میرا خیال برعکس ہے، کیونکہ یہ شخص کسی حادثہ کا شکار ہوگیا تو تم دیار غیر میں کچھ ان لوگوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوکر رہ ہوگے جو تمہارے ساتھ ہم قومیت کا کوئی رشتہ نہیں رکھتے، ذمہ داری قبول کرنے کے بعد انکار کچھ اچھی بات بھی نہیں ہے مگر روانگی سات دن مؤخر رکھنے کی درخواست کرو، اس عرصہ میں اس شخص کے کھانے پینے کو دیکھو، ہفتہ کے اندر جو ماکول و مشروب اس کے شکم میں پہونچے اس کا حقیقی وزن معلوم کرو۔ اور اس ہفتہ میں جو پائخانہ پیشاب خارج ہو اس کا وزن معلوم کرنے کے لئے کسی کو ذمہ دار بناؤ۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ہر دن کے وزن کا حساب رکھو، پھر ہفتہ کے بعد اس کے شکم میں جو کھانا پینا وغیرہ داخل ہوا ہے ان سب کا وزن اور جو کچھ خارج ہو رہا ہے ان کا وزن مجھے آکر بتاؤ "۔ چنانچہ اس پر میں نے مکمل توجہ دی، داخل خارج سب کی معلومات صحیح صحیح مہیا کیں۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ خارج ہوا وہ تقریباً داخل شدہ کھانے پینے کے مقابلے میں دوگنا ہے۔ میں نے سلمویہ کو مطلع کیا تو اس نے کہا " اگر خارجہ داخلہ کے مطابق ہوتا تو یہ علامت تھی اس بات کی کہ آدمی بہت جلد ہلاک ہوجائے گا، پھر کیا خیال ہے، خارجہ داخلہ کا دوچند ہو تو مریض کا کیا حال ہوگا۔

لہٰذا اس شخص کے معاملہ میں الجھنے سے دور رہو۔ یہ محض شوق ہے جو اس کے لئے باعث کشش ثابت ہوا ہے۔" اس کے بعد دس دن سے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ابو دلف راہی ملک عدم ہوا۔

ابو علی قنیانی کہتا ہے کہ مجھ سے والد نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا حسین بن عبداللہ اور سلمویہ کے درمیان دوستانہ تھا۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن وہ اس کے گھر گئے، وہ حمام میں تھا۔ نکلا تو کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا، پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ ایک خادم نے دستر خوان بچھایا جس پر بھنا ہوا تیتر اور ایک سبز جھاگ دار شے، تین چپاتیاں اور ایک پرچ میں سرکہ تھا۔ وہ سب کھا گیا، گرام شراب منگائی اور پانی میں ملا کر پی گیا، پھر پانی سے ہاتھ دھوئے۔ بخور سلگائی اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ جب فارغ ہوا تو مجھ سے محو گفتگو ہوا۔ میں نے کہا کسی بات کا جواب دینے سے پہلے بتاؤ کہ تم نے کیا کیا ہے۔ اس نے کہا میں سل کا علاج تیس سال سے کر رہا ہوں۔ ان تمام سالوں کے اندر وہی کچھ کھایا جو تم نے دیکھا ہے، یعنی بھنا ہوا تیتر، کاسنی ابالی ہوئی اور کراہائی میں روغن بادام سے تلی ہوئی، اور روٹیاں۔ حمام سے نکلتا ہوں تو حرارت کو سکون پہونچانے کے لئے عجلت کرتا ہوں، تاکہ مڑکر وہ بدن کی رطوبت زائل نہ کرنے لگے۔ لہٰذا اسے غذا میں مشغول کر دیتا ہوں تاکہ اس کی توجہ اسطرف ہو جائے۔ اس کے بعد دوسرے کاموں کے لئے فارغ ہوتا ہوں۔

ابراہیم بن فزارون
طبیب غسان بن عباد

ابراہیم بن فزارون بنو فزارون کتاب کا شیخ تھا۔ یوسف بن ابراہیم لکھتے ہیں کہ غسان بن عباد کے ساتھ ابراہیم بن فزارون سندھ روانہ ہوا۔ غسان بن عباد نے مجھ سے بیان کیا کہ سندھ میں اس کا قیام یوم نیروز سے یوم مہرجان تک رہا، اس عرصہ میں وہ گوشت کا ایک ٹھنڈا ٹکڑا لینا چاہتا تھا مگر نہ لے سکا۔ میں نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ تم تلتے تھے مگر ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس میں بدبو پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ پھینک دیتے تھے۔

یوسف فرماتے ہیں ابراہیم بن فزارون نے مجھے خبر دی کہ سرزمین سندھ میں صرف مور کا گوشت عمدہ ملا۔ بلاد سندھ کے موروں سے زیادہ عمدہ گوشت اس نے کبھی نہ کھایا تھا۔

ابراہیم بن موسیٰ منصور معروف با بن نزیہہ غسان بن عباد سے موروں کے گوشت کے

سلسلے میں ویسی ہی روایت کرتا ہے جیسی ابراہیم بن فزارون نے مجھ سے بیان کی ہے۔۔۔ یوسف فرماتے ہیں ابراہیم بن فزارون نے مجھ سے بیان کیا کہ غسان بن عباد کو بتایا گیا سرزمین سندھ کے مہران نامی مقام پر بکری کے بچّہ کے مشابہ ایک مچھلی ہوتی ہے اسے شکار کرنے کے بعد سر اور تمام جسم پر پائخانہ کے مقام تک مٹی لگا دی جاتی ہے پھر جس حصہ پر مٹی نہیں لگائی جاتی اسے آگ پر رکھ کر ہاتھ سے تھامے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ حصہ بھن اٹھتا ہے یہ حصہ کھا لیتے یا پھینک دیتے ہیں پھر مچھلی کو پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر پشت صحیح و سالم ہوتی ہے تو مچھلی زندہ رہتی ہے، اور ہڈیوں پر گوشت چڑھ جاتا ہے۔ آزمائش کے لئے غسان نے اپنے گھر کے اندر ایک گڑھا کھود کر پانی بھرنے کا حکم دیا۔ ابراہیم کہتا ہے ہمارے پاس روزانہ چند مچھلیاں لائی جاتیں، ہم انھیں مذکورہ طریقے پر بھوننے کے بعد کچھ مچھلیوں کی پشت توڑ دیتے کچھ کی باقی رکھتے چنانچہ جن کی توڑ دیتے وہ زندہ نہ رہتیں اور جن کی باقی رکھتے وہ زندہ رہتیں۔ گوشت چڑھ جاتا اور جلد سالم رہتی۔ البتہ جلد بکری کے سیاہ بچہ کی جلد کے مشابہ ہو جاتی۔ باقی جس مچھلی کا گوشت بھوننے کے بعد چھیل دیتے اس کا رنگ ایسا نہ ہوتا۔ وہ مائل بہ سفیدی ہوتا۔

یوسف کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن فزارون سے پوچھا کہ لوگ نہر مہران کو دریائے نیل بتاتے ہیں تو اس نے کہا کہ دریائے مہران دریائے شور میں گرتا ہے، مگر علماء سندھ و ہند نے مجھے بتایا کہ دریائے مہران اور دریائے نیل دونوں ایک ہی بڑے چشمہ سے نکلتے ہیں۔ دریائے مہران سرزمین سندھ میں بہتا ہوا دریائے شور میں گرتا ہے اور دریائے نیل سرزمین ہند اور سوڈان کو پھاڑتا ہوا سرزمین نوبہ کی طرف نکلتا ہے، ایک حصہ مصر کو سیراب کرتا ہے اور دوسرا حصہ بحر روم میں گرتا ہے۔

یوسف کہتے ہیں علبۃ بن اسحاق ضبی نے مجھ سے دریائے مہران اور دریائے نیل کے ایک ہی چشمہ سے نکلنے کی بات ویسی ہی بیان کی ہے جیسی ابراہیم نے بیان کی ہے۔ مچھلی والی حکایت وہ ہمیشہ سنایا کرتے تھے۔

ایّوب معروف بہ ابرش

اسے فن طب اور علم ترجمہ سے واقفیت تھی۔ اس نے یونانی مصنّفین کی کچھ کتابیں سریانی اور عربی زبانوں میں منتقل کیں۔ اس کا ترجمہ متوسط درجہ کا ہوتا تھا۔ مگر عمر کی آخری منزلوں میں اس نے جو ترجمے کئے وہ پہلے سے بہتر تھے۔

ابراہیم بن ایّوب ابرش

اسحاق بن علی رہادی کتاب ادب الطبیب میں رقمطراز ہے کہ عیسیٰ بن ماسہ نے مجھ سے بیان کیا وہ کہتا ہے ابراہیم بن ایوب ابرش نے معتز کے بھائی اسماعیل کا علاج کیا اور وہ روبصحت ہوگیا تو اس کی قبیحہ نے متوکل سے اسے انعام دینے کے لئے کہا، متوکل نے اس سے کہا کہ تم انعام کیوں نہیں دیتیں۔ تم جو انعام دو گی ویسا ہی انعام میں بھی دوں گا۔ ابراہیم دونوں کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے لئے قبیحہ نے ایک تھیلی درہم پیش کرنے کا حکم دیا، متوکل نے بھی ویسی ہی تھیلی حاضر کی۔ قبیحہ ایک اور تھیلی لائی، متوکل بھی ویسی ہی تھیلی لایا، غرض دونوں تھیلیاں پیش کرتے رہے حتیٰ کہ سولہ تھیلیاں آگئیں۔ قبیحہ نے کنیز کو رک جانے کا اشارہ کیا مگر ابراہیم نے چپکے سے کہا ایسا نہ کرے۔ میں تھیلیاں واپس کر دوں گا۔ کنیز نے اس سے کہا "اللہ دوسرے کی آنکھوں کو بھر دے" متوکل نے اس سے کہا "بخدا صبح تک تھیلیاں پیش کرتی رہو تو میں بھی پیش کرتا رہونگا" یہ ساری تھیلیاں ابراہیم کے گھر پہونچا دی گئیں۔

ثابت بن سنان بن ثابت کہتا ہے خلافت جب معتز باللہ کو ملی تو اس کا سب سے خاص طبیب ایوب بن ابرش تھا۔ کیونکہ اس کی ماں قبیحہ کے نزدیک اس کا خاص مقام تھا۔ ابراہیم کو معتز کے انعامات برابر پہنچتے رہتے تھے۔

ابوعبداللہ معتز باللہ "سر من رأی" میں خلافت سے معزول کئے گئے، صالح بن یوسف نے اسے ۲۷ رجب ۲۰۵ھ میں دوشنبہ کے دن گرفتار کیا اور پانچ دن قید میں رکھنے کے بعد ۲ شعبان کو جمعہ کے دن قتل کر دیا۔ اس کی عمر تیئیس سال تھی۔

جبرئیل کحال مامون

یوسف بن ابراہیم کہتے ہیں کہ مامون جبرئیل کحال کا ہاتھ نہایت سبک تصور کرتا تھا۔ وہ تذکرہ کرتا تھا کہ آنکھوں پر اس کے ہاتھ سے ہلکا کوئی ہاتھ اسے نظر نہیں آیا۔ اس نے کچھ سلائیاں، سرمہ دانیاں اور ایک دستجہ (بڑا برتن) دیا۔ چنانچہ نماز فجر کے بعد سب سے پہلے جبرئیل اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ پپوٹوں کو دھوتا اور آنکھوں میں سرمہ لگاتا قیلولہ سے فارغ ہونے کے بعد بھی یہی عمل کرتا۔ مامون ہر ماہ اسے ایک ہزار درہم پیش کرتا۔ اس کے بعد اس کی نگاہوں میں جبرئیل کا مرتبہ

گر گیا۔ میں نے سبب پوچھا تو اس نے خبر دی کہ حسین خادم بیمار پڑا تو اس کے بھائی یاسر کو خلیفہ کی خدمت میں مشغولیت کے سبب اس کی عیادت کرنا ممکن نہ ہوا حتیٰ کہ ایک دن یاسر اس کمرہ کے دروازہ پر آیا جہاں مامون رہتا تھا۔ جبرئیل اس کی پلکوں کو ٹھنڈا کرنے اور سرمہ لگانے کے بعد واپس ہو رہا تھا۔ یاسر نے مامون کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ سو گئے ہیں۔ یاسر نے موقعہ غنیمت سمجھ کر حسین کی عیادت کر لی، واپسی سے پہلے مامون بیدار ہوگیا، وہ واپس ہونے لگا تو مامون نے تاخیر کا سبب پوچھا، یاسر نے کہا "مجھے بتایا گیا کہ امیر المؤمنین سو رہے ہیں، چنانچہ حسین کی میں نے عیادت کر لی۔" مامون نے پوچھا "کس نے خبر دی؟" یاسر نے کہا "جبرئیل کحال نے" "جبرئیل کہتا ہے کہ مامون نے بلا کر مجھ سے کہا "تجھے اپنا کحال بنایا ہے یا اپنی خبر پہنچانے کا ذمہ دار۔ میری سرمہ دانیاں اور سلائیاں واپس کر دو اور گھر سے نکل جاؤ" میں نے اسے اپنی خدمت کا واسطہ دیا، اس نے کہا "اس کا لحاظ ضروری ہے، لہٰذا ہر ماہ اسے ڈیڑھ سو درہم دئے جاتیں اور یہاں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔" اس کے بعد وفات تک مامون کی وہ خدمت نہ کر سکا۔

ماسویہ ابویوحنا

فثیون ترجمان کہتا ہے جندی سابور کے شفاخانہ میں ماسویہ دوائیں کوٹتا تھا وہ کسی زبان کے ایک حرف سے بھی واقف نہ تھا۔ مگر امراض اور معالجات سے واقف تھا، دواؤں میں کیا عمدہ ہے یا خراب اس پر اسے بصیرت حاصل ہوگئی تھی۔ جبرئیل بن بختیشوع نے اسے ملازم رکھا اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا۔ ماسویہ کو داؤد بن سرابیون کی ایک کنیز سے عشق ہوگیا تو جبرئیل نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید کر ماسویہ کو ہدیہ کیا، اسی کے بطن سے یوحنا اور اس کا بھائی میخائیل پیدا ہوا۔

اسحاق بن علی رہادی کتاب ادب الطبیب میں عیسیٰ بن ماسہ سے روایت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ماسویہ ابویوحنا نے جندی سابور کے شفاخانہ میں تیس سال شاگردی کی، اسے جب رشید کے یہاں جبرئیل کی قدر و منزلت کا حال معلوم ہوا تو کہا "یہ ابوعیسیٰ ثریا تک جا پہنچا ہے اور ہم شفاخانہ سے آگے نہ جا سکے" جبرئیل کو معلوم ہوا جو شفاخانہ کا معتمد تھا تو اس نے شفاخانہ سے اس کے اخراج کا اور مشاہرہ بند کر دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ یہاں تنہا ہو کر رہ گیا، اس

کے بعد مدینۃ السلام جبرئیل سے معذرت کرنے کے لئے پہونچا عرصہ تک اس کے دروازہ پر پڑا رہا مگر اس نے اجازت نہ دی۔ جبرئیل جب سوار ہوکر نکلتا یا اسے دعا دیتا اور مائل کرنے کی کوشش کرتا مگر وہ بات نہ کرتا۔ تنگ آکر وہ مشرقی جانب میں واقع دارالروم پہونچا اور پادری سے کہا "کلیسا میں مجھے پناہ دیدو شاید کوئی بات پیدا ہوجائے اور ملک واپس چلا جاؤں، کیونکہ ابو عیسیٰ مجھ سے خوش نہیں ہے وہ مجھ سے بات بھی کرنا پسند نہیں کرتا۔" پادری نے اس سے کہا "تم شفاخانہ میں تیس سال سے ہو اور طب کا کوئی تجربہ حاصل نہ کر سکے؟" اس نے کہا "کیوں نہیں، بخدا میں طب جانتا ہوں، کحالی کرتا ہوں اور زخموں کا علاج کرتا ہوں" پادری نے ایک بکس نکال کر اسے دیا، اور فضل بن ربیع ہارون رشید کے وزیر کے محل کے پاس باب الحرم پر بیٹھا دیا۔ دھیرے دھیرے اس نے کما کر اپنی حالت بہتر بنالی۔ فضل بن ربیع کے ایک خادم کی آنکھ میں شکایت پیدا ہوئی۔ جبرئیل نے اس کے یہاں کحالوں کی ایک جماعت بھیجی، اس نے ہرچند مختلف علاج کئے مگر فائدہ نہ ہوا۔ درد بڑھتا گیا حتی کہ نیند حرام ہوگئی، بے خوابی اور اضطراب بڑھا تو تکلیف سے محل کے باہر سراسیمہ نکل پڑا۔ یہاں ماسویہ کو دیکھ کر پوچھا "شیخ کیا کر رہے ہو، اگر کچھ جانتے ہو تو میرا علاج کرو، ورنہ یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔" اس نے کہا "آقا! بہتر علاج کروں گا" اس نے کہا اندر آجاؤ اور علاج کرو" اس نے اندر پہونچکر اس کی پلکوں کو الٹ کر سرمہ لگایا، سر پر پانی انڈیلا اور سعوط دیا۔ خادم نہایت سکون سے سوگیا، صبح بیدار ہوا تو ماسویہ کے پاس ایک ٹوکری میں سفید روٹی، بکری کے بچہ اور مرغی کا گوشت حلوا اور کچھ درہم و دینار بھیجا اور کہلایا یہ روزانہ تمہیں ملا کریں گے۔ درہم و دینار ہر ماہ میری طرف سے بطور مشاہرہ ہوگا۔ خوشی سے ماسویہ پر رقت طاری ہوگئی۔ قاصد نے سمجھا کہ عطیہ کم ہے چنانچہ کہا "غم نہ کرو، تجھے اور ملے گا" اس نے کہا "آقا! سب اتنا کافی ہے کہ روز مل جایا کرے" واپسی پر خادم نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس کی خبر دی، چنانچہ مریض کو سخت حیرت ہوئی۔ اسے اس کے ہاتھوں شفا ہوئی۔ اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد فضل کی آنکھ میں شکایت پیدا ہوئی جبرئیل نے کحال بھیجے جنھوں نے ہرچند علاج کئے مگر نفع نہ ہوا۔ خادم نے شب میں ماسویہ کو پیش کیا تہائی رات تک وہ برابر سرمہ لگاتا رہا اس کے بعد دوا، مسہل پلائی جس سے فضل روبصحت ہوگیا، اس کے بعد جبرئیل آیا تو فضل نے اس سے کہا "ابو عیسیٰ! یہاں ماسویہ نامی ایک شخص ہے جسے کحالی کا فن سب سے زیادہ معلوم ہے" اس سے پوچھا "یہ کون ہے، غالباً وہی ہے جو دروازہ پر بیٹھتا ہے" فضل نے کہا ہاں" جبرئیل نے کہا "یہ میرا کسان تھا۔ مگر کسانی کے لائق نہ رہا تو اسے بھگا دیا اور اب طبیب بن گیا ہے اس نے طب کو کبھی ہاتھ نہ لگایا۔ اگر آپ چاہیں تو اسے حاضر کریں میں بھی موجود رہوں گا۔" جبرئیل کو خیال ہوا کہ آتے ہی وہ کھڑا ہوکر دم ہلانے لگے گا۔ فضل نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ماسویہ نے آکر سلام کیا اور جبرئیل کے برابر بیٹھ گیا۔ جبرئیل نے اس سے کہا "ماسویہ! کیا طبیب بن گئے ہو" اس نے کہا میں ہمیشہ سے طبیب رہا ہوں، میں شفاخانہ کی تیس سال خدمت کرتا رہا ہوں، مگر تم یہ سوال کر رہے ہو؟" جبرئیل گھبرایا کہ کہیں اور پردہ فاش نہ ہو، شرمندہ ہوکر فوراً واپس ہوگیا۔ فضل نے ماسویہ کے لئے چھ سو درہم ماہانہ جاری کئے، دو جانوروں کے چارے اور پانچ غلاموں کی میزبانی بخشی، حکم دیا کہ جندی سابور سے اس کے اہل و عیال کو لایا جائے اور اسے بھاری خرچ پیش کیا۔ چنانچہ اس کے اہل و عیال لائے گئے، یوحنا اس کا بیٹا ہنوز بچہ تھا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد رشید کی آنکھوں میں شکایت پیدا ہوئی۔ فضل نے اس سے کہا "امیرالمؤمنین! میرا طبیب ماسویہ کحالی میں سب سے ماہر ہے، اس کی داستان سنائی۔ جو واقعہ اس کے خادم اور اس کے ساتھ پیش آیا تھا اسے بتایا۔ رشید نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا، ماسویہ آیا تو رشید نے اس سے پوچھا "کحالی کے سوا طب کی اور باتیں بھی جانتے ہو" اس نے کہا "امیرالمؤمنین! جی ہاں۔ کیوں نہیں، جبکہ شفاخانہ کے بیماروں کی تیس سال تک خدمت کی ہے۔" رشید نے اسے قریب کرکے آنکھ دکھائی۔ اس نے کہا "ابھی حجام کو بلائیں، چنانچہ پنڈلیوں پر سنگھیاں کھچوائیں اور آنکھوں میں دوا کے چند قطرے ڈالے۔ دو دن کے بعد رشید صحت یاب ہوگیا۔ اس نے حکم دیا کہ ماسویہ کو ماہانہ دو ہزار۔ اور سال میں بطور امداد بیس ہزار درہم پیش کئے جائیں، نیز چارہ اور میزبانی۔ جبرئیل کی خدمت میں جتنے اطباء تھے ان سبھوں کے ساتھ ماسویہ کو بھی مامور کیا۔ اب یہ جبرئیل کے مقابل بلکہ اس کے حاضر ہونے کے بعد ہی جبرئیل حاضر ہوتا البتہ مشاہرہ میں جبرئیل سے کم تر تھا، کیونکہ مہینہ میں جبرئیل کو دس ہزار اور سال میں بطور معونت ایک لاکھ درہم ملتے تھے، دیگر مسلسل عطیات اور جاگیریں مزید برآں تھیں۔

بعدازاں رشید کی بہن بانو بیمار پڑی، جبرئیل نے گو ہر طرح کے علاج کئے مگر نفع نہ ہوا۔ رشید فکرمند ہوا۔ اس نے کہا" ماسویہ نے تذکرہ کیا تھا کہ اس نے شفاخانہ میں مریضوں کی خدمت کی ہے، وہ طبیعتوں کا علاج بھی کرتا ہے۔ وہ ہماری بیماری کو دیکھے شاید فائدہ ہوجائے۔" اس نے جبرئیل اور ماسویہ دونوں کو طلب کیا۔ ماسویہ نے کہا" اس کا حال اور وہ تمام تدبیریں بتاؤ جو اب تک اختیار کرچکے ہو" جبرئیل نے تمام معالجات بتادیئے۔ ماسویہ نے کہا" علاج درست ہے۔ مگر میں ذرا مریضہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" رشید نے اسے اندر جانے کا حکم دیا۔ ماسویہ نے رشید کی موجودگی میں مریضہ کو دیکھا، نبض ٹٹولی اور پھر سب باہر آئے۔ ماسویہ نے رشید سے کہا "امیرالمؤمنین! آپ کی عمر دراز ہو مریضہ پرسوں، تین گھڑی سے نصف شب تک کے درمیان انتقال کرجائے گی" جبرئیل نے کہا" جھوٹ کہتا ہے

امیرالمؤمنین! یہ صحتیاب ہو کر زندہ رہے گی" رشید نے ماسویہ کو اپنے محل کے ایک گوشے میں قید کر دینے کا حکم دیا اور کہا "اس نے جو کچھ کہا اس کا صبر سے انتظار کریں گے، کیونکہ اس شیخ کے علم میں کوئی کمی ہمیں نظر نہیں آتی" جس وقت کا تعین ماسویہ نے کیا تھا جب وہ آگیا تو مریضہ نے وفات پائی۔ تدفین کے بعد رشید کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ماسویہ کو حاضر کرے، چنانچہ اس سے سوالات کئے اور جو جوابات اس نے دیئے اس سے بے حد خوش ہوا۔ یہ گو عجمی نژاد تھا مگر نہایت تجربہ کار اور معالجات کی بصیرت رکھتا تھا۔ رشید نے اسے مشاہرہ، چارہ، میزبانی اور قدر و منزلت میں جبرئیل کے ہم پلّہ بنا دیا۔ اس کے صاحبزادہ پر بھی نظر عنایت کی، اخراجات کے لئے کثیر رقم دی چنانچہ مشہور مقام و مرتبہ کا حامل ہوا۔

..یوسف بن ابراہیم کہتے ہیں ۲۱۰ھ میں بمقام علث میں نے جبرئیل بن بختیشوع کی عیادت کی۔ اس سال وہ مامون کے ساتھ تھا۔ مامون نے دیر النساء میں قیام کیا، یہاں میں نے دیکھا کہ اس کی بیماری کے بارے میں یوحنا تبادلۂ خیال کر رہا ہے۔ جبرئیل اس کے حسن سماعت حسن جواب اور بیان کی تعریف کرتا جاتا ہے۔ جبرئیل نے سال کی تحویل منگائی اور مجھ سے کہا ذرا اسے دیکھ لو اور جو حساب آتا ہو اس سے مطلع کرو۔" میں نے تحویل پر نظر ڈالنا شروع کیا تو ماسویہ اٹھ کر چلا گیا۔ وہ حراقہ[1] سے جوں ہی نکلا جبرئیل نے کہا "تحویل دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس سال کے بارے میں تم نے اور دوسروں نے جو کچھ کہا ہے وہ مجھے یاد ہے۔ تحویل پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ماسویہ اٹھ کر چلا جائے۔ اور تجھ سے اس کے بارے میں ایک بات پوچھ لوں۔ اب وہ جا چکا ہے لہذا تم حق الٰہی کی قسم کھا کر بتاؤ کہ کیا کبھی یوحنا کو یہ کہتے سنا ہے کہ فن طب میں میں جالینوس سے بھی زیادہ علم رکھتا ہوں" میں نے قسم کھا کر کہا میں نے اس طرح کا دعویٰ کرتے ہوئے کبھی نہیں سنا ہے!" ہماری گفتگو ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ حراقے مدینۃ السلام کی طرف روانہ ہوتے۔ مامون بھی اسی دن روانہ ہو گیا۔ یہ پنجشنبہ کا دن تھا، شنبہ کی صبح کو ہم مدینۃ السلام میں اس سے جا ملے۔ تمام لوگ مدینۃ السلام کے اندر داخل ہوئے۔ صرف عباس بن رشید رہ گئے۔ انہوں نے مدینۃ السلام کے مغربی جانب قلاتین نامی مقام پر قیام کیا۔ یہ باب الشماسیہ میں فضل بن یحییٰ کے گھر کے سامنے واقع ہے جس کا کچھ حصہ معتصم کے عہد خلافت میں عباس بن رشید کو مل گیا تھا۔ مجھے اور کچھ ان لوگوں کو جو ابوالعباس کے یہاں جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور جن کے گھر قنطرۃ البردان اور نہر المہدی میں واقع

[1] حراقہ: ایک قسم کی کشتی جس سے آتشی گولے دشمنوں پر پھینکے جاتے ہیں۔

تھے مل جانے اور پھر بعد مسافت کے باعث وہاں سے قلاتین جا کر فضل بن یحییٰ کے محل، پھر ابوالعباس کے خیمے کے سامنے کھڑے ہونے کی زحمت گوارا نہ تھی۔ کشتیاں آ آ کر ہمیں پار کر رہی تھیں۔ چنانچہ میں اور یوحنا بن ماسویہ دونوں مدینۃ السلام میں مامون کے پہنچنے کے تین دن بعد ابوالعباس کے یہاں گئے ہوئے واپسی پر دوبارہ کشتی کے اندر ہمارا ساتھ ہوا۔ اس نے جبرئیل سے میری ملاقات کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ علث میں بس ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد نہیں دیکھا۔ اس کے بعد میں نے کہا "اس کے نزدیک تمہاری تصویر بہت خراب ہے" اس نے پوچھا "وہ کیا؟" میں نے کہا اسے یہ خبر ملی ہے کہ تم اپنے آپ کو جالینوس سے بڑا صاحب علم کہتے ہو" اس نے کہا میرے خلاف اس طرح کا ادّعا کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔ بخدا خبر پہونچانے والا نہ سچّا ہے نہ وفادار" یوحنا کی اس سے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ جبرئیل سے خبر ملی تھی اس کا ازالہ کر دوں گا۔ اس نے کہا اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ ایسا ضرور کرنا۔ اور اس کے ذہن میں وہ بات ڈالنا جو میں کہہ رہا ہوں اور یہی کہتا رہا ہوں مگر اس کے یہاں پہونچکر وہ بدل گئی، میں نے پوچھا "وہ کیا ہے؟" اس نے کہا "میں کہتا ہوں کہ بقراط اور جالینوس زندہ ہو جائیں اور طب کے باب میں میری بات اور صفات سنیں تو اپنے پروردگار سے ضرور درخواست کریں گے کہ ان کی باصرہ، شامہ، ذائقہ، اور لامسہ تمام حاسوں کو حس سمع میں تبدیل کر دے اور اسے اپنی حس سمع کے ساتھ ملا کر میرا فیصلہ اور میری تجویز سنیں۔ میں اپنے کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ میری جانب سے یہ قول اسے ضرور پہونچا دینا۔" میں نے اس خبر کو پہونچانے کی معافی چاہی مگر اس نے معاف نہیں کیا۔ چنانچہ جبرئیل کو یہ بات پہونچا دی۔ اسی دن اسے بیماری میں افاقہ ہو چکا تھا۔ مگر جو غیظ و غضب اور جھنجلاہٹ کی کیفیت اس پر طاری ہوتی اس سے اندیشہ ہوا کہ مرض دوبارہ عود نہ کر آئے۔ وہ خود کو بد دعا دینے لگا اور کہنے لگا یہ اس شخص کی سزا ہے جو نالائقوں کے ساتھ احسان کرتا ہے۔ یہ اس شخص کی سزا ہے۔ جو گرے ہوئے لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اس فن شریف کے اندر نااہلوں کو داخل کر لیتا ہے" اس کے بعد اس نے پوچھا "معلوم ہے۔ یوحنا اور اس کے باپ کی کیا بات تھی؟" میں نے کہا "مجھے نہیں معلوم" جبرئیل نے کہا، "رشید نے مجھے شفاخانہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ میں نے شفاخانہ جندی سابور کے صدر دہشتک کو بلایا تاکہ جس شفاخانہ کی تعمیر کا مجھے حکم ہوا اس کی ذمہ داری اسے سپرد کر دوں، مگر اس نے منظور نہیں کیا، اس نے کہا کہ سلطان کی جانب سے اس کے لئے کوئی مشاہرہ مقرر نہیں ہے۔ شفاخانہ جندی سابور کی ذمہ داری اس نے اور اس کے بھتیجے نے ثواب کی خاطر اٹھائی ہے۔ بطیانیوس جاثلیق نے مجھ پر زور دیا کہ اسے اور اس کے بھتیجے کو معاف کر دوں، چنانچہ انہیں معاف کر دیا۔ دہشتک نے کہا "جب آپ نے معاف کر دیا ہے تو

آپ کو ایک قیمتی ہدیہ پیش کر دں گا اسے قبول کرلینا بہتر ہے، اس سے آپ کے شفاخانہ کو فائدہ پہونچے گا میں نے ہدیہ کے متعلق پوچھا کر وہ کیا ہے تو اس نے کہا" ایک بچہ ہمارے یہاں دوائیں کوٹتا تھا۔ اس کے باپ اور قرابت داروں کا پتہ نہیں ہے، شفاخانہ میں اس نے چالیس سال قیام کیا، اس کی عمر پچاس سال یا اس سے زیادہ ہوچکی ہے۔ وہ کسی زبان کا ایک حرف بھی نہیں جانتا۔ البتہ ایک ایک مرض سے واقف ہے اور ہر مرض کا علاج اسے معلوم ہے کون سی دوا عمدہ ہے کون سی خراب ہے اس کی تمیز اللہ تعالیٰ نے اسے بے مثال دے رکھی ہے۔ اپنے جن تلامذہ کے ساتھ چاہیں اسے رکھیں اور اسے شفاخانہ کی ذمہ داری سونپ دی۔ شفاخانہ کے حالات میرے مقابلہ میں عمدہ نہایت عمدہ اور بہتر ہوکر رہیں گے میں نے اسے بتایا کر ہدیہ قبول کرلیا ہے۔" دہشتک اپنے ملک کو واپس چلا گیا، اور اس شخص کو میرے یہاں روانہ کردیا۔ وہ میرے یہاں راہبوں کے لباس میں آیا۔ میں نے اس کا جائزہ لیا تو جیسا دہشتک نے بتایا تھا ویسا ہی پایا۔ نام پوچھنے پر اس نے ماسویہ بتایا اور کہا کہ رشید اور ام جعفر کے ساتھ داؤد بن سرابیون کی خدمت میں رہ چکا ہوں۔ جس مکان میں ماسویہ رہتا تھا وہ میرے گھر سے دور اور داؤد بن سرابیون کے گھر سے قریب پڑتا تھا داؤد کے اندر مسخرہ پن تھا۔ اور ماسویہ کے اندر پست انسانوں کا ضعف، جیسے ہر مسخرا پسند کرتا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ماسویہ میرے یہاں آیا تو اس کی پوشاک بدلی ہوئی تھی۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ میں نے قصہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ داؤد بن سرابیون کی ایک صقلبی کنیز سے اسے عشق ہوگیا ہے۔ اس کا نام "اسالہ" ہے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ اس کنیز کو اس کے لئے خرید لوں۔ چنانچہ آٹھ سو درہم میں اسے خرید کر ہبہ کر دیا۔ اس کے بطن سے یوحنا اور اس کا بھائی پیدا ہوا۔ اس کے بعد ماسویہ کے لئے "اسالہ" کی خریداری اور اس سے جستجوئے نسل کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے اس کی اولاد کو قرابتدار کی اولاد تصور کیا۔ اور اس کی بات کا اہتمام کیا کہ اس پیشہ کے جو اصحاب علم اور ارباب کمال ہیں ان کی اولاد سے اس کی اولاد کا رتبہ بڑھ جاتے۔
میں نے یوحنا کو بچپن ہی میں بلند مقام بخشا، اسے شفاخانہ کا حاکم اور اپنے تلامذہ کا صدر بنادیا۔ اب اس کے نزدیک میرا مقام یہی زعوئی ہے کہ جو بھی اسے سنے گا وہ اس کے معلم اور اسے معراج کمال پر پہونچانے والے کو متہم کرے گا، اور کہے گا کہ وہ کونسی ذات گرامی ہے جس نے اسے ایسا بول سکھایا اسی کمینہ پن کے باعث عجمی حضرات تمام لوگوں کو اپنے آباء کے فنون منتقل کرنے سے روکتے اور اس کی سخت ممانعت کرتے تھے۔ واللہ المستعان۔

یوحنابن ماسویہ

فن طب سے واقف نہایت فاضل، طباع اور ہوشیار طبیب تھا۔ اس کے عمدہ مقالات اور مشہور و معروف تصنیفات ہیں، خلفاء اور بادشاہوں کا محبوب و معظم تھا۔

اسحاق بن علی رہاوی کتاب ادب الطبیب میں عیسیٰ بن ماسہ طبیب سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ابوزکریا یوحنا بن ماسویہ نے مجھے خبر دی کہ فن طب سے میں نے ۱۰ لاکھ درہم کمائے، اس کے بعد وہ تین سال اور زندہ رہا۔ واثق اس سے بے حد محبت رکھتا تھا۔ اس کے یہاں ایک دن یوحنا نے شراب پی۔ ساقی نے اسے معمول کے مطابق ناصاف اور بے لذت شراب پلائی۔ ساقیوں کو انعام دینے میں کوتاہی کی جاتی ہے تو ان کا یہی معمول ہوتا ہے۔ پہلا ساغر پینے کے بعد اس نے کہا امیر المؤمنین! شرابوں کا مزہ مجھے معلوم ہے، میں ان کا عادی ہوں، مگر اس شراب کا مزہ تمام مزدوں کے مزاج سے خارج ہے۔ امیر المؤمنین کو ساقیوں پر طیش آیا، انہوں نے کہا، میرے اطباء کو اور میری مجلس کے اندر اس طرح شراب پلاتے ہیں، بایں سبب اور اسی وقت انہوں نے یوحنا کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور اپنے خادم سمانہ کو بلوا کر کہا" یہ پیسے ابھی اس کے یہاں پہنچادو" عصر کے وقت انہوں نے سمانہ سے پوچھا" طبیب کے پیسے پہونچے یا نہیں؟" اس نے کہا" ابھی تک نہیں" انہوں نے کہا" دولاکھ درہم ابھی پہونچاتے جائیں "عشاء کی نماز کے بعد پوچھا" پیسے پہونچا دیئے گئے" ہم کہا گیا" ابھی تک نہیں" انہوں نے سمانہ کو بلوا کر کہا" تین لاکھ درہم پہونچاؤ" سمانہ نے بیت المال کے خازن سے کہا" یوحنا کے پیسے پہونچادو ورنہ بیت المال میں ایک پیسہ نہ رہے گا" چنانچہ پیسے اسی وقت پہونچا دیئے گئے۔

سلیمان بن حسان فرماتے ہیں کہ یوحنا بن ماسویہ سریانی تھا اور عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ رشید نے انقرہ، عموریہ اور تمام ملک روم میں جو قدیم تصنیفات پائیں ان سب کے ترجمہ کی ذمہ داری یوحنا کے سپرد کی اور اسے ترجمہ کا معتمد قرار دیا۔ اس نے ہارون، امین، مامون کی خدمت کی اور اسی حال پر متوکل کے زمانہ تک باقی رہا۔ سلیمان فرماتے ہیں، شاہان بنو ہاشم کھانا صرف اس کی موجودگی ہی میں تناول کرتے تھے۔ وہ ان کے لئے موسم سرما میں مسخن، مقوی حرارت غریزیہ، جاذب اور ہاضم جوارشات اور موسم گرما میں ٹھنڈے شربتوں اور جوارشات سے بھرے ہوتے مرتبان تیار رکھتا۔" ابن ندیم بغدادی کاتب کہتا ہے کہ فن طب کے ذریعہ یوحنا نے مامون معتصم، واثق اور متوکل کی خدمت کی ہے۔

یوسف بن ابراہیم کہتے ہیں۔ یوحنا بن ماسویہ کی مجلس سے زیادہ آباد مجلس مدینۃ السلام کے اندر کسی طبیب، متکلم یا فلسفی کی نہیں دیکھی۔ کیونکہ اس کی شخصیت میں جملہ اصناف ادب مجتمع تھے۔ یوحنا کے اندر بے حد مسخرہ پن بھی تھا، چنانچہ کچھ لوگ اسی کی خاطر مجلس میں آتے تھے۔ سینہ کی تنگی اور حدت کی تیزی جبرئیل بن بختیشوع سے بھی زیادہ تھی۔ حدت کا یہ حال تھا کہ زبان سے مضحکہ خیز الفاظ نکل پڑتے تھے۔ قارورہ دیکھتا تو اس وقت مجلس سب سے زیادہ خوشگوار ہوتی۔ میں نے اور ابن حمدون بن عبدالصمد بن علی ملقب بہ ابو عیر طرد اور اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن اسماعیل ملقب بہ بیض البغل نے اس کے نوادرات کو محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ میں نے اس سے منطق کی کتابیں پڑھنے کی، اور بقیہ دونوں نے جالینوس کی طبی تصانیف پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ یوسف کہتے ہیں تعلیم کے وقت میں نے جو نوادرات محفوظ کئے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ اس کے پاس ایک خاتون نے آکر کہا "فلاں، فلاں، فلاں خواتین آپ کو سلام کہتی ہیں" اس نے کہا "جن کے نام تم نے بتائے ہیں ان کے مقابلہ میں قسطنطنیہ اور عموریہ والوں کے نام میں زیادہ جانتا ہوں، اپنا قارورہ پیش کرو، تاکہ اس پر غور کرسکوں"۔

۲۔ ایک شخص نے اپنی ایسی بیماری بیان کی جس کا علاج فصد تھا، چنانچہ یوحنا نے فصد کا مشورہ دیا۔ اس نے کہا "مجھے فصد کی عادت نہیں ہے"۔ یوحنا نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ ماں کے شکم سے کوئی فصد کی عادت لے کر نہیں آتا۔ اسی طرح بیمار ہونے سے پہلے تم بیماری کے عادی نہ تھے۔ مگر بیماری ہوگئی ہے۔ اب یا تو بیماری پر صبر کرو یا فصد کی عادت ڈالو تاکہ بیماری سے محفوظ رہ سکو۔

۳۔ میری موجودگی میں ایک شخص نے خارش کی شکایت کی۔ یوحنا نے داہنے ہاتھ میں فصد اکحل کا حکم دیا۔ مریض نے بتایا ایسا کرچکا ہوں، یوحنا نے بائیں ہاتھ میں فصد اکحل کا حکم دیا مریض نے بتایا یہ فصد بھی کھولی جاچکی ہے۔ یوحنا نے طبیخ پینے کا حکم دیا۔ مریض نے کہا پی چکا ہوں، یوحنا نے اسطمخیقون پینے کا حکم دیا۔ مریض نے بتایا یہ بھی پی چکا ہوں، یوحنا نے ایک ہفتہ ماء الجبن اور دو ہفتے گائے کا چھاچھ پینے کا حکم دیا۔ مریض نے بتایا یہ بھی پی چکا ہوں، یوحنا نے کہا "اطباء اس مرض میں جو تدبیریں اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ سب تم اختیار کر چکے ہو۔ ایک چیز رہ گئی ہے جس کا تذکرہ نہ بقراط نے کیا ہے نہ جالینوس نے، تجربہ کے طور پر ہم نے بکثرت اسے استعمال کرتے ہوتے دیکھا، لہٰذا اسے استعمال کرو، ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ علاج کامیاب ہوگا۔ مریض نے پوچھا، "وہ کیا"، یوحنا نے کہا "دو شیٹ کاغذ خریدو۔ اور انہیں کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلو، ہر ٹکڑے پر لکھو، "اللہ اس پر رحم کرے جو مبتلائے مرض کے لئے عافیت

کی دعا کرے"، نصف ٹکڑے مدینۃ السلام کی مشرقی مسجد میں اور نصف مغربی مسجد میں رکھ دو، پھر جمعہ کے دن تمام لوگوں میں تقسیم کردو۔ امید ہے کہ جبکہ علاج سے فائدہ نہیں ہوا اللہ دعا سے تمہیں عافیت بخشے گا"۔

۴۔ میں حاضر تھا، کلیسا جس میں یوحنا عبادت کرتا تھا۔ پادری اس کے یہاں آیا اور بتایا کہ معدہ فاسد ہوگیا ہے۔ اس نے جوارش خوزی لینے کا حکم دیا ہے پادری نے کہا لے چکا ہوں، یوحنا نے کہا پھر جوارش کمونی استعمال کرو، پادری نے کہا، کئی پونڈ استعمال کرچکا ہوں، یوحنا نے مقد ازیقون استعمال کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا ایک گھڑا پی چکا ہوں۔ یوحنا نے کہا پھر مروسیا استعمال کرو۔ پادری نے کہا بہت زیادہ استعمال کرچکا ہوں۔ اب غضبناک ہوکر اس نے کہا" میں چاہتا ہوں کہ صحتیاب ہوجاؤ لہٰذا اسلام قبول کرلو، کیونکہ اسلام معدہ کی اصلاح کردیتا ہے۔

۵۔ یوحنا ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوا جس سے اس کے لوگ باگ مایوس ہو چکے تھے۔ عیسائیوں کا معمول ہے کہ وہ ایسی حالت میں راہبوں، پادریوں اور شماسہ[1] کی ایک جماعت بلاتے ہیں جو مریض کے پاس دعا پڑھتے ہیں۔ یوحنا کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ راہبوں کی موجودگی میں اسے افاقہ ہوگیا یوحنا نے ان سے کہا "فسق کی اولاد! میرے گھر میں کیا کر رہے ہو" انہوں نے کہا "تمہاری عافیت کے لئے پروردگار سے دعا کر رہے ہیں"۔ یوحنا نے کہا "گلاب کی ایک ٹکیہ قیامت تک اہل نصرانیت کی پڑھی جانے والی دعاؤں سے بہتر ہے، یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ سب چلے گئے۔

۶۔ میری موجودگی میں یوحنا سے ایک تاجر نے موسم سرما میں خارش کی شکایت کی۔ یوحنا نے کہا" تمہاری بیماری کے علاج کا یہ وقت نہیں ہے، اس کا علاج فصل بہار میں ہوگا لہٰذا تعفن پیدا کرنے والی تمام اشیاء، تازہ، نمکین، چھوٹی بڑی مچھلیوں، ہر چربرا غلہ، سبزی اور بقن سے نکلنے والی لئے کو کھانے سے احتراز کرو۔ مریض نے کہا "یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جنہیں ترک نہیں کرسکتا" یوحنا نے کہا "بات اگر یہی ہے تو انہیں کھاؤ اور جسم کو کھجلایا کرو۔ اب مسیح بھی خاکر تمہارے لئے آڑے آئیں تو جو مرض تمہیں ہے وہ ان کی دعا سے دور نہیں ہوسکتا۔

۷۔ عیسائیوں نے کنیزیں رکھنے پر اسے معتوب کیا اور کہا کہ ہمارے مذہب کی تم نے مخالفت کی ہے۔ حالانکہ تم کلیسا کے خادم (شماس) ہو۔ اب یا تو ہماری سنت پر باقی رہو اور ایک بیوی پر اکتفا کرو تم بدستور شماس رہو گے، یا پھر اس عہدے سے دستبردار ہوجاؤ، اور جتنی کنیزیں چاہو رکھو"۔

---

[1] شماسہ، کلیسا کے خادم۔ ان کا رتبہ پادریوں سے کم ہوتا ہے۔

یوحنا نے کہا" ہمیں ایک جگہ حکم دیا گیا ہے کہ دو بیویاں رکھیں نہ دو کپڑے پہنیں۔ اگر یوحنا بدبخت نے چار کنیزیں رکھی ہیں تو اپنی ماں کا طعنہ پکڑنے والے جاثلیق[1] کو کس نے اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ بیس کپڑے پہنے، اپنے جاثلیق سے کہو کہ مذہبی قانون کا التزام کرے، تو ہم بھی پابند رہیں گے۔ ورنہ ہم بھی مخالفت کریں گے۔

۸۔ بختیشوع بن جبرئیل یوحنا سے اکثر مذاق کرتا تھا۔ ایک دن ابو اسحاق کے یہاں اس سے کہا، ہم اس وقت مدائن میں معتصم کے لشکر میں تھے۔ واقعہ ۲۲۰ھ کا ہے۔

"ابو زکریا! میرے باپ کی طرف سے میرے بھائی!" یوحنا نے ابو اسحاق سے کہا "گواہ رہیں، امیر! یہ کیا اقرار کر رہے ہیں، بخدا میں ان کے باپ کی میراث لے کر رہوں گا" بختیشوع نے کہا اولاد الزنا نہ وارث ہوا کرتے ہیں نہ مورث، زانی کے لئے مذہب اسلام نے پتھر کا فیصلہ کیا ہے۔ یوحنا خاموش ہوگیا کوئی جواب نہ دے سکا۔

۹۔ طیفوری کا گھر مدینۃ السلام کے مشرقی جانب دار الروم میں یوحنا کے گھر سے ملا ہوا تھا۔ طیفوری کے ایک لڑکے نے طب کا عمدہ علم حاصل کیا تھا، اس کا نام دانیل تھا۔ علم طب کے بعد وہ راہب ہوگیا۔ والد کے بیمار ہونے کی خبر وغیرہ ملتی تب ہی مدینۃ السلام آیا کرتا۔ یوحنا کے پاس ایک مور تھا۔ جو اس کے اور طیفوری کی درمیانی دیوار پر کھڑا رہتا تھا۔ دانیل مدینۃ السلام کے اندر شب میں اگست کی کسی تاریخ کو آیا۔ داخل ہوا۔ اس مہینہ میں گرمی سخت پڑتی تھی اور آشوب چشم کثرت سے ہوتا تھا۔ گرمی جب بھی سخت ہوتی مور بولنے لگتا۔ اس کی آواز سے دانیل بیمار ہوگیا۔ یہ راہبوں کے لباس میں تھا اس نے کئی بار مور کو بھگایا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ دانیل نے اپنی فولادی چھڑی سے مور کے سر پر مارا۔ جس سے وہ مر گیا۔ یہ واقعہ یوحنا سے پوشیدہ رہا۔ حتیٰ کہ جب واپس آیا تو دروازہ پر اپنے طاؤس کو مردہ پایا۔ اس نے قاتل کو سزا دینے کی بات کہنی شروع کی۔ اس پر دانیل نے نکل کر کہا" قاتل کو گالی نہ دیجئے کیونکہ قاتل میں ہی ہوں اس کے بجائے کئی عدد مور حاضر کر دوں گا۔" یوحنا نے اس سے میری موجودگی میں کہا" میرے لئے کوئی ایسا راہب باعث حیرت نہیں ہے جس کے کوہان ہو اور جس کا عضو تناسل لمبا ہو، البتہ حیرت اسی پر ہے کہ فحش کلامی سے بات کرتا ہے،" دانیل نے جواب میں کہا" مجھے کوئی ایسا شماس پسند نہیں ہے جو کئی بیویاں رکھتا ہو اور اس کی صدر خواتین کا نام قراطیس ہو۔" قراطیس رومی زبان کا لفظ ہے

[1] جاثلیق: اسلامی مملکت کے اندر عیسائیوں کا سردار۔

عربی نہیں ہے۔ رومیوں کے یہاں قراطیس قرنانہ[1] کو کہتے ہیں۔ کوئی عورت قرنانہ اسی وقت کہی جاتی ہے جب وہ غیر شوہر سے جماع کر لیتی ہے۔ یوحنا شرمندہ شکست خوردہ گھر میں داخل ہوا۔

۱۰۔ مصر میں احمد بن ہارون شرابی نے بیان کیا کہ متوکل علی اللہ نے واثق کے عہد خلافت میں اس سے بیان کیا کہ یوحنا بن ماسویہ واثق کے ساتھ اس کے ایک چبوترے پر تھا جو دجلہ میں بنایا گیا تھا۔ واثق کے ہاتھ میں ایک بنسی تھی جس میں کانٹا لگا ہوا تھا۔ اسے دجلہ میں ڈال کر مچھلی کا شکار کر رہا تھا۔ شکار نہ ملا تو یوحنا کی طرف جو داہنی جانب تھا متوجہ ہو کر کہا، منحوس! داہنی جانب سے ہٹ جا یوحنا نے جواب دیا" امیر المومنین! یوحنا سے کوئی ناممکن بات نہ کہو، جو ماسویہ خوزی کا بیٹا ہے، اسکی ماں صقلبیہ ہے جو آٹھ سو درہم میں خریدی گئی تھی۔ بخت نے یوحنا کو خلفاء کا ندیم، معاشر، اور ہم راز بنا دیا، دنیا اس کے پیروں میں امید سے باہر آچکی ہے، ایسا شخص منحوس ہو، یہ سب سے بڑا محال ہے۔ امیر المومنین جاننا چاہیں کہ منحوس کون ہے تو بتاؤں؟" واثق نے پوچھا" کون ہے؟ اس نے کہا" وہ ہے جس کی چار اولاد ہو چکی ہو، پھر اسے خلافت ملی ہو، مگر خلافت، محل اور باغات چھوڑ کر بیس ہاتھ کے ایک چبوترے پر دجلہ کے وسط میں بیٹھ گیا ہو، آندھی اور طوفان کی زد پر، غرق آبی کا اندیشہ ہو، پھر دنیا میں سب سے محتاج اور تنگ دست لوگوں کی صورت اختیار کر لی ہو، یعنی مچھیروں کی صف میں آگیا ہو، احمد بن ہارون کہتا ہے متوکل نے مجھ سے کہا بات واثق پر اثر کر چکی تھی مگر میری وجہ سے اظہار نہ کر سکے۔

۱۱۔ احمد بن ہارون نے بیان کیا کہ واثق نے جبکہ چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اس دن یوحنا سے کہا" یوحنا! ایک خوبی تمہیں پسند نہیں آتی؟" اس نے پوچھا"وہ کیا" واثق نے کہا شکاری ایک گھنٹہ کے اندر اتنی مچھلیاں شکار کر لیتا ہے کہ ایک دینار یا اس کے لگ بھگ کے برابر ہوتی ہیں مگر میں صبح سے رات تک بیٹھا رہتا ہوں، پھر بھی شکار ایسا نہیں ہوتا جو ایک درہم کے برابر ہو، یوحنا نے کہا، امیر المومنین نے تعجب کی بات بے محل کہی ہے۔ اللہ نے صیاد کا رزق مچھلی کے شکار میں رکھا ہے لہٰذا اس کی روزی آتی ہے، کیونکہ یہی اس کی اور اس کے اہل و عیال کی روزی ہے مگر امیر المومنین کی روزی اس نے خلافت میں رکھی ہے۔ لہٰذا مچھلی کے کسی رزق سے وہ بے نیاز ہے اگر اس کا رزق مچھلی کے شکار میں ہوتا تو صیاد کی طرح روزی اسے بھی ملتی۔

۱۲۔ ابراہیم بن علی طبیب احمد بن طولون نے بیان کیا کہ وہ یوحنا بن ماسویہ کی دہلیز پر کھڑے

[1] قرنانہ: بے غیرت خاتون۔

سلطان کے محل سے یوحنا کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ واپس ہوا اسی وقت عیسیٰ بن ابراہیم بن نوح بن ابو نوح کاتب فتح بن خاقان نے اسلام قبول کیا تھا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اور راہبوں کی ایک جماعت یوحنا کی طرف لپکی۔ تو اس نے کہا "اولاد الزنا! میرے گھر سے نکل جاؤ۔ اور جاؤ اسلام قبول کر لو۔ کیونکہ متوکل کے ہاتھ ابھی ابھی مسیح نے اسلام قبول کیا ہے۔

۱۳- جرجہ بن زکریا عظیم نو بہ رمضان ۲۲۱ھ کو "سر من رائی" پہونچا اور متوکل کی خدمت میں کچھ ہدیئے پیش کئے جن میں بندر بھی تھے۔ میں اسی سال ۲ رشوال کو یوحنا کے یہاں تھا۔ اور اسے ایسے وقت میں دربار کے اندر حاضر نہ ہونے پر ملامت کر رہا تھا جبکہ سلمویہ بختیشوع اور جریش جیسے اطباء موجود تھے۔ اسی اثناء میں ہمارے یہاں ترکان خاص سے تعلق رکھنے والا ایک غلام حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ ایک بندر تھا جسے شاہ نوبہ نے ہدیہ کیا تھا، میں نے اس سے بڑا بندر نہیں دیکھا تھا۔ غلام نے کہا " امیرالمؤمنین فرماتے ہیں کہ اس بندر کو اپنی بندریا حماحم سے بیاہ دو۔ یوحنا کے پاس ایک بندریا حماحم نامی تھی، جس سے ایک گھڑی بھی وہ الگ نہیں ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا امیرالمؤمنین سے کہو۔ بندریا کو میں نے جس مقصد سے پالا ہے وہ ان کے خیال کے برعکس ہے۔ میں اسے چیر پھاڑ کر علم التشریح پر جالینوس کی طرح ایک کتاب لکھوں گا۔ جو امیرالمؤمنین کے لئے جمال فخر کا باعث ہو گی۔ اس کے جسم میں کمی ہے، عروق، وریدیں اور اعصاب باریک ہیں موضوع جسم پر کتاب کی وضاحت تب ہی ہو گی جب وہ بڑی ہو جائے گی اور اس کے جسم میں موٹاپا آجائے گا۔ اب جبکہ یہ بندر مقصد کو پورا کر رہا ہے تو امیرالمؤمنین کے سامنے جلد ہی وہ کتاب آجائے گی جس کی نظیر عہد اسلامی میں نہ ملے گی۔" اس کے بعد اس نے بندر پر کام کیا اور ایک ایسی عمدہ کتاب لکھی کہ کیا دوست، دشمنوں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔

۱۴- یوحنا محمد بن ابو ایوب بن رشید جسے حمی مثلثہ[1] تھا کے یہاں آئے۔ قارورہ دیکھا، نبض دیکھی کل رات اور صبح سے اس وقت تک کا حال پوچھا، محمد نے سب بتایا تو اس نے کہا " تمہارا یہ بخار سب سے آسان بخار ہے۔ بشرطیکہ بیمار بد پرہیزی نہ کرے۔ کیونکہ اس کی باریاں زیادہ سے زیادہ سات ہیں، چوتھی باری میں اس کا اثر جاتا رہے گا۔ مگر بیمار نے بد پرہیزی کی تو منتقل ہو جاتے گا۔ گاہ بیماری دراز ہو جائے گی، گاہ مریض تلف ہو جائے گا۔ ابن ابو ایوب نے کہا " جیسا چاہو پرہیز کا حکم دو، میں خلاف ورزی نہ کروں گا۔ اس نے کہا " گرم پانی سے تین بار دھو کر روٹی کا لباب

---

[1] حمی ما مثلثہ: بخار جو ایک دن کا ناغہ کر کے آئے۔

حاصل کرے۔ شہوت کمزور ہو تو اس لباب پر اکتفا کرے، اور قوی ہو تو ماش، کدو، بتھوا اور ککڑی وغیرہ کے مزورات[1] پر اکتفا کرنے، اشتہاء ہو تو کھانا نہ کھائے۔" محمد نے اس سے کہا " یہ تو غذا ہوئی، یہ بتاؤ کہ کیا چیزیں نہ کھاؤں؟" اس نے کہا " پہلی چیز یہ ہے کہ یوحنا بن ماسویہ کو نہ کھانا، پھر جاثلیق کے خچر کو کیونکہ اس کا حق عیسائیوں پر واجب ہے، پھر زنبریتان کو، زنبریتان ان دو نوں کشتیوں کو کہتے تھے جسر میں مشرقی جانب تھیں۔ جسر ان کے بغیر موزوں نہ رہتا۔ بعد ازاں نہایت غصہ کے عالم میں اٹھ کر چلا گیا، اور مجھے بد دعا دیتا رہا۔ کیونکہ محمد بن ابو ایوب کے یہاں میں ہی اسے لے آیا تھا۔

۱۵- محمد بن سلیمان بن ہادی معروف بہ ابن مشغوف ایک طویل بیماری میں مبتلا ہوا، ابو العباس بن رشید نے یوحنا کو اس کی دیکھ بھال پر مامور کر دیا۔ محمد بن سلیمان گاہ باتوں کے اندر ایسی بات کہہ جاتا کہ سامع کو اس کے غلط ہونے کا احساس نہ ہوتا۔ ایک دن یوحنا اس کے یہاں آیا۔ میں بھی موجود تھا محمد نے اس سے کھانے کے بارے میں مشورہ چاہا تو یوحنا نے کہا، میں بتا چکا ہوں کہ تمہیں ہر روز کیا کھانا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحت و عافیت تمہیں عزیز ہے۔ مگر اب بات یہ ہے کہ تمہیں عافیت ناپسند اور بیماری گوارا ہے تو میں تمہیں کسی بات کا مشورہ دینا جائز نہیں سمجھتا۔ ابن مشغوف نے کہا " جاہل کہیں کا کون عافیت ناپسند اور بیماری پسند کرے گا۔ یوحنا نے کہا " تم، اس کی دلیل یہ ہے کہ عافیت دنیا میں حق کے اور بیماری جھوٹ کے مشابہ ہے۔ اور زیادہ تر جھوٹ بولتے ہو، تمہارا جھوٹ تمہاری بیماری کا مادہ بنتا ہے۔ پھر طویل بیماری سے کیونکر صحت پا سکتے ہو۔ جبکہ زیادہ تر جھوٹ بول کر اپنی بیماری میں اضافہ کرتے ہو۔ لہٰذا تین دن سچائی کے پابند رہو، ان دنوں میں جھوٹ نہ بولنا۔ ان تین دنوں کے بعد بیماری سے گلو خلاصی نہ پاؤ تو یوحنا مسیح سے گلو خلاصی لے لے گا۔

۱۶- یوحنا بن ماسویہ کا لڑکا ماسویہ نامی تھا۔ اس کی ماں اسرائیل کے دادا، اور فتح بن خاقان کے طبیب طیفوری کی صاحبزادی تھی۔ ماسویہ اپنے باپ سے اخلاق، الفاظ، اور حرکات میں بے حد مشابہ تھا۔ البتہ کند ذہن تھا، کوئی بات بہت دیر کے بعد سمجھ پاتا تھا۔ اور بہت جلد بھول جاتا تھا یوحنا اس سے محبت کا اظہار محض طیفوری اور اس کی اولاد کی زبانوں سے بچنے کے لئے کرتا تھا ورنہ اس سے بے حد نفرت کرتا تھا، کیونکہ سہل الکوسج نے یہ دعویٰ کر کے اسے بدنام کر رکھا تھا کہ ماسویہ کو اسی نے اس کی ماں کے رحم میں ڈالا تھا۔

۱۷- ۲۱۷ھ کے آغاز میں صالح بن شیخ بن عمیرہ بن حیان بن سراقہ اسدی نہایت مہلک بیماری میں

---

[1] مزورات، مزورہ کی جمع، ہر وہ غذا جو مریض کے لئے بغیر گوشت کے تیار کی جائے۔

مبتلا ہوا۔ میں عیادت کی غرض سے پہنچا۔ دیکھا کہ کچھ افاقہ ہوگیا ہے۔ ہمارے درمیان کچھ گفتگو ہوئی۔ ایک گفتگو یہ تھی کہ صالح کے دادا عمیرہ کا ایک سگا بھائی وفات پاگیا، اس نے کوئی اولاد نہ چھوڑی تھی، چنانچہ عمیرہ سخت حالت میں گرفتار ہوا۔ اس کے بعد بھائی کی ایک کنیز کو اس کی وفات کے بعد حمل ظاہر ہوا۔ کچھ غم ہلکا ہوا۔ عمیرہ نے اس کنیز کو اپنے گھر میں منتقل کیا اور اسے خود اپنی بیوی پر مقدم رکھا۔ کنیز کے یہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی جسے عمیرہ نے متبنیٰ کر لیا۔ اور اپنی نرینہ اور مادہ اولاد پر اسے مقدم رکھا۔ یہ بچی جوان ہوگئی تو شادی کے لئے کفوٴ کی تلاش ہوئی۔ مگر پیغام نکاح دینے والا جو بھی سامنے آتا عمیرہ اس کے حسب ونسب اور اخلاق وعادات کی تحقیق کرتا۔ پیغام نکاح دینے والا خالد بن صفوان بن اہتم تمیمی کا ایک چچازاد بھائی بھی آیا۔ عمیرہ نوجوان کا چہرہ اور نسب سے واقف تھا، اس نے کہا، بیٹے! تمہارے نسب کے بارے میں تحقیق کی ضرورت نہیں، تم شرافت کے پہلو سے میرے بھائی کی بچی کے کفو ہو، مگر اپنی بیٹی کا عقد نکاح کرنے کے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ جس سے عقد کردں اس کے اخلاق کی تفتیش کر لوں۔ اگر بآسانی میرے یہاں ایک سال قیام کر سکو تاکہ دوسروں کیطرح تیرے اخلاق کا بھی جائزہ لے سکوں تو بسر وچشم قیام کرو۔ اور اگر قیام نہ کر سکو تو اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ۔ ہم نے بصرہ تک پہنچنے کے لئے تمہارے تمام اسباب کا انتظام کر دیا ہے۔ صالح بن شیخ کہتے ہیں دادا سے روایت کرتے ہوئے میرے والد نے بیان کیا کہ ہر شب اس نوجوان کی جانب سے متضاد اخلاقیات کا مظاہرہ ہوتا۔ گاہے عمدہ اخلاق سامنے آتے گاہے برے، اس اخلاقی تضاد نے انہیں مجبور کر دیا کہ تمام اوصاف کی یکسر تکذیب کر دیں اور معاملہ اس نکتہ پر چھوڑ دیں کہ خوبی تو مائل کرتی ہے مگر عیب انقباض پیدا کرتا ہے۔ انہوں نے خالد کے نام اپنے مکتوب میں لکھا

• اما بعد۔ فلاں شخص ہمارے پاس تمہاری بھتیجی فلانہ بنت فلاں کو پیغام نکاح دینے آیا۔ اس کے اخلاق اگر اس کے حسب کے ہمسر ہوں تو اس کی بیوی کے لئے اس میں دلچسپی ہوگی، اور عقد نکاح کا ولی شادکام ہوگا۔ اب تم اپنے بھتیجہ اور بھتیجی کے باب میں جو موقف اختیار کرنے کی رائے دو، اور یاد رکھو کہ جس سے مشورہ لیاجاتا ہے وہ امین ہوا کرتا ہے تو ویسا ہی کر دوں۔"

خالد نے جواب میں انہیں تحریر کیا

"آپ کے مکتوب کا مضمون سمجھ میں آگیا۔ میرے اس بھتیجہ کا باپ گھر میں سب سے خوبصورت لیکن سب سے زیادہ بد اخلاق تھا۔ اذیت پہونچانے والوں کے حق میں سب سے زیادہ درگذر کرنے والا، اور سب سے زیادہ فیاض تھا۔

البتہ زناکاری اور بداخلاقی میں مبتلا تھا۔ ماں سب سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ تھی مگر بدخلق، کنجوس اور ایسی کم عقل تھی کہ اس کی کوئی نظیر نہ تھی۔ میرے اس بھتیجے نے والدین کی بدیاں تو جذب کر لیں مگر خوبیاں جذب نہ کر سکا۔ جو حقیقت میں نے بیان کی ہے اس کی موجودگی میں اگر تم شادی کرنا چاہو تو کر سکتے ہو ورنہ امید ہے کہ ہماری بھتیجی کا اللہ بھلا کرے گا۔"

صالح کہتے ہیں دادا نے مکتوب پڑھا تو اس نوجوان کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ کھانا تیار ہوگیا تو اسے ایک مہری ناقہ پر سوار کرا کر ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جو کوفہ سے نکال کر اسے باہر پہنچا دے۔ یہ گفتگو مجھے بیحد پسند آئی۔ اسے یاد کر لیا۔ صالح بن شیخ کے یہاں سے واپسی پر مجھے ہارون بن سلیمان بن منصور کے گھر جانا تھا۔ چنانچہ سلام کر کے ان کے گھر کے اندر داخل ہوا۔ یہاں ابن ماسویہ سے ملاقات ہوگئی۔ ہارون نے پوچھا "تم کہاں تھے، کس سے ملاقات ہوئی"۔ میں نے بتایا کہ صالح بن شیخ کے یہاں تھا۔ انہوں نے فرمایا نہایت عمدہ اور خوشگوار گفتگوؤں کی کان ہیں تھے۔ کیا کوئی گفتگو یاد ہے۔ میں نے مذکورہ گفتگو سنائی۔ یوحنا نے کہا "اس سے زیادہ مشابہ میرے بچے کی حکایت ہے۔ میرا چہرہ لمبا، کھوپڑی بلند، پیشانی چوڑی، آنکھیں نیلگوں، یو، ذکی طباع، اور حافظہ اس قدر قوی ہے کہ کانوں میں جو بات پڑتی ہے یاد ہوجاتی ہے۔ طیفوری کی صاحبزادی بھی نہایت خوبصورت تھی، حتیٰ کہ اس سے زیادہ خوبصورت خاتون نہ دیکھی تھی نہ سنی تھی۔ البتہ نہایت سادہ لوح اور پھوہڑ تھی۔ جو کچھ کہتی بلا سمجھے بوجھے کہتی، جو کچھ کہا جاتا اسے سمجھ نہ پاتی۔" اس کے بیٹے نے ہماری تمام برائیاں جذب کر لیں، ہماری خوبیوں میں سے ایک خوبی بھی جذب نہ کر سکا۔ اگر سلطان کا لایعنی باتوں میں دخل نہ ہوتا تو اپنے اس لڑکے کو زندہ چیر پھاڑ کر اسی طرح تحقیق کرتا جس طرح جالینوس بندروں اور انسانوں کو چیرتا پھاڑتا تھا۔ اس طرح معلوم کرتا کہ ذہنی بلادت کے اسباب کیا ہیں تاکہ لوگ ایسی خلقت سے نجات پا جائیں۔ اور اس طرح جاہل خلقت انسانوں کو یہ علم فراہم کر سکوں کہ ان کے جسم، عروق اور اعصاب کی ترکیب کیسی ہوتی ہے۔ مگر سلطان اس سے منع فرماتے ہیں، ایسا لگا کہ ابوالحسن یوسف یہ گفتگو طیفوری اور اس کی اولاد سے بیان کر دے گا، اس طرح ہمارے درمیان ایک شر اور جھگڑے کی بات پیدا کر کے ہم پر ہنسے گا، بات بھی ایسی ہی ہوئی ماسویہ بن۔۔یوحنا اس کے چند دنوں بعد بیمار پڑا۔ معتصم کا قاصد دمشق سے اس زمانہ میں جبکہ وہ مامون کے ساتھ تھا آیا کہ یوحنا کو اس کے یہاں روانہ کر دیا جائے۔ یوحنا نے فصد کھولنے کا خیال ظاہر کیا، مگر طیفوری، اور اس کے دونوں بیٹوں زکریا اور دانیال کا خیال۔ یوحنا کے

برعکس تھا۔ یوحنا نے فصد کھولدی اور دوسرے دن شام روانہ ہوا۔ ماسویہ روانگی کے تیسرے دن وفات پاگیا۔ چنانچہ طیفوری اور اس کے بچے جنازہ اٹھائے قسم کھا کر کہتے تھے کہ یوحنا نے عمداً اسے قتل کردیا ہے۔ استدلال میں وہ گفتگو پیش کرتے تھے جو ہارون بن سلیمان کے گھر میں یوحنا نے کی تھی۔ کتاب الہدایا والتحف جو ابوبکر خالدی اور ابو عثمان خالدی کی تصنیف ہے سے منقول ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں ابویحییٰ نے ہم سے بیان کیا، وہ کہتا ہے متوکل کی فصد کھولی گئی تو اس نے اپنے خاص احباب اور ندیموں سے کہا "فصد کے دن مجھے ہدیہ پیش کرنا" چنانچہ ہر ایک نے اپنا اپنا ہدیہ پیش کیا، فتح بن خاقان نے ایک ایسی کنیز پیش کی جو حسن وظرافت اور فضل وکمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ میں متوکل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کنیز کے ہاتھ میں ایک نہایت خوبصورت زریں ساغر اور ایک بے نظیر بلوری صراحی تھی جس کے اندر نہایت عمدہ شراب تھی، نیز ایک رقعہ تھا جس پر حسب ذیل اشعار تحریر کئے گئے تھے۔ (وافر)

اذا خرج الامام من الدواء — واعقب بالسلامة والشفاء
فلیس لہٗ دواء غیر شرب — بھٰذ الجام من ھٰذا الطلاء
وفض الخاتم المهدی الیہ — فھٰذ اصالح بعد الدواء

—— امام جب علاج سے فارغ ہوجاتے اور اسے صحت وشفا حاصل ہوجاتے۔
—— تو پھر اس کا علاج بس یہی ہے کہ وہ اس طلائی ساغر سے پیئے۔
—— اور اس بکارت کو توڑے جو ہدیہ کی گئی ہے کہ علاج کے بعد یہی موزوں ہے۔

متوکل نے اسے خوب سراہا۔ یوحنا بن ماسویہ بھی موجود تھا۔ اس نے کہا "امیرالمؤمنین! فتح مجھ سے بڑا طبیب ہے۔ اس نے جو مشورہ دیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کیجئے گا۔

میں کہتا ہوں۔ یوحنا کے نوادرات وعجائبات میں ایک عجوبہ یہ ہے کہ متوکل علی اللہ نے اس سے ایک دن کہا "قصرین کا مکان میں نے بیچ دیا ہے" یوحنا نے کہا "امیرالمؤمنین! دوپہر کا کھانا مؤخر کردیں" متوکل کی مراد یہ تھی کہ میں نے عشاء کا کھانا کھایا تو نقصان دہ ثابت ہوا، ابن ماسویہ کے جواب میں علاج کی بات تھی۔

متوکل کی موجودگی میں ابن حمدون ندیم نے ابن ماسویہ کو معتوب کیا۔ ابن ماسویہ نے اس سے کہا "اگر تمہارے اندر اتنی جہالت ہے اس کی جگہ عقل ہوتی اور وہ عقل سو بھونروں میں تقسیم کردی جاتی تو ہر بھونرا ارسطو سے بھی زیادہ دانشور ہوجاتا۔

کتاب جراب الدولہ میں پڑھا ہے کہ ابن ماسویہ طبیب متوکل کے یہاں آیا تو متوکل نے

اپنے ایک خادم سے کہا "فلاں کا پیشاب ایک قارورہ میں لے کر ابن ماسویہ کے سامنے پیش کردو۔ قارورہ کو دیکھ کر اس نے کہا "یہ لامحالہ ایک خچر کا قارورہ ہے" متوکل نے پوچھا "یہ کیسے معلوم ہوا کہ خچر کا قارورہ ہے؟" ابن ماسویہ نے کہا "جس کا قارورہ ہے اسے حاضر کریں تو میرا جھوٹ سچ ظاہر ہوگا۔" متوکل نے کہا "لڑکے کو حاضر کرو" جب وہ سامنے آیا تو ابن ماسویہ نے پوچھا "کل شب میں کیا کھایا تھا" اس نے کہا جو کی روٹی اور خالص پانی۔ ابن ماسویہ نے کہا "بخدا آج کل یہی میرے گدھے کی خوراک ہے۔"

مختار بن حسن بن بطلان کی تحریر سے منقول ہے کہ ابوعثمان جاحظ اور یوحنا بن ماسویہ غالب گمان ہے کہ اسماعیل بن بلبل وزیر کے دسترخوان پر ساتھ بیٹھے۔ مچھلی کے بعد اور اشیاء کے ساتھ چھاچھ پیش کیا گیا۔ یوحنا نے مچھلی اور چھاچھ ایک ساتھ تناول کرنا پسند نہ کیا اس پر ابوعثمان نے کہا "شیخ! مچھلی یا تو دودھ کا مزاج رکھتی ہے یا برعکس کا مزاج رکھتی ہے۔ اگر ایک دوسرے کی ضد ہیں تو دوا میں اور ایک مزاج کی حامل ہیں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم نے ان میں سے کسی ایک کو کھایا ہے" یوحنا نے کہا "بخدا۔ اس گفتگو کا مجھے تجربہ نہ تھا، ابوعثمان! کھالو، اور کل دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ ابوعثمان نے اپنے دعوی کی تائید میں کھالیا، چنانچہ اسی رات اس پر فالج گرا۔ اس نے کہا قیاس محال کا بخدا یہی انجام ہے۔ ابوعثمان کو جس شئے نے گمراہ کیا وہ اس کا یہ اعتقاد تھا کہ مچھلی دودھ کا مزاج رکھتی ہے، اگر اتفاق سے دونوں ایک ہی مزاج کے حامل ہوتے تو ان کے امتزاج سے یقیناً ایسی طاقت حاصل ہوتی۔ جو علیحدہ طور پر کسی ایک کی نہ ہوتی۔

شیخ احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی حسین بن فہم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں محمد بن سلام جمحی مؤلف طبقات الشعراء ہمارے یہاں ۲۲۲ھ میں تشریف لاتے اور سخت بیمار پڑے۔ چنانچہ کوئی پیچھے نہ رہا۔ اکابر اطباء نے انہیں ہدیئے پیش کئے۔ ہدیہ پیش کرنے والوں میں ابن ماسویہ بھی تھا۔ اس نے نبض دیکھی اور حال پر غور کیا تو کہا "کوئی خاص بات گھبرانے کی نہیں ہے" انہوں نے فرمایا "بخدا یہ صرف بیاسی سال کی عمر میں حرص دنیا کی کارستانی ہے۔ انسان غفلت میں ہوتا ہے، بیماری سے اسے بیدار کیا جاتا ہے۔ اگر عرفات میں ایک بار کھڑا ہوتا قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بار زیارت کرلیتا اور اپنے دل کی کچھ باتیں پوری کرلیتا تو بیماری کی جو شدت محسوس کر رہا ہوں وہ آسان ہوجاتی" ابن ماسویہ نے ان سے کہا "آپ گھبرائیں نہیں آپ کی نبض میں حرارت عزیزیہ اور اس کی اتنی طاقت محسوس کرتا ہوں کہ ان عوارض سے اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا تو دس سال زندہ رہیں گے۔" حسین بن فہم کہتے ہیں "ابن ماسویہ نے جو

پیشینگوئی کی تھی وہ برحق ثابت ہوئی۔ محمد بن سلام اس کے بعد دس سال زندہ رہے۔

کتاب الاوراق کے اندر صولی بیان کرتا ہے کہ مامون طرسوس کی ایک نہر بدندون پر اترا۔ وہ اور اس کا بھائی معتصم دونوں یہاں بیٹھے اور ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے پیر نہر کے اندر داخل کر دیئے۔ اس کا پانی نہایت ٹھنڈا، رقیق اور مزیدار تھا۔ مامون نے معتصم سے کہا "اس وقت عراقی کھجور مل جاتا تو کھا کر یہ ٹھنڈا پانی پیتا۔" اتنے میں حلقۂ برید اور اس کے گھنٹوں کی آواز سنائی دی، خبر دی گئی کہ یہ یزید بن مقبل عراق کا ڈاکیہ ہے، چنانچہ اس نے چاندی کی طشتری پیش کی جس میں عمدہ کھجور تھی۔ مامون کو اپنی آرزو اور اس کی تکمیل پر حیرت ہوئی۔ دونوں نے کھا کر پانی پیا، اور اٹھ گئے، مامون نے آرام محسوس کیا، سویا، پھر اٹھا تو بخار میں مبتلا تھا۔ اس کی فصد کھولی گئی، گردن میں ایک ورم ظاہر ہوا جو عام طور پر نظر آیا کرتا تھا۔ طبیب نے اسے چھوڑ رکھا تھا کہ پک جائے، تو آپریشن کرے، معتصم نے طبیب سے کہا، یہ طبیب ابن ماسویہ تھا، کیا مزے کی بات ہے۔ تم اپنے فن میں یگانۂ روزگار طبیب ہو، اور یہ ورم امیرالمومنین کو بار بار ہوتا ہے۔ زائل نہیں ہوتا، اور تم ہو کہ مادہ کاٹنے کے لئے لطف تدبیر سے کام لے رہے ہو، تاکہ دوبارہ عود نہ کرے۔ بخدا اگر یہ بیماری دوبارہ عود کر آئی تو تیری گردن مار دوں گا" معتصم کی بات پر ابن ماسویہ نے سر جھکا لیا اور واپس ہوا۔ اس کا تذکرہ اس نے اپنے بعض معتمد ساتھیوں سے کیا، تو اس نے کہا "جانتے ہو معتصم کا کیا مقصد ہے؟" اس نے کہا نہیں" ساتھی نے کہا "اس نے مامون کو قتل کر دینے کا حکم دیا ہے تاکہ ورم دوبارہ عود نہ کرے ورنہ وہ جانتا ہے کہ طبیب کے بس میں بیماریوں کا ازالہ نہیں ہے۔ اس نے یہ کہا ہے کہ اسے زندہ نہ چھوڑو کہ مرض کا دوبارہ حملہ ہو۔"
ابن ماسویہ بیمار بن گیا اور اپنے ایک شاگرد کو ورم کا معائنہ کرنے اور اپنی جگہ مامون کے یہاں آنے جانے پر مقرر کیا۔ شاگرد مامون کے یہاں روزانہ آتا اور ابن ماسویہ کو مامون کی حالت اور نئی صورت حال کی خبر دیتا۔ ابن ماسویہ نے کہا "جاؤ آپریشن کردو" شاگرد نے کہا تجھے اللہ کی پناہ" ورم تو ابھی سرخ نہیں ہوا ہے، آپریشن کیسے کردوں" ابن ماسویہ نے کہا "آپریشن کردو، جیسا کہ کہہ رہا ہوں دوبارہ اس مسئلہ پر گفتگو نہ کرنا" شاگرد نے آپریشن کر دیا، چنانچہ مامون وفات پا گیا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔

میں کہتا ہوں ابن ماسویہ نے ایسا اس لئے کیا کہ بے مروت، بے دین، اور بے ایمان تھا۔ ملت اسلام سے خارج تھا۔ پھر جیسا کہ یوسف بن ابراہیم نے مذکورہ بالا روایتوں میں حکایت کی ہے اپنے مذہب کا بھی پابند نہ تھا۔ اور جس کا کوئی مذہب اور عقیدہ نہ ہو تو کسی دانشور کیلئے زیبا نہیں کہ اسے قریب کرے اور اس کی طرف میلان رکھے۔

ابن ماسویہ کی وفات "سرمن رآی" میں ۴ جمادی الآخری ۲۴۳ھ کو متوکل کے عہد خلافت میں ہوئی۔

ملفوظات

اس نیکی کے بارے میں پوچھا گیا جس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہو تو اس نے کہا تھوڑی صاف ستھری شراب پینا"
پوچھا گیا" اور نیکی سے خالی بدی؟" اس نے کہا" بوڑھی عورت سے جماع کرنا"
سیب کھانے سے جان واپس آجاتی ہے۔
کھانا وہ کھاؤ جو تازہ ہو، شراب وہ پیو جو پرانی ہو۔

تصانیف

کتاب البرہان تیس ابواب۔ کتاب البصیرہ، کتاب الکمال والتمام، کتاب الحمیات مشجر (شجرہ کی صورت میں) کتاب فی الاغذیہ، کتاب فی الاشربۃ کتاب المنج فی الصفات والعلاجات، کتاب فی الفصد والحجامۃ، کتاب فی الجذام ایسی بے نظیر کتاب پہلے کسی نے نہیں لکھی کتاب الجواہر، کتاب الرجحان، کتاب فی ترکیب الادویۃ المسہلۃ واصلاحہا وخاصۃ کل دواء منہا ومنفعتہ، کتاب دفع مضار الاغذیہ، کتاب فی غیر ماشئ مما عجز عنہ وغیرہ، کتاب السر والکامل، کتاب فی دخول الحمام ومنافعہا ومضرتہا، کتاب السموم وعلاجہا، کتاب الدیباج، کتاب الازمنۃ کتاب الطبیخ، کتاب فی الصداع وعللہ واوجاعہ وجمیع ادویتہ والسدر والعلل المولدۃ لکل نوع منہ وجمیع علاجہ۔ عبداللہ بن طاہر کے لئے تصنیف کی تھی۔ کتاب السدر والدوار، کتاب لم امتنع الاطباء من علاج الحوامل فی بعض شہور حملہن، کتاب محنۃ الطبیب، کتاب معرفۃ محنۃ الکحالین، کتاب دغل العین، کتاب محسبۃ العرق، کتاب الصوت والبحۃ، کتاب ماء الشعیر، کتاب المرۃ السوداء، کتاب علاج النساء لایحبلن حتی یحبلن، کتاب الجنین، کتاب تدبیر الاصحاء، کتاب فی السواک والسنونات، کتاب المعدۃ، کتاب القولنج، کتاب نوادر الطبیبۃ کتاب التشریح، کتاب فی ترتیب سقی الادویۃ المسہلۃ بحسب الازمنۃ وبحسب الامزجۃ وکیف ینبغی ان یسقی، ولمن ومتی وکیف یعان الدواء اذا احتبس وکیف یمنع الاسہال اذا افرط، کتاب ترکیب خلق الانسان واجزائہ وعدد اعضائہ ومفاصلہ وعظامہ وعروقہ ومعرفۃ اسباب الاوجاع۔ مامون کے لئے لکھی تھی۔ کتاب الابدال۔ چند فصلیں، حنین بن اسحاق کے جواب میں لکھی تھی۔ کتاب المالیخولیا واسبابہا وعلاماتہا وعلاجہا، کتاب جامع الطب مما اجتمع علیہ اطباء فارس والروم، کتاب الحیلۃ البرء۔

میخائیل بن ماسویہ طبیب مامون

یہ میخائیل۔ یوحنا بن ماسویہ کا بھائی تھا۔ یوسف بن ابراہیم مولی ابراہیم بن مہدی فرماتے ہیں۔ یہ طبیب کسی بات سے خوش نہ ہوتا نہ اپنی بات پر کوئی دلیل پیش کرتا، نہ کسی طبیب سے سو سالہ ایجاد شدہ کسی چیز پر اتفاق کرتا۔ چنانچہ سکنجبین اور گلقند صرف شہد کے ساتھ استعمال کرتا۔ عرق گلاب سے تیار شدہ جلاب استعمال نہ کرتا۔ یہ جلاب وہ گرم پانی میں ابالے ہوئے گلاب سے تیار کرتا شکر سے تیار نہ کرتا۔ اسلاف جن چیزوں کو استعمال کرتے تھے انہیں یہ استعمال کرتا۔ میں نے ایک دن کیلے کے بارے میں اس سے پوچھا تو کہا "بزرگان قدیم کی کتابوں میں اس کا تذکرہ کہیں نہیں پڑھا ہے، ایسی صورت میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ دوسروں کو کھانے کا مشورہ دیتا ہوں۔ مامون اس سے متاثر تھا اور جبرئیل بن بختیشوع پر فوقیت دیتا تھا۔ حتیٰ کہ نام کے مقابلہ میں زیادہ ترکنیت سے یاد کرتا تھا۔ دوائیں وہی پلاتا جس کی ترکیب و اصلاح خود اسی نے کی ہوتی، مدینۃ السلام کے تمام اطباء اس کی بے مثال تعظیم کرتے تھے۔

۔یوسف کہتے ہیں نصف شوال ۲۲۰ھ کو وہ اکابر اطباء کی ایک جماعت کے ساتھ ابراہیم بن مہدی کے گھر آیا۔ شکلہ بیمار تھی، معتصم نے اطباء کو اس کے یہاں بھیجا تھا کہ اس کا حال معلوم کرکے بتائیں چنانچہ وہ ایک دن پہلے ہی آئے، قارورہ دیکھا، نبض دیکھی، دوسرے دن اس کی بیماری پر غور کیا اور سب نے باتفاق کہا کہ یہ صحیح ہے، افاقہ میں کوئی شک نہیں ہے" میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ سب نے یا اکثریت نے عافیت کا تذکرہ کرکے ابو اسحاق کو خوش کرنا چاہا ہے، وہ اٹھ کر چلے تو میں نے پیچھا کیا اور ایک ایک سے مریضہ کا حال پوچھا، ہر ایک نے وہی بات کہی جو ابو اسحاق سے کہی تھی۔ صرف سلمویہ بن نبان نے کہا "کل کے مقابلہ میں اس کی حالت ابتر ہے" میخائیل نے بتایا "کل دل کے قریب ایک ورم محسوس ہوا تھا۔ آج ہم نے نہیں دیکھا، یہ چھلاوے کی طرح زمین میں گھس گیا یا آسمان پر چلا گیا۔ جاؤ اس خاتون کی تجہیز کرو، رات زندہ نہ رہے گی" چنانچہ عشاء کے وقت اس کا انتقال ہو گیا۔ میخائیل کی پیشینگوئی پر صرف دس گھنٹے یا اس کے لگ بھگ گذرے تھے۔

۔یوسف کہتے ہیں "مجھ سے میخائیل بن ماسویہ نے بیان کیا کہ مامون بغداد آیا تو طاہر بن حسین کی ہم مشربی اختیار کی ایک دن جبکہ سامنے قطربلی کی شراب موجود تھی اس نے کہا "ابو طیب! اس طرح کی شراب کبھی دیکھی تھی؟" اس نے کہا "ہاں" مامون نے پوچھا "رنگ، مزہ اور بو میں اسی جیسی؟" اس نے کہا "ہاں" مامون نے پوچھا "کہاں؟" اس نے کہا "بوشنج میں" مامون نے کہا "یہ شراب کچھ منگا دو، طاہر نے اپنے وکیل کو لکھا۔ چنانچہ شراب آگئی۔ نہروان سے مامون کو خبر دی گئی کہ طاہر کے

یہاں بوشنج سے ایک ہدیہ بھیجا گیا ہے۔ خبر ملنے کے بعد مامون کو امید ہوئی کہ طاہر یہ شراب لائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد مامون نے طاہر سے پوچھا "جو چیزیں آئیں ان میں شراب نہیں ہے؟" اس نے کہا "پناہ بخدا! امیر المومنین مجھے رسوا نہ کریں" مامون نے کہا کیوں؟" اس نے کہا" امیر المومنین سے میں نے ایک ایسی شراب کا تذکرہ کیا تھا جسے میں نے غربت میں اور اس گاؤں کے اندر پی تھی جس کا حکمران بن جانے کی آرزو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب امید سے زیادہ مجھے حکمرانی کے اختیارات بخشے اور یہ شراب آئی تو اسے باعث توہین سمجھا" مامون نے کہا" بہرحال اسے لاؤ" یہ لائی گئی مامون نے اس پر "طاہری" لکھ کر خزانہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس کی خرابی پر اس کا مذاق اڑائے۔ دو سال کے بعد مامون کو قئے کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ اسے خراب نبیذ کے ذریعہ قئے کرنے کا مشورہ دیا گیا، بتایا گیا کہ عراق میں طاہری سے زیادہ خراب کوئی نبیذ نہیں ہے۔ یہ نکالی گئی تو قطربلی جیسی بلکہ اس سے بھی زیادہ عمدہ ثابت ہوئی۔ عراق کی آب و ہوا نے ہر پودے اور ہر شراب کی طرح اسکی بھی اصلاح کر دی تھی۔

عیسیٰ بن ماسہ

اپنے وقت کا ایک فاضل طبیب تھا اور فن طب کے اندر ممتاز شخصیتوں میں شمار تھا مریضوں کے علاج میں اس کا ایک عمدہ طرز تھا۔ کتاب قوی الاغذیہ کتاب من لایحضرہ طبیب، مسائل فی النسل والذریۃ، کتاب الرؤیا۔ اس کتاب کے اندر حاملہ خواتین کے علاج وغیرہ کے ممنوع ہونے کا سبب بیان کیا ہے۔ کتاب فی طلوع الکواکب التی ذکرہا بقراط، کتاب فی الفصد والحجامۃ اور رسالۃ فی استعمال الحمام اس کی تصنیفات ہیں۔

حنین بن اسحاق

ابوزید حنین بن اسحاق عَبَادی۔ عَبَاد وہ مختلف عرب قبائل کہلاتے ہیں جو حیرہ کے عیسائی تھے۔ ان کی جانب نسبت عَبَادی کہلاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے (منسرح)

لیسقیکما من بنی العباد رشا　　　منتسب عیدہ الی الاحد

—— یہ شراب تمہیں بنو عَباد کا وہ بچۂ ہرن پلاتا ہے جس کی عید اتوار کی جانب منسوب کی جاتی ہے (یعنی عیسائی نوجوان)

حنین بن اسحاق نہایت فصیح ، زبان داں ، فاضل اور شاعر تھا۔ بصرہ میں ایک مدت رہا۔ عربی زبان میں اس کا استاذ خلیل بن احمد تھا ، اس کے بعد بغداد چلا آیا اور یہاں فن طب میں مشغول ہوا۔

یوسف بن ابراہیم فرماتے ہیں ، فن طب کے اندر حنین بن اسحاق کو جدوجہد اور توجہ کرنے کا سب سے پہلا موقع اس طرح حاصل ہوا کہ یوحنا بن ماسویہ کی محفل فن طب کے لئے سب سے زیادہ عام تھی ، یہاں مختلف ارباب ادب مجتمع ہوتے تھے۔ یوسف کہتے ہیں میں حنین بن اسحاق ترجمان کو دیکھتا کہ یوحنا بن ماسویہ کے روبرو کتاب فرق الطب جو رومی اور سریانی زبانوں میں ہراسیس کے نام سے موسوم تھی پڑھتا تھا ، اس وقت یہی حنین سوال کرتا تھا۔ یہ بات یوحنا کے لئے گراں گذرتی تھی۔ نیز ذہن سے اسے اس لئے بھی دور رکھتا تھا کہ وہ حیرہ کا رہنے والا صرافوں کی اولاد تھا۔ اہل جندی سابور ، خاصکر اور اس کے اطباء حیرہ والوں سے گریز کرتے تھے۔ انہیں یہ پسند نہ تھا کہ ان کے فن کے اندر تاجر کی اولاد شریک ہو۔ ایک دن حنین نے کتاب کے کسی مقام پر استفہام کے طور پر یوحنا سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ یوحنا کو طیش آگیا۔ اس نے کہا ، حیرہ والوں کو فن طب سے کیا سروکار ، جاؤ اپنے فلاں رشتہ دار کے پاس اور اس سے پچاس درہم لے کر ایک درہم میں چھوٹی چھوٹی ٹوکریاں ، تین درہم میں زرنیخ[1] اور بقیہ درہموں میں کوفی اور قادسی پیسے خرید لو۔ ان ٹوکریوں میں قادسی پیسوں پر ہڑتال کرو ، اور شاہراہ پر بیٹھ جاؤ۔ صدقہ اور خرچ کرنے کے لئے عمدہ سکوں کی جانچ کرو ، اور پیسوں کو بیچو ، یہ مشغلہ اس فن کے مقابلہ میں زیادہ مفید رہے گا۔" اس کے بعد اسے گھر سے نکال دینے کا حکم دیا۔ حنین روتا ہوا اضطراب کے عالم میں نکلا ، پھر اسے ہم نے دو سال نہیں دیکھا۔ رشید کی ایک رومی کنیز خرشی نامی تھی۔ رشید کے نزدیک اس کی قدرومنزلت تھی اس کا مقام ومرتبہ وہی تھا جو خوازن کا تھا۔ اس کنیز کی ایک بہن یا بھانجی تھی جو کبھی رشید کے پاس پہننے کے کپڑے یا کوئی چیز لائی تھی جسے خرشی نے اس کے لئے محفوظ کر رکھی تھی۔ رشید نے اس لڑکی کو ایک دن تلاش کیا اور خرشی سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس نے ایک رشتہ دار سے اس کی شادی کردی ہے ، اس پر رشید نے غضبناک ہو کر کہا " میری اجازت کے بغیر اپنے کسی رشتہ دار سے اس کی شادی کر دینے کی جرأت تمہیں کیسے ہوئی ، جبکہ تم نے میرے پیسوں سے اسے خریدا تھا ، یہ میرا مال تھا " رشید نے سلام ابرش کو شادی کرنے والے شخص کو معلوم کرنے اور سزا دینے کا حکم دیا۔ سلام پتہ لگا کر شوہر کے یہاں پہنچا اور اس سے اس وقت تک بات نہ کی جب تک اسے خصی نہ کر دیا۔ کنیز کو حمل

---

[1] زرنیخ ۔ ہڑتال ۔

قرار پا چکا تھا۔ رشید جب طوس روانہ ہوا تو اس کے یہاں ولادت ہوئی۔ خرشی نے اس لڑکے کو متبنیٰ کر لیا۔ اسے رومی آداب سکھاتے اور رومیوں کی کتابیں پڑھاتیں۔ اس نے یونانی زبان کا علم اس طرح سیکھا کہ اس میں فائق ہوا۔ یہ تھا اسحاق معروف بہ ابن خصی۔ ہم اہل ادب کی محفلوں میں بہ کثرت شرکت کرتے تھے۔ اس لئے ادب کا حق اور اس کا احترام لازم ہے۔ اسحاق بن خصی بیمار پڑا تو اس کی عیادت کے لئے پہنچا۔ یہاں گھر کے اندر موجود تھا کہ نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جس کے بالوں نے اسے ڈھانک رکھا تھا۔ بالوں کے کچھ حصّہ سے وہ خود کو مجھ سے چھپا رہا تھا وہ پس وپیش میں تھا اور رومی شعراء کے سرخیل ہومیرس کا ایک شعر گنگنا رہا تھا۔ آواز حنین کی آواز سے مشابہ تھی۔ اسے دیکھے ہوتے دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا تھا۔ میں نے اسحاق بن خصی سے کہا ، " یہ حنین معلوم ہوتا ہے " اس نے اقرار جیسا انکار کیا۔ میں نے حنین کو آواز دی تو اس نے لبیک کہا۔ اور کہا ، " رسالہ زانیہ کا بیٹا کہتا ہے یہ محال ہے کہ کوئی عبادی طب حاصل کرلے۔ اگر حاصل کرلے تو میرا مذہب عیسائیت نہیں۔ میں نے طب کی تعلیم اور یونانی زبان ایسی ٹھوس حاصل کی کہ زمانہ میں کوئی اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ میرے اس بھائی نے مجھے صرف پہچانا ہے ، اگر معلوم ہوتا کہ تم مجھے جان لوگے تو روپوش ہو جاتا۔ مگر مجھے معلوم تھا کہ تمہاری نگاہوں میں میری بات تبدیل ہو چکی ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ میرا معاملہ پوشیدہ رکھنا " تین یا چار سال پھر اسے میں نے نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ایک دن جبرئیل بن بختیشوع کے یہاں حاضر ہوا۔ وہ مامون کی وفات سے کچھ مدت بیشتر اس کے لشکر میں آیا تھا۔ یہاں حنین کو پایا۔ اس نے جبرئیل کے لئے ان حصوں کا ترجمہ کیا تھا جنہیں رومیوں نے جالینوس کی ایک تشریحی کتاب کے اندر مختلف ابواب میں تقسیم کیا تھا۔ جبرئیل اسے نہایت احترام کے ساتھ " یا ربن حنین " کہتا ، ربن " معلم " کو کہتے ہیں میں نے جو منظر دیکھا اس سے حنین کے لئے نہایت عظمت محسوس کی ، میرے چہرے پر اس کیفیت کو دیکھکر جبرئیل نے کہا " اس نوجوان کا جو احترام کر رہا ہوں اسے زیادہ نہ سمجھو ، بخدا اگر اس کی عمر دراز ہوئی تو سرجس کو شرمندہ کردے گا (جس سرجس کا تذکرہ جبرئیل نے کیا وہ سرجس راس عینی ہے ، اور یہ پہلا شخص ہے جس نے رومی علوم سریانی زبان کے اندر منتقل کئے) نیز وہ دیگر مترجمین کو بھی شرمندہ کرے گا "

حنین جبرئیل کے یہاں سے چلا گیا ، میں نے دیر تک قیام کیا پھر روانہ ہوا دروازہ پر دیکھا کہ حنین کھڑا میرا انتظار کر رہا ہے۔ اس نے سلام کیا اور کہا ، " میں نے آپ سے خود کو پوشیدہ رکھنے کی درخواست کی تھی اور اب یہ درخواست ہے کہ ظاہر کریں ، ابو عیسیٰ سے جو کچھ سنا ہے اور میرے بارے میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بھی اظہار کریں ۔" میں نے کہا " ابو عیسیٰ سے تمہاری جو تعریف سنی ہے اسے پیش کر کے میں یوحنا کو روسیاہ کروں گا " اس نے آستین سے ایک نسخہ نکالا جسے اس نے جبرئیل کو نہیں دیا تھا۔

اور کہا "یوحنا کی روسیاہی مکمل طور پر اس طرح ہوگی کہ یہ نسخہ اسے پیش کرو اور مترجم کا نام پوشیدہ رکھو۔ اور جب دیکھو کہ حیرت اس کی انتہا کو پہنچ چکی ہے تو پھر بتاؤ کہ یہ میری تخلیق ہے۔" چنانچہ یہ کام میں نے اسی دن گھر جانے سے پہلے کیا۔ یوحنا نے ان فصلوں کو دیکھا جنہیں "یونانی" فاعلات" کے نام سے موسوم کرتے ہیں تو اسے سخت حیرت ہوئی۔ اس نے کہا "جیسے مسیح نے اس زمانہ میں کسی کو وحی کی ہو" میں نے جواب میں کہا "نہ اس زمانہ میں نہ کسی اور زمانہ میں مسیح نے وحی کی ہے، انہیں تو وحی کی جاتی تھی" اس نے کہا "چھوڑو یہ بات، اس تخلیق کو یقیناً روح القدس کی تائید حاصل ہے۔" میں نے کہا "یہ حنین بن اسحاق کی تخلیق ہے جسے تم نے اپنے گھر سے بھگا دیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ پیسے خرید کر بیچے۔" اس نے قسم کھا کر کہا "جو بات کہہ رہے ہو بالکل محال ہے" اس کے بعد اس نے میری اطلاع کی تصدیق کی اور باہمی اصلاح کے لئے مجھ سے حسن تدبیر اختیار کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ میں نے اصلاح کا کام انجام دیا۔ یوحنا نے اس پر بکثرت احسانات و انعامات کئے۔ اور ہمیشہ اس کا احترام کرتا رہا حتیٰ کہ ۲۲۵ھ میں عراق کو میں نے خیرباد کہا۔ حنین کے بارے میں یوسف کی یہ ہیں جملہ معلومات۔

میں کہتا ہوں کہ اسی وقت سے حنین نے یوحنا بن ماسویہ کی صحبت اختیار کر لی اس کی شاگردی کی، اور اس کی نگرانی میں فن طب سے اشتغال رکھا۔ حنین نے ابن ماسویہ کے لئے بہت ساری کتابوں بالخصوص جالینوس کی تصنیفات کچھ عربی اور سریانی زبان میں منتقل کیں۔ حنین اپنے زمانہ میں یونانی، فارسی اور سریانی زبانوں کا سب سے بڑا عالم تھا۔ ان زبانوں کے فہم و ادراک کے اندر اسے جو کمال حاصل ہوا وہ ہمعصروں کو حاصل نہ ہوا۔ بایں ہمہ عربی زبان سے بھی اشتغال رکھا حتیٰ کہ عربی کے ممتاز ارباب کمال میں اس کا شمار ہوا۔

مامون نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی شیخ خوبصورت سی میز پر بیٹھا خطاب کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں ارسطو ہوں۔ خواب سے بیدار ہو کر ارسطو کے متعلق دریافت کیا تو بتایا کہ یونان کا ایک حکیم گذرا ہے۔ اس نے حنین بن اسحاق کو بلایا کہ ترجمہ میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا اور حکماء یونان کی کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کرنے کی خدمت سپرد کی۔ اور کافی مال و دولت اور عطیات سے اسے سرفراز کیا۔

حسن بن عباس معروف بہ صنادیقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ابوسلیمان نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن عدی کو کہتے ہوئے سنا ہے، مامون نے کہا کہ خواب میں ایک شخص کو کرسی پر اس مجلس کے اندر بیٹھا ہوا دیکھا جس میں بیٹھا کرتا تھا اسے دیکھ کر مجھ پر حیرت طاری ہوئی۔ اس کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ارسطو ہے۔ میں نے کہا اس سے کچھ باتیں پوچھوں گا" چنانچہ پوچھا "حسن کیا ہے؟" اس نے کہا "وہ شئے

جسے عقل حسین سمجھے" پوچھا" پھر اس کے بعد؟" اس نے کہا "وہ شئے جسے شریعت حسین سمجھے" پوچھا اس کے بعد؟" اس نے کہا" جسے عوام حسین سمجھیں" پوچھا "اس کے بعد؟" اس نے کہا" اس کے بعد کچھ نہیں" چنانچہ یہ خواب تصنیفات کی اشاعت کا سب سے طاقتور سبب ثابت ہوا۔ اس سلسلہ میں شاہ روم اور مامون کے درمیان مراسلت ہوئی۔ مامون نے شاہ روم کو لکھا کہ روم میں قدیم علوم کا جو خزانہ موجود ہے اس کا انتخاب حاصل کرنے کی اجازت دے۔ پہلے تو اس نے انکار کیا پھر اجازت دے دی۔ چنانچہ مامون نے اس مقصد سے ایک جماعت روانہ کی جس میں حجاج بن مطر، ابن بطریق اور بیت الحکمت کا سربراہ سلما وغیرہ تھے۔ انہیں جو تصنیفات میں انہیں منتخب کر کے مامون کے یہاں لے آتے، مامون نے ان کے تراجم کا حکم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ روم جانے والوں میں یوحنا بن ماسویہ بھی تھا۔ مامون نے حنین بن اسحاق کو بھی جو نوخیز تھا بلایا اور یونانی حکماء کی جن تصنیفات کا ترجمہ کر سکتا تھا اسے عربی میں منتقل کرنے اور دیگر مترجمین کے ترجموں کی اصلاح کا کام سپرد کیا۔

حکایت ہے کہ جن کتابوں کا وہ عربی میں ترجمہ کرتا اسی کے برابر تول کر مامون اسے سونا عطا کرتا۔ ابو سلیمان منطقی سجستانی کہتا ہے کہ بنو شاکر یعنی محمد، احمد اور حسن مترجمین کی ایک جماعت کو جس میں حنین بن اسحاق، حبیش بن حسن، اور ثابت بن قرہ وغیرہ تھے نقل و ترجمہ کے عوض پانچسو دینار مشاہرہ دیا کرتے تھے۔

حنین بن اسحاق کہتا ہے کہ اس نے بکثرت ممالک کا سفر کیا، اور جن کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہتا تھا ان کی تلاش میں اقصائے روم تک پہنچا۔ کتاب الفہرست میں محمد بن اسحاق ندیم نے لکھا ہے کہ اسحاق بن شہرام سے ایک عام مجلس کے اندر بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ روم میں قدیم تعمیر کا ایک ہیکل تھا اس پر ایک ایسا دروازہ تھا جس سے بڑا دروازہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ دروازے کے دو فولادی پٹ تھے قدیم زمانہ میں یونانی کواکب اور اصنام پرستی کے وقت اس دروازے کی تعظیم کرتے اور اس کے اندر دعا مانگتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے شاہ روم سے دروازہ کھولنے کی درخواست کی، مگر اس نے منظور نہ کی، کیونکہ روم نے جب سے عیسائی مذہب اختیار کیا اسی وقت سے یہ بند ہے۔ مگر میں شاہ روم سے برابر مراسلت اور اس کے دربار میں حاضری کے وقت بالمشافہ گفتگو کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے دروازہ کھول دیا۔ اندر دیکھا تو سنگ مرمر اور مختلف بڑی بڑی چٹانوں سے یہ ہیکل بنایا گیا تھا۔ اس پر کثرت سے اور نہایت خوبصورت کتبات اور نقوش کندہ کئے گئے تھے ہیکل کے اندر قدیم کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ چند اونٹوں پر، بلکہ اس سے بڑھ کر اس نے بتایا کہ ایک ہزار اونٹوں پر لادا جا سکتا تھا۔ بعض کتابیں بوسیدہ بعض علی حالہ باقی، اور بعض کرم خوردہ تھیں۔ اس میں قربانیوں کے زریں آلات کی نہایت خوبصورت

اشیاء دیکھیں ۔ ہیکل سے باہر آنے کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا، ہیکل دکھا کر شاہ روم نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ یہ واقعہ سیف الدولہ بن حمدون کے عہد کا ہے ۔ راوی کا خیال ہے کہ یہ ہیکل قسطنطنیہ سے تین یوم کی مسافت پر واقع ہے۔ ہیکل کی ہمسائیگی کا شرف صابی قوم اور کلدانیوں کو حاصل ہے۔ رومیوں نے انہیں اپنے مذہب پر باقی رکھا ہے اور ان سے جزیہ وصول کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں حنین کا کاتب ایک ارزق نامی شخص تھا۔ میں نے جالینوس وغیرہ کی بہت ساری کتابوں کو اس کے خط میں لکھی ہوئی دیکھی ہیں ۔ بعض کتابوں پر حنین کے خط سے یونانی زبان میں نکتے لگائے گئے ہیں اور ان کتابوں کے اوپر مامون کی علامت ثبت کی گئی ہے ۔

عبید اللہ بن جبرئیل بن بختیشوع مناقب الاطبا ء کے اندر لکھتا ہے کہ اطباء کی صف میں جب حنین کا شُہرہ ہوا اور اس کی خبر خلیفہ کو ملی تو اس نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ آیا تو عمدہ جاگیریں دیں۔ اس کے لئے ایک عمدہ مددگار مقرر ہوا اسے وہ رومیوں کے دونوں صحیفوں ؐ کی تعلیم دیتا تھا۔ خلیفہ اس کی علمی باتیں سنتا مگر اس کی تجویز کردہ دوائیں اسوقت تک استعمال نہ کرتا جب تک دوسروں سے مشورہ نہ کرلیتا۔ اس نے اس کا امتحان لینا چاہا تاکہ دل میں اس کی جانب سے شاہ روم کا آلۂ کار ہونے جو گمان پیدا ہو چکا تھا اس کا ازالہ ہوجائے ۔ چنانچہ ایک دن اسے خلعت پہنانے کا حکم دیا اور دستخط شدہ ایک دستاویز منگائی جس میں پچاس ہزار درہم پر مشتمل ایک جاگیر تھی ۔ حنین نے اس احسان کا شکریہ ادا کیا، خلیفہ نے تھوڑی گفتگو کے بعد کہا، میں چاہتا ہوں ایک ایسی دوا تجویز کرو جو مطلوبہ دشمن کو ہلاک کر دے، اس کا شہرہ نہ ہو، ہم چپکے سے یہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ "حنین نے کہا" امیرالمؤمنین! میں نے صرف مفید دواؤں کا علم حاصل کیا ہے ۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ امیرالمؤمنین مجھ سے ان کے علاوہ کوئی اور بھی دوا چاہیں گے اگر مرضی ہو تو جاؤں اور اس طرح کی دوا کا علم حاصل کروں"۔ خلیفہ نے کہا یہ لمبا کام ہے"، خلیفہ نے دھمکایا، لالچ دیا" مگر حنین نے جو بات کہی تھی اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ خلیفہ نے اسے ایک قلعہ کے اندر قید کر دینے کا حکم دیا اور ایک شخص کو مقرر کیا جو وقتاً فوقتاً اور یوماً فیوماً اس کی خبریں پہنچاتا رہے ۔ قید میں وہ ایک سال رہا۔ اس عرصہ میں ترجمہ و تالیف اور شرح و تالیف کا کام کرتا رہا ۔ جس حال میں تھا اس کی اسے پرواہ نہ تھی۔ ایک سال کے بعد خلیفہ نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا، کچھ مال و دولت بھی منگایا تاکہ لالچ دے سکے، اور ایک تلوار، چرمی چٹائی اور سزا کے تمام آلات حاضر کئے، حنین جب حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس سے کہا،

ؐ اصل عبارت یہ ہے، " وکان یشعرہ بزبوری الروم " اس کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے، اسے وہ رومیوں کے بادشاہ کا احساس دلاتا تھا" یہی ترجمہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے (مترجم)

جو بات میں نے کہی اسے کرنی ضروری ہے، اگر اسے انجام دیدیا تو یہ مال ہے یہ دولت ہے۔ اپنی جانب سے اس کا دوچند بھی دوں گا۔ اور اگر انکار کیا تو نہایت برائی سے پیش آؤں گا اور بری طرح قتل کر دوں گا"۔ حنین نے کہا "میرا ایک پروردگار ہے جو کل موقف اعظم میں میرا حق وصول کرلے گا، اگر امیرالمومنین اپنی ذات پر ظلم کرنا پسند کریں تو کر سکتے ہیں "خلیفہ نے مسکرا کر کہا "حنین! خوش رہو، ہم پر اعتماد رکھو، یہ بات ہماری جانب سے امتحان کے طور پر تھی۔ کیونکہ بادشاہوں کی چالوں سے اور تمہاری ذات سے متاثر ہونے پر ہمیں خطرہ تھا۔ ہم نے اطمینان اور تمہاری ذات پر اعتماد کرنے کے لئے ایسا کیا، تاکہ تمہارے علم سے مستفید ہوں"۔ حنین نے زمین کا بوسہ دیا اور خلیفہ کا شکریہ ادا کیا۔ خلیفہ نے اس سے کہا حنین! آخر کیا بات تھی جس کی وجہ سے تم نے ہماری بات قبول نہ کی، جبکہ دونوں حالتوں میں ہمارا عزم تم دیکھ چکے تھے؟" اس نے کہا "امیرالمؤمنین! دو باتیں تھیں" خلیفہ نے پوچھا "وہ کیا؟" حنین نے کہا "مذہب اور فن" خلیفہ نے پوچھا "وہ کیسے؟" حنین نے کہا "مذہب اپنے دشمنوں تک کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے پھر ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ اس کی تعلیم کا کیا حال ہوگا۔ جو ایسا نہیں کرتے مذہب انہیں دور رکھتا ہے اور محروم کر دیتا ہے۔ فن ہمیں ابنا ءجنس کو نقصان پہنچانے سے روکتا ہے کیونکہ اس کا موضوع افادہ و اصلاح ہے۔ بایں ہمہ اطباء کی گردنوں پر اللہ نے مؤکد قسموں کے ساتھ یہ مضبوط عہد رکھا ہے کہ وہ مہلک دوا دیں گے نہ موذی۔ میں نے دونوں شریعتوں کی ان دونوں باتوں کی خلاف ورزی کرنا گوارا نہ کی۔ اور خود کو قتل پر مطمئن کر لیا۔ کیونکہ جو اللہ کی اطاعت میں جان دیتا ہے اللہ اسے ضائع نہیں کرتا، وہ مجھے بدلہ دیتا رہا ہے۔ خلیفہ نے کہا" یہ دونوں نہایت جلیل القدر شریعتیں ہیں خلیفہ نے اسے خلعت عطا کرنے کا حکم دیا چنانچہ خلعت عطا کی گئی اور مال و دولت اس کے آگے ڈھیر کر دیا گیا۔ وہ یہاں سے نکلا تو جاہ و مرتبہ میں کوئی انسان اس کے برابر نہ تھا۔

میں کہتا ہوں حنین کے دو بیٹے داؤد اور اسحاق تھے، دونوں کے لئے اس نے اصول و مبادی اور تعلیم و تعلم پر طبی کتابیں تصنیف کیں اور جالینوس کی بہت ساری کتابوں کا ترجمہ کیا۔

اطباء کے درمیان داؤد کو شہرت حاصل نہ ہوئی۔ اس نے صرف ایک کناش لکھی، اس کے علاوہ کوئی ایسی تصنیف نہیں ملتی جس سے اس کی مہارت اور علمی کمال کا پتہ چلتا۔

اسحاق نے بہت ساری یونانی کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کیا۔ اس کی اصل اور تمام تر توجہ ارسطو وغیرہ کی تصانیف حکمیہ کو منتقل کرنے پر مرکوز تھی۔ جبکہ اس کے والد حنین کا میدان کار طبی کتابوں بالخصوص جالینوس کی تصنیفات کا ترجمہ تھا۔ حتیٰ کہ عام طور پر جالینوس کی جو کتاب بھی ملتی ہے وہ یا تو حنین کا ترجمہ ہے یا اس کی اصلاح۔ اس کے علاوہ اسطاث، ابن بکس، بطریق اور ابو سعید عثمان دمشقی

وغیرہ کے جو ترجمے ملتے ہیں وہ حنین کے اصلاح و ترجمہ کے مقابلہ میں بے حقیقت اور ناقابل اعتناء ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حنین فصاحت و بلاغت میں اقلیم سخن کا فرماں روا تھا، نیز جالینوس کے افکار و نظریات سے بھی ماہرانہ واقفیت رکھتا تھا۔

جالینوس کی بعض سولہ کتابوں کا جن کا سریانی ترجمہ جرجس طبیب اور عربی ترجمہ موسی بن خالد ترجمان کا ہے جب میں نے مطالعہ کیا اور الفاظ عبارتوں پر غور کیا تو صاف ظاہر ہوا کہ ان ترجموں میں اور حنین کے ترجموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حنین کو سرمہ سازی کے فن میں بھی مہارت حاصل کی تھی۔ عمدہ سرمہ سازی پر اسکی مشہور و معروف تصنیفات ہیں۔

شیخ شہاب الدین صقلی نحوی نے مجھ سے بیان کیا کہ حنین بن اسحاق خلیل بن احمد کے تلامذہ سیبویہ وغیرہ کے ساتھ عربی زبان سے شغل رکھتا تھا۔ یہ بعید از امکان نہیں ہے، کیونکہ دونوں کا زمانہ ایک ہے اور وہ زمانہ مامون کا ہے، اس کی تالیفات اور ترجموں سے عربی زبان کی فصاحت اور فضل و کمال کا پتہ چلتا ہے۔ حتیٰ کہ عربی زبان و ادب کے سلسلہ میں اس کی تصنیفات موجود ہیں۔

سلیمان بن حسان راوی ہے کہ حنین بغداد سے فارس گیا، یہاں خلیل بن احمد نحوی موجود تھا چنانچہ حنین نے اس کی صحبت اختیار کی حتیٰ کہ عربی زبان میں مہارت پیدا کی۔ وہ کتاب العین بغداد لایا، یہاں ترجمہ کے لئے اسی کو منتخب اور اسی پر اعتماد کیا گیا۔ ترجمہ کی ذمہ داری سپرد کرنے والا متوکل علی اللہ تھا اس کے لئے ترجمہ کی علمی حذاقت رکھنے والوں مثلاً اصطفن بن بسیل اور موسیٰ بن خالد ترجمان کے ساتھ ایک کتاب لکھی۔ یہ حضرات ترجمہ کرتے تھے اور وہ صفحہ صفحہ دیکھتا جاتا تھا۔

راوی کہتا ہے طب کے ذریعہ حنین نے متوکل علی اللہ کی خدمت کی۔ اور اس کے زمانہ میں ہر دلعزیز ہوا۔ وہ کمر پر پیٹی باندھتا تھا، اسکندریہ کے اندر۔ یونانیوں کی زبان سیکھی، ترجمہ میں کمال رکھتا تھا، اسی نے بقراط اور جالینوس کی تصنیفات کے معانی و مفاہیم ظاہر کئے، ان کی نہایت عمدہ تلخیص پیش کی۔ مغلق عبارتوں کی تشریح اور مشکل معانی کی وضاحت کی، اس کی مفید، عمدہ اور نہایت علمی تصنیفات ہیں۔ جالینوس کی تصنیفات کے باب میں اس نے اسکندرانیوں کا طرز اختیار کیا اور انہیں سوال و جواب کے انداز پر خوبصورتی کے ساتھ مرتب کیا۔ حنین بن اسحاق اپنے متعلق لکھتا ہے کہ جتنی کتابیں اس کی ملکیت میں تھیں وہ سب ضائع ہوگئیں، ایک بھی باقی نہیں رہی۔ اس کا تذکرہ اس نے جالینوس کی فہرست کتب پر لکھے گئے مقالہ کے اندر کیا ہے۔

ابو علی قبانی کہتا ہے سواری سے اترنے کے بعد حنین روزانہ حمام میں داخل ہوتا جسم پر پانی انڈیل کر نکلتا اور ایک کمبل لپیٹ لیتا۔ اس وقت ایک روپہلی طشتری کے اندر چار سو گرام شراب اور شوربہ میں توڑ کر بھگوئی ہوئی روٹی پیش کی جاتی۔ روٹی کھا کر شراب پی لیتا۔ پھر بستر پر پڑ رہتا حتیٰ کہ اچھی طرح پسینہ آجاتا۔ گاہے حمام کے بعد سو رہتا، پھر اٹھ کر بخور سلگاتا، اس کے بعد کھانا پیش کیا جاتا، جس میں بڑے فربہ چوزہ کا زیرباجہ اور سات سو گرام روٹی ہوتی۔ شوربہ چاٹ کر چوزہ اور روٹی کھا لیتا پھر سو رہتا۔ بیدار ہونے کے بعد ایک کلو دو سو گرام پرانی شراب پیتا۔ تمام عمر اس کے سوا کچھ نہ کھایا۔ تازہ میووں کی خواہش پر شامی سیب، انار، اور بہی کھا لیتا۔

احمد بن طیب سرخسی کتاب اللہو والملاہی میں لکھتا ہے کہ حنین طبیب نے کہا متوکل کے عہد میں کسی شب دارالخلافہ کے قاصد میری تلاش میں آئے اور کہا "خلیفہ بلا رہا ہے" اس کے بعد ایک جماعت آئی، اس کے بعد زرافہ آیا جس نے بستر اٹھا کر ڈھکیلتا ہوا مجھے خلیفہ کے یہاں لے آیا۔ اور کہا "آقا! یہ ہے حنین" خلیفہ نے کہا زرافہ کو ضمانت کی رقم دیدو، چنانچہ اسے تیس ہزار درہم دیئے گئے۔ پھر خلیفہ نے میری جانب متوجہ ہو کر کہا "میں بھوکا ہوں، عشاء کے کھانے میں کیا کھاؤں" میں نے کچھ غذائیں بتائیں پھر پوچھا "معاملہ کیا ہے؟" بتایا گیا کہ ایک گلوکار نے خلیفہ کو ایک گیت سنایا" اس نے پوچھا یہ کس کا گیت ہے؟" کہا گیا "حنین بن بلوع عبادی کا" چنانچہ خلیفہ نے زرافہ کو مامور کیا کہ حنین بن بلوع عبادی کو حاضر کرے۔ اس نے کہا "امیرالمؤمنین! اسے پہچانتا نہیں ہوں" خلیفہ نے کہا "یہ کام ضروری ہے، اسے حاضر کردو گے تو تیس ہزار درہم دوں گا" چنانچہ اس نے مجھے حاضر کیا، متوکل کے سر میں نبیذ کا خمار تھا۔ اسے وہ بھول گیا تھا۔ چنانچہ میں پہنچا تو اسے بھوک لگی ہوئی تھی۔ میں نے مشورہ دیا کہ نبیذ پینا بند کردے اور کھانا کھا کر سو رہے۔

میں کہتا ہوں حنین کی پیدائش ۱۹۴ھ میں اور وفات معتمد علی اللہ کے عہد میں یکم دسمبر ۱۱۸۸ء اسکندری مطابق ۶ صفر ۲۶۴ھ بروز سہ شنبہ ہوئی۔ مدت حیات ستر سال ہے، کہا جاتا ہے کہ وفات بمقام ذرب ہوئی۔

سلیمان بن حسان معروف بہ ابن جلجل کہتا ہے غم کے مارے اسی شب حنین کا انتقال متوکل علی اللہ کے زمانہ میں ہوگیا۔ وہ کہتا ہے یہ واقعہ مجھ سے امیرالمؤمنین حکم مستنصر باللہ کے وزیر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ حنین کا بیان ہے "میں امیرالمؤمنین مستنصر کے یہاں موجود تھا۔ باہم گفتگو ہو رہی تھی۔ امیرالمؤمنین نے پوچھا" جانتے ہو حنین بن اسحاق کی موت کیونکر واقع ہوئی؟" ہم نے کہا "امیرالمؤمنین! نہیں" انہوں نے فرمایا "متوکل علی اللہ ایک دن باہر آئے، سر میں خمار تھا' اپنی مجلس پر بیٹھے، دھوپ لگی، سامنے طیفوری عیسائی طبیب اور حنین بن اسحاق بیٹھے ہوتے تھے۔ طیفوری نے کہا "امیرالمؤمنین! دھوپ خمار کے لئے نقصان دہ ہے" متوکل نے حنین سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟" حنین نے کہا "امیرالمؤمنین! دھوپ خمار کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔" متوکل کے روبرو دونوں نے اختلاف کیا تو انہوں

نے دونوں سے کسی ایک بات کی صحت معلوم کرنا چاہی۔ حنین نے کہا "امیرالمؤمنین! خمار مخمور کی ایک حالت ہے، دھوپ سے خمار کو نہیں مخمور کو نقصان پہنچتا ہے" متوکل نے کہا "الفاظ کے مزاج اور مفاہیم کی تحدید سے پر حنین اپنے ہمسروں سے بازی لے گیا"۔ طیفوری خاموش رہا۔ دوسرے دن حنین نے اپنی آستین سے ایک کتاب نکالی جس میں سولی کی حالت میں مسیح کی اور پاس میں کچھ دوسرے لوگوں کی تصویریں تھیں۔ طیفوری نے پوچھا "حنین! انہی لوگوں نے مسیح کو سولی پر چڑھایا ہے؟" اس نے کہا "ہاں" طیفوری نے کہا "ان پر تھوکو" حنین نے کہا "ایسا نہیں کروں گا" طیفوری نے پوچھا "کیوں؟" اس نے کہا "اس لئے کہ یہ مسیح کو سولی دینے والے نہیں بلکہ ان کی تصویریں ہیں" یہ بات طیفوری کو نہایت گراں گذری، متوکل کے یہاں مقدمہ پیش کیا اور درخواست کی کہ عیسائی مذہب کی رو سے اس کے خلاف فیصلہ کیا جاتے۔ متوکل نے جاثلیق اور پادریوں کے یہاں مقدمہ بھیجدیا۔ انہوں نے حنین پر لعنت واجب کی، چنانچہ عیسائیوں کے سربرآوردہ حضرات کی موجودگی میں اس پر ستر بار لعنت بھیجی گئی۔ اور اس کی چرمی پیٹی کاٹ دی گئی۔ متوکل نے حکم دیا کہ حنین کی کوئی دوا اس کے یہاں تب ہی آتے جب طیفوری اسے اچھی طرح جانچ لے"۔ حنین گھر واپس ہوا اور غم وافسوس سے اسی شب انتقال کر گیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ابن جلجل کی حکایت ہے۔ احمد بن یوسف بن ابراہیم نے بھی سزا کے سلسلہ میں اسی حکایت کے مطابق اپنے رسالہ کے اندر لکھا ہے۔ صحیح تر بات یہ ہے کہ بختیشوع بن جبرئیل کی حنین بن اسحاق سے دشمنی تھی۔ وہ اس کے علم وفضل، جودت ترجمہ اور عالی مرتبہ پر حسد کرتا تھا۔ چنانچہ متوکل کے یہاں اس کے خلاف اس نے ایک چال چلی، جس کے نتیجہ میں متوکل نے حنین کو قید کر دیا۔ مگر جلد ہی بھید کھل گیا، حنین رہا ہوا اور متوکل کو ایسا محبوب ہوا کہ اس نے بختیشوع اور دیگر اطباء پر اسے فوقیت دی۔ متوکل کے عہد میں وہ اسی طرح معزز ومکرم رہا حتیٰ کہ مرض الموت میں گرفتار ہوا۔ یہ واقعہ ۲۴۶ھ کا ہے۔

اس سلسلہ میں حنین کے متعلق جتنی حکایت بیان کی گئی ہیں وہ سب میرے پیش نظر ہیں، مگر صحیح بات وہی ہے جو حنین بن اسحاق کے ایک رسالہ سے مجھے دستیاب ہوتی ہے اس رسالہ میں اس نے اپنے زمانہ کے مشہور ومعروف بدخواہ اطباء کی جانب سے برنبائے عداوت ودشمنی دی جانے والی اذیتوں اور بدسلوکیوں کا ذکر کیا ہے، رسالہ کے اندر اس کا بیان حسب ذیل ہے۔

"میرے دشمنوں، ظالموں، ناسپاسوں، منکرین حق اور مجھ پر ستم کرنے والوں نے جو مظالم مجھ پر ڈھائے اس نے میری نیند حرام کر دی، اور مجھے میری اہم مصروفیات سے دور کر دیا۔ یہ سب کچھ محض میرے علمی کمال اور اللہ تعالیٰ نے ہم عصروں پر جو فوقیت مجھے بخشی ہے اس پر حسد کی وجہ سے تھا۔ ان میں اکثر حضرات خود میرے دوست، احباب اور اقرباء تھے۔ یہ حضرات میری مصیبت کا نقطہ آغاز تھے، اس کے بعد وہ حضرات در پئے آزار ہوئے، جنھیں پڑھایا، جن کے ساتھ احسان کیا، جن کی اعانت کی، جنہیں ملک کے اہل فن پر فضیلت بخشی، اور فاضل جالینوس کے علوم ومعارف سے جنہیں قریب تر کیا۔ ان حضرات نے احسان کے عوض اپنی اپنی طبیعتوں کے مطابق مجھ پر ستم کئے، انہوں نے مجھ پر اس قدر ستم کیا کہ میرے بارے میں نہایت وحشتناک خبریں نشر کیں، نہایت اہم راز افشا کئے حتیٰ کہ میرے باب میں لوگ بدگمان ہو گئے، میری جانب نگاہیں اٹھنے لگیں، مجھ پر پہرے بٹھائے گئے، حتیٰ کہ میرے الفاظ تک شمار کئے گئے۔ جو الفاظ باریک ہوتے ان سے وہ مطلب نکال کر مجھے متہم کیا گیا جو میرا مقصود نہ تھا۔ اسطرح اہل مذہب تو ایک طرف تمام ملتوں کے دلوں میں میرے خلاف انہوں نے بغض ونفرت کی آگ بھڑکا دی۔ رکیک اور پست تاویلات کے لئے مجلسیں بٹھائی گئیں، اس طرح جو خبریں مجھے ملتیں میری زبان اللہ تعالیٰ کے لئے ایک بنا ر ترانۂ حمد پیش کرتی۔ اور صبر کرتا نوبت بایں جا رسید کہ میرا نہایت برا حال ہو گیا۔ ایک مدت تک مصائب ومشکلات کا شکار رہا میرے ہاتھ نہ سونا لگتا نہ چاندی نہ کوئی کتاب، غرض ایک ورق بھی نہیں جسے دیکھ سکوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نگاہ کرم کیا چنانچہ اس نے میری نعمت کی تجدید فرمائی اور اپنے فضل سے اس نے مجھے پہلی حالت پر واپس کیا۔ نعمت کی طرف واپسی کا سبب کچھ وہ لوگ تھے، جنہوں نے خصوصیت کے ساتھ مجھ سے دشمنی کر رکھی تھی۔ اس نکتہ سے جالینوس کا یہ قول صحیح ثابت ہوا کہ نیکوکاروں کو اپنے بدکار دشمنوں سے فائدہ پہنچتا ہے۔ زندگی کی قسم یہ میرے سب سے افضل دشمن تھے۔ اب میں وہ سارا ماجرا بیان کروں جس کی جانب میں اوپر اشارہ کر چکا ہوں۔

کیوں مبغوض نہ ہوتا، کیوں میرے حاسد زیادہ نہ ہوتے، کیوں بلند رتبہ حضرات کی مجلسوں میں مجھ پر نکتہ چینی نہ ہوتی، کیوں میرے قتل کے لئے مال وزر بہاتے نہ جاتے، کیوں مجھے گالی دینے والا معزز، اور عزت کرنے والا ذلیل نہ ہوتا، کیوں یہ ساری باتیں بلا کسی قصور اور بغیر کسی جرم کے منظر عام پر نہ آتیں، جبکہ میں ہم عصروں پر علم وکمال کے اعتبار سے فائق تر تھا۔ میں نے ان زبانوں سے شاندار علوم ومعارف نقل کئے جنہیں یہ حضرات اچھی طرح نہ جانتے تھے، نہ ان زبانوں کی انہیں توفیق حاصل تھی نہ ان کے کسی حرف سے انہیں واقفیت تھی، میں نے

ان علوم کو ایسی فصاحت اور حسن عبارت کے ساتھ منتقل کیا کہ کوئی نقص، کوئی لغزش، کسی ایک ملت کی جانب کوئی میلان، اور عرب اصحاب بلاغت کے اعتبار سے اس میں کوئی الجھاؤ اور کوئی غلطی نہ تھی۔ میں ان عربوں کا ذکر کر رہا ہوں جو نحو اور غریب الفاظ و معانی کی معرفت میں یگانہ ہیں، انہیں کسی خرابی یا کسی اشکال کا تجربہ نہ ہوا، جو مفہوم بھی پیش کیا گیا نہایت شیریں اور اقرب الی الفہم الفاظ کے ذریعہ پیش کیا گیا۔ فن طب اور فلسفیانہ اداؤں سے ناواقف، عیسائی مذہب رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، سب ہی اس مفہوم کو سن کر سراہتے اور قدر و منزلت کرتے، حتیٰ کہ میرے نقل و ترجمہ پر وہ بکثرت دولتیں نچھاور کرتے، کیونکہ میرے ترجمہ کو اگلے لوگوں کے ترجموں پر فوقیت دیتے تھے۔

بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ تمام ارباب ادب اپنے اختلاف مسلک کے باوجود مجھ سے محبت کرتے ہیں، میری جانب مائل ہیں، میری عزت کرتے ہیں، میرے افادوں کو شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہیں، اور جو خوبی میری جانب سے انہیں پہنچتی ہے اس پر انعام دیتے ہیں۔ باقی یہ عیسائی اطبا، جن کی اکثریت نے میرے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور جنہوں نے میرے سامنے نشو و نما پائی یہی حضرات میری جان کے درپے ہیں، بایں ہمہ میرے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں، کبھی وہ کہتے ہیں یہ حنین کون ہے، یہ تو محض ان کتابوں کا مترجم ہے تاکہ کاریگروں کی طرح نقل و ترجمہ پر اجرت حاصل کرے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ایک لوہار شہسوار کے لئے تلوار ایک دینار میں بناتا ہے اور شہسوار اس تلوار کے ذریعہ سو دینار مشاہرہ حاصل کرتا ہے، پس لوہار ہمارے آلہ کا خادم ہے نہ کہ عامل جس طرح لوہار گو تلوار عمدہ بنا لیتا ہے مگر اس سے کام لینا نہیں جانتا پس لوہار کہاں شہسواری کا رتبہ، اسی طرح یہ مترجم بھی ہے کہاں یہ کہاں فن طب پر کلام اس نے امراض و علل پر عبور حاصل نہیں کیا۔ طب سے مزاولت کا مقصود صرف یہ ہے کہ ہماری صفوں میں اس کا شمار ہو جائے، تاکہ حنین طبیب کہا جائے، حنین مترجم نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا فن اختیار کرے اور ہمارے فن کا تذکرہ چھوڑ دے۔ اس کے لئے یہی زیادہ نفع بخش ہے، ہم اپنی دولتیں بھی پیش کریں گے اور امکان بھر احسان بھی کریں گے۔ بس نبض دیکھنا قارورہ دیکھنا اور دوائیں تجویز کرنا چھوڑ دے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حنین خاص و عام جس کسی کے گھر جاتا ہے لوگ اس سے تمسخر کرتے ہیں، اور واپس آتا ہے تو ہنسی اڑاتے ہیں، میں جب بھی اس طرح کی بات سنتا ہوں نہایت ضیق میں پڑ جاتا ہوں غیظ و غضب سے خودکشی کا ارادہ کر لیتا ہوں ان پر مجھے کوئی قابو بھی نہیں ہے کیونکہ ایک پوری جماعت کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں جبکہ یہ

پوری جماعت ہی درپے آزار ہو۔ مگر میں خاموش رہتا، مجھے معلوم تھا کہ ان کا حسد ہی ان تمام کارستانیوں کا باعث ہے گو اس کی قباحت ان سے مخفی نہ تھی، قدیم زمانہ سے حسد کی چکی چل رہی ہے، حتیٰ کہ مذہب کا اعتقاد رکھنے والا جانتا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا حاسد قابیل تھا۔ جس نے اپنے بھائی کو اس وقت قتل کر دیا جب اس کی قربانی مقبول نہیں ہوئی۔ اور ہابیل کی مقبول ہوگئی۔ یہ اگر قدیم زمانہ سے ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ اس کے باعث مجھے بھی اذیت پہنچے۔ کہا جاتا ہے حاسد کے لئے اس کا حسد کافی ہے، حاسد دشمن سے پہلے خود کو قتل کرتا ہے۔ اپنے اشعار کے اندر عربوں نے حسد کا بکثرت تذکرہ کیا ہے، چند اشعار پیش خدمت ہیں (بسیط)

ان یحسدونی فانی غیر لائمہم ۔۔۔ قبلی من الناس اہل الفضل قد حسدوا

فدام لی ولہم مابی ومابہم ۔۔۔ ومات اکثرنا غیظا بما یحسد

انا الذی یجدونی فی صدورہم ۔۔۔ لا أرتقی صعدا منہا ولا أرد

اگر مجھ پر وہ حسد کرتے ہیں تو انھیں ملامت نہیں کروں گا۔ مجھ سے پہلے بھی اہل کمال محسود رہ چکے ہیں۔

میرا اور ان کا جو حال ہے وہ مسلسل ہے۔ ہم میں سے اکثر اپنی کیفیت پر غیظ و غضب سے مر گئے۔

میں وہ ہوں کہ میری خلش وہ اپنے سینوں میں ایک ایسی جگہ برابر محسوس کرتے ہیں جہاں سے نہ اوپر چڑھتا ہوں نہ نیچے آتا ہوں۔

اس طرح کا مضمون مذکورہ شاعر اور دیگر شعراء نے کثرت سے باندھا ہے، مگر اس کا تذکرہ زیادہ مفید نہیں ہے۔ بایں ہمہ یہ حضرات جب کوئی دشوار بیماری سے سابقہ پیش آتا ہے تو میرے یہاں آتے ہیں، میری رائے معلوم کرتے ہیں اور جو دوا اور تدبیر میں تجویز کرتا ہوں اسے قبول کرتے ہیں، ایک بار نہیں بارہا جو مشورہ میں نے دیا وہ کامیاب رہا، مگر میرے یہاں جو آتا رہا اور میرا مشورہ قبول کرتا رہا وہی سب سے زیادہ مجھ پر طیش کھاتا اور نکتہ چینی کرتا رہا۔ بس اس سے زیادہ نہ کہوں گا کہ کل کائنات کا پروردگار میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ میں اس لئے خاموش ہوں کہ ایک نہیں، دو نہیں، تین نہیں چھپن افراد سب کے سب میرے ہم عقیدہ میرے محتاج ہیں، میں ان کا محتاج نہیں ہوں۔ علاوہ ازیں کثرت تعداد کے علاوہ وہ

خلفاء کے منظور نظر بھی ہیں، یہ ارباب حکومت ہیں۔ میں ان سے دو معنوں میں کمزور ہوں۔ ایک تو یہ کہ میں تنہا ہوں، دوسرے یہ کہ جو لوگ مجھ سے اعتبار رکھتے ہیں وہ اس اصل کے محتاج ہیں جو میرے دشمنوں سے اعتبار رکھتا ہے، یعنی وہ جو امیر المومنین ہے۔ بایں ہمہ گو میری مصیبت بڑی ہے مگر کسی سے میں شکایت نہیں کرتا۔ بلکہ محفلوں میں اور سر برآوردہ حضرات کے یہاں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر مجھ سے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات اپنی مجلسوں کے اندر تمہاری عیب چینی اور تنقیص کرتے ہیں تو میں اس کا دفاع کرتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ جو بات کہی جا رہی ہے سچی نہیں ہے، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ ہم ایک ہی رشتہ سے منسلک ہیں، مذہب، ملک اور فن سب ہی ہمارے نقطہ ہائے اجتماع ہیں۔ میں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ایسی شخصیتیں مجھے تو کیا کسی کو بھی بدنام کرتی ہیں۔ اس طرح کی بات سن کر یہ حضرات فرماتے ہیں "اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا ہے اور اب خاموشی اختیار کر لی ہے"۔ جس قدر وہ مجھ پر نکتہ چینی کرتے ہیں اتنا ہی میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، یہاں اب میں اس آخری کنوئیں کا تذکرہ کروں گا جسے انھوں نے میرے لئے کھودا تھا، یہ اس اذیت کے سوا ہے جو مجھے پہلے ان کے خاص کر بنو موسیٰ، جالینوسیوں اور بقراطیوں کے ساتھ اولین بہتان کے ضمن میں پیش آئی۔ یہ آخری اور قریب ترین زمانہ میں پیش آنے والی مصیبت کی داستان ہے۔

داستان یہ ہے کہ بختیشوع بن جبرئیل طبیب نے میرے خلاف ایک سازش کی، میرے بارے میں اس کا جو مقصود تھا اس پر وہ کامیاب ہو گیا۔ تفصیل یہ ہے کہ بختیشوع نے پیتل کے ایک ٹکڑے پر سیدہ مریمؑ کی نہایت خوبصورت تصویر بنائی سیدنا مسیح کو ان کی گود میں اور فرشتوں کو احاطہ کئے ہوئے دکھایا گیا، اس پر اس نے کافی دولت خرچ کی، اس کے بعد اسے وہ امیر المومنین متوکل کے یہاں لے گیا خادم کے ہاتھ سے لے کر یہی آگے بڑھا اور متوکل کے سامنے رکھا، متوکل نے اسے بے حد سراہا۔ بختیشوع اس کے روبرو تصویروں کو بار بار بوسہ دیتا رہا، متوکل نے اس سے پوچھا "بوسہ کیوں دے رہے ہو؟" اس نے کہا "آقا! سیدۂ عالم کو بوسہ نہ دوں تو کس کو دوں"، متوکل نے پوچھا "تمام عیسائی ایسا ہی کرتے ہیں؟" اس نے کہا "ہاں اے امیر المومنین! بلکہ مجھ سے بھی زیادہ۔ میں نے تو کم ہی کیا ہے، کیونکہ آپ کے روبرو ہوں ہم عیسائی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ایسا کرتے ہیں، مگر عیسائیوں میں ایک شخص میرے علم میں ایسا ہے جو آپ کی خدمت میں رہتا ہے، اور آپ کے مشاہرے اسے ملا کرتے ہیں، وہ ان تصویروں کی توہین کرتا ہے، ان پر تھوکتا ہے۔ یہ زندیق ملحد ہے توحید کا اقرار کرتا ہے نہ آخرت کا علم رکھتا ہے، عیسائیت کے پردہ میں چھپا ہوا ہے۔ شریعت پر اس کا عمل نہیں ہے، پیغمبروں کی تکذیب کرتا ہے" متوکل نے پوچھا "ایسا کون شخص ہے؟" اس نے کہا "حنین مترجم"۔ متوکل نے کہا "ابھی حاضر کرو، اگر بات وہی ہے جو تم نے کہی ہے تو اسے سزا دوں گا، زیر زمین قید خانہ کے اندر اسے حبس دوام میں رکھوں گا، نیز اس پر سختی اور نئی سزائیں بھی دوں گا"۔ بختیشوع نے کہا "میں چاہتا ہوں میرے آقا امیر المومنین! کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور ایک گھنٹہ بعد اسے حاضر کرنے کا حکم دیں"۔ متوکل نے کہا "جاؤ منظور رہے"۔ بختیشوع دار الخلافہ سے نکل کر میرے یہاں آیا اور کہا "ابو زید! اللہ تمہیں معزز کرے۔ تمہارے علم میں یہ بات رہے کہ امیر المومنین کو ایک پیتل کا ٹکڑا ہدیہ کیا گیا ہے جس سے وہ بےحد خوش ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ شام کی تصویریں ہیں، انھیں امیر المومنین نے بے حد سراہا ہے اگر ہم ان تصویروں کو ان کے یہاں چھوڑ دیں اور ان کے سامنے ان کی تعریف کریں تو ہر وقت ان کی وجہ سے ہمارا سر بلند رہے گا۔ اس نے کہا "یہ تمہارے آقا اور ان کی ماں کی تصویریں ہیں، امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا "دیکھو یہ کتنی خوبصورت ہے"۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا "اس طرح کی تصویر تو حماموں میں، گرجا گھروں میں اور مصور مقامات پر ہوتی ہے، ہم تو اس کی جانب کوئی توجہ بھی نہیں دیتے" اس نے کہا "تمہارے نزدیک یہ کوئی چیز نہیں ہے؟" میں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "اگر سچے ہو تو اس پر تھوکو"۔ میں تھوک کر باہر چلا گیا۔ وہ ہنستا اور مجھے گڈمڈ کر کے کہتا رہا "ایسا میں نے صرف اس لئے کیا کہ اسے پھینک دیا جاتے، اس کی وجہ سے ہماری فریفتگی زیادہ نہ ہو، اور وہ ہمیشہ ہم پر کلنک کا ٹیکہ نہ بنی رہے۔ بالخصوص کوئی اس پر غصہ ہو جاتے تو فریفتگی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، صحیح یہی ہے کہ اگر کوئی دعوت دے اور ویسا ہی سوال کرے جیسا میں نے کہا ہے تو ویسا ہی کروں جیسا میں نے کیا ہے۔ میرے یہاں جو دوست بھی آتے ہیں ان سب سے ملاقات کر کے میں نے ایسا ہی کرنے کے لئے کہا ہے، میں نے اس کی وصیت قبول کر لی، اس نے مجھ سے خوب

خوب مسخرہ پن کیا اور واپس چلا گیا۔ ایک ہی گھنٹے کے بعد امیرالمومنین کا قاصد آدھمکا اور مجھے گرفتار کر کے ان کے یہاں لے گیا۔ میں خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا وہی پیتل کا ٹکڑا سامنے رکھا ہوا ہے، اس نے پوچھا "حنین! کتنی عمدہ اور خوبصورت یہ تصویر ہے؟" میں نے کہا بخدا امیرالمومنین جیسا فرماتے ہیں ویسی ہی ہے، انھوں نے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کہا "اس طرح کی تصویریں تو حماموں میں، کلیساؤں میں اور تمام مصور مقامات پر بکثرت نظر آتی ہیں۔" انھوں نے پوچھا "یہ تمہارے آقا اور ان کی ماں کی تصویر نہیں ہے؟" میں نے کہا "امیرالمومنین! معاذاللہ، اللہ کا کوئی فوٹو ہو یا اس کا فوٹو بنایا جائے۔ ایسی مثال تو ان تمام واقعات پر ملتی ہے جہاں تصویریں ہوتی ہیں۔" انھوں نے پوچھا "پھر یہ نہ نفع پہونچاتی ہیں نہ نقصان۔" میں نے کہا امیرالمومنین! بات ایسی ہی ہے" انھوں نے کہا "اگر بات ایسی ہی ہے تو اس پر تھوکو۔" میں نے تھوک دیا، انھوں نے اسی وقت مجھے قید کرنے کا حکم دے دیا، اور تھوذسیس جاثلیق کو بلا بھیجا وہ آیا اور متوکل کے سامنے وہ پلیٹ دیکھی تو دعا دینے سے پہلے اسے گلے سے لگایا، بوسے دیتا رہا اور دیر تک روتا رہا۔ خادموں نے لپک کر اسے منع کرنا چاہا مگر انھیں روک دیا گیا، اسی حالت میں وہ دیر تک بوسہ دے چکا تو اسے ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا۔ امیرالمومنین کو دعا دی اور دیر تک دعا دیتا رہا۔ امیرالمومنین نے دعا کا جواب اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ وہ بیٹھ گیا اور پلیٹ اپنی گود کے اندر رکھی۔ متوکل نے کہا "یہ کیا کیا، میرے سامنے ایک چیز تھی، تم نے میری اجازت کے بغیر اسے لے لی اور اسے اپنی گود کے اندر رکھ لیا۔" جاثلیق نے کہا "جی امیرالمومنین! آپ کے سامنے جو چیز رہی ہے اس کا سب سے زیادہ حقدار میں ہی ہوں، گو امیرالمومنین اطال اللہ بقائہ کے حقوق بڑھ کر ہیں، مگر جو چیز آپ کے روبرو رہی ہے اس کا سب سے زیادہ حقدار میں ہوں۔ البتہ میرے مذہب کو گوارا نہیں کہ اپنی سیدہ مریم کی تصویر زمین پر اور کسی ایسی جگہ پر رہنے دوں جسے اس کی قدر و قیمت معلوم نہیں، ہاں اس کی قدر و قیمت اس جگہ پہچانی جا سکتی ہے جہاں اس کا حق معلوم ہو، جہاں اس کے سامنے نہایت عمدہ تیل روشن کئے جائیں جن کی قندیلیں کبھی نہ بجھتی ہوں جہاں اکثر اوقات اس کے روبرو عمدہ ترین بخور سلگائے جائیں" امیرالمومنین نے کہا "اسے اس وقت اپنی گود کے اندر ہی رہنے دو۔" جاثلیق نے کہا" امیرالمومنین سے درخواست ہے کہ یہ تصویر مجھے عنایت کر دیں، اور ایک ایسی جاگیر عطا کر دیں جس کی آمدنی سالانہ ایک لاکھ دینار ہو تاکہ اس تصویر کا واجبی حق ادا کر سکوں اس کے بعد امیرالمومنین جو چاہیں مجھ سے دریافت فرمائیں۔" امیرالمومنین نے کہا "میں نے اسے تمہارے حق میں ہبہ کر دیا، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے یہاں اس پر کوئی تھوکے تو اس کی سزا کیا ہے؟" جاثلیق نے کہا "تھوکنے والا اگر مسلمان ہے تو اس کی کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ اس کی قدر و قیمت اسے نہیں معلوم ہے البتہ اسے سمجھایا جائے گا اور جیسی بدسلوکی کرے گا ویسی اسے ملامت کی جائے گی تاکہ دوبارہ اس طرح کی حرکت نہ کرے۔ اور اگر عیسائی ہو مگر جاہل ہو اور علم و معرفت سے بیگانہ ہو تو عوام کے درمیان اسے زجر و توبیخ اور ملامت کی جائے گی۔ عظیم جرمانوں کی اسے دھمکی دی جائے گی حتی کہ توبہ کرے، غرض اس طرح کی حرکت ایک جاہل ہی کر سکتا ہے جو مذہب کی قدر وقیمت سے ناواقف ہو۔ اور اتفاق سے اگر صاحب عقل و خرد ہو اور اس نے تھوک دیا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ہمارے آقا کی ماں مریم اور سیدنا المسیح پر تھوکا ہے۔" امیرالمومنین نے پوچھا "تمہارے نزدیک ایسا کرنے والے کی سزا کیا ہے؟" اس نے کہا "امیرالمومنین! میرے نزدیک جب کہ مجھے کوئی سیاسی طاقت حاصل نہیں ہے اس کی سزا یہ ہے کہ کوڑے لگاؤں یا ڈنڈا ماروں، مجھے قید کرنے کا اختیار نہیں ہے، البتہ اسے گرجا گھروں کے اندر اور قربان گاہ پر آنے سے روک دوں گا، عیسائیوں کو اس سے ملنے جلنے اور کلام کرنے سے منع کر دوں گا، اس کا دائرہ تنگ کر دوں گا، وہ ہمارے درمیان اس وقت تک ناقابل قبول ہوگا جب تک توبہ نہ کرے اپنی حرکت سے باز نہ آجائے۔ نماز، روزہ کی پابندی کرتے ہوئے فقراء اور مساکین پر صدقے کرے۔ اس وقت ہم اپنی کتاب کے اس ارشاد کی جانب متوجہ ہونگے "خطا کاروں کو معاف نہ کرو گے تو تمہاری خطائیں معاف نہ ہوں گی" اور ملزم کی بیوی کو اس کے لئے حلال کریں اور سابقہ زندگی کے مطابق اس سے سلوک کریں گے۔"

اس کے بعد امیرالمومنین نے جاثلیق کو حکم دیا کہ وہ پلیٹ لے لے اور جو چاہے کرے اسی کے ساتھ ایک تھیلی درہم بھی پیش کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا اس پلیٹ پر خرچ کرو۔ جاثلیق چلا گیا تو بڑی دیر تک اس پر اور اپنے معبود کی محبت و تعظیم پر متوکل حیرت و استعجاب کی تصویر بنا رہا۔ پھر کہا یہ معاملہ عجیب و غریب ہے۔ اس کے بعد مجھے حاضر

کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حاضر کیا گیا، کوڑا اور رسیاں منگائی گئیں، مجھے باندھ کر متوکل کے سامنے ننگا پیش کیا گیا اور سو کوڑے مارے گئے۔ مجھے نظر بند کر دینے اور تنگ کرنے کا حکم دیا، میرے پاس گھر پر جو سامان، اثاثہ اور کتابیں تھیں وہ سب منگالی گئیں اور میرے گھروں کو دریا برد کر دینے کا خلیفہ نے حکم دیا، دارالخلافہ کے اندر میں چھ ماہ نظر بند رہا۔ حال انتہائی برا ہو چکا تھا، جو مجھے دیکھتا رحم کی دعا مانگتا، تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد مجھے کوڑے لگائے جاتے اور نئے طور پر سزا دی جاتی۔ کس مپرسی اور بے کسی کے اسی عالم میں تھا کہ امیرالمؤمنین میری قید کے چوتھے مہینے کی پانچ تاریخ کو نہایت سخت بیمار پڑے۔ حتیٰ کہ صاحب فراش، چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ ہر طرف مایوسی چھا گئی، وہ خود اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے، بایں ہمہ میرے دشمن اطباء شب و روز ان کے پاس رہتے۔ ایک گھڑی کے لئے بھی الگ نہ ہوتے، وہ علاج و معالجہ میں سرگرداں رہتے اور ہر وقت میرے مسئلہ پر گفتگو کرتے رہتے۔ وہ کہتے کہ آقا امیرالمؤمنین اس ملحد زندیق سے ہمیں نجات دیدیتے تو ساری دنیا آرام پا جاتی اور مذہب کی ایک بڑی مصیبت دور ہو جاتی۔ میرے مسئلہ پر گفت و شنید اور ان کے روبرو میرا تذکرہ شر بہت زیادہ ہوا تو انھوں نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو۔؟" انھوں نے کہا "دنیا کو اس سے نجات دیدیں" اسی کے ساتھ میرے معاملہ میں جو بھی گفتگو کرتا یا سفارش کرتا تو بختیشوع کہتا "امیرالمؤمنین! یہ اس کا شاگرد ہے اور اسی جیسا عقیدہ رکھتا ہے۔ چنانچہ میرے حامی کم اور مخالف زیادہ ہو گئے۔ میں زندگی سے مایوس ہو گیا۔ بحد اصرار پر امیرالمؤمنین نے ان حضرات سے کہا" تو پھر میں اسے کل قتل کر دوں گا اور تمہیں اس سے نجات دیدوں گا" اس پر پوری جماعت خوش ہو کر واپس ہوئی۔ ایک خادم نے آ کر مجھ سے کہا" شام تمہارے معاملہ میں ایسا، ایسا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں نے اللہ سے درخواست کی کہ جس طرح اس کے احسانات ہمیشہ رہے ہیں اسی طرح اس موقع پر بھی اپنا فضل کرے۔ بایں ہمہ کسی جرم کے بغیر محض سازش کے تحت، اور دھوکہ میں آ کر کل جو کچھ ہونے والا تھا اس کے تصور سے دل نہایت پریشان اور فکرمند بھی تھا۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں کہا" بار الہا! تجھے معلوم ہے کہ میں بے گناہ ہوں، تو میرا حامی و ناصر ہے۔ سوچتے سوچتے نیند آ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک غیبی آواز مجھے حرکت دے کر کہہ رہی ہے" اٹھو اللہ کی حمد و ثنا کرو، اس نے تمہیں تمہارے

دشمنوں سے گلو خلاصی بخش دی ہے۔ تمہارے ہاتھوں امیرالمؤمنین صحت یاب ہوں گے لہٰذا خوش رہو۔ میں گھبرا کر بیدار ہو گیا۔ اس کے بعد بیداری میں جب بھی اس آواز کی یاد آتی تو کہتا خواب میں اس طرح کی بات کو بعید کیوں سمجھتے ہو۔ میں برابر اللہ کی حمد و ثنا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی۔ خادم نے آ کر دروازہ کھولا، عام طور پر اس کے آنے کا یہ وقت نہ تھا۔ میں نے کہا یہ نامانوس وقت ہے، کل شب جس بات کی اطلاع دی گئی تھی اس کا وقت آ گیا ہے۔ میرے دشمنوں کی مرضی پوری ہونے اور مجھ پر ہنسنے کا وقت آ چکا ہے۔ خادم تھوڑی دیر بیٹھا تھا کہ اس کا غلام آیا، ساتھ میں ایک حجام بھی تھا، اس نے کہا" مبارک! آگے بڑھو، تمہارے بال اتارے جائیں گے۔" میں آگے بڑھا، بال اتارے گئے۔ پھر حمام میں لے جا کر امیرالمؤمنین کے حکم کے مطابق مجھے نہایت صاف ستھرا ہونے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا، حمام سے باہر نکلا تو نہایت عمدہ کپڑے پیش کئے گئے، اس کے بعد خادم مجھے نہایت مخصوص کمرے میں لے گیا، امیرالمؤمنین کے یہاں جب تمام اطباء حاضر ہو گئے اور ہر ایک نے اپنی نشست سنبھال لی تو انھوں نے مجھے پکارا۔ بولے" حنین کو لاؤ۔ پوری جماعت کو کوئی شک نہ تھا کہ انھوں نے مجھے قتل کے لئے بلایا ہے، میں امیرالمؤمنین کے روبرو پیش کیا گیا، انھوں نے میری جانب دیکھا اور مجھے قریب کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے سامنے بیٹھایا۔ اور فرمایا" میں نے تمہارا گناہ معاف کر دیا، اور تمہارے بارے میں کی گئی درخواست منظور کر لی ہے۔ زندہ بچ رہنے پر اللہ کی تعریف کرو، میری نبض دیکھو، اور مشورہ دو، بیماری کافی دراز ہو چکی ہے۔ میں نے نبض دیکھی اور مشورہ دیا کہ مغز فلوس خیار شنبر اور ترنجبین لیں۔ انھیں قبض کی شکایت تھی، نیز کچھ اور شکایتیں بھی تھیں جن کے لئے مذکورہ دوا کا استعمال ضروری تھا۔ دشمن اطباء نے کہا" نعوذ باللہ! امیرالمؤمنین یہ دوا استعمال نہ کریں۔ کیونکہ اس کا خراب اثر ہوتا ہے، انھوں نے فرمایا" خاموش رہو، مجھے حکم ہے کہ جو دوا یہ تجویز کرے اسے استعمال کرو" اس کے بعد انھوں نے دوا کی اصلاح کا حکم دیا، اصلاح ہو گئی تو اسی وقت لے لیا۔ اس کے بعد فرمایا" حنین! میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا اسے معاف کر دو۔ کیونکہ تمہاری سفارش جس نے کی ہے وہ طاقتور شخصیت ہے۔" میں نے کہا "آقا امیرالمؤمنین! میری جان لے لیں تو ان کے لئے روا ہے، اب انھوں نے زندگی دی ہے تو یہ ان کا احسان ہے۔" اس کے بعد انھوں نے فرمایا" پوری جماعت سن لے" تمام

لوگ گوش برآواز ہوگئے۔ انھوں نے فرمایا "دیکھو کل شب تم واپس گئے تو یہ فیصلہ کر گئے کہ صبح سویرے میں حنین کو قتل کر دوں گا۔ جیسا کہ ذمہ داری لی تھی۔ مگر نصف شب تک مجھ پر برابر اضطراب طاری رہا۔ پھر مجھے نیند آ گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک تنگ جگہ پر بیٹھا ہوں، تم اطبا مجھ سے کافی دور میرے تمام خادموں اور حاشیہ برداروں کے ساتھ موجود ہو اور میں تم سے کہہ رہا ہوں" اے واتے! کیا دیکھ رہے ہو تم، میں کہاں ہوں، کیا یہ جگہ میرے لئے موزوں ہے۔ مگر تم خاموش ہو۔ کوئی جواب نہیں دے رہے ہو۔ اسی حال میں اس جگہ اتنی بڑی اور ہولناک روشنی ہوئی کہ میں گھبرا اٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت انسان آیا، اس کے ساتھ پیچھے ایک اور شخص ہے۔ جو نہایت عمدہ پوشاک پہنے ہوئے ہے اس انسان نے اسلام علیک کہا، میں نے جواب دیا۔ اس نے پوچھا "مجھے پہچانتے ہو؟" میں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "میں مسیح ہوں" اس پر میں متحرک ہوا اور پوچھا "یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟" انھوں نے فرمایا "حنین بن اسحاق" میں نے کہا "معاف کریں، میں اٹھ کر مصافحہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔" انھوں نے فرمایا "حنین کو معاف کر دو، اس کا گناہ بخش دو، اللہ نے اسے بخش دیا ہے۔ اور جو مشورہ وہ دے اسے قبول کرو، تم صحتیاب ہو جاؤ گے" میں بیدار ہوا تو حنین پر میری جانب سے جو کارروائی ہو چکی تھی اس پر بیحد مغموم تھا، اور سوچ رہا تھا کہ اس کا سفارشی کتنا طاقتور ہے۔ اب اس کا حق مجھ پر واجب ہے، تم سب واپس جاؤ، تاکہ جیسا حکم ہے مجھ پر لازم ہوا اور دیکھو جس نے اسے قتل کر دینے کی بات کہی ہے وہ دیت کے طور پر دس ہزار درہم حاضر کرے یہ جرمانہ ان پر عائد ہوگا جو کل شب مجلس میں حاضر تھے اور قتل کر دینے کی بات کی تھی، باقی جو حاضر نہ تھے ان پر کچھ عائد نہیں ہوگا۔ زر جرمانہ حاضر کرنے کا جو حکم میں نے دیا ہے اگر اس کی تعمیل کسی نے نہ کی تو اس کی گردن مار دوں گا۔" اس کے بعد انھوں نے مجھ سے فرمایا "بیٹھ جاؤ۔ اور اپنا رتبہ سنبھالو۔ پوری جماعت باہر گئی اور ان میں سے ہر ایک نے دس ہزار درہم حاضر کیا۔ جرمانہ کی تمام رقمیں جمع ہو گئیں تو امیرالمومنین نے اتنا ہی اپنے خزانہ سے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ تمام رقم دو لاکھ درہم سے زیادہ ہو گئی۔ امیرالمومنین نے اس رقم کو مجھے سپرد کئے جانے کا حکم دیا، دن کے آخری حصہ میں جب کہ دواتین دست لا چکی تھی، امیرالمومنین نے بہتری محسوس کی، جو تکلیف انھیں تھی وہ ہلکی ہو گئی۔ انھوں نے فرمایا "حنین! خوشخبری، جو تم چاہو گے وہ سب ہوگا۔ تمہارا رتبہ میرے نزدیک عظیم اور

تمہارا درجہ پہلے سے کئی گنا زیادہ میرے نزدیک بڑھ چکا ہے۔ تمہارے پاس جو کچھ تھا اس کا کئی گنا معاوضہ دوں گا۔ تمہارے دشمنوں کو تمہارا محتاج بنا دوں گا، اور تمام ارباب فن پر تمہارا رتبہ بلند کروں گا۔" اس کے بعد انھوں نے اپنے تین مکانوں کو درست کرنے کا حکم دیا یہ اتنے عمدہ تھے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے ایسے مکانوں کے اندر نہ کبھی قدم رکھا نہ ایسے مکان اپنے کسی اہل فن کے یہاں کبھی دیکھے۔ ان مکانوں کے اندر وہ تمام برتن، فرش، آلے اور کتابیں وغیرہ سجائی گئیں جن کا میں ضرورت مند تھا۔ اس سے پہلے انھوں نے میرے لئے ان گھروں پر گواہ بنایا اور عدول کی گواہیوں کا وثیقہ فراہم کیا، کیونکہ یہ مکانات نہایت بیش قیمت تھے۔ ان کی قیمت ہزاروں دینار میں تھی۔ یہ صرف مجھ سے محبت تھی میری جانب میلان تھا جو ان مکانوں کو میرے اور میری نسل کے لئے محفوظ کر دیا اور کسی معترض کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رکھی۔ مکانوں کے اندر تمام سامانوں کو منتقل کرنے اور انھیں انواع واقسام کے پردوں سے سجانے کا حکم دے چکے اور صرف وہاں جانا باقی تھا تو حکم دیا کہ وہ بہت سارا مال میرے سامنے رکھ دیا جائے۔ مجھے پانچ نہایت عمدہ خچروں کی سواری پر بٹھایا اور تین رومی خادم عطا کئے۔ نیز پندرہ ہزار درہم مشاہرہ مقرر فرمایا۔ قید کے زمانہ میں جو حرج ہو چکا تھا اس کی تلافی فرمائی۔ چنانچہ بہت کچھ سیم وزر اکٹھا ہو گیا۔ علاوہ ازیں خادموں، اہل خانہ، بیگمات اور حاشیہ برداروں کی جانب سے بھی بے شمار تحفے، پیسے، خلعتیں اور جاگیریں ملیں، جو وظائف دارالخلافہ کے باہر تمام لوگوں سے اور دارالخلافہ کے اندر سے ملا کرتے تھے۔ وہ بھی حاصل ہوئے۔ اس طرح اپنے اعوان وانصار اور تمام اطبا وغیرہ پر فائق ہو گیا۔ جب سعادت کاملہ نے قدم چومے تو یہ سب کچھ ہوا۔ یہ ہے وہ ماجرا جو شریروں کی دشمنی کے سبب رونما ہوا۔ جیسا کہ فاضل جالینوس نے کہا "نیکوکار لوگ کا ہے اپنے بدکار دشمنوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں" زندگی کی قسم، جالینوس کو بھی سخت آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر جو مصیبتیں مجھ پر آئیں ان سے دوچار وہ نہ ہوا۔ بارہا میرے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ اولین شخص جو میرے در پر امیرالمومنین کے یہاں حاجت برآری کے لئے حاضر ہوتا یا مجھ سے کسی ایسے مرض کے بارے میں پوچھتا تھا جو اس کی سمجھ سے باہر تھا وہ میرے ان دشمنوں میں سے ایک تھا جن سے پہنچنے والی اذیتوں کی داستان سنا چکا ہوں۔ میں، اپنے حق معبود کی قسم ملت اولین تھا، لیکن ان کی ضرورتیں پوری کرتا، ان سے مخلصانہ محبت رکھتا، جو

کارستانیاں ان کی تھیں ان کے جواب میں کچھ بھی نہ کیا، کسی ایک کی بھی گرفت نہ کی، لوگوں کو حیرت تھی کہ کس خوبصورتی سے میں ان کی ضرورتیں پوری کرتا ہوں، وہ انھیں میرے بارے میں عوام کے درمیان اور خاص کر آقا امیرالمومنین کے یہاں سب کچھ کہتے ہوئے سنتے تھے، میں نے اب ان کے لئے کتابوں کے نقل و ترجمہ کی خدمت کوئی معاوضہ اور اجرت لئے بغیر انجام دینا اور ان کے تمام رجحانات اور میلانات پر بعجلت لبیک کہنا شروع کر دیا ہے، حالانکہ اس سے پہلے کسی کتاب کا ترجمہ کرتا تو اس کا معاوضہ اسی کتاب کے برابر وزن میں درہم لیا کرتا تھا۔"

میں کہتا ہوں مذکورہ بالا بہت ساری کتابیں میں نے ازرق کاتب حنین کے خط سے لکھی ہوئی پائیں۔ ان میں بہت سی ساری کتابیں جو میں نے فراہم کیں وہ مولد کوفی کا مکتوبہ ہیں۔ یہ بڑے بڑے حرفوں میں موٹے خط سے منتشر سطروں کے اندر لکھی گئی ہیں، ہر ورق اتنا دبیز ہے کہ اس وقت کے بنے ہوئے تین یا چار اوراق کے برابر ہے، تقطیع ثلث بغدادی کے مثل ہے۔ اس سے حنین کا مقصود کتاب کا حجم زیادہ کرنا تھا، تاکہ وزن بڑھ جائے اور معاوضہ میں حاصل ہونے والی رقم میں اضافہ ہو۔ اس طرح کے اوراق وہ بالقصد استعمال کرتا تھا، پھر کوئی مضائقہ بھی نہیں، کیونکہ اوراق کی دبازت کے باعث یہ کتابیں آج تک موجود ہیں۔

حنین مزید لکھتا ہے۔

"مذکورہ بالا تمام باتوں کا تذکرہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ دانشور کو یہ معلوم رہے کہ کیا عاقل کیا جاہل، کیا زور آور کیا کمزور، کیا بڑا کیا چھوٹا مصیبتیں سبھی پر آتی ہیں۔ یہ مصیبتیں گو مذکورہ طبقات پر آتی ہیں مگر دانشور کی راہ یہ ہے کہ رنج و محن سے گلو خلاصی کی امید اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رکھے، مایوس نہ ہو، بلکہ خالق پر حسن اعتماد رکھے، اس کی تعظیم و تمجید میں اور زیادہ سرگرم ہو، الحمد للہ حمداً دائماً کہ اس نے مجھے حیات نو بخشی، ظالم دشمنوں پر غالب، مقام و مرتبہ میں ان سے افضل اور حسّی و معنوی اعتبار سے فزوں تر کیا۔"

یہ ہے اپنے الفاظ میں حنین بن اسحاق کی تمام کہانی۔

ملفوظہ

حنین کا قول ہے۔ رات ادیب کا دن ہے۔

تصنیفات

کتاب المسائل۔ یہ کتاب فن طب کے اندر داخلہ کا دروازہ ہے، کیونکہ اس کے اندر اس نے وہ تمام باتیں جمع کی ہیں جو اس علم کے اصول و مبادی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پوری کتاب حنین کی تالیف نہیں ہے، بلکہ تکمیل اس کے شاگرد اعسم حبیش نے کی ہے۔ ابن ابی صادق نے اس کتاب کی تشریح کی ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ حنین نے اس کتاب کے مضامین کا کچھ مسودہ اپنی زندگی میں تیار کیا پھر اس کے شاگرد اور بھانجے حبیش اعسم نے بعد کو باقی مضامین مرتب کئے، اور کچھ اضافے شامل کئے اسی لئے اس کتاب کو "کتاب المسائل لحنین بزیادات حبیش الاعسم" سے معنون کیا گیا ہے۔ کتاب کے نسخوں میں بتایا گیا ہے کہ حبیش کے اضافے کتاب کے آخر تک وہاں سے شروع ہوتے ہیں جہاں امراض اربعہ کے اوقات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ابن ابی صادق کے مطابق حبیش کے اضافے حرف مسئلہ تریاق سے شروع ہوتے ہیں۔ دلیل یہ دی ہے حبیش نے یہ کہا ہے کہ حنین بن اسحاق نے دو مقالے قلمبند کئے جن میں اس نے مسئلہ تریاق پر جالینوس کے قول کی تشریح کی ہے، اگر یہ حنین کا قول ہوتا تو عبارت یوں ہوتی "میں نے دو مقالے لکھے جن میں اس طرح کی تشریح کی ہے"۔ کہا جاتا ہے کہ متوکل کے زمانہ میں حنین نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا، متوکل نے اسے بغداد کا رئیس الاطباء بنا دیا تھا۔

کتاب العشر مقالات فی العین۔ اس کتاب کے نسخوں میں بکثرت اختلافات ہیں۔ کتاب کے مقالات مرتب نہیں ہیں، کچھ تو موضوع نہایت مختصر ہیں، کچھ مطوّل اور تالیف کتاب کے موضوع سے زائد ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر مقالہ اپنی جگہ مستقل ہے، دوسرے سے مربوط نہیں ہے۔ کتاب کے آخری مقالہ کے اندر حنین کا یہ قول ملتا ہے۔ "تیس سال سے کچھ زیادہ زمانہ گذرا کہ میں نے چشم پر کچھ مستقل مقالات لکھے جن کے اغراض و مقاصد مختلف تھے۔ کیونکہ لوگوں نے یکے بعد دیگرے ان مقالات کو لکھنے کی فرمائش کی تھی، پھر حبیش نے مجھ سے ان مقالات کو اکٹھا کر دینے کی خواہش کی۔ یہ نو مقالات تھے، انھیں اس نے ایک کتاب کی صورت میں جمع کرنے اور ان کے ساتھ ایک اور مقالہ کے اضافہ کی درخواست کی جس میں ان مرکب ادویات کی تشریح کروں جنھیں بزرگانِ قدیم نے امراض چشم کی تصنیفات میں ضبط کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس کتاب کے اغراض و مقاصد کا تذکرہ کریں گے۔

پہلا مقالہ : یہ چشم کی ترکیب اور مزاج پر مشتمل ہے۔

دوسرا مقالہ : دماغ کے مزاج اور منافع پر مشتمل ہے۔

تیسرا مقالہ : اس میں عصب باصرہ، روح باصرہ اور دیکھنے کی کیفیت کا ذکر ہے۔

چوتھا مقالہ : اس میں حفظانِ صحت اور صحت کے قائمقام ضروری اشیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
پانچواں مقالہ : امراضِ چشم کے موضوع پر ہے۔
چھٹا مقالہ : امراضِ چشم کی علامات پر مشتمل ہے۔
ساتواں مقالہ : اس میں تمام ادویہ کی طاقتوں کا عمومی تذکرہ ہے۔
آٹھواں مقالہ : اس میں خاص کر ادویۂ چشم کے اقسام وانواع کا ذکر کیا گیا ہے۔
نواں مقالہ : امراضِ چشم کے معالجات بیان کئے گئے ہیں۔
دسواں مقالہ : اس میں امراضِ چشم کے موافق مرکب ادویہ کا ذکر ہے۔

کتاب کے اندر ایک اور گیارہواں مقالہ بھی حنین کا شامل ہے جس میں امراضِ چشم کے علاج بالحدید کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتاب فی العین، سوال و جواب کے طرز پر۔ تین مقالات ہیں۔ جسے حنین نے اپنے دونوں لڑکوں داؤد اور اسحاق کے لئے مرتب کیا تھا۔ اس میں ۲۰۹ مسائل کا تذکرہ ہے۔

جالینوس کی سولہ کتابوں کا اختصار، سوال وجواب کے انداز پر۔ یہ اختصار بھی اس نے اپنے دونوں لڑکوں کے لئے کیا تھا۔ اس کی زیادہ تر کتابیں جو سوال و جواب کے اسلوب پر ہیں ان کا مقصود بھی اختصار ہے۔

کتاب التریاق۔ دو مقالے۔

اختصار کتاب جالینوس فی الادویۃ المفردۃ۔ گیارہ مقالات۔ یہ اختصار سریانی زبان میں ہے۔ کتاب کا پہلا جزء جو پانچ مقالات پر مشتمل ہے عربی میں منتقل کیا گیا ہے، یہ ترجمہ اس نے علی بن یحییٰ کے لئے کیا تھا۔

جالینوس کی مترجم اور بعض غیر مترجم تصنیفات پر ایک مقالہ جسے لکھ کر اس نے علی بن یحییٰ منجم کے پاس بھیجا تھا۔

جالینوس نے جن تصنیفات کا تذکرہ اپنی فہرست کتب کے اندر نہیں کیا ہے ان پر ایک مقالہ۔ اس میں اس نے ان تمام کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو یقینی طور پر جالینوس کی تصنیف کردہ ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں جالینوس نے اپنی فہرست کتب تیار کرنے کے بعد تصنیف کی ہوں گی۔

کتاب آراء بقراط و افلاطون کے ساتویں مقالہ میں جالینوس نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس پر جالینوس سے معذرت خواہانہ ایک مقالہ۔

مقالۃ جالینوس فی اصناف الغلظ الخارج عن الطبیعۃ کا انتخاب، سوال و جواب کے طور پر۔

کتاب جالینوس فی ان الطبیب الفاضل یجب ان یکون فیلسوفا کا جامع انتخاب سوال و جواب کے انداز پر۔

بقراط کی صحیح اور غیر صحیح تصنیفات پر جالینوس کی لکھی گئی کتاب کا جامع انتخاب۔

کتاب جالینوس فی الحث علی تعلم الطب کا جامع انتخاب، سوال و جواب کے اسلوب پر۔

کتاب المنی مصنفہ جالینوس کا جامع انتخاب سوال و جواب کے طرز پر۔

کتاب العقول مصنفہ بقراط بر جالینوس کی شرح کے نتائج۔ سوال و جواب کے اسلوب پر سات مقالات، یہ تالیف سریانی زبان میں ہے۔ اس کا پہلا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا مقالہ عربی میں اس نے منتقل کیا ہے۔ اور بقیہ تینوں مقالات کا ترجمہ عربی میں عیسیٰ بن صہر بخت نے کیا ہے۔

کتاب تقدمۃ المعرفۃ پر جالینوس کی شرح کے نتائج۔ سوال وجواب کے اسلوب پر۔

کتاب بقراط فی تدبیر الامراض الحادۃ پر جالینوس کی شرح کے نتائج۔ سوال وجواب کے طرز پر

کتاب بقراط فی جراحات الرأس پر جالینوس کی شرح کے نتائج۔ سوال و جواب کے طرز پر

کتاب ابیذیمیا مصنفہ بقراط پر جالینوس کے موجودہ تشریحی سترہ مقالات کے نتائج، سوال و جواب کے انداز پر۔

کتاب قاطیطریون مصنفہ بقراط پر جالینوس کے تشریحی نتائج۔ سوال و جواب کے طرز پر

کتاب بقراط فی الأهویۃ والازمنۃ والبلدان پر جالینوس کے تشریحی نتائج۔ سوال و جواب کے اسلوب پر۔

شرح کتاب الهواء والماء والمساکن مصنفہ بقراط۔

کتاب الغذاء مصنفہ بقراط کی ناتمام شرح

کتاب طبیعۃ الانسان مصنفہ بقراط پر جالینوس کے تیسرے تشریحی مقالہ کے نتائج

کتاب بقراط فی المولودین لثمانیۃ اشہر کے نتائج۔

کتاب ابیذیمیا سے استنباط کردہ فصلیں

کتاب الأهویۃ والبلدان اور شرح جالینوس کتاب الاهویۃ والبلدان کی فصلوں سے استنباط کردہ فصلیں۔

مقالۃ فی تدبیر الناقہین۔ اسے اس نے ابوجعفر محمد بن موسیٰ کے لئے لکھا تھا۔

رسالۃ فی قرص العود ــــ رسالۃ الی الطیفوری فی قرص الورد

کتاب الی المعتمد فیما سألہ عنہ الفرق بین الغذاء والدواء المسہل۔ تین مقالات

درخواست کر چکے تھے۔ میں نے اس کتاب کے بارے میں دونوں سے حسب مرتبہ گفتگو کی، اور یہ کتاب لکھ کر انھیں ارسال کی۔ اسے ربیع الاول ۳۵۳ھ میں لکھنا شروع کیا۔ یہ دونوں حصول طب کے مرحلہ سے فارغ ہو کر ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو چکے ہیں جو اس فن کی معلومات میں غور و فکر کر کے جودت فہم پیدا کرتے ہیں، اور تفریع و اقتباس کے ذریعہ استخراج مسائل کیا کرتے ہیں۔ نیز یہ کتاب دونوں عزیزوں کے ہم رتبہ تلامذہ اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو میری کتابوں کا اتباع کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ حصول تعلیم کے مرحلہ سے فارغ ہو کر جودت فہم پیدا کرنے کے مرحلہ میں داخل ہونے والا جو شخص بھی اس کتاب کا مطالعہ کرے گا مستفید ہو گا۔ اس کے اندر دی گئی معلومات سے محظوظ ہوگا، استخراج مسائل کی صلاحیت اور قدرت پیدا ہوگی۔ جن امور کا تذکرہ اس کتاب کے اندر کیا ہے ان کی بنیاد پر وہ تفریع مسائل کر کے اپنی معلومات کو مستحکم اور مضبوط کر سکتا ہے۔ میری اس گفتگو کے مخاطب عام حضرات ہیں، باقی با صلاحیت افراد اور عبقری شخصیتیں اپنے نفس ناطقہ کی طاقت سے اسے بھی اور اس سے بڑھ کر بھی سمجھ سکتی ہیں۔ کیوں کہ ان اعلیٰ ہستیوں کے لئے علمی مشقت آسان ہے، جو مضامین عام لوگوں سے دور ہوتے ہیں ان سے قریب تر رہتے ہیں۔"

کتاب الحیوان، کتاب فی العلم الالٰہی، دو مقالات، ذی قعدہ ۳۵۵ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ کتاب فی الجدری والحیقار دو مقالے۔ کتاب فی السرسام والبرسام و مداواتہما، تین مقالات۔ اپنے شاگرد محمد بن ثواب موصلی کے لئے لکھا، اپنے الفاظ میں املا کیا اور شاگرد نے اپنے قلم سے لکھا۔ املا و کتابت کی تاریخ رجب ۳۵۵ھ مذکور ہے۔ کتاب فی القولنج و أصنافہ و مداواتہ والادویۃ النافعۃ منہ۔ دو مقالات، کتاب فی البرص والبہق و مداواتہما۔ دو مقالات، کتاب فی الصرع، کتاب آخر فی الصرع، کتاب فی الاستسقاء، کتاب فی ظہور الدم دو مقالات، کتاب فی المالیخولیا، کتاب ترکیب الادویۃ، مقالۃ النوم والیقظۃ، مقالہ لکھ کر احمد بن حسین بن زید بن فضالہ بلدی کو ارسال کیا۔ کتاب مکتوب الیہ کے استفسار کے مطابق تحریر کی۔ یہ استفسار اس نے عزور بن طیب یہودی بلدی کی زبانی کیا تھا۔ کتاب الغاذی والمغتذی۔ دو مقالات۔ اس کی تالیف سے آرمینیہ کے قلعہ برقی میں صفر ۳۴۸ھ میں فارغ ہوئے۔ کتاب امراض المعدۃ و مداواتہا، شرح کتاب الفرق مؤلفہ جالینوس، دو مقالات، رجب ۳۴۲ھ میں اس سے فارغ ہوئے شرح کتاب الحمیات مؤلفہ جالینوس۔

محمد بن ثواب موصلی

ابوعبداللہ محمد بن ثواب بن محمد معروف بہ ابن ثلاج، موصل کا باشندہ تھا، فن طب میں ماہر،

اور عالم باعمل تھا۔ فنِ طب کے استاذ احمد بن ابی اشعث تھے، ان کی صحبت میں رہا، طب کا مشغلہ سیکھا اور ممتاز ہوا۔ اپنے قلم سے بہت ساری کتابیں لکھیں۔

احمد بن محمد بلدی

شیخ ابوالعباس أحمد بن محمد بن یحییٰ، شہر بلد کا رہنے والا، فنِ طب سے باخبر، اور عمدہ معالج تھا۔ احمد بن ابی اشعث کے ارشد تلامذہ میں تھا۔ سالوں تک آپ کی صحبت سے مستفیض ہوتا رہا، طب کا مشغلہ سیکھا اور ممتاز ہوا۔

تصنیفات ——— میں ایک کتاب

کتاب تدبیر الحبالی والاطفال والصبیان وحفظ صحتہم و مداواۃ الامراض العارضہ لہم ہے جسے اس نے ابوالفرج یعقوب بن یوسف معروف بہ ابن کلس کے لئے جو دیار مصریہ میں عزیز باللہ کا وزیر تھا تحریر کی۔

ابنِ قوسین

اپنے زمانہ کا مشہور طبیب تھا۔ فنِ طب میں اسے عبور حاصل تھا۔ موصل میں مقیم رہا۔ یہودی تھا، مگر اسلام قبول کیا، اور یہود کی تردید میں ایک مقالہ لکھا۔ تصنیفات میں رد یہودیت پر یہی اس کا ایک مقالہ ہے۔

علی بن عیسیٰ یا عیسیٰ بن علی کحال

سرمہ سازی میں مشہور اور ممتاز تھا۔ امراض چشم اور معالجات چشم میں اس کا قول سند کا درجہ رکھتا تھا۔ "تذکرۃ الکحالین" اس کی مشہور تصنیف ہے، سرمہ سازی کے لئے اسے یاد رکھنا ضروری ہے۔ اس فن میں جتنی کتابیں لکھی ہیں عام طور پر انھیں ترک کر کے "تذکرۃ الکحالین" پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ علمی امور کے مقابلہ میں سرمہ سازی کے موضوع پر علی بن عیسیٰ کی گفتگو زیادہ عمدہ ہوا کرتی تھی۔

علی بن عیسیٰ کی تصنیفات میں صرف کتاب تذکرۃ الکحالین ہے جو تین مقالات پر مشتمل ہے۔

ابنِ شبل بغدادی

أبو علی حسین بن عبداللہ بن یوسف بن شبل۔ ولادت اور نشأ ونما بغداد میں ہوئی۔ حکیم، فلسفی، متکلم، باکمال ادیب اور بہت ہی اچھا شاعر تھا۔ وفات بغداد کے اندر ۴۷۴ھ میں ہوئی۔ حکمت کے موضوع پر اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جو نہایت عمدہ اور علوم حکمیہ اور اسرار الٰہی سے اس کی بہترین آگہی کے غماز ہیں۔ بعض حضرات ان اشعار کو ابنِ سینا کی جانب منسوب کرتے ہیں مگر یہ نسبت غلط ہے۔ وہ اشعار حسبِ ذیل ہیں۔ (وافر)

بربک ایها الفلک المدار أقصد ذا المسیر ام اضطرار

— اے فلک متحرک! اپنے رب کی قسم کھا کر بتا، یہ مدار ارادی ہے یا بے اختیاری

مدارک قل لنا فی أی شیء ففی أفهامنا منک انبهار

— بتا تیرا مدار کس چیز میں ہے۔ ہمارے فہم تیری جانب سے حیران ہیں۔

وفیک نری الفضاء وهل فضاء سوی هذا الفضاء به تدار

— ہم تیرے اندر فضا دیکھتے ہیں، تو کیا اس فضا کے سوا کوئی اور فضا بھی ہے جہاں تیری گردش ہے۔

وعندک ترفع الارواح أم هل مع الاجساد یدرکها البوار

— روحیں تیرے یہاں اٹھ کر جاتی ہیں یا جسموں کے ساتھ برباد ہو جاتی ہیں؟

وموج ذا المجرة أم فرند علی لجج الدروع له أوار

— یہ کہکشاں کوئی لہر ہے یا کوئی تلوار جو زرہوں پر چمک رہی ہے۔

وفیک الشمس رافعة شعاعا بأجنحة قوادمها قصار

— تیرے اندر آفتاب شعاعیں ایسے پروں کے ذریعہ بلند کر رہا ہے جن کے اگلے حصے چھوٹے ہیں۔

وطوق فی النجوم من اللیالی هلالک أم ید فیها سوار

— تیرا ہلال شب کے تاروں میں کوئی طوق ہے یا ہاتھ کا کوئی کنگن۔

وشهب ذا الخواطف أم ذبال علیها المرخ یقدح والعفار

— یہ بجلیاں ٹوٹے ہوئے تارے ہیں یا فتیلے جس میں مرخ[1] اور عفار کو رگڑ کر آگ لگا دی گئی ہے۔

---

(۱) مرخ اور عفار درختوں کے نام ہیں جنھیں رگڑ کر آگ پیدا کی جاتی ہے۔

وترصیع نجومک أم حباب تؤلف بینه اللجج الغزار

— تیرے تارے کسی تاج کے گول زیور ہیں یا حباب جنھیں اتھاہ پانی نے بنایا ہے۔

تمد رقومها لیلا وتطوی نهارا مثل ماطوی الازار

— جن کے نقوش شب میں کھول اور دن میں ازار کی طرح لپیٹ دیے جاتے ہیں۔

فکم بصقا لها صدی البرایا وما یصدی لها أبدا غرار

— روشن تاروں سے مخلوق کتنی تشنہ لب ہوئی مگر فریب خوردہ تشنہ لب نہیں ہوتے۔

تباری ثم تخنس راجعات وتکنس مثل ماکنس الصوار

— یہ دوڑ لگاتے ہیں پھر پلٹ کر پیچھے چلتے ہیں اور گایوں کے ریوڑ کی طرح واپس چلے جاتے ہیں۔

فبینا الشرق یقدمها صعودا تلقاها من الغرب انحدار

— مشرق انھیں اوپر اٹھاتا ہے تو مغرب سے نیچے آنے کا پیغام آجاتا ہے

علیٰ ذا ما مضی وعلیه یمضی طوال منی وآجال قصار

— یہی ماضی ہے یہی حال و مستقبل ہے، چھوٹی بڑی آرزوؤں اور عمروں کا۔

وأیام تعرفت مداها لها أنفا سنا أبدا شغار

— کچھ ایام ہیں جو اپنی مدت ہمیں بتاتے ہیں، ہماری سانس ہمیشہ ان کی زد پر ہوتی ہے

— اور کوئی زمانہ ہے جس سے عمریں اس طرح جھڑتی ہیں جیسے شاخوں سے پھول۔

— اور یہ دنیا ہے کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش کے لئے اس کی دایہ آتی ہے،

هی العشواء ماخبطت هشیم هی العجماء ماجرحت جبار

— یہ اندھی ہے کہ جب تک چلے گی شکستہ رہے گی، جانور ہے کہ جب تک زخم لگے گا اس کا کوئی تاوان نہیں۔

فمن یوم بلا أمس لیوم بغیر غد الیه بنا یسار

— ہمیں ماضی سے خالی ایک دن سے مستقبل سے خالی ایک دن کی جانب لئے جا رہے ہیں۔

ومن نفسین فی أخذ ورد لروح المرء فی الجسم انتشار

— رد و قبول کی دو کیفیتوں سے جسم میں آدمی کی روح کو انتشار ہے۔

ولم من بعد ما ألفت نفوس جسوما عن مجاثمها تطار

— اطمینان و انسیت کے بعد کتنے وجود ہیں کہ آرام گاہوں سے انھیں اڑا دیا جاتا ہے۔

ألم تک بالجوارح آنسات فکم بالقرب عاد لها نفار

— اعضاء و جوارح میں انسیت کی کتنی دیویاں ہیں مگر جلد ہی متنفر ہوگئیں۔

فان یک آدم اشقیٰ بنیہ　　بذنب ماله منه اعتذار

—— اگر آدم نے اپنی اولاد کو گناہ لااعتذار کی بدولت بد بختی میں مبتلا کیا

ولم ینفعه بالاسماء علم　　ومانفع السجود ولا الجوار

—— نہ اسماء کا علم، نہ سجدہ نہ ہمسائگی کام آئی

فأخرج ثم أهبط ثم أودی　　فترب السافیات له شعار

—— نکالے گئے، اتارے گئے، پھر ہلاک کئے گئے، کہ اڑتی ہواؤں کی خاک ان کا پیرہن ہے

فأدرکه بعلم الله فیه　　من الکلمات للذنب انتفار

—— تو انھیں علم الٰہی سے ایسے کلمات ملے جن سے گناہ کی بخشش ہوئی

ولکن بعد غفران و عفو　　یعیر ماتلا لیلا نهار

—— مگر عفو و بخشش کے بعد، شب و روز آوارہ پھر رہا ہے

لقد بلغ العدو بنا مناه　　وحلّ بآدم وبنا الصغار

—— دشمن ہمارے باب میں اپنی آرزوؤں میں کامیاب ہوا، ہم پر اور آدم پر ذلت طاری ہوگئی

تهنا ضائعین کقوم موسیٰ　　ولا عجل أضل ولا اخوار

—— ہم قوم موسیٰ کی طرح برباد صحرا میں کھو کر رہ گئے، گمراہ کرنے کے لئے نہ بچھڑا تھا نہ ڈکار

فیالک أکلة مازال منها　　علینا نقمة وعلیه عار

—— یہ کیسا کھانا تھا کہ ہم پر برابر مصیبت اور اس کے لئے عار بنا

نعاقب فی الظهور وماولدنا　　ویذبح فی حشا الأم الحوار

—— پیدائش سے پہلے پشتوں میں ہمیں سزا ملتی ہے، ماں کے شکم ہی میں بچہ ذبح کر دیا جاتا ہے

وننتظر الرزایا والبلایا　　وبعد فبالوعید لنا انتظار

—— آلام و مصائب کی زد پر ہیں، اس کے بعد وعید کا انتظار مستزاد ہے

ونخرج کارهین کما دخلنا　　خروج الضب أحوجه الوجار

—— بادل نخواستہ جس طرح آئے اسی طرح چلے، جس طرح گوہ کو بل نکلنے پر مجبور کرے

فماذا الامتنان علیٰ وجود　　لغیر الموجدین به خیار

—— پس ایسے وجود پر کیا احسان کہ جس پر غیروں کو اختیار ہو

وکانت انعما لوأن کونا　　نخیر قبله او نستشار

—— احسانات تو اس وقت ہوتے جب وجود سے پہلے ہمیں اختیار دیا جاتا یا ہم سے مشورہ کر لیا جاتا

أهذا الداء لیس له دواء　　وهذا الکسر لیس له انجبار

—— ارے یہ مرض لاعلاج ہے، یہ شکستگی ناقابل اصلاح ہے

تحیر فیه کل دقیق فهم　　ولیس لعمق جرحهم انسبار

—— یہاں ہر نکتہ داں حیران ہے، ان کے زخموں کی گہرائی ناقابل پیمائش ہے

اذا التکویر غال الشمس عنا　　وغال کواکب اللیل انتثار

—— بے نوری جب آفتاب کو ہلاک کر دے گی، پراگندگی شب کے تاروں کو برباد کر دے گی

وبدلنا بهذی الأرض أرضا　　وطوّح بالسماوات انفطار

—— ہماری یہ زمین بدل دی جائے گی، انشگاف آسمانوں کو تہس نہس کر دے گا

وأذهلت المراضع عن بنیها　　لحیرتها وعطلت العشار

—— مائیں سراسیمگی سے اپنے بچوں کو فراموش کر دیں گی، دس سال کی گابھن اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی

وغشی البدر من فرق وذعر　　خسوف للتوعد لاسرار

—— ماہتاب پر خوف و دہشت سے سلوٹیں نہیں گہن آجائے گا

وسیرت الجبال فکن کثبا　　مهیلات وسجرت البحار

—— پہاڑوں کو چلا کر پست کردہ نشیب بنا دیا جائے گا اور دریا ابل پڑیں گے

فاین ثبات ذی الالباب منا　　وأین مع الرجوم لنا اصطبار

—— تو ہمارے دانشور کو ثبات کہاں ہوگا، کہاں پتھروں کے ساتھ ہمیں صبر ہوگا

واین عقول ذی الافهام مما　　یراد بنا وأین الاعتبار

—— صاحب فہم کی عقلیں ہمارے حشر کا کیا کریں گی، کہاں عبرت کی جا ہوگی

واین یغیب لب کان فینا　　ضیاءک من سناه مستعار

—— ہمارے اندر موجود وہ عقل کہاں گم ہوگی جس کی روشنی سے تیری ضیاء مستعار ہے

وما الأرض عصته ولا سماء　　ففیم یقول انجمها انکدار

—— زمین نے اس کی نافرمانی کی نہ آسمان نے، پھر کس بات پر اس کے تارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے

وقد وافته طائعة وکانت　　دخانا ما القاترة شرار

—— یہ آسمان تو مطیع ہو کر آیا ہے، ورنہ بے شرر دھواں تھا

قضاها سبعة والارض مهدا　　دحاها فهی للاموات دار

—— اسے سات بنائے، زمین کو فرش بنا کر بچھایا، جو مردوں کا گھر بنی

فمالسمو ما أعلا انتهاء   ولاالسموک ما أرسیٰ قرار

—— جب تک یہ بلند ہے کسی بلندی کی انتہا نہیں، اور جب تک وہ برقرار تیری بلندی کو قرار نہیں۔

ولکن کل ذا التھویل فیہ   لذی الالباب وعظ ازدجار

—— مگر اس کی ساری ہولناکیاں اپنے اندر دانشور کے لئے عبرت و موعظت کا سامان رکھتی ہیں

اپنے بھائی احمد کا اُس نے مرثیہ لکھا ہے۔ (خفیف)

غایة الحزن والسرور انتھاء   مالحی من بعد میت بقاء

—— غم ومسرّت کا انجام ہے ختم ہو جانا، کسی مرنے والے کے بعد کسی زندہ کو دوام نہیں ہے

لالبید بأربد مات حزنا   وسلت عن شقیقھا الخنساء

—— لبید اربد کے غم میں مر نہیں گئے، خنسار کو اپنے کی طرف سے تسلّی ہو گئی

مثل مافی التراب یبلی الفتی   فالحزن یبلی من بعدہ والبکاء

—— جوان خاک کی طرح بوسیدہ ہو جاتا ہے اس کے بعد غم اور گریہ بھی بوسیدہ ہو جاتے ہیں

غیرأن الاموات زالوا وبقوا   غصصا لا یسیغہ الاحیاء

—— البتہ مردے تو چلے جاتے ہیں مگر زندوں کے گلے کی پھانس بن جاتے ہیں

انما نحن بین ظفر وناب   من خطوب اسود ھن ضراء

—— ہم تو کیا ہیں تباہیوں کے چھوٹے بڑے دانتوں کے درمیان ہیں، سیاہ تباہی خطرناک ہے

نتمنی وفی المنی قصر العمر   فنغدو وبما نسر نساء

—— ہم آرزو کرتے ہیں مگر آرزوؤں میں عمر کم ہوتی ہے اور عورتوں کی خوشی کا سامان بنتے ہیں

صحة المرء للسقام طریق   وطریق الفناء ھذا البقاء

—— آدمی کی صحت بیماری کی راہ ہے اور فنا کی راہ یہی بقا رہے

بالذی نغتذی نموت ونحیا   أقتل الداء للنفوس الدواء

—— ہماری اپنی غذا پر موت کا بھی اور حیات کا بھی مدار ہے، سب سے قاتل بیماری یہی دوا ہے

ما لقینا من غدر دنیا فلا کا   نت ولا کان أخذھا والعطاء

—— ہمیں دنیا کی بے وفائی کا تجربہ ہے، خدا نہ کرے کہ یہ ہو اور اس کا لین دین ہو

راجع جودھا علیھا فمھما   یھب الصبح یسترد المساء

—— دنیا کی فیاضی خود اسی کو پلٹ جاتی ہے، صبح جو چیز ملتی ہے شام کو واپس چلی جاتی ہے۔

لیت شعری حلماتمر نباالأ یام أم لیس نعقل الاشیاء

—— کاش معلوم ہوتا کہ زمانہ جو ہمیں لے کر گزر رہا ہے وہ خواب ہے یا اشیاء سمجھ میں نہیں آرہی ہیں

من فساد یجنیہ للعالم الکو   ن فما للنفوس منہ اتقاء

—— کسی ایسے فساد کے باعث جسے تعمیرِ عالم برپا کر رہا ہے، لہٰذا اس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں ہے[1]

قبح اللہ لذة لأذانا   نالھا الامھات والآباء

—— اللہ برا کرے اس لذت کا جس سے ہماری اذیت کی خاطر باپ اور ماں شاد کام ہوئے

نحن لولا الوجود لم نألم الفقـد فایجاد نا علینا بلاء

—— وجود نہ ہوتا تو موت سے المناک نہ ہوتے، ہمارا وجود ہی ہماری مصیبت ہے

وقلیلا ما تصحب المھجة الجسم ففیم الأسیٰ وفیم العناء

—— روح جسم میں بہت کم رہتی ہے، پھر کس پر افسوس، اور کس پر مشقت

ولقد أید الالہ عقولا   حجة العود عندھا الابداء

—— اللہ نے ایسی عقلوں کو تقویت دی ہے جن کے نزدیک اعادہ کی دلیل یہی ابتدا ہے

غیر دعویٰ قوم علی المیت شیأ   انکرتہ الجلود والاعضاء

—— وہ دعویٰ مستثنیٰ ہے جو کوئی قوم کسی میت پر ایسی چیز کا کرے جسے کھال اور اعضاء نہ جانتے ہوں

واذا کان فی العیان خلاف   کیف بالغیب یستبین الخفاء

—— جب ظاہراً میں اختلاف ہے، تو باطن میں خفا کا پردہ کیوں کر چاک ہوگا

مادھانامن یوم أحمد الا   ظلمات ولا استبان ضیاء

—— أحمد کے دن کی صرف تاریکیاں ہی مصیبت بنیں، کوئی روشنی نمودار نہ ہوئی

یا أخی عاد بعدک الماء سما   وسموما ذاک النسیم الرخاء

—— اخویم! تیرے بعد پانی زہر اور نسیم نازک کے جھونکے بادِ سموم ہو گئے

والدموع الغزار عادت من الأنفاس نارا تثیرھا الصعداء

—— اور اشک افزوں تنفس سے آتش بن گئے جسے گہرا سانس اور بھڑکاتا ہے

وأعد الحیاة عذرا وان کا   نت حیاة یرضی بھا الاعداء

—— زندگی کو عذر سمجھتا ہوں گو دشمنوں کے لئے یہ زندگی پسندیدہ ہے۔

---

(1) دونوں اشعار کے اندر غالباً وہ مضمون باندھا گیا ہے جس کی جانب غالب نے اپنے اس شعر کے اندر اشارہ کیا ہے نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا۔

أين تلك الخلال والحزم أين العزم أين السناء أين البهاء

— کیا ہوئے وہ اوصاف، وہ حزم، وہ عزم، وہ چمک وہ رونق

كيف أودى النعيم من ذلك الظل وشيكا وزال ذاك الغناء

— اس سایہ کی نعمت کس طرح جلد فنا اور کس طرح یہ غنا زائل ہو گیا

أين ما كنت تنتضي من لسان في مقام للسواضي انتضاء

— کہاں گئی وہ زبان جسے وہاں سونت لیتے جہاں تیغ براں تک سونتی نہ جا سکیں

كيف أرجو شفاء ما بي وما بي دون سكناي في ثراك شفاء

— اپنی شفا کی اُمید کیسے کروں، جبکہ تیری تربت میں سو رہنے کے سوا اپنی کوئی شفا نہیں ہے

أين ذاك الرواء والمنطق المو فق أين الحياء أين الاباء

— وہ حسن منظر کہاں گیا، وہ خوشگوئی، وہ حیا، اور وہ اباء کیا ہوئی

ان محاسنك التراب فما الله مع يوما من صحن خدي انمحاء

— خاک نے تیرا حسن محو کر دیا تو کیا ایک دن بھی میرے رخسار کے صحن سے اشک مٹ نہ سکا

أوتبن لم يبن قديم وداد أوتمت لم يمت عليك الثناء

— تم گر جدا ہو گئے تو کیا، تیری قدیم محبت جدا نہ ہوئی، تو مر گیا تو کیا، تیری تعریف مر نہ سکی

شطر نفسي دفنت والشطر باق يتمنى ومن مناه الفناء

— اپنے وجود کا ایک حصہ دفن ہو گیا، ایک حصہ باقی ہے، تمنا کر رہا ہے، اس کی تمنا فنا ئی ہے

ان تكن قدمته أيدي المنايا فالى السابقين تمضي البطاء

— اگر موت کے ہاتھوں نے اسے آگے بڑھا دیا ہے تو کیا سست کار لوگ کہیں اگلی صفوں میں پہنچتے ہیں؟

يدرك الموت كل حي ولو أخفته عنه في برجها الجوزاء

— موت ہر زندہ کو آ کر رہے گی گو جوزا اپنی برج میں اسے چھپا لے

ليت شعري وللبلى كل ذي الخلق بماذا تميز الانبياء

— کاش معلوم ہوتا کہ ہر مخلوق جب بوسیدگی کی زد پر ہے انبیاء کا کیا امتیاز ہے

موت ذا العالم المفضل بالنطق وذا السارح البهيم سواء

— گویائی کا شرف رکھنے والا صاحب علم اور میدانوں میں چرنے والا جانور، دونوں کی موت یکساں ہے

لا غوى لفقده تبتسم الأر ض ولا للتقي تبكي السماء

— کسی بدکار کی موت زمین ہنستی ہے نہ کسی نیکو کار آسمان روتا ہے

كم مصابيح أوجه أطفأتها تحت أطباق رمسها البيداء

— کتنے چہروں کے چراغ صحرا، اپنی قبروں کے اندر گل کر دیے

كم بدور وكم شموس وكم أطواد حلم أمسى عليها العفاء

— کتنے ماہتابوں، کتنے آفتابوں اور عقل و دانش کے کتنے کوہساروں پر فنا طاری ہو گیا

كم محاغرة الكواكب صبح ثم حطت ضياءها الظلماء

— صبح نے ستاروں کا نور کتنا بجھایا، پھر ظلمت نے ان کی روشنی اُڑا دی

انما الناس قادم اثر ماض بدء قوم للآخرين انتهاء

— لوگوں کا تو حال یہ ہے کہ ایک جانے والے کے بعد ایک آتا ہے، ایک قوم کا آغاز دوسری قوم کا انجام ہے

اس نے کچھ اور اشعار بھی کہے ہیں

وكأنما الانسان فيه غيره متكون والحسن فيه معار

— انسان میں دوسرا کوئی اور کیا معلوم ہوتا ہے موجود ہے، حسن اس کے اندر عاریت ہے

متصرف وله القضاء مصرف ومكلف وكأنه مختار

— بدلتا رہتا ہے اور یہ تبدیلی قضا کے ہاتھوں میں ہے، ذمہ دار بناتا ہے گویا کہ مختار ہے

طورا تصوبه الخطوط وتارة خطأ تحيل صوابه الاقدار

— گاہ مقدر اسے راست بنا دیتا ہے، گاہ غلطی سے اس کی راستی اُلٹ دیتا ہے

تعمى بصيرته ويبصر ما بعد لا يسترد الفائت استبصار

— بصیرت اس کی اندھی ہو جاتی ہے اور دیکھتا اس وقت ہے جب سانپ چلا جاتا ہے

فتراه يؤخذ قلبه من صدره ويرد فيه وقد جرى الاقدار

— اس کا دل سینہ سے ضبط کر لیا جاتا ہے، پھر سینہ کے اندر واپس کر دیا جاتا ہے جبکہ مقدر اپنا کام کر چکا ہوتا ہے

فيظل يضرب بالملامة نفسه ندما اذا لعبت به الأفكار

— افکار اپنا کھیل ختم کر چکے ہوتے ہیں تو ندامت سے خود کو ملامت کرنے لگتا ہے

لا يعرف الافراط في ايراده حتى يبينه له الاصدار

— داخلہ میں حد سے تجاوز تب ہی سمجھ میں آتا ہے جب خارجہ کی بات روشن ہو جاتی ہے

چند اشعار اور کہے ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

اذا أخنى الزمان على كريم أعار صديقه قلب العدو

—— جب کوئی شریف انسان گردش میں آتا ہے تو دوست کے سینہ میں دشمن کا دل آجاتا ہے
چند منتخب اور عمدہ اشعار قابلِ ذکر ہیں۔ (بسیط)

تلق بالصبر ضيف الهم ترحله   ان الهموم ضيوف أكله المهج

—— مہمان غم سے ملاقات صبر سے کرو، اسے رخصت کردو گے، غم و افکار ایسے مہمان ہیں جن کی خوراک ارواح ہیں

فالخطب مازار الا وهو منتقص   والأمر ماضاق الا وهو منفرج

—— کیوں کہ مصیبت اسی وقت افزوں ہوتی ہے جب کم ہونے لگتی ہے، دائرہ تنگ اسی وقت ہوتا ہے جب پھیلنے لگتا ہے

فروّح النفس بالتعليل ترض به   عسى الى ساعة من ساعة فرج

—— بس روح کو مصروف رکھ کر راحت دو خوش رہو گے، گھڑی دو گھڑی میں ہو سکتا ہے با دل صاف ہو جائیں

(بسیط)

تسّل عن كل شئ بالحياة فقد   يهون بعد بقاء الجوهر العرض

—— زندگی بچا کر ہر شئے کو صبر کر لو کیوں کہ بقاء جوہر کے بعد عرض ہیچ ہے

يعوّض الله مالا أنت متلفه   وما عن النفس ان اتلفتها عوض

—— جو مال تلف کردو گے اللہ اس کا عوض دے دے گا، مگر جان تلف کردو گے تو اس کا کوئی عوض نہیں ہے

(خفیف)

وعلىٰ قدر عقله ناعتب المرء   وحاذر بزا ان بصير عقوقا

—— بقدر عقل آدمی پر عتاب کرو، اور الحذر کوئی فرمان کیش نافرمان نہ ہو جائے

كم صديق بالعتب صار عدوا   وعدو بالحلم صار صديقا

—— کتنے دوست عتاب سے دشمن ہو گئے، اور کتنے دشمن عدم تشدد سے دوست بن گئے

(طویل)

ليكفيكم ما فيكم من جوى نلقى   فمهلا بنا مهلا وافقا بنا رفقا

—— آپ کے عشق میں جو سوز ملا ہے بس اتنا ہی ہے، فرصت دیں، بے دم نہ کریں

وحرمة ودّى لاسلوت هواكم   ولارمت منه لافكاكا ولا عتقا

—— محبّت کی قسم! آپ کا عشق فراموش نہ ہو، رہائی نہ ہو، آزادی نہ ملے

سأزجر قلبا رام فى الحب سلوة   وأهجره ان لم يمت بكم عشقا

—— اس دل کو ڈانٹ پلا دوں گا جو محبت میں صبر کرے، چھوڑ دوں گا اگر آپ کے عشق میں نہ مرا

عذبت الهوىٰ ياصاح حتى ألفته   فأضناه لى أشفى وأفناه لى أبقى

—— ہم نفس! عشق میرے لئے شہد و شکر بن چکا ہے، اس میں جو دکھ ہے وہی شفا اور جو فنا ہے وہی بقا ہے

فلا الصبر موجود ولا الشوق بارح   ولا أدمعى تطفى اللهيب ولا ترقا

—— نہ صبر موجود ہے، نہ عشق چھوٹنے والا ہے، نہ آنسو تپش بجھاتے ہیں، نہ رکتے ہیں

أخاف اذا ما الليل مدّ سدوله   علىٰ كبدى حرقا ومن مقلتى غرقا

—— ڈرتا ہوں کہ رات آجائے تو جگر کہیں جل نہ جائے، چشم کہیں غرق آپ نہ ہو جائے

أيجمل ان أجزى عن الوصل بالجفا   وينعم طرفى والفؤاد بكم يشقىٰ

—— کیا یہ خوب ہے کہ وصال کے عوض جفا ملے، آنکھیں تو شاد مگر دل ناشاد ہو

أحظى هذا أم كذا كل عاشق   يضام فلا يعفى ولا يظمى ولا يسقىٰ

—— کیا میرا ہی نصیبہ ہے یہ، یا ہر عاشق اسی طرح ستایا جاتا، معاف نہیں کیا جاتا، تشنہ لب ہوتا ہے پلایا نہیں جاتا

سل الدهر عل الدهر يجمع بيننا   فلم أر مخلوقا علىٰ حالة يبقىٰ

—— زمانہ سے کہو، شاید ہماری ملاقات ہو جائے، کوئی مخلوق کسی ایک حالت پر باقی نہیں رہی ہے

(رمل)

ان تكن تجزع عن همى اذا فاض فصنه

—— اگر میرے اشک رواں سے تجھے گھبراہٹ ہے تو اسے محفوظ کرو

أو تكن أبصرت يوما سيدا يعفو فكنه

—— یا کسی دن کسی جناب کو معاف کرتے دیکھا ہے تو جناب بن جاؤ

أنا لا أصبر عمن لا يحل الصبر عنه

—— میں اسے صبر نہیں کر سکتا جسے صبر کرنا جائز نہیں ہے

كل ذنب فى الهوىٰ يغفرلى مالم أخنه

—— عشق میں ہر گناہ معاف ہے، جب تک بے وفائی نہ کروں

(کامل)

ثقلت زجاجات أتتنا فرغا   حتى اذا ملئت بصرف الراح

—— شیشے خالی تھے تو بھاری ہے، مگر شراب سے پر ہو گئے

خففت فکادت ان تطیر بما حوی   وکذا الجسوم تخف بالأرواح

—— تو ہلکے ہو گئے اور قریب تھا کر پرواز کر جائیں۔ یہی حال جسموں کا ہے کہ روحوں سے ہلکے رہتے ہیں

(بسیط)

قالوا القناعة عز والکفاف غنی   والذل والعار حرص النفس والطمع

—— انھوں نے کہا قناعت عزت اور کفاف غنا ہے، ذلّت و عار حرص و آز میں ہے

صدقتم من رضاه سد جوعته   ان لم یصبه بما ذا عنه یقتنع

—— سچ ہے، سدرمق کی ضرورت جس کی نہ پوری ہو وہ کیوں کر مطمئن ہو گا

(کامل)

احفظ لسانک لا تبح بثلاثة   سر ومال ما استطعت ومذهب

—— زبان کی حفاظت کرو، تین چیزیں حتی الامکان ظاہر نہ کرو، راز، دولت اور مذہب

فعلی الثلاثة تبتلی بثلاثة   بمفکر وبحاسد ومکذب

—— تینوں باتوں کے اظہار پر تین اشخاص سامنے آئیں گے، داؤں لگانے والا، حاسد اور جھٹلانے والا

اسی مفہوم میں کسی نے نثر میں کہا ہے "الرجل تخفی ذهبه ومذهبه وذهابه"

—— (آدمی اپنا سونا، مذہب اور روانگی پوشیدہ رکھتا ہے)

(بسیط)

قالوا وقد مات محبوب فجعت به   وبالصبا وأراد واعنه سلوانی

—— میرا ایک محبوب چلا گیا، مجھے اس اور عشق دونوں کا غم تھا، لوگوں نے تسلّی کی خاطر کہا

ثانیه فی الحسن موجود فقلت لهم   من أین لی فی الهوی الثانی صبا ثانی

—— حسن میں اس کا ثانی موجود ہے، میں نے کہا، ثانی محبوب کے لئے عشق ثانی کہاں سے لاؤں

(طویل)

وفی الیاس احدی الراحتین لذی الهوی   علی ان احدی الراحتین عذاب

—— عاشق کے لئے مایوسی میں دو میں سے ایک راحت ہے، بایں ہمہ ہر ایک راحت عذاب ہے

أعف وبی وجد وأسلو وبی جوی   ولو ذاب منی اعظم واهاب

—— پاک دامن رہتا ہوں مگر مبتلائے غم، صبر کرتا ہوں مگر سوز سے پر ہوں، ہڈیاں اور کھال پگھل جائیں پھر بھی یہ سوز نہ جائے گا

وآنف أن تعتاق همی خریدة   بلحظ وأن یروی صدای رضاب

—— مجھے پسند نہیں کہ کوئی دوشیزہ ایک نگہ ڈال کر راہ کی رکاوٹ بنے اور میری پیاس کو پانی پلایا جائے

فلا تنکری عز الکریم علی الأذی   فحین تجوع الضاریات تهاب

—— اذیت پر کسی شریف کے طیش کی بات انھونی نہ سمجھو کیوں کہ خونخوار درندے جب بھوکے ہوتے ہیں تو خطرناک ہو جاتے ہیں

(بسیط)

نبا الی الدیر من درنا صبابات   فلا تلمنی فما تغنی الملامات

—— درنا سے دیر تک ہم پر عشق کے سلسلے ہیں، ملامت نہ کرو کہ ملامتوں سے کوئی فائدہ نہیں

لا تبعدن وان طال الزمان به   أیام لهو عهدناه ولیلات

—— گو زمانہ ہو گیا پھر بھی کھیل کود کے شب و روز دور نہ ہوں

فکم قضیت لبانات الشباب بها   غنما وکم بقیت عندی لبانات

—— شباب کی کتنی ضرورتیں بطور غنیمت یہاں پوری کیں، اور کتنی باقی ہیں

ما أمکنت دولة الافراح مقبلة   فانعم ولذ فان العیش تارات

—— خوشیوں کا زمانہ جب تک ممکن ہو، لذت اٹھاؤ کہ زندگی کبھی کبھی ملتی ہے

قبل ارتجاع اللیالی وهی عاریة   وانما لذة الدنیا اعارات

—— شبوں کے پلٹ جانے سے پہلے کہ یہ عاریت ہیں، دُنیا کی لذّت تو عاریت ہی ہے

قم فاجل فی فلک الظلماء شمس ضحی   بروجها الدهر طاسات وجامات

—— اٹھو، فلک ظلمت میں آفتاب چاشت کو گردش دو، جس کی برجیاں زمانہ میں طشتریاں اور جام ہیں

لعله ان دعی داعی الحمام بنا   نقضی وأنفسنا منا رویات

—— شاید کہ موت کا گماشتہ ہم تک پہنچے تو ہم بالکل سیراب ہوں

ہم التعلل لولا ذاک من زمن   احیاء باعتیاد الهم أموات

—— اگر یہ زمانہ نہ ہو جس میں زندہ حضرات غم سہتے سہتے مردہ ہو چکے ہیں تو آخر دل بہلے کیسے

دارت تحیی فقابلنا تحیتها   وفی حشاها الفزع المزج روعات

—— سلام کرتی ہوئی اس نے طواف کیا۔ ہم نے بھی سلامی کا جواب دیا۔ ملاقات کی دہشت سے اس کے دل پر ہول طاری تھا

عذراء اخفی لنا بدر صورتها   لم یبق من روحها الا حشاشات

—— دوشیزہ ہے جس کی تصویر کے ماہتاب ہم سے پوشیدہ رکھے گئے اور اس کی روح کی کچھ رمق اب باقی ہے

مدت سرادق برق من ابارقها   علیٰ مقابلها منها بُلالات

—— اس نے اپنی بجلیوں کا ایک پردہ پھیلایا، جس کے بالمقابل اس کی رطوبتیں ہیں

فلاح فی آذرع الساقین أسورۃ   بترا وفوق غور الشرب جامات

—— چنانچہ ساقی کے ہاتھوں میں زریں کنگن چمکے، اور پینے والوں کے سینوں پر جام

قد وقع الدھر سطرا فی صحیفتہ   لا فارقت شارب الخمر المسرات

—— زمانہ نے اپنے صحیفہ میں ایک سطر قلمبند کیا "مے نوشوں سے سرور جدا نہ ہو"

خذ ما تعجل واترک ما عدت بہ   فعل اللبیب فللتاخیر آفات

—— جو بعجلت ہاتھ آئے اسے لے لو، جس کا وعدہ ہے اسے چھوڑ دو۔ دانشور کا یہی کام ہے، تاخیر میں آفتیں ہیں

وللسعادۃ اوقات میسرۃ   تعطی السرور وللاحزان أوقات

—— سعادت کے کچھ میسّر اوقات ہیں جو سرور بخشتے ہیں، غم و آلام کے بھی اوقات ہیں۔

ابوالحسن عبداللہ بن عیسیٰ بن نجتویہ

واسط کا رہنے والا ایک صاحبِ علم طبیب و خطیب تھا۔ فنِ طب پر اس کی تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ قدماء کی تالیفات سے واقف تھا۔ اور ان پر گہری نظر اور کمال فہم رکھتا تھا۔ اس کے والد بھی طبیب تھے۔

کتاب المقدمات، یہ کنز الاطباء کے نام سے بھی معروف ہے، اسے اپنے فرزند کے لئے ۴۲۰ھ میں تصنیف کیا، کتاب الزہد فی الطب اور کتاب القصد الیٰ معرفۃ الفصد، ابوالحسین بن بختنویہ کی تصانیف ہیں۔

ابوالعلاء صاعد بن حسن

فنِ طب میں باکمال اور ممتاز اور نہایت ذکی اور طباع تھا۔ شہر رحبہ میں قیام تھا۔ کتاب التشویق الطبی اس کی تصنیف ہے جسے بمقام رحبہ ۴۶۴ھ میں لکھی۔

زاہد العلماء ابوسعید منصور بن عیسیٰ

نسطوری عیسائی تھا۔ اس کا بھائی مطران نصیبین تھا جو فضل و کمال میں مشہور و معروف تھا۔ فنِ طب کے ذریعہ زاہد العلماء نے نصیر الدولہ بن مروان کی خدمت کی، یہ نصیر الدولہ وہی ہے جس کے لئے ابنِ بطلان نے دعوۃ الاطباء لکھی تھی۔ نصیر الدولہ زاہد العلماء کا بے حد احترام اور فن طب کے باب میں اس پر اعتماد کرتا تھا۔ اس نے اسے خوب نوازا بھی۔ زاہد العلماء ہی نے میا فارقین کا شفا خانہ تعمیر کیا۔

شیخ سدید الدین بن رقیقہ طبیب نے مجھے شفا خانہ میا فارقین کی تعمیر کا سبب یہ بتایا کہ نصیر الدولہ بن مروان کی ایک بچی بیمار پڑی جس کا وہ بیحد خیال رکھتا تھا۔ اس نے نذر مان لی تھی کہ صحت یاب ہونے پر تول کر اس کے وزن برابر درہم خیرات کرے گا۔ زاہد العلماء کے علاج سے صحت یاب ہوگئی تو اس نے نصیر الدولہ کو مشورہ دیا کہ جو پیسے خیرات کرنا چاہتا ہے اس سے شفا خانہ تعمیر کر دے جس سے عامۃ الناس مستفید ہوں گے۔ اور اسے نیکنامی اور اجر عظیم حاصل ہوگا۔ چنانچہ زاہد العلماء کو اس نے شفا خانہ تعمیر کرنے کا حکم دیا، اور اس پر بکثرت دولت صرف کی، اور اسے جاری رکھنے کے لئے املاک وقف کر دیے۔ اس میں آلات اور ضرورت کی بے شمار اشیاء مہیّا کیں، حتیٰ کہ ہر اعتبار سے معیاری ثابت ہوا۔

تصنیفات

زاہد العلماء کی تصنیفات حسبِ ذیل ہیں:

کتاب البیمارستانات، کتاب فی الفصول والمسائل والجوابات، یہ دو حصّوں میں ہے، پہلے حصّہ میں حسن بن سہل نے زاہد العلماء کے کتب خانہ میں سوالات و جوابات کے جس قدر رقعے، کاغذات اور کاپیاں پائیں انھیں درج کر دیں، دوسرا حصّہ فصلوں پر اور ان سوالات پر مشتمل ہے جن کے جوابات زاہد العلماء نے شفا خانہ فارقی کی متعینہ علمی مجلس کے اندر دیئے تھے۔ کتاب فی المنامات والرؤیا، کتاب فیما یجب علی المتعلمین لصناعۃ الطب تقدیم علمہ، کتاب فی امراض العین و مداواتہا۔

ابوسہل سعید بن عبدالعزیز نیلی

فنِ طب سے واقف، تصنیف کا عمدہ ملکہ، اصنافِ سخن اور ادبی علوم سے تعلق اور نظم و نثر

میں کمال رکھتا تھا۔ چند اشعار حسبِ ذیل ہیں۔ (خفیف)

یا مفدّی العذار و الخد و القدّ بنفسی وما أراها کثیرا

—— اے کہ جس کے رخسار، قدوقامت اور رخ پر جان قربان، گو زیادہ اسے دیکھا نہیں ہے

و معیری من سقم عینیه سقما دمت مضنی به ودمت معیرا

اے کہ جس نے اپنی آنکھوں کی بیماری مجھے دی، جس سے دائمی مرض اور دائمی داغ ملا

اسقنی الراح تشف لوعة قلب بات من نبت للھوم سمیرا

پلادے کہ فراق میں غم و آلام کے ساتھی دل کی سوزش دور ہو جائے

ھی فی الکأس خمرة فاذا ما أفرغت فی الحشا استحالت سرورا

یہ پیمانہ میں تو شراب ہے لیکن شکم میں فرحت و سرور بن جاتی ہے

تصنیفات

حسبِ ذیل ہیں:

اختصار کتاب المسائل لحنین، تلخیص شرح جالینوس لکتاب الفصول، مع نکت من شرح الرازی۔

اسحاق بن علی رہاوی

ممتاز طبیب اور جالینوس کی تصنیفات کا عالم تھا۔ فنِ طب میں اس کے عمدہ کارنامے ہیں۔

تصنیفات

کتاب ادب الطبیب، کناش جالی نوس کے دس مقالات معروف بہ مبامر فی ترکیب الادویۃ بحسب امراض الاعضاء من الرأس الی القدم سے مرتب کی ہے،

جامع انتخابات، اسے اسکندرانیوں کی مرتب کردہ جالی نوس کی چار کتب، کتاب الفرق، کتاب الصناعۃ الصغیرۃ، کتاب النبض الصغیر اور مکتوب بنام اغلوقن سے مرتب کیا ہے۔ اسے فصلوں میں تقسیم کیا ہے اور فصلوں کے اوائل کو حروف ہجاء کے مطابق رکھا گیا ہے۔

ابوالحسن سعید بن ہبتہ اللہ بن حسین

طب کے ارباب کمال میں شمار تھا، علوم حکمیہ کے اندر بھی شہرت اور کمال رکھتا تھا۔ مقتدی بأمر اللہ کے عہد حکومت میں تھا، فن طب کے ذریعہ اس کی خدمت بھی کی ہے۔ نیز اس کے فرزند مستظہر باللہ کو بھی فیض پہونچایا ہے۔ ابوخطاب محمد بن محمد بن ابوطالب کتاب الشامل فی الطب میں رقمطراز ہے کہ طب ہمارے زمانہ میں ابوالحسن سعید بن ھبتہ اللہ پر ختم ہوگئی۔ ۲۳ جمادی الآخریٰ ۴۳۶ھ بروز شنبہ شب میں ولادت ہوئی۔ تعلیم ابوالعلاء بن تلمیذ، ابوالفضل کتیفات اور عبدان کاتب سے حاصل کی اور طب و منطق اور فلسفہ وغیرہ پر بکثرت کتابیں لکھیں۔ وفات ۱۶ ربیع الاول ۴۹۵ھ بروز یکشنبہ شب میں ہوئی۔ اپنے پیچھے تلامذہ کی ایک باحیات جماعت چھوڑی۔

حکیم رشید الدین ابوسعید بن یعقوب نصرانی نے مجھے بتایا کہ ابوالحسن سعید بن ھبتہ اللہ شفاخانہ عضدی میں مریضوں کا معالج تھا۔ ایک دن شفاخانہ کے اندر صفراوی مریضوں کے وارڈ میں دیکھ بھال کے لئے پہنچا، تو ایک خاتون اس کے پاس آئی اور اپنے ایک بچہ کے علاج کے سلسلہ میں استفسار کیا۔ اس نے کہا بچے کو پابندی سے مرطب اور مبرد اشیاء کھلاؤ۔ اس پر وارڈ میں مریضوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا "یہ اصطلاحات تو اپنے تلامذہ کو بتاتے جو طب سے اشتغال رکھتے ہیں اور اس کے کچھ قوانین سے واقف ہیں، باقی یہ خاتون کہاں سمجھ گی کہ مبرد اور مرطب اشیاء کیا ہوتی ہیں۔ اسے تو کوئی متعین شئے بتانی چاہئے جس پر وہ بھروسہ کر سکے۔ انہوں نے اس کے بعد کہا" ہم اس پر ملامت نہیں کرتے، کیونکہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز کارنامہ تم انجام دے چکے ہو، "اس نے پوچھا" وہ کیا ہے؟" انہوں نے بتایا "تم نے ایک مختصر کتاب لکھی ہے اور اس کا نام "المغنی فی الطب" رکھا ہے۔ پھر ایک دوسری سادہ سی کتاب بھی لکھی ہے پہلی کتاب سے کئی گنا زیادہ ہے اور اس کا نام "الاقناع" رکھا ہے، حق تو یہ تھا کہ اس نام کے برعکس نام رکھتے۔" ابن ھبتہ اللہ اس نقص کا اعتراف کرتے ہوئے کہا "بخدا ناموں کو تبدیل کرنا ممکن تھا تو تبدیل کر دیتا، لوگوں میں یہ پھیل چکی ہیں اور انہی ناموں سے مشہور ہو چکی ہیں۔"

میرے علم کی حد تک ابوالحسن سعید بن ھبتہ اللہ ۴۸۹ھ میں موجود تھا، کیونکہ اس کے قلم سے یہی تاریخ اس کی کتاب "التلخیص النظامی" پر تحریر شدہ میں نے دیکھی ہے۔ ابوالبرکات نے یہ کتاب پڑھ کر اسے سنائی تھی۔

تصنیفات

کتاب المغنی فی الطب، کتاب الاقناع، کتاب التلخیص النظامی، کتاب خلق الانسان، کتاب فی الیرقان

مقالۃ فی ذکر الحدود والفروق، مقالہ فی تحدید مبادی الاقاویل الملفوظ بہا ولقد یدھا، جوابات عن مسائل طبیۃ

یحییٰ بن عیسیٰ بن علی بن جزلہ

مقتدی بأمر اللہ کے زمانہ میں تھا، اسی کے نام سے اپنی بکثرت تصنیفات معنون کیں۔ طب میں علم وعمل کے اعتبار سے ممتاز ومشہور تھا۔ یہ ابو الحسن سعید بن ھبۃ اللہ کا شاگرد تھا، اسے علم وادب پر بھی نگاہ تھی۔ خط نہایت عمدہ اور باقاعدہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے قلم سے اس کی متعدد تصنیفات وغیرہ دیکھی ہیں جس سے اس کے کمال اور علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ شروع میں عیسائی تھا پھر مسلمان ہوا۔ اور عیسائیوں کی تردید میں ایک رسالہ لکھا۔ اور الیاقس کے روانہ کیا۔

تصنیفات

کتاب تقدیم الابدان، مقتدی بأمر اللہ کے لئے تصنیف کی۔ کتاب منہاج البیان فیما یستعملہ الانسان، اسے بھی مقتدی بأمر اللہ کے لئے لکھی۔ کتاب الاشارۃ فی تلخیص العبارت و مایستعمل من القوانین الطبیۃ فی تدبیر الصحۃ وحفظ الابدان یہ کتاب تقدیم الابدان کی تلخیص ہے۔ رسالۃ فی مدح الطب وموافقۃ الشرع والرد علی من طعن علیہ، رسالۃ الی الیاالقس اسلام قبول کرنے کے بعد ۴۶۶ھ میں لکھا۔

ابوخطاب محمد بن محمد بن ابوطالب

بغداد میں اقامت پذیر، فن طب کی تعلیم ابو الحسن سعید بن ھبۃ اللہ سے حاصل کی اور اس فن میں علمی اور عملی اعتبار سے ممتاز ہوا۔ ایک تصنیف پر جو اس کے سامنے پڑھی گئی تھی میں نے اس کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر دیکھی ہے۔ اس سے بکثرت غلطیاں ہوتی تھیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی زبان سے اس کا کچھ بھی اشتغال نہ تھا کتاب پر تاریخ ۹ رمضان ۵۰۰ھ درج ہے۔

کتاب الشامل فی الطب اس کی تصنیف ہے جو علمی اور عملی فن طب میں سوال وجواب کے اسلوب مرتب کی گئی ہے، اور ۶۳ مقالات پر مشتمل ہے۔

ابن واسطی

مستظہر باللہ کا طبیب تھا جو اس کی بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا۔ اتفاق سے ابو سعید بن موصلایا کا تقرر صاحب دیوان کی حیثیت سے عمل میں آیا اور مستقل سکونت کے لئے ایک گاؤں منظور ہوا جس کی قیمت تین ہزار دینار تھی۔ دو ہزار تو اس نے ادا کر دئے مگر ایک ہزار رہ گئے جس کی ادائیگی کے لئے پیداوار حاصل ہونے تک ایک سال کی مہلت ملی۔ وقت مقررہ آیا تو پیداوار ماری گئی۔ خود ملکیت کے اندر اتنی رقم نہ تھی کہ واجب الادا سے سبکدوش ہو سکے۔ اس کا دربان اور معتمد خاص مظفر بن دواتی تھا۔ اس نے ابن واسطی طبیب کی خدمت میں حاضر ہو کر مستظہر باللہ سے ایک سال اور مہلت دینے کی درخواست کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ دیوان سے اٹھا تو ساتھیوں کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور بتایا کہ وہ اپنے گھر جانا چاہتا ہے، وہ لوگ واپس چلے گئے۔ تو وہ اور دربان مظفر بن دواتی دونوں روانہ ہوئے۔ ابن واسطی کے یہاں پہنچتے ہی اجازت طلب ہوئے، وہ باہر نکلا تو ابن موصلایا کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا،

"اللہ اللہ!! آقا۔ ابن واسطی کا یہ نصیبہ کہ آقا اس کے گھر آئیں"

اندر داخل ہوئے تو ابن موصلایا سامنے بیٹھا اور دربان مظفر کو اشارہ کیا کہ تخلیہ کے لئے حاضرین کو باہر بھیج کر خود واپس آجائے۔ حاضرین دہلیز پر پہنچتے تو کہا، "دروازہ بند کر دو" بند کر کے واپس آیا تو کہا "حکیم سے ہمارے آنے کا مقصد بیان کرو" دربان نے کہا، ہمارے آقا آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ رہائش کے لئے ایک گاؤں منظور ہوا ہے جس کی قیمت تین ہزار دینار ہے۔ دو ہزار تو ادا کر دئیے۔ ایک ہزار باقی ہیں۔ خلیفہ سے پیداوار تک ایک سال کی مہلت مانگی تھی۔ مگر اس سال کچھ حاصل نہیں ہوا۔ دیوان کا سختی سے تقاضا ہے، چنانچہ انہوں نے پانچ سو دینار لے کر اپنی کتابیں رہن رکھ دی ہیں۔ اب ان کی درخواست ہے کہ آپ خلیفہ سے غلہ کی پیداوار تک ایک سال اور مہلت دینے کی درخواست کر دیں"، ابن واسطی نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ "میں پوری کوشش کروں گا" دوسرے دن دیوان سے اٹھنے کے بعد اہل کاروں کو معمول کے مطابق واپس کیا اور مظفر سے کہا "ہم ابن واسطی کے یہاں چلیں، خلیفہ سے بات ہو گئی ہو تو جواب معلوم کریں، نہ ہوئی ہو تو یاددہانی کر دیں" چنانچہ اس کے یہاں حاضر ہوئے، اجازت طلب کی، ابن واسطی نے پہلے کی طرح باہر نکل کر ہاتھوں کو بوسہ دیا اور دعا دی، اور اندر جا کر پانچسو دینار کی رسید جو خلیفہ نے لکھ کر دی تھی پیش کیا، اور کہا "یہ کتابیں ہیں جو آقا نے رہن رکھی تھیں، اسے خادم کی جانب سے قبول فرمائیں، اس نے اپنی جانب سے ادا کر کے کتابیں چھڑالی تھیں ابن موصلایا نے کتابیں اور وصولیابی کی رسید لے کر شکریہ ادا کیا اور واپس ہو گیا، دہلیز پر پہنچا تو ابن واسطی نے دربان مظفر کو آواز دی، اور ایک تولیہ پیش کیا جس کے اندر حسب ذیل سامان تھا۔ جبۂ خارا، باریک نرم

کتابی پوشاک، تحتانی انطاکی قمیص، دمیاطی لباس، جس میں ریشم کی ایک گدّی اور ایک تھیلی میں پچاس دینار تھے۔ اس نے کہا یہ آقا کا انعام ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے زیب تن کر لیں، پچاس دینار حمام کی اجرت ہے"۔ دربان کو ایک جبۂ عتابی اور بیس دینار، دواتی کو ایک جبۂ عتابی اور پانچ دینار اور رکابی کو دو دو دینار دیئے۔ اور کہا" آقا سے درخواست کرو کہ خادم کو شرف قبولیت بخشیں" دربان تمام سامان لے کر ابن معوج کے یہاں آیا اور تمام کیفیت بیان کردی۔ اس نے قبول کر لیا۔

ابوطاہر بن برخشی

مؤفق الدین ابوطاہر احمد بن محمد بن عباس معروف بہ ابن برخشی، واسط کا باشندہ، طب کا فاضل اور اصناف ادب میں کمال میں رکھتا تھا۔ اس کے قلم کی ایسی تحریریں میری نظر سے گذرتی ہیں جن سے اس کی استواری ذہن، متانت اور کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مسترشد باللہ کے زمانہ میں تھا۔

شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن حسن بن محمد بن کریم لبغدادی کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن بدر واسطی نے بیان کیا کہ حکیم ابوطاہر احمد بن محمد برخشی واسط میں ایک مریض کا علاج کر رہا تھا جسے استسقاء کی بیماری تھی۔ مرض بڑھ گیا تھا، کوئی علاج کارگر نہ ہوا، پرہیز بھی حد سے زیادہ ہو چکا تھا۔ برخشی نے اسے اجازت دیدی کہ جو جی میں آئے کھائے پیئے۔ مریض نے آزادی سے کھانا پینا شروع کیا۔ اتفاق سے ایک شخص آیا جو پانی اور نمک میں ابالی ہوئی ٹڈیاں بیچ رہا تھا۔ مریض کا جی چاہا، خرید کر کھالیں جس سے سخت اسہال ہوگیا حکیم نے یہ دیکھ کر علیحدگی اختیار کرلی۔ کچھ دنوں بعد مریض کو افاقہ ہوگیا، حالت روبصحت ہوگئی، دھیرے دھیرے صحتیاب ہونے لگا۔ حکیم مایوس ہو چکا تھا۔ مگر خبر ملی تو حاضر ہوا، اور پوچھا کیا کھایا تھا۔ جس سے یہ کیفیت پیدا ہوئی اس نے کہا" بس اتنا جانتا ہوں کہ جب سے ابالی ہوئی ٹڈیاں کھائی ہیں صحت ہونے لگی ہے، حکیم نے بڑی دیر تک غور کیا، پھر کہا" یہ ٹڈیوں کا اثر تو نہیں ہوسکتا، ان کی یہ خاصیت نہیں ہے" مریض سے ٹڈیاں بیچنے والے کو معلوم کیا، تو اس نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتا ہے، حکیم نے ہر ٹڈی بیچنے والے کو معلوم کرنا شروع کیا، یکے بعد دیگرے ایک ایک کو مریض کے سامنے لایا حتیٰ کہ وہ شخص بھی آیا جس سے کہ مریض نے ٹڈیاں خریدی تھیں، مریض نے اسے پہچان لیا تو حکیم نے پوچھا" وہ کون سی جگہ ہے جہاں سے تم نے ان ٹڈیوں کو شکار کیا تھا" اسے لیکر وہ اس جگہ آیا۔ یہاں حکیم نے ایک گھاس دیکھی جسے ٹڈیاں چر رہی تھیں۔ اسے حاصل کر کے وہ استسقاء کے ہر مریض کا علاج کرنے لگا۔ جس سے اچھے خاصے لوگ صحتیاب ہوئے۔ واسط میں یہ گھاس مشہور و معروف ہے"

میں کہتا ہوں کہ یہ پرانی داستان ہے ٹڈیاں جس گھاس کو چرتی تھیں وہ مازریون تھی۔ اس کا تذکرہ "کتاب الفرج بعد الشدة" کے اندر قاضی تنوخی نے بھی کیا ہے۔ ابوطاہر بن برخشی ۵۱۶ھ میں واسط کے اندر بقید حیات تھا۔ اسے ادب کے اندر مہارت اور نظم و نثر کا ذوق تھا۔ ایک لڑکے پر جس نے اسے خلال پیش کیا تھا۔ یہ شعر کہے (طویل)

وناولنی من کفه مثل خصره ومثل محب ذاب من طول هجره
وقال خلالی قلت کل حمیدة سوی قتل صب حار فیک بأسره

اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی کمر جیسی اور اس عاشق کے مثل ایک چیز پیش کی جو طول فراق سے گھل گیا ہو۔ اس نے میرے خلال کی طرف اشارہ کیا، میں نے کہا سب ٹھیک ہے، بس عاشق کا قتل روا نہیں ہے جو سراپا تجھے دیکھ کر ششدر رہے۔

واسط کے کسی قریہ سے ایک بدکار کو عازم حج دیکھ کر کہا (سریع)

لما حججت استبشرت واسط وقولیاثا وفتی مرشد
وانتقل الویل الی مکة ورکنها والحجر الاسود

تو نے حج کا ارادہ کیا تو شہر واسط، قولیاثا اور مرشد سب کے سب خوشی سے نوجوان کھل اٹھا۔ البتہ تباہی مکہ، رکن مکہ اور حجر اسود کو چلی گئی۔

ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے دوست کو خط لکھ رہا ہے اور شروع میں اس نے "عالم" لکھا ہے تو یہ شعر کہے۔

لما انمحت سنن المکارم والعلی وغدا الانام بوجه جهل قاتم
ورضوا باسماء ولا معنی لها مثل الصدیق تکاتبوا بالعالم

معالی امور کے نقوش مٹ گئے، دنیا جہالت کی تاریکیوں میں آگئی اور بے معنی اسماء استعمال ہونے لگے تو لوگوں نے "عالم" لکھ کر خط و کتابت شروع کردی۔

نجم الدین ابوالغنائم محمد بن علی بن معلم ہرثی شاعر واسطی نے جو ایک بیماری سے صحتیاب ہوئے تھے۔ حکیم نے پرہیز کے طور پر غذا بند کردی تھی۔ یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

صبحت فخرا بالمنی واغتدی قدرک فوق النجم مرفوعا
یا منقذی من حلقات الردی حاشاک أن تقتلنی جوعا

صبح کو نیک آرزوں سے شاد کام ہوں، آپ منزلت کا شاہباز نجم کے اوپر بیٹھے تباہی کے سلسلوں سے نجات دینے والے! مبادا بھوک سے مجھے قتل نہ کردیں

ابن برخشی نے اس کے جواب میں لکھا

تبعت مرسومک یا ذا العلی لازال مرسومک متبوعا
لکن اشفاقی علی من به أمسی غریب القول مسموعا

أوجب تأخير الغذاء يومنا — وفي غد نستدرك الجوعا

اصبر فما أقصرها مدة — وإن تلكأت فاسبوعا

آپ کا حکم عالی مرتبہ! سر آنکھوں پر۔ آپ کا حکم ہمیشہ تعمیل ہو۔
مگر جس ذات گرامی کے یہاں معمولی بات بھی لائق سماعت ہوتی ہے اس کی محبت نے آج کے دن غذا مؤخر کر دینا واجب ٹھہرایا ہے۔ کل ہم بھوک کی تلافی کر دیں گے۔ صبر کریں، مدت تھوڑی ہے۔ اگر توقف کریں تو ایک ہفتہ۔

جواب آیا

یا عالما أين ثوى رحله — أجرى من العلم ينابيعا

لم عندك الاعمار موصولة — يضحي ويمسي الرزق مقطوعا

والله إن بت ولم يجدني — شعري يا ذا الفضل منفوعا

ليخلعن الجوع مني الحيا — وأوسعن العلم تقطيعا

اے عالم! جس نے علم کے چشمے بہا دیئے، کجاوا کہاں اتر گیا ہے۔
زندگیاں کیوں تمہارے نزدیک دائرے کے اندر رہیں، صبح و شام رزق ممنوع ہو جاتا ہے۔
بخدا اے ذی جاہ! اگر میرے شعر نے مجھے مستفید نہ پایا
تو بھوک حیا کا دامن تار تار کر دے گی اور میں علم کی دھجیاں بکھیر دوں گا۔

ابو غالب بن صفیہ

یہ عیسائی تھا۔ بعض عراقیوں کے مطابق ابو مظفر یوسف مستنجد باللہ زبردست، مستعد، بیدار مغز، دلیر اور غارت گر خلیفہ تھا۔ اس کا وزیر ابو مظفر یحییٰ بن ھبیرہ تھا۔ اس کی وفات کے بعد مستنجد نے شرف الدین بلدی کو وزیر بنایا جو اسی کی طرح دلیر اور بے باک تھا۔ حکومت میں امراء اور اکابرین بھی تھے جن میں قطب الدین قایماز سب سے ممتاز تھا۔ اصلاً آرمینی تھا۔ اس کا رعب و داب اتنا بڑھا کہ ملک پر مسلط ہو کر حکومت کے کاموں میں مداخلت کرتا تھا۔ ملک میں اس کا کوئی مخالف نہ تھا۔ اس کے حکومت کے اعیان و اکابرین سے رابطہ پیدا کر کے ان سے اپنی بیٹیاں بیاہ دی تھیں۔ اس کے اور وزیر کے درمیان نزاع تھی۔

ایک بار خلیفہ بیمار پڑا۔ طبیب خاص ابن صفیہ ابو غالب عیسائی تھا۔ وزیر ابن بلدی خلیفہ کو قطب الدین اور اس کے ہم شکل امراء سے ہوشیار رہنے کی تاکید کرتا تھا۔ کچھ باتیں طبیب کو بھی معلوم ہو گئیں۔ تقرب کی خاطر

امیر قطب الدین کو یہ باتیں پہنچا دیں۔ پھر سلسلہ برابر قائم ہو گیا۔ خلیفہ بیمار ہوا تو قطب الدین اور اس کے گروہ کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ ابن صفیہ کو پتہ چل گیا۔ اس نے قطب الدین کو باخبر کرتے ہوئے کہا "وزیر کی جانب سے کارروائی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے پہلے اس کا کام تمام کر دو"۔ قطب الدین وزیر کے عزائم کو خاک میں ملا دینے کے لئے سوچنے لگا۔ ادھر خلیفہ کا مرض بڑھ گیا۔ وزیر کے ساتھ امراء کو گرفتار کرنے کی جو کارروائی عمل میں آنے والی تھی وہ سست پڑ گئی۔ قطب الدین نے خلیفہ کو پھر وزیر کو ہلاک کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ابن صفیہ سے مل کر طے کیا کہ خلیفہ کو حمام کا مشورہ دیا جائے۔ ابن صفیہ خلیفہ کے پاس آیا اور حمام کا مشورہ دیا۔ مگر خلیفہ اپنے تئیں ضعف محسوس کر رہا تھا، اس نے حمام میں جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر قطب الدین اور کچھ لوگوں نے آ کر کہا "آقا! حکیم نے حمام کا مشورہ دیا ہے؟" خلیفہ نے کہا "مگر ہم نے تاخیر کا فیصلہ کیا ہے"۔

ان لوگوں نے کچھ سن کر اسے حمام میں داخل کر دیا۔ جسے شب و روز نمین دنوں سے دہکایا گیا تھا، اور دروازہ ایک گھنٹہ تک بند رکھا۔ چنانچہ خلیفہ کی موت واقع ہو گئی۔ اس پر لے انتہا غم کا اظہار کرتے ہوئے حضرات خلیفہ کے فرزند ابو محمد حسن کے یہاں پہونچے، پلان کے تحت اس کے ہاتھوں پر خلافت کی بیعت کی، اور مستضئی باللہ کا لقب عنایت کیا۔ مگر ان کارگزاریوں کا احساس لئے ابو محمد کچھ دنوں تک رکا رہا، عضد الدین ابو الفرج ابن رئیس الرؤسا کو وزیر بنایا اور ابن صفیہ کو علی حالہ اپنے منصب پر باقی رکھا۔ اب اس نے قطب الدین قایماز کو نظر انداز کر کے وزیر ابن رئیس الرؤسا کے ساتھ ملک کے تمام امور سلطنت پر اپنی گرفت مضبوط کرنی شروع کی۔ ابن صفیہ کو جو خبر ملتی اسے قطب الدین تک پہنچاتا رہا، کیونکہ خلیفہ کے گھر اس کی آمد و رفت جاری تھی۔ طبیب خاص ہونے کی وجہ سے اسے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ ایک رات خلیفہ نے اسے بلا کر کہا "میرے یہاں ایک شخص ایسا ہے جسے دیکھنا گوارا نہیں کرتا، چاہتا ہوں کہ خوبصورت انداز سے رخصت کر دوں"، اس نے کہا "ہم ایک ایسا شربت تیار کر دیتے ہیں جسے پینے کے بعد وہ رخصت ہو جائے گا" طبیب نے اپنا تجویز کردہ شربت تیار کیا اور اسے رات میں لے کر خلیفہ کے پاس پہنچا، خلیفہ نے کھول کر اسے دیکھا اور کہا "حکیم ذرا اسے چکھو تاکہ تجربہ ہو جائے"۔ اس نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا "اللہ! اللہ!! آقا! خود اپنے باپ میں تجربہ کر دوں" خلیفہ نے کہا "طبیب اپنی حد سے گذر جاتا ہے تو اسی انجام کو پہنچتا ہے، اس سے بچو گے تو پھر تلوار سے فیصلہ ہو گا"۔ حکیم نے اپنا تیار کردہ شربت پی لیا، موت سے بھاگ کر موت کو گلے لگایا۔ خلیفہ کے گھر سے نکل کر قطب الدین کو مطلع کرتے ہوئے کہا "معاملہ میرے ہاتھوں سے نکل کر تیرے ہاتھ گیا"۔ اس کے بعد ہلاک ہو گیا۔

قطب الدین کا جہاں تک تعلق ہے اس نے خلیفہ پر حملہ کرنا چاہا، مگر اللہ نے اس کی تدبیر الٹی کر دی، اس کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ بڑی جان بچا کر بھاگا۔ شام میں ملک ناصر صلاح الدین کی پناہ چاہی مگر اس نے منظور نہ کیا۔ چنانچہ شکل کے راستے موصل کی راہ لی، راستہ میں بیمار پڑا، اسی حالت میں موصل پہنچا اور وفات پائی۔

اس داستان کے بالکل برعکس وہ حکایت ہے جو شمس الدین محمد بن حسن بن کریم بغدادی نے مجھ سے بعض بغدادی مشائخ کی روایت سے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سلطان محمد بن محمود خوارزم شاہ ۵۵۴ھ میں بغداد آیا اور شہر کے باہر اپنے لشکر میں قیام کیا، یہاں وہ بیمار پڑا۔ خلیفہ مقتفی ابو عبد محمد بن مستظہر بھی بغداد کے اندر بیمار پڑا۔ سلطان نے علاج کے لئے رئیس أمین الدولہ بن تلمیذ کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ شہر سے باہر اسے سلطان کی خدمت میں بھیجا گیا، اب یہ شہر سے باہر سلطان اور شہر کے اندر خلیفہ دونوں کا علاج کر رہا تھا۔ سلطان کے وزیر نے اس سے کہا "رئیس! میں نے سلطان کے یہاں تیرے فضل و کمال، زباندانی اور برتری کا تذکرہ کیا تو اس نے تجھے دس ہزار دینار پیش کرنے کا حکم دیا۔" طبیب نے کہا "آقا! بغداد سے باہر بارہ ہزار دینار کی پیشکش آئی ہے، کیا سلطان کو منظور ہے کہ یہ پیشکش قبول کر لوں۔ آقا! میں ایک طبیب ہوں، اطباء کے فرائض سے تجاوز نہیں کر سکتا، میں صرف ماء الشعیر خیساندہ، شربت بنفشہ اور شربت نیلوفر جانتا ہوں۔" وزیر نے اپنی گفتگو کے اندر کنایہ کیا تھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ طبیب خلیفہ کو ہلاک کرنے کی تدبیر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان اور خلیفہ دونوں کو صحتیاب فرمایا، اور دونوں کے درمیان خلیفہ کی تجویز کے مطابق صلح ہو گئی۔

یہ تھی رئیس امین الدولہ کی دانشمندی، دینداری اور امانتداری۔ اس نے یہ کہا تھا کہ طبیب کے لئے امور سلطنت کے اسرار و رموز میں مداخلت کرنا روا نہیں ہے۔ وہ ماء الشعیر خیساندہ، اور شربت سے آگے تجاوز نہ کرے۔ اس سے تجاوز کرے گا تو تلف ہو جائے گا، اور یہی اس کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ وہ یہ اشعار پڑھا کرتا تھا (خفیف)

واذا أنبت المهيمن للنمل جناحا أطارها للتوى
وكل امرئ من الناس حد   وهلاك الفتى جواز الحدّ

اللہ چیونٹی کے لئے پر اگا دیتا ہے تو ہلاک ہونے کے لئے اسے اڑا دیتا ہے۔
ہر شخص کی ایک حد ہے۔ حد سے آگے بڑھنے کا مطلب موت ہے۔

أمین الدّولۃ بن تلمیذ

فاضل أجل، مؤفق الملک أمین الدولہ ابو الحسن صعبۃ اللہ بن ابو العلاء صاعد بن ابراہیم بن تلمیذ، فن طب کے اندر یگانۂ روزگار، اور علاج معالجہ میں ممتاز تھا، اس کا اندازہ اس کی مشہور تصنیفات اور ان حواشی سے ہوتا ہے جو اس نے طبی کتابوں پر لکھے ہیں۔ نیز ان لوگوں سے بھی ہوتا ہے جنھوں نے اسے دیکھا تھا، اور انھیں ہم نے دیکھا، یہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ أمین الدولہ وفات تک بغداد کے شفاخانۂ عضدی کا افسر رہا۔ شروع میں وہ ملازم ہو گیا، یہاں اس خدمت عالی میں سالہا سال رہا۔ نہایت عمدہ منشی تھا۔ خط باقاعدہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے قلم کی لکھی ہوئی تحریریں میری نظر سے گذری ہیں، یہ نہایت عمدہ ہیں اور ان میں صحت کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ سریانی اور فارسی سے واقف تھا، عربی زبان میں تو تبحر حاصل تھا۔ نہایت عمدہ اور خوبصورت معانی پر مشتمل اشعار بھی کہے ہیں، مگر دو تین شعر ہی عام طور پر ملتے ہیں، قصائد بہت کم ملے ہیں، بے ساختہ اشعار بھی کہے ہیں اور بہت زیادہ مگر عمدہ کہے ہیں، میں نے ایک ضخیم جلد دیکھی ہے جس میں اس کی انشاء پردازی کے نمونے اور مراسلات درج ہیں۔ گھر کے لوگ اکثر منشی تھے، والد ابو العلاء صاعد مشہور و ممتاز طبیب تھے۔ أمین الدولہ اور وحید العصر ابو البرکات دونوں مستضئی باللہ کی خدمت میں تھے۔ علوم حکمیہ میں ابو البرکات أمین الدولہ سے افضل تھا، ان علوم پر اس کی نہایت جلیل القدر تصنیفات موجود ہیں۔ اگر اس کی صرف ایک ہی کتاب المعتبر ہوتی تو بھی کافی تھی، مگر أمین الدولہ فن طب کے اندر زیادہ کمال اور شہرت رکھتا تھا، دونوں میں دشمنی اور عداوت تھی۔ بایں ہمہ ابو البرکات کے مقابلہ میں امین الدولہ زیادہ عقلمند اور طبیعت کا عمدہ تھا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ وحید العصر نے ایک رقعہ لکھا اور ابن تلمیذ کی جانب کچھ ایسی باتیں منسوب کر کے لکھیں جو اس سے بعید تر تھیں، اور اسے اپنے خادم کو دے کر کہا کہ چپکے سے خلیفہ کی کسی گذرگاہ پر اسے اس طرح ڈال دینا کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ یہ بہت بڑی شرارت تھی۔ خلیفہ کو یہ تحریر ملی، تو شروع میں معاملہ بڑا اہم تھا، خلیفہ نے ابن الدولہ کو ہلاک کر دینا چاہا، مگر جلد ہی اپنے خیال پر نظر ثانی کی، اسے بحث و تحقیق کا مشورہ دیا گیا اور کہا گیا کہ اس کارروائی کا جو مجرم روشنی میں آئے، اس کا استیصال کر دے چنانچہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وحید العصر نے یہ رقعہ ابن تلمیذ کو ہلاک کرنے کے لئے لکھا تھا۔ خلیفہ کو اس پر غصہ آیا، وحید العصر کی جان، مال، کتابیں سب أمین الدولہ کو سپرد کر دیں، مگر أمین الدولہ کی شرافت اور اعلیٰ ظرفی دیکھو کہ اس نے کچھ بھی تعرض نہ کیا۔ وحید العصر خلیفہ سے دور ہو گیا اور اس کی نگاہوں میں اس کی قدر و منزلت ختم ہو گئی۔

امین الدولہ کے نفیس اور عمدہ اشعار میں یہ اشعار لائق ذکر ہیں۔

لنا صديق يهودى حماقته   اذا تكلم تبدو فيه من فيه
يتيه والكلب أعلى منه منزلة   كأنه بعد لم يخرج من التيه

ہمارا ایک یہودی دوست ہے جب بولتا ہے تو منہ سے اس کی حماقت ظاہر ہوتی ہے۔
وہ بھٹک رہا ہے، کتے کا بھی مقام اس سے بلند ہے، ایسا لگتا ہے جیسے میدان تیہ سے ابھی نکل نہیں سکا۔

امین الدولہ اور وحید العصر کے بارے میں کسی نے کہا ہے۔

أبو الحسن الطبيب و مقتفيه　　أبو البركات فی طرفی نقیض
فھذا بالتواضع فی الثریا　　وھذا بالتکبر فی الحضیض

ابوالحسن طبیب اور اس کا مقلد ابوالبرکات دونوں میں تضاد ہے۔
ایک کا مقام تواضع کے باعث ثریا پر ہے تو دوسرا تکبر سے انتہائی پستی میں ہے۔

شیخ موفق الدین عبداللطیف بن یوسف بغدادی نے فاضل أجل أمین الدولہ بن تلمیذ سے حکایت کرتے ہوئے اپنے قلم سے تحریر کیا ہے کہ أمین الدولہ خوش اخلاق اور اجتماعی معاملات میں نہایت عمدہ تھا، سخاوت اور مروّت بھی تھی، مشہور طبی کارنامے بھی تھے۔ صحیح و صائب قیاس آرائیاں بھی کرتا تھا۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ اس کے یہاں ایک خاتون اٹھا کر لائی گئی۔ اہل وعیال کو کچھ معلوم نہ تھا کہ زندہ ہے یا مردہ۔ موسم جاڑے کا تھا۔ أمین الدولہ نے عریاں کرکے جسم پر مسلسل ٹھنڈا پانی بہانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ایک گرم جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جسے عود اور ند کے ذریعہ دھونی دی گئی اور ایک گھنٹے تک اسے مختلف پوستینوں کے کمبلوں میں لپیٹ کر رکھا۔ اسے چھینک آئی، اٹھ کر بیٹھ گئی، پھر اپنے لوگوں کے ساتھ پیدل چل کر گھر گئی۔

ایک اور شخص نزف الدم کا مریض آیا، موسم گرما میں خون کا پسینہ آرہا تھا۔ تلامذہ سے جو پچاس کی تعداد میں تھے پوچھا تو وہ مرض نہ بتا سکے، اس نے مریض کو بھنے ہوئے بیگن کے ساتھ جو کی روٹی کھانے کا حکم دیا۔ تین دن کے بعد وہ صحتیاب ہوگیا، تو تلامذہ نے بیماری پوچھی، اس نے بتایا کہ خون رقیق ہوگیا تھا اور مسامات کھل گئے تھے۔ جو غذا تجویز کی وہ خون کو گاڑھا اور مسامات کو بند کرتی ہے۔

اس کی مروت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اس کے گھر کی پشت مدرسہ نظامیہ سے متصل تھی، کوئی فقیہ بیمار پڑتا تو اپنے یہاں منتقل کرلیتا، اور علاج کا اہتمام کرتا، اچھے ہوجانے پر دو دینار دے کر رخصت کرتا۔

أمین الدولہ سے حکایت کرتے ہوئے ایک واقعہ شیخ موفق الدین نے یہ بھی لکھا ہے اور غالبًا مبالغہ سے کام لیا ہے کہ أمین الدولہ کوئی عطیہ صرف خلیفہ یا سلطان سے قبول کرتا تھا۔ اتفاق سے دور دراز کے ایک سلطان کو مرض مزمن لاحق ہوا، اس سے کہا گیا کہ علاج صرف ابن تلمیذ کرسکتا ہے، مگر وہ کسی کے یہاں جاتا نہیں ہے بادشاہ نے کہا میں خود اس کے یہاں جاؤں گا۔ جب وہ پہنچا تو أمین الدولہ نے اس کے لئے اور غلاموں کے لئے الگ گھروں کا انتظام کیا اور بقدر ضرورت روزینے جاری کئے، ایک مدت کے بعد بادشاہ صحتیاب ہوگیا، اور اپنے ملک کو روانہ ہوا، بعد میں اس نے بعض تاجروں کے ہمراہ امین الدولہ کی خدمت میں چار ہزار دینار، چار عتابی تخت، چار غلام، اور چار گھوڑے ارسال کئے۔ مگر أمین الدولہ نے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور کہا کہ "میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کروں گا"۔ تاجر نے کہا "یہ مال بہت زیادہ ہے" اس نے کہا "جب قسم کھائی تھی تو کچھ مستثنیٰ نہیں کیا تھا" تاجر ایک مہینہ تک قیام کرکے آمادہ کرتا رہا مگر اس نے قبول نہ کیا۔ الوداع کہہ کر جب تاجر روانہ ہوا

تو کہا "میں جارہا ہوں، مالک کے یہاں نہ جاؤں گا، مال سے فائدہ اٹھاؤں گا، احسان تمہاری گردن پر ہوگا۔ اور فائدہ تم نہیں میں اٹھاؤں گا، کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ مال تم نے واپس کردیا ہے"، اس نے کہا "کیا اپنے تئیں مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں نے قبول نہیں کیا ہے، لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو، اپنی ذات کو تو اس علم کا شرف حاصل ہے"۔

حکیم مہذب الدین بن عبدالرحیم بن علی کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ موفق الدین أسعد بن الیاس بن مطران نے اور انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے، انہوں نے کہا مجھ سے اسماعیل بن رشید نے، انہوں نے کہا مجھ سے ابوالفرج بن توما اور ابوالفرج مسیحی نے بیان کیا، وہ دونوں کہتے ہیں کہ فاضل أجل أمین الدولہ تشریف فرما تھے، ہم ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، اس اثناء میں ایک خاتون اجازت طلب ہوئی، اس کے ساتھ ایک ننھا بچہ تھا، خاتون اندر داخل ہوئی، تو أمین الدولہ نے دیکھتے ہی اس سے کہا "اس بچہ کو پیشاب میں جلن ہے، اور پیشاب میں ریت آرہی ہے" خاتون نے اثبات میں جواب دیا، أمین الدولہ نے کچھ دوائیں استعمال کرنے کا حکم دیا۔ خاتون واپس چلی گئی تو ہم نے پوچھا "آخر تشخیص کردہ مرض کی کون سی علامت تھی، اکبد یا طحال متاثر ہوتا تو یہ علامت کے مطابق تھا۔؟" أمین الدولہ نے بتایا "بچہ جس وقت اندر آیا تو دیکھا کہ احلیل کو کھجلا رہا ہے، ہاتھ کی انگلیاں پھٹی ہوئی اور خشک ہیں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ کھجلی ریت کی وجہ سے پیدا ہورہی ہے اس کھجلی اور حرکت کا پیدا کرنے والا حاد مادہ قضیب سے شغل رکھنے کے باعث انگلیوں تک پہنچ جاتا ہے، چنانچہ وہ خشک ہوکر پھٹ جاتی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے اصل مرض کا فیصلہ کرلیا اور یہی واقعہ کے مطابق بھی تھا۔

نوادرات

امین الدولہ کے ایک نادر اور عمدہ مشورہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن وہ مستنفی بأمر اللہ کے یہاں حاضر تھا، عمر دراز ہوچکی تھی۔ اٹھنے لگا تو گھٹنوں پر ٹیک لگایا۔ خلیفہ نے پوچھا "أمین الدولہ بوڑھے ہوگئے؟" اس نے کہا "جی ہاں امیر المومنین! میرے قواریر (شیشے) بھی ٹوٹ گئے"۔ أمین الدولہ کے اس قول پر خلیفہ نے غور کیا، اسے یقین تھا کہ کوئی خاص مقصد ہے جس کے پیش نظر یہ بات کہی گئی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ امام مستنجد باللہ نے اسے "قواریر" نامی ایک جائداد عطیہ کی تھی، زمانہ تک یہ جائداد اس کے قبضہ میں رہی۔ اب تین سالوں سے وزیر نے اسے اس سے بے دخل کردیا ہے۔ خلیفہ امین الدولہ کے حسن ادب سے ششدر رہ گیا۔ اس نے نہ شکایت کی، نہ مطالبہ کیا۔ خلیفہ نے امین الدولہ کی جائداد واپس کردینے کا حکم جاری کیا اور کہا کہ اس کی ملکیت کی کسی چیز سے تعرض نہ

---

(۱) ایسا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ شیخ امین الدولہ کا انتقال جیسا کہ خود ابن أصیبعہ نے آگے ذکر کیا ہے ۵۶۰ھ میں ہوگیا تھا۔ لہٰذا جس خلیفہ کی جانب اشارہ ہے وہ مقتفی ہوسکتا ہے۔ قفطی نے "تاریخ الحکماء" کے اندر یہی لکھا ہے۔ (مترجم)

کیا جائے۔

ایک لطیفہ یہ ہے کہ خلیفہ نے بغداد کا اسے افسر الاطباء بنا دیا تھا تمام اطباء حاضر ہوئے تو اس نے دیکھنا چاہا کہ فن کی کتنی صلاحیت ہر ایک کے اندر موجود ہے۔ جملہ حاضرین کے اندر ایک نہایت باوقار شیخ بھی موجود تھا، امین الدولہ اس کے ساتھ عزت سے پیش آیا، شیخ کو علاج معالجہ کا تھوڑا بہت تجربہ تو تھا مگر فن طب کا صرف علمی مظاہرہ ہی کرتا تھا جب اس کا نمبر آیا تو امین الدولہ نے پوچھا "کیا بات ہے شیخ نے بحث میں حصہ نہیں لیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کے اندر کیا استعداد موجود ہے؟" شیخ نے کہا "جو مسئلہ زیر بحث تھا وہ مجھے پہلے سے معلوم تھا، میرے فہم میں بارہا اس سے کئی گنا باتیں آچکی ہیں" امین الدولہ نے پوچھا "آپ نے یہ فن کس سے حاصل کیا؟" شیخ نے کہا "سیدنا! انسان جب اس عمر کو پہونچ جاتا ہے تو اس سے صرف یہ پوچھا جاتا ہے کہ اس کے شاگرد کتنے ہیں اور ان میں ممتاز کون ہے، جن مشائخ سے میں نے پڑھا ہے وہ عرصہ ہوا انتقال کر چکے ہیں" امین الدولہ نے کہا "شیخ جو بات ہم نے پوچھی ہے وہ عام طور پر پوچھی جاتی ہے، بتا دینے میں کوئی مضائقہ نہ تھا، خیر جانے دیں، یہ بتائیں کہ طب کی کون سی کتابیں پڑھ چکے ہیں۔؟ امین الدولہ کا مقصد شیخ کی استعداد معلوم کرنی تھی۔ اس نے کہا "سبحان اللہ! اب ہم سے بچوں جیسا سوال کیا جارہا ہے، پوچھا جارہا ہے کہ کون سی کتابیں پڑھ چکے ہو، سیدنا! ہم سے تو یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ فن طب کی کون سی کتابیں اور مقالات تصنیف کر چکے ہو۔ اب میں خود ہی بتاتا ہوں۔" اس کے بعد اٹھ کر امین الدولہ کے پاس پہنچا، قریب جا کر بیٹھ گیا اور چپکے سے کہا "سیدی! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بوڑھا ہو چکا ہوں، اس فن سے معروف ہوں، علاج معالجہ کی مشہور اصطلاحات سے واقف ہوں، عمر بھر یہی ذریعہ معاش رہا۔ میرے اہل و عیال ہیں۔ اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کروں گا کہ مجھے چلنے دیں، اور ان حضرات کے درمیان رسوا نہ کریں۔" امین الدولہ نے کہا "ایک شرط ہے وہ یہ کہ کسی مریض پر جہالت سے حملہ آور نہ ہو گے فصد اور دوا مسہل کا مشورہ صرف معمولی امراض میں دو گے،" شیخ نے کہا "شروع سے میرا یہی دستور ہے۔ سکنجبین اور جلاب سے آگے نہیں بڑھا" اس کے بعد امین الدولہ نے بآواز بلند کہا، تمام حاضرین سن رہے تھے، "شیخ! معاف کرو، ہم نے تمہیں نہیں پہچانا تھا، اب پہچان لیا ہے، جاؤ، اپنا کام کرو، کوئی تم سے تعرض نہ کرے گا" اس کے بعد وہ حاضرین کا امتحان لینے لگے۔ ایک شخص سے پوچھا "تعلیم کس سے حاصل کی ہے؟" اس نے کہا "سیدنا! میں اسی شیخ کا شاگرد ہوں جسے آپ ابھی پہچان چکے ہیں، میں انہی سے طب کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔" امین الدولہ نے کنایہ سمجھ لیا، مسکرایا اور پھر اس کا امتحان لیا۔

امین الدولہ کی محفل میں مختلف قسم کے ارباب فن حاضری دیتے تھے۔ ایک دن تین اصحاب فن، منجم، مہندس (ریاضی داں) اور ادیب حاضر ہوئے۔ انہوں نے امین الدولہ کے متعلق اس کے غلام قنبر سے دریافت کیا، تو اس نے بتایا کہ آقا گھر کے اندر نہیں ہیں اور اس وقت نہیں آئیں گے تینوں چلے گئے، پھر دوسرے وقت آئے اور پوچھا تو غلام نے وہی پہلی بات بتائی

انھیں شعر گوئی کا ذوق تھا۔ منجم نے آگے بڑھ کر دروازے کے پاس دیوار پر یہ شعر لکھا۔ (خفیف)

قد بلینا فی دار أسعد قوم بنحس

سب سے نیک بخت کے گھر میں ہمیں ایک غلام نے تھکا دیا

مہندس نے اس کے بعد لکھا

بقصیر مطول وطویل مقصر

ایک دراز تر کوتاہ قد نے اور ایک مختصر تر طبو تر نے

اس کے بعد ادیب آگے بڑھا۔ یہ فحش گفتار تھا۔ اس نے لکھا

کم تقولون قنبرا دحرجوا رأس قنبر

قنبر کو جانو، کتنی بار قنبر کے سر کو انھوں نے لڑھکنیاں دی ہیں۔

یہ لکھ کر سب چلے گئے، امین الدولہ آیا تو قنبر نے کہا "آقا! تین شخص یہاں آپ کی تلاش میں آئے تھے، ملاقات نہیں ہوئی تو دیوار پر یہ لکھ کر چلے گئے۔ امین الدولہ نے پڑھا تو ساتھی سے کہا "ہو سکتا ہے یہ پہلا شعر فلاں منجم نے لکھا ہو، دوسرا شعر فلاں مہندس نے اور تیسرا ہمارے دوست فلاں نے، اس لئے کہ ہر شے سے لکھنے والے کا پیشہ سمجھ میں آتا ہے۔ بات اس کی قیاس آرائی کے عین مطابق تھی۔ امین الدولہ جس مکان میں رہائش پذیر تھا وہ بغداد کے سوق العطر میں اس جگہ واقع تھا۔ جہاں باب العریقہ سے ملا ہوا اس کا دروازہ، دجلہ کے ساحل کی جانب اترنے والے گھاٹ یعنی دار الخلافہ سے متصل ہے۔

امین الدولہ بن تلمیذ کا بیان ہے کہ ایک دن مذاہب پر غور کر رہا تھا کہ نیند میں غیبی آواز سے یہ شعر سنے (سریع)

أعوم فی بحرک علی أری فیه لما أطلبه قعرا

فما أری فیه سوی موجة تدفعنی عنها الی أخری

تیرے سمندر میں غوطہ زن ہوں، اس امید میں کہ مطلوبہ گہرائی دیکھ لوں۔

مگر سوائے اس کے اور کوئی منظر نظر نہیں آتا کہ ایک لہر اٹھا کر دوسری لہر کی طرف پھینک دیتی ہے۔

سعد الدین ابو سعید بن ابو سہل بغدادی نے جو عمر دراز تھے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے امین الدولہ بن تلمیذ کو دیکھا ہے اس سے ملاقات کی ہے۔ وہ ایک متوسط قد و قامت کے، کشادہ داڑھی، خوش اخلاق اور نہایت لطیفہ گو بزرگ تھے۔ موسیقی کا ذوق تھا اور موسیقاروں سے محبت رکھتے تھے۔

سدید الدین محمود بن عمرؒ نے مجھ سے اور ان سے امام فخر الدین محمد بن عبدالسلام ماردینی نے جو امین الدولہ کے دوست تھے اور اس کی صحبت میں ایک مدت تک رہ چکے تھے بیان کیا کہ فاضل اجل امین الدولہ بن تلمیذ کا عربی زبان کے باکمالوں

میں شمار تھا۔ طب کے حلقۂ درس میں بہت سارے لوگ شریک ہوکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دو نحوی بھی پابندی سے حاضر ہوتے۔ ان کا وہ بہت خیال رکھتے، اور انھیں انعامات سے سرفراز فرماتے، ان سے استفادہ کرنے والے، پڑھنے میں بکثرت غلطیاں دیکھتے یا زبان میں لکنت تھی جس کی وجہ سے عربی فصیح نہیں بول پاتے تھے، ان دونوں نحویوں میں سے کسی کو پڑھنے پر مامور کر دیتے اور خود سنتے۔ پھر اس نحوی کو اپنی جانب سے پڑھنے پر کچھ معاوضہ بھی مقرر کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امین الدولہ کا ایک فرزند فن طب سے بے بہرہ اور تمام باتوں میں اس سے نہایت دور تھا، اس کے بارے میں وہ کہتا ہے۔ (منسرخ)

اشکو الی اللہ صاحبا شکسا　　تسعفہ النفس وھو یعسفھا

فنحن کالشمس والھلال معا　　تکسبہ النور وھو یکسفھا

اپنے ایک بد اخلاق کے بارے میں اللہ سے فریاد ہے نفس تو اس کی مدد مگر وہ اس پر زیادتی کرتا ہے۔

ہم دونوں آفتاب و ماہتاب ایک ساتھ ہیں۔ آفتاب اسے روشن کرتا ہے مگر وہ اسے گہنا دیتا ہے۔

امین الدولہ اس صاحبزادہ کو اپنے اس شعر کے اندر توبیخ بھی کرتا ہے۔

والوقت أنفس ما عنیت بحفظہ　　وأراہ أسھل ما علیک یضیع

وقت حفاظت کی جانے والی چیزوں میں سب سے قیمتی ہے، مگر دیکھتا ہوں کہ ضائع ہونے والی چیزوں میں تمہارے نزدیک یہی سب سے زیادہ آسان ہے۔

شیخ امام رضی الدین طبیب رحبی رحمہ اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بغداد میں امین الدولہ کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو اس نے کہا کہ آسمان میں جنوب کی جانب سے ایک سوراخ ہے جس سے دھواں اور ہر چیز معتدا اور روحیں نیچے اترتی ہیں، اسی طرح کی بہت سی باتیں اس نے کی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے یہاں نہ کوئی علمی تحقیق ہے نہ فطرت سلیمہ۔

شیخ سنی لجلبکی طبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے یہاں دمشق سے تین عیسائی اطباء بغداد گئے، ان کا نام انہوں نے بتایا تھا۔ یہاں انہوں نے قیام کیا۔ دوران قیام امین الدولہ کے صاحبزادے کا شہرہ سنا، شہرہ سن کر انہوں نے کہا، اسکے والد مشہور تھے۔ لہٰذا چل کر اس کی خدمت کریں۔ شام روانہ ہونے سے پہلے اس سے ملاقات کر لینا ضروری ہے، چنانچہ وہ سب اس کے گھر گئے، سلام کیا اور بتایا کہ عیسائی ہیں اور شرف دیدار حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں، اس نے انھیں عزت سے بٹھایا، سنی کہتے ہیں ان اطباء نے بیان کیا کہ اس میں انھیں کم عقلی اور ضعف فکر نظر آیا، کیونکہ من جملہ باتوں میں اس نے ایک بات یہ کہی کہ لوگ کہتے ہیں شام خوبصورت ہے۔

دمشق عمدہ ہے، میں نے دیکھنے کا ارادہ کر لیا تھا، مگر علم اور ہندسہ کی رو سے میں ایک چیز تیار کر رہا ہوں جس سے مشقت کے بغیر آسانی سے یہاں پہنچ سکوں گا۔" انھوں نے کہا "آقا! آپ یہ چیز کیسے بنائیں گے؟" اس نے کہا "آپ جانتے ہیں نا شام بغداد سے نیچے پڑتا ہے یہ بات علم ہیئت میں مذکور ہے، اور مقامات ایک دوسرے سے بلند ہوا کرتے ہیں؟" انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر اس نے کہا "میں لکڑی کی ایک گاڑی بناؤں گا، اس پر بڑی بڑی چرخیاں ہوں گی، جن کے اوپر کشادہ دف ہوں گے انھیں کیلوں سے مضبوط کر دوں گا، ان کے اوپر ضرورت کے تمام سامان رکھ دوں گا، جب گاڑی روانہ کروں گا تو چرخیوں کی بدولت وہ نہایت تیزی سے نیچے کی جانب دوڑے گی۔ اس طرح بڑی آسانی سے دمشق پہنچ جائیں گے۔" ان اطباء نے کہا "ہمیں اس کی جہالت اور نابلدی پر سخت حیرت ہوئی۔" اس کے بعد اس نے کہا "آپ کھانا کھائے بغیر نہ جائیں گے۔ فراش کو اس نے پکارا، جس نے نہایت شاندار دسترخوان بچھایا اور اس پر نہایت خوبصورت سفید روٹیاں پھیلا دیں، گیا معلوم ہوتا تھا جیسے بغداد کے بنے ہوئے ریشمی سوتی کپڑے ہوں، اور ایک چوبی پلیٹ میں سرکہ اور اس کے ارد گرد صاف شدہ کامنی رکھ دیا۔ امین الدولہ کے فرزند نے اب کہا "بسم اللہ نوش فرمائیں" ہم نے تھوڑا کھایا۔ یہ ہماری عام غذا کے برعکس چیز تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا لیا اور غلام سے طشتری لانے کو کہا، وہ ایک زرد پہلی طشتری اور صابون رقی کا ایک بڑا ٹکڑا لایا۔ اس پر پانی گرا کر اس نے ہاتھ دھونا شروع کیا، صابون نے جھاگ دیا تو اسے منہ، چہرہ اور داڑھی پر اس طرح ملنے لگا کہ آنکھیں اور چہرہ جھاگ سے ڈھک گئے۔ اس پر ہم میں سے ایک شخص بے اختیار ہنس پڑا، ہنسی قابو سے باہر ہو گئی تو اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس نے پوچھا "اسے کیا ہو گیا ہے؟" ہم نے کہا "آقا! یہ کم عقل ہے، ہنسنے کی اسے عادت ہے۔" اس نے کہا "ہمارے یہاں قیام کرے تو اس کا علاج کر دیں۔" ہم الوداع کہہ کر اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

بعض عراقیوں کا بیان ہے کہ امین الدولہ کے ایک دوست کا بچہ جو علم و ادب کے زیور سے آراستہ تھا وفات پا گیا۔ امین الدولہ نے تعزیت نہیں کی۔ بعد میں کسی ملاقات کے اندر دوست نے اسے تعزیت نہ کرنے پر ملامت کی تو امین الدولہ نے کہا "ملامت ـــــ نہ کرو، بخدا تم سے زیادہ تعزیت کا مستحق میں ہوں، تمھارا بچہ تو وفات پا گیا مگر میرا بچہ جیسا کچھ ہے موجود ہے۔"

امین الدولہ کی تحریروں میں ایک خط مجھے ملا ہے جسے اس نے اپنے ایک فرزند کو جو رضی الدولہ ابو نصر کے نام سے معروف تھا لکھا تھا۔ اس میں وہ لکھتا ہے۔

"فضول باتوں سے اعراض کر کے ذہن کو ایسے مفاہیم کی جانب متوجہ کرو جو تمھیں ممتاز کر دیں۔ جس طریق کار کے لئے بار بار میں نے تجھے تنبیہ کی ہے اس کا خود کو پابند بناؤ۔ جو موقعہ ملا ہے اسے غنیمت سمجھو اور اس کی قدر و قیمت پہچانو، اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔ علم کا جو ثمرہ نصیب

ہو اسے حاصل کرو، اس طرح یہ اعتماد پیدا ہوگا کہ تم نے اسے بصیرت کی روشنی میں حاصل کیا ہے اور ملکہ پیدا کرلیا ہے، روایتی اور تعلیم و تعلم کا انداز نہیں رہا ہے، کیونکہ بقیہ سارے نصیبے اسی مذکورہ نصیب کے زیر اثر ہیں، اور اس نصیب والے کو مل کر رہیں گے۔ اس سے کمتر کا طالب یا تو ان نصیبوں سے محروم رہے گا یا ان پر اعتماد پیدا نہ کرسکے گا۔ خبردار! اپنی ذات کے لئے وہی پسند کرنا جو تم جیسے انسانوں کے شایان شان ہو، اور جس کی جانب بلند حوصلگی، حمیت اور غیرت مندی سے بڑھ سکو۔ بار بار یہ وصیت کی ہے کہ ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالنا جو لفظ اور معنی کے اعتبار سے شائستہ نہ ہو اور اس کے تعلق سے تم پر اعتراض وارد ہوتا ہو۔ تمھاری تمام تر توجہ مفید باتوں کے سننے پر مرکوز ہو نہ کہ ان باتوں پر جو ارباب جہالت اور ناتجربہ کاروں کے لئے خوشکن ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ان کے گروہ سے پاک رکھے۔ کیونکہ افلاطون کے مطابق فضائل و محاسن کا داخلہ تو تلخ مگر خارجہ شیریں ہوتا ہے، اسی طرح بداخلاقیاں اور رذائل کا داخلہ شیریں مگر خارجہ تلخ ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کو ذرا اور اضافہ کے ساتھ ارسطو نے پیش کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ بداخلاقیاں اعلیٰ فطرت کے لوگوں کے نزدیک ابتدا میں بھی شیریں نہ ہوں گی، بلکہ اس کی قباحت کے تصور سے انھیں گھن آئے گی، کیونکہ بداخلاقیوں سے لذت کام و دہن کا احساس اس کے لئے وجہ فساد ہوگی۔ اسی طرح اعلیٰ فطرت کا مالک رد و قبول کی باتوں کو معلوم کرلینے کی قدرت رکھتا ہے۔ جس طرح کامل الصحت انسان کے لئے مفید اور مضر پہلوؤں کو سمجھنے میں بس اس کا احساس کافی ہوتا ہے، پس تم اللہ تیری حفاظت کرے اپنے لئے وہی پسند کرو جس کے بارے میں معلوم ہو کہ تم جیسوں کے لئے مناسب ہو، نفسانیت کے عوارض کو راست روستیوں کا عزم پیدا کرکے مغلوب کرو، عزیمت کے خوگر بنو، یہ تمھیں تمھاری عقل کے زیر فرمان کردے گی۔ تم اپنی ذات سے خوش ہو گے اور آسمان سعادت کے زینوں پر تمھارے قدم پہنچ رہے ہیں۔"

ابن الدولہ کی وفات بمقام بغداد ۲۸ ربیع الاول ۵۶۰ھ میں ہوئی، ۹۴ سال عمر پائی۔ موت عیسائیت پر ہوئی بکثرت مال و دولت اور بے نظیر کتابیں چھوڑیں جن کا وارث اس کا فرزند ہوا۔ یہ ترکہ اس کے ہاتھوں میں ایک مدت تک رہا، پھر اسے شب کی اول تہائی میں گھر کی دہلیز پر گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اور تمام کتابیں بارہ اونٹوں پر لاد کر مجد بن صاحب کے گھر لائی گئیں۔ موت سے پہلے ابن الدولہ کے فرزند نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی عمر ۸۰ سال سے تجاوز کرچکی تھی۔

سید نقیب کامل بن شریف عالی مرتبت نے ایک خط ابن الدولہ بن تلمیذ کو لکھا تھا اسی میں

اس کی مدح میں میں نے ایک قصیدہ پایا ہے جو حسب ذیل ہے۔

امین الدولت اسلم الا یادی
علیٰ رغم المناوی والمعادی

—— امین الدولہ! دشمنوں کے علی الرغم احسانات کی خاطر اور اس بھلائی

وللمعروف منتشرہ اذاما
طواہ تناوب النوب الشداد

—— کے لئے محفوظ رہو جس کا دامن اس وقت پھیلا دیتے ہو جب مصیبتوں کے طوفان اسے سمیٹ دیتے ہیں۔

فانت المرء تلغی حسین تدعی
جوادا بالطریف و بالتداد

—— آپ کی ذات وہ ہے کہ پکاری جاتی ہے تو قدیم و جدید تمام دولتیں لٹاتی ہوئی ملتی ہے۔

وصولا للخلیل علی التنائی
ودودا لا یحول عن الوداد

—— دوست سے بعد منزل کے باوجود آپ تعلق اور لازوال محبت رکھتے ہیں۔

سدید الرای والا قوال تابی
نہاہ ان یمیل عن السداد

—— اصابت رائے اور اصابت قول کے حامل ہیں، عقل کو گوارا نہیں کہ صحت سے روگردانی کرے۔

سا شکر ما صنعت من الایادی
الی علی التدانی و البعاد

—— دور و نزدیک رہ کر آپ نے مجھ پر جو احسانات کئے ہیں ان کا شکریہ ادا کروں گا۔

واثنی و الثنار علیک حق
بما اولیتنی فی کل ناد

—— آپ نے ہر محفل میں جو نوازش کی ہے اس کی تعریف کروں گا، آپ کی تعریف فرض ہے،

وہل شکری علی مر اللیالی
نہال مدی ولائی واعتقادی

—— کیا میرا شکریہ خواہ مسلسل ہو میری دوستی اور عقیدت کی منزل پا سکتا ہے؟

دعو تک ـــــ والزمان بہ حران
فامسی وہولی سہل القیاد

ـــــ زمانہ جامد تھا، مگر تجھے پکارا تو میرے حق میں رواں ہوگیا۔

انادیہ فیسمعنی و قدما
تجانب ـــــ لی اصم عن المنادی

ـــــ اب پکارتا ہوں تو سنتا ہوں، پہلے مجھ سے کنارہ کش تھا، بہرا تھا۔

وکم من منتہ لک ـــــ لاتوازی
بلا من لدی ولا اعتداد

ـــــ آپ کے کس قدر بے نظیر احسان ہیں، جبکہ میرا کوئی احسان ہے نہ اہتمام

ومن بیضار قد عمرت بقلبی
محلک ـــــ منہ فی اقصی سواد

ـــــ کتنے روشن کارنامے ہیں جن سے میرا دل معمور ہے، آپ کا مقام دل کے سب سے آخری خانہ میں ہے۔

اری الاشواق غوک ـــــ فی فوادی
کمثل النار فی حجر الزناد

ـــــ دل میں آپ کا شوق کیا لگتا ہے جیسے چقماق میں آگ کی چنگاری

متی ولعت بہ ذکر اِک کادت
لحر الوجد تلفظی بلادی

ـــــ دل میں جب کبھی یاد آجاتی ہے تو آتش شوق سے جیسے وطن میرا مجھے اگل دے گا۔

تحن رکائبی واحسن شوقا
اذا خطر اللقار علی فوادی

ـــــ دل پر ملاقات کی بات آتی ہے تو شوق دیدار سے سواری بھی اور میں بھی بے اختیار سا ہوجاتا ہوں۔

واطمع فی الرقاد رجار زور
یلم واین طرفی والرقاد

ـــــ چاہتا ہوں سوجاؤں تاکہ خواب آتے، مگر کہاں کی آنکھیں، کہاں کا سونا۔

سابعثہا تثیر البید وخداً وتعتسف الکلام بغیر ہادی

ـــــ سواری ہانک دوں گا کہ صحراؤں کو تیز رفتاری سے اور ظلمتوں کو اندھا دُھند کچلتے ہوئے پار کرے

لو ان النجم جارا ہا دلیلا
تحیر او شکا طول السہاد

ـــــ تارا بھی راہ نما بن کر ساتھ چلے تو ششدر ہوجائے یا طول بے خوابی کی شکایت کرے۔

تلفت بی الی الزورار زورا
کما التفتت الی الماء الصوادی

ـــــ سینہ موڑ کر بغداد کی طرف مجھے لے کر وہ اس طرح مڑے گی جس طرح پانی کی طرف تشنہ لب،

ولوان الزمان جری ومن لی
بان یجری الزماں علی مرادی

ـــــ اگر زمانہ سازگار ہو، مگر کون ہے جو اسے میرے مطلوب کی خاطر سازگار کرے

وامکننی المزار لماعد تنی
وحقک عن زیارتک العوادی

ـــــ اور زیارت ممکن ہو تو آپ کی قسم زیارت سے موسم کی نامساعدت میرا منہ موڑ نہیں سکتی۔

فمن لی ان تسیرنی المطایا
الیک ـــــ ولو سریت بغیر زاد

ـــــ کیسے سواریاں مجھے آپ تک پہنچائیں، پہنچ جاؤں، خواہ زاد راہ نہ بھی ہو۔

اقول لصاحب لم یدر جہلا
اغی ما تحاول ام رشادی

ـــــ ایک دوست سے کہتا ہوں جو نابلد ہے تو جو چاہتا ہے وہ میری بے راہ روی یا راست روی

اذا والیت ـــــ فانظر من توالی
وان عادیت ـــــ فانظر من تعادی

ـــــ دوستی کرتے ہو تو بھی اور دشمنی کرو تو بھی سمجھ کر کرو کس سے دوستی اور دشمنی کروگے۔

فان احببت تعرف ما التناہی
من الاشیار فانظر فی المبادی

ـــــ اگر جاننا چاہو کہ چیزوں کا انجام کیا ہے تو آغاز پر غور کرلو۔

ودعنی والثنار علی میر عرفت بہ صلاحی من فسادی

—— اجازت دو کہ ایک نیکوکار کی تعریف کروں جس کی بدولت اپنا بناؤ بگاڑ معلوم ہوا۔

علیٰ متوحد فی الفضل سام

الیٰ امد العلی مبنی الایادی

—— ایک ایسی ذات کی تعریف جو فضل و کمال میں یگانہ بلندی کے سرے پر بیٹھنے والا اور احسانات کی بنیاد ہے۔

اخی حکم شواہد ہا علیہ

بواد فی الحواضر والبواد

—— جو حکمتوں کا مخزن ہے اس کے آثار ہر جگہ اس پر نمایاں ہیں۔

اذاما قیس قصر عنہ قس

وقس ما علمنا فی ایاد

—— موازنہ کیا جائے تو قُس اس سے کمتر ثابت ہوگا، یہ وہ قُس ہے جس کا بنو ایاد میں نظیر نہیں ہے۔

وان جاورتہ جاورت غیثاً

ندوب تداہ فی العام الجماد

—— اس کی ہمسائیگی ایک ایسے بادل کی ہمسائیگی ہے جس کی بارش قحط کے سال پگھلتی ہے۔

او استنجدتہ اعداک منہ

اخو عزم علی الایام عادی

—— یا یوں سمجھو کہ اگر مدد کے لئے پکاروگے تو اس کا تیز طرار عزم تجھے زمانہ کے خلاف دوڑا دے گا۔

جواد بالذی تحوی یدرہ

اذا نودی الاہل من جواد

—— پکارا جاتا ہے کہ ہے کوئی فیاض، تو اس کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوتا ہے لٹا دیتا ہے۔

یجیبک قبل ان تدعو نداہ

ویکفی کل حادثۃ بنادی

—— پکارنے سے پہلے اس کا فیض آپہنچتا ہے، پکارنے والا ہر حادثہ کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

اخو کرم یقل العتب فیہ

وافضال تقربہ الاعادی

—— شریف ہے، لائق ملامت نہیں ہے، صاحب احسان ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کرتے ہیں۔

واخلاق کمثل الراح شیبت

بشمول من الصفو البراد

—— اخلاق کیا ہیں جیسے باد شمالی کی زد پر صاف سرد پانی میں رلائی ہوئی شراب

بادنیٰ سعیہ حاز المعالی

واخفق غیرہ بعد اجتہاد

—— معمولی تگ و تاز سے بلندیاں حاصل کرلیں، دوسرے کوششوں کے باوجود ناکام رہے۔

وفی الغایات ان لزالمذاکی

تبین المقرفات من الجیاد

—— گھوڑ دوڑ کے میدانوں میں زخم خوردہ گھوڑوں کو دیکھا جائے تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ کون اصیل ہے کون غیر اصیل۔

اباالحسن استمع منی ثنار

حلا فخلا من المعنی المعاد

—— ابوالحسن! ثنا سنو میری، شیریں ایسی کہ ذو معنی نہیں ہے۔

کانفاس الریاض سرت علیہا

صبا فتعطرت غب العہاد

—— جیسے گلشن کا تنفس باراں سے معطر، جس پر باد صبا چلے۔

انادی فیہ باسمک والقوافی

تورج لا بسعدی اوسعاد

—— یہاں تیرا نام لیتا ہوں اور اشعار عطر بیز ہوجاتے ہیں، سعدی یا سعاد کے تذکرہ سے نہیں،

وقد عرضتہ لک مستجیرا

بعدلک فیہ من جور انتقاد

—— یہ ہدیہ پیش کیا ہے تنقید و تبصرہ کے ستم سے آپ کے انصاف کی پناہ لے کر

جزیت الصالحات فانت اہل

لہا وسقیت انوار الغوادی

—— آپ نیک جزا پائیں کہ اس کے اہل ہیں، صبح کے بادل آپ سیراب کریں،

و دمت علیٰ الزمان وکل شئ

علیٰ مرالزمان الیٰ نفاد

—— ہمیشہ پائندہ باد، گو ہر شئے زمانہ کے ساتھ فانی ہے۔

شریف ابو یعلی محمد بن ھبارتیہ عباسی اپنے مدحیہ قصیدہ کے اندر ابن الدولہ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔ (رمل)

یا بنی التلمیذ لو وافیتکم   لم تکن نفسی باھلی شغفہ

—— بنو تلمیذ! اگر آپ کو پا جاؤں   تو اپنے اہل سے کوئی شغف باقی نہ رہے

وتسلیت بکم عن صبیتی   وغدا وسطی ثقیل المنصفہ

—— آپ کو پاکر بچوں کو بھول جاؤں   اور میری مجلس سونی ہوجائے

انما طلقت کرمان بکم   انکم لی عوض ما اشرفہ

—— آپ کی بدولت میں آزاد ہوا   آپ میرے لئے کتنا عمدہ عوض ہیں

برئیس الحکماء المرتجیٰ   انہ لہ جنتہ مخترقہ

—— مرکز امید رئیس الحکماء کے سبب   آپ میری نو ایجاد جنت ہیں

عوقتنی عن عمید الملک   دنیاوی و دُنیاوی ظلوم مجحفہ

—— عمید الملک سے دُنیا نے مجھے روک دیا   دُنیا میری کس قدر ظالم و ستمگر ہے

لو رآنی ہبتہ اللّٰہ ابوالحسن الاوحد کانت متحفہ

—— ہبتہ اللّٰہ ابوالمحسن مجھے دیکھ لیں   تو دنیا عجائب گھر ہوجائے

فہو من نخلتہ دھری طلعۃ   حلوۃ الطعم کل حشفہ

—— آپ زمانہ کا شگوفہ ہیں مزیدار، باقی، سب ٹھنٹھ ہیں۔

غدت الدنیا ومن فیہامعا

لعلاہ بالعلی معترفہ

—— دُنیا اور دُنیا کے لوگ ایک ساتھ آپ کی رفعت دیکھ کر رفعت کے معترف ہیں۔

فاَ مانیّ الوریٰ کلھم   من ایادی جودہ مغترفہ

—— تمام مخلوق کی تمنّائیں   آپ کے دست فیض سے جرعہ لیتی ہیں

وبأ براد معالی ظلّہ   من تھاریف الردی ملتحفہ

—— اور آپ کے اخلاق بلند کی چادروں میں ہلاکت سے بچنے کے لئے لپٹی ہوئی ہیں۔

شمس مجد لا تراھا ابدا   عن سمٰوات العلی منکسفہ

—— آفتاب شرف ہیں، مقام بلند کے آسمان سے کبھی غائب نہیں ہوتے

جل ان یدرک وصفا مجدہ   انہ اکبر من کل صفہ

—— آپ ناقابلِ ادراک ہیں، آپ کی بزرگی روشن ہے، آپ ہر بیان سے باہر ہیں۔

فہو عذر الدھر بل احسانہ   والبرایا بیبات قشفہ

—— آپ زمانہ کی چھٹّان ہیں بلکہ احسان ہیں، بقیہ مخلوق خشک اور گندی ہیں۔

لو تمکنت لکانت جملتی   فی زوایا دارہ معتکفہ

—— بس ہو تو میرا سب کچھ آپ کے گوشوں میں معتکف رہے۔

سن فی دُنیا المعانی سننا   اصبحت معجبتہ مستظرفہ

—— دُنیائے محسان میں آپ نے ایسے نقوش بنائے، جو سب پسندیدہ اور خوشگوار ہیں۔

فیہ تفتخر الدنیا التی   اصبحت من غیرہ مستنکفہ

—— آپ دُنیا کا سرمایہ افتخار ہیں، بقیہ سب قابل نفرت۔

سیدی کم عمت جلیتہا   فقدت ظلمتہا منکشفہ

—— آقا! آپ نے کتنی پریشانیاں دُور کردیں، ان کی ظلمتیں چھنٹ گئیں۔

وایاد جمتہ اولیتھا   بید ما بوحت مرتشفہ

—— کتنے بھاری احسانات کئے، ایسے ہاتھوں سے جو برابر چوستے رہے۔

نشرت منک بروق لم تکن   حین شمناھا بروقا مخلفہ

—— آپ کی کتنی بجلیاں چمکیں، جب انھیں دیکھا وعدہ خلاف نہیں پایا۔

وترأی منک بر شکرہ   معجز کل لسان و شفہ

—— آپ کا احسان سامنے آیا جس کا شکر ادا کرنے سے ہر زبان و ہونٹ عاجز ہیں

انما احبو بنی التلمیذ بالمدح اذ کلھم ذو معرفہ

—— میں بنو تلمیذ کو ارمغانِ مدحت پیش کرتا ہوں، یہ سب کے سب صاحب علم ہیں،

فا بن یحییٰ منھم محی الندیٰ   زاد فی الجود علیٰ من خلقہ

—— یہ ابن یحییٰ ہیں سخاوت کو زندہ کرنے والے، فیاضی میں خلقت سے بڑھ گئے،

وھو فی الفضل لہٗ الفضل علی   کل من انکرہ او عرفہ

—— فضل واحسان کا یہ حال ہے کہ ہر کس وناکس پر ان کا احسان ہے۔

حقق الکنیۃ من والدہ   کرمافیہ وطبقا الفہ

—— شرافت اور مالوف طبیعت سے اپنے والد کی کنیت بروئے کار لائے۔

وھم من صاعد عن سادۃ   بابی مجدھم ما النظفہ

—— یہ صاعد کی اولاد ہیں، جو سرداروں کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں، ان کے بابائے شرف کی قسم کس قدر پاکیزہ ہے وہ۔

لا تقسھم بالوری کلھم   فتقس لیث الشری بالجعدفۃ[1]

—— انھیں تمام مخلوق جیسا نہ سمجھو، ورنہ شیر نیستاں کو بز پر قیاس کروگے۔

فابن ابراھیم لاھوت العلی   من دعاہ بشرا ما النصفہ

—— یہ ابن ابراہیم بلندی کا لاہوت ہیں، جو انھیں انسان کہے وہ منصف نہیں ہے۔

یا رئیس الحکماء استحلہا   من بنات الفکو بکوا مترفد

—— اے رئیس الحکماء! اسے غم وافکار سے پاک کرکے تر وتازہ کردیں

اننی انفذت نحلی قاصدا   اشتکی دھرا قلیل النصفہ

—— میں نے اپنا مطالبہ بھیج دیا ہے، نا انصاف زمانہ کی شکایت لکھ کر

و بالفائک قد علّلتہا   انہ یجلو الخطوب المغدفہ

—— اور تیرے احسانات سے اس کی بیماری دور کردی ہے اس کے بڑے بڑے مصائب کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

فابق للمجد شمالا مارغت   لفیا جسرۃ سار موجفہ

—— بارانِ شرف بن کر زندہ رہ، جب تک تیز رفتار اونٹنی چیختی رہے۔

کم لک من نقمہ تالدۃ   تترجی اختہا المطرفہ

—— کتنے قدیم تیرے احسانات ہیں، انہی جیسے احسانات نو کی امید ہے۔

جددوا ایرادھا یا سادتی!   با یاد منکم مؤتنقہ

—— آقائے من! اپنے شاندار احسانات سے ان کی تجدید کریں۔

ابواسماعیل طغرائی نے امین الدولہ کو لکھا۔ (منسرح)

---

[1] جعدفہ: لغات کے اندر اس کا کہیں سراغ نہ لگ سکا۔ اندازہ سے "بز" کا ترجمہ کردیا گیا ہے۔

یا سیدی والذی مودتہ   عندی رُوح یحیا بہا الجسد

من الم الظہر استغیث وھل   یالم ظہر الک لستیند

—— آقا! جس کی محبت میرے نزدیک وہ رُوح ہے جس سے جسم میں زندگی ہے۔

—— درد پشت سے فریادی ہوں، کیا جو پشت آپ کا سہارا لے وہ المناک ہوسکتی ہے۔

محمد بن جکینا بیمار ہوا تو امین الدولہ نے ملاقات کی، اس پر اس نے شعر کہے۔ (سریع)

تصدت ربعی فتعالی بہ   قدری قد تک النفس من قاصد

فارای العالم من قبلہا   بحرا مشی قط الی وارد

—— آپ میرے گھر آئے، آپ پر قربان، اس سے قدر میری دوبالا ہوئی۔

—— اس سے پہلے دُنیا نے کبھی یہ منظر نہیں دیکھا کہ دریا چل کر پیاسے کے پاس آئے۔

بغداد کا ایک شاعر امین الدولہ کے یہاں آیا، مرض بتایا اور نسخہ تجویز کرنے کی درخواست کی، اس نے نسخہ بھی لکھا اور ایک تھیلی دینار کی بھی دیتے ہوئے کہا، اس رقم سے مزورہ، زیرباجہ لے کر استعمال کرنا بہتر رہے گا۔ شاعر نے تھیلی لے لی اور صحت یاب ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد لکھا۔ (منسرح)

اتیتہ اشتکی وبی مرض   الی التداوی والرفد محتاج

فقلت اذ برنی وابرانی   ھذا طبیب علیہ زرباج

—— ان کی خدمت میں شکایت لے کر حاضر ہوا مجھے ایک بیماری تھی جو علاج اور امداد دونوں کی محتاج تھی

—— انھوں نے احسان بھی کیا اور صحت یاب بھی، میں نے کہا "یہ ایسے طبیب ہیں جن پر زریں تاج ہے۔

ملفوظات

سدید الدین بن رقیقہ نے مجھ سے انھوں نے کہا فخر الدین ماردینی نے مجھ سے بیان کیا کہ امین الدولہ کہا کرتا تھا "یہ خیال نہ کرو کہ تمام امراض کا تمھیں علم ہوچکا ہے، کچھ ایسے بھی ہیں جو خارج سے آجاتے ہیں"۔ یہ بھی کہا کرتا تھا "کسی کے جسم میں کانٹا دیکھو کہ نصف باہر ہے تو اکھاڑنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ یہ ٹوٹ جاتا ہے۔

دانشور کو ایسا لباس منتخب کرنا چاہیے جس پر عوام حسد کریں نہ خواص حقارت سے دیکھیں۔

اشعار

امین الدولہ نے کچھ اشعار کہے ہیں جنھیں مہذب الدین ابو نصر محمد بن محمد بن ابراہیم بن خضر حلبی نے کچھ سنائے، انھوں نے اپنے والد سے سُنے تھے۔ فرماتے ہیں امین الدولہ نے خود اپنا یہ شعر سنایا۔ (سریع)

حبی سعیدا جوھر ثابت   وحبہ لی عرض زائل

بہ جہاتی الست مشغولتہ   وھو الی غیری بہا مائل

—— سعید کے لئے میری محبت تو جوہر ثابت ہے مگر میرے لئے اس کی محبت محض نمائشی ہے۔

—— میں تو اپنے تمام پہلوؤں سے اس کا ہوں، مگر وہ اپنے تمام پہلوؤں سے غیروں کی جانب مائل ہے

یہ شعر بھی سُنائے۔ (متقارب)

اذا وجد الشیخ فی نفسہ   نشاطاً فذلک موت خفی

الست تری ان ضور اسراج   لہ لہب قبل ان نیطفی

—— عمر دراز اپنے اندر نشاط پائے تو پوشیدہ موت ہے۔

—— دیکھتے نہیں کہ چراغ بجھنے سے پہلے بھبک —— اُٹھتا ہے (آتش بار ہوجاتا ہے)

یہ شعر بھی سُنائے۔ (کامل)

تعس القیاس فللغرام قضیتہ   لیست علی نہج الحجا تنقاد

منھا بقاء الشوق وھو بعرفنا   عرض و نفنی دونہ الاجساد

—— قیاس دور از کار ہے، کیونکہ عشق کا مسئلہ عقلی نہج پر نہیں ملتا۔

—— مثلاً بقاء شوق کی بات، یہ ہماری اصطلاح میں عرض ہے، عرض تو عرض جوہر بھی فنا ہو جاتا ہے۔

وزیر در کرنے ہی کے بارے میں یہ شعر سنائے۔ (رجز)

قالوا فلان قد وزر   فقلت کلا لا وزر

واللہ لو حکمت فیہ   جعلتہ یرعی البقر

—— لوگوں نے کہا فلاں وزیر ہوگیا ہے، میں نے کہا ہرگز نہیں۔

—— بخدا مجھے اس کا حاکم بنا دیا جائے تو اس سے گائیں چرواؤں۔

یہ اشعار بھی سُنائے۔ (کامل مرفل)

قال الانام وقد راوہ   مع الحداثۃ قد تصدر

من ذا المجاوز قدرہ   قلت المقدم بالموخر

—— خلقت نے اسے دیکھ کر بچپن میں صدر نشین ہوگیا ہے کہا۔

—— یہ کون ہے جو اپنی قدر و قیمت سے آگے بڑھ گیا ہے۔ میں نے کہا مقدم موخر ہوگیا ہے۔

یہ شعر بھی سُنائے۔ (کامل مرفل)

قد قلت للشیخ الجلیل الاریحی ابی المظفر

ذکر فلان الدین بی   قال المؤنث لا یذکر

—— میں نے عالی دماغ شیخ جلیل ابو مظفر سے کہا۔

—— فلاں نے میرے اُوپر قرض کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے کہا مؤنث مذکر نہیں ہو سکتا۔

نیز مچھلی پر معمّا اشعار سُنائے۔

لبس الجواشن خوف الردی   وعلین فوق الروس الخوذ

فلما اتاھا الردی اھلکت   بشم نسیم الھواء المستلذ

—— ہلاکت کے ڈر سے زرہ بکتر پہن لی ہیں اور سروں پر خود رکھ لئے ہیں۔

—— موت آئی تو مزیدار ہوا کے لطیف جھونکے سونگھ کر مر گئیں۔

نیز یہ شعر بھی ہیں۔ (متقارب)

سق النفس بالعلم نحو الکمال   توافِ السعادۃ من بابہا

ولا ترج مالم تسبب لہٗ   فان الامو باسبابہا

—— علم کے ذریعہ نفس کو کمال کی جانب سے چلو، سعادت اپنے دروازے سے قدم چومے گی۔

—— جس کے لئے کوئی سبب اختیار نہ کرو، اس کی امید نہ رکھو، کیونکہ معاملات کا انحصار اسباب پر ہے۔ (بسیط)

لولا حجاب امام النفس یمنعہا   عن الحقیقۃ فیما کان فی الازل

لادرکت کل شئی عزّ مطلبہ   حتی الحقیقۃ فی المعلول والعلل

—— نفس کے روبرو ازل میں مانع حقیقت حجاب نہ ہوتا۔

—— تو ہر دشوار مطلب حتیٰ کہ علت و معلول کی حقیقت کا بھی ادراک کر لیتا۔

نیز یہ بھی۔ (کامل)

العلم للرجل اللبیب زیادۃ   ونقیصۃ للاحمق الطیاس

مثل النھار یزید الصباء الوری   نوراً ویغشی اعین الخفاس

—— مرد دانا کے لئے علم افزونی مگر احمق اور خفیف العقل کے لئے کمی کا باعث ہے۔

—— دن سے خلقت کی آنکھوں کا نور بڑھ جاتا ہے، مگر چمگادڑ کی آنکھیں ڈھک جاتی ہیں۔

نیز (کامل مرفل)

بزجاجتہ ملئت بخمر   وعلیہا عوّلت دھری

بزجاجتین قطعت عمری   وزجاجتہ ملئت بخمری

فبذی اثبت حکمتی   وبذی ازیل هموم صدری

—— دو ساغروں سے عمر گذاری، انہی دونوں پر زمانہ بھر اعتماد کیا۔
—— ایک ساغر علم سے بھرا ہوا، ایک ساغر شراب سے
—— ایک کے ذریعہ حکمت مضبوط کرتا ہوں اور ایک کے ذریعہ سینہ کے افکار دُور کرتا ہوں۔

نیز (طویل)

تواضع کالبدر استنار لناظر   علی صفحات الماء وهو رفیع
ومن دونه یسموالی الجو صاعدا   سمو دخان النار وهو وضیع

—— چاند کی طرح فروتنی اختیار کرو کہ سطح پر روشن ہوتا ہے۔ مگر بلند ہوتا ہے۔
—— اس سے فروتر انسان مقام بلند کی جانب اسی طرح اُٹھتا ہے جس طرح آگ کا دُھواں نیچے سے بلند ہوتا ہے۔

نیز (طویل)

اذا کنت محمود افانک مرمد   عیون الوریٰ فاکحلهم بالتواضع

—— قابل ستائش ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ خلقت کی آنکھیں تمھیں دیکھ کر آشوب کرائیں، لہذا انھیں فروتنی کا سُرمہ لگاؤ۔

نیز (طویل)

لا تحقرن عدوا لان جانبه   ولو یکون قلیل البطش والجلد
فللذبابة فی الجرح الممدید   تنال ما قصرت عنه ید الاسد

—— کسی دشمن کو جس کا پہلو نرم ہو حقیر نہ سمجھو خواہ سخت حملہ اور شدید ضرب نہ لگاتا ہو۔
—— جس زخم میں پیپ پڑ گئی ہو اس پر مکھی کا پر وہ کام کرتا ہے جو شیر کا پنجہ نہیں کرتا۔

نیز (منسرح)

نفس الکریم الجواد باقیة   فیه وان مس جلدة العجف
والحر حر وان الم به الضر ففیه العفاف والانف
والنذل لا تهتدی لمکرمة   لان ذاک المزاج منحرف
فالقطر سم ان احتواه فم الصل ودر ان ضمه الصدف

—— مرد شریف کا نفس اس کے اندر موجود رہتا ہے خواہ چمڑی اُدھڑ جائے۔
—— آزاد آزاد ہے اگر اسے تکلیف لاحق ہوتی ہے تو پاکدامنی اور خود داری کا دامن نہیں چھوڑتا۔

—— مگر کمینہ شرافت کی کوئی راہ نہیں پاتا، کیونکہ یہ مزاج منحرف ہوتا ہے۔
—— بارش کا قطرہ سانپ کے منہ میں پڑتا ہے تو زہر اور صدف میں پڑتا ہے تو موتی بن جاتا ہے۔

نیز (کامل)

کانت بلهنیة الشبیبة سکرة   فصموت فاستانفت سیرة مجمل
وقعدت ارتقب الفناء کراکب   عرف المحل فبات دون المنزل

—— شباب کی بے فکری مدہوشی کا عالم تھا مگر ہوش میں آیا اور سیرت جمیل اختیار کر لی۔
—— بیٹھا فنا کا انتظار اس سوار کی طرح کر رہا ہوں جس نے منزل معلوم کر لی ہو مگر منزل سے پرے رات گزارے۔

نیز (بسیط)

قالوا شباب الفتیٰ خون   والشیب وان فلیس یرحل
فقلت ابعد تم قیاسا   ذاک حبیب وذا مؤکل

—— لوگوں نے کہا "نوجوان کا شباب نہایت بے وفا اور بڑھاپا وفادار ہے، روانہ نہیں ہوتا"۔
—— میں نے کہا "تم نے قیاس سے دور از کار بات کہی ہے، وہ محبوب ہے یہ مؤکل ہے"۔

نیز (کامل)

واریٰ عیوب العالمین ولا اریٰ   عیباً لنفسی وهو منی اقرب
کالطرف یستجلی الوجوه ووجهه   منه قریب وهو عنه مغیب

—— دُنیا کے پوشیدہ رازوں کو تو دیکھ لیتی ہے، مگر اپنا عیب نظر نہیں آتا حالانکہ یہ قریب تر ہے۔
—— جیسے آنکھ چہروں کو خوب دیکھ لیتا ہوں مگر اس کا چہرہ قریب تر ہوتے ہوئے بھی اسے نظر نہیں آتا۔

نیز (وافر)

اجدک ان من شیخ اللیالی السخیفة آن تجور علی اللهیف
کمثل الخلط اغلب ما تراه   یصب اذاه فی العضو الضعیف

—— کیا تعجب ہے کہ سخت زمانہ مظلوم فریادی ہی پر مصیبت بن کر ٹوٹتا ہے۔
—— جیسے نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد

نیز (رجز)

کاس لطیفی لهب الاوام   ثان لعین هاضم الطعام
وللسرور ثالث المدام   والعقل نیفیه مزید جام

—— پہلا جام تشنگی بجھاتا ہے، دوسرا قوت ہاضمہ کی مدد کرتا ہے۔

—— تیسرا دائمی سرور کے لئے، اور مزید جام سے عقل جاتی رہے گی۔

نیز (منسرح)

یا من رمانی عن قوس فرقتہ بسہم ہجو علا تلافیہ
ارض لمن غاب عنک غیبتہ فذاک ذنب عقابہ فیہ
لولم نیلہ من العذاب سوی بعدک عنہ لکان یکفیہ

—— اے وہ کہ جس نے کمانِ فراق سے ہجر کا ایسا تیر مارا جس کی تلافی نہ ہوگی۔
—— خوش رہو کہ جو غائب از نظر ہوگیا ہے اس کا غائب ہو جانا ہی اس کے گناہ کی سزا ہے۔
—— اگر تیرے بعد کے سوا اور کوئی عذاب نہ ہوتا تو بھی کافی تھا۔

نیز (منسرح)

عاتبت اذلم یزرخیالک والنوم بشوقی الیہ مسلوب
فزارنی منعما وعاتبنی کما یقال المنام مقلوب

—— جب تیری تصویر نہیں آئی تو میں نے ملامت کی، شوقِ دیدار میں نیند اُڑ گئی تھی۔
—— بعد میں ہاں کہتے ہوئے آئی اور اس نے ملامت کی، جیسا کہ کہا جاتا ہے خواب اُلٹ گیا۔

نیز (متقارب)

یسف جفونک فضل علی مواضی السیوف التی فی الجفون
فتلک مع القتل لاتستطیع رجع النفوس بدفع المنون
وعیناک تقیلنی شورها واحیا بایما ضہا فی سکون

—— تیری پلکوں کی شمشیر میں ایک خوبی ہے جو پلکوں کی دوسری تیز شمشیروں میں نہیں ہے۔
—— یہ شمشیریں قتل تو کرتی ہیں مگر موت کا ازالہ کر کے پھر رُوحوں کو واپس نہیں لاتیں۔
—— مگر تیری آنکھوں کا یہ حال ہے کہ ترچھی نظر تو قتل کر دیتی ہے مگر سکون میں چور نگاہی سے پھر زندہ ہو جاتا ہوں۔

نیز (کامل)

تمت محاسنہ سوی کلف حلوالمواقع زانہ بشر
وسموابہ لآلاء غرتہ عمدا لیعلم انہ بدر

—— ایک جھائیں کے سوا جسے خوش روئی نے آراستہ کر دیا ہے اس کے محاسن سب کے سب مکمل ہیں۔
—— لوگوں نے جھائیں کا نام جانتے بوجھتے چہرے کی چمک رکھا ہے تاکہ وہ ماہتاب معلوم ہو۔

نیز (البسیط)

لاتحسبن سواد الخال عن خلل من الطبیعۃ اواحداثہ غلطا
وانما قلم التصویر حین جری بنون حاجبہ فی خدہ نقطا

تل کی سیاہی کو طبیعت کا خلل یا فطرت کی غلطی نہ سمجھو۔
تصویر کا قلم جب ابرو کی نون بنانے لگا تو رخسار پر ایک نقطہ رکھ دیا۔

نیز (البسیط)

ابصرہ عاذلی علیہ ولم یکن قبلہ راٰہ
فقال لی لو عشقت ھذا مالامک الناس فی ھواہ
قل لی الیٰ من عدلت عنہ ولیس اھل الھویٰ سواہ
فظل من حیث لیس یدری یا مربالعشق من نہاہ

ملامت گر نے اسے دیکھا، پیشتر نہ دیکھا تھا۔
تو کہا اگر عشق اس سے ہے تو لوگ ملامت نہ کریں گے۔
بتاؤ کہ میں نے اس سے روگردانی کہاں کی ہے، اس کے علاوہ محبت کے قابل بھی کوئی اور نہیں۔
یہ ملامت گر بے شان و گمان عشق کا حکم اسے دینے لگا جسے روک رہا تھا۔

نیز (کامل)

یا من بست علیہ اثواب الضنا صفرا مشہرۃ بحمر الادمع
ادرک بقیہ مہجتہ لولم تذب شوق الیک نفتیھا عن اضلعی

اے وہ کہ جس کی وجہ سے میں نے لاغری کی پوشاک کو پہنی زرد مگر سُرخ آنسوؤں سے بدنام۔
بقیہ رُوح کو بچائے کہ اگر وہ تیرے شوق میں پگھلی نہیں تو سینے سے نکال باہر کر دوں گا۔

نیز (خفیف)

انت شغلی فی کل حال فنومی بخیال ویقظتی باد کار
طال لیلی بطول ہجرک لادا م وشوقی الی اللیالی القصار

ہر حال میں تجھ سے مصروف ہوں، خواب میں تیرا خیال اور بیداری میں تیری یاد رہتی ہے۔
طول ہجر۔ خدا کرے ہمیشہ نہ رہے۔ اور چھوٹی راتوں کے شوق نے میری شب دراز کر دی۔

نیز (طویل)

ہوانی الھوی بری المدی فاذابنی صدودک حتی صرت انحل من امسی

ولست أری حتی أراک وانما　　یبین هباء الذر فی أفق الشمس

—— عشق نے چھریوں کی طرح چھیل دیا ہے، تیرے گریہ نے مجھے پگھلا کر کل سے بھی زیادہ گھلا دیا ہے۔

—— تیرے دیدار کے بغیر دیکھ ہی نہیں سکتا، ذرات تو آفتاب کی روشنی ہی میں چمکتے ہیں۔

نیز　　(خفیف)

غزال فاق الغزالة حسنا　　فاتر الطرف ذی جفون مراض

قال اذ رمته أنا لک سخطا　　لتیه قالها بصفحته راض

—— ایک ہرن جو حسن میں ہرنی سے بڑھ کر ہے، جُھکی جُھکی نگاہوں اور مریض پلکوں والے نے

—— کہا جبکہ میں نے قصد کیا "تجھے ناراض کر دوں گا" کاش یہ بات، راضی کے سامنے کہتا۔

نیز　　(بسیط)

لئن تعوضت عن وصلی بمطرف　　فلا تظنن أنی غیر معتاض

انی بعزة نفس أنت تعرفها　　لسابق سلوة السالی باعراض

—— اگر وصال کے عوض خوبصورت رنگین ریشمی چادر ملے تو یہ خیال نہ کرو کہ عوض نہ لوں گا۔

—— جس خودداری کا تجربہ تجھے ہے اس کی بدولت اعراض کرکے تسلّی کرنے والوں سے آگے بڑھ کر تسلّی کرلوں گا۔

نیز　　(مجتث)

قد کنت أعتد حینا　　لقیاک أنفس ربح

فقد بدت عن سلو　　سماء عقلی تصحی

مالی أهیم بحسن　　یکون علة قبح

—— کبھی تیرے وصال کو سب سے اعلیٰ درجہ کا نفع خیال کرتا تھا۔

—— مگر اب تسلّی سے میری دانش کا آسمان صاف ہونے لگا۔

—— کیوں ایسے حسن پر سرگرداں رہو جو بدنمائی کا سبب ہو۔

نیز　　(بسیط)

لو کان یحسن غصن البان مشیتها　　تأودا لمشاها غیر محتشم

فی صدرها کوکبا نور أقلهما　　رکنان لم یدنوا من کف مستلم

صانتهما فی حریر من غلائلها　　فنحن فی الحل والرکنان فی الحرم

—— اگر شاخِ بید کو لچک کر چلنا آتا تو بلا تکلف چلا کرتی۔

—— اس کے سینہ نور کے دو ستارے ہیں، سب سے نچلے ستارے کے دو رُکن ہیں جو کسی چومنے والے

سے قریب نہ ہوئے۔

—— انھیں اس نے ریشمی شالوں میں محفوظ کر رکھا ہے، چنانچہ ہم حرم سے باہر اور وہ حرم میں ہیں۔

نیز　　(بسیط)

مانقها وظلام اللیل منسدل　　ثم انتبهت ببرد الحلی فی الغلس

فبت أحمیه خوفا ان ینبهها　　وأتقی أن اذیب العقد بالنفس

—— رات کی تاریکی نے اپنا دامن پھیلایا تو اس سے ہم آغوش ہوا پھر آخر شب میں زیور کی ٹھنڈک سے بیدار ہوگیا۔

—— اسے گرم کرنے لگا مبادا وہ بیدار نہ ہو جائے، یہ بھی خیال تھا کہ کہیں تنفس سے اس کا ہار پگھل نہ جائے۔

نیز　　(خفیف)

لا تظنی تجنبی لملال　　أنت من خوف سلوتی فی أمان

رب هجر یکون أدعی الی الوصل ووصل أدعی الی الهجران

—— یہ خیال نہ کرو کہ میری پہلوتہی کسی بیزاری کے سبب ہے، تجھے تسلّی کے خوف سے امان ہے۔

—— گاہ فراق وصل کا بڑا موجب اور گاہ قربت فراق کا سبب بن جاتا ہے۔

نیز　　(طویل)

—— میری بے راہ روی اس کے نزدیک عذرِ وصل تھی، مگر یہ زمانہ ختم ہوا تو میرے نزدیک اس کا اعراض عذر بنا۔

—— حیرت ہے ایک ہی بات شام کو عشق کا باعث بنی اور وہی شئے آج بدل کر اعراض کا سبب بن گئی۔

اس نے بادل پر معمّہ اشعار کہے ہیں۔　　(رجز)

وما جم لیس له من عدوی　　مستبدل بکل مثوی مثوی

بکاره وضحکه فی معنی　　اذا بکی اضحک اهل الدنیا

—— ایک حملہ آور جس کا کوئی سہارا نہیں ہے اور جگہ بدلتا رہتا ہے۔

—— اس کے رونے اور ہنسنے کا ایک ہی مفہوم ہے، روتا ہے تو تمام دُنیا کو ہنسا دیتا ہے۔

شعر کے اندر ترازو پر ایک پہیلی کہی ہے۔ (رجز)

ما واحد مختلف الاهواء　　یعدل فی الارض وفی السماء

یحکم بالقسط بلا ریاء　　أعمی یری الرشاد کل راء

کتاب قوئ الاغذیۃ ۔ تین مقالات

کتاب فی کیفیۃ ادراک الدیانۃ، مسائل فی البول اسے کتاب ابیذیمیا مصنفہ بقراط سے اخذ کیا ہے
مقالۃ فی تولد الفروج، اس میں اس نے واضح کیا ہے کہ چوزوں کی پیدائش انڈے کی سفیدی اور ان کا تغذیہ انڈے کی زردی سے ہوتا ہے۔

منطق کی کتب اربعہ سے مستنبط کردہ مسائل

مقالۃ فی الدلائل، اس میں بعض ان علامات کو بیان کیا ہے جن سے ہر مرض کا پتہ چلتا ہے۔

کتاب فی النبض، کتاب فی الحمیات، کتاب فی البول، بقراط اور جالینوس کے مقالات سے مستنبط ہے۔

کتاب فی معرفۃ اوجاع المعدۃ وعلاجہا۔ دو مقالات، کتاب فی حالات الاعضاء، مقالۃ فی ماء البقول کتاب فی البیبس، کتاب فی حفظ الاسنان واللثۃ، کتاب فیمن یولد لثمانیۃ اشہر۔ سوال و جواب کے طرز پر متوکل کی ام ولد کے لئے لکھی تھی۔

کتاب فی امتحان الاطباء، کتاب فی طبائع الاغذیۃ وتدبیر الابدان، کتاب فی اسماء الادویۃ المفردۃ، حروف تہجی کے مطابق۔ کتاب فی مسائلۃ العربیۃ، کتاب فی تسمیۃ الاعضاء علی ما رتبہا جالینوس، کتاب فی ترکیب العین، مقالۃ فی المد والجزر، کتاب فی افعال الشمس والقمر، کتاب فی تدبیر السوداویین، کتاب فی تدبیر الاصحاء بالمطعم والمشرب، کتاب فی اللبن، کتاب فی تدبیر المستسقیین، کتاب فی اسرار الادویۃ المفردۃ کتاب فی اسرار الفلاسفۃ فی الباہ، جوامع کتاب السماء والعالم، کتاب فی المنطق، کتاب فی النحو، مقالۃ فی خلق الانسان وانہ من مصلحتہ والتفضل علیہ جعل محتاجًا، کتاب فیما یقرأ قبل کتب فلاطن، مقالۃ فی تولد النار بین الحجرین، کتاب الفوائد، مقالۃ فی الحمام، مقالۃ فی الآجال، مقالۃ فی الدغدغۃ، مقالۃ فی ضیق النفس کتاب فی اختلاف الطعوم، کتاب فی تشریح آلات الغذاء تین مقالات شرح کتاب النفخ مولفہ بقراط شرح کتاب حفظ الصحۃ مولفہ روفس شرح کتاب الادویۃ المکتومۃ مولفہ جالینوس، جالینوس نے جن دواؤں کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے ہر ایک کی تشریح کی ہے۔ رسالۃ فی دلالۃ القدرۃ علی التوحید، رسالۃ الی سلمویہ بن بنان۔ مقالہ جالینوس فی العادات کے ترجمہ کی درخواست پر یہ خط اسے لکھا ہے۔ کتاب فی احکام الاعراب علی مذہب الیونانیین دو مقالات۔ مقالۃ فی السبب الذی من اجلہ صارت میاہ البحر مالحۃ۔ مقالۃ فی الالوان، کتاب قاطیغوریاس علی رای ثامسطیوس، ایک مقالہ۔ مقالۃ فی تولد الحصاۃ، مقالۃ فی اختیار الادویۃ المحرقۃ، کتاب فی میاہ الحمات سوال و جواب کے طرز پر۔ کتاب نوادر الفلاسفۃ والحکماء و آداب المعلمین القدماء، کناش جسے کتاب

بولس سے مختصر کرکے ترتیب دیا ہے۔ مقالۃ فی تقاسیم علل العین، کتاب اختیار ادویۃ علل العین، مقالۃ فی العصر کتاب الفلاحۃ، مقالۃ فی الترکیب مما وافق علیہ الفاضلان بقراط وجالینوس، مقالۃ تعلق بحفظ الصحۃ وغیرہ (حفظان صحت وغیرہ سے متعلق ایک مقالہ) کلام فی آثار العلویۃ، مقالۃ فی قوس قزح، کتاب تاریخ العالم والمبداء والانبیاء والملوک والامم والخلفاء والملوک فی الاسلام۔ کتاب آدم او رمابعد کی شخصیتوں سے شروع کی گئی ہے، پھر بنو اسرائیل اور یونان و روم کے بادشاہوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے بعد آغاز اسلام پھر شاہان بنو امیہ، اور شاہان بنو ہاشم کا تذکرہ متوکل تک کیا گیا ہے، جس کے عہد میں حنین بن اسحاق موجود تھا۔ حل بعض شکوک جاسیوس الاسکندریہ علی کتاب الاعضاء الألمۃ لجالینوس۔ رسالۃ فیما اصابہ من المحن والشدائد، مکتوب بنام علی بن یحییٰ۔ دعوت اسلام کے جواب میں، کتاب ابیذیمیا مصنفہ بقراط کے پہلے، دوسرے اور تیسرے مقالہ کا جامع خلاصہ۔ سوال و جواب کے اسلوب پر مقالۃ فی کون الجنین۔ اس میں جالینوس اور بقراط کے اقوال جمع کئے ہیں، کتاب ارسطو فی السماء والعالم پر یونانی قدماء کے تشریحی مضامین کا خلاصہ۔ مسائل مقدمہ لکتاب فرفوریوس معروف بہ مدخل، شرح کتاب الفراسۃ مصنفہ ارسطو، کتاب دفع مضار الاغذیۃ، کتاب الزینۃ، کتاب خواص الاحجار، کتاب البیطرۃ کتاب حفظ الاسنان، کتاب فی ادراک حقیقۃ الادیان۔

اسحاق بن حنین

ابو یعقوب اسحاق بن حنین بن اسحاق عبادی نقل و ترجمہ، علم الالسنہ اور فصاحت و بلاغت میں اپنے والد کا مثنیٰ تھا۔ البتہ علوم حکمیہ پر ارسطو کی کتابوں اور ان کی شرحوں کے ترجمے اس نے طبی علوم کے مقابلہ زیادہ کئے ہیں۔ والد نے جن خلفاء اور رؤساء کی خدمت کی تھی اسحاق نے بھی انہی کی خدمت کی۔ قاسم بن عبید اللہ کی صحبت میں رہتا تھا۔ یہ اس کا معتمد، خاص شاگرد اور اس کے نزدیک تمام سے مقدم تھا۔ اپنے تمام راز اس سے وہ کہتا تھا۔ اسحاق کے نہایت دلچسپ واقعات اور اشعار منقول ہیں۔

یہ کہتا ہے ایک شخص نے میرے یہاں آکر پیٹ کی شکایت کی، میں نے اسے ایک معجون دیا اور کہا کہ سحر میں لے لینا، اور شام کو اپنا حال بتانا۔ وہ چلا گیا۔ بعد میں اس کا غلام ایک رقعہ لے کر آیا جس میں لکھا تھا "آقا! دوا استعمال کی، اور دس اجابتیں، سرخ، تھوک کی طرح لیسدار، اور چقندر کی طرح سبز ہوئیں۔ اس کے بعد سر میں چکر اور ناف میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ دوا کا اثر طبیعت کے

خلاف ہے۔ اب اس سلسلہ میں آپ کی رائے درکار ہے" اسحاق کہتا ہے مجھے سخت حیرت ہوئی، میں نے سوچا اس احمق کے شایان شان حرف ایک جواب ہے، اسے لکھا" تمہارے رقعہ کا مفہوم سمجھ میں آیا۔ بس تمہاری منشا کے مطابق طبیعت کی جانب آرہا ہوں اور تمہیں ملاقات پر جواب دوں گا۔ والسلام"

آخر میں اسحاق پر فالج کا حملہ ہوا اور اسی مرض میں انتقال ہوگیا۔ وفات مقتدر باللہ کے عہد خلافت میں بمقام بغداد ربیع الآخر ۲۹۸ھ میں ہوئی۔

ملفوظات

تھوڑی شراب روح کی دوست۔ زیادہ جسم کی دشمن ہے۔

اشعار

اس کے کچھ اشعار حسب ذیل ہیں (طویل)

أنا ابن الذی استودع الطب فیهم	وسموا به طفل وکهل ویافع
یبصرنی ارسطالیس بارعا	یقوم منی منطق لا یدافع
وبقراطی تفصیل ما أثبت الأُلی	لنا الضر والاسقام طب مضارع
وما زال جالینوس یشفی صدورنا	لما اختلفت فیه علینا الطبائع
ویحیی بن ماسویه واهرن قبله	لهم کتب للناس فیها منافع
رأی انه فی الطب نیلت فلم یکن	لنا راحة من حفظها واصابع

—— میں ان لوگوں کا فرزند ہوں جنھیں طب ودیعت ہوئی، کیا بچے کیا جوان کیا بوڑھے سب ہی طب سے موسوم ہوئے۔

—— ارسطو مہارت سے مجھے علم سکھاتا ہے، میری گفتگو کی اس طرح اصلاح کر دی گئی ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں۔

—— اور بقراط، اگلے لوگوں نے امراض کے باب میں جو کچھ ثبت کر دیا ہے اسے تفصیل سے بیان کرنے میں انہی جیسا ماہر ہے۔

—— جالینوس اختلافی مسائل میں ہماری تشفی کرتا ہے۔

—— یحییٰ بن ماسویہ اور قبل ازیں اہرن کی ایسی تصانیف ہیں جو لوگوں کے لئے مفید ہیں۔

—— اس کا خیال ہے کہ یہ تصنیفات طب پر ہیں مگر ہم ان کی حفاظت کے لئے بے دست و پا ہوگئے ہیں۔

رسالہ معروف بہ دعوۃ الاطباء میں ابن بطلان کے قلم سے منقول ہے کہ معتضد باللہ کے وزیر قاسم بن عبید اللہ کو معلوم ہوا کہ ابو یعقوب اسحاق نے مسہل دوا لی ہے، چنانچہ اسے چھیڑ خوانی کی سوجھی، یہ اس کا دوست تھا۔ چنانچہ لکھا (ھزج)

ابن لی کیف أمسیت	وکم کان من الحال
وکم سارت بک الناقة نحو المنزل الخالی	

—— بیٹا! کہو دن کس طرح کٹا' اور شام تک کس حالت کو پہنچے

—— اور تم کو اونٹنی خالی منزل کی طرف کہاں تک لیکر چلی

جواب میں اسحاق بن حنین نے حسب ذیل اشعار روانہ کئے (ھزج)

بخیر کنت مسرورا	رخی الحال والبال
فأما السیر الناقة	والمرتبع الخالی
فاجلالک أن انسبه	باغاية آمالی

—— بخیر و عافیت خوش و خرم ہوں۔

—— باقی سفر، ناقہ اور خالی مقام سفر کی بات۔

—— تو اے آرزوؤں کا منتہا! آپ کے وقت مقرر نے انھیں بھلا دیا ہے۔

تصنیفات

کتاب الادویۃ المفردۃ۔ ایک عمدہ کناش معروف بہ کناش الخف۔ ایک کتاب جس میں آغاز طب اور حکماء اور اطبا کی ایک جماعت کے نام لکھے ہیں۔

کتاب الادویۃ الموجودۃ بکل مکان، کتاب اصلاح الادویۃ المسہلۃ، اختصار کتاب اقلیدس، کتاب المقولات، کتاب الیساغوجی، یہ فن طب کے اندر داخل ہونے کا دروازہ ہے۔

کتاب الفصول مولفہ بقراط بہ جالینوس کی تشریح کے خلاصہ جات کی اصلاح۔ یہ خلاصہ جات اسکندریہ والوں نے کئے ہیں۔

کتاب فی النبض علی جہۃ التقسیم، مقالۃ فی الاشیاء التی تفید الصحۃ والحفظ وتمنع من النسیان (مفید صحت و حافظ اور نسیان سے محفوظ رکھنے والی اشیاء کا بیان) عبد اللہ بن شمعون کے لئے لکھا تھا۔ کتاب فی الادویۃ المفردۃ مختصر کتاب، صنعۃ العلاج بالحدید، کتاب آداب الفلاسفۃ و [illegible] مقالۃ فی التوحید۔

حبیش أعسم

حبیش بن حسن دمشقی، حنین بن اسحاق کا بھانجہ ہے، اسی سے اس نے فن طب حاصل کیا، نقل و ترجمہ، گفتگو اور تمام حالات میں اسی کے مسلک کا پیرو تھا۔ مگر اس کے مرتبہ کا نہ تھا۔

حنین بن اسحاق نے بعض مقامات پر کہا ہے کہ حبیش ذکی، طباع، عالی فہم ہے، مگر مجتہدانہ بصیرت سے خالی ہے۔ گو ذہانت اور طباعی میں حد سے زیادہ ہے مگر اجتہاد سے اعتناء نہیں رکھتا۔ حبیش ہی نے حنین کی کتاب المسائل فی الطب کی تکمیل کی ہے، یہ کتاب حنین نے طالب علموں کے لئے لکھی ہے اور اسے فن کا مدخل قرار دیا ہے۔

تصنیفات

کتاب اصلاح الادویۃ المسہلۃ، کتاب الادویۃ المفردۃ، کتاب الاغذیۃ، کتاب فی الاستسقاء مقالۃ فی النبض علی جہۃ التقسیم۔

یوحنا بن بختیشوع

ایک ممتاز طبیب اور یونانی و سریانی زبانوں کا عالم تھا۔ اس نے یونانی زبان سے کافی کتابیں سریانی زبان میں منتقل کیں۔ فن طب کے ذریعہ موفق باللہ طلحہ بن جعفر متوکل کی خدمت کی۔ وہ اس پر بے حد اعتماد کرتا تھا۔ اور اسے "مفرج کربی" (میری مصیبت دور کرنے والا) کہتا تھا۔

ابراہیم بن عباس بن طوسار ہاشمی نے بیان کیا ہے کہ موفق شراب پینے بیٹھتا تو اس کے سامنے سونے کی طشتری، دھونے کے لئے سونے کا برتن، اور بلوری شراب اور ساغر رکھا جاتا یوحنا بن بختیشوع داہنے جانب بیٹھتا اور اسے بھی اسی طرح کی چیزیں پیش کی جاتیں، نیز غالب طبیب کے روبرو بھی یہی چیزیں رکھی جاتیں۔ اس کے بعد تمام حاضرین مجلس کو روغنی طشتریاں شیشہ کے ساغر اور نارنج پیش کئے جاتے۔ اس نے موفق سے اپنی جائدادوں کے باب میں شکایت کی، موفق نے صاعد کے یہاں جاکر کہا کہ وہ جو کچھ بھی چاہتا ہے وہ سب لکھدے، اس کے بعد یوحنا

عرصہ کے بعد حاضر ہوا، اس نے موفق پر اپنے احسانات گنائے اور کہا کہ صاعد احسانات کے اس تالاب کو گندہ کر رہا ہے۔ اور عمال کو ایسے خطوط لکھ رہا ہے جس سے اس کی جائدادیں اور ملکیتیں برباد ہو رہی ہیں موفق! اسے اپنے خیمہ کے اندر لایا اور اسے بتایا کہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ اس نے صاعد کو بلوا کر کہا "تمہیں معلوم ہے کہ اس دنیا میں مجھے آرام پہنچانے والا، میرے دل کا بھید جاننے والا، اور میری مصیبت دور کرنے والا کوئی اگر ہے تو وہ صرف یوحنا ہے۔ اور تم ہو کہ اس کے دل کو میری خدمت سے غافل کر کے میری زندگی اجیرن کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایسا ہی کرے، ہاں ایسا ہی کرے" صاعد برابر قسمیں کھاتا رہا حتیٰ کہ تلوار اور پٹکا بھی اتار کر رکھدیا، موفق نے اس سے کہا "ابھی راشد کے ساتھ یوحنا کے خیمہ میں جا اور وہ جو چاہتا ہے اس کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہ رکھو، اس کا وثیقہ تیار کر دو، اور اس کا خط لے لو۔ جس میں اس نے لکھا ہو کہ تم نے اس کے تمام ارادوں کی تکمیل کر دی ہے۔ پھر اس خط کو راشد کے ساتھ میرے پاس روانہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ صاعد روانہ ہوا دونوں کے ساتھ میں بھی تھا۔ ہم سب اس کے خیمہ میں داخل ہوتے، وہ اپنے ایک قبہ کے اندر ساماتی چٹائیوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ صاعد قریب پہنچا تو اٹھ کر اس نے اسے اور راشد کو اور مجھے سلام کیا، پھر سب بیٹھ گئے۔ میں بھی بیٹھا، صاعد نے اس سے قسم کھا کر کہا، مگر اس نے کہا "کیا فائدہ، جب کہ اپنے اظہار کے خلاف لکھتے ہو۔ صاعد نے دوبارہ قسم کھائی اور کہا کہ اعتماد رکھیں۔ اس کے بعد صاعد نے ایک رومال منگا کر اپنی گود میں رکھا، قرطاس و قلم لئے اور لکھنے لگا۔ نقشے تیار کئے اور یوحنا کی تمام خواہشوں کی تکمیل کی۔ اس کا خط میری اور حاضرین کی گواہیوں کے ساتھ لیا اور راشد کو دے کر موفق باللہ کے یہاں روانہ کیا۔ اس کے بعد یوحنا کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہ ہوئی۔

یوحنا بن بختیشوع کی ایک تصنیف کتاب فیما یحتاج الیہ الطبیب من علم النجوم ہے۔

بختیشوع بن یوحنا

فن طب کا عالم اور خلفاء وغیرہ کے یہاں ہر دلعزیز تھا۔ مقتدر باللہ کا خاص خادم تھا مقتدر سے اسے بکثرت انعامات اور جاگیریں حاصل ہوئیں۔ اس کے بعد اس نے راضی باللہ کی خدمت کی، اس نے قدر و منزلت کی اور اس کے نام سے مقتدر باللہ کے زمانہ میں جو کچھ ملتا تھا اسے جاری رکھا۔

بختیشوع بن یوحنا کی وفات، ۲، ذی الحجہ ۳۲۹ھ بروز چہار شنبہ بغداد میں ہوئی۔

عیسیٰ بن علی

ایک فاضل طبیب تھا اور حکمت سے اشتغال رکھتا تھا۔ علوم حکمیہ کے اندر اس کی تصنیفات ہیں۔ حنین بن اسحاق سے فن طب حاصل کیا، اور اس کے عظیم تلامذہ میں شمار ہوتا تھا، عیسیٰ بن علی احمد بن متوکل یعنی معتمد علی اللہ کا خادم تھا۔ اور زمانہ سے اس کا طبیب تھا۔ خلافت ملی تو اس پر احسان کیا، شرف بخشا، کئی بار سواریاں پیش کیں اور خلعت سے سرفراز کیا۔

کتاب المنافع التی تستفاد من اعضا الحیوان اور کتاب السموم دو مقالات اس کی تصنیفات ہیں۔

عیسیٰ بن یحییٰ بن ابراہیم

یہ بھی حنین بن اسحاق کا شاگرد تھا۔ اور اس کی خدمت میں فن طب سے اشتغال رکھتا تھا۔

حلاجی معروف بہ یحییٰ بن ابو حکیم

معتضد کا ایک طبیب تھا۔ کتاب تدبیر الابدان النحیفۃ التی قد علتها الصفراء اس کی تصنیف ہے، جسے اس نے معتضد کے لئے لکھی تھی۔

ابنِ صہار بخت

نام عیسیٰ، جندی سابور کا باشندہ تھا۔ کتاب قوی الادویۃ المفردۃ اس کی تصنیف ہے۔

ابنِ ہامان معروف بہ یعقوب سیرافی

کتاب السفر والحضر فی الطب اس کی تصنیف ہے۔

ساہر

نام یوسف، معروف بہ یوسف قس، فن طب سے واقف اور مکتفی کے زمانہ میں ممتاز تھا عبید اللہ بن جبرئیل اس سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کے سر کے اگلے حصہ میں سرطان تھا، جس کی وجہ سے سو نہیں سکتا تھا اس لئے "ساھر" (بیدار) کے لقب سے معروف ہوا۔ عبید اللہ کہتا ہے اس نے ایک کناش لکھی جس میں امراض کی دواؤں اور ایسی چیزوں کا تذکرہ کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے یہ مرض تھا۔ ساھر کی تصنیفات میں اس کی یہی کناش ہے، جس سے وہ معروف ہوا، یہ اس کی ایجاد ہے۔ اپنی زندگی میں اس کا تجربہ کیا تھا، اسے اس نے دو حصوں میں مرتب کیا پہلے حصہ کے ابواب سر سے پیر تک اعضاء کی ترتیب پر رکھے گئے ہیں، یہ کل بیس ابواب ہیں۔

دوسرے حصہ کے ابواب میں اعضا کی ترکیب نہیں ہے۔ یہ کل چھ ابواب ہیں۔

باب ہشتم

یونانی سے عربی میں کتب طب وغیرہ کے مترجمین

جورجس

یہ پہلا شخص ہے جس نے منصور کی دعوت پر طبی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ شروع کیا۔ منصور اس پر بکثرت احسانات کرتا تھا۔ حالات اُوپر گذر چکے ہیں۔

حنین بن اسحاق

چار زبانوں عربی، سریانی، یونانی اور فارسی کا عالم تھا۔ ان زبانوں کے غیر معروف اور مستعمل الفاظ سے بخوبی واقف تھا۔ اس کا ترجمہ نہایت عُمدہ ہے۔

اسحاق بن حنین

باپ کی طرح یہ بھی مذکورہ بالا زبانوں کا عالم تھا۔ نیز نقل و ترجمہ میں اس کا ثانی تھا۔ اس کی عبارت نہایت شیریں اور فصیح ہوا کرتی تھی۔ بایں ہمہ حنین نقل و ترجمہ اور تصنیف و تالیف میں اس سے بڑھ کر تھا۔ دونوں کا تذکرہ اُوپر آچکا ہے۔

حبیش اعسم

حنین بن اسحاق کا بھانجہ اور شاگرد۔ نہایت عُمدہ مترجم تھا۔ حنین و اسحاق کا مثنی تھا۔ اس کا

بھی تذکرہ اُوپر گذر چکا ہے۔

عیسیٰ بن یحییٰ بن ابراہیم

یہ بھی حنین بن اسحاق کا شاگرد تھا۔ صاحب فضل وکمال تھا۔ حنین نے اُس کی تعریف کی ہے، اور ترجمہ پسند کیا ہے۔ ترجمہ کی ذِمّہ داری بھی سونپی۔ اس کی کچھ تصنیفات ہیں۔

قسطا بن لوقا بعلبکی

زبانوں سے باخبر مترجم اور علوم حکمیہ وغیرہ میں کمال رکھتا تھا۔ آئندہ انشاء اللہ اس کا تذکرہ آئے گا۔

ایوب معروف بہ ابرش

ترجمے کم اور متوسط درجہ کے ہیں۔ زندگی کے آخری حصہ میں جو ترجمے کئے وہ حنین کے ترجموں سے مشابہ ہیں۔

ماسرجبیس

سریانی سے عربی میں ترجمہ کرتا تھا اور طب میں مشہور تھا۔ کتاب قوی الاطعمۃ ومنافعہا ومضارہا، اور کتاب قوی العقاقیر ومنافعہا ومضارہا تصنیفات ہیں۔

عیسیٰ بن ماسرجبیس

اپنے والد کا ثانی تھا۔ کتاب الالوان، اور کتاب الروائح والطعوم تصنیفات ہیں۔

شہدی کرخی

کرخ کا باشندہ تھا، اور نقل وترجمہ میں غنیمت تھا۔

ابن شہدی کرخی

نقل وترجمہ میں باپ کی نظیر تھا۔ آخر عمر میں باپ سے آگے بڑھ گیا، ترجمہ ہمیشہ متوسط رہا۔ سریانی سے عربی میں ترجمہ کرتا تھا، کتاب الاجنہ مؤلفہ بقراط اسی کا ترجمہ ہے۔

حجاج بن مطر

اس نے مامون کے لئے ترجمے کئے ہیں۔ کتاب اقلیدس کا اس نے ترجمہ کیا، ترجمہ کی اصلاح بعد کو ثابت بن قرہ حرانی بن ناعمہ جس کا نام عبدالمسیح بن عبداللہ حمصی ناعمی ہے نے کی۔ ترجمہ متوسط ہوتا تھا۔ مگر رُجحان جودت وحُسن کی جانب زیادہ تھا۔

نرور بابن مانخوہ ناعمی حمصی

ترجمہ غنیمت تھا۔ تقریباً پیش رووں کے برابر تھا۔

ہلال بن ابوہلال حمصی

ترجمہ صحیح ہوتا تھا۔ مگر لفظی بلاغت وفصاحت سے خالی تھا۔

فثیون ترجمان

ترجمہ کے اندر اس نے بکثرت غلطیاں پائیں۔ اصلاً عربی زبان کا علم نہ تھا۔

ابونصر بن ناری بن ایوب

ترجمے کم کئے۔ دوسروں کی طرح اس کا شمار مترجمین میں نہ تھا۔

بسیل مطران

بکثرت کتابوں کے ترجمے کئے۔ ترجمہ کا میلان حسن وجودت کی طرف زیادہ تھا۔

اصطفن بن بسیل

ترجمہ میں حنین بن اسحاق سے قریب تر تھا۔ حنین کی عبارت زیادہ شیریں اور ستھری ہوتی تھی۔

موسیٰ بن خالد ترجمان

جالینوس کی سولہ کتابوں میں سے بہت ساری کتابوں کے ترجمے اس کے قلم سے ہوتے ہیں۔ ترجمے حنین کے درجہ کے یا اس سے قریب تر نہیں ہیں۔

اسطاث

متوسط درجہ کا مترجم تھا۔

حیرون بن رابطہ

حسن ترجمہ کے اندر اسے شہرت حاصل نہیں ہوئی۔

تدرس سنقل

علوم حکمیہ کی کتابوں میں اس کا ترجمہ نظر سے گذرا غنیمت ہے۔

سرجیس راسی

راس العین کا باشندہ تھا۔ بکثرت کتابوں کے ترجمے کئے۔ ترجمے اوسط درجہ کے ہیں حنین اس کے ترجموں کا مصلح تھا۔ جو ترجمے اس کی اصلاح سے گذر چکے ہیں وہ عمدہ ورنہ متوسط ہیں۔

ایوب رہاوی

یہ مذکور الصدر ایوب ابرش نہیں ہے، عمدہ مترجم اور زبانوں کا عالم تھا۔ عربی زبان کے مقابلہ میں

سریانی میں زیادہ بہتر تھا۔

یوسف مترجم

ابو یعقوب بن عیسی طبیب، مترجم ملقب بہ ناعس، عیسیٰ بن صہار بخت کا شاگرد تھا۔ یوسف مترجم خوزستان کا رہنے والا تھا، تعبیر میں لکنت تھی۔ ترجمہ زیادہ عمدہ نہیں ہوتا تھا۔

ابراہیم بن صلت

ترجمہ متوسط اور سرجس راسی کے مطابق تھا۔

ثابت مترجم

اس کا ترجمہ بھی متوسط تھا مگر ابراہیم بن صلت سے اچھا ہوتا تھا، ترجمے کم کئے ہیں، کتاب الکیموسین مؤلفہ جالینوس اسی کا ترجمہ ہے۔

ابو یوسف کاتب

یہ بھی اوسط درجہ کا مترجم تھا، بقراط کی متعدد کتابوں کے ترجمے کئے۔

یوحنا بن بختیشوع

سریانی زبان میں بکثرت کتابوں کے ترجمے کئے، عربی زبان میں اس کا کوئی ترجمہ معروف نہیں ہے۔

بطریق

منصور کے عہد حکومت میں تھا۔ منصور کے کچھ قدیم کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا۔ اس نے بکثرت عمدہ ترجمے کئے ہیں۔ مگر حنین بن اسحاق کے مقابلہ میں کمتر ہے، بقراط اور جالینوس کی بکثرت طبی کتابوں کے ترجمے میری نظر سے گذرے ہیں۔

یحییٰ بن بطریق

حسن بن سہل کے جملہ اصحاب میں تھا، عربی اور یونانی سے اچھی طرح واقف نہ تھا۔ لاطینی تھا۔ آج

کی رُومی زبان پڑھنا اور لکھنا جانتا تھا، رومی حروف متصل ہوتے ہیں، قدیم یونانی زبان کی طرح الگ الگ نہیں ہوتے۔

قیضار ہاوی

حنین کے یہاں ترجمہ کے مشاغل بکثرت ہوجاتے اور وقت تنگ ہوتا تو اسی کے ترجمہ میں مدد لیتا۔ اور اس کے ترجمہ کی اصلاح کرتا۔

منصور بن باناس

نقل و ترجمہ میں اس کا رتبہ قیضار ہاوی کے مانند ہے۔ عربی کے مُقابلہ میں سریانی کا عِلم زیادہ تھا۔

عبدیشوع بن بہریز موصل کا لاٹ پادری

جبرئیل بن بختیشوع کا دوست تھا اور اس کے لئے ترجمے کرتا تھا۔

ابو عُثمان سعید بن یعقوب دمشقی

عُمدہ مترجمین کی صف میں تھا۔ علی بن عیسیٰ کی صحبت اختیار کی تھی۔

ابو اسحاق ابراہیم بن بکس

مشہور اطبا میں شمار تھا۔ بکثرت کتابیں عربی میں منتقل کیں۔ اس کا ترجمہ بھی پسندیدہ تھا۔

ابو الحسن علی بن ابراہیم بن بکس

یہ بھی ایک مشہور طبیب تھا۔ ترجمہ میں اپنے باپ کا نظیر تھا۔
خلفاء کے علاوہ جن حضرات کے لئے ترجمے کئے گئے۔

شیر شوع بن قطرب

جندی سابور کا باشندہ تھا۔ ہمیشہ مترجمین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا، انھیں تحفے تحائف دیا کرتا۔ ممکنہ حد تک مال و دولت پیش کر کے ان سے کتابیں حاصل کرتا، عربی سے زیادہ سریانی کا دِلدادہ تھا۔ اس کا تعلق

ایک عجمی نژاد قبیلہ خوز سے تھا۔

محمد بن موسیٰ منجم

نبو موسیٰ بن شاکر علوم ریاضی کی تصنیف و تالیف اور علم و فضل میں مشہور رہتے، محمد بن موسیٰ منجم کا اسی قبیلہ سے تعلق تھا۔ حنین بن اسحاق کا سب سے بڑا محسن تھا۔ اس کے لئے حنین نے بکثرت طبی کتابوں کے ترجمے کئے۔

علی بن یحییٰ معروف بہ ابن منجم

مامون کا ایک کاتب اور اس کا ہم مشرب تھا، مامون کے یہاں مرتبہ پایا۔ طب کی جانب مائل ہوا تو مترجمین نے اس کے لئے بکثرت کتابوں کے ترجمے کئے۔

ثادری پادری

بغداد میں کرخ کا پادری تھا۔ مترجمین کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کتابوں کا حریص تھا، کچھ عیسائی اطبا نے اس کے لئے قیمتی کتابیں تصنیف کیں اور انھیں اس کے نام معنون کیا۔

محمد بن موسیٰ بن عبد الملک

اس کے لئے طبی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا، اس کا شمار اصحاب کمال علماء میں تھا۔ کتابوں کی تلخیص کرتا تھا اور خوب و ناخوب کی تمیز رکھتا تھا۔

عیسیٰ بن یونس کاتب حاسب

عراق کا ایک باکمال شخص تھا۔ قدیم کتابوں اور یونانی علوم کا حریص تھا۔

علی معروف بہ فیوم

جس شہر کا گورنر تھا اسی شہر کے نام سے معروف ہوا۔ مترجمین اس سے نمایاں طور پر نہال ہوا کرتے تھے۔

احمد بن محمد کاتب معروف بہ ابن مدبر

مترجمین کو اس کی جانب سے بکثرت مال و دولت اور انعام و اکرام ملتا تھا۔

ابراہیم بن محمد بن موسیٰ کاتب

عربوں کی زبان میں یونانی کتابوں کے ترجموں کا حریص تھا۔ ارباب علم اور اصحاب فضل وکمال، خاص کر مترجمین پر نچھاور تھا۔

عبداللہ بن اسحاق

یہ بھی کتابوں کی تحصیل اور ان کے ترجموں کا حریص تھا۔

محمد بن عبدالملک زیّات

مترجمین اور نقل نویسوں کو اس کی جانب سے تقریباً دو ہزار دینار ماہانہ ملتے تھے۔ اس کے نام سے متعدد کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ یونانی کتابوں کا بھی اس کے لئے ترجمہ کیا گیا، اس کے نام سے اکابر اطباء کی ایک جماعت مثلاً یوحنا بن ماسویہ، جبرئیل بن بختیشوع، بختیشوع بن جبرئیل بن بختیشوع، داؤد بن سرابیون ماسلمویہ بن نبہان، اسرائیل بن زکریا بن طیفوری اور حبیش بن حسن نے ترجمے کئے۔

باب نہم

عراق، جزیرہ اور دیار بکر کے اطباء

یعقوب بن اسحاق کندی

عربوں کا فیلسوف اور ان کا ایک شاہ زادہ

سلسلہ نسب

ابو یوسف یعقوب۔ بن اسحاق بن صباح بن عمران بن اسماعیل۔ بن محمد۔ بن اشعث۔ بن قیس۔ بن معدیکرب بن معاویہ۔ بن جبلہ۔ بن عدی۔ بن ربیعہ۔ بن معاویہ اکبر۔ بن حارث اصغر۔ بن معاویہ۔ بن حارث اکبر۔ بن معاویہ۔ بن ثور بن مرتع۔ بن کندہ۔ بن عفیر۔ بن عدی۔ بن حارث۔ بن مرہ۔ بن ادد۔ بن زید بن یشجب۔ بن عریب۔ بن زید۔ بن کہلان بن سبا۔ بن یشجب بن یعرب۔ بن قحطان۔

آباء و اجداد کا تعارف

یعقوب کندی کے والد اسحاق۔ بن صباح مہدی اور رشید کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے۔ اشعث بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ قبل ازیں تمام کندہ کے فرماں روا تھے۔ ان کے والد قیس۔ بن معدیکرب بھی تمام کندہ کے عظیم الشان فرماں روا تھے۔ انہی کی مدحت میں اعشیٰ بنی قیس بن ثعلبہ اپنے چاروں طویل قصیدے لکھے ہیں۔ پہلے قصیدہ کا اولین مصرع ہے

لعمرک ماطول ہذاالزمن

دوسرے کا۔ رحلت سمیۃ غدوۃ أجمالہا

تیسرے کا۔ أأزمعت من آل لیلی ابتکارا

اور چوتھے کا۔ أتہجر غانیۃ أم تلم

ہے۔

ان کے والد معدیکرب۔ بن معاویہ حضرموت میں بنو حارث اصغر۔ بن معاویہ کے اور ان کے والد معاویہ۔ بن جبلہ بھی حضرموت میں بنو حارث اصغر کے بادشاہ تھے۔ معاویہ۔ بن حارث اکبر، ان کے والد حارث اکبر

اور ان کے والد تو زمشتر، یمامہ اور بحرین کے فرماں روا تھے۔

مقام و مرتبہ

یعقوب بن اسحاق کندی مامون، معتصم اور معتصم کے صاحبزادہ احمد کے یہاں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا تمام علوم پر اس کے بے شمار رسائل اور جلیل القدر تصنیفات موجود ہیں۔

حالات و کوائف

سلیمان بن حسان کہتا ہے، یعقوب بن اسحاق کندی شریف النسل بصری تھا۔ اس کے دادا بنو ہاشم کی قرابتوں کے ولی تھے۔ بصرہ میں رہائش اختیار کی، یہیں اس کی جائداد تھی۔ یہاں سے بغداد جاکر تعلیم حاصل کی، یہ طب و فلسفہ، علم الحساب، منطق و ہندسہ، علم النجوم، طبائع اعداد اور تالیف لہجہ کا عالم تھا۔ اسلام میں اس کے سوا کوئی فلسفی نہ تھا۔ تالیفات کے اندر ارسطو کا طرز اختیار کیا۔ مختلف علمی فنون پر اس کی بکثرت تالیفات ہیں۔ بادشاہوں کی خدمت میں رہا، علم و ادب کے ذریعہ براہ راست ان سے رابطہ رکھا۔ بکثرت فلسفیانہ کتابوں کے ترجمے کئے، فلسفہ کے مشکل مسائل حل کئے، دشوار مسائل کی تلخیص کی، پیچیدہ اور خفی مسائل کو تفصیل سے پیش کیا۔

ابو معشر کتاب المذاکرات شاذان میں لکھتا ہے ترجمہ کے ماہرین اسلام میں چار ہیں۔ حنین بن اسحاق، یعقوب بن اسحاق کندی، ثابت بن قرہ حرانی اور عمر بن فرخان طبری۔

ابن ندیم بغدادی کاتب معروف بہ ابن ابی یعقوب کتاب الفہرست میں رقمطراز ہے ابو معشر یعنی جعفر بن محمد بلخی جو اصحاب الحدیث میں سب سے پہلے تھا اور اس کا گھر بغداد کے باب خراسان میں مغربی جانب واقع تھا، کندی سے حسد رکھتا، عوام کو اس کے خلاف مشتعل کرتا اور علوم فلسفہ کے تعلق سے اس پر اظہار نکیر کرتا تھا۔ کندی نے اس پر ایک ایسے شخص کو مقرر کیا تھا جو علم الحساب اور ہندسہ کو اس کی نگاہ میں مستحسن کردے۔ چنانچہ ان علوم کے اندر اس نے قسمت آزمائی شروع کی مگر تکمیل نہ کر سکا۔ اور علم احکام النجوم کی جانب مائل ہوا۔ اس طرح اس علم کی تحصیل کے باعث کندی سے اس کا فتنہ رفع ہوا۔ کیونکہ یہ علم کندی کے علوم سے تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علم النجوم اس نے ۴۷ سال کی عمر میں حاصل کیا، نہایت فاضل اور عمدہ ادراک کا حامل تھا۔ مستعین نے اسے کوڑے لگوائے۔ کیونکہ ایک شئی کا اس نے ادراک کیا اور وقت سے پہلے اس کے واقع ہونے کی خبر دی تھی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ فکر اپنی صائب رہی، اور اس پر سزا ملی ـــــ ولادت ـــــ واسط میں ۲۸ رمضان

بروز چہار شنبہ، اور وفات سو سال کے بعد ہوئی۔

ابو جعفر احمد بن یوسف بن ابراہیم کتاب حسن العقبیٰ کے اندر لکھتا ہے کہ مجھ سے ابو کامل شجاع بن اسلم حاسب نے بیان کیا، وہ کہتا ہے متوکل کے زمانہ میں موسیٰ بن شاکر کے فرزند محمد اور احمد کی یہ عادت تھی کہ جو لوگ علوم و فنون کے اندر مشہور ہوتے ان کے خلاف ریشہ دوانیاں اور سازشیں کرتے سند بن علی کو (جو وقت کا مشہور ریاضی داں تھا) انھوں نے اس کے وطن سے نکال کر مدینۃ السلام روانہ کیا اور متوکل سے دور رکھا، کندی کے خلاف بھی سازش کی جس کے نتیجہ میں متوکل نے اس کو سزا دی، اور ان دونوں نے اس کے گھر آکر اس کی تمام کتابیں ضبط کرلیں اور ایک الگ کتب خانہ میں رکھ دیں جو کتب خانہ کندیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ متوکل کو چونکہ آلات متحرکہ کا بے حد شوق تھا اور ان دونوں کو یہ فن معلوم تھا اس لئے یہ دونوں اپنی شرارت میں کامیاب ہوجاتے، متوکل نے انھیں نہر جعفری کے کھدوانے کا کام سپرد کیا۔ انھوں نے یہ خدمت احمد بن کثیر فرغانی کے متعلق کی جو مصر میں قیاس جدید کا موجد تھا۔ مگر اس کا کام بدقسمتی سے علم کے مقابلہ میں اچھا نہ تھا۔ چنانچہ اس نے نہر کے دہانہ کے بنانے میں غلطی کی، اور اسے بقیہ نہر سے پست بنادیا اس لئے دہانہ پانی میں ڈوبا رہتا اور بقیہ نہر خالی ہوتی۔ موسیٰ کے دونوں فرزندوں نے دفاع کیا، مگر متوکل نے انھیں طلب کرلیا، اس معاملہ میں متوکل کے یہاں ان کی شکایت کی گئی تھی۔ متوکل نے مستحث کو روانہ کیا کہ وہ مدینۃ السلام سے سند بن علی کو لے کر حاضر ہو، وہ آگیا تو ان دونوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا، اور اپنی زندگی سے ناامید ہوگئے۔ متوکل نے سند بن علی کو بلاکر کہا "ان دونوں برے انسانوں سے تمہاری کون سی برائی نقل جو میرے یہاں نہ بیان کی ہو۔ اور اس نہر کے کھدوانے میں میرا بڑا مال ضائع کروایا ہے، تم ذرا جاکر بغور دیکھو اس میں کیا غلطی ہوئی ہے، کیونکہ میں نے قسم کھالی ہے کہ اگر واقعہ وہی ہے جو مجھ سے بیان کیا گیا ہے تو ان دونوں کو اسی نہر کے کنارے پھانسی دے دوں گا" یہ بات احمد اور محمد دونوں کے بالکل سامنے ہوئی۔ سند بن علی ان دونوں کے ساتھ معائنہ کے لئے چلا، اب محمد بن موسیٰ نے سند سے کہا "ابوطیب! مرد آزاد کی طاقت اس کا غصہ فرو کر دیتی ہے، اب ہمیں اپنی جانوں کے باب میں گفتگو کرنے کا موقعہ ملا ہے جو ہماری عزیز ترین متاع ہے۔ ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ ہم نے غلطی کی ہے، اعتراف جرم ارتکاب جرم کا ازالہ کر دیتا ہے، اب جیسے بھی ہو ہمیں بچاؤ" اس نے کہا تم دونوں کو بخدا یہ معلوم ہے کہ میرے اور کندی کے درمیان عداوت اور دشمنی ہے مگر یہ کہوں گا کہ تم نے اس کی کتابیں لے کر کوئی اچھا کام نہیں کیا، قسم خدا کی، اس کی کتابیں جب تک واپس نہ کروگے تمہارے حق میں کوئی اچھا تذکرہ نہیں کردوں گا" محمد بن موسیٰ نے یعقوب کندی کی کتابیں اس کے

حوالہ کیں اور وصولیابی کی رسید لے کر واپس آیا۔ کندی نے اپنے رقعہ کے اندر لکھا تھا کہ ساری کتابیں وصول ہو چکی ہیں۔" سند بن علی نے ان دونوں سے کہا "چونکہ اس شخص کی کتابیں واپس کر دی ہیں اور سابقہ تعارف بھی تم سے ہے جس کا لحاظ میرے باب میں تم نے نہیں کیا اس لئے اب مجھ پر تم دونوں کی ذمہ داری ہے۔ نہر کے اندر جو غلطی ہو گئی ہے وہ دجلہ کے بڑھ جانے سے چار ماہ پوشیدہ رہے گی اور نجومیوں کا اتفاق ہے کہ امیر المومنین اس مدت تک زندہ نہ رہیں گے۔ میں ابھی انھیں جا کر مطلع کر دوں گا کہ نہر میں کوئی غلطی واقع نہیں ہوئی ہے تاکہ تمہاری جانیں بچ سکیں۔ اگر نجومی اپنی پیشگوئی میں سچے ثابت ہوئے تو ہم تینوں کی جانیں بچ جائیں گی۔ مگر سچے ثابت نہ ہوئے، امیر المومنین زندہ رہے دجلہ کا پانی گھٹ گیا تو پھر ہم تینوں کی خیر نہیں۔" محمد اور احمد نے اس کا شکریہ ادا کیا، سند نے دونوں کو راز میں رکھ کر متوکل سے جا کر کہہ دیا کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے چنانچہ دجلہ باڑھ پر آئی، پانی نہر کے اندر رواں ہوا، اور حال پوشیدہ رہا۔ دو ماہ کے بعد متوکل قتل ہوا۔ متوقع خطرہ سے لرزتے رہنے کے بعد محمد اور احمد کی جان بچ گئی۔

قاضی ابو القاسم صاعد بن احمد بن صاعد نے کتاب طبقات الامم میں جہاں یعقوب کندی کی تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے وہاں اس سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی کچھ کتابیں منطق پر ہیں۔ ان کتابوں کو عوام میں قبول عام حاصل ہے، مگر علوم کے اندر ان سے کم فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ فن تحلیل سے خالی ہیں اور تحلیل و تجزیہ کے بغیر کسی مقصد میں حق و باطل کا امتیاز ممکن نہیں ہے۔ رہ گئی فن ترکیب جس کا یعقوب نے ان کتابوں کے اندر اہتمام کیا ہے تو اس سے فائدہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کے پاس پہلے سے مقدمات موجود ہوں، جن سے وہ ترکیب دے سکے۔ لیکن ہر مطلب کے مقدمات صرف فن تحلیل سے معلوم ہو سکتے ہیں، اس جلیل القدر فن سے یعقوب کندی نے اعراض کیوں کیا، کیا اس کی قدر و قیمت اسے معلوم نہ تھی، یا اس کا انکشاف عوام کے لئے پسند نہیں کرتا تھا۔ بہرحال جو صورت بھی ہو کندی کا یہ نقص ہے۔ ان کے علاوہ مختلف علوم پر کندی کے بے شمار رسائل ہیں جن میں اس نے فاسد خیالات و نظریات اور حقیقت سے دور مذاہب کا اظہار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں قاضی صاعد نے کندی کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ انتہائی غیر منصفانہ ہے۔ اس سے کندی کے علم کی قدر و قیمت گھٹے گی نہ ہی لوگ اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنے اور ان سے مستفید ہونے سے باز رہیں گے۔

ابن ندیم بغدادی کاتب کتاب الفہرست میں لکھتا ہے کندی کے تلامذہ اور کاتبوں میں حسنویہ، نفطویہ، سلمویہ اور اسی وزن کا ایک اور شخص تھا۔ تلامذہ میں احمد بن طیب کے علاوہ ابومعشر نے بھی اس سے خوشہ چینی کی۔

ابو محمد عبداللہ بن قتیبہ کتاب فرائد الدرر میں لکھتا ہے کہ کسی نے کہا میں نے یعقوب بن اسحاق کندی کو حسب ذیل شعر سنائے۔

وفی اربع منی حلت منک اربع   فما انا ادری ایہا ھاج لی کربی
اوجہک فی عینی ام الطعم فی فمی   ام نطق فی سمعی ام الحب فی قلبی

میری چار چیزوں کے اندر تیری چار چیزیں فروکش ہوئیں، مجھے نہیں معلوم کہ کس چیز نے میرے اضطراب میں ہلچل پیدا کی۔

آیا آنکھ میں آپ کا چہرہ، یا دہن میں آپ کا مزہ، یا کانوں میں آپ کی آواز یا دل میں آپ کی محبت ؟

اس پر اس نے کہا بخدا شاعر نے فلسفیانہ تقسیم کی ہے۔

ملفوظات

اپنی وصیت میں کندی نے کہا "طبیب اللہ سے تقویٰ کرے، خطرہ میں ڈرے کہ جان کا عوض کوئی شئے نہیں ہے۔"

طبیب جس طرح یہ سننا پسند کرتا ہے کہ بیمار کو صحت اس کی وجہ سے ملی، اسی طرح یہ سننے سے بھی اسے بچنا چاہئے کہ بیمار کی ہلاکت اور موت اس کی وجہ سے واقع ہوئی۔

دانشور باور کرتا ہے کہ اس کے علم سے بڑھ کر بھی علم ہے لہذا اضافۂ علمی کے لئے متواضع رہتا ہے مگر جاہل سمجھتا ہے کہ علم کی انتہا تک پہونچ چکا ہے۔ اسی لئے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

اپنے صاحبزادہ ابو العباس کو وصیت کرتے ہوئے اس نے کہا، یہ وصیت میں نے کتاب المقدمات موقفہ ابن بختویہ سے نقل کی ہے۔ " بیٹے ! باپ پالنہار ہے، بھائی پھندہ ہے، چچا غم و اندوہ ہے ماموں وبال ہے، بیٹا پھیکا پن ہے، اقربا بچھو ہیں، "نہیں" کہنے سے بلا ٹل جاتی ہے، "ہاں" کہنے سے نعمت چلی جاتی ہے۔ گیت سننا برسام حاد (شدید ذات الجنب) ہے۔ کیونکہ سماع سے انسان مست ہو کر لٹاتا ہے، چنانچہ کنگال ہو جاتا ہے، پھر غم طاری ہوتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہے۔

دینار تپ زدہ مریض ہے، اسے استعمال کروگے تو مرجاؤگے، درہم قیدی ہے، اسے باہر نکالوگے تو بھاگ جائے گا ـــــــ لوگ بیگار ہیں، لہذا ان کی چیزیں لے لو، اپنی چیز محفوظ کرلو۔ جو جھوٹی قسم کھائے اسے قبول نہ کرو کیونکہ اس سے دیار ویران ہو جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں، کندی کی جانب اس وصیت کا انتساب اگر درست ہے تو ندیم بغدادی کا اپنی کتاب کے اندر اسے بخیل لکھنا بالکل درست ہے۔

اشعار

شیخ ابو احمد حسن بن عبد اللہ بن سعید عسکری لغوی کتاب الحکم والامثال نے کہا مجھے احمد بن جعفر نے، انھوں نے کہا مجھے احمد بن طیب سرخسی نے، انھوں نے کہا مجھے یعقوب بن اسحاق کندی نے خود اپنے حسب ذیل اشعار سنائے۔ (متقارب)

أناف الذنابی علی الأرؤس ـــ فغمض جفونک أو نکس
وضائل سوادک واقبض یدیک ـــ وفی قعر بیتک فاستجلس
وعند ملیکک فابغ العلو ـــ وبالوحدة الیوم فاستأنس
فان الغنیٰ فی قلوب الرجال ـــ وان التعزز بالأنفس
وکائن تریٰ من أخی عسرة ـــ غنی وذی ثروة مفلس
ومن قائم شخصه میت ـــ علیٰ انه بعد لم یرمس
فان تطعم النفس ما تشتھی ـــ تقیک جمیع الذی تحتسی

ذلیل سروں پر چڑھ گئے، پلکیں بند کرو یا سر جھکالو۔
اپنی شخصیت کو مختصر کرلو، ہاتھوں کو سمیٹ لو، اور گھر کے اندر بیٹھ رہو۔
بادشاہ کے یہاں رہو تو اقتدار پسند کرو مگر تنہائی میں رہو تو حال سے مانوس رہو۔
تونگری دلوں کے اندر ہوتی ہے اور قدر و قیمت افراد سے بنتی ہے۔
کتنے تنگ حال تونگر اور کتنے خوشحال مفلس ہیں۔
کتنے گو قبروں میں نہیں ہیں مگر مردہ ہیں۔
جو چاہو گے کھاؤگے تو سد رمق کی تمام چیزیں رخصت ہو جائیں گی۔

تصنیفات

کتاب الفلسفة الأولیٰ فیما دون الطبیعیات والتوحید، کتاب الفلسفة الداخلة والمسائل المنطقیة والمعتاصة وما فوق الطبیعیات، رسالة فی أنه لا تنال الفلسفة الا بعلم الریاضیات، کتاب الحث علی تعلم الفلسفة رسالة فی کمیة کتب ارسطاطالیس وما یحتاج الیه فی تحصیل علم الفلسفة مما لا غنی فی ذلک عنه منها وترتیبها وأغراضه فیها، کتاب فی قصد ارسطاطالیس فی المقولات ایها قصد او الموضوعة لها رسالة الکبریٰ فی مقیاسها العلمی کتاب اقسام العلم الانسی، کتاب مائیة العلم واقسامه، کتاب فی أن أفعال الباری کلها عدل لا جور فیها، کتاب فی مائیة الشئ الذی لا نهایة له وبای نوع یقال للذی لا نهایة له، رسالة فی الابانة أنه لا یمکن أن یکون جرم العالم بلا نهایة وان ذلک هو فی القوة، کتاب فی الفاعلة والمنفعلة من الطبیعیات الاول، کتاب فی عبارات الجوامع الفکریة، کتاب فی مسائل سئل عنها فی منفعة الریاضیات، کتاب فی بحث قول المدعی أن الاشیاء الطبیعیة تفعل فعلاً واحداً بایجاب الحلقة، رسالة فی الرفق فی الصناعات، رسالة فی رسم رقاع الی الخلفاء والوزراء، رسالة فی قسمة القانون، رسالة فی مائیة العقل والابانة عنه، رسالة فی الفاعل الحق الاول التام والفاعل الناقص الذی هو فی المجاز، رسالة الی المامون فی العلة والمعلول، اختصار کتاب ایساغوجی مؤلفہ فرفوریوس، اس میں منطق وغیرہ اور فلسفہ کی تعریفات کے بکثرت مسائل ہیں، کتاب فی المدخل المنطقی باستیفاء القول فیه، کتاب فی المدخل المنطقی باختصار وایجاز، رسالة فی المقولات العشر، رسالة فی الابانة عن قول بطلیموس فی اول کتابه فی المجسطی عن قول ارسطاطالیس فی انالوطیقا، رسالة فی الاحتراس من خدع السوفسطائیة، رسالة بایجاز واختصار فی البرهان المنطقی، رسالة فی الاسماء الخمسة اللاحقة لکل المقولات، رسالة فی سمع الکیان، رسالة فی عمل آلة مخرجة الجوامع، رسالة فی المدخل الی الأرثماطیقی، پانچ مقالات، رسالة الی احمد بن المعتصم فی کیفیة استعمال الحساب الهندی چار مقالات، رسالة فی الابانة عن الاعداد التی ذکرها فلاطن فی السیاسة رسالة فی تالیف الاعداد، رسالة فی التوحید من جهة العدد، رسالة فی استخراج الخبی والضمیر، رسالة فی الزجر والفال من جهة العدد، رسالة فی الخطوط والضرب بعدد الشعیر، رسالة فی الکمیة المضافة، رسالة فی النسب الزمانیة رسالة فی الحیل العددیة وعلم اضمارها، رسالة فی ان العالم وکل ما فیه کری الشکل، رسالة فی الابانة علی انه لیس شئ من العناصر الاولی والجرم الاقصی غیر کری، رسالة فی ان الکرة اعظم الاشکال الجرمیة والدائرة اعظم من جمیع الاشکال البسیطة، رسالة فی الکریات، رسالة فی عمل السمت علی کرة، رسالة فی ان سطح ماء البحر رسالة فی تسطیح الکرة، رسالة فی عمل الحلق الست واستعمالها، الرسالة الکبریٰ فی التالیف، رسالة فی ترتیب النغم الدالة علی طبائع الاشخاص العالیة وتشابه التالیف، رسالة فی المدخل الی صناعة الموسیقی، رسالة

فی الایقاع ، رسالۃ فی خبر صناعۃ الشعراء ، رسالۃ فی الاخبار عن صناعۃ الموسیقی ، مختصر الموسیقی فی تالیف النغم وصنعۃ
العود ، یہ رسالہ احمد بن معتصم کے لئے لکھا تھا۔ رسالۃ فی اجزاء خبریۃ الموسیقی ، رسالۃ فی ان رؤیۃ الہلال
لا تضبط بالحقیقۃ و انما القول فیہا بالتقریب ، رسالۃ فی مسائل سئل عنہا من احوال الکواکب ، رسالۃ فی جواب
مسائل طبعیہ فی کیفیات بخومیۃ ، ابومعشر نے یہ سوالات کئے تھے۔ رسالۃ فی الفصلین ، رسالۃ فیما ینسب الیہ
کل بلد من البلدان الی برج من البروج و کوکب من الکواکب ، رسالۃ فیما سئل عنہ من شرح ماعرض لہ ، من
الاختلاف فی صور الموالید ، رسالۃ فیما حکی من اعمار الناس فی الزمن القدیم وخلافہا فی ھذا الزمن ، رسالۃ
فی تصحیح عمل نمودارات الموالید والھیلاج والکدخداہ ، رسالۃ فی ایضاح علۃ رجوع الکواکب ، رسالۃ فی الابانۃ
ان الاختلاف الذی فی الاشخاص العالیۃ لیس علۃ الکیفیات الاول ، رسالۃ فی سرعۃ مایری من حرکۃ الکواکب
اذا کانت فی الافق وابطائہا کما علت ، رسالۃ فی الشعاعات ، رسالۃ فی فصل مابین السیر وعمل الشعاع
رسالۃ فی علل الاوضاع النجومیۃ ، رسالۃ سعادۃ ونحاسۃ المنسوبۃ الی الاشخاص العالیۃ ، رسالۃ فی علل القوی
المنسوبۃ الی الاشخاص العالیۃ الداعی علی المطر ، رسالۃ فی علل احداث الجو ، رسالۃ فی العلۃ التی لہا یکون بعض المواضع
تکاد لا تمطر ، رسالۃ الی زرنب تلمیذہ فی اسرار النجوم وتعلیم مبادی الاعمال ، رسالۃ فی العلۃ التی تری من الہالات
للشمس والقمر والکواکب والاضواء النیرۃ اعنی النیرین ، رسالۃ فی اعتذارہ فی موتہ دون کمال سنی الطبیعۃ التی ھی مائۃ
وعشرون سنۃ ، کلام فی الجمرات ، رسالۃ فی النجوم ، رسالۃ فی اغراض کتب اقلیدس ، رسالۃ فی اصلاح کتب
اقلیدس ، رسالۃ فی اختلاف المناظر ، رسالۃ فی عمل شکل المتوسطین ، رسالۃ فی تقریب وتر الدائرۃ ، رسالۃ فی
تقریب وتر التسع ، رسالۃ فی مساحۃ ایوان ، رسالۃ فی تقسیم المثلث والمربع وعملہا ، رسالۃ فی کیفیۃ عمل دائرۃ مساویۃ
لسطح اسطوانۃ مفروضۃ ، رسالۃ فی شروق الکواکب وعزو بہا بالھندسۃ ، رسالۃ فی قسمۃ الدائرۃ ثلاثۃ اقسام ، رسالۃ فی
اصلاح المقالۃ الرابعۃ عشر والخامسۃ عشر من کتاب اقلیدس ، رسالۃ فی البراہین المساحیۃ لما یعرض من الحسابات
الفلکیۃ ، رسالۃ فی تصحیح قول ابسقلاس فی المطالع ، رسالۃ فی اختلاف مناظر المرآۃ ، رسالۃ فی صنعۃ
الاصطرلاب بالھندسۃ ، رسالۃ فی استخراج خط نصف النہار وسمت القبلۃ بالھندسۃ ، رسالۃ فی عمل الرخامۃ
بالھندسۃ ، رسالۃ فی ان عمل الساعات علی صفیحۃ تنصب علی السطح الموازی للافق خیر من غیرہا ، رسالۃ فی استخراج
الساعات علی نصف کرۃ بالھندسۃ ، رسالۃ فی السوانح ، مسائل فی مساحۃ الانہار وغیرہا ، رسالۃ فی النسب الزمانیۃ
کلام فی العدد ، کلام فی المرایا التی تحرق ، رسالۃ فی امتناع وجود مساحۃ الفلک الاقصی المدبر للافلاک ، رسالۃ
فی ان طبیعۃ الفلک مخالفۃ لطبائع العناصر الاربعۃ وانہ طبیعۃ خامسۃ ، رسالۃ فی ظاہریات الفلک ، رسالۃ فی
العالم الاقصی ، رسالۃ فی سجود الجرم الاقصی لباریۃ ، رسالۃ فی الرد علی المنانیۃ فی العشر مسائل فی موضوعات الفلک
رسالۃ فی المصور ، رسالۃ فی انہ لا یمکن ان یکون جرم العالم بلا نہایۃ ، رسالۃ فی المناظر الفلکیۃ ، رسالۃ فی تناہی جرم العالم ،

رسالۃ فی مائیۃ الفلک واللون اللازم الازوردی المحسوس من جہۃ السماء ، رسالۃ فی مائیۃ الجرم الحامل بطباعہ الالوان
من العناصر الاربعۃ ، رسالۃ فی البرہان علی الجسم السائر ومائیۃ الاضواء والاظلام ، رسالۃ فی المعطیات ، رسالۃ فی
ترکیب الافلاک ، رسالۃ فی الاجرام الہابطۃ من العلو وسبق بعضہا بعضاً ، رسالۃ فی العمل بالآلۃ المسماۃ الجامعۃ
رسالۃ فی کیفیۃ رجوع الکواکب المتحیرہ ، رسالۃ فی الطب البقراطی ، رسالۃ فی الغذاء والدواء المہلک ، رسالۃ
فی الابخرۃ المصلحۃ للجو من الاوباء ، رسالۃ فی الادویۃ المشفیۃ من الروائح الموذیۃ ، رسالۃ فی کیفیۃ اسہال
الادویۃ وانجذاب الاخلاط ، رسالۃ فی علۃ نفث الدم ، رسالۃ فی تدبیر الاصحاء ، رسالۃ فی اشفیۃ السموم ، رسالۃ فی علۃ
بحارین الامراض الحادۃ ، رسالۃ فی تبیین العضو الرئیس من جسم الانسان والابانۃ عن الالباب ، رسالۃ فی کیفیۃ الدماغ
رسالۃ فی علۃ الجذام واشفیتہ ، رسالۃ فی عضۃ الکلب الکلب ، رسالۃ فی الاعراض الحادثۃ من البلغم وعلۃ موت الفجاءۃ
رسالۃ فی وجع المعدۃ والنقرس ، رسالۃ الی رجل فی علۃ شکاہا الیہ فی بطنہ ویدہ ، رسالۃ فی اقسام الحمیات ، رسالۃ
فی علاج الطحال الجاسی من الاعراض السوداویۃ ، رسالۃ فی اجساد الحیوان اذا فسدت ، رسالۃ فی تدبیر الاطعمۃ
رسالۃ فی صنعۃ اطعمۃ من غیر عناصرہا ، رسالۃ فی الحیاۃ ، کتاب الأدویۃ الممتحنۃ ، کتاب الاقراباذین ، رسالۃ فی الفرق
بین الجنون العارض من مس الشیاطین وبین مایکون من فساد الاخلاط ، رسالۃ فی الفراسۃ ، رسالۃ فی ایضاح
العلۃ فی السمائم القاتلۃ السمائیۃ ، رسالۃ فی الحیلۃ لدفع الاحزان ، جوامع کتاب الادویۃ المفردۃ لجالینوس ، رسالۃ
فی الابانۃ من منفعۃ الطب اذا کانت صناعۃ النجوم مقرونۃ بدلائلہا۔ رسالۃ فی اللثغۃ للأخرس ، رسالۃ فی تقدمۃ
المعرفۃ بالاستدلال بالاشخاص العالیۃ علی المسائل ، رسالۃ فی مدخل الاحکام علی الاحکام ، رسالۃ الاولی والثانیۃ
والثالثۃ الی صناعۃ الاحکام بتقاسیم ، رسالۃ فی الاخبار عن بکیۃ ملک العرب ۔ یہ اس کا اقتران النحسین فی برج السرطان
والا رسالہ ہے ، رسالۃ فی قدر منفعۃ الاختیارات ، رسالۃ فی قدر منفعۃ صناعۃ الاحکام ومن الرجل المسمی منجما بالاستحقاق
رسالۃ المختصرۃ فی حدود المولید ، رسالۃ فی تحویل سنی الموالید ، رسالۃ فی الاستدلال بالکسوفات علی الحوادث
رسالۃ فی الرد علی المنانیۃ ، رسالۃ فی الرد علی الثنویۃ ، رسالۃ فی نقض مسائل الملحدین ۔ رسالۃ فی تثبیت الرسل
علیہم السلام ، رسالۃ فی الاستطاعۃ وزمان کونہا ، رسالۃ فی الرد علی من زعم ان لہا اجرام فی ہدایتہا فی الجو
تو لقاعد ، رسالۃ فی بطلان قول من زعم ان بین الحرکۃ الطبیعۃ والعرضیۃ سکون ، رسالۃ فی ان الجسم فی اول ابداعہ
لا ساکن ولا متحرک ظن باطل ، رسالۃ فی التوحید بتفسیرات ، رسالۃ فی بطلان قول من زعم ان جزء لا یتجزأ ، رسالۃ فی
جواہر الاجسام ، رسالۃ فی اوائل الاجسام ، رسالۃ فی افتراق الملل فی التوحید وانہم مجمعون علی التوحید وکل قد
خالف صاحبہ ، رسالۃ فی المتجسد ، رسالۃ فی البرہان ، کلام لہ مع ابن الراوندی فی التوحید ، کلام ردّ بہ علی بعض
المتکلمین ، رسالۃ فی مائیۃ ما لا نہایۃ لہ وما الذی یقال لا نہایۃ لہ وبای نوع یقال ذالک ، رسالۃ الی محمد بن الجہم
فی الابانۃ عن وحدانیۃ اللہ عزوجل وعن تناہی جرم الکل ، رسالۃ فی الاکفار والتضلیل ، رسالۃ فی ان النفس جوہر

بسیط غیر دائر موثر فی الاجسام ، رسالۃ فی ماللنفس ذکرہ وھی فی عالم العقل قبل کونہا فی عالم الحس ، رسالۃ فی خبر اجتماع

الفلاسفۃ علی الرموز العشقیۃ ، رسالۃ فی علۃ النوم والرؤیا وما یرمز بہ النفس ، رسالۃ فی ان ما یا الانسان الیہ حاجۃ مباح لا فی العقل قبل ان یخطر ، رسالۃ فی السیاسۃ ، رسالۃ فی تسہیل سبل الفضائل ، رسالۃ فی سیاسۃ العامۃ ، رسالۃ فی الاخلاق رسالۃ فی التنبیہ علی الفضائل ، رسالۃ فی نوادر الفلاسفۃ ، رسالۃ فی خبر فضیلۃ سقراط ، رسالۃ فی الفاظ سقراط ، رسالۃ فی محاورۃ جرت بین سقراط وارسواس ، رسالۃ فی خبر موت سقراط ، رسالۃ فی ماجری بین سقراط والحرانیین ، رسالۃ فی خبر العقل ، رسالۃ عن العلۃ الفاعلۃ القریبۃ للکون والفساد فی الکائنات الفاسدات ، رسالۃ فی العلۃ التی لہا قیل ان النار والہواء والماء والارض عناصر تجمع الکائنۃ الفاسدۃ وہی غیر ہا یستحیل بعضہا الی بعض ، رسالۃ فی اختلاف الازمنۃ التی تظہر فیہا قوی الکیفیات الاربع الاولی ، رسالۃ فی النسب الزمانیۃ ، رسالۃ فی اختلاف انواع السنۃ رسالۃ فی مائیۃ الزمان ومائیۃ الدہر والحین والوقت ، رسالۃ فی العلۃ التی لہا یبرد اعلی الجو ویسخن ما قرب من الارض ، رسالۃ فی الأثر الذی یظہر فی الجو ویسمّی کوکبا ، رسالۃ فی الکوکب الذی ظہر ورصدہ ایاما حتی اضمحل ، رسالۃ فی کوکب ذی الذوابۃ ، رسالۃ فی العلۃ الحادث بہا البرد فی آخر الشتاء فی الابان المسمیٰ ایام العجوز ، رسالۃ فی علۃ کون الضباب والاسباب المحدثۃ لہ ، رسالۃ فیما رصد من الاثر العظیم فی ۲۲۲ھ ، رسالۃ فی آثار العلویۃ رسالۃ الی ابنہ احمد فی اختلاف مواضع المساکن من کرۃ الارض ، اس رسالہ کے اندر اس نے کتاب المساکن مولفہ ثاؤذوسیوس کی تشریح کی ہے ۔ رسالۃ فی علۃ حدوث الریاح فی باطن الارض المحدثۃ کثیر الزلازل والخسوف رسالۃ فی اختلاف الازمان فی السنۃ وانتقالہا باربعۃ فصول مختلفۃ ، کلام فی عمل السمت ، رسالۃ فی ابعاد مسافات الاقالیم ، رسالۃ فی المساکن ، رسالۃ الکبریٰ فی الربع المسکون ، رسالۃ فی اخبار ابعاد الاجرام ، رسالۃ فی استخراج بعد مرکز القمر من الارض ، رسالۃ فی استخراج آلۃ عملہا یستخرج بہا ابعاد الاجرام ، رسالۃ فی عمل آلۃ یعرف بہا بعد المعاینات رسالۃ فی معرفۃ ابعاد قلل الجبال ، رسالۃ الی احمد بن محمد الخراسانی فیما بعد الطبیعۃ وایضاح تناہی جرم العالم ، رسالۃ فی تقدمۃ الاخبار ، رسالۃ فی تقدمۃ المعرفۃ فی الاستدلال بالاشخاص السماویۃ ، رسالۃ فی انواع الجواہر والاشیاء رسالۃ فی نعت الحجارۃ والجواہر ومعادنہا وجیدہا ورد یہا اسمائہا ، رسالۃ فی تلویح الزجاج ، رسالۃ فیما یصبغ فیعطی لونا ، رسالۃ فی انواع الحدید والسیوف وجیدہا ومواضع انتسابہا ، رسالۃ الی احمد بن معتصم باللہ فیما یطرح علی الحدید والسیوف حتی لا تتثلم ولا تکل ، رسالۃ فی الطائر الانسی ، رسالۃ فی تفریخ الحمام ، رسالۃ فی الطرح علی البیض رسالۃ فی انواع النحل وکرائمہ ، رسالۃ فی عمل القمقم الصیاح ، رسالۃ فی العطر وانواعہ ، رسالۃ فی کیمیاء العطر رسالۃ فی الاسماء المعماۃ ، رسالۃ فی التنبیہ علی خدع الکیمائیین ، رسالۃ فی الاثرین المحسوسین فی الماء ، رسالۃ فی المد والجزر رسالۃ فی ارکاب الخیل ، رسالۃ الکبیرۃ فی الاجسام الغائصۃ فی الماء ، رسالۃ فی الاجرام الہابطۃ ، رسالۃ فی عمل المرایا المحرقۃ ، رسالۃ فی شعاع المرآۃ ، رسالۃ فی اللفظ ، تین حصے ہیں اول دوم سوم ، رسالۃ فی المشرات مصور عطاردی

رسالۃ فی جواب اربع عشرۃ مسئلۃ سالہ عنہا بعض اخوانہ طبیعیات ، رسالۃ فی علۃ الرعد والبرق والثلج والبرد والصواعق والمطر رسالۃ فی بطلان دعوی المدعین صنعۃ الذہب والفضۃ وخدعہم ، رسالۃ فی الابانۃ ان الاختلاف الذی فی الاشخاص العالیۃ لیس علۃ الکیفیات الاولی کما ھی علۃ ذلک فی التی تحت الکون والفساد ولکن علۃ ذلک حکمۃ مبدع الکل عزوجل رسالۃ فی قلع الآثار من الثیاب وغیرھا ۔ رسالۃ الی یوحنا بن ماسویہ فی النفس وافعالہا ، رسالۃ فی ذات الشعبین رسالۃ فی علم الخواص ، رسالۃ فی صنعۃ البلاغۃ ، رسالۃ فی قدر المنفعۃ باحکام النجوم ، کلام فی المبدع الاول ، رسالۃ فی صنعۃ الاخبار والیلیق ، رسالۃ الی بعض اخوانہ فی رموز الفلاسفۃ فی المجسمات ، رسالۃ فی عناصر الاخبار ، کتاب فی الجواہر الثمنۃ ، رسالۃ الی احمد بن معتصم فی تجویز اجابۃ الدعاء من اللہ عزوجل لمن دعا بہ ، رسالۃ فی الفلک والنجوم ولم قسمت دائرۃ فلک البروج علی اثنی عشر قسما وفی تسمیتہم السعود والنحوس وبیوتہا واشرافہا وحدود ہا بالبرہان العددی ۔

احمد بن طیّب سرخسی

ابو العباس احمد بن محمد بن مروان سرخسی ، کندی کا شرف تلمذ حاصل تھا ، اس سے پڑھا اور خوشہ چینی کی ، قدما اور عربوں کے بہت سارے علوم کے اندر نہایت باکمال تھا ، بہترین علم اور عمدہ صلاحیت کا مالک ، زبان نہایت بلیغ ، تصنیف وتالیف دلآویز ، نحو اور شعر گوئی میں یگانہ روزگار ، خوش پاش دلچسپ ، زندہ دل اور نہایت ظریف الطبع تھا ۔ حدیث کا سماع بھی کیا اور روایت بھی ۔ چند نمونے حسب ذیل ہیں ۔

احمد بن طیب سرخسی نے روایت کی کہ ہم سے عمرو بن محمد مترجم نے حدیث بیان کی ، اس نے کہا ہمیں سلیمان بن عبید اللہ نے خبر دی ، اس نے بقیۃ بن ولید سے ، اس نے معاویہ بن یحیی سے اس نے عمران قصیر سے اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ، وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مرد مردوں کے لئے اور عورتیں عورتوں کے لئے کفایت کرنے لگیں تو ان پر ادبار آجائے گا ۔"

احمد بن طیب ہی کی روایت احمد بن حارث سے ، ان کی ابوالحسن علی بن محمد مدائنی سے ، ان کی عبد اللہ بن مبارک سے ، ان کی عبد العزیز بن ابوسالم سے ان کی مکحول سے روایت ہے ، وہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو کسی نبی کو نبی کے صحابہ کو ، ائمۂ مسلمین کو گالی دے گا اسے قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ہوگا ۔"

ابنِ بطلان

ابوالحسن مختار بن حسن بن عبدون بن سعدون بطلان، بغداد کا ایک عیسائی طبیب تھا۔ ابوالفرج عبداللہ بن طیب سے شرف تلمذ حاصل کیا، بکثرت کتب حکمیہ وغیرہ اس سے پڑھیں، ابوالحسن ثابت بن ابراہیم بن آبرون حرانی طبیب کی صحبت میں بھی پابندی سے رہے، فنِ طب اور طبابت کا مشغلہ اس سے سیکھا اور فائدہ اٹھایا۔ ابن بطلان، علی بن رضوان طبیب مصری کا معاصر تھا، دونوں کے مابین نہایت عمدہ مراسلت اور انوکھی اور عجیب وغریب خط وکتابت ہوتی رہی۔ ان میں جو بھی کوئی کتاب تالیف کرتا یا کوئی نظریہ ایجاد کرتا دوسرا اس کی تردید کرتا اور اس نظریہ کو احمقانہ قرار دیتا۔ کچھ مراسلات اور طنز وتشنیع کی باتیں میری نظر سے گزری ہیں۔ ابن بطلان نے بغداد سے مصر کا سفر صرف اس لئے کیا کہ علی بن رضوان کو دیکھے اور ملاقات کرے۔ بغداد سے یہ سفر ۴۳۹ھ میں شروع ہوا۔ مصر جاتے ہوئے حلب پہنچا تو یہاں ایک مدت تک قیام کیا، معزالدولہ ثمال بن صالح نے یہاں اس کی پذیرائی کی، اور بے حد عزت وتکریم سے پیش آیا۔ فسطاط میں یکم جمادی الأخریٰ ۴۴۱ھ میں داخل ہوا۔ یہاں اس نے تین سال قیام کیا۔ مصری خلفاء میں یہ زمانہ مستنصر باللہ کا تھا۔ ابنِ بطلان اور ابنِ رضوان کے درمیان ان دنوں کافی مذاکرات اور دلچسپ موضوعات پر فکر ونظر کے تبادلے ہوئے جو فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ دیار مصر سے نکلنے اور ابنِ رضوان سے ملاقات کے بعد باہم ہوتے مذاکرات اور تبادلۂ فکر کے بہت سارے امور ایک کتاب کے اندر ابنِ بطلان نے قلمبند کیا، ابنِ رضوان نے تردید میں ایک کتاب لکھی۔ ابنِ بطلان کے الفاظ زیادہ شیریں دلچسپ اور زبان وادب کے پہلو سے زیادہ ممتاز ہوتے تھے۔ اس کی دلیل اس کا وہ رسالہ ہے جسے اس نے دعوۃ الأطباء کے نام سے تحریر کیا ہے مگر ابنِ رضوان طب اور علوم حکمیہ وغیرہ میں زیادہ دستگاہ رکھتا تھا۔ ابنِ رضوان سیاہ فام تھا خوبصورت نہ تھا، جن لوگوں نے اسے بدصورتی کا طعنہ دیا تھا ان کی تردید میں اس نے ایک مقالہ سپردِ قلم کیا جس میں اس نے اپنے خیال کے مطابق یہ ظاہر کیا کہ فاضل طبیب کا چہرہ خوبصورت ہونا ضروری نہیں ہے۔ ابنِ بطلان زیادہ تر اسی پہلو سے اور اس کے ہم مثل باتوں سے ابنِ رضوان پر حملہ آور ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اپنے رسالہ موسوم بہ "وقعۃ الأطباء" میں کہتا ہے ؎ (طویل)

فلما تبدی للقوابل وجھہ نکصن علی اعقابھن من الندم
وقلن وأخفین الکلام تسترا الا لیتنا کنا ترکناہ فی الرحم

— حرایوں کے سامنے اس کا چہرہ آیا تو انھوں نے ندامت سے مُنہ پھیر لیا۔
— اور چپکے سے کہا، کاش ہم نے اسے رحم کے اندر ہی چھوڑ دیا ہوتا۔

ابن بطلان اسے "تمساح الجن" (جنوں کا گھڑیال) کے لقب سے پکارتا تھا۔ دیار مصر سے ابن بطلان قسطنطنیہ آیا، جہاں اس نے ایک سال قیام کیا۔ اس زمانہ میں بکثرت وبائیں پھیلیں۔ چنانچہ ان وباؤں کا تذکرہ اس نے اپنے قلم سے حسبِ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

"ہمارے زمانہ میں سب سے مشہور وباء وہ تھی جو ۴۴۶ھ میں اس وقت رونما ہوئی جب کوکب اثاری جوزاء میں طلوع ہوا۔ اس سال قسطنطنیہ کے تمام قبرستان بھر گئے۔ حتیٰ کہ کلیسا لوقا کے اندر موسم خریف میں چودہ ہزار افراد دفن کئے گئے، ۴۴۷ھ میں موسم گرما نصف تک پہنچا تو دریائے نیل معمول کے مطابق اپنی سطح پر نہیں آیا، چنانچہ شام کو فسطاط کے اکثر باشندے اور تمام پردیسی ہلاک ہو گئے، اِلّامَن شاء اللہ، پھر وباء نے عراق پہنچ کر قیامت ڈھائی، دشمن فوجوں کی تباہ کاری مستزاد تھی۔ یہ حالت یہاں ۴۵۴ھ تک باقی رہی۔ اکثر ممالک میں لوگوں کو قروح سوداویہ اور اورام طحال کی شکایتیں پیدا ہوگئیں، بخاروں کی باریوں کی ترتیب بدل گئی، بحرانات کا نظام مختل ہوگیا۔ پیشگی علم الامراض کے فیصلہ میں اختلاف رونما ہوا۔"

اس نے آگے مزید لکھا ہے:

"کیوں کہ یہ کوکب اثاری برج جوزاء میں طلوع ہوا، مصر کے اس طالع فسطاط کے اندر وبا پیدا کی۔ کیوں کہ اس کا اثر دریائے نیل پر پڑا۔ جو ۴۴۵ھ میں معمول کے مطابق جوش پر نہیں آیا۔ چنانچہ بطلیموس کی آگاہی صحیح ثابت ہوئی، اس نے کہا تھا مصر والوں پر اس وقت تباہی آئے گی جس وقت ایک ذات الذوائب ستارہ طلوع ہوگا اور جوزاء کے اندر داخل ہوگا۔" زحل جب برج سرطان میں اتر آیا تو عراق، موصل اور جزیرہ کی تباہی مکمل ہوئی، دیار بکر، ربیعہ مضر، فارس، کرمان، بلاد مغرب، یمن، فسطاط اور شام کا نظام مختل ہوا۔ سلاطین عالم کے حالات مضطرب ہو گئے، خونیں معرکے بڑھ گئے، وبائیں پھوٹ پڑیں، گرانی بڑھ گئی، اور بطلیموس کا یہ قول صحیح ثابت ہوا۔ زحل اور مریخ جب ایک ساتھ سرطان میں جمع ہو جائیں گے تو دُنیا ہلاک ہو جائے گی۔"

اپنے زمانے میں علماء کی وفات سے جو عظیم سانحے پیش آئے ان کا بھی تذکرہ ابن بطلان نے اپنے قلم سے کیا ہے۔

"دس سال کی تھوڑی سی مدت میں فاضل اجل جناب مرتضیٰ شیخ ابوالحسن بصری، فقیہ ابوالحسن قدوری، چیف جسٹس ماوردی، ابنِ طیب طبری رضوان اللہ علیہم، علوم

معتضد کے عہدِ خلافت میں احمد بن طیب بغداد کے احتسابی محکمہ[1] کا افسر ہوا۔ شروع میں معتضد کا استاذ رہا، بعد میں ندیم خاص ہوا۔ معتضد نے اسے اپنا ہمراز بنایا، اور امورِ سلطنت میں اس سے مشورہ لینے لگا۔

علم کے مقابلہ میں احمد بن طیب کی عقل اور دانش کم تھی۔ معتضد کا اسے جو تقرب اور اختصاص حاصل تھا وہی اس کے قتل کا باعث بنا۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ معتضد نے اس سے قاسم بن عبید اللہ اور اپنے غلام بدر کے بارے میں ایک راز کی بات کہی، قاسم نے اپنی مشہور تدبیر کر کے یہ راز اس سے اگلوا لیا۔ معتضد نے اسے دونوں کے حوالہ کر دیا، دونوں نے اس کی تمام دولت ضبط کر لی، اور اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ معتضد نے "آمد" کو فتح اور احمد بن عیسیٰ بن شیخ سے جنگ کرنے نکلا تو قید خانہ سے خوارج وغیرہ کی ایک جماعت نکل بھاگی مونس مخل نے انھیں گرفتار کیا، شرطہ کا محکمہ اور شہر پر معتضد کی نیابت اسی کے سپرد تھی۔ احمد بدستور اپنی جگہ باقی رہا۔ اسی نے اسی میں سلامتی دیکھی۔ اور یہی اس کی موت کا باعث ہوا۔ معتضد نے قاسم کو واجب القتل افراد کی فہرست تیار کرنے کا حکم دیا، تا کہ ان سے چھٹکارا ملے۔ اس نے فہرست تیار کی، معتضد نے اس پر دستخط کئے، بعد کو قاسم نے احمد کا نام بھی اس فہرست میں شامل کر دیا۔ چنانچہ قتل ہوا۔ معتضد کے پوچھنے پر قاسم نے بتایا کہ وہ قتل ہو چکا ہے، اور فہرست پیش کر دی، چنانچہ اس نے نظر انداز کیا۔ آسمان کی رفعتوں کو چھو لینے کے بعد ۲۸۶ھ میں یہ رخصت ہوا۔

معتضد نے احمد بن طیب کو ۲۸۳ھ میں گرفتار کیا اور محرم ۲۸۶ھ میں قتل کیا۔

تصنیفات

اختصار کتاب ایساغوجی مولفہ فرفوریوس، اختصار کتاب قاطیغوریاس، اختصار کتاب باریر مینیاس، اختصار کتاب انالوطیقا الاولی، اختصار کتاب انالوطیقا الثانیۃ، کتاب النفس، کتاب الاعشاش وصناعۃ الحسبۃ الکبیر، کتاب غش الصناعات والحسبۃ الصغیر، کتاب نزھۃ النفوس، یہ اس کے نام سے شائع نہیں ہوئی، کتاب اللھو والملاھی، نزھۃ المفکر الساھی فی الغناء والمغنیین والمنادمۃ والمجالسۃ وانواع الاخبار والملح، اسے خلیفہ کے لئے لکھی تھی۔ کتاب کے اندر احمد بن طیب نے لکھا ہے، کہ اسے اس نے اکسٹھ سال کی عمر میں تصنیف کی ہے۔ کتاب السیاسۃ الصغیر، کتاب المدخل الی صناعۃ النجوم، کتاب الموسیقی الکبیر، دو مقالات

---

[1] حسبہ: محکمۂ احتساب۔ اسلامی حکومتوں کا محکمہ جس کا افسر اشیاء کے نرخ اور سماجی آداب جیسے امور عامہ کا نگراں ہوتا ہے۔ [2] بیاض ہے۔

یہ بے نظیر تالیف ہے۔ کتاب الموسیقی الصغیر، کتاب المسالک والممالک، کتاب الارثماطیقی فی الاعداد والجبر والمقابلۃ، کتاب المدخل الی صناعۃ الطب۔ اس میں اس نے حنین بن اسحاق کے افکار کو باطل قرار دیا ہے۔ کتاب المسائل، کتاب فضائل بغداد و اخبارہا، کتاب الطبیخ کافی عرصہ محنت کر کے معتضد کے لئے لکھی تھی کتاب زاد المسافر وخدمۃ الملوک، کتاب ادب الملوک کا ایک مقالہ ہے۔ کتاب المدخل الی علم الموسیقی، کتاب الجلساء والمجالسۃ، رسالۃ فی جواب ثابت بن قرہ فیما سأل عنہ، مقالۃ فی البہق والنمش والکلف، رسالۃ فی السالکین وطرائف اعتقادہم، کتاب منفعۃ الجبال، رسالۃ فی وصف مذاہب الصابئین، کتاب فی ان المبدعات فی حال الابداع لا متحرکۃ ولا ساکنۃ، کتاب فی ماہیۃ النوم والرؤیا، کتاب فی العقل، کتاب فی وحدانیۃ اللہ تعالیٰ، کتاب فی وصایا فوثاغورس، کتاب فی الفاظ سقراط، کتاب فی العشق، کتاب فی برد ایام العجوز، کتاب فی کون الضباب، کتاب فی الفأل، کتاب فی الشطرنج العالیہ، کتاب فی ادب النفس الی المعتضد، کتاب فی الفرق بین نحو العرب والمنطق، کتاب فی ان ارکان الفلسفۃ بعضہا علی بعض، اس کا دوسرا نام کتاب الاستیفاء ہے کتاب فی احداث الجو، کتاب الرد علی جالی نوس فی المحل الاول، رسالۃ الی ابن ثوربۃ، رسالۃ فی الخضابات المسودۃ للشعر وغیرہ، کتاب فی أن الجزء ینقسم الی ما لا نہایۃ لہ، کتاب فی اخلاق النفس، کتاب سیرۃ الانسان کتاب الی بعض اخوانہ فی القوانین العامۃ الاولی فی الصناعۃ الدیالقطیقیۃ ای الجدلیۃ علی مذہب ارسطاطالیس اختصار کتاب سوفسطیقا لارسطاطالیس، کتاب القیان۔

ابوالحسن ثابت بن قرۃ حرّانی

حران میں صابی فرقہ کے جو لوگ مقیم تھے انھی سے تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صابئین کی نسبت صاب یعنی طاط بن بنی ادریس علیہ السلام کی جانب ہے، ثابت کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے، ثابت بن قرہ بن مروان بن ثابت بن کرایا بن ابراہیم بن کرایا بن مارینوس بن سالایونوس۔

ثابت بن قرہ حرّان کا ایک صراف تھا، لیکن محمد بن موسیٰ جب روم سے واپس ہوا تو چونکہ اسے فصیح پایا اس لئے اپنے ساتھ لیتا آیا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے خود محمد بن موسیٰ سے اس کے گھر میں تعلیم حاصل کی، لہٰذا اس پر اس کا حق واجب ہوا، چنانچہ معتضد کے یہاں منجمین میں داخل کیا۔

مدینۃ السلام اور خلفاء کے دربار میں صابی فرقہ کو جو اثر و رسوخ حاصل ہوا اس کی بنیاد یہی ثابت بن قرہ ہے۔ فن طب اور فلسفہ کے جملہ علوم میں اس کے زمانہ میں اس کا کوئی

بھرتھا۔ اس کی مشہور و معروف تصنیفات ہیں جو جودت و حسن کا شاہکار ہیں، اسی طرح اس کی نسل اور اہل وعیال کے اندر سے ایک جماعت بھی اٹھی جو حسن تالیف اور علوم و معارف کے اندر کمال پیدا کرنے میں تقریباً اس کے ہم پلہ تھی۔

ثابت کے پاس آفتاب کے نہایت خوبصورت سیارہ ہائے ثالوثی تھے، جن کا انتظام بغداد میں وہ خود کرتا تھا۔ انھیں اس نے اپنی ایک کتاب کے اندر جمع کیا اور وضاحت سے بیان کیا کہ آفتاب کی شکل و صورت کے باب میں اس کا کیا مذہب ہے، مشاہدہ سے آفتاب کی بلندی، عمر، حرکتوں کی تعداد، اور تعدیل کی صورت جو اسے نظر آئی اسے کتاب کے اندر قلمبند کیا۔

عربی میں ترجمہ کی عبارت نہایت عمدہ لکھتا تھا، سریانی زبان وغیرہ سے بھی اچھی واقفیت تھی۔

ثابت بن سنان بن ثابت بن قرہ کا بیان ہے کہ موفق جب اپنے فرزند ابوالعباس معتضد باللہ سے ناراض ہوا تو اسے اسماعیل بن بلبل کے گھر میں قید کر دیا۔ اور احمد حاجب کو اس کی نگرانی سپرد کی۔ اسماعیل بن بلبل نے ثابت بن قرہ سے ابوالعباس کے یہاں آنے اور اس کا دل بہلانے کی درخواست کی، عبداللہ بن اسلم اور ابوالعباس ایک جان دو قالب تھے، مگر ابوالعباس ثابت سے کافی مانوس ہوگیا۔ ثابت روزانہ تین بار اس کے یہاں قید خانہ میں آتا، گفتگو کرتا، تسلی دیتا، فلاسفہ کے حالات ہندسہ اور علم النجوم وغیرہ کا تذکرہ کرتا، اس طریقہ سے ثابت کے ساتھ ابوالعباس کی شیفتگی بڑھی، اور اس کی نگاہوں میں اس کا مقام خوب تر ہوا، قید خانہ سے نکلا تو اپنے غلام بدر سے کہا "بدر! تمہارے بعد کیا ہی عمدہ شخص ملا" اس نے پوچھا "آقا! وہ کون ہے؟" اس نے کہا "ثابت بن قرہ" خلافت ملی تو عظیم الشان جاگیروں سے نوازا، اور اسے خاص و عام کی مجلس میں اکثر اپنے سامنے بیٹھاتا تھا۔ بدر امیر و وزیر کھڑا مگر یہ خلیفہ کے سامنے بیٹھا رہتا۔

ابواسحاق کاتب صابی کا بیان ہے کہ ثابت معتضد کے ساتھ "فردوس" میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ "فردوس" خلیفہ کے گھر میں ریاضت جسمانی کے لئے ایک باغ تھا۔ چہل قدمی کرتے ہوئے معتضد نے ثابت کے ہاتھ کا سہارا لیکر رکھا تھا، مگر پھر نہایت سختی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت کو خدشہ ہوا کیونکہ معتضد نہایت سنجیدہ شخص تھا۔ ہاتھ کھینچ لینے کے بعد معتضد نے کہا "ابوالحسن! "خلوت میں کنیت اور جلوت میں نام سے پکارتا تھا، میں نے بھول کر اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر رکھ کر سہارا لیا تھا، ایسا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ علماء سر بلند رہتے ہیں، انھیں نیچے نہیں رکھا جا سکتا۔"

کتاب الکنایات مولفہ قاضی ابوالعباس احمد بن محمد جرجانی میں وارد ہے، فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوالحسن ہلال بن محسن بن ابراہیم نے، وہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے دادا ابواسحاق صابی نے وہ کہتا ہے مجھ سے میرے چچا ابوالحسین ثابت بن ابراہیم نے وہ کہتا ہے مجھ سے ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے میں نے ابوالحسن ثابت بن قرہ سے کچھ لوگوں کی موجودگی میں ایک مسئلہ دریافت کیا، انھوں نے ان حضرات کی موجودگی میں جواب دینا پسند نہ کیا، میں اس وقت کم عمر تھا، چنانچہ انھوں نے ٹال دیا۔ میں نے مطابق حال یہ اشعار پڑھے

ألا ما لليلى لا ترى عند مضجعي　　بليل ولا يجري بها لي طائر

بلى ان عجم الطير تجري اذا جرت　　بليلى ولكن ليس للطائر زاجر

— یہ لیلیٰ کو کیا ہو گیا ہے کہ شب میں سوتے وقت اس کی تصویر نہیں آتی نہ اس کے یہاں میرا کوئی پرندہ پر مارتا ہے۔

— مگر ہاں یہ گونگے پرندے جب گذرتے ہیں تو لیلیٰ کے پاس بھی جاتے ہیں مگر انھیں اڑانے والا کوئی نہیں ہے۔

دوسرے دن راستہ میں ملاقات ہوئی، تو مسئلہ کا اطمینان بخش جواب دیا اور کہا "ابو محمد! تو نے پرندے اڑائے اور میں شرمندہ ہوگیا،" میں نے معذرت خواہانہ کہا "آقا! دونوں شعروں سے میری مراد آپ نہ تھے۔"

علاج معالجہ کے سلسلہ میں ثابت بن قرہ کے حسن تصرف کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جسے ابوالحسن ثابت بن سنان نے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے میرے ایک دادا نے دادا ثابت بن قرہ سے حکایت کی ہے، کہ وہ ایک دن خلیفہ کے گھر جاتے ہوئے راستہ سے گذرے تو چیخ پکار کی آواز سنیں، پوچھا "کیا اس دوکان میں رہنے والا قصاب مر گیا ہے؟" لوگوں نے حیرت سے کہا "ارے جناب کل شب میں اچانک" ثابت نے کہا نہیں وہ مرا نہیں ہے۔ ہمیں اس کے پاس لے چلو، لوگوں کے ساتھ وہ گھر کے اندر داخل ہوئے، عورتوں کو منع کیا [illegible] مار رہی تھیں، انھیں مزوّرہ[1] بنانے کا حکم دیا، اور اپنے غلام کو اشارہ کیا کہ ڈنڈے سے قصاب کے ٹخنے پر ضرب لگائے۔ نبض ہاتھ میں رکھی، غلام برابر ضرب لگاتا رہا حتی کہ انھوں نے روکا اور ایک پیالہ منگا کر آستین سے ایک رومال نکالا اور اس میں سے ایک دوا نکالی، جسے تھوڑے پانی کے اندر حل کی، پھر قصاب کا منہ کھول کر اسے پلایا، قصاب نے دوا حلق سے نیچے اتار لی۔ اب گھر میں اور سڑک پر ایک شور برپا ہوا "طبیب نے مردہ کو زندہ کر دیا" ثابت نے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا، قصاب نے آنکھیں کھول دیں، حکیم نے مزوّرہ کھلا کر اسے بٹھا دیا، اور ایک گھنٹہ خود اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اس

---

[1] مزوّرہ۔ گوشت سے خالی غذا۔ (مریضوں کے لئے)

اثنا میں خلیفہ کے لوگ باگ انھیں لینے کے لئے آگئے چنانچہ وہ باہر نکلے، دنیا بدل چکی تھی، عوام کی بھیڑ انھیں گھیرے ہیں لئے ہوئے چل رہی تھی، حتیٰ کہ خلیفہ کے گھر پہنچے۔ اور خلیفہ کے روبرو کھڑے ہوئے، تو اس نے پوچھا "ثابت یہ کیا مسیحائی تھی جس کی خبر ہمیں ملی ہے؟" ثابت نے کہا "آقا! قصاب کے یہاں سے میں گذرتا تھا، دیکھتا کہ کلیجی کاٹ کر نمک چھڑکتا اور کھا جایا کرتا۔ شروع میں اس کا یہ فعل ناگوار گذرا پھر ذہن میں آیا کہ اس پر کسی وقت سکتہ طاری ہو سکتا ہے، چنانچہ اس پر نگاہ رکھنے لگا، انجام معلوم ہو جانے کے بعد سکتہ کی ایک دوا تیار کی اور روزانہ ساتھ لاتا تھا۔ آج جب گذر ہوا، اور چیخ پکار کی آواز سنی تو پوچھا "کیا قصاب مرگیا ہے؟" لوگوں نے کہا "ہاں اچانک کل شب میں انتقال کر گیا" میں نے جی میں کہا یقیناً اسے سکتہ ہو گیا ہے۔ اس کے پاس آیا نبض دیکھی تو غائب ملی۔ ٹخنہ پر ضرب لگائی حتیٰ کہ نبض واپس آگئی۔ میں نے دوا پلائی تو اس نے آنکھیں کھول دیں، اس کے بعد اسے مزورہ دیا۔ آج شب میں وہ بستر کے ساتھ روٹی کھائے گا اور کل گھر سے باہر آجائے گا۔"

ثابت بن قرہ کی ولادت ۲۱۱ھ بمقام حران ۲۱ صفر بروز پنجشنبہ، اور وفات ۲۸۸ھ میں ہوئی۔ یہ ۷۷ سال زندہ رہا۔

ثابت بن سنان بن ثابت بن قرہ کا بیان ہے کہ ابو احمد یحییٰ بن علی بن یحییٰ بن منجم ندیم اور میرے دادا ابوالحسن ثابت بن قرہ رحمہ اللہ کے درمیان بڑی گہری محبت تھی، ۲۸۳ھ میں دادا کا انتقال ہوا تو ابو احمد نے مرثیہ لکھا جس کے اشعار حسب ذیل ہیں (طویل)

ألا كل شئ ما خلا الله مائت ومن يغترب يرجى ومن مات فائت

— اللہ کے سوا ہر شے کو موت آتی ہے، جو پردیس میں ہوتا ہے اس کے واپسی کی امید ہوتی ہے اور جو مرجاتا ہے وہ فوت ہوجاتا ہے۔

أرى من مضى وخيم عندنا كسفر ثووا أرضا فسار وبائت

— جو رخصت ہوگئے اور جو رہ گئے، وہ ایسے مسافر ہیں جنھوں نے کہیں قیام کیا، پھر کچھ چلے گئے اور کچھ رہ گئے۔

نعينا العلوم الفلسفيات كلها خبا نورها اذقيل قدمات ثابت

— ثابت کی موت کیا ہوئی تمام فلسفیانہ علوم مرگئے، ان کی روشنی بجھ گئی،

داصبح اهلوها حيارى لفقده وزال به ركن من العلم ثابت

— اس کی موت سے تمام اہل فلسفہ سرگشتہ ہوگئے اور علم کا ایک مضبوط منارہ گرگیا۔

وكانوا اذا اشتوا هداهم نهجها خبير لفيصل الحكم للحق ناكت

— یہ گم کردہ راہ ہوتے تو راہ سجھانے کے لئے قول فیصل سے ایک آگاہ اور حق کا ایک نکتہ داں سامنے آجاتا۔

ولما أتاه الموت لم يغن طبه ولا ناطق مما حواه وصامت

— موت اسے آئی تو اس مصیبت میں نہ اس کی طب کام آئی نہ کوئی اور وجود۔

ولا أمتعته بالغنى نقبة الردى ألارب رزق قابل وهو فائت

— اچانک موت نے اسے دولت سے فائدہ اٹھانے نہیں دیا، سچ ہے آنے والا رزق گاہ چلا جاتا ہے۔

فلو أنه يستطاع للموت مدفع لدافعه عنه حماة مصالت

— اگر موت کو دفع کرنا ممکن ہوتا تو نہایت طاقتور حامی میدان میں اتر جاتے۔

ثقاة من الاخوان يصفون وده وليس لما يقضى به الله لافت

— معتمد اور خلوص دل سے محبت کرنے والے، مگر قضائے الٰہی کو موڑنے والا کوئی نہیں۔

ابا حسن لا تبعدون وكلنا لهلكك مفجوع له الحزن كابت

— ابوالحسن! رحمت الٰہی سے دور نہ ہو، ہم سب تیری ہلاکت سے دکھی اور غمناک ہیں۔

أأمل أن تجلى عن الحق شبهة وشخصك مقبور وصوتك خافت

— تیری صورت خاک میں ہے، آواز خاموش ہے، مگر کیا حق سے ایک شبہ دور کرنے کی امید کروں۔

وقد كان يرو حسن تبيينك العمى وكل قول حين تنطق ساكت

— تیرا حسن بیان خفا کا ازالہ کر دیتا تھا، اور جب بولتے تھے تو گفتار کے غازی خاموش رہتے۔

كانك مسئولا من البحر غارف ومستبد ئا نطقا من الصخر ناحت

— کسی مسئلہ پر بولتے تو کیا معلوم ہوتا جیسے دریا سے جرعے رہے ہو، اور بولنا شروع کرتے تو کیا لگتا جیسے چٹان تراشو گے۔

فلم يتنقدنى من العلم واحد فراق اناء العلم بعدك كاتب

— کسی نے میرے علم کی جانچ نہیں کی، تیرے بعد علم کا پیمانہ خالی ہوگیا۔

وكم من محب قد أفدت وأمنه لغيرك ممن رام شاؤك هافت

— کتنے دوستوں کو تو نے فائدہ پہونچایا، یہ دوست، جو بھی تمہارے مقام کا طالب ہوا اسے

صلواتیں سناتے رہے۔

عجبت لأرض غیبتک ولم یکن لیثبت فیہا مثلک الدھر ثابت

—— حیرت ہے زمین نے تجھے پنہاں کر لیا، مگر کاہے کو زمین میں کبھی تجھ جیسا کوئی ہوگا۔

تھذبت حتی لم یکن لک مبغض ولا لک لما لک الموت شامت

—— تو اس قدر شائستہ رہا کہ نہ کوئی دشمن رہا، نہ، موت آئی تو کسی نے خوشیاں منائیں۔

وبرزت حتی لم یکن لک دافع عن الفضل الاکاذ القول باھت

—— تو کمال میں اتنا نمایاں ہوا کہ کوئی مقابل نہ رہا، الا جھوٹا اور بہتان طراز۔

مضی علم العلم الذی کان مقنعا فلم یبق الا فی فطنۂ متھافت

—— علم کا تسلی بخش نشان جاتا رہا، اب صرف ہفوات باقی رہ گئے ہیں۔

تلامذہ

تلامذہ میں عیسیٰ بن اسید نصرانی کو مقدم اور افضل قرار دیتا تھا۔ ثابت کے یہاں عیسیٰ بن اسید نے سریانی سے عربی زبان میں ترجمے کئے، اس کی ایک کتاب بعنوان "جوابات ثابت لمسائل عیسیٰ بن اسید" موجود ہے۔

ملفوظات

بوڑھے شخص کے لئے ماہر باورچی اور خوبصورت دوشیزہ سے بڑھ کر نقصان دہ اور کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ کھانا زیادہ کھائے گا جس کے نتیجہ میں بیمار پڑے گا، جماع زیادہ کرے گا اس لئے بڑھاپا بڑھے گا۔

جسم کا آرام کم کھانے میں، نفس کا آرام کم گناہ کرنے میں، قلب کا آرام قلت فکر میں اور زبان کا آرام کم بولنے میں ہے۔

تصنیفات

کتاب فی سبب کون الجبال، مسائل الطبیۃ، کتاب فی النبض، کتاب وجع المفاصل والنقرس جوامع کتاب باریمینیاس، جوامع کتاب انالوطیقا الاولی، اختصار المنطق، نوادر محفوظۃ من طوبیقا، کتاب فی السبب الذی من اجلہ جعلت میاہ البحر مالحۃ، اختصار کتاب مابعد الطبیۃ، مسائل المشوقۃ

الی العلوم، کتاب فی اغالیط السوفسطائیین، کتاب فی مراتب العلوم، کتاب فی الرد علی قال ان النفس مزاج، جوامع کتاب الادویۃ المفردۃ مولفہ جالی نوس، جوامع کتاب المرۃ السوداء مولفہ جالی نوس، جوامع کتاب سوء المزاج المختلف مولفہ جالی نوس، جوامع کتاب الامراض الحادۃ مولفہ جالی نوس، جوامع کتاب الکثرۃ مولفہ جالی نوس، جوامع کتاب تشریح الرحم مولفہ جالی نوس، جوامع کتاب جالی نوس فی المولودین لسبعۃ اشھر، جوامع ما قالہ جالی نوس فی کتابہ فی تشریف صناعۃ الطب، کتاب اصناف الامراض، کتاب تسہیل المجسطی، کتاب کبیر فی تسہیل المجسطی نا تمام ہے یہ اس باب میں اس کی سب سے عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب المدخل الی المجسطی، کتاب فی الوقفات التی فی السکون الذی بین حرکتی الشریان المتضادتین۔ دو مقالات،

یہ کتاب اس نے سریانی زبان میں لکھی ہے کیونکہ اس میں کندی کا رد مقصود تھا۔ اس کا ترجمہ عربی میں ایک شاگرد عیسیٰ بن اسید نصرانی نے کیا ہے، ترجمہ کی اصلاح ثابت نے کی ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ترجمہ جیش بن حسن اعسم نے کیا ہے مگر یہ غلط بیانی ہے، ابو احمد حسین بن اسحاق بن ابراہیم معروف بہ ابن کرنیب نے ثابت کی وفات کے بعد اس کی تردید کی ہے، مگر تردید بے نتیجہ اور لاحاصل ہے، کتاب لکھنے کے بعد ثابت نے اسے اسحاق بن حنین کی خدمت میں پیش کیا جس نے اسے خوب سراہا اور آخر میں ابوالحسن ثابت کے لئے تعریفی کلمات لکھتے ہوئے دعا دی۔

جوامع کتاب النصد مولفہ جالی نوس، جوامع تفسیر جالی نوس لکتاب البقراط فی الاھویۃ والمیاہ والبلدان کتاب فی وجع المفاصل والنقرس ایک مقالہ، کتاب فی العمل بالکرۃ، کتاب فی الحصی المتولد فی الکلی والمثانۃ کتاب فی البیاض الذی یظہر فی البدن، کتاب فی مسالۃ الطبیب للمریض، کتاب فی سوء المزاج المختلف کتاب فی تدبیر الامراض الحادۃ، رسالۃ فی الجدری والحصبۃ، اختصار کتاب النبض الصغیر لجالی نوس، کتاب فی قطع الاسطوانۃ، کتاب فی الموسیقی، رسالۃ الی علی بن یحیی المنجم فیما أمرہ باثباتہ من ابواب علم الموسیقی، رسالۃ الی بعض اخوانہ فی جواب ما سالہ عنہ فی امور الموسیقی، کتاب فی اعمال ومسائل اذا وقع خط مستقیم علی خطین، اسی موضوع پر ایک اور مقالہ، کتاب فی المثلث القائم الزوایا، کتاب فی الاعداد المتحابۃ، کتاب فی الشکل القطاع، کتاب فی حرکۃ الفلک، کناش معروف بہ ذخیرہ، اسے اپنے فرزند سنان بن ثابت کے لئے لکھا تھا، احمد بن طیب کے نام جوابی مراسلہ، کتاب فی التصرف فی اشکال القیاس، کتاب فی ترکیب الافلاک وخلقہا وعددھا وعدد حرکات الجہات لہا والکواکب لہا ومبلغ سیرھا والجہات التی تتحرک الیہا، کتاب فی جوامع السکونۃ کتاب القرسطیون، رسالۃ فی مذہب الصابئین ودیاناتہم، کتاب فی قسمۃ الارض، کتاب فی الہیئۃ، کتاب فی الاخلاق، کتاب فی مقدمات اقلیدس، کتاب فی اشکال اقلیدس، کتاب فی اشکال المجسطی، کتاب فی استخراج المسائل الہندسیۃ، کتاب رویۃ الأہلۃ بالجنوب، کتاب رویۃ الأہلۃ من الجداول، رسالۃ فی سنۃ الشمس

رسالۃ فی الجزء المنسوبۃ الی سقراط، کتاب فی ابطاء الحرکۃ فی فلک البروج وسرعتہا د توسعہا بحسب الموضع الذی یکون فیہ من الفلک الخارج المرکز، جواب ماسئل عنہ عن البقراطیین وکم مبلغ عددھم، مقالۃ فی عمل شکل مجسم ذی اربع عشرۃ قاعدۃ تحیط بہ کرۃ معلومۃ، مقالۃ فی الصفرۃ العارضۃ للبدن وعدد اصنافہا و اسبابہا وعلاجہا مقالۃ فی وجع المفاصل، مقالۃ فی صفۃ کون الجنین، کتاب فی علم ما فی التقویم بالممتحن، کتاب فی الاظلال، کتاب فی وصف القرص، کتاب فی تدبیر الصحۃ، کتاب فی محنۃ حساب النجوم، کتاب فی تفسیر الاربعۃ، رسالۃ فی اختیار وقت سقوط النقط، جوامع کتاب النبض الکبیر لجالی نوس، کتاب الخاصۃ فی تشریف صناعۃ الطب وترتیب اہلہا وتعزیر المتفوحیین منہم بالنفوس والاخبار ان صناعۃ الطب اجلّ الصناعات، اسے لکھ کر وزیر ابو القاسم عبید اللہ بن سلیمان کی خدمت میں ارسال کیا، رسالۃ فی کیف ینبغی ان یسلک الی نیل المطلوب من المعانی الھندسیۃ ذکر آثار ظہرت فی الجو واحوال کانت فی الہواء مما رصد بنو موسیٰ و ابو الحسن ثابت بن قرہ، اختصار کتاب جالی نوس فی قوی الاغذیۃ۔ تین مقالات، مسائل عیسیٰ بن اسید لثابت بن قرۃ و اجوبتہا لثابت کتاب البصر و البصیرۃ فی علم العین وعللہا ومداواتہا، المدخل الی کتاب اقلیدس، نہایت عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب المدخل الی المنطق، اختصار کتاب حیلۃ البرء لجالی نوس، شرح السماع الطبیعی، وفات کے باعث ناتمام رہی، کتاب فی المربع وقطرہ، کتاب فیما یظہر فی القمر من آثار الکسوف وعلاماتہ، کتاب فی علۃ کسوف الشمس والقمر زیادہ حصہ مکمل ہے۔ وفات کی وجہ سے ناتمام رہی، کتاب الی ابنہ سنان فی الحث علی تعلم الطب والحکمۃ، جوابان عن کتابی محمد بن موسیٰ بن شاکر الیہ فی امر الزمان۔ کتاب فی مساحۃ الاشکال المسطحۃ وسائر البسط والاشکال، کتاب فی ان سبیل الانتقال التی تعلق علی عمود واحد منفصلۃ ھی سبیلہا اذا جعلت ثقلا واحداً مبثوثا فی جمیع العمود علی تساوی، کتاب فی طبائع الکواکب و تاثیراتہا، مختصر فی الاصول من علم الاخلاق، کتاب فی آلات الساعات التی یسمی رخامات، کتاب فی ایضاح الوجہ الذی ذکر بطلیموس ان بہ استخراج من تقدمہ مسیرات القمر الدوریۃ وھی المستویۃ کتاب فی صفۃ استواء الوزن واختلافہ وشرائط ذلک، جوامع کتاب نیقوماخس فی الارثماطیقی، دو مقالات اشکال رفی الحیل، جوامع المقالۃ الاولیٰ من الاربع بطلیموس، جوابہ عن مسائل سالہ عنہا ابو سہل النوبختی، کتاب فی قطع المخروط المکافی، کتاب فی مساحۃ الاجسام المکافیۃ، کتاب فی مراتب قرأۃ العلوم، اختصار کتاب ایام البحران لجالی نوس تین مقالات اختصار کتاب الاسطقسات، کتاب فی اشکال الخطوط التی یمر علیہا ظل المقیاس، مقالۃ فی الہندسۃ، اسماعیل بن بلبل کے لئے لکھی تھی۔ جوامع کتاب جالی نوس فی الادویۃ المنقیۃ، جوامع کتاب الاعضاء الآلمۃ لجالی نوس، کتاب فی العروض، کتاب فیما اغفلہ ثاون فی حساب کسوف الشمس والقمر، مقالۃ فی حساب خسوف الشمس والقمر، کتاب فی الالتواء ما وجد من کتابہ فی النفس، مقالۃ فی النظر فی امر النفس، کتاب فی الطریق الی اکتساب الفضیلۃ، کتاب فی النسبۃ المولفۃ، رسالۃ فی العدد الوفق، رسالۃ فی تولد النار بین حجرین، کتاب فی العمل بالمتن وترجمۃ ما استدرکہ

علی حبش فی المتن، کتاب فی مساحۃ قطع الخطوط، کتاب فی آلۃ الرمز۔ رصدگاہوں کے باب میں اس کی چند عربی اور سریانی تصنیفات، کتاب فی تشریح بعض الطیور، غالباً یہ بگلے کی تشریح پر ہے۔ کتاب فی اجناس ما تنقسم بہ الادویۃ سریانی میں ہے، کتاب فی اجناس ما تنقسم الیہ الادویۃ، سریانی میں ہے، کتاب فی اجناس ما توزن بہ الادویۃ، سریانی میں ہے، کتاب فی صہباء السریان واعرابہ مقالۃ فی تصحیح مسائل الجبر بالبراہین الہندسیۃ، اصلاحہ للمقالۃ الاولیٰ من کتاب ابلونیوس فی قطع النسب المحدودۃ۔ یہ کتاب دو مقالوں پر مشتمل ہے، ثابت نے پہلے مقالہ کی نہایت عمدہ اصلاح اور تشریح و توضیح کی ہے، دوسرے مقالہ کی اصلاح نہ کر سکا، یہ ناقابل فہم ہے، مختصر فی علم النجوم مختصر فی علم الہندسۃ، جوابات عن مسائل سالہ عنہا المعتضد، کلام فی السیاسۃ سال عنہا سند بن علی، رسالۃ فی حل رموز کتاب السیاسۃ لفلاطن، اختصار القاطیغوریاس۔

سریانی زبان میں ثابت بن قرہ حرانی صابی نے اپنے مذہب سے متعلق جو رسائل تحریر کئے ہیں ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

رسالۃ فی الرسوم والفروض والسنن، رسالۃ فی تکفین الموتیٰ ودفنہم، رسالۃ فی اعتقاد الصابئین رسالۃ فی الطہارۃ والنجاسۃ، رسالۃ فی السبب الذی لاجلہ الغز الناس فی کلامہم، رسالۃ فیما یصلح من الحیوان للضحایا وما لا یصلح، رسالۃ فی اوقات العبادات، رسالۃ فی ترتیب القرأۃ فی الصلوٰۃ صلوات الابتہال الی اللہ عزوجل۔

ابوسعید سنان بن ثابت بن قرۃ

علوم، اشتغال علوم اور فن طب کے اندر مہارت رکھنے میں اپنے والد کا ثانی تھا۔ علم الھیئت پر اسے بے حد قدرت حاصل تھی۔ مقتدر باللہ اور قاہر کی خدمت میں رہا، فن طب کے ذریعہ راضی باللہ کی بھی خدمت کی۔

ابن ندیم بغدادی کاتب کتاب الفہرست میں لکھتا ہے کہ قاہر باللہ نے سنان بن ثابت کو مسلمان بنانا چاہا تو فرار اختیار کیا، مگر پھر اسلام قبول کیا، قاہر کے خوف سے خراسان پہنچا۔ پھر واپس آیا اور بغداد میں بحالت اسلام انتقال کیا، وفات اسہال کی بیماری میں یکم ذی قعدہ ۳۳۱ھ جمعرات کی شب میں ہوئی۔

ثابت بن سنان نے اپنی تاریخ کے اندر لکھا ہے کہ جس زمانہ میں مقتدر باللہ کی جانب سے میرے والد سنان بن ثابت دفاتر کے ذمہ دار اور حامد بن عباس کی وزارت میں، انتظام مملکت کے سربراہ تھے

وزیر علی بن عیسیٰ بن جراح نے اپنے دستخط سے والد کو اس سال ایک خط لکھا جس سال کثرت سے بیماریاں پھیلی ہوئی تھیں، والد اس وقت بغداد وغیرہ کے شفاخانوں کے ذمہ دار بھی تھے۔ اپنے خط میں وزیر نے تحریر کیا

"تمہاری عمر اللہ تعالیٰ دراز کرے، میں نے قیدیوں کے بارے میں غور کیا، تعداد ان کی زیادہ ہے، اور جن مقامات پر وہ رہائش پذیر ہیں وہ ناسازگار اور ناموافق بھی ہیں، اس لئے انھیں بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ انھیں اس بات کی اجازت بھی نہیں ہے کہ اپنے معاملات میں آزاد رہیں اور پیش آمد حالات کے اندر اطباء سے مل کر مشورہ کر سکیں، لہٰذا مناسب یہ کہ ان کے لئے کچھ اطبا خاص کر دو، جو ہر روز انھیں آکر دیکھیں، انھیں دوائیاں اور مشروبات پہونچائے جائیں، اطبا تمام قیدخانوں کا دورہ کریں اور مریضوں کا علاج کر کے ان کی بیماریوں کا ازالہ کریں، ضرورت مندوں کے لئے مزورات بھی فراہم کئے جائیں۔"

والد اپنے تمام زمانے میں اس حکم کی تعمیل فرماتے رہے، وزیر موصوف کا ایک اور مکتوب دستخط شدہ موصول ہوا جس میں تحریر کیا گیا تھا

"سواد کے باشندوں کا مسئلہ پیش نظر ہے، چونکہ سواد اطبا سے خالی ہے اس لئے یقیناً یہاں کے مریضوں کو طبی خدمات حاصل نہ ہوں گی، اللہ تمہاری عمر دراز کرے ادویہ اور مشروبات کے ہمراہ کچھ اطبا کو یہاں روانہ کرو۔ جو سواد کا دورہ کریں اور ہر جگہ ضروری حد تک قیام کر کے مریضوں کا علاج کریں، پھر دوسری جگہ منتقل ہوں۔

والد نے یہ اہتمام بھی کیا، ان کے اطباء جب بمقام سواد پہونچے جہاں کے اکثر باشندے یہود تھے تو ابوالحسن علی بن عیسیٰ کو لکھا کہ سواد سے اطباء کے خطوط برابر موصول ہو رہے ہیں، ان خطوط کے اندر انھوں نے لکھا ہے کہ مریضوں کی کثرت ہے، نیز نہر ملک کے پاس جو لوگ آباد ہیں وہ یہود ہیں یہاں انھوں نے قیام و علاج کی اجازت طلب کی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ انھیں کیا جواب دوں، کیونکہ آپ کا خیال معلوم نہیں ہے، نیز والد نے وزیر موصوف کو یہ بھی لکھا کہ شفاخانہ کا دستور یہ ہے کہ مسلمان ہو یا ذمی علاج سب کا کیا جاتے۔ انھوں نے درخواست کی کہ اس سلسلہ میں قابل عمل دستور کی نشان دہی کی جاتے۔ وزیر موصوف نے دستخط شدہ جوابی مراسلہ ارسال کیا جس میں لکھا

"اللہ تمہیں معزز کرے، تمہارے مکتوب کا مضمون سمجھ میں آیا۔ ہمارے درمیان اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اہل ذمہ اور جانوروں سب کا علاج درست ہے۔

مگر جانوروں کے علاج سے مقدم انسانوں کا اور اہل ذمہ سے مقدم مسلمانوں کا علاج ضروری ہے۔ مسلمانوں کی ضرورتوں سے جو سامان بچ رہے گا اسے مابعد کے لوگوں میں صرف کیا جائے گا۔ لہٰذا اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ ہمیں عزت دے، عمل کرو اور اور اپنے اطبا کو لکھدو، انھیں حکم دو کہ جن مقامات پر وبائیں اور بیماریاں زیادہ پھیلی ہوئی ہوں وہاں کا دورہ کرتے رہیں، اگر محافظوں کا دستہ نہ پائیں تو راستہ صاف ہوتے تک انتظار کریں، ایسا کریں گے تو ان شاء اللہ مورچہ بندی سے بے نیاز رہیں گی۔

ثابت بن سنان کا بیان ہے کہ محرم میں شفاخانہ بدر معتضدی کے اخراجات سجاح ام متوکل علی اللہ کے وقف کی آمدنی سے پورے کئے جاتے تھے۔ وقف کا متولی ابوصقر وہب بن محمد کلوذانی تھا، اس کی آمدنی کا ایک حصہ بنوہاشم پر اور ایک حصہ شفاخانہ پر خرچ ہوتا تھا۔ بنوہاشم کا حصہ تو ابوصقر بہت جلد ادا کر دیتا مگر شفاخانہ کا حصہ ادا کرنے میں تاخیر اور لیت و لعل سے کام لیتا۔ اس پر والد نے ابوالحسن علی بن عیسیٰ کو لکھا کہ اس صورت حال سے مریضوں کو نقصان پہونچ رہا ہے، انھیں کوئلہ رسد اور کمبل وغیرہ جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے وہ پوری نہیں ہو پاتیں۔

مکتوب کی پشت پر اپنے دستخط سے ابوالحسن نے ابوصقر کو یہ تحریر لکھی۔

"اللہ تمہیں عزت دے، جس بات کا تذکرہ سنان نے کیا ہے پڑھ کر تمہیں معلوم ہوگی یہ نہایت بری ہے۔ تمہاری حد تک جو بات سامنے آئی ہے، اس پر تم سے گفتگو لازم ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں تم بدعملی کے وبال سے بچ نہیں سکتے۔ بنوہاشم کے بارے میں تم نے میرے تعلق سے جس بات کی حکایت کی ہے اس کا ذکر نہیں کروں گا مگر مال کی کمی و بیشی کے جیسے کچھ بھی حالات ہوں، بہرحال اس ضرورت کے پیش نظر اس میں اصلاح و تعدیل ضروری ہے کہ ایک حصہ شفاخانہ کے لئے مقرر کرو، بلکہ دوسری مدوں کے مقابلہ میں یہ مقدم ہے، کیونکہ یہاں جو لوگ پناہ لیتے ہیں وہ کمزور ہیں، نیز شفاخانہ کی بدولت بے حد فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مجھے بتاؤ کہ مسلسل مہینوں تک شفاخانہ کے اخراجات موخر رہے تو اس میں مال کی کمی کا کیا نکتہ رہا ہے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ سردی کا موسم ہے اور ٹھنڈک زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ہر تدبیر ایسی کرو جس سے ان مریضوں کی راحت رسانی کا سامان بعجلت ہو سکے۔ تاکہ شفاخانہ کے اندر جو مریض اور صفراء کے شکار ہوں انھیں کمبل، پوشاک اور کوئلہ گرمی حاصل کرنے کے لئے فراہم ہو۔

خوراک کا انتظام ہو اور علاج معالجہ اور دیگر خدمات انجام پائیں۔ مجھے بتاؤ کہ اس سلسلہ میں تم سے کیا ہوسکتا ہے، کوئی ایسا کام پیش کرو جس سے تمہارے قصد کا پتہ چلے شفاخانہ کے ساتھ اپنی توجہ بیش از بیش کر دو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ"

ثابت بن سنان کا بیان ہے کہ یکم محرم ۳۰۶ھ کو میرے والد سنان بن ثابت نے شفاخانہ سیدہ کا افتتاح کیا جسے "سوق یحیٰی" میں انھوں نے تعمیر کیا تھا، یہاں وہ بیٹھے، اطباء کے مشاہرے مقرر کئے، اور مریضوں کا داخلہ لینا شروع کیا۔ اسے انھوں نے دجلہ کے کنارے بنایا تھا۔ ماہانہ اخراجات سو دینار رکھے اسی سال انھوں نے مقتدر باللہ کو اپنے نام سے ایک شفاخانہ کا مشورہ دیا۔ چنانچہ اس نے انھیں تعمیر کا حکم دیا، اسے انھوں نے باب الشام میں تعمیر کیا اور شفاخانہ مقتدری کے نام سے موسوم کیا۔ اور اس پر مقتدر کے خزانے سے دو سو دینار ماہانہ خرچ کئے۔

ثابت بن سنان کا مزید بیان ہے کہ ۳۱۹ھ میں مقتدر کو خبر ملی کہ اطباء کی غلطی سے ایک عام آدمی مرگیا ہے تو اس نے ابراہیم بن محمد بن بطحا کو ایک حکمنامہ کے ذریعہ پابند کیا کہ شفاخانہ میں وہی اطباء کام کریں جن کا امتحان لے کر میرے والد سنان بن ثابت نے کام کرنے کی اجازت دی ہو، اس طرح کا ایک خط بھی لکھ کر والد کو ارسال کیا، یہ تمام اطباء والد کے پاس آئے، انھوں نے امتحان لیا اور ہر ایک کو اس کے مناسب کام کرنے کی اجازت دی اس طرح بغداد کے دونوں حصوں میں اطبا کی تعداد آٹھ سو ساٹھ سے زائد پہونچی۔ یہ تعداد ان اطباء کے علاوہ ہے جو فن میں باکمال ہونے کے باعث امتحان سے بے نیاز رہے، نیز جو سلطان کی خدمت میں تھے۔

ثابت بن سنان کا یہ بھی بیان ہے کہ راضی باللہ کی جب وفات ہوگئی تو امیر ابوالحسین بحکم نے والد کو بلا کر درخواست کی کہ وہ اس کے یہاں واسط میں چلے آئیں۔ راضی باللہ کے زمانہ میں والد چونکہ اسی راضی سے وابستہ تھے اس لئے ابوالحسین کو والد کی امید نہ تھی۔ والد اس کے پاس چلے گئے اس نے قدر و منزلت کی، انعام دیا، اور کہا "اپنے جسم کی اصلاح و تدبیر، دیکھ بھال اور اس کے مصالح پر نظر رکھنے کے سلسلہ میں مجھے تم پر اعتماد ہے، نیز ایک اور بات بھی ہے جو جسم کے معاملہ سے بھی زیادہ اہم ہے، وہ ہے میرا اخلاقی پہلو، مجھے تمہاری عقل و دانش، فضل و کمال اور دین داری اور خلوص پر پورا بھروسہ ہے۔ فرط غیظ و غضب سے میرا برا حال ہے، حتیٰ کہ مار پیٹ اور خوں ریزی کے بعد سکون ہوتا ہے تو اپنی اس حالت پر سخت ندامت ہوتی ہے۔ تم سے میری درخواست ہے کہ جو کام کرو اس کا جائزہ لیتے رہو، کسی عیب کا پتہ چلے تو بلاخوف اس کے بارے میں سچائی سے بتادو اور اس پر تنبیہ کرو اور اس کا علاج کرو، تاکہ یہ حالت رفع ہوجائے۔

والد نے کہا "امیر کا حکم سر آنکھوں پر، میں ایسا کروں گا، سردست امیر مجھ سے اپنی شکایت کا ایک جامع علاج سن لیں، پھر تفصیل اپنے وقت پر آئے گی، محترم امیر! اس وقت آپ کا جو حال ہے وہ یہ کہ خلق خدا میں کسی کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے اوپر نہیں ہے۔ آپ اپنے ہر ارادہ کے مالک ہیں، جو چاہیں کر سکتے ہیں، جس وقت چاہیں کر سکتے ہیں، جب بھی کسی چیز کا ارادہ کریں گے جس وقت چاہیں گے اس کی تکمیل کریں گے جو بات بھی آپ چاہیں گے ہاتھ سے نہ جائے گی، یاد رکھیں کہ غیظ و غضب اور طیش انسان کے اندر نبیذ سے بھی زیادہ مستی پیدا کر دیتا ہے جس طرح انسان مستی کے عالم میں غیر معقول حرکتیں کر بیٹھتا ہے۔ ہوش آتا ہے تو یاد بھی نہیں رہتا کہ کیا کیا ہے، جب تذکرہ کیا جاتا ہے تو شرم و ندامت محسوس کرتا ہے اسی طرح غیظ و غضب کے عالم میں مدہوشی کی حالت ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لہذا جوں ہی غصہ شروع ہو اور محسوس ہو کہ مدہوشی شروع ہوگئی ہے تو قبل اس کے کہ غصہ سخت ہو اور معاملہ ہاتھ سے نکل جائے اپنے دل میں یہ رکھ لیں کہ سزا کل دیں گے، اس اعتماد کے ساتھ کہ سردست جو کرنا چاہتے ہیں وہ کل بھی کر سکتے ہیں کہا گیا ہے کہ جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو وہ دانشمند ہے۔ ایسا کریں گے تو رات کو سر جھکائیں گے، اور غصہ فرو ہو جائے گا، کیونکہ غصہ بہر حال ہوگا، اس سے جو مدہوشی طاری ہوئی ہے وہ بہر حال رخصت ہو جائے گی، کہا گیا ہے فکر و نظر کے اعتبار سے انسان سب سے زیادہ صحیح اس وقت ہوتا ہے جب رات میں پچھلے اور دن میں اگلے واقعات پر نظر رکھے۔ مدہوشی رخصت ہو جائے تو اس معاملہ پر غور کریں جس نے آپ کو غضبناک کیا، اللہ کی بات، اس سے خوف و خشیت اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے عدم تعرض رکھیں۔ اپنے غصہ کو ان باتوں سے فرو نہ کریں جو گناہ کی موجب ہیں، کیونکہ کہا گیا ہے جو اپنے پروردگار کا گنہگار ہوتا ہے اس کا غصہ فرو نہیں ہوتا۔ یاد رکھیں کہ آپ اللہ کے بس میں ہیں، اس کی رحمت کے محتاج ہیں، مصائب میں اس کی دستگیری کی ضرورت ہے، مصیبتوں کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس میں اپنی ذات کے لئے نفع و نقصان کے مالک نہ آپ ہیں نہ کوئی اور مخلوق، جو سایہ آپ پر پڑے گا اسے صرف اللہ ہی دور کرے گا اور کوئی نہیں، یاد رکھیں کہ انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں، آپ سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں، گو کسی کو ہمت نہیں ہوتی کہ آپ سے اظہار کرے، پس جس طرح آپ کو پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے اسی طرح دوسرے بھی آپ کے عفو و درگذر کے امیدوار ہوتے ہیں، سوچیں وہ کیسی رات ہوتی ہے جو مجرم آپ کے ڈر سے اور متوقع سزا کے خوف سے پریشانی اور اضطراب کے عالم میں بسر کرتا ہے، اور ذرا اندازہ فرمائیں اس سرور اور فرحت کا جو اسے آپ کے عفو کی بدولت ملتا ہے اور اس ثواب کا جو آپ کو حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد رکھیں

ولیعفوا ولیصفحوا ألا تحبون أن یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم ٥	یہ لوگ معاف کریں ، درگزر کریں، کیا یہ بات پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے، اللہ بے حد مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اگر غصہ وہاں آجائے جہاں معاف کیا جائے اور بس عتاب ، زجر، توبیخ اور ملامت و دھمکی کافی ہو تو اس سے آگے تجاوز نہ کریں ۔ معافی اور درگزر سے کام لیں یہی زیادہ بہتر اور اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہونے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وأن تعفوا أقرب للتقوٰی	تمہارا معاف کردینا یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے

الحذر! مجرم وغیرہ کو یہ احساس ہرگز نہ ہو کہ سزا دینے اور سرزنش کرنے کی تمہیں طاقت نہیں ہے۔ اور اگر سزا دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو اتنی ہی سزا دیں جتنے کا مجرم سزاوار ہو ، اس سے آگے تجاوز نہ کریں ورنہ دین پر اثر پڑے گا ، آپ کی بات بگڑے گی ، لوگوں کی نگاہوں میں معیوب ٹھہریں گے۔

یہ طرز عمل ایک بار، دو بار، تین بار گراں گزرے گا ، پھر عادت بن جائے گی ، اور اعتدال کی راہ آسان ہو جائے گی۔

بجکم نے یہ نصیحت پسند کی اور اس کے مطابق عمل کرنے کا وعدہ کیا ، چنانچہ اس کے اخلاق و عادات درست ہونے لگے ، والد اس کی جو جو معیوب باتیں دیکھتے اس پر تنبیہ فرماتے اور ازالہ کی تدبیر کرتے ، حتیٰ کہ بجکم کے اخلاق میں نرمی آگئی ، قتل اور سخت سزاؤں کی عادت جاتی رہی ، عدل وانصاف کا جو مشورہ بھی دیتے اسے خوشگواری کے ساتھ قبول کرتا۔ ظلم وتعدی کی جن باتوں کا ازالہ چاہتے انھیں بخوشی گوارہ کرتا ۔ والد اسے وضاحت سے بتاتے کہ ظلم کے مقابلہ میں عدل وانصاف سلطان کے حق میں زیادہ نتیجہ خیز ہے ۔ اس کے ذریعہ اسے دنیا بھی حاصل ہوگی اور آخرت بھی۔ ظلم کے معاملات خواہ بکثرت اور بعجلت واقع ہو رہے ہوں مگر بسرعت فاسد اور فنا ہو جاتے ہیں ، ان کا ملیا میٹ ہو جاتا ہے، ان میں برکت نہیں ہوتی ، ایسے واقعات اور حوادث رونما ہوں گے جن کا باعث ہم آپ ہوں گے ، اس طرح دنیا بھی ویران ہوگی اور آخرت بھی تباہ ہوگی۔ مگر عدل وانصاف کی باتیں نمو پذیر ہوتی ہیں ، مسلسل پھلتی پھولتی ہیں ، بابرکت ہوتی ہیں ، ان سے دنیا کی تعمیر بھی ہوتی ہے ، آخرت کی کامیابی ، فیروز مندی اور دائمی طور پر نیکنامی حاصل ہوتی ہے۔

بجکم نے اچھی طرح سمجھ لیا اور اس کے مطابق عمل شروع کیا ، واسط کے اندر قحط کے زمانہ میں اس نے ایک مہمان خانہ بنوایا اور بغداد کے اندر ایک ایسا شفاخانہ تعمیر کیا جس میں فقراء اور مساکین علاج معالجہ کی سہولتیں پاتے ۔ اس پر وہ اچھی خاصی رقم خرچ کرتا ۔ رعایا کو آرام پہنچایا، معاملات میں انصاف سے

کام لیا، ان کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا برتاؤ کیا ، اور وہ ساری باتیں انجام دیں جو ضروری تھیں، مگر دیر تک زندہ نہ رہا ، جلد ہی قتل ہو گیا۔

تصنیفات

ابو سعید سنان بن ثابت کی کچھ تصنیفات جو ابو علی محسن بن ابراہیم بن ہلال صابی سے منقول ہیں حسب ذیل ہیں۔

رسالۃ فی تاریخ ملوک السریانیین ، رسالۃ فی سھیل ، رسالۃ الی بجکم رسالۃ الی بن رائق ، رسالۃ الی الحسن علی بن عیسیٰ رحمۃ اللہ ، الرسائل السلطانیات والاخوانیات ، السیرۃ معروف بہ کتاب التاجی۔ چند حصے ہیں اسے عضد الدولہ کے لئے تصنیف کی تھی۔ تاج الملۃ اس میں اپنے اور دیلم کے کارنامے ، حسب ونسب اور اسلاف کا تذکرہ کیا ہے ۔ رسالۃ فی النجوم ، رسالۃ فی شرح مذہب الصابئین ، رسالۃ فی قسمۃ ایام الجمعۃ علی الکواکب السبعۃ ، اسے لکھ کر ابو اسحاق ابراہیم بن ہلال اور ایک اور شخص کی خدمت میں ارسال کیا۔ رسالۃ فی الفرق بین المترسل والشاعر ، رسالۃ فی اخبار آبائہ واجدادہ وسلفہ ،

ہرمس کے نوامیس اور جن سورتوں اور دعاؤں کو صابئین پڑھا کرتے ہیں انھیں عربی میں ترجمہ کیا ، ہندسہ کے اصول ومبادی پر کتاب کی اصلاح کی اور اس میں کافی اضافے کئے۔ ملک عضد الدولہ کو ایک مقالہ لکھ کر بھیجا جس میں دائرہ کے اندر واقع ہونے والے اشکال ذوی الخطوط المستقیمہ پر بحث کی ، انہی اشکال کی بنیاد پر اس نے مسائل ہندسہ کے بہت سارے رموز کا استنباط کیا۔ ابو سہل کوہی کی درخواست پر اس کی بہت ساری کتابوں کی اصلاح کی ۔ کتاب یوسف قس اور [illegible] پر کتاب ارشمیدس کے کچھ مضامین کا سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا اور حک و اصلاح کے بعد انھیں عمدہ قالب میں ڈھالا۔

ابو الحسن ثابت بن سنان

ایک فاضل طبیب اور طب کے اندر اپنے والد کا ہمسر تھا۔ اپنی تاریخ کے اندر جس میں اس نے اپنے زمانہ یعنی مقتدر باللہ کے عہد سے لے کر طائع للہ کے زمانہ تک کے واقعات وحوادث کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ اس کے والد راضی باللہ کی خدمت میں رہے ، خاص اپنے متعلق لکھا ہے کہ فن طب کے ذریعہ اس نے متقی بن مقتدر باللہ نیز مستکفی باللہ کی بھی خدمت کی ہے

اس نے مزید کہا ہے کہ ۳۱۳ھ میں وزیر خاقانی نے اس شفاخانہ کی ذمہ داری سپرد کی جسے ابن فرات نے درب المفضل میں تعمیر کیا تھا۔ اپنی مذکورہ تاریخ کے اندر اس نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ابو علی بن مقلہ کو راضی باللہ کی جانب سے ۳۲۴ھ میں وزیر ابو علی عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کے سپرد کیا گیا، اسے وہ ۳ جمادی الاخریٰ بروز پنجشنبہ اپنے گھر لایا اور گھر کے اندر ڈنڈوں سے اسے زدو کوب کیا گیا، دس لاکھ دینار کے عوض اس کا خط ضبط کر لیا گیا، وزیر کی جانب سے یہ کارروائی بحریہ کے نیان کبیر نے انجام دی، پھر اسے ابوالعباس حصینی کے سپرد کر دیا گیا اور اس پر ماکرد اور نیان کبیر کو تعینات کیا گیا۔ حصینی نے اس کی نگران ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ اسکافی معروف بہ ابو نغرہ کو اور سزا اور سرزنش کا کام دستوانی کو حوالہ کیا۔ دستوانی نے زدو کوب، بندش، شدید جسمانی اذیت اور تعذیب کے دیگر وحشت ناک طریقوں کو اس قدر آزمایا کہ الامان والحفیظ، میں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ تماشہ دیکھا۔ ابوالعباس حصینی نے اس کی تکلیف معلوم کرنے کے لئے مجھے بھیجا اور کہا کہ فصد کی ضرورت ہو تو اپنے سامنے فصد کرا دینا۔ میں ابن مقلہ کے پاس آیا تو اسے ایک بوسیدہ چٹائی پر پڑا ہوا پایا، چٹائی ایک گھاس کی بنی ہوئی تھی، ایک نہایت گندہ تکیہ سر کے نیچے تھا، اور بالکل برہنہ تھا، جسم پر صرف پائجامہ تھا۔ بدن سر سے لیکر پیر کی انگلیوں تک سب کا سب بیگنی رنگ کا ہو چکا تھا۔ کوئی حصہ صحیح و سالم نہ تھا۔ سخت ضیق تنفس پیدا ہو چکا تھا، کیونکہ دستوانی نے سینہ پر سخت اذیت پہونچائی تھی۔ میں نے حصینی کو بتایا کہ اسے فصد کی شدید ضرورت ہے، اس نے کہا اسے اور سزا دینے کی ضرورت ہے پھر یہ تدبیر کیسے ہو گی، میں نے کہا "نہیں معلوم" بس اتنا جانتا ہوں کہ فصد نہ کی گئی تو مر جائے گا، فصد کی گئی اور مزید اذیت پہنچائی گئی تو بھی مر جائے گا۔ اس نے ابوالقاسم بن ابی نغرہ اسکافی سے کہا " اس کے یہاں جاؤ، اور کہو کہ فصد لینے سے تمہیں آرام پہنچنے کی امید ہے، تو یہ خیال خام ہے۔ فصد لے لو، مگر یاد رکھو کہ سزا مل کر رہے گی۔ پھر مجھ سے کہا " بہتر ہے کہ اس کے ساتھ تم بھی جاؤ " میں نے معافی چاہی مگر معاف نہ کیا۔ چنانچہ میں بھی گیا، اسکافی نے پیغام پہونچا دیا اس نے کہا " اگر بات یہی ہے تو فصد نہیں چاہیے، میں اللہ کے حضور رہوں گا، ہم نے واپس آکر اس کا جواب سنایا۔ اس نے مجھ سے پوچھا " تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کہا " فصد کی جائے اور آرام بھی دیا جائے" اس نے کہا " جاؤ انجام دو " میں اس کے یہاں واپس آیا اور اپنی موجودگی میں فصد کھلوائی، اور اس دن اسے آرام دیا گیا، تکلیف کم ہو گئی۔ دوسرے دن سزا متوقع تھی، خوف سے مدہوش تھا۔ اتفاق سے حصینی کو کوئی ایسی ضرورت پیش آئی جس کے باعث اس دن اسے روپوش ہونا پڑا۔ ابن مقلہ اسی دن بھی آرام سے رہا۔ کوئی سزا دینے والا نہ تھا۔ بے شان و گمان دشمن سے نجات ملی، اور اس کی جان میں جان آئی۔ ابن فرایہ نے آکر اس کے مطالبات کی ضمانت لی اور رہا کرا کر لے گیا، اس سے پہلے وہ حصینی کو پچاس ہزار دینار سے زیادہ رقم ادا کر چکا تھا۔ عادلوں کو گواہ بنا کر اس نے اپنی، اپنے بیٹوں کی تمام جائداد اور اپنا اسباب سلطان کو بیچ دیا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اس نے لکھا ہے کہ ابن مقلہ کا ہاتھ جب کاٹ دیا گیا تو راضی باللہ نے شام کو بلا کر مجھے اس کا علاج کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے یہاں پہونچا تو دیکھا کہ صحن شجرہ کے مکان میں محبوس ہے، اور دروازہ مقفل ہے۔ خادم نے دروازہ کھولا، اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ مکان کے ایک پایہ ستون پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور رنگ ستون کے رنگ کی طرح رصاصی ہو چکا ہے۔ بیحد کمزور ہے اور بازو کے تڑپنے سے بیحد اضطراب کا عالم طاری ہے۔ مکان کے اندر جوٹ کا ایک قبہ نظر آیا جو اس کے لئے بنایا گیا تھا، اس کے اوپر جوٹ کی دو برجیاں بنی ہوئی تھیں جن میں مصلّی اور طبری تکیے رکھے ہوئے تھے۔ مصلّی کے ارد گرد عمدہ میووں کی بکثرت طشتریاں رکھی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھ کر رو پڑا اپنی مصیبت بیان کی، بازو کے تڑپنے سے جو سخت اذیت پہونچ رہی تھی اس کا اظہار کیا، بازو نہایت متورم ہو چکا تھا، بریدگی کے مقام پر لاجوردی رنگ کا ایک قردوانی موٹا چیتھڑا رکھ کر سن کے ریشوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ میں نے اسے تسکین و تسلی دی، ریشہ کھول کر چیتھڑا ہٹا دیا، دیکھا تو نیچے بریدگی کے مقام پر گوبر رکھا ہوا ہے، اسے صاف کرنے کا حکم دیا، تو قطع و برید کے نیچے بازو کا سرا سن کے ریشہ سے بندھا ہوا پایا، شدت ورم سے یہ ریشے اندر کو دھنس گئے تھے۔ اور اب بازو سیاہ ہونے لگا تھا، میں نے کہا کہ ریشے ہٹا کر گوبر کی جگہ کافور رکھ دی جائے اور بازو پر صندل، گلاب اور کافور کا طلا کیا جائے، اس نے کہا " آقا! جو مناسب ہو وہ کرو " خادم نے جو میرے ساتھ اندر داخل ہوا تھا کہا " اس سلسلہ میں آقا سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، وہ گیا اور واپس آیا تو کافور سے بھرا ہوا ایک بڑا خزانہ ساتھ لایا۔ اس نے کہا کہ آقا نے اجازت دیدی ہے کہ جو مناسب سمجھو کرو، اور حکم بھی دیا ہے کہ زیادہ سے توجہ دے کر اسے آرام پہونچاؤ اور اس وقت تک اس کی خدمت میں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اسے صحت مند نہ کر دے۔ چنانچہ ریشوں کو ہٹا کر بریدگی کے مقام پر کافور کا خزانہ انڈیل دیا، بازو پر طلا کیا، اس نے آرام محسوس کیا، بازو کا پھڑکنا بند ہو گیا، میں نے پوچھا کچھ غذا ملی ہے؟، اس نے کہا " کھانا کیوں کر حلق سے اتر سکتا ہے؟ " میں نے کھانا منگوایا، مگر کھانے سے احتراز کیا، میں نے تسلی دی، خود اپنے ہاتھ سے لقمہ دیا، اس نے تر گرام روٹی اور آنا ہی چوزے کا گوشت کھایا۔ پھر قسم کھا کر کہا کہ اس سے زیادہ نہیں کھا سکتا، ٹھنڈا پانی پیا اور سکون حاصل کیا، میں واپس ہوا، دروازہ مقفل کر دیا گیا، اور وہ تنہا پڑا رہا۔ دوسرے دن ایک سیاہ غلام خدمت کے لئے بھیجا گیا، اسے بھی اس کے ساتھ قید کر دیا گیا، عرصہ تک اس کے یہاں آتا جاتا رہا۔ بائیں پیر میں

[illegible] دایاں ہاتھ جو کاٹ دیا گیا تھا اس کی اور بائیں پیر کی شدت تکلیف سے نیند حرام ہو گئی تھی، مگر پھر عافیت ملی۔ جب بھی اس کے یہاں آتا سب سے پہلے اپنے فرزند ابوالحسین کے متعلق پوچھتا۔ جب اس کی سلامتی کی خبر دیتا تو نہایت سکون محسوس کرتا۔ اس کے بعد خود اپنا نوحہ کرکے اور اپنے ہاتھ کو رو کر کہتا "اس ہاتھ سے تین بار تین خلفاء کی مدد کی تھی، اور دو بار قرآن لکھا تھا، مگر چوروں کی طرح اسے کاٹ دیا گیا ہے، تمہیں یاد ہے نا، کہہ رہے تھے کہ یہ آخری مصیبت ہے، جلد ہی چھٹکارا مل جائے گا؟" میں نے کہا "ہاں کہا تھا" اس نے کہا "دیکھ رہے کس حال میں ہوں؟" میں نے کہا "اب اس کے بعد کچھ نہ ہوگا، اب تمہیں آرام کی امید رکھنی چاہئے کیونکہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کیا جا چکا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی، یہ سنگدلی کی انتہا ہے، انتہا کے بعد انحطاط کا عمل ہوتا ہے" اس نے کہا "ایسا نہ کہو، کیونکہ اذیت کا میرے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہوگیا ہے، ایک اذیت کے بعد دوسری اذیت آتی ہے، اس کا سلسلہ تب ہی ختم ہوگا جب جان چلی جائے گی۔ یہ اذیت حمی دق کی طرح چمٹ گئی ہے، حمیٰ دق کا مریض جب تک مر نہیں جاتا، تب تک یہ بخار ساتھ نہیں چھوڑتا۔" اس کے بعد مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا ؎ (وافر)

اذا ماما ت بعضک فابک بعضا　　فبعض الشیٔ من بعض قریب

—— تمہارا ایک حصہ مر جائے تو دوسرے حصہ کو روؤ کیونکہ ایک چیز کے حصے ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں

ہوا بھی ایسا ہی، بحکم جب بغداد سے قریب ہوا تو ابن مقلہ کو یہاں سے ایک پوشیدہ مقام پر منتقل کردیا، جہاں سے اس کی کوئی خبر نہیں آتی تھی۔ میں بھی پردہ میں رکھا گیا۔ اسکے بعد اس کی زبان کاٹ دی گئی اور قید کے اندر مدت تک رکھا گیا۔ پھر اسے اسہال کی شکایت ہوئی، کوئی معالج تھا نہ کوئی خادم حتیٰ کہ مجھے معلوم ہوا کہ خود بائیں ہاتھ سے پانی پیتا، اور بائیں ہاتھ ہی سے رسی منہ میں پکڑ پکڑ کر کھینچتا تھا۔ سخت مصیبت میں رہ کر انتقال کیا۔"

زیر تذکرہ ثابت بن سنان ھلال بن محسن بن ابراہیم کاتب و ادیب کا ماموں تھا،

تصنیفات

کتاب التاریخ، اس میں ان واقعات و حوادث کا تذکرہ کیا ہے جو اس کے زمانہ میں یعنی ۲۹۵ھ سے اس کی وفات تک پیش آئے۔ میں نے یہ تاریخ اس کے قلم سے لکھی ہوئی دیکھی ہے، اس میں اس نے اپنے فضل و کمال کا اظہار کیا ہے،

ثابت بن سنان کی وفات ۳۶۳ھ میں ہوئی۔

ابو اسحاق ابراہیم بن سنان بن ثابت بن قرہ

علوم حکمیہ میں باکمال، فن طب کا فاضل، ہم عصروں میں اعلیٰ، ذہین، طباع اور خوش نویس تھا۔ ولادت ۲۹۶ھ میں اور وفات ۱۵ محرم ۳۳۵ھ بروز یکشنبہ ہوئی۔ مرض الموت کا سبب ورم کبد تھا۔

ابو اسحاق ابراہیم بن زہرون حرّانی

ایک مشہور طبیب گذرا ہے۔ فن طب کے اندر وافر معلومات رکھتا تھا، خوش معاملہ اور نیکوکار تھا۔ وفات ۱۹ صفر ۳۰۹ھ بروز یکشنبہ بغداد میں ہوئی۔

ابوالحسن ثابت بن ابراہیم بن زہرون حرانی

ایک فاضل طبیب تھا۔ درّاک ذہن، کثیر العلم، ماہر فن، علاج کی اہلیت اور طب کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتا تھا، بایں ہمہ علم کے باب میں بخیل بھی تھا۔

ابن بطلان کی تحریر بعنوان "علۃ نقل الاطباء المہرۃ تدبیر اکثر الأمراض....." میں وارد ہے کہ بغداد میں وزیر ابو طاہر بن بقیہ کو اس گھر کے اندر سکتہ ہو گیا جو جسر کے کنارہ واقع تھا۔ امیر عزالدولہ بختیار بھی آیا۔ اطباء نے متفقہ طور پر موت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ ابوالحسن حرانی نے آگے بڑھ کر کہا، میں بھی ساتھ تھا "امیر! اگر یہ مر ہی چکے ہیں تو فصد سے کوئی نقصان نہ ہوگا، کیا فصد کھولنے کی اجازت ہے؟" انھوں نے فرمایا "ابوالحسن! اجازت ہے۔" ابوالحسن نے فصد کھولی، تھوڑا سا خون رِسا اور رِستے رِستے بہنے لگا۔ وزیر کو افاقہ ہو گیا۔ تنہائی میں واقعہ پوچھا، وہ اپنے خیالات کو محفوظ رکھتے تھے، مگر فرمایا "وزیر کا معمول یہ تھا کہ معدہ کی رگوں سے موسم بہار میں کافی خون کا استفراغ کیا کرتے تھے، اس موسم میں ایسا نہ ہو سکا، میں نے فصد کھول دی تو طبیعت گھٹن سے نکل کر معمول پر آگئی۔"

عبیداللہ بن جبرئیل کا بیان ہے عضدالدولہ بغداد آئے تو اطباء میں سب سے پہلے ابوالحسن حرانی نے جو عمر دراز ہو چکے تھے، اور سنان نے ملاقات کی۔ یہ ابوالحسن سے کم عمر تھے۔ دونوں باکمال عالم تھے، اور دونوں مریضوں کا دورہ کرتے اور سلطان کے گھر جایا کرتے تھے، چنانچہ اس کی نگاہ میں خوب تر ہوتے۔ عبیداللہ کا بیان ہے کہ

عضدالدولہ کے یہاں دونوں حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا "کون ہیں؟" لوگوں نے کہا۔ "اطباء ہیں" سلطان نے کہا۔ "ہم آرام سے ہیں، اطباء کی ضرورت نہیں ہے۔" دونوں شرمندہ ہوکر واپس چلے۔ دہلیز تک پہنچے تو سنان نے ابوالحسن سے کہا۔ "یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ اس شہر کے یہاں آئیں اور وہ ہمیں پھاڑ کھائے، جبکہ ہم دونوں بغداد کے شیخ ہیں۔" ابوالحسن نے پوچھا "ترکیب کیا ہے؟" سنان نے کہا۔ "واپس چلیں، میں بات کروں گا، دیکھتے ہیں کیا جواب دیتا ہے۔" ابوالحسن نے کہا "ٹھیک ہے۔" دونوں اجازت لے کر اندر داخل ہوئے۔ سنان نے کہا۔ "ہمارے آقا بادشاہ کی عمر دراز ہو! ہمارے فن کا موضوع مریضوں کا علاج نہیں بلکہ حفظانِ صحت ہے۔ بادشاہ کو اس فن کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔" عضدالدولہ نے کہا۔ "سچ کہہ رہے ہو۔" پھر دونوں کے لیے گراں قدر مشاہرے متعین کیے۔ اب دیگر اطباء کی طرح وہ بھی دربار میں آنے لگے۔

عبیداللہ بن جبرئیل کا مزید بیان ہے۔ ان دونوں کے بکثرت دلچسپ واقعات ہیں۔ ایک واقعہ کلیجیاں بھوننے والے کا ہے۔ باب الازج پر ایک شخص کلیجیاں بھونتا تھا۔ یہ دونوں گذرتے تو انھیں دعا دیتا، ممنونیت کا اظہار کرتا اور جب تک واپس نہ ہوجاتے احترام میں کھڑا رہتا۔ ایک دن دونوں گذرے تو اسے نہیں دیکھا، خیال ہوا کہ کوئی مصروفیت ہوگی، دوسرے دن بھی نظر نہ آیا تو تفتیش کی، معلوم ہوا کہ ابھی ابھی اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ دونوں کو حیرت ہوئی اور ایک دوسرے سے کہا۔ "اس کا ہم پر حق ہے، ہمیں چل کر اسے دیکھنا چاہیے۔" دونوں نے جاکر دیکھا، تو باہم فصد کھولنے کا فیصلہ کیا، اہلِ خانہ سے درخواست کی کہ ایک گھنٹہ اس کی تجہیز مؤخر کردیں تاکہ معاملہ سمجھ میں آسکے۔ گھروالوں نے بات مان لی۔ مشورے کے مطابق فصاد بلاکر نہایت کشادہ فصد کھول دی گئی۔ نہایت غلیظ خون نکلا۔ جوں جوں خون نکلتا گیا مریض کی حالت بہتر ہوتی گئی، حتیٰ کہ بول اٹھا۔ دونوں اس کے بعد دوا پلاکر واپس چلے گئے۔ تیسرے دن مریض دوکان پر آیا۔ یہ ان کا معجزہ تھا۔ پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ کلیجیاں بھونتے وقت مریض تھوڑا کھالیتا رہا ہے۔ چنانچہ جسم کے اندر غلیظ خون اکٹھا ہوتا رہا، اسے پتہ نہ چل سکا۔ حتیٰ کہ یہ خون عروق سے نکل کر اوعیہ (VESSELS) کے اندر داخل ہوا۔ اس سے حرارتِ عزیزیہ پر اثر پڑا، جس کے نتیجہ میں اختناقی کیفیت رونما ہوئی۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے چراغ کے اندر بتی میں تیل زیادہ آجانے سے گھٹن پیدا ہوجاتی ہے۔ فصد کے ذریعہ خون کو منتشر کردیا گیا تو کمی آگئی، اور بوجھ ہلکا ہوگیا، حرارت پھیل گئی، جسم اپنی جگہ پر واپس آگیا۔ یہ امتلائی کیفیت بلغم کی وجہ سے بھی لاحق ہوتی ہے۔ اس کے اسباب کا تذکرہ فاضل جالی نوس نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تحریم الدفن قبل اربع وعشرین ساعۃ" کے اندر کیا ہے۔

عبیداللہ بن جبرئیل کا بیان ہے کہ ابوالحسن حرانی سے سب سے دلچسپ یہ واقعہ سنا ہے کہ وہ شریف محمد بن عمر رحمہ اللہ کے یہاں پہنچا۔ یہ شخص نہایت عالی رتبہ تھا اور شدید ضیق تنفس میں مبتلا تھا،

ابوالحسن نے نبض دیکھ کر مناسب دوا تجویز کردی۔ مریض نے فصد کی بابت پوچھا تو ابوالحسن نے کہا "گو مرض میں اس سے بے حد تخفیف ہوسکتی ہے، مگر میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد ابوموسیٰ معروف بہ بقہ طبیب آیا۔ اس نے نبض اور قارورہ دیکھ کر مشورہ دیا۔ شریف نے کہا۔ "ابوالحسن حرانی ابھی ابھی میرے یہاں سے گیا ہے، اس سے فصد کی بابت پوچھا گیا تو اس نے کہا یہ صحیح نہیں ہے۔ بقہ نے کہا۔ "ابوالحسن کو زیادہ علم ہے۔" یہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ کچھ دوسرے اطباء آئے جو درجہ میں کمتر تھے۔ انھوں نے کہا "فصد سے ابھی سکون ہوجائے گا۔" یہ مریض کے عزم کو برابر مہمیز کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے فصد کھلوالی۔ اس سے مبینہ طور پر تخفیف ہوگئی۔ مریض سو گیا۔ سکون ملا اور بعافیت غذا لی۔ شام میں ابوالحسن حرانی عیادت کے لیے آیا۔ مریض آرام اور سکون سے پایا۔ اس حال میں دیکھ کر کہا۔ "تم نے فصد کھلوائی ہے۔" مریض نے کہا۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ تم نے فصد کا حکم نہیں دیا تھا۔" اس نے کہا۔ "یہ سکون اسی فصد کا نتیجہ ہے۔" شریف نے کہا۔ "جب یہ بات معلوم تھی تو فصد کا مشورہ تم نے کیوں نہیں دیا۔" ابوالحسن نے کہا۔ "فصد کھلوالی ہے تو اب چوتھیا بخار کی ستر باریوں کا انتظار کیجئے، بقراط اور جالی نوس بھی آجائیں تو اس انجام سے بچ نہیں سکتے۔" اس کے بعد قلم دوات اور کاغذ منگایا اور ستر باریوں کے لیے نسخہ لکھ کر حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ آپ کا علاج ہے۔ باریاں ختم ہوجائیں گی تو پھر آؤں گا۔" چند ہی دنوں کے بعد بخار آیا اور اسی طرح باقی رہا جیسا ابوالحسن نے کہا تھا۔ مریض نے اس کی تجویز کردہ دواؤں کی خلاف ورزی نہیں کی، چنانچہ صحت یاب ہوگیا۔

عبیداللہ بن جبرئیل کا ایک اور بیان ہے کہ حاجب کبیر کا ایک غلام تھا جس سے اسے بیحد محبت تھی۔ اتفاق سے حاجب نے ایک بڑی دعوت کا انتظام کیا جس میں حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار مدعو تھے۔ دعوت کا اہتمام کرتے ہوئے غلام کو شدید بخار ہوگیا۔ اس پر حاجب نہایت مضطرب ہوا۔ اس نے ابوالحسن حرانی کو بلاکر کہا۔ "ابوالحسن! میں چاہتا ہوں کہ یہ غلام پرسوں میری خدمت پر حاضر ہوجائے، لہٰذا جو تدبیر کرسکتے ہو کرو، میں تمہاری حسن کارکردگی کے شایانِ شان انعام دوں گا۔" ابوالحسن نے کہا "حاجب! اگر غلام کو اپنی بیماری کے ایام پورا کرنے کی مہلت دو تو زندہ رہے گا، ورنہ سرگرم علاج سے کل تمہاری خدمت کے لائق تو ہوسکتا ہے مگر اگلے سال انہی دنوں میں شدید بخار لاحق ہوجائے گا، پھر کسی طبیب کی دوا کارگر نہ ہوگی، پہلے یا دوسرے بحران میں انتقال کرجائے گا۔ دونوں صورتیں تمہارے سامنے ہیں جو صورت پسند کرو۔" حاجب نے کہا۔ "پرسوں میری خدمت میں آجائے، بس یہ چاہتا ہوں، اگلے سال تک آرام سے رہے۔" اس کا خیال تھا کہ ابوالحسن نے اس قسم کی بات ٹالنے کی خاطر کہی ہے۔ ابوالحسن نے سرگرمی سے علاج شروع کیا۔ چنانچہ دوسرے دن افاقہ ہوگیا۔ حاجب نے ابوالحسن کو نہایت عمدہ خلعت اور بہت سارا مال دیا اور بڑی عزت سے پیش آیا۔ اگلے سال انہی دنوں غلام کو دوبارہ بخار ہوا اور سات دن مبتلا رہ کر اس نے انتقال کیا۔ چنانچہ حاجب اور عوام کی ایک جماعت ابوالحسن کی پیشگوئی سے بیحد متاثر ہوئی اور اس کا مقام و رتبہ بیش از بیش ہوگیا۔ یہ اس کا گویا ایک معجزہ تھا۔

بلال بن محسن بن ابراہیم صابی کاتب کا بیان ہے' وہ کہتا ہے ہم سے ابومحمد حسن بن حسین نو بختی نے وہ کہتا ہے مجھ سے شریف ابوالحسن محمد بن عمر نے بیان کیا کہ بندہ خاقان کے گھرانوں سے انھوں نے ایک دانشور کنیز گیارہ ہزار درہم میں خریدنی چاہی۔ درمیانی واسطہ ابوالمسیب فہد بن سلیمان تھا۔ ابوالمسیب سے انھوں نے کہا بہتر ہے اس سلسلے میں ابوالحسن حرانی سے مشورہ کر لو۔ اور انھیں کنیز کو دیکھ لینے کی زحمت بھی دو۔" چنانچہ ابوالحسن کے یہاں جاکر دارالقدم میں کنیز کو دیکھنے کی درخواست کی۔ یہ بیمار تھی۔ ابوالحسن نے معائنہ کیا' نبض اور قارورہ دیکھا۔ پھر چپکے سے کہا" کل شب میں اگر اس نے سماقی[1] یا حصرمی غذا' اور ککڑی اور خیرہ کھایا ہو تو خرید لو' ورنہ تعرض نہ کرو۔" چنانچہ ہم نے پوچھا کہ کنیز نے کل شب میں کیا کھایا تھا' جواب میں وہی کچھ باتیں بتائی گئیں جن کا تذکرہ ابوالحسن نے کیا تھا۔ چنانچہ کنیز خرید لی گئی۔ اس پر ہمیں بھی حیرت ہوئی اور جس نے سنا اسے بھی۔

محسن بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ابوجعفر بن قاسم بن عبید اللہ ہمارے چچا ابوالحسن حرانی پر کیچڑ اچھالتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے والد کو اس نے قتل کر دیا ہے۔ میں نے اپنے والد ابواسحاق ابراہیم سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ابوجعفر تمہارے چچا ابوالحسن کا دشمن تھا اور انھیں قتل کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اتفاق سے ابوجعفر مرض الموت میں گرفتار ہوا۔ اسے مشورہ دیا گیا کہ ابوالحسن کا علاج کریں۔" اس نے کہا" مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے۔ بایں ہمہ اس کے باب میں جو بُرا خیال رکھتا ہوں اسے معلوم بھی ہے۔" اس نے دیگر اطبار پر اعتماد کیا۔ ابوالحسن کے ایک بھائی نے اس کی خدمت میں حاضر ہوکر بتایا کہ ابوجعفر کی بیماری کا کیا علاج ہو رہا ہے۔ ابوالحسن نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہا" میرے باب میں اس شخص کا جو خیال ہے وہ تجھے معلوم ہے' جو علاج ہو رہا ہے وہی ہوتا رہا تو لامحالہ یہ شخص مرجائے گا اور ہم نجات پاجائیں گے' لہٰذا چاہتا ہوں کہ میرے علاج سے اسے روکو اور دوسرے علاج پر مطمئن کرو۔" ابوجعفر کی بیماری بڑھتی گئی حتیٰ کہ قاہر باللہ کی گرفتاری میں آنے کے دس دن بعد وفات ہوگئی۔

محسن ہی کا بیان ہے کہ مجھے تیز بخار ہوگیا۔ حملہ اچانک تھا۔ ہمارے چچا ابوالحسن نے آکر نبض دیکھی اور جانے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ کچھ کہا نہیں۔ والد نے پوچھا" چچا! ایسی حالت میں آپ کیا علاج تجویز کر رہے ہیں؟" انھوں نے چپکے سے کہا" پچاس دن سے پہلے کچھ نہ پوچھو۔" قسم خدا کی بخار ترپنویں دن رخصت ہوگیا۔

ابوعلی بن کمیخا نصرانی کاتب کی حکایت ہے کہ عضدالدولہ ۳۶۷ھ میں مدینۃ السلام پہنچے تو مجھے ابومنصور نصر بن ہارون نے جو اس وقت عضدالدولہ کے ساتھ آئے تھے بلا کر اطبار بغداد کے بارے میں معلومات چاہی۔ میں نے عبدیشوع جاثلیق سے ملاقات کر کے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہاں اطبار کی ایک جماعت موجود ہے مگر ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں کچھ امید کی جاسکتی ہے تو وہ ابوالحسن سے جو ایک دانشور ہے اور فن میں اپنا کوئی ہمسر نہیں رکھتا۔ . . . . گر یہ

(۱) سماقیہ: وہ غذا جس میں سماق شامل ہو' حصرمیہ: وہ غذا جو نا پختہ انگور سے تیار کی گئی ہو۔

قلیل الحصول ہے۔ ابوالحسن میرا دوست ہے۔ میں اسے خدمت میں بھیجوں گا' اس کی مساعدت کروں گا اور مشورہ دوں گا کہ سرگرمی سے خدمت کرے۔ جاثلیق نے ابوالحسن سے ابومنصور نصر بن ہارون کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کی' ابوالحسن اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے عضدالدولہ کے یہاں جاکر اسے دیکھنے اور مناسب علاج و تدبیر کا حکم دیا۔ ابوالحسن نے بسر و چشم منظور کیا اور شرط رکھی کہ ماکول و مشروب اور باطنی حالات میں عضدالدولہ کا طرزِ عمل دیکھے گا۔ ابومنصور نے ان تمام باتوں کا مطالعہ کیا' اور ابوالحسن جب دوبارہ آئے تو ان کے تمام سوالات کے جوابات دیے' اس کے بعد وہ کچھ دنوں آتے جاتے رہے' پھر آنا جانا بند کر دیا۔ جاثلیق سے ملاقات ہوئی تو اس نے آمد و رفت بند کر دینے پر عتاب کیا اور بتایا کہ یہ کس قدر ناپسند کی گئی ہے۔ انھوں نے کہا" آمد و رفت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسے اپنے لیے درست بھی نہیں سمجھتا۔ سلطان کے پاس فاضل' دانشور اور صاحبِ علم اطباء موجود ہیں' وہ اس کا مزاج اور علاج سمجھ چکے ہیں' دوسروں کی ضرورت نہیں ہے۔ جاثلیق نے بہ اصرار پوچھا کہ آخر یہ موقف کیوں اختیار کیا' اور کیوں اس طرح کا عذر پیش کر رہے ہو۔" انھوں نے کہا۔ یہ سلطان ایک سال عراق کے اندر قیام کرے گا تو اس کی عقل فاسد ہو جائے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ طبیب اور معالج کی حیثیت سے میرے ہاتھوں اس انجام کو پہنچے۔ جاثلیق اگر میرا حوالہ دیکر یہ بات پہنچائے گا تو اللہ کی قسم کھا کر اور اپنے مذہب سے برأت کا واسطہ دے کر کہوں گا کہ یہ بات میں نے نہیں کی ہے۔ تم پر واجب ہے کہ یہ بات صرف اپنی حد تک رکھنا۔" چنانچہ جاثلیق نے یہ بات پوشیدہ رکھی۔ عضدالدولہ جب دوبارہ عراق واپس آیا تو ابوالحسن نے پیشگوئی کی تھی وہ پوری ہوئی۔

ابوالحسن حرانی کی وفات ۱۱ ذی قعدہ ۳۶۵ھ کو ہوئی۔

تصنیفات

کناش یوحنا بن سرابیون کے چند مقالات کی اصلاح۔ اور چند استفسارات کے جوابات۔

ابن وصیف صابیؒ

امراضِ چشم کا ایک صاحبِ علم طبیب تھا۔ اس فن کے اندر ہم عصروں میں اس سے زیادہ کوئی صاحبِ علم تھا نہ علاج میں کوئی دسترس رکھتا تھا۔

سلیمان بن حسان کہتا ہے مجھ سے احمد بن یونس حرانی نے بیان کیا' وہ کہتا ہے کہ میں احمد بن وصیف صابی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سات اشخاص وہاں آنکھوں کا قدح[1] کرانے کے لیے حاضر تھے۔ ان میں ایک خراسانی بھی تھا جسے اس نے

(۱) قدح: جراحی کا ایک عمل جس کے ذریعہ آنکھوں سے سفید مضر پانی خارج کر دیا جاتا ہے۔

اپنے سامنے بٹھا رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں کو دیکھا تو قدح کے لیے موافق پایا۔ اُجرت کے لیے مول بھاؤ کیا، بالآخر معاوضہ اسّی درہم قرار پایا۔ مریض نے قسم کھا کر کہا کہ اس رقم کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر ابن وصیف کو اطمینان ہوگیا تو اس نے مریض کو چمٹا کر ہاتھ بازو پر بلند کیے، یہاں اسے ایک چھوٹا سا ٹپا محسوس ہوا جس کے اندر دینار تھے۔ ابن وصیف نے پوچھا "یہ کیا ہے؟" "خراسانی کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ ابن وصیف نے کہا "تم جھوٹی قسم کھاتے ہو اور اُمید رکھتے ہو کہ روشنی واپس آجائے گی۔ اپنے پروردگار کو دھوکہ دیا ہے تو بخدا میں تیرا علاج نہ کروں گا۔" مریض نے ہرچند درخواست کی مگر اس نے قدح کرنے سے انکار کر دیا۔ اسّی درہم جو اس نے دیئے تھے واپس کر دیئے اور قدح نہیں کیا۔

غالب طبیب معتضد

معتضد باللہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے مشہور ہے۔ شروع میں موفق طلحہ بن متوکل کے یہاں رہا کیوں کہ متوکل کے زمانے سے اس کا خادمِ خاص رہا ہے، متوکل کی تمام اولاد نے غالب کی اولاد کے ساتھ دُودھ پیا ہے اس لیے ان سے مسرور ہوتا تھا۔ مُوفق جب تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اسے جاگیریں اور انعامات دے کر مالا مال کر دیا۔ والد کی طرح یہ بھی اس کا ندیم رہا اور اپنے ہاتھوں سے پلاتا تھا۔ مُوفق کے پستان پر ایک تیر لگا تھا، جس کا علاج اسی غالب نے کیا تھا۔ صحت یاب ہونے پر اسے بہت ساری دولت، جاگیریں اور خلعت عطا کیں، اپنے غلاموں سے کہا "جو میری عزت کرنا چاہتا ہے وہ غالب کی عزت کرے اور اسے صلہ دے۔ چنانچہ مسرور دس ہزار دینار اور سو پارچے لایا، بقیہ غلاموں نے بھی اسی قدر پیش کیا۔ چنانچہ غالب کے پاس بکثرت دولت اکٹھا ہوگئی۔ مُوفق نے صاعد اور عبدون کو گرفتار کیا تو عبدون کے چند عیسائی غلام بھی ہاتھ آئے۔ ان میں جس نے اسلام قبول کر لیا اس کا روزینہ مقرر کر کے چھوڑ دیا گیا، جس نے نہیں کیا اسے غالب کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ اس طرح غالب کے یہاں آنے والے غلاموں کی تعداد ستّر بالغ و نابالغ کی پہنچ گئی۔ ان کے ساتھ حاجب کا قاصد پہنچا تو غالب نے پوچھا "ان کا کیا کروں۔ بعد ازاں ناقہ پر سوار ہو کر موفق کے پاس پہنچا اور کہا۔ یہ کہا "یہ غلام میری روزی کے ساتھ جائداد کی ساری دولت ہڑپ کر جائیں گے۔" مُوفق نے ہنستے ہوئے اسماعیل سے کہا کہ ان کی جاگیروں میں فوجی جاگیروں کا بھی اضافہ کیا جائے۔ یہ بڑی بھاری جاگیریں تھیں، جن کی سالانہ آمدنی سات ہزار دینار تھی۔ علاوہ ازیں ان جاگیروں کو سالانہ پچاس ہزار درہم لے کر غیر خراجی قرار دی۔

مُوفق طلحہ کے بعد غالب نے اس کے فرزند معتضد باللہ ابوالعباس احمد کی خدمت کی۔ اس زمانے میں وہ خلیفہ کا نہایت محبوب اور اس کے نزدیک مستحکم حیثیت کا مالک رہا۔ معتضد اس سے خوش گمان تھا اور اس کے علاج پر بھروسہ رکھتا تھا۔ ثابت بن سنان بن ثابت کا بیان ہے کہ غالب طبیب کی وفات "آمد" میں معتضد باللہ کی معیت میں ہوئی۔ یہ اس کے نزدیک نہایت عالی رُتبہ تھا۔ سعید بن غالب بھی معتضد باللہ کے ساتھ آمد میں رہا۔ اس سے وہ محبت رکھتا تھا اور

تمام اطباء پر فوقیت دیتا تھا۔ غالب کی وفات کی خبر سعید سے پہلے معتضد باللہ کو موصول ہوئی۔ سعید حاضر ہوا تو معتضد نے تعزیت شروع کی۔ اس نے کہا "طول بقاء تو تمھیں بھی حاصل نہیں ہے۔" سعید رنج و غم میں ڈوبا ہوا اپنے خیمہ کو واپس آیا۔ معتضد، خفیف سمرقندی، نیان رصاصی اور سرخاب کسوہ جو سلطان کے جلیل القدر خدام تھے کے ساتھ سعید کے یہاں آیا اور بڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ وفات کی خبر عام ہوئی تو حکومت کے ہر فرد نے سعید کے یہاں پہنچ کر تعزیت کی۔ وزیر ابوالقاسم بن عبیداللہ، مُونس خادم، پھر اساتذہ، امراءِ سپہ سالار، اولیاء بھی آئے۔ اس کے بعد بوقتِ ظہر معتضد نے ایک ٹوکری کھانا بھیج دیا اور کہلایا کہ "سعید، دانیل کاتب مُونس اور سعدون کاتب یانس کو ضرور کھلا دیا کریں۔" موخر الذکر دونوں سعید کے بہنوئی تھے۔ معتضد روزانہ آتا، سعید سے گفتگو کرتا، تسلّی دیتا، اس کا غم غلط کرتا، اور سات دن تک برابر کھانا بھیجتا رہا۔ والد کا مشاہرہ اسے روانہ کیا، جاگیریں اور جائدادیں برقرار رکھیں۔ یہ اس کے اور اس کی اولاد کے حق میں آخر عمر تک باقی رہیں۔

ابوعثمان سعید بن غالب

صاحبِ علم طبیب، عمدہ معالج اور طب میں مشہور و معروف تھا۔ معتضد باللہ کی خدمت کی، اس نے قدر و منزلت کی اور بکثرت احسانات و انعامات سے نوازا۔ وفات ۲۴ جمادی الاُخری ۳۰۶ھ بروز یکشنبہ بغداد میں ہوئی۔

عبدوس

بغداد کا مشہور طبیب، عمدہ معالج اور بکثرت اَدویہ مرکبہ کا علم رکھتا تھا، فن طب کے اندر عمدہ تجربات کا مالک اور مؤثر تدابیر اور تصرفات کا حامل تھا۔

ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ کے اندر رقمطراز ہیں کہ داؤد بن دیلم اور عبدوس اطباء سے حکایت ہے وہ دونوں کہتے ہیں "جب معتضد کی بیماری سخت ہوگئی اور جان کو خطرہ لاحق ہوا یہ بیماری استسقا اور فسادِ مزاج کی تھی جو چند بیماریوں کے اندر محصور رہنے کی وجہ سے پیدا ہوگیا تھا، تو ہمیں اور تمام اطباء کو حاضر کیا گیا۔ اس نے کہا "بیماری کی تشخیص ہو جاتی ہے تو علاج بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہ علاج کیا جاتا ہے تو مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔" ہم نے کہا "یہ صحیح ہے" اس نے کہا "میری بیماری اور اس کا علاج تمہاری سمجھ میں آیا یا نہیں۔" ہم نے کہا "سمجھ میں آگیا ہے۔" اس نے پوچھا "پھر آخر کیا بات ہے علاج کرتے ہو مگر صحت یاب نہیں ہوتا؟" ہمیں یقین ہوگیا کہ وہ مصیبت بن کر ہمارے اوپر ٹوٹے گا۔ چنانچہ ہمارے قوی جواب دے گئے۔ عبدوس نے بڑھ کر کہا "امیرالمومنین! اس باب میں ہم

نے جو کچھ کہا ہے اسی پر ہم قائم ہیں مگر ایک چیز ہے، وہ یہ کہ بیماری جس قدر ہے اس قدر دوا ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے، ہم محض قیاس سے کام لے رہے ہیں اور اقرب فاقرب کے اصول پر چل رہے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں غور کر رہے ہیں اور بیماری کا مقابلہ دوا کی ایسی مقدار سے کریں گے جو انشاء اللہ شافی ہوگی۔" وہ خاموش ہو گیا۔ ہم نے تخلیہ میں مشورہ کیا کہ اسے نابہ یعنی تنور میں ڈال دیں۔ چنانچہ تنور گرم کیا اور اس میں اسے ڈال دیا۔ پسینہ آیا اور تکلیف ہلکی ہوگئی۔ کیوں کہ بیماری جسم کے اندر چلی گئی تھی۔ پھر یہ قلب کی جانب بڑھی اور چند دنوں کے بعد وفات ہوگئی۔ ہمیں اپنی جانوں کا جو خطرہ تھا وہ ٹل گیا۔ معتضد کی وفات ۲۳ ربیع الآخر ۲۸۹ھ سہ شنبہ کی شب میں ہوئی۔

تصنیفات میں عبدوس کی ایک کتاب التذکرہ فی الطب ہے۔

صاعد بن بشر بن عبدوس کمنی بأبی منصور

شروع میں بغداد کے شفا خانہ میں فصد کھولتا تھا۔ اس کے بعد فنِ طب سے اشتغال رکھا اور اس قدر ممتاز ہوا کہ اکابر اطباء میں شمار ہوا۔

مختار بن حسن بن بطلان نے اپنے مقالہ کے اندر جس کا موضوع یہ ہے کہ اطباء نے کیوں اکثر امراض مثلاً فالج، استرخاء وغیرہ کا علاج جو قدیم زمانے میں ادویہ حارہ سے کیا جاتا تھا۔ ادویہ باردہ کی طرف منتقل کر دیا اور اس باب میں قدماء کی مخالفت کی۔ کہا ہے کہ اس طریقۂ علاج کی سمجھ سب سے پہلے شیخ ابو منصور صاعد بن بشر طبیب میں پیدا ہوئی۔ بغداد میں انھوں نے ہی سب سے پہلے اس کی جانب متوجہ کیا اور اس طریقۂ علاج کے مطابق مریضوں کا علاج کیا، چنانچہ فصد ترطیب اور تدبیر کے بعد مریضوں کو غذا لینے سے منع کر دیا۔ چنانچہ علاج کامیاب رہا اور شفا خانہ کے فاصد کے مرتبہ سے نکل کر قدم آگے بڑھائے۔ بالآخر اطباء کی افسری ملی۔ بادشاہوں نے ان پر اعتماد کیا۔ شفا خانہ سے انھوں نے گرم معجونات اور گرم دوائیں ہٹا دیں اور مریضوں کا علاج ماء الشعیر اور تخموں کی عرقیات سے کیا۔ چنانچہ معالجات کی دنیا میں حیرت انگیز اثرات دیکھے گئے۔

ایک واقعہ وہ ہے جسے میافارقین کے اندر رئیس ابو یحییٰ صاحبزادہ وزیر ابوالقاسم مغربی نے مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں ابا میں وزیر کو شدید قولنج ہوا۔ اس کی وجہ سے حمام میں رہے۔ متعدد حقنے لیے، متعدد مشروبات استعمال کیے مگر صحت یابی کے آثار نظر نہیں آئے۔ ہم نے ایک قاصد صاعد کے یہاں روانہ کیا، وہ آیا۔ وزیر کی حالت دیکھی۔ تشنگی اور گرم پانی اور شکر کے استعمال سے زبان سکڑ چکی تھی۔ حمام میں برابر رہنے، گرم معجونات کے بہم استعمال اور گرم گرم حقنے لیتے رہنے سے جسم تپ رہا تھا۔ ایسی صورت میں اس نے ایک کوزہ برف کا پانی وزیر کو پیش کیا۔ وزیر نے تھوڑی دیر توقف فرمایا مگر ایک تو اشتہا دوسرے ترک مخالفت کی بات دونوں نے آمادہ کیا اور انھوں نے یہ پانی پی لیا۔ فوراً ہی جسم میں تقویت محسوس کی پھر فاصد کو بلوا کر فصد کھلوائی۔ بکثرت خون خارج ہوا۔ اس کے بعد طبیب نے تخموں کا عرق، لعاب اور سکنجبین پلائی اور حمام کے کمرہ سے انھیں جوڑ سے بنے ہوئے کمرہ میں منتقل کیا۔ اور کہا "اللہ وزیر کو ہمیشہ عافیت میں رکھے، فصد کے بعد آپ سو جائیں گے، پسینہ آئے گا، پھر بیدار ہوں گے اور چند دست آئیں گے۔ اس کے بعد بفضلہ تعالیٰ عافیت ملے گی" اس نے خادموں کو ہٹا دیا تھا تاکہ وزیر آرام کریں، وزیر آرام گاہ کی طرف بڑھے، فصد کے بعد مرض میں تخفیف ہو چکی تھی۔ چنانچہ پانچ گھنٹے سوئے، اس کے بعد فراش کو آواز دیتے ہوئے بیدار ہوئے، صاعد نے فراش سے کہا "جب چیخ کر اٹھ بیٹھیں تو کہو کہ دوبارہ سو جائیں، تاکہ پسینہ کا آنا بند نہ ہو" فراش وزیر کے یہاں سے باہر نکلا تو اس نے بتایا کہ کپڑے کیا معلوم ہو رہے جیسے زعفران کے پانی سے رنگے گئے ہوں، ایک دست آیا اس کے بعد سو گئے۔ اس کے بعد وزیر کو شام تک چند دست آئے، پھر انھیں مزورہ دینے کے بعد تین دن تک ماء الشعیر پلایا گیا۔ جس کے نتیجہ میں مکمل صحتیاب ہو گئے۔ وزیر ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ بغداد کے دیار شاطئہ میں رہنے والے کو مرحبا۔ ان کا طبیب یہی ابو منصور اور کاتب ابو علی بن موصلایا رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مرادیں پوری کیں۔

ابن بکلان ہی کے قلم سے یہ بھی نقل کرتا ہوں کہ صاعد طبیب نے فاضل اجل جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علاج عقرب گزیدگی پر کافور سے کیا، مقام ماؤف پر کافور رکھتے ہی درد کو سکون ہو گیا۔

ابو سعید حسن بن احمد بن علی کی کتاب "ورطۃ الاجلاء فی ہفوات الاطباء" میں وارد ہے کہ وزیر علی بن بلبل بغداد میں تھا۔ اس کے ایک بھانجہ تھا جسے سکتہ دمویہ لاحق ہوا۔ بغداد کے تمام اطباء سے اس کا حال مخفی رہا۔ ان میں صاعد بن بشیر بھی موجود تھا۔ یہ خاموش رہا، بقیہ تمام اطباء نے موت کا فیصلہ دے دیا، وزیر نے تجہیز کا انتظام کیا، لوگ تعزیت کے لیے اکٹھا ہوئے، عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ صاعد بن بشر وزیر کی مجلس سے ہٹے نہیں۔ چنانچہ وزیر نے پوچھا "کوئی ضرورت ہے؟" اس نے کہا "ہاں آقائے من! حکم ہو تو عرض کروں۔" وزیر نے کہا "جو جی میں ہو کہو۔" اس نے کہا "یہ سکتہ دمویہ ہے، صرف ایک نشتر لگانے دیں، اگر کامیاب ہوا تو مراد برآئی ورنہ کوئی نقصان بھی نہ ہوگا۔" وزیر نے خوشی کا اظہار کیا، کفن کو ہٹایا اور تمریخ، نطول، نجور اور نشوق (سعوط) کی جو ضرورتیں تھیں مہیا کیں، پھر ضروری کارروائیوں کے بعد طبیب نے بازو باندھ کر مریض کو بعض حاضرین کی گود میں بیٹھایا اور بقدر ضرورت بٹیاں وغیرہ باندھنے کے بعد نشتر لگا دیا۔ خون نکل آیا اور ساتھ ہی گھر کے اندر خوشی کی لہر سی دوڑ گئی۔ خون نکلتا رہا حتیٰ کہ ایک کلو نکل گیا۔ آنکھیں کھل گئیں، مگر آواز نہیں کھلی۔ اب طبیب نے دوسرے ہاتھ کو باندھا اور بقدر ضرورت سعوط دینے کے بعد ایک اور فصد کیا، جس سے پہلی فصد کے بمقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ خون نکلا۔ اب مریض بولنے لگا، اس کے بعد صاعد نے کھانے پینے کی ضروری اشیاء دیں۔ چنانچہ صحت ہو گئی۔ چوتھے دن مریض سوار ہو کر جامع مسجد اور یہاں سے خلیفہ کے دفتر پہنچا، خلیفہ نے دعا دی اور اس پر درہم و دینار کی بارش کی، صاعد بن بشر کو بہت سارا مال حاصل ہوا۔ خلیفہ اور وزیر تزک و احتشام سے پیش آئے، اسے عالی رتبہ دیا، چنانچہ ہمعصروں سے فائق تر ہوا۔

صاعد بن بشیر نے اپنے مقالہ "مرض المراقیا" کے اندر ان ہولناک حالات و حوادث کا حسب ذیل الفاظ میں

تذکرہ کیا ہے جن کا اس نے اپنے زمانہ میں مشاہدہ کیا تھا۔

"ہم پر زمانہ کی سختیاں اور حوائج وضروریات کی فراہمی کا مسئلہ انتہائی اہمیت اختیار کر چکا ہے، خوف، دہشت، سراسیمگی اور بادشاہوں کے اختلافات کا بازار گرم ہے۔ بایں ہمہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی مصیبتیں اور کتابوں کی چوری اور ضیاع کے نقصانات مستزاد ہیں، وحشتوں اور خوفناکیوں کے جو سایے ہم پر ہیں انھیں دور کرنے کی بس صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے امید ہے"

صاعد کے زمانہ میں تو بس اس قدر مصیبت تھی کہ سلاطین باہم آمادۂ پیکار تھے باقی لوگوں کی جانیں محفوظ تھیں، قتل اور گرفتاری کے مصائب سے مامون تھے۔ اگر اس نے آج کے حالات وکوائف کا مشاہدہ کیا ہوتا تو اس کے ذہن پر کیا بیتتی، جبکہ تاتاریوں نے بندگان الٰہی کو ہلاک اور ملکوں کو تاراج کر کے رکھ دیا ہے، جس شہر کے اندر بھی پہونچتے ہیں مردوں کو قتل کر دیتے ہیں، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیتے ہیں، مال ودولت لوٹ لیتے ہیں قلعوں اور شہروں کو ویران کر دیتے ہیں، یقیناً اس کی نگاہوں میں اپنے زمانہ کے حالات بالکل ہیچ نظر آتے، یہاں جو مصیبت ہے اس زمانہ کی مصیبت سے بڑی اور جو حادثہ ہے اس وقت کے حادثہ سے بڑھ کر ہے۔ سلامتی اور عافیت کا جو حال بھی ہو اس پر اللہ کا شکر واحسان۔

یہ خاموش رہا، بقیہ تمام اطباء نے موت کا فیصلہ دے دیا، وزیر نے تجہیز کا انتظام کیا، لوگ تعزیت کے لیے اکٹھا ہوئے، عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ صاعد بن بشیر وزیر کی مجلس سے ہٹے نہیں۔ چنانچہ وزیر نے پوچھا، کوئی ضرورت ہے؟" اس نے کہا "ہاں آقائے من! حکم ہو تو عرض کروں" وزیر نے کہا "جو جی میں ہو کہو" اس نے کہا "یہ سکتہ" دیویڈ ہے، صرف ایک نشتر لگانے دیں، اگر کامیاب ہوا تو مراد بر آئی ورنہ کوئی نقصان بھی ہوگا" وزیر نے خوشی کا اظہار کیا، عورتوں کو ہٹایا اور تمریخ، نطول، بخور اور نشوق (سعوط) کی جو ضرورتیں تھیں مہیا کیں، پھر ضروری کارروائیوں کے بعد طبیب نے بازو باندھ کر مریض کو بعض حاضرین کی گود میں بٹھایا اور بقدر ضرورت پٹیاں وغیرہ باندھنے کے بعد نشتر لگا دیا۔ خون نکل آیا اور ساتھ ہی گھر کے اندر خوشی کی لہر سی دوڑ گئی۔ خون نکلتا رہا حتیٰ کہ ایک ـــــ کلو نکل گیا۔ آنکھیں کھل گئیں، مگر آواز نہیں کھلی۔ اب طبیب نے دوسرے ہاتھ کو باندھا اور بقدر ضرورت سعوط دینے کے بعد ایک اور فصد کیا، جس سے پہلی فصد کے بقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ خون نکلا۔ اب مریض بولنے لگا، اس کے بعد صاعد نے کھانے پینے کی ضروری اشیاء دیں۔ چنانچہ صحت ہو گئی۔ چوتھے دن مریض سوار ہو کر جامع مسجد اور یہاں سے خلیفہ کے دفتر پہونچا، خلیفہ نے دعا دی اور اس پر درہم ودینار کی بارش کی، صاعد بن بشیر کو بہت سارا مال حاصل ہوا۔ خلیفہ اور وزیر تزک واحتشام سے پیش آئے، اسے عالی رتبہ دیا۔ چنانچہ ہم عصروں سے فائق تر ہوا۔

تصنیفات میں صاعد بن بشر کا صرف ایک مقالہ ہے جو مراقیائی بیماری اور اس کے علاج پر بعض اخوان کے لیے لکھا گیا ہے۔

دیلم

بغداد کے نامور اطباء اور فن طب کے باکمال لوگوں میں شمار تھا۔ معتمد کے وزیر حسن بن مخلد کے یہاں خدمت کے طور پر آمد ورفت تھی

بعض تذکرہ نویسوں کے مطابق معتمد علی اللہ یعنی احمد بن متوکل نے فصد لینے کا ارادہ کیا تو حسین بن مخلد سے کہا "ہماری خدمت میں تمام اطباء کی فہرست پیش کرو اور ہر ایک کو حسب مرتبہ انعام دو" حسن نے فہرست تیار کی اور اس میں دیلم طبیب کا نام بھی شامل کیا۔ دیلم حسن کا خادم تھا۔ اس نے اطباء کے ناموں کے نیچے انعامات کی فہرست میں دستخط کئے، دیلم کا بیان ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس اثناء میں بیت المال کے قاصد نے آکر ایک تھیلی حوالہ کی جس میں ایک ہزار دینار تھے۔ اور واپس چلا گیا، محو حیرت تھا کہ بات کیا ہے۔ فوراً حسن بن مخلد کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت یہ وزیر تھے، صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا "امیر المومنین نے فصد کی ہے اور حکم دیا ہے کہ انعامات کے لیے اطباء کی فہرست پیش کروں، فہرست میں تمہارا نام بھی شامل کر دیا۔ چنانچہ ایک ہزار تجھے بھی ملے۔

داؤد بن دیلم

بغداد کے ممتاز اطباء اور عمدہ معالجین میں شمار تھا۔ معتضد باللہ کا خادم خاص رہا۔ معتضد کے نزدیک اس قدر عالی مقام تھا کہ تمام دستخط اسی کے قلم سے ہوتے تھے۔ معتضد نے اس پر بکثرت احسانات اور انعامات کیے۔

وفات ۵ محرم الحرام ۳۲۹ھ بروز شنبہ بغداد میں ہوئی۔

ابوعثمان سعید بن یعقوب دمشقی

بغداد کے نامور اطباء میں معروف ومشہور تھا۔ بکثرت طبی کتابیں وغیرہ عربی میں ترجمہ کیں خصوصیت علی بن عیسیٰ کی صحبت میں رہا۔

ثابت بن سنان طبیب کا بیان ہے کہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ نے ۳۰۲ھ میں حربیہ کے اندر شفاخانہ تعمیر کیا اور اس پر خاص اپنی دولت خرچ کی، بغداد، مکہ اور مدینہ کے شفاخانوں کے ساتھ اپنے طبیب خاص ابوعثمان سعید بن یعقوب دمشقی کو اس کا بھی ذمہ دار بنایا۔

ابوعثمان کا یہ ملفوظ ہے "صبر عقل کی ایک قوت ہے، جس قدر عقل کے اندر طاقت ہوگی اسی قدر صبر بھی ہوگا۔

تصنیفات

مسائل جسے جالی نوس کی کتاب الاخلاق سے اکٹھا کرکے مرتب کیا، مقالۃ فی النبض مصورہ۔ یہ کتاب النبض الصغیر مؤلفہ جالی نوس کے جامع انتخابات پر مشتمل ہے

ابوبکر محمد بن خلیل رقی

فن کے طب کے بنیادی اصول ومبادی اور فروعات کا عالم، عمدہ تعلیمیافتہ، عمدہ معالج اور فن میں باکمال تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے حنین بن اسحاق کے طبی مسائل کی تشریح کی۔ اس کتاب کی تشریح اس نے ۳۳۰ھ میں لکھی۔ عبیداللہ بن جبرئیل کے مطابق روایت یہ ہے کہ صرف مدہوشی کے عالم میں شرح لکھتا تھا اور یہ کیفیت شاذونادر ہی پیش آتی تھی۔ عبیداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شاعر کو دیکھا ہے، جو شعر کہنا چاہتا کسی حیلہ سے نبیذ حاصل کرکے پیتا پھر بیٹھکر شعر کہتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دماغ عام طور پر مائل بہ برودت ہوتا ہے — نبیذ کے انجرات سے جب گرم ہوتا ہے تو گرم ہوکر طاقت سے کام کرنے لگتا ہے۔

تصنیفات میں شرح مسائل حنین فی الطب ہے۔

ابراہیم قویری کنی بہ ابی اسحاق

علوم حکمیہ کا فاضل تھا، اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن سے منطق کا علم حاصل ہوا۔ یہ شارح تھا۔ ابوبشر متی بن یونان نے اس سے تعلیم حاصل کی ہے۔ قدیری کی تصنیفات نہایت پست اور خراب حالت میں ہوتی تھیں۔ کیونکہ عبارت اس کی گنجلک اور ناصاف ہوتی تھی۔

تصنیفات

کتاب تفسیر قاطیغوریاس مصورہ کتاب باریمینیاس مصورہ کتاب انالوطیقا الاولیٰ مصورہ کتاب انالوطیقا الثانیہ مصورہ۔

ابن کرنیب

نام ابو احمد حسین بن اسحاق بن ابراہیم بن زید کاتب اور ابن کرنیب سے معروف ہے۔ متکلمین کے زمرہ میں تھا اور فلاسفہ طبیعیین کا مذہب رکھتا تھا، قدیم طبعی علوم کے اندر بے انتہا معلومات کا مالک اور صاحب فضل وکمال تھا۔

تصنیفات میں کتاب میں کتاب الرد علیٰ ابی الحسن ثابت بن قرہ فی نقضہ وجیب وجود الکونین بین کل حرکتین متساویتین مقالہ فی الاجناس والانواع، عامی امور پر ہے، اور کتاب کیف یعلم ما مضی من النہار من ساعہ من قبل الارتفاع ہے۔

ابو یحییٰ مروزی

مدینۃ اسلام کا مشہور طبیب اور علم حکمت میں ممتاز تھا۔ ابوبشر متی بن یونان نے اس سے اکتساب فیض کیا، یہ فاضل مگر سریانی تھا، منطق وغیرہ اس کی جملہ تصنیفات سریانی زبان میں ہیں۔

ابوبشر متی بن یونان

دیر قنی کا باشندہ تھا، اسکول مرماری میں نشوونما پائی۔ قویری، روفیل، بنیامین، یحییٰ مروزی اور احمد بن کرنیب سے تعلم حاصل کی۔ سریانی سے عربی زبان میں اس کی شرح ہے، اس کے زمانہ میں منطقیوں کی صدارت علمی اسی پر ختم تھی۔ عیسائی تھا۔ بغداد میں ۱۱ رمضان ۳۲۸ھ بروز شنبہ وفات پائی۔

تصنیفات میں مقالہ فی مقدمات صدر بہا کتاب انالوطیقا، اور کتاب المقاییس الشرطیہ اور شرح ایسا غوجی مؤلفہ فرفوریوس ہے۔

یحییٰ بن عدی

ابوزکریا یحییٰ بن عدی بن حمید بن زکریا منطقی علوم حکمیہ اور علمی صدارت میں اپنے زمانہ کا خاتم العلماء تھا ابوبشر متی ابونصر فارابی نیز کچھ دوسرے فضلاء سے اکتساب فیض کیا۔ عیسائیت میں یعقوبی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ترجمہ نہایت عمدہ تھا۔ سریانی سے عربی زبان میں ترجمے کئے، زیادہ تر تحریر وکتابت سے اشتغال رکھتا تھا۔ میں نے خود اس کے قلم سے متعدد کتابیں پائی ہیں۔

محمد بن اسحاق ندیم بغدادی کا کتاب الفہرست میں بیان ہے ایک دن وراقین میں کثرت کتابت پر اسے ملامت کی تو اس نے کہا، میرے استقلال کی کس بات پر تمہیں حیرت ہے۔ اپنے قلم سے تفسیر طبری کے دو

نسخے لکھ کر اطراف کے بادشاہوں کے پاس لے گیا۔ متکلمین کی لاتعداد کتابیں لکھیں، خیر سے آج کل شب و روز میں سو یا اس سے کچھ کم اوراق لکھتا ہوں۔

امیر ابوالوفا مبشر بن فاتک فرماتے ہیں" مجھ سے میرے شیخ ابوالحسین معروف بہ ابن آمدی نے بیان کیا کہ انھوں نے ابوعلی اسحاق بن زرعہ سے کہتے سنا کہ یحییٰ بن عدی نے وفات کے وقت، قطیعۃ الدقیق کے کلیسائے مرتوما میں، حسبِ ذیل دو اشعار اپنی قبر پر لکھنے کی وصیت کی تھی۔ (خفیف)

رب میت قد صار بالعلم حیا　　ومبقی قد مات جہلا و عیا

فاقتنوا العلم کی تنالوا خلودا　　لاتعدوا الحیاۃ فی الجہل

—— کوئی مردہ علم کی بدولت زندہ اور زندہ جہل اور ہکلے پن سے مردہ رہتا ہے

—— لہٰذا علم حاصل کرو تاکہ بقا و دوام حاصل ہو، جہالت کی زندگی کو کچھ بھی شمار نہ کرو۔

تصنیفات

رسالۃ فی نقض حجج أنفذھا الرئیس فی نصرۃ قول القائلین بأن الأفعال خلق اللہ واکتساب للعبد، تفسیر طوبیقا مؤلفہ ارسطو، مقالۃ فی البحوث الأربعۃ، مقالۃ فی سیاسۃ النفس، مقالۃ فی انیۃ صناعۃ المنطق و ماہیتھا ولمیتھا، مقالۃ فی المطالب الخمسۃ للرؤس الثمانیۃ، کتاب فی منافع الباہ ومضارہ وجہۃ استعمالہ بحسب اقتراح الشریف ربی طالب ناصر بن اسماعیل صاحب السلطان المقیم فی القسطنطنیہ۔

ابوعلی بن زرعۃ

ابوعلی عیسی بن اسحاق بن زرعہ بن مرقس بن زرعہ بن یوحنا۔

علم منطق، علوم فلسفہ اور ترجمہ کے فن میں اس کا شمار اربابِ کمال میں تھا، ذی الحجہ ۳۷۱ھ میں بغداد میں پیدا اور یہیں نشو و نما ہوئی۔ یحییٰ بن عدی کی صحبت میں زیادہ تر رہتا تھا۔

مختار بن حسن بن بطلان اپنے مقالہ علۃ نقل الاطباء[1] المہرۃ ...... الخ میں کہا ہے کہ یہ طریقہ علاج معلوم کرنے والا سب سے پہلے شیخ ابومنصور صاعد بن بشر طبیب رحمۃ اللہ تھے۔ انھوں نے ہی بغداد میں اس کی طرف متوجہ کیا، مریضوں کا اس کے مطابق علاج کیا، اور ماسوا تدبیریں ترک کیں، وہ فرماتے ہیں کہ نقل تدبیر کی بات سب سے پہلے ذہن میں اس وقت آئی جب شیخ ابوعلی بن زرعہ پر فالج کا حملہ ہوا۔ شیخ ایک نحیف الجسم، تیز مزاج، خوش گو، باتونی، درس و تدریس اور ترجمہ و تالیف کے خوگر، خوشگوار،

(۱) پوری کتاب کا نام اُردو میں صاعد بن بشر کے تذکرہ میں آچکا ہے۔ نام سے کتاب کا موضوع معلوم ہوگا (مترجم)

چرپرے، دم پخت سالن عمدہ مچھلیوں اور رائی سے بنے ہوئے اچار کے دلدارہ تھے۔ آخر عمر میں انھوں نے بقار نفس کے موضوع پر ایک مقالہ لکھنا شروع کیا، اس پر ایک سال غور و فکر کرتے رہے، تیاری کے لئے راتوں کی نیند حرام کرلی۔ بایں ہمہ روم سے تجارت کا بھی شوق تھا، تجارتی معاملات میں ان کے بہت سے سریانی فریق تھے جنھوں نے بارہا سلطان کے یہاں ان کی شکایتیں کی تھیں۔ متعدد بار ان کا مال ضبط کیا گیا اور بارہا انھیں مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مزاج کی گرمی، خراب غذائیں، تصنیف و تالیف کی مشقت، فریقوں کی مصیبت، اور سلاطین کی دربار باشی تمام باتیں اکٹھا ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ایک شدید بیماری اور انتشار لاحق ہوا جس کے نتیجہ میں ورمی بحرانوں کی طرح انھیں فالج کا بحران ہوا۔ علمی فضیلت کی وجہ سے عوام ان کا احترام کرتے تھے چنانچہ مشائخ اطباء مثلاً ابن بکس، ابن کشکرایا، سنان کا شاگرد، ابن کزورا، اور حرانی حاضر ہوئے اور طبی بیاضوں کے مطابق علاج شروع کیا۔ میں ان اطباء کی مخالفت کا اظہار نہیں کرسکتا تھا کیوں کہ عمر میں وہ بڑے تھے مگر ذہن میں کہتا تھا کہ یہ حضرات غلطی پر ہیں، کیوں کہ یہ ایسا فالج ہے جو گرم مزاج شخص کو حادہ بیماری پیش آجانے کے نتیجہ میں لاحق ہوا ہے۔ یہ لوگ جب علاج سے بیزار ہوگئے تو میں نے انھیں مرطبات دیا، چنانچہ تھوڑا افاقہ ہوا، اور روبصحت ہوئے، مگر بکثرت حار یابس تدبیروں سے پیدا ہوجانے والی خلط سوداوی مؤخر دماغ میں جمود کا باعث ہوئی، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ۴۴۸ھ میں وفات پائی۔

تصنیفات

ابوعلی ابن زرعہ کی تصنیفات حسبِ ذیل ہیں:

اختصار کتاب ارسطوطالیس فی المعمور من الأرض، کتاب اغراض کتب ارسطوطالیس المنطقیۃ، مقالۃ فی معانی کتاب ایساغوجی، مقالۃ فی معانی قطعۃ من المقالۃ الثالثۃ من کتاب السمار، مقالۃ فی العقل، رسالۃ فی علۃ استنارۃ الکواکب مع انہار والکرات الحاملۃ لہا من جوھر واحد بسائط، ایک رسالہ جو بعض دوستوں کو ۳۸۷ھ میں لکھ کر ارسال کیا۔

موسیٰ بن سیار

ابو ماہر موسی بن یوسف بن سیار

مشہور اطباء میں شمار تھا۔ فنِ طب کے اندر مہارت اور جودت معرفت رکھتا تھا۔ تصنیفات ہیں

مقالۃ فی الفصد اور وہ مضامین ہیں جنھیں کناشش الخف مؤلفہ اسحاق بن حنین پر بطور اضافہ لکھے ہیں۔

علی بن عبّاس مجوسی

اہواز کا باشندہ تھا۔ عمدہ طبیب اور فن کے اندر ممتاز تھا۔ شہرۂ آفاق تصنیف "الملکی" اسی کی ہے۔ جسے اس نے ملک عضد الدولہ فنا خسرو بن رکن الدولہ ابو علی حسن بن بویہ دیلمی کے لیے تصنیف کی تھی۔ یہ نہایت جلیل القدر تصنیف ہے جو فن طب کے نظری اور عملی مباحث پر مشتمل ہے۔ علی بن عبّاس مجوسی نے فن کا مشغلہ ابو ماہر موسیٰ بن بسیار سے سیکھا، جس سے اسے شرف تلمذ حاصل تھا۔

کتاب الملکی فی الطب اس کی تصنیف ہے جو بیس مقالات پر مشتمل ہے۔

عیسیٰ طبیب قاہر

ابو منصور محمد بن معتضد قاہر باللہ اپنے اس طبیب پر اعتماد کرتا تھا، اس کی جانب مائل تھا اور اسے اپنے رازوں سے آگاہ کرتا تھا۔ اس کی وفات ۳۵۸ھ بغداد میں ہوئی۔ موت سے دو سال پہلے اندھا ہوگیا تھا۔ ثابت بن سنان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنی تاریخ ولادت ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۲۷۱ھ بتائی ہے۔

دانیال طبیب

عبیداللہ بن جبرئیل کے مطابق دانیال طبیب لطیف الخلقت، ذمیم الأعضاء اور متوسط العلم تھا۔ علاج معالجہ سے انسیت تھی مگر غفلت اور انتشار ذہنی کا شکار ذہنی کا شکار تھا۔ معز الدولہ کا طبیب خاص تھا۔ ایک دن وہ خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے پکارا "دانیال!" دانیال نے لبیک کہا تو پوچھا "کیا تمھارے فن میں یہ نہیں ہے کہ بہی، کھانے سے پہلے قبض اور کھانے کے بعد اسہال پیدا کرتی ہے؟" اس نے کہا "ہاں ایسا ہے" معز الدولہ نے کہا "مگر میں کھانے کے بعد استعمال کرتا ہوں تو محفوظ رہتا ہوں" دانیال نے کہا "یہ انسانوں کا مزاج نہیں ہے" اس پر معز الدولہ نے اس کے سینہ پر گھونسہ لگاتے ہوئے کہا "جا، بادشاہوں کی خدمت کا سبق سیکھ، پھر آ" دانیال چلا گیا، اسے نفث الدم کی شکایت ہوگئی، ایک عرصہ تک اس بیماری میں مبتلا رہ کر وفات پائی۔

عبیداللہ اس واقعہ پر تبصرہ کرتا ہے:

"یہ علماء کی خطرناک غلطی ہے۔ ورنہ یہ کوئی مخفی مسئلہ نہ تھا۔ کیوں کہ کچھ معدے کمزور ہوتے ہیں، دفع کرنے کی طاقت ان میں نہیں ہوتی۔ بہی سے ان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے دفع کرنے میں معدہ کو مدد پہنچتی ہے۔ چنانچہ طبیعت قبول کرلیتی ہے، میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ قے کرنے کا ارادہ کرتا تو شراب یا سکنجبین سفر جلی استعمال کرتا، چنانچہ خواہش کے مطابق قے کرلیتا۔ میرے والد جبرئیل نے بیان کیا کہ امیر ابو منصور مہذب الدولہ رحمہ اللہ جب شربت سفر جل (بہی) استعمال کرتے تو انھیں اسہال آجاتا۔ یہ ایسی باتیں جن کے اسباب معروف و مشہور ہیں دانیال نے غلطی کی تھی چنانچہ انجام کار موت کو پہنچا۔"

اسحاق بن شلیطا

بغدادی طبیب تھا۔ طب میں ماہر تھا، فن کے اندر اتنا کمال پیدا کیا کہ مطیع للہ کی خدمت خاص سے بہرہ مند ہوا۔ اسی کی خدمت میں اور اسی کی زندگی میں انتقال کیا۔ اس کا جانشین ابو الحسین عمر بن عبداللہ دحلی ہوا۔ مطیع کے علاج معالجہ میں اسحاق، ثابت بن سنان بن ثابت بن قرہ حرانی صابی کا شریک و سہیم تھا۔

ابو الحسین عمر بن عبداللہ دحلی

مطیع للہ کا طبیب تھا۔ اس سے نہایت گہرا اور خصوصی تعلق تھا۔

عبیداللہ جبرئیل لکھتا ہے کہ ایک ثقہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو الحسین کسی بھی چیز میں مطیع للہ شرماتا نہیں تھا۔ مطیع للہ نے اپنے محرر ابو محمد صلحی کو الگ کیا تو ابو الحسین بن دحلی نے ابو سعید وہب بن ابراہیم کے لیے اس سے گفتگو کی، چنانچہ اسے خلیفہ کی محرری مل گئی۔ اور اس عہدہ پر ایک مدّت باقی رہا۔ اس کے بعد ابو الحسین نے ابو بشر بقری کے رشتہ دار کو آگے بڑھایا چنانچہ یہ اس عہدہ پر فائز ہوا۔ ابو سعید وہب موجود رہا۔ حتیٰ کہ خلافت طائع کو ملی تو گرفتار ہوا اور قید میں ڈالا گیا، مگر

بختیار اور عضد الدولہ بغداد میں داخل ہوئے اور خلیفہ نے فرار اختیار کیا تو قید خانوں کے دروازے توڑ دیے گئے، چنانچہ وہب قید سے رہا ہوا۔

فنون متطبب

ترقی یافتہ اور بختیار کا خادم خاص تھا، وہ اس کی بے حد قدر و منزلت اور تعظیم کرتا تھا۔ عبیداللہ بن جبرئیل نے بختیار کے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی وقت بختیار کی آنکھیں آشوب کر آئیں۔ اس نے کہا "ابونصر! بخدا میرے یہاں سے جا نہیں سکتے یا پھر آنکھیں اچھی کرو، میں چاہتا ہوں کہ ایک ہی دن میں ٹھیک ہو جائیں۔" عبیداللہ کا بیان ہے کہ میں نے خود ابونصر کو گفتگو کرتے سنا ہے، اس نے کہا "اگر ٹھیک ہونا چاہتے ہو تو فراشوں اور غلاموں کو حکم دو کہ آج میرا حکم مانیں، میں تمہاری جگہ رہوں گا، میرے حکم کی خلاف ورزی کسی نے کی تو قتل کر دوں گا"۔ بختیار نے یہ حکم دے دیا۔ ابونصر نے شہد طبرزد سے بھرا ایک مرتبان منگوایا اور اس میں بختیار کے دونوں ہاتھوں کو ڈبو کر سفید سفید شیافوں اور آشوب چشم کی دواؤں سے علاج کرنا شروع کیا۔ بختیار نے چیخ چیخ کر غلاموں کو پکارنا شروع کیا، مگر کوئی نہیں آیا۔ ابونصر اسی طرح شام تک سرمہ لگاتا رہا، حتیٰ کہ بختیار صحتیاب ہوگیا۔

بختیار اور خلیفہ کے درمیان یہی سفارت کار ہوتا تھا۔ خلعتیں نکلتیں تو اسی کے ہاتھوں نکلتیں، ان خلعتوں میں اس کا سب سے زیادہ حصہ ہوتا۔

ابوالحسین بن کشکرایا

ایک صاحب علم طبیب، باکمال صاحب فن اور نہایت عمدہ معالج تھا۔ امیر سیف الدولہ بن حمدان کی خدمت میں رہا۔ بغداد کے اندر عضد الدولہ نے جب اپنے نام سے شفا خانہ تعمیر کیا تو اس میں اسے ملازم رکھا۔ اور اس کا رتبہ بلند کیا۔

ابوالحسین بن کشکرایا باتیں زیادہ کرتا تھا اور سوالوں کے ذریعہ حملہ کر کے اطباء کو شرمندہ کرنا اس کی عادت تھی۔ اس کا ایک بھائی راہب تھا۔ اس کے پاس حقنہ کا ایک نسخہ تھا جو آنتوں آنے اور تیز مادوں میں مفید تھا۔ اس نسخہ کی وجہ سے اسے "صاحب حقنہ" کہا جاتا تھا۔ ابوالحسین بن کشکرایا

نے طب کا مشغلہ سنان بن ثابت بن قرہ کی صحبت میں رہ کر سیکھا، یہ اس کے ارشد تلامذہ میں تھا۔

تصنیفات میں اس کی کناش معروف بہ حاوی اور ایک اور کناش اس کے نام سے تھی جس کو اس نے لکھ کر بھیجا تھا۔

ابو یعقوب اہوازی

فنِ طب کے اندر مقبول، لائق تعریف، اور خوش اسلوب تھا۔ عضد الدولہ نے بغداد کے اندر اپنے تعمیر کردہ شفا خانہ میں جن اطباء کو مقرر کیا تھا ان میں یہ بھی تھا۔ اور اسی حیثیت سے معروف ہے۔

تصنیفات میں ایک مقالہ ہے جو اس موضوع پر ہے کہ سکنجبین بزوری تریاق سے زیادہ گرم ہوتی ہے۔

نظیف پادری رومی

مختلف زبانوں کا عالم، یونانی سے عربی کا مترجم اور فضلاء طب میں شمار تھا۔ عضد الدولہ نے بغداد کے شفا خانہ میں اسے ملازم رکھا اور اس سے شگون لیتا تھا۔ کسی مریض کے یہاں آتا تو لوگ اس پر والہانہ ٹوٹتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ عضد الدولہ نے اپنے کسی سپہ سالار کے یہاں اس کی بیماری میں روانہ کیا، جب سپہ سالار کے یہاں سے یہ باہر چلا گیا تو اپنے ایک معتمد کو بلا کر عضد الدولہ کے حاجب کے یہاں بھیجا کہ اس کے باب میں سلطان کی نیت معلوم کرے۔ اگر نیت بدل گئی ہو تو کہے کہ اس سے واپسی اور دور رہنے کی اجازت حاصل کرے۔ کیوں کہ جو واقعہ پیش آیا ہے اس سے بیحد پریشان ہے۔ حاجب نے واقعہ اور واقعہ کا سبب پوچھا تو قاصد نے کہا "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ نظیف طبیب اس کے یہاں آیا تھا اور اس نے کہا تھا "آقا! سلطان نے مجھے آپ کی عیادت کے لئے بھیجا ہے"، حاجب نے سلطان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ گفتگو دہرائی تو سلطان ہنس پڑا، اس نے حکم دیا کہ جا کر اسے بتا دو کہ نیت نیک ہے، اس کے ذریعہ وہ اس کے دل کے اندر کھٹک پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اسے عبادت کے لئے اس کے پاس روانہ کرو۔ ساتھ ہی اس کے یہاں عالیشان خلعتیں بھیجی گئیں،

اسس سے اس کے دل کو سکون ملا۔ دِل کے اندر جو کھٹکا تھا وہ دُور ہوگیا یہی وجہ ہے کہ لوگ ہمیشہ اس پر والہانہ ٹوٹ پڑتے تھے۔

ابوسعید یمامی

علم و معرفت میں مشہور اور فنِ طب کے اندر باکمال تھا۔ طب کے بنیادی اصول و فروعات پر اچھی نظر تھی۔ تصنیف و تالیف کا اچھا ملکہ تھا۔

تصنیفات میں شرح مسائل حنین اور ایک مقالہ اطباء کی جانچ اور طبقات الأطباء کے باہمی امتیاز کی کیفیت پر ہے۔

ابوالفرج بن سعید یمامی

فنِ طب میں باکمال اور علوم حکمیہ میں ممتاز تھا۔ شیخ الرئیس ابن سینا کے ساتھ ملاقاتوں میں فن طب وغیرہ سے متعلق بہت سارے مسائل پر بحثیں کیں۔

تصنیفات میں اس کا ایک رسالہ ایک طبی مسئلہ کے موضوع پر ہے جو اس کے اور شیخ الرئیس ابنِ سینا کے درمیان زیرِ بحث آیا تھا۔

ابوالفرج یحییٰ بن سعید بن یحییٰ

مشہور طبیب، فنِ طب سے واقف اور نہایت عمدہ معالج تھا۔ ابن بطلان نے اپنے مقالہ "علۃ نقل الأطباء المہرۃ ......" میں تذکرہ کیا ہے کہ مجھ سے شیخ فاضل ابوالفرج یحییٰ بن سعید بن یحییٰ نے انطاکیہ میں گفتگو کی ہے۔ ہمارے زمانہ کا یہ شیخ علم کا نشان اور دینداری اور مروت میں اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔ اس کی جلیل القدر تصنیفات ہیں۔ ابن بطلان نے اس کی یہ گفتگو نقل کی ہے کہ قسطنطنیہ سے بادشاہ کا ایک نوجوان رومی غلام حاضر ہوا جسے سوءِ مزاج اور صلابت طحال کی شکایت تھی۔ چہرہ کا رنگ غلبۂ صفراء سے متغیر تھا۔ قارورہ اکثر اوقات سُرخ رہتا تھا۔ تشنگی محسوس ہوتی تھی۔ طبیب نے اسے دواءِ مسہل دینے کے بعد فصد کھولی پھر دواءِ مقئ دی، اس سے حالت خراب ہوگئی۔ ایک رومی

طبیب نے اسے حمام میں داخل کر دیا اور پورے جسم پر چونا لگا دیا، اس کے بعد شہد پورے جسم پر چپڑا اور معدہ کے مقام پر گرم ضماد چپکایا۔ اس سے مزاج کے اندر حدت پیدا ہوگئی، پیاس بڑھ گئی، اشتہا ختم ہوگئی۔ اور اسی وقت داہنے جانب فالج گرا۔ طبیب نے اسے بکثرت ماء الشعیر پلایا، پورے چالیس دن پر اس کی حالت میں سدھار پیدا ہوا۔ اس کے بعد قبض ہوگیا، طبیب نے حقنہ دیا۔ جس سے کئی بار دست آئے سیاہ غلیظ خون خارج ہوا۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ اشتہا ختم ہوگئی، اسہال اور بے خوابی طاری ہوئی، چنانچہ ساٹھ دن کے اندر اندر انتقال کرگیا۔

ابوالفرج بن طیب

فلسفی، امام، عالم ابوالفرج عبداللہ بن طیب، جاثلیق کا محرر اور بغداد کا ممتاز عیسائی تھا، اور شفاخانہ عضدی میں فنِ طب کی تعلیم دیتا اور مریضوں کا علاج کرتا تھا۔ مکتوب جالینوس بنام اغلوقن کی شرح اس نے لکھی ہے جو میری نظر سے گزری ہے، یہ شفاخانہ عضدی میں ۱۱ رمضان ۴۰۶ھ بروز پنجشنبہ سنائی گئی اور سناکر لکھی گئی۔

مشہور اطباء میں شمار تھا، نہایت عظیم الشان، جلیل القدر شخصیت کا مالک، وسعت علمی اور کثرت تصانیف میں ممتاز، فلسفہ سے آگاہ اور بکثرت اس سے اشتغال رکھتا تھا۔ اس نے ارسطو کی بے شمار کتب حکمیہ اور، فنِ طب میں بقراط اور جالینوس کی کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ تصنیف و تالیف کا اسے ملکہ حاصل تھا۔ اکثر تصانیف اس کی املا شدہ ہیں، شیخ الرئیس ابنِ سینا کا معاصر تھا، شیخ اس کے طبی کلام کی تعریف مگر علوم حکمت پر اس کی تحریروں کی مذمت کرتے تھے۔ اس کا تذکرہ شیخ نے اپنے جوابی مقالہ کے اندر حسبِ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

"فنِ طب پر شیخ ابوالفرج ابن طیب کی تصنیفات ہمارے پاس پہنچتی رہی ہیں، یہ پسندیدہ اور صحیح ہوتی ہیں، مگر منطق اور طبیعیات وغیرہ پر اس کی تالیفات برعکس ہیں۔"

شیخ موفق الدین یعقوب بن اسحاق بن قف نصرانی نے مجھ سے بیان کیا کہ دو عجمی اشخاص نے ابوالفرج بن طیب سے ملاقات کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے بغداد کا قصد کیا۔ بغداد پہنچے تو ابوالفرج کا مکان پوچھا، کہا گیا کہ نماز کے لئے کلیسا گیا ہوا ہے، یہ دونوں کلیسا کے اندر داخل ہوئے، انھیں بتایا گیا: کہ شیخ یہی ہے۔ اس وقت ابن طیب اونی کپڑے پہنے ہوئے تھا، سر کھلا تھا، ہاتھ میں بخور سلگاتے ہوئے

کلیسا کے گوشوں میں دھونی دے رہا تھا دونوں نے بغور دیکھا' فارسی میں گفتگو کی اور کھڑے دیکھ دیکھ کر اظہار تعجب کرتے رہے کہ اس کا شمار نہایت جلیل القدر حکمار میں ہے، تمام ممالک میں طب و فلسفہ کے اندر اس کا طوطی بول رہا ہے مگر حال اس کا یہ ہے۔ حیرت و استعجاب کی جو کیفیت ان دونوں پر طاری تھی اسے ابن طیب نے بھی محسوس کی' نماز کا وقت ختم ہوا اور کلیسا سے لوگ نکلے تو ابن طیب بھی نکلا اور اپنا عام لباس پہنا سواری کے لئے خچر پیش کیا گیا' غلاموں نے گھیرے میں لیا اور وہ گھر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ دونوں عجمی بھی پیچھے پیچھے چلے۔ اور اسے بتایا کہ دونوں بلاد عجم سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ چنانچہ دونوں کو اپنی مجلس میں بلایا' انھوں نے اس کا کلام اور طلبار کے اسباق سنے' پھر ابن طیب نے پوچھا "تم دونوں نے حج کیا ہے؟" دونوں نے کہا "نہیں" ابن طیب نے انھیں حج تک مؤخر رکھا' حج کا وقت قریب تھا' اعلان حج ہوا تو ابن طیب نے کہا "اگر تم دونوں مجھ سے تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہو اور یہ پسند ہو کہ میں تمھارا شیخ بنوں تو حج کو جاؤ۔ سلامتی کے ساتھ واپس آجاؤ گے تو جو بھی حاصل کرنا چاہو گے مجھ سے حاصل کرسکوگے۔"

دونوں نے منظور کیا اور حج کو روانہ ہوتے۔ حج کے بعد دونوں واپس آئے، سر گنجے ہو چکے تھے۔ دھوپ اور راستہ کی حرارت سے رنگ اُڑ چکا تھا۔ ابن طیب نے مناسک حج کے بارے میں پوچھا کہ کیسے ادا کیا ہے' انھوں نے اصل صورت بتائی۔ اس نے پوچھا "امی جمار کے لئے آئے تو عریاں کفنی پہنے ہوتے تھے؟ اور ہاتھوں میں کنکریاں تھی؟ اور دوڑ دوڑ کر کنکری مار رہے تھے؟" انھوں نے کہا "ہاں" ابن طیب نے کہا ایسا ہی ضروری ہے۔ شرعی احکام عقلاً نہیں نقلاً قبول کئے جاتے ہیں' حج سے اس کا مقصود صرف یہی تھا کہ جس حال میں دونوں نے اسے دیکھا تھا اور اس پر حیرت کا اظہار کیا تھا سمجھ میں آجائے کہ اس کا تعلق ان امور شرعیہ سے ہے۔ جو اصحاب شریعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور تمام قوموں میں جُوں کا توں تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد دونوں نے ابن طیّب سے تحصیل شروع کی حتیٰ کہ اس کے ممتاز اور نہایت جلیل القدر طلبار کی صف میں آگئے۔

ابوالخطاب محمد بن محمد ابوطالب، کتاب الشامل فی الطب میں لکھتا ہے کہ ابن طیّب نے علم ابن خمار سے حاصل کیا اور ابوالحسن بن بطلان' ابن بدرج 'ہروی ' تبی جیون' ابوالفضل کنیفات' ابن اثردی عبدان' ابن مصوصا اور ابن علیق تلامذہ چھوڑے۔ ابوالفرج کے زمانہ میں صاعد بن عبدوس' ابن تفاح' حسن طبیب' ہندستان' اور نائلی اطبار تھے' ابن سینا اور ابوسعید فضل بن عیسیٰ یمامی نے اس سے تحصیل کی' ابن طیب نے مجھے بتایا کہ ابن سینا' عیسیٰ بن علی بن ابراہیم بن ہلال کاتب غالباً اس کی کیفیت بکس تھی' علی بن عیسی کحال' ابوالحسین بصری' رجار طبیب خراسانی' اور زہرون اس کے تلامذہ تھے۔

تصنیفات

ابوالفرج ابن طیب کی تصنیفات حسب ذیل تھیں۔

تفسیر کتاب قاطیغوریاس مصنفہ ارسطو، تفسیر کتاب باریمینیاس مؤلفہ ارسطو تفسیر کتاب انالوطیقا مؤلفہ ارسطو' تفسیر کتاب انالوطیقا الثانیۃ مؤلفہ ارسطو تفسیر کتاب طوبیقا مؤلفہ ارسطو' تفسیر کتاب سوفسطیقا مؤلفہ ارسطو' تفسیر کتاب الخطابۃ مؤلفہ ارسطو' تفسیر کتاب الشعر مؤلفہ ارسطو' تفسیر کتاب الحیوان مؤلفہ ارسطو' تفسیر کتاب ابیذیمیا مؤلفہ بقراط' تفسیر کتاب الفصول مؤلفہ بقراط تفسیر کتاب طبیعۃ الانسان مؤلفہ بقراط' تفسیر کتاب الاخلاط مؤلفہ بقراط' تفسیر کتاب الفرق لجالینوس' تفسیر کتاب اغلوقن مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب الصناعۃ الصغیرۃ مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب النبض الصغیر مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب الاسطقسات مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب المزاج مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب القویٰ الطبیعیۃ مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب التشریح الصغیر مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب العلل والاعراض مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب تعرف علل الأعضاء الباطنۃ مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب البحران مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب ایام البحران مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب حیلۃ البرء مؤلفہ جالینوس' تفسیر کتاب تدبیر الاصحار مؤلفہ جالینوس' ثمار الستۃ عشر کتابا مؤلفہ جالینوس' یہ خلاصوں کی شرح ہے۔ شرح ثمار مسائل حنین بن اسحاق' ۴۰۵ھ میں اسے املا کیا' کتاب النکت والثمار الطبیۃ و الفلسفیۃ تفسیر کتاب ایساغوجی مؤلفہ فرفوریوس' مقالۃ القویٰ الطبیعیۃ' مقالۃ فی العلۃ لم جعل لکل خلط دواء یستفرغہ ولم جعل للدم دواء یستفرغہ مثل سائر الاخلاط تعالیق فی العین' مقالۃ فی الأحلام تفصیل منہا من السقیم علی مذہب الفلسفۃ مقالۃ فی عراف أجزء بما ضاع و ذکر الدلیل علیٰ صحتہ بالشرع والطب الفلسفۃ' مقالۃ فی الشراب' مقالۃ أملاہا فی جواب ماسئل عنہ من ابطال الاعتقاد فی الاجزاء التی لا تنقسم ذلک یہ جزء لاتجزیٰ کے ابطال پر ایک سوال کا جواب' یہ سوال ظافر بن جابر سکری نے کیا تھا' اس مقالہ پر ظافر بن جابر سکری کے قلم سے مجھے حسب ذیل عبارت ملی ہے:

"کتاب کا یہ جزء استاذ اجل ابونصر محمد بن علی بن برزج' شاگرد شیخ ابوالفرج کے قلم سے تحریر شدہ ہے' شیخ ابوالفرج اطال اللہ بقائہ وکبت اعدائہ نے اسے بغداد میں املا کرایا' مقالہ کا سبب ظافر بن جابر بن منصور سکری طبیب تھا۔"

یہ بعینہ دستور ہے۔ شرح کتاب منافع الاعضاء مؤلفہ جالینوس' مقالۃ مختصرۃ فی المحبۃ شرح الانجیل۔

قدیمہ کے حاملین ابوعلی بن ہثیم ابوسعید یمامی، ابوعلی بن سمح، صاعد طبیب، ابوالفرج عبداللہ بن طیب، اور زبان و ادب اور تالیف و ترجمہ میں عالی مقام علی بن عیسی ربعی، ابوالعیسیٰ نیشاپوری مہیار شاعر، ابوالعلاء بن نزیک، ابوعلی بن موصلایا، رئیس ابوالحسن صابی اور ابوالعلامعری وفات پا گئے۔ ان کی وفات سے علم کے چراغ گل ہو گئے، اور دنیا ظلمتوں میں گم ہو گئی۔"

ابن بطلان نے بہت سارے اشعار بھی کہے ہیں، اور دلچسپ نوادرات بھی اس کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہوگئے ہیں، ان کا کچھ حصہ اس نے اپنے رسالہ موسوم بہ دعوت الاطباء وغیرہ میں نقل کئے ہیں۔
اس نے شادی نہیں کی تھی چنانچہ وفات ہوئی تو نہ بیوی چھوڑی نہ اولادیں، اپنے ایک شعر کے اندر اس نے اس حالت کی جانب اشارہ کیا ہے۔

ولا أحد ان مت یبکی لمیتتی　　　سوی مجلسی فی الطب والکتب باکیا

مرگیا تو میت پر سوائے مطب اور کتابوں کے اور کوئی رونے والا نہیں ہے۔

تصنیفات

ابن بطلان کی حسب ذیل تصنیفات ہیں:
کناش الادیرۃ والرہبان، کتاب شراء العبید وتقلیب الممالیک والجواری کتاب تقدیم الصحۃ، مقالۃ فی شرب الدواء المسہل، مقالۃ فی کیفیۃ دخول الغذاء فی البدن وہضمہ وخروج فضلاتہ وسقی الادویۃ المسہلۃ وترکیبہا، ۴۴۱ھ میں فسطاط پہنچا تو علی بن رضوان کے جواب میں ایک مقالہ لکھا، اور ۴۵۵ھ میں انطاکیہ کے دوران قیام میں جبکہ اسے شفا خانہ انطاکیہ کی تعمیر سپرد کی گئی تو اس نے ایک مقالہ حسب ذیل موضوع پر لکھا:

"اکثر امراض مثلاً فالج، لقوہ، استرخاء وغیرہ جو قدیم زمانہ میں ادویہ حارہ سے دور کئے جاتے تھے، ماہر اطباء نے کیوں انھیں بارد تدبیروں کی جانب منتقل کر دیا، اور اس باب میں قدماء کی ان تحریروں کی خلاف ورزی کی جو انھوں نے کناشوں اور قرابادینوں میں قلمبند کی ہیں۔ نیز کس طرح ۳۷۰ھ کے آغاز سے ۴۵۵ھ تک عراق وغیرہ میں انھوں نے بتدریج اپنا طریقہ اختیار کیا۔"

ایک اور مقالہ لکھا جس میں ان لوگوں پر اعتراض کیا جو مرغی کے چوزوں کے مقابلہ میں عام چڑیوں کے بچوں کو زیادہ گرم قرار دے رہے تھے۔ یہ کتاب منطقی اسلوب پر ہے، اور قاہرہ کے اندر ۴۴۱ھ میں قلمبند کیا

کتاب المدخل الی الطب، کتاب دعوۃ الاطباء، امیر نصیر الدولہ ابونصر احمد بن مروان کے لئے یہ کتاب لکھی تھی۔ کتاب کے آخر میں ابن بطلان کے قلم سے حسب ذیل تحریر ملتی ہے:

"میں اس کا مصنف یوانیس طبیب معروف بہ مختار بن حسن بن عبدون، بیرون قسطنطنیہ بمقام دیر سلطان موفق قسطنطین، بتاریخ آخر ایلول ۱۳۶۵ (یعنی ۴۵۰ھ) اس کی تالیف سے فارغ ہوا۔"

کتاب وقعۃ الاطباء، کتاب دعوۃ القسوس، ایک مقالہ پتھری کے ایک مریض بچہ کے علاج پر لکھا۔

فضل بن جریر تکریتی

علوم و معارف کی بکثرت معلومات رکھنے والا، فن طب میں باکمال اور عمدہ معالج تھا۔ طب کے ذریعہ امیر نصیر الدولہ بن مروان کی خدمت کی۔ تصنیفات میں ایک مقالہ اسماء امراض اور اس کے اشتقاق پر ہے جسے اپنے ایک بھائی یوحنا بن عبدالمسیح کے لئے لکھا تھا۔

ابونصر یحییٰ بن جریر تکریتی

علم و فضل اور فن طب کے اندر اپنے بھائی کی طرح ممتاز تھا۔ ۴۷۲ھ میں موجود تھا۔ تصنیفات یہ ہیں: کتاب الاختیارات فی علم النجوم، کتاب فی الباہ، منافع الجماع ومضارہ، رسالۃ فی منافع الریاضۃ وجہۃ استعمالہا ہے مؤخر الذکر رسالہ کو بے نیازوں کے بے نیاز جناب ابونصر محمد بن محمد بن جہیر کے لئے لکھا تھا۔

ابنِ دینار

امیر نصیر الدولہ بن مروان کے عہد حکومت میں میافارقین میں تھا۔ فن طب کے اندر باکمال، عمدہ معالج، اور ترکیب ادویہ سے واقف تھا۔ مجھے اس کی ایک قرابادین ملی ہے جو نہایت عمدہ اور مؤثر انداز پر تالیف کی گئی ہے، اس میں عمدہ انتخابات اور پسندیدہ معلومات درج کی گئی ہیں۔ ابن دینار ہی کی جانب و

تربت منسوب ہے، جو شربت دنیاری کے نام سے مشہور ہے۔ اور اطبار وغیرہ کے یہاں معروف و متداول ہے، اس کی مذکورہ کتاب میں یہ نسخہ درج ہے، وہ لکھتا ہے کہ اسی نے اسے مرتب کیا ہے۔

تصنیفات میں یہی قرابادین ہے۔

ابراہیم بن بکس

علم طب میں کمال رکھتا تھا، بہت ساری کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔ اس کے بعد اندھا ہوگیا۔ پھر بھی بقدر امکان علاج معالجہ سے سروکار رکھتا تھا۔ عضدالدولہ کے تعمیر کردہ شفاخانہ عضدی میں فن طب کی تعلیم دیتا تھا، جہاں سے اسے کفاف ملتا تھا۔

تصنیفات میں کناش، قرابادین ملحقہ کناش، مقالۃ فی الجدری نیز ایک اور مقالہ ہے جس کا موضوع ہے "خالص پانی ماء الشعیر سے زیادہ سرد ہوتا ہے۔"

علی بن ابراہیم بن بکس

ایک فاضل طبیب اور فن طب کا مشہور عالم تھا، ترجمہ کی عمدہ صلاحیت تھی، بکثرت کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔

قسطا بن لوقا البعلبکی

سلیمان بن حسان لکھتا ہے:

"عیسائی مذہب، حاذق طبیب، شریف، فلسفی، منجم، اور حساب و ہندسہ کا عالم تھا۔ اور مقتدر باللہ کے زمانہ میں تھا۔"

ابن ندیم بغدادی کاتب لکھتا ہے:

"قسطا، طب، فلسفہ، ہندسہ، اعداد اور موسیقی بہت سارے علوم میں مہارت رکھتا تھا۔ کہیں سے اس پر کلام کی گنجائش نہ تھی، یونانی زبان فصیح، اور عربی عبارت نہایت عمدہ ہوتی تھی۔ آرمینیہ میں کسی بادشاہ کی خدمت میں رہ کر وفات پائی۔ یہیں سے

اس نے ابوعیسٰی بن منجم کے اس رسالہ کا جواب لکھا جو اس نے نبوت محمدی کے موضوع پر لکھا تھا۔ اس کے بعد "کتاب الفردوس فی التاریخ" لکھی۔"

میری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے قسطا بہترین مترجم تھا۔ یونانی، سریانی اور عربی زبانوں میں اسے فصاحت کی حد تک ملکہ حاصل تھا۔ اس نے یونانیوں کی بہت ساری کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کیا۔ اور بہت سارے ترجموں کی اصلاح کی۔ عبارت عمدہ اور اعلیٰ صلاحیت و استعداد کا مالک تھا۔

عبیداللہ بن جبرئیل کہتا ہے کہ قسطا کو سنحاریب آرمینیہ کھینچ لایا، جہاں اس نے قیام کیا۔ آرمینیہ میں ابوغطریف بطریق کا شمار اہل علم اور ارباب کمال میں تھا، اس کے لئے قسطا نے مختلف علوم پر بکثرت مفید، جلیل القدر، مختصر اور جامع الفاظ میں اور اعلیٰ مضامین پر مشتمل کتابیں لکھیں، یہیں اس کا انتقال ہوا اور یہیں دفن ہوا۔ اس کی قبر پر قبہ تعمیر کیا گیا اور بادشاہوں اور ارباب مذاہب کی طرح قبر کی تعظیم کی گئی۔

تصنیفات

قسطا بن لوقا کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

کتاب فی اوجاع النقرس، کتاب فی الروائح وعللها، رسالة الی ابی محمد الحسن بن مخلد فی احوال الباه و اسبابه، سوال و جواب کے اسلوب پر۔ کتاب فی الأعداد امیر المومنین کے خاص خدمتگار بطریق کے لئے لکھا تھا۔ کتاب جامع فی الدخول الی علم الطب یہ کتاب لکھ کر ابواسحاق ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن مدبر کو ارسال کی۔ کتاب فی النبیذ و شربه فی الولائم، کتاب فی الاسطقسات، کتاب فی السہر، امیر المومنین کے غلام خاص بطریق ابوغطریف کے لئے لکھی۔ کتاب فی العطش، مقدم الذکر شخص کے لئے لکھی۔ کتاب فی القوة والضعف، کتاب فی الأغذیة علی طریق القوانین الکلیة، اسقف اعظم ابوغانم عباس بن سنباط کے لئے لکھی۔ کتاب فی النبض و معرفة الحمیات و ضروب البحرانات، کتاب فی علة الموت فجارة، ابوالحسن محمد بن احمد کاتب اسقف اعظم کے لئے لکھی۔ کتاب فی معرفة الخدر وأنواعه وعلله وأسبابه و علاجه، جبیب جنلس ابومحمد حسن بن محمد کے لئے لکھی، کتاب فی ایام البحران فی الامراض الحادة، کتاب فی الاخلاط الأربعة وما تشترک فیه، کتاب فی الکبد وخلقتها و ما یعرض فیها من الأمراض، رسالة فی المروحة وأسباب الریح۔ کتاب فی مراتب قراءة الکتب الطبیة۔ اسے تصنیف کر کے ابوغطریف بطریق کو ارسال کی، کتاب فی تدبیر الابدان فی سفر الحج، ابومحمد حسن بن مخلد کے لئے لکھی، کتاب فی دفع ضرر السموم، کتاب فی المدخل الی علم الہندسة، سوال و جواب کے اسلوب پر، امیر المومنین کے غلام ابوالحسن علی بن یحییٰ کے لئے لکھی۔ کتاب آداب الفلاسفة، کتاب

فی الفرق بین الحیوان الناطق وغیر الناطق، کتاب فی تولد الشعر، کتاب فی الفرق بین النفس والروح، کتاب فی الحیوان الناطق، کتاب فی الجزء الذی لایتجزء، کتاب فی حرکۃ الشریان، کتاب فی النوم والرؤیا، کتاب فی العضو الرئیس من البدن، کتاب فی البلغم، کتاب فی الدم، کتاب فی المرۃ الصفراء، کتاب فی المرۃ السوداء، کتاب فی شکل الکرۃ والاسطوانۃ، کتاب فی الہیئۃ وترکیب الافلاک، کتاب فی حساب التلاقی علیٰ جہۃ الجبر والمقابلۃ، کتاب فی ترجمۃ دیوفنطس فی الجبر والمقابلۃ، کتاب فی العمل بالکرۃ الکبیرۃ النجومیۃ، کتاب فی عمل آلالۃ التی ترسم علیہا الجوامع والتمل منہا الشائج، کتاب فی المنتعۃ، کتاب فی المرایا المحرقۃ، کتاب فی الاوزان والمکاییل، کتاب السیاسۃ تین مقالات، کتاب فی العلۃ فی اسوداد الخیش وتغیرہ من الرش، کتاب القرسطون، کتاب فی الاستدلال بالنظر الیٰ اصناف البول، کتاب المدخل الی المنطق، کتاب شرح مذہب الیونانیین، رسالۃ فی الخضاب، کتاب فی شکوک کتاب اقلیدس، کتاب الفصد۔ ۹۱ ابواب ہیں ابواسحاق ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن مدبر کے لئے لکھی۔ کتاب المدخل الی علم النجوم، کتاب الحمام، کتاب الفردوس فی التاریخ، رسالۃ فی استخراج مسائل عددیات من المقالۃ الثانیۃ من اقلیدس، تفسیر ثلاث مقالات ونصف من کتاب ذیوفنطس فی المسائل اسعدیہ، کتاب فی عبارۃ کتب المنطق۔ یہ کتاب ایساغوجی کو پڑھنے کے لئے ابتدائی امور پر مشتمل ہے۔ کتاب فی النجار، رسالۃ الیٰ ابی علی بن نبان بن حرات مولیٰ امیر المؤمنین فیما سائل عنہ من علل اختلاف الناس فی اخلاقہم وسیرو شہواتہم و اختیاراتہم مسائل فی الحدود علیٰ رأی الفلاسفۃ۔

مسکویہ

أبو . . . . علوم حکمیہ میں باکمال اور ممتاز تھا۔ طب کے بنیادی اصول ومبادی اور فروعات کا عالم تھا۔ کتاب الاشربۃ، کتاب الطبیخ، اور تہذیب الأخلاق تصنیفات ہیں۔

أحمد بن أبی أشعث

ابو جعفر أحمد بن محمد بن محمد بن أبی أشعث، نہایت دانشور، صحیح الفکر، خیر پسند، متفقہ فی الدین اور نہایت پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ کافی عمر پائی اور بے شمار تلامذہ چھوڑے۔ علوم حکمیہ میں باکمال اور ممتاز تھے۔ ان علوم پر آپ کی بے شمار ایسی تصنیفات موجود ہیں جن سے آپ کے علم وفضل اور علو منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ علم الٰہی کے موضوع پر آپ کی ایک کتاب نہایت عمدہ ہے، میں نے اسے آپ کے قلم سے لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جالینوس کی تصنیفات کا گہرا علم رکھتے تھے اور ان کے اسرار و رموز سے واقف تھے، جالینوس کی بہت ساری کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں، آپ ہی نے جالینوس کی سولہ خاص کتابوں کو مختلف ابواب اور فصلوں میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ پیشتر کوئی تقسیم نہ کرسکا۔ فاضل جالینوس کی تصنیفات سے جو شخص استفادہ کرنا چاہتا ہے اسے اس کتاب سے کافی مدد مل سکتی ہے، کیونکہ جو مضمون سمجھنا چاہے گا اسے سمجھنے کے لئے سہولت ملے گی نیز ذہن پر ایسے نقوش ثبت ہوں گے جو پیشِ نظر مطالعہ کے لئے رہنما ثابت ہوں گے۔ اس سے کتاب کی ہر قسم، اس قسم کے مشمولات اور اس کی غرض وغایت معلوم ہوتی ہے، اسی طرح ارسطو وغیرہ کی تصنیفات کی بھی تفصیل پیش کی ہے۔ فنِ طب وغیرہ کے باب میں احمد بن ابی اشعث کی جملہ تصنیفات اپنے معانی اور مفاہیم میں بالکل مکمل ہیں؛ اور حسن وجودت میں اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔

عبید اللہ بن جبرئیل نے اپنی کتاب کے اندر لکھا ہے کہ مجھے احمد بن ابی اشعث کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے ابتدا ہی سے طبابت کا پیشہ اختیار نہیں کیا بلکہ شروع میں وہ متصرف اور صوودر (۱) تھا اصل میں یہ ایرانی تھا۔ اپنے ملک سے بھاگ کر موصل ننگے بھوکے پیاسے نہایت بُری حالت میں پہنچا، اتفاق سے ناصر الدین کا ایک بچہ بیمار تھا۔ اسے آوں کی شکایت تھی۔ اطبار جوں جوں علاج کرتے مرض بڑھتا جاتا۔ یہ کسی وسیلہ سے یہاں پہنچے، ماں سے کہا میں علاج کروں گا، ماں کو وہ اطبار کی غلطیاں سمجھاتے رہے حتیٰ کہ اس نے مطمئن ہو کر علاج منظور کرلیا۔ چنانچہ احمد نے علاج کیا اور بچہ صحتیاب ہوگیا۔ اس پر اسے خوب نوازا گیا۔ آخر عمر تک موصل میں رہے۔ حلقۂ درس میں متعدد تلامذہ شامل تھے مگر سب سے ممتاز ابوالفلاح تھا جس نے طلبہ کے اندر کمال پیدا کیا۔

احمد بن أبی اشعثؒ کی وفات ۳۶۰ھ سے کچھ اوپر ہوئی۔ ان کے متعدد اولاد تھی، ان میں فنِ طب کے اندر معروف محمد تھا۔

تصنیفات

حسبِ ذیل تھیں:

کتاب الادویۃ المفردۃ۔ تین مقالات۔ اس کتاب کی تصنیف کا باعث کچھ تلامذہ تھے جنھوں اس موضوع پر ان سے استفسار کیا تھا۔ وہ کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں:

"أحمد بن محمد بلدی نے مجھ سے اس کتاب کے لکھنے کی فرمائش کی، اس سے پہلے محمد بن ثواب موصلی

(۱) متصرف: لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو متعینہ مدت تک کے لئے کسی کی ملکیت پر قابض ہو۔ صوودر کا لفظ پردۂ خفا میں ہے اس لئے صحیح طور پر دونوں الفاظ کے مفہوم کی تعیین نہیں ہوسکی۔

أخرس لا من علة وداء   يغني عن التصريح بالايماء
يجيب ان ناداه ذو امتراه   بالرفع والخفض عن النداء

— کوئی ایک بھی خیالات میں مختلف نہیں ہے، ارض وسما میں سب انصاف کرتے ہیں۔
— ریاکاری کے بغیر انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں، اندھے ہیں مگر دیکھنے والے تو راہ دکھاتے ہیں
— گونگے ہیں مگر کوئی مرض نہیں ہے، اشارہ سے صراحت کا کام لیتے ہیں۔
— کوئی شک کرنے والا پکارتا ہے تو نیچے اُوپر اُٹھ کر ندا کا جواب دیتے ہیں۔

زرہ بکتر پر ایک پہیلی کی ہے۔ (طویل)

وبیضاء لا للبیض والسمر قدّها   تظاهر فی تقویمها الحر والبرد
تجلت لنا حینا ولم تجر فی رحا   ولکن تولاه لها الدق والبرد
وقیت بها نفسی فکانت کانها   هی الشمس محجوبا بها الکوکب الفرد

— ایک سفید چیز جس کا قد نہ شمشیروں کے مطابق ہے نہ نیزوں کے، اسے سُدھارنے میں گرمی اور سردی نے باہم تعاون کیا۔
— ہمارے رُوبرو دانہ پیش کرتی ہے، چکّی کے اندر سے نہیں پیسا ہے، بلکہ ہتھوڑے سے کُوٹ کر اسے ٹھنڈا کیا ہے۔
— میں نے خود کو اس کے ذریعہ بچایا۔ گویا وہ آفتاب تھی جس کے پیچھے کوئی تارا چُھپ گیا ہو۔

سوئی پر بھی ایک پہیلی کہی ہے۔

وکاسیة ازقا سواها بجوزه   ولیس لها حمد علیه ولا أجر
مفرقة للمشمل والجمع دابها   وخادمة للناس تخدمها عشر
اذخطرت جبرت فضول ذیولها   سجیة ذی کبر ولیس لها کبر
تری الناس طرا یلبون الذی نضت   تمهم جودا ولیس لها وفر
لها البیت بعد العز غیر مدافع   الیٰ بأسه تعزی المهند ة البتر
أضو بها مثلی بخول مجسمها   وان لم یرعها مثل ما راعنی هجر

— ایک کمانے والی ایسی ہے جس کی روزی دوسرے لیتے ہیں، نہ اُس کا شکریہ واجب ہے نہ اجر۔
— جمع وتفریق اس کا شیوہ ہے، لوگوں کی خادم اور رسیوں کی مخدوم ہے۔
— حلقے سے تو دامن گھسیٹتی ہے، تکبر کی صفت، مگر تکبر نہیں ہے۔

— تمام لوگوں کو دیکھو گے جو لباس وہ اُتار دیتی ہے اسے پہنتے ہیں، اس کا فیض عام ہے۔ مال و دولت کے بغیر۔
— عزّت کے بعد بلا کھٹکے اس کا گھر ہے، اس کی شوکت کی جانب ہندی تیغ براں منسوب ہوتی ہے۔
— میری ہی طرح اس کا جسم نحیف ولاغر ہے، گو اسے اس فراق کا سابقہ نہیں ہے جو مجھے ہو چکا ہے۔

سایہ پر بھی ایک پہیلی ہے۔ (طویل)

وشئی من الاجسام غیر مجسم   له حرکات تارة وسکون
یتم أوافی کونه وفساده   وفی وقت محیاه المحاق یکون
اذا بانت الانوار بان لناظر   وأما اذا بانت فلیس یبین

— ایک جسم ایسا جو غیر مجسم ہے، کبھی حرکت کرتا ہے کبھی ساکن ہو جاتا ہے۔
— اس کے کون وفساد کے اوقات مکمل ہیں، زندگی کے وقت اس میں کمی ہونے لگتی ہے۔
— روشنیاں جُدا ہو جاتی ہیں تو یہ نظر آتا ہے، اور چمکتی ہیں تو یہ جُدا ہو جاتا ہے۔

چٹائیوں پر لکھنے کے لئے یہ اشعار کہے ہیں۔ (کامل)

أفرشت خدی للضیوف ولم یزل   خلقی التواضع للبیب الأکیس
فتواضعی أعلا مکانی بینهم   طورا فصرت أحل صدر المجلس

— ایثار خسار میں نے مہمانوں کے لئے فرش کر دیا ہے دانشور کے لئے برابر فروتن ہوں،
— فروتنی نے گاہ ان کے یہاں میرا مقام بلند کر دیا ہے، چنانچہ صدر مجلس میں مجھے جگہ ملی۔

مذکورہ بالا مفہوم میں یہ اشعار بھی۔ (خفیف)

رب وصل شهدته فتمتعت عناقا بالعاشقین جمیعا
وجدانی للود أهلا وللسر مکانا وللصدیق مطیعا

— گاہ ایک وصال میں میں بھی حاضر رہی، چنانچہ تمام عاشقین سے ہم آغوش ہوئی۔
— مجھے انھوں نے محبت کے لائق، راز کی جگہ اور دوست کے لئے مطیع پایا۔

بخور کی انگیٹھی پر بھی یہ اشعار کہے۔ (متقارب)

اذا الهجر أضرم نار الهوی   فقلبی یضرم للهجر نارا
أبوح باسرار المضمرا   ت تهد وسرار وتبد وجهارا
اذا ما طوی خبری صاحب   أبی طیب عرفی الا انتشارا

— جب فراق آتش عشق فروزاں کرتی ہے تو میرا دل فراق کے حق میں آگ بھڑکاتا ہے۔

— میں اپنے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کر دیتی ہوں چھپے طور پر بھی اور اعلانیہ بھی وہ ظاہر ہوتے ہیں۔
— کوئی ہمدم میری خبر کو صیغۂ راز میں رکھتا ہے تو میری خوشبو پھیلے بغیر نہیں رہتی۔

اسی انگیٹھی پر یہ اشعار بھی کہے۔ (خفیف)

کل نار للشوق تضرم بالهجر　و ناری تشب عند الوصال
فاذا الصد اعنی سکن الوجد　ولم یخطر انوام ببالی

— ہر آتش عشق فراق سے بھڑک اٹھتی ہے مگر میری آگ وصال کے وقت بھڑکتی ہے۔
— اعراض سے دوچار ہوتی ہوں تو غم جاتا رہتا ہے اور ذہن پر عشق کا خیال نہیں آتا۔

نیز یہ اشعار بھی (منسرح)

رب حمی لا ترام عزته　أبحته النفس غیر محجوب
یبدی عیانی لمن تأملنی　نار محب ونشر محبوب

— گاہ ممنوعہ مقام جہاں پر مارا نہیں جا سکتا تھا اسے میں نے نفس کے لئے بے پردہ کر دیا۔
— مجھ پر غور کرنے والا میرے ظاہرہ کو عاشق کی آگ اور معشوق کی خوشبو محسوس کرے گا۔

نیز (کامل مرفل)

یشکو المحبون الجوی　عند التفرق والزیال
وأشد ما أصلی بنا　ر الشوق اوقات الوصال

— عاشقوں کو فراق اور جدائی کے وقت سوزش کی شکایت ہے۔
— مگر میری آتش عشق وصال کے وقت زیادہ ہو جاتی ہے۔

ہاتھ دھونے کے پیالے پر شعر کہے ہیں۔ (طویل)

اذا ما خطبت الود بین معاشر　فکن لهم مثلی تعد أخا صدق
اذا استأثروا من کل کأس بصفوها　رضیت بما ابقوه من مشرب رنق

— جب محفلوں سے محبت کے طالب بنو تو ان کے لئے مجھ جیسے ہو جاؤ نہایت سچے شمار ہو گے۔
— جب لوگ ساغر کی صاف شراب چٹ کر جاتے ہیں تو جو گدلا پانی وہ چھوڑ جاتے ہیں اسی پر راضی رہتا ہوں۔

نیز (کامل)

لا تدع ربک أن یعذب عاشقا　لقبیح صورتها بغیر وصال

— پروردگار سے دعا نہ کرو کہ کسی عاشق کو محبوبہ کی بدصورتی سے فراق کا عذاب دے۔

نیز (کامل مرفل)

أکثرت حسو البیض کیما یستدیم قیام أیرک
مالا یقوم ببیضتیک فلا یقوم ببیض غیرک

— تم نے انڈے بہت چاٹے ہیں تا کہ قوت جماع برقرار رہے۔
— جو بات تمہارے بیضوں سے نہ بن سکی وہ دوسروں کے بیضوں سے کیا بنے گی۔

ایک عین کے رہنے والے شخص کی ہجو کرتا ہے۔ (بسیط)

صدور الکعب فاتخذه　لنتل غرس وثل عرش
لو رمقت عینه الثریا　أخرجها فی نبات نعش

— گول تختے والا اسے آنول پھینکنے اور کسی کو بے عزت کرنے کے لئے استعمال کرو۔
— اس کی آنکھیں اگر ثریا کو دیکھ لیں تو اسے تارا منڈل میں اتار دے۔

نیز (بسیط)

یادار لا تنکری منی التفات فتی　فراق احبابه أجری مدامعه
عهدت فیک قمیرا کان یؤنسنی　حنیا فعیناه تستقری مطالعه

— دیار محبوب! نوجوان کے التفات کو برا نہ مانو، احباب کی فرقت نے اس کے اشک رواں کر دئے ہیں۔
— تیرے اندر ایک پیارا چاند کبھی مجھ سے مانوس تھا، اب آنکھیں سرگرمی سے اس کے مطلعوں کو تلاش کر رہی ہیں۔

نیز (طویل)

خلیل نأی عنی فبدلت بعده　مقیم الجوی من صفو عیش وطیبه
أغار علیه صرف دهر فغاله　وعما قلیل سوف یلحقنی به

— میرا دوست مجھ سے بچھڑ گیا، چنانچہ اس کے زندگی کی خوشگواریاں سوزشوں میں تبدیل ہو گئیں۔
— زمانہ کی گردش نے اسے ہلاک کر دیا، عن قریب ہی یہ گردش مجھے بھی اس حد تک پہنچا دے گی۔

نیز (بسیط)

لا تعجبوا من حنین قلبی　الیهم واعذروا غرامی
فالقوس مع کونها جمادا　تئن من فرقة السهام

—— قلب ان کا مشتاق ہے تو اس پر حیرت نہ کرو، میرے عشق کو معذور سمجھو۔

—— کمان گو جامد ہوتی ہے مگر تیروں کی فرقت سے کراہ اُٹھتی ہے۔

نیز (سریع)

کیف اَلذُّ العیش فی بلدۃ　　سکان قلبی غیر سکانہا

لوانہا الجنۃ قد اَزلفت　　لم اَرضہا الا برضوانہا

—— ایسے مقام پر زندگی کا کیا مزہ ہے جہاں میرے قلب کے باشندے نہیں ہیں۔

نیز ایک مرثیہ (کامل)

کم ذا الوقوف علیٰ غرور اَمانی　　اَ اَخذت من دنیاک عقد اَمان

—— آرزوؤں کے فریب پر قیام کتنا، کیا تیری دُنیا سے عہد اَمان لے رکھا ہے۔

ھل عیشۃ بعد الرضا مرضیۃ　　کلا ولو کانت خلود جنان

—— کیا رضا کے بعد کوئی زندگی پسندیدہ ہے، نا! ہرگز نہیں، خواہ جنّت کی دائمی زندگی کیوں نہ ہو۔

ان السماء لعقدہ لحزینۃ　　فنویاحہا نفس الکئیب العانی

—— آسمان اس کی موت پر غمگین ہے، اس کی ہوائیں دل رنجیدہ کا تنفس ہیں۔

و الغیث ادمعہا و ما برقت بہ　　نار الجدی والرعد لا ارنان

—— بارش اس کے اشک، بجلیاں، آتش سوزاں اور کڑک کراہ کی آواز ہیں۔

لوذاق فقدک من یلوم علی البکا　　لزری علی التبسم والسلوان

—— اگر تیری موت کا گریہ پر ملامت گر کو احساس ہو جائے تو تبسم اور تسلی اس کی نگاہوں میں حقیر ہو جائیں۔

تبعوک اذا صلوا علیک ولم تزل　　کالنجم تہدیہم بکل مکان

—— نماز جنازہ پڑھ کر انھوں نے تیری اتباع کی ہے، تو ہمیشہ ایک تارا رہا، انھیں ہر جگہ رہنمائی کرتا رہا۔

کنت المقدّم فی الصفوف لجولۃ الا　　قران او لتلاوۃ القران

—— ہمسروں کی دوڑ ہو یا قرآن کی تلاوت، صفوں میں تو ہمیشہ آگے رہا۔

لاتبعدن وما البعید بمن نائ　　حیا ولکن البعید الدّانی

—— دُور نہ ہو، دور تو وہ نہیں ہے جو زندہ دُور رہے بلکہ دُور قریب رہنے والا ہے۔

امیر سیف الدّولہ صدقہ بن منصور بن دبیس اَسدی کے قتل ہونے پر مرثیہ کیا ہے، (طویل)

لیبک ابن منصور عفاۃ نوالہ　　اذا عصفت بالریح نکباء حریف

—— سخت ٹھنڈی ہوائیں چلنے کے زمانہ میں بخشش لینے والے ابن منصور کو روئیں۔

ویذکرہم من ردّہم بعبوسہ　　فتی کان یلقاھم ببشر ولیسعف

—— ترش روئی سے انھیں واپس کر دینے والے یاد دلائیں اس نوجوان کو جو ان سے خندہ پیشانی سے ملتا اور مدد کرتا تھا۔

ولما سما فوق السماء بہمۃ　　یغض لہا طرف الحسود و یطرف

—— جب وہ آسمان کے اُوپر اس حوصلہ کے ساتھ جا پہنچا جس کے آگے حاسد کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔

رمتہ اللیالی بل رمتنا برزئہ　　کبدر الدجا فی لیلۃ التم تخسف

—— تو گردشوں نے اسے بلکہ ہمیں مبتلائے الم کر دیا، جیسے ماہ تمام کو گہن لگ جائے۔

علیک سلام لاتزال قلوبنا　　علیٰ حزن ماھبت النیب توقف

—— تجھ پر سلامتی ہو، ہمارے دل جب تک بوڑھی اُونٹنیاں موقوف کی جاتی رہیں گی اس وقت تک غمگین رہیں گے۔

ولا برحت عین السماء بو بلہا　　علی جدث واراک تہمی وتذرف

—— آسماں تیری لحد پر ہمیشہ اپنی بارشوں کا آنسو بہاتا رہے۔

—— ایک خلعت پر ارمغانِ تہنیت پیش کرتا ہے۔ (وافر)

لئن شرفت مناسبہا وجلت　　لقد زفت الی کفءٍ شریف

الیٰ من زانہا واَزان منہا　　کسالفۃ الملیحۃ والشنوف

—— اس کے محبوب اوصاف اعلیٰ اور روشن ہیں تب ہی تو یہ ایک شریف ہمسر کے حجلۂ عروسی میں بھیجی گئی ہے۔

—— یعنی اس کے یہاں جو اسے زینت دے گا اور جس سے اسے زینت ملے گی، جیسے گوری عورت کی گردن اور بالیاں، رئیس ابوالقاسم علی بن افلح کاتب نے جو بیماری سے نڈھال ہو چکا تھا اس کے یہاں لکھا۔

اَنا جوعان فانقذ　　نی من ھذی المجاعہ

ثم رجی فی الکسرۃ الخبز ولو کانت قطاعہ

لا تقل لی ساعۃ تصبر مالی صبر ساعہ

نخوای الیوم مایقبل فی الخبز شفاعہ

—— میں بھوکا ہوں اس بھوک سے بچاؤ۔

—— میری شفا ایک ٹکڑا روٹی کے اندر ہے خواہ یہ چوکر کی ہو۔

—— یہ نہ کہو کہ گھڑی بھر صبر کرو، ایک گھڑی بھی صبر نہیں ہے۔

—— آج فلوشکم روٹی کے باب میں کوئی سفارش سُن نہیں سکتا۔

—— اس کے جواب میں امین الدولہ بن تلمیذ نے حسب ذیل اشعار بھیجے۔

هكذا اضياف مثلي تيشكون المجاعه

غيراني ليس عندی لمضر من شفاعه

فتعلل بسويق فهو خير من قطاع

بحياتي قل كما تر سمه سمعا وطاعه

—— ایسے ہی میرے جیسے مہمانوں کو بھوک کی شکایت۔

—— البتہ میرے یہاں کسی مضر شئے کے لئے سفارش نہیں ہے۔

—— ستو پر اکتفا کرو، یہ چوکر کی روٹی سے بہتر ہے۔

—— میری زندگی کی قسم! کہو "جیسا تمہارا حکم ہے بسر و چشم قبول ہے"۔

وزیر ابن صدقہ کو کتاب المحاضرات مؤلفہ راغب ہدیہ کرتے ہوئے یہ شعر لکھ کر بھیجے۔

لما تعذر ان اكون ملازما لجناب مولانا الوزير الصاحب

و رغبت في ذكري بحضرة مجده اذكرته لمحاضرات الراغب

—— جناب آقائے وزیر کی خدمت میں حاضری مشکل ہوئی۔

—— اور خواہش ہوئی کہ جناب میں میرا ذکر ہوتا رہے تو محاضرات راغب بھیج کر یہ خواہش پوری کی۔

—— ابو القاسم بن فضل نے امین الدولہ بن تلمیذ سخت ناراضگی کا اظہار کیا تو اس کی خدمت میں بطور خلعت ایک خالص رنگ کی قمیص پر یہ شعر لکھ کر بھیجا۔ (طویل)

احبك في السوداء تسحب ذيلها خطيبا ولكن لا تذكر مثالبي

—— چاہتا ہوں سیاہ پوشاک پہن کر آپ خطبہ دیں، مگر میرے عیوب کا ذکر نہ کریں۔

نیز (طویل)

اتاني كتاب لم يزدني بصيرة بسودد مهديه اليّ و فضله

فقلت وقد اخجلتني بابتدائه ابي الفضل الا ان يكون لاهله

—— میرے پاس ایک ایسا نامہ آیا جس سے بھیجنے والے کی شرافت اور کمال کا اندازہ نہیں ہوا۔

—— اس کے آغاز ہی سے شرمندہ ہو کر میں نے کہا "سچ ہے فضل و کمال اصحاب کمال ہی کا حصہ ہے"۔

—— ایک مکتوب کے شروع میں حسب ذیل اشعار وزیر سعد الملک کو لکھے۔ (بسیط)

لازوال جدك بالاقبال موصولا وجد ضدك بالاذلال مغلولا

—— آپ کا نصیبہ ہمیشہ اقبال مند، اور آپ کے دشمن کا نصیبہ ہمیشہ رسوا رہے۔

ولاعدمت من الرحمن موهبة تعيد ربعك بالعافين مأهولا

—— رحمان کی جانب سے کسی فیض سے محروم نہ رہیں جو طالبان فیض سے آپ کے در کو معمور رکھے۔

فنعم منطلق الكفين انت اذا اضحى اللئيم عن المعروف مغلولا

—— کیا خوب آپ کا ہاتھ آزاد ہوتا ہے جب کہ کمینہ کے ہاتھ فیاضی کے لئے شل ہو جاتے ہیں۔

تجود بالمال لا تسئل يداه وان تسئل فصاحته بذا الورى قيلا

—— اس کے ہاتھ مانگے فیاضی کرتے ہیں، گو خلقت میں اس کی فصاحت کی مانگ ہوتی ہے،

لا يستريح الى العلات معتذار اذا الضنين رأى للبخل تاويلا

—— وہ لیت ولعل اور معذرت سے کام نہیں لیتا جبکہ بخیل تاویلیں کرتا ہے۔

يبادر الجود سبقا للسؤال يرى تعجيله بعد بذل الوجه تاويلا

—— سوال سے پہلے ہی وہ فیاضی کرتا ہے، عجلت کی تاویل اس کی یہ ہے کہ چہرہ کی آب نہ جائے۔

لاغرو ان كسفت شمس الضحى وبدت فاكثر الناس تسبيحا و تهليلا

—— کوئی عجب نہیں، چاشت کا آفتاب گہنا یا پھر کھل گیا، کہ اکثر لوگ تسبیح و تہلیل کر رہے تھے۔

فانت سف غياث الدين اغمده صونا وعاد على الاعدا مسلولا

—— تو غیاث الدین کی تلوار ہے جسے اس نے حفاظت کے لئے میان میں رکھا ہے، دشمنوں پر وہ چمک اٹھتی ہے۔

خلا خلا الدست من غيث اذا قنطوا

ظل نداه لدى الوراد مبذولا

—— لوگ مایوس ہو جاتے ہیں تو منصب وزارت "غیث" سے خالی نہیں رہتا، اس کا فیض آنے والوں کے لئے عام ہوتا ہے۔ (کامل)

فما يليق بغير السعد مسنده وان اعاروه اعظاما وتبجيلا

—— غیاث الدین کی مسند خواہ کتنی ہی معظم اور لائق احترام ہو مگر سعد کے بغیر نا قابل ہے۔

فاسلم على الدهر في نعماء صافية من النوائب مرهوبا ومأمولا

—— زمانہ بھر اعلیٰ نعمتوں میں گردشوں سے محفوظ رہ، بارعب بھی اور مرکز امید بن کر بھی۔

—— جمال الرؤسا ابو الفتح ہبۃ اللہ بن فضل بن صاعد کے جواب میں ایک مکتوب کے شروع میں

مندرجہ ذیل اشعار لکھے۔

مانشر انفاس الریاض مریضۃ   عوّادھا طلّ الندی وقطار

—— مریض چمنستان جس کی عیادت شبنم اور بارش کرتی ہوں۔

بدمثیتہ میشاء حتّی وجھا   وحبا علیھا حنوۃ وعوار

—— جو نرم و نازک اور خوشگوار مٹّی پر اُگے ہوں، جس کے چہرے کو حنوہ[1] اور عرار نے ڈھنک لیا ہو۔

کفلت بشو وتہا مؤبدۃ بہا   وکفی صداھا جدول مدرار

—— جو شادابیوں کے اندر دائمی طور پر مالامال ہو، جس کی پیاس بجھانے کے لئے تیز رو موجود ہو۔

مکتب السماء فاضحکتہا مثل ما   اَبکی فتضحک بی الغداۃ نوار

—— آسمان روتا ہو تو وہ ہنس پڑتا ہو، اسی طرح جیسے میں روتا ہوں تو نوار صبح کو مجھ پر ہنستی ہے۔

واذا تعار ضہا ذکاء تشعشت   فتمازج النوّار والنوّارُ

—— آفتاب جب سامنے آئے تو یہ منتشر ہو جائے اور کلی کلی سے مل جائے۔

مشت الصبا بفروعہا مختالۃ   فصبا المشوق وغیرہ استعبار

—— صبا اس کی شاخوں میں اٹھکھیلیاں کرے، اسے دیکھ کر عاشق کی آتش شوق بھڑک اُٹھے، اور روتے ہوئے بُرا حال ہو۔

واذا تغنی ایطرفی ارجائہا   ابدی بلابل صدرہ التذکار

—— جب اس کے گوشوں میں پرندہ نغمہ ریز ہو تو یاد سے اس عاشق کے افکار ابھر جائیں۔

یوما باطیب من جوارک شاھدا   اوغائبا تدنو بک الاخبار

—— تو ایسے چمن کی خوشبو کسی دن بھی آپ موجود ہوں یا غائب مگر اطلاعات کا سلسلہ جاری ہو، آپ کے جوار سے زیادہ خوشگوار نہیں ہے۔

—— جمال الملک ابوالقاسم بن افلح نے اپنے خط کے اندر یہ شعر لکھے (متقارب)

وانی وحقک منذ ارتحلت   نہاری حنین ولیلی اَنین

—— تیرے حق کی قسم جب سے کوچ کیا ہے میرا دن شوق اور رات کرب بن گئی ہے۔

وما کنت اعرف قبلی امرءً   بجسم یقیم و قلب یبین

—— اس سے پہلے کسی ایسے شخص کا تجربہ نہ ہوا تھا کہ جسم تو رکھتا ہو مگر قلب جُدا ہو۔

---

[1] حنوہ اور عرار، خوشبودار پھولوں کو کہتے ہیں۔

یقول الخلی اذا ماراَئ   ولوعی بذکراک لایستکین

—— غم دل سے آزاد جب دیکھتا ہے کہ تیری یاد سے میری شیفتگی ختم نہیں ہوتی تو کہتا ہے۔

تسل فقلت وہاک الفراق   اتدری جوی البین انی یکون

—— تسلّی کرو، میں کہتا ہوں تجھے فراق کی مصیبت آئے، جانتے ہو فراق کی سوزش کہاں ہوتی ہے۔

وکیف السبیل الی سلوتی   وحزنی وفیّ وصبری خوئن

—— تسلّی کیسے ہو، غم تو میرا وفادار اور صبر نہایت بے وفا ہے۔

ابن الدّولہ نے اس کے جواب میں حسب ذیل اشعار کہے۔

وانی وحبک مذ بنت عنک   قلبی حزین ودمعی ھتون

—— تیری محبت کی قسم، جب سے جُدا ہوا ہوں میرا دل غمگین اور اشک رواں ہیں۔

واَخلف ظنی صبر معین   وشاھد شکوای دمع معین

—— امید تھی کہ صبر سے مدد ملے گی مگر معاملہ برعکس نکلا، میری تکلیف کا گواہ یہ بہتا ہوا اشک ہے۔

فللہ اَیامنا الخالیا   ت لورّد سالف الدھر حنین

—— کیا خوب گذرا ہوا زمانہ تھا، کاش ہمارا شوق یہ گذرا ہوا زمانہ واپس لائے۔

وانی لاَرعی عہود الصفاء   ویکلؤھا لک ودّ مصون

—— مجھے عہد صفا کا پورا خیال ہے۔ تمہارے حق میں محفوظ محبت اس عہد کا محافظ ہے۔

واَحفظ ودّک عن قادح   و ودّ الاکارم علق ثمین

—— تیری محبت کو دست و برد سے محفوظ رکھتا ہوں، شریفوں کی محبت نہایت قیمتی چیز ہے۔

ولم لایکون ونحن الیدا   ن اَنت بفضلک منھا الیمین

—— کیوں نہ ایسا ہو جبکہ ہم دونوں ہاتھ ہیں، اپنے کمال کے باعث تو ان میں داہنا ہے۔

اذا قلت اَسلوک قال الغرا   م ھیھات ذلک مالایکون

—— جب سوچتا ہوں تجھ سے تسلّی کر لوں تو عشق کہتا ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

وھل لی فی سلوۃ مطمع   وصبری خوئن و ودّی اَمین

—— تسلّی کی امید کیسے جا سکتی ہے جبکہ اپنا صبر بے وفا اور محبت وفادار ہے۔

ابن افلح کو حسب ذیل اشعار لکھے۔ (طویل)

اساَت بنفسی حین اَزمعت رحلۃ   فھی مجموع بشملی المفرق

فاَن امرءً سہ الموفق قربہ   وفارقہ طوعا بغیر موفق

___ کوچ کا ارادہ کر کے میں نے خود پر زیادتی کی ہے اب میری توجہ اپنے حالات کو منتشر کرنے پر مرکوز ہے۔

___ سچ ہے جس شخص کی قربت "موفق" کے لئے مسرور کن ہو وہ اسے جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نہایت بے توفیق ہے۔

___ ابن الدولہ کا جب ساوہ سے گذر ہوا اور اس کتب خانہ میں داخل ہوا جسے موفق الدین ابو طاہر حسین بن محمد نے وقف کیا تھا تو اسے حسب ذیل اشعار لکھے۔

وفقت للخیر اذ عممت بہ   طلابہ یا موفق الدین

___ موفق الدین! تجھے خیر کی توفیق ہوئی کہ یہ خیر طالبان خیر کے لئے عام ہوا۔

ازلفت للناس جنۃ جمعت   عیون فضل أشہی من العین

___ تو نے لوگوں کے نزدیک ایسی جنت کر دی ہے جس میں حوروں سے بھی زیادہ لذیذ کمال کی اعلیٰ باتیں ہیں۔

فیہا ثمار العقول دانیۃ   قطوفہا حلوۃ الأفانین

___ اس جنت میں عقل و دانش کے نتائج ہیں، پھل قریب ہیں، شاخیں نہایت خوشگوار ہیں۔

لازلت تسمو بکل صالحۃ   بمسعدی قدرۃ وتمکین

___ تو ہمیشہ طاقت اور تمکنت سے ہر نیکوکاری میں اونچا مقام حاصل کرتا رہے۔

___ اللہ ہر سننے والے پر رحم کرے جو میری دعا پر آمین کہے۔

تصنیفات :

ابن الدولہ بن تلمیذ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

قراباذین بیس ابواب۔ اس کی تمام تصنیفات میں یہ سب سے زیادہ مشہور اور متداول ہے۔ قراباذین مختصر برائے شفاخانہ تیرہ ابواب۔ المقالۃ الامینیۃ فی الادویۃ البیمارستانیۃ، انتخاب کتاب الحاوی مؤلفہ رازی، انتخاب کتاب مسکویہ فی الاشربۃ مختصر شرح جالینوس لکتاب الفصول مؤلفہ بقراط، مختصر جالینوس لکتاب لتقدمۃ المعرفۃ مؤلفہ بقراط، تکملہ انتخابات اسکندرانیین لکتاب حیلۃ البرء مؤلفہ جالینوس۔ شرح مسائل حنین بن اسحاق بہ انداز تعلیمات، شرح احادیث نبویہ مشتمل بر طب، کناش مختصر، الحواشی علی کتاب القانون للرئیس بن سینا الحواشی علی کتاب الماۃ مؤلفہ مسیحی، التعالیق علی کتاب المنہاج ایک قول کے مطابق یہ تعلیمات علی بن ہبۃ بن اثردی بغدادی کی ہیں۔ مقالۃ فی الفصد، کتاب مشتمل علی توقیعات و مراسلات، کتاب الماۃ مؤلفہ مسیحی سے استنباط کردہ تعلیمات۔ انتخاب کتاب ابدال الادویۃ مؤلفہ جالینوس۔

ابو الفرج یحییٰ بن تلمیذ

فاضل اجل معتمد الملک ابو الفرج یحییٰ بن صاعد بن یحییٰ بن تلمیذ علوم حکمیہ پر نظر رکھتا تھا اور فن طب کے اندر ماہر تھا۔ ادب سے روشناس اور اس کے اندر اعلیٰ مقام رکھتا تھا۔ یہی حال ابن الدولہ بن تلمیذ سے خاندانی شرف رکھنے والی ایک جماعت کا تھا۔ چنانچہ وہ سب کے سب زبان و ادب اور محاسن و فضائل سے وابستہ تھے۔ میں نے معتمد الملک یحییٰ بن تلمیذ کا ایک مخطوط دیکھا ہے جس سے اس کے فضل و کمال، علو رتبہ اور شرف کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کا شمار فن طب کے مشہور اور ممتاز شیوخ میں تھا۔ اس کے متعدد تلامذہ تھے۔ شریف ابو العلاء محمد بن ہباریۃ عباسی اپنے ایک قصیدہ کے اندر حکیم ابو الفرج یحییٰ بن صاعد بن تلمیذ کی تعریف کی ہے۔ وہ اس کے یہاں اصفہان پہنچا تو امراء اور اکابرین سے اسے بے شمار دولت ملی۔ چنانچہ قصیدہ کے اندر کہتا ہے۔ (کامل)

وجمیع ما حصلتہ وجمعتہ   منہم وکنت لہ بشعری کاسبا

ان حضرات سے جو کچھ حاصل کیا اور اپنے اشعار کی بدولت جو کچھ کمایا۔

نعمی ابی الفرج بن صاعد الذی   مازال عنی فی المکاسب نائبا

وہ سب ابو الفرج بن عاصد کا احسان ہے، جو اکتساب کی اس مہم میں برابر نیابت فرماتے رہے۔

ہو لا عدمت علاہ حصل کل ما   أملتہ و مری وکنت الحالبا

ان کی رفعت معدوم نہ ہو، انھوں نے وہ تمام چیزیں دے دیں جس کی امید کی تھی، سہلایا انھوں نے دوہا میں نے۔

یحییٰ بن صاعد بن یحییٰ لم یزل   للمکرمات الیّ جنابی جالبا

یحییٰ بن صاعد بن یحییٰ برابر میرے یہاں فضائل پہنچاتے رہے۔

أحیا مطامعی التی ماتت فتیً   أحیا الفتوۃ والمروءۃ دائبا

میری مردہ آرزوؤں کو ایک ایسے نوجوان نے زندہ کر دیا جس نے ہمیشہ جواں مردی کا احیاء کیا ہے۔

مازال ینعشنی نداہ حاضرا   وینوب عنی فی المطالب غائبا

موجودگی میں انکا فیض برابر جاری رہا۔ غیر موجودگی میں میرے مقاصد کی نمائندگی کرتے رہے۔

فی باب سیف الدولۃ بن بہائہا   وکذا نصیر الدین کان مخاطبا

سیف الدولہ بن بہائہا، اسی طرح نصیر الدین کے دروازہ پر بھی وہ مخاطب رہے۔

کاتبتہ بحوائجی وھززتہ   فوجدتہ فیہا الحسام القاضبا

آپ نے میری ضرورتوں کے باب میں اس سے مراسلت کی اور ہلایا تو اسے تیغ براں پایا۔

وکذاک فی باب الأغر وغیرہ   فی الخطب کنت لہ بن اک مخاطبا

___ اسی طرح مرد روشن وغیرہ کے دروازوں پر بھی تقریروں میں تم نے یہ ضرور تیں رکھیں۔

مازال یغرسنی یداہ ولم ازل   بعلاہ مابین البریۃ خاطبا

___ ان کا دست کرم برابر مجھے نصب کرتا رہا اور میں ان رفعتوں کی بدولت مخلوق کو مخاطب کرتا رہا۔

نیز یہ اشعار بھی

لاتحوجن أخاک لابل عبدک السقن بن عبدک أن یروم أجانبا

___ اپنے بھائی، بلکہ اپنے غلام زادے غلام کو مجبور نہ کریں کہ غیروں کا قصد کرے ۔

فلأنت اولی بی لما عودتنی   عمن غدا لی فی الاصول مناسبا

___ آپ تو معمول کے مطابق میرے سرپرست ہیں، ان کی کیا ضرورت جو خاندانی رشتہ رکھتے ہیں۔

لازلت آتی بالذی آولتینی   وعلی المدیح محافظا ومواظبا

___ جو احسان آپ نے کیا ہے اس پر برابر ثنا خواں اور قصیدہ خواں ہوں۔

ولقیت لی ذخرا ودمت ممتعا   بالمجد للا برادستہ ساحبا

___ آپ میرے لئے ذخیرہ رہیں اور ہمیشہ شرف سے فیضیاب اور اس کے دامن گھسیٹتے رہیں۔

ثقۃ الخلافۃ سید الحکماء معتمد الملوک الفیلسوف الکاتبا

___ خلافت کے معتمد، سید الحکماء، بادشاہوں کے معتمد، فلسفی اور مصنّف!

لم لاتکاتبنی فکتبک نزھتہ   حسنا تخال من الجلال کتائبا

___ آپ کیوں مجھ سے مراسلت نہیں رکھتے کہ آپ کے خطوط حسن کی بہار، جلالت وعظمت میں فوجی دستے۔

ومن الملاحۃ واللطافۃ روضتہ   ومن الافادۃ فی البیان سحائبا

___ حسن اور لطافت میں گلشن اور افادہ میں بیان و اسلوب کے بادل معلوم ہوتے ہیں۔

مازح وطایب ما استطعت فما الفتی   من لایکون ممازحا ومطایبا

___ مزاح کیجئے، خوش فعلی کیجئے، جس قدر چاہیں، یہ جواں مرد مزاح اور خوش فعلی سے دلچسپی رکھتا ہے۔

وفداک من نوب الزمان وصرفہ   قوم یزید ون الزمان معایبا

___ گردش زمانہ میں آپ پر ایک پوری قوم ایسی فدا ہے جو زمانہ کو زیادہ بدنام کر دیتی ہے۔

ابوالفرج یحییٰ بن تلمیذ کے حسب ذیل اشعار کتاب زینۃ الدھر مؤلفہ علی بن یوسف بن ابوالمعالی سعد بن خطیری سے نقل کر رہا ہوں، وہ فرماتے ہیں حکیم معتمد الملک یحییٰ بن تلمیذ کے مخطوط میں سوئی پر یہ پہیلی میں نے پائی ہے۔

وفاغرۃ فماً فی الرجل منھا   ولکن لا تسیغ بہ طعاما

___ ایک چیز ہے جو اپنے پیر میں منہ کھولے ہوئے ہے مگر کھانا نہیں کھا سکتی۔

ومخطفۃ الحشا فی الرأس منھا   لسان لاتطیق بہ الکلاما

___ دل کی ہلکی ہے، اس کے سر میں ایک زبان ہے جس سے بول نہیں سکتی۔

تصول بشوکۃ تبدو وسم   وما من ذاقہ یرد الحماما

___ وہ ایک نمایاں کانٹے اور سوراخ سے حملہ کرتی ہے، اسے چکھنے والا موت کے منہ میں نہیں جاتا۔

تجر وراءھا ابداً اسیرا   کما قادت ید الحادی الزماما

___ وہ شتربان کی طرح اپنے پیچھے ہمیشہ ایک قیدی گھسیٹتی رہتی ہے۔

منیعاً ذا قوی لکن تراہ   ذلیلا مستعناما

___ مضبوط پرت دار قیدی، مگر اس کی گرفت میں ذلیل ومظلوم دکھائی دے۔

فتلقبہ بحبسھا مقیما   طوال الدھر لایابی المقاما۔

___ قیدی کو قیدخانہ میں ہمیشہ کے لئے ڈال دے تو یہاں اسے باقی رہنا منظور ہوتا ہے۔

ایا عجبالھا سوداء خلقا   تریک خلائقا بیضاء کراما

___ حیرت ہے اس پر، خلقت میں تو سیاہ ہے مگر مہذب سفید تخلیقات پیش کرتی ہے۔

عذت عریانۃ من کل لبس   وفاضل ذیلھا یکسوا الاناما

___ وہ ہر لباس سے خالی ہے مگر اس کے آثار مخلوق کو پوشاک پہناتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ اس کا ایک مخطوطہ سیف الدولہ صدقہ کے نئے گھر میں دیکھا جسکی تعمیر کے بعد آگ لگ گئی تھی۔ جو حسب ذیل ہے۔

یا بانیا دارا لعلی ملأتھا   لتزیدھا شرفا علی کیوان
علمت بانک انما شیدتھا   للمجد والافضال والاحسان
فقفت عوائد ک الکرام وشاقت   تستقبل الاضیاف بالنیران

___ رفعت کا گھر تعمیر کرنے والے! اسے بلندیوں سے تم نے پُر کر دیا ہے تاکہ زحل سے بھی آگے بڑھ جائے۔

___ مجھے معلوم ہے اسے تم نے شرف، فضل اور احسان کی خاطر مضبوط بنایا ہے۔

___ چنانچہ اس نے آپ کی شریفانہ عادتوں کی پیروی کی اور آگے بڑھ کر آتش کے ذریعہ مہمانوں کا

استقبال کیا۔

ابوالفرج بن تلمید کمان پربھی اشعار کے اندر پہیلی کہی ہے۔ (وافر)

وماذو قامتہ ذات اعوجاج　　تئن وتنحنی عند الھیاج
لہا المکر الخفی مع التمطی　　کمکر الراح فی القدح الزجاج

___ قدو قامت رکھنے والی ایک شے جو کج ہے جوش کے وقت مڑکر کراہتی ہے۔
___ مگر انگڑائی کے ساتھ شیشہ میں شراب کی طرح ایک پوشیدہ چال بھی رکھتی ہے۔

نیز　　(کامل)

علق الفؤاد علی خلوجھا　　علق الزبالۃ فی حشا المصباح
لایستطاع الدھر فرقتہ بینہم　　الالحین تفرق الاشباح

___ تنہائی میں دل چراغ کے اندر بتی کی طرح اس کی محبت سے چمٹ گیا۔
___ زمانہ میں انھیں جدا نہیں کیا جاسکتا جُدائی ہوسکتی ہے تو اس وقت جب صورتیں منتشر ہوجائیں گی۔

نیز　　(متقارب)

فراقک عندی فراق الحیاۃ　　فلاتجھزن علی مدنف
علقتک کالنار فی شمعھا　　فماان تفارق أو تنطفی

___ تیری فرقت میرے نزدیک زندگی کی فرقت ہے، لہٰذا مریض ناتواں کو قتل نہ کرو۔
___ شمع کی لو کی طرح تجھ سے چمٹ گیا ہوں، لو کی جدائی اور گل ہونا دونوں ایک ہے۔

نیز　　(سریع)

بدا الینا أرج القادم　　خبردالغلتہ من حائم
روح عن قلبی علی نأیہ　　وقد یلذ الطیف للحالم

___ آنے والے کی خوشبو نے سرگشتہ کی تشنگی سرد کردی۔
___ بعد منزل کے باوجود اس نے دل کو ہلکا کردیا۔ گاہ خواب بڑا لذیذ ہوتا ہے۔

ایک گلوکار کی مذمت میں کہتا ہے۔　　(رجز)

لنا مغن ان شدا　　تدفننا ثلوجہ
فموتنا خروجہ　　وبعثنا خروجہ

___ ہمارا ایک گلوکار ہے، نغمہ ریز ہوتا ہے تو اس کی برف باریاں ہمیں دفن کردیتی ہیں۔

اَوحدالزمان ابوالبرکات ہبتہ اللہ بن علی بن ملکا بلدی

بمقام بلد پیدا ہوا اور بغداد میں قیام کیا۔ یہودی مذہب تھا۔ بعد میں اسلام قبول کیا مستنجد باللہ کی خدمت کی۔ تصنیفات نہایت عمدہ ہیں، علوم ومعارف کا بیحد اہتمام اور اعلیٰ ذوق رکھتا تھا۔ فن طب کی تعلیم اس طرح شروع ہوئی کہ ابوالحسن سعید بن ہبتہ اللہ بن حسین کا شمار طب کے ممتاز مشائخ میں تھا۔ اس کے متعدد تلامذہ پڑھنے کے لئے روزانہ اس کے یہاں آتے تھے۔ وہ کسی یہودی کو قطعاً تعلیم نہیں دیتے تھے۔ ابوالبرکات ان سے ملاقات اور تعلیم حاصل کرنے کا مشتاق تھا۔ ہر چند اس نے مختلف ذرائع استعمال کئے مگر ناکام رہا۔ بالآخر اس نے دربان سے دوستی کی، اور خادم بن کر شیخ کی دہلیز پر اس طرح بیٹھتا کہ درس وتدریس اور بحث وتمحیص کی ساری باتیں سُن سکے۔ جو بات سُن لیتا اسے فہم میں رکھ لیتا۔ ایک سال یا اس کے لگ بھگ زمانہ کے بعد شیخ کی مجلس میں ایک مسئلہ زیرِ بحث آیا۔ تمام طلبہ لاجواب تھے، اور مسئلہ کا حل معلوم کرلینا چاہتے تھے۔ ابوالبرکات نے یہ کیفیت اچھی طرح محسوس کرلی تو اندر داخل ہوا شیخ کی خدمت بجالایا اور کہا "آقا! حکم ہو تو اس مسئلہ پر کلام کروں"۔ اس نے اجازت دے دی تو جالینوس کا حوالہ دے کر اس مسئلہ کا جواب دیا۔ اور کہا "آقا! یہ گفتگو فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ میں فلاں وقت پر آچکی ہے، چنانچہ یہ میرے ذہن کے اندر محفوظ رہی"۔ شیخ کو اس کی ذہانت اور طلب علم پر بیحد تعجب ہوا۔ پوچھا یہ کون سی جگہ ہے جہاں بیٹھ کر سُنتے تھے۔ اس نے وہ جگہ بتائی، اس پر شیخ نے کہا "جو اس درجہ کا آدمی ہو اسے ہم طلب علم سے روک نہیں سکتے"۔ چنانچہ وہ ارشد تلامذہ میں شمار ہوا۔

معالجاتی نوادرات

بغداد میں ایک مریض کو مالیخولیا کی بیماری ہوگئی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ سر پر ایک مٹکا رکھا ہوا ہے جو کبھی جُدا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ راہ چلتے ان مقامات سے کنارہ کشی اختیار کرتا۔ جہاں چھتیں نیچے ہوتیں۔ یہاں بڑی احتیاط سے چلتا اور کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ اسے یہ بدخیالی تھی کہ اس طرح مٹکا جھک جائے گا یا سر سے گر جائے گا۔ یہ مرض ایک مدت تک باقی رہا۔ ہر چند اطباء نے علاج کئے مگر نفع نہ ہوا۔ بالآخر اوحدالزمان کی خدمت میں یہ مریض لایا گیا۔ اس نے سوچا کہ اس کا علاج بس خیالی چیزوں ہی سے کرنا باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ گھر والوں سے کہا "گھر میں رہوں تو اسے لے آؤ"، اور اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ مریض آئے اور گفتگو شروع کرے اور وہ خاص اشارہ کرے جسے اس نے غلام سے طے کرلیا تھا تو ایک بڑی لکڑی اُٹھاکر ذرا دُور سے مریض کے سر پر اس طرح مارے کہ خیالی مٹکے کو توڑ دینا چاہتا ہے، ایک دوسرے غلام سے جسے ایک مٹکا دے کر اُوپر چھت پر بیٹھ رہنے کے لئے کہہ رکھا کہا جب مریض کے سر پر لکڑی مارتے ہوئے دیکھے

تواُوپر سے تیزی کے ساتھ مٹکا زمین پر گرادے۔

اوحدالزمان اپنے گھر میں تھا مریض نے آکر گفتگو شروع کی۔ اوحدالزمان نے کہا کہیں مٹکا ٹوٹا نہیں ہے۔ غلام کو وہ خاص اشارہ کیا، اس نے آگے بڑھ کر کہا "بخدا اس مٹکے کو توڑ کر دم لوں گا" پھر لکڑی گھما کر سر پر ایک ہاتھ اُوپر مارا۔ اسی وقت دوسرے غلام نے اُوپر سے مٹکا گرایا جس سے زور کا دھماکہ ہوا۔ مٹکا ٹکڑے ٹکڑے ہوچکا تھا۔ مریض نے اپنے ساتھ یہ سلوک اور شکستہ مٹکا دیکھا ٹوٹ جانے پر افسوس کا اظہار کیا۔ اب اسے شک نہ رہا کہ جو مٹکا سر پر تھا وہ ٹوٹ چکا ہے۔ اس خیال کا اثر ہوا اور مریض صحت یاب ہوگیا۔ یہ معالجات کا ایک عظیم باب ہے جالینوس وغیرہ اطباء قدیم کے زمانہ میں بھی اس طرح کے واقعات پیش آچکے ہیں۔ جن کا تذکرہ ہم نے ایک دوسری جگہ کیا ہے۔

شیخ مہذب الدین عبدالرحیم بن علی نے مجھ سے وہ فرماتے ہیں موفق الدین اسعد بن الیاس بن مطران نے مجھ سے وہ فرماتے ہیں اوحد بن تقی نے مجھ سے وہ فرماتے ہیں میرے والد سے مجھ سے وہ فرماتے ہیں عبدالودود طبیب نے ہم سے وہ فرماتے ہیں ابوالفضل شاگرد ابوالبرکات معروف بہ اوحدالزمان نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم سُلطان کے لشکر میں اوحدالزمان کی خدمت میں تھے، ایک دن ایک شخص آیا جسے داخس تھا، مگر ورم ناقص تھا۔ اس سے پیپ بہہ رہی تھی۔ اوحدالزمان نے جب اسے دیکھا تو جلدی سے اس کی اُنگلی کا پور کاٹ دیا ہم نے کہا "آقا! آپ نے علاج میں زیادتی کی، بس وہ علاج کافی تھا جو اس طرح کے مریضوں کے لئے کیا جاتا ہے، اُنگلی باقی رہتی۔ ہم نے انھیں ملامت کی، مگر وہ ایک حرف نہیں بول رہے تھے۔ یہ دن گذر گیا، دوسرے دن بالکل اسی طرح کا دوسرا مریض آیا۔ انھوں نے ہمیں اشارہ کرتے ہوئے کہا "جو مناسب سمجھتے ہو اس کا علاج کرو" ہم نے داخس کا معروف علاج کیا۔ مقام ماؤف کشادہ ہوگیا اور ناخون جاتا رہا پھر اُنگلی کا پہلا پور جاتا رہا، ہم نے ہر طرح کے علاج کر ڈالے، ہر طرح کے لطوخ اور ہر طرح کے مسہل دیئے مگر مرض بڑھتا گیا اُنگلی تیزی سے متاثر ہوتی گئی بالآخر پوری اُنگلی کاٹ دینی پڑی۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک اور عالم بھی ہے۔ اس سال یہ مرض پھیلا۔ ایک جماعت قطع و برید سے غافل رہی۔ چنانچہ کسی کا ہاتھ گیا کسی کی جان گئی۔

شیخ موفق الدین عبداللطیف بغدادی نے اپنے مخطوطہ کے اندر ابن دہان منجم سے نقل کیا کہ شیخ ابوالبرکات آخر عمر میں اندھا ہوگیا تھا۔ وہ کتاب المعتبر جمال الدین بن فضلان، ابن دہان منجم، شیخ موفق الدین عبداللطیف کے والد یوسف اور مہذب بن نقاش کو املا کراتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق اوحدالزمان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن وہ خلیفہ کے دربار میں آیا تو چیف جسٹس کے سوا سب کھڑے ہوگئے۔ چونکہ وہ ذمی تھا اس لئے چیف جسٹس نے کھڑا ہونا مناسب نہ سمجھا۔

اس نے کہا "امیرالمومنین!" اگرچیف اس لئے نہیں کھڑا ہوا کہ میں ملت اسلام سے خارج ہوں تو میں آپ کے سامنے اسلام قبول کرتا ہوں، محض اس کی وجہ سے اجازت نہ دوں گا کہ چیف میری تنقیص کرے، چنانچہ وہ مُسلمان ہوگیا۔

شیخ سعدالدین ابوسعید بن ابوسہل بغدادی عواد نے جو شروع میں یہودی تھا مجھ سے بیان کیا، وہ بغداد میں یہودی کے محلّہ میں اوحدالزمان کے گھر سے قریب ہی رہتا تھا۔ اوحدالزمان کو وہ زیادہ سمجھ نہیں سکا تھا، بلکہ چھوٹا تھا اور اس کے گھر آتا جاتا تھا، اوحدمان کے تین بچیاں تھیں، اولاد نرینہ میں کوئی نہ تھا۔ اتنی سال زندہ رہا۔

قاضی نجم الدین عمر بن محمد معروف ابن کریدی نے مجھ سے بیان کیا کہ اوحدالزماں اور امین الدولہ بن تلمیذ کے درمیان دُشمنی تھی۔ اوحدالزمان نے جب اسلام قبول کرلیا تو یہودیوں سے بکثرت اظہار برات کرتا اور ان پر لعنت بھیجتا تھا کسی دن اعیان و اکابر کی مجلس میں کچھ لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے امین الدولہ بھی حاضر تھا۔ یہود کا تذکرہ آیا تو اوحدالزمان نے یہود پر لعنت کی، امین الدولہ نے کہا ہاں یہود کی اولاد پر بھی، اوحدالزمان نے سر جھکا لیا، وہ سمجھ گیا کہ اشارہ اسی کی جانب ہے۔ چنانچہ خاموش رہا۔

ملفوظہ

بدرالدین ابوالعز یوسف بن مکی نے کہا مجھ سے مہذب الدین بن ہبل نے بیان کیا کہ میں نے اوحدالزمان کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔

> "خواہشات اُجرتیں ہیں جنھیں نفوس، عالم طبیعت کی تعمیر میں استعمال کرتی ہیں، تاکہ جو لقب اور تکان اسے لاحق ہوچکا ہو اسے بھول جائیں لہٰذا سب سے کارگر وہ ہیں جو سب سے ادنیٰ درجہ کی ہوں اور سب سے بے کار وہ ہیں جو سب سے زیادہ حساس ہوں۔"

تصنیفات

اوحدالزماں کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

کتاب المعتبر۔ حکمت میں اس کی سب سے مشہور اور جلیل القدر تصنیف ہے۔ مقالۃ فی سبب ظہور الکواکب لیلا و اختفائہا نہارا، یہ مقالہ سلطان معظم غیاث الدین ابوشجاع محمد بن ملک شاہ کے لئے لکھا تھا۔ اختصار التشریح۔ جالینوس کی عبارتوں سے نہایت اختصار کے ساتھ تلخیص کی ہے۔ کتاب قرابادین، تین مقالات۔ مقالۃ فی الدواء الذی الفہ المسمی بہ برشعثا، (اپنی ترکیب کردہ دوا مسمی بہ برشعثا پر ایک مقالہ) اس مقالہ کے اندر مکمل طور پر موضوع کی وضاحت اور ادویہ کی تشریح کی ہے۔ ایک اور معجون پر اس نے مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان امین الارواح ہے، رسالۃ فی العقل و ماہیتہ

بدیع أصطرلابی

بدیع الزماں ابوالقاسم ہبتہ اللہ بن حسین بن احمد بغدادی ایک صاحب علم طبیب اور متکلم فلسفی تھا۔ اس کا شمار باکمال حکماء اور باذوق ادیبوں میں ہوتا تھا۔ حکمت، علم کلام اور ریاضی سے زیادہ اعتنا رکھتا تھا۔ علم النجوم اور علم الرصد میں ماہر تھا۔

بدیع اصطرلابی امین الدولہ بن تلمیذ کا دوست تھا۔ حکایت ہے کہ ۵۱۰ھ میں اس کی ملاقات امین الدّولہ سے اصفہان میں ہوئی۔ مہذب الدّین ابونصر محمد بن ابراہیم بن خضر حلبی نے مجھ سے بیان کیا کہ بدیع اصطرلابی، اصطرلاب (اجرام فلکی کے ارتفاع وغیرہ کو معلوم کرنے کا آلہ) کے علم اور اس کی صنعت میں یگانۂ روزگار تھا اور اسی حیثیت سے معروف تھا۔

میرے علم کی حد تک مہذب الدّین ابونصر کے والد طبرستان کے رہنے والے تھے اور برہان منجم کے نام سے معروف تھے۔ یہ نجومی علوم و احکام میں اپنے وقت کے سب سے بڑے رمز شناس تھے۔ اس سلسلہ میں عجیب وغریب حکایات ان کی جانب منسوب ہیں۔ میں نے اس طرح کے بکثرت واقعات اپنی کتاب اصابات المنجمین میں جمع کر دئے ہیں۔ بدیع اصطرلابی سے ان کی ملاقات تھی۔ ایک عرصہ تک وہ اس کی صحبت میں رہے۔

بدیع اصطرلابی نہایت عمدہ نظم کہتے تھے۔ اس کے اشعار مجھے مہذب الدّین ابونصر محمد بن محمد بن ابراہیم حلبی نے، وہ کہتے ہیں مجھے میرے والد نے، وہ کہتے ہیں مجھے بدیع اصطرلابی نے خود سُنائے ہیں۔ کچھ اشعار حسب ذیل ہیں۔

(کامل)

یا ابن الذی مضوا علیٰ دین الندیٰ   والطاعنین مقادم الاعدام

فوجوھھم قبل العلی و أکفھم   سحب الندیٰ ومنابر الاقلام

—— اے ان لوگوں کے فرزند! جو فیاضی کے مذہب پر رہے اور جنھوں نے افلاس و تنگ دستی کے سینوں پر ضرب لگائی۔

—— چنانچہ ان کے چہرے بلندی کے روبرو اور فیاضی کے بادل اور قلم کے منبر رہے۔

نیز

(کامل)

أھدی لمجلسک الشریف وانما   أھدی لہ ماحزت من نعمائہ

کالبحر یمطرہ السحاب ومالہ   من علیہ لأنہ من مائہ

—— میں آپ کی شریف محفل کے لئے ہدیہ بھیج رہا ہوں، یہ ہدیہ بھی تو اسی مال سے ہے جو آپ سے حاصل کیا ہے۔

جیسے سمندر پر بادل برسے، بادل کا سمندر پر احسان نہیں ہوتا کہ وہ اسی کا پانی ہے۔

نیز

(سریع)

قام الی الشمس بآلاتہ   لینظر السعد من النحس

فقلت این الشمس قال الفتی   فی الثور قلت الثور فی الشمس

اپنے آلات کو لے کر آفتاب کی طرف چلا کہ سعد ونحس معلوم کرے۔
میں نے پوچھا آفتاب کہاں ہے، نوجوان نے کہا ثور میں، میں نے کہا ثور تو آفتاب میں ہے۔

نیز

(خفیف)

قیل لی قد عشقتہ أمرد الخد   وقد قیل انہ تکریش

قلت فرخ الطاوس أحسن ما کا   ن اذا ما علا علیہ الریش

مجھ سے کہا گیا کہ جس سے عشق کیا ہے اس کے رُخسار پر بال نہیں ہیں، یہ بھی کہا گیا کہ وہ صاحب ریش ہے۔
میں نے کہا طاؤس کا بچہ سب سے عمدہ اس وقت ہوتا ہے جب اس پر بال آجاتے ہیں۔

نیز

(سریع)

ھل عشرت اقلام خط العذار   فی مشقھا فالخال نقط العثار

أم استدار الخط لما عدت   نقطتہ مرکز ذاک المدار

وریقہ الخمر فھل ثغرہ   درحباب نظمتہ العقار

چہرے کی لکیروں کے قلم چلنے میں کیا ٹھوکر کھا گئے ہیں کہ یہ تل کر کے نقطے ہیں۔
یا نقطہ جب مدار کے مرکز پر پہنچا تو خط گول ہو گیا ہے۔
اس کا لعاب دہن تو شراب ہے، مگر کیا دانت حباب کے موتی ہیں جسے شراب نے پروئے ہیں۔

نیز

(طویل)

وذو ھیئۃ یزھو بخال مھندس   أموت بہ فی کل وقت وأبعث

محیط بأوصاف الملاحۃ وجھہ   کأن بہ اقلیدس یتحدث

فعارضہ خط استواء وخالہ   بہ نقطۃ والخد شکل مثلث

ایک صاحب صورت نمونہ کے تل پر نازاں ہر وقت اسے دیکھ کر مرتا اور جیتا ہوں۔
اس کا چہرہ اوصاف حسن سے بھرپور ہے، گویا کوئی اقلیدس یہاں محو کلام ہے۔
عارض اس کا خط استوا، تل اس پر ایک نقطہ اور رُخسار شکل مثلث ہے۔
قیسرانی نے ایک قصیدہ پیش کیا جس کا آغاز اس طرح تھا۔ (خفیف)

اَعوب الفضل من بدیع الزمان　　عن معان عزّت علی یونان

ماتلاها لما تلاها ولکن　　فاتہا حائز اخصال الرہان

—— جو معانی یونانیوں کی دسترس سے باہر تھے بدیع الزمان نے انھیں بکمال پیش کر دیا۔

—— ان مضامین کو اس نے اس طرح بیان کیا کہ میدان کے جملہ اوصاف پر حاوی تھا۔

اس قصیدہ کے جواب میں جو اشعار بدیع اصطرلابی نے لکھے مہذب الدین ابو نصر نے بتایا کہ اس میں حسب ذیل چند اشعار حافظہ میں رہ گئے ہیں۔

ایھا السید الذی أطرانی　　بمدیح کالدر أطغانی

—— اے وہ جناب والا! جس نے موتی کے مانند میری ایسی تعریف کی ہے جس نے مجھے سرکش بنا دیا۔

والذی زاد فی محلی وقدری　　وأذل الشانی بتعظیم شانی

—— جس نے میری قدر و منزلت بڑھا دی اور تعظیم کر کے دشمنوں کو ذلیل کیا۔

فتعنفقت أی بانی کما تا　　ل مجیب الطباع سہل الجنان

—— چنانچہ جیسا مجیب الطبع خوشدل نے کہا ہے میں ہر صاحب فضل سے اونچا ہو گیا۔

وترشمت للجواب فاعیا　　نی وانسل ھاربا شیطانی

—— میں نے جواب کا ارادہ کیا تو تھک سا گیا، میرا شیطان[1] رفوچکر ہوا۔

مجیلا مجبلا یقول اتق اللّٰہ فمالی بما تروم الیدان

—— تھکا تھکا سا وہ کہتا ہے اللّٰہ سے ڈرو، تمھارا جو مقصود اس پر مجھے دسترس حاصل نہیں ہے۔

أتظن الوہاد مثل الروابی　　أم تخال الھجین مثل الہجان

—— کیا نشیب کو فراز جیسی شے تصوّر کرتے ہو یا کمینہ کو شریفوں جیسا خیال کرتے ہو۔

أم تجاری طرفا یفوت مدی الطر　　ف اذا ما تجاریا فی مکان

—— یا تم کسی ایسے شریف کا مقابلہ کر رہے ہو جو ہر میدان میں رخش تیز رفتار سے آگے نکل جاتا ہے۔

بحمار یفوته الزمن المقعد ان ارسلا عداة الرہان

—— ایک ایسے گدھے پر بیٹھ کر جس سے مزمن مریض بھی مقابلہ کے میدان میں آگے نکل جائے۔

فاکتنفنی ستر افتشعری نحلی　　حسین یبد ولناظر عور قان

—— پس پردہ میں چھپا لے کہ میرا شعر اور میرا خط جس وقت ننگا ہوں کے سامنے آئے گا معیوب ہوں گے۔

---

[1] شاعر کا شیطان اہل جاہلیت کے عقیدہ کے مطابق شاعر کو الہام کرنے والا جن ہے۔ (مترجم)

بدیع اصطرلابی نے ایک نوخیز لڑکے پر بھی شعر کہا ہے۔ (کامل مرفل)

کن کیف شئت فاننی　　قد صنعت قلبا من حدید

وقعدت انتظر الکسو　　ف ولیس ذلک من بعید

—— جیسا چاہو ہو جاؤ، میں نے فولادی دل پیدا کر لیا ہے۔

—— بیٹھا ہوں گہن کے انتظار میں، اور یہ کوئی بعید نہیں ہے۔

نیز

(طویل)

تقسم قلبی فی محبة معشر　　بکل فتی منھم ہوائی منوط

کان فوادی مرکز وھم لہ　　محیط واھوائی الیہ خطوط

—— میرا دل ایک گروہ کی محبت میں ٹکڑے ٹکڑے ہے، ان کے ہر جوان سے میرا دل وابستہ ہے

—— میرا دل گویا مرکز ہے، وہ سب محیط ہیں اور میری خواہشات لکیریں ہیں۔

نیز

(سریع)

وشادن فی حبہ سنتہ　　قد جعلت حبی لہ فرضا

ارضی بأن اجعل خدی لہ　　اذا مشی منتعلا أرضا

—— ایک نوخیز ہرن کی یک مالہ محبّت نے اپنی محبّت کو لازم کر دیا ہے۔

—— راضی ہوں کہ جب جوتے پہن کر چلے تو اپنا رخسار اس کے لئے فرش کر دوں۔

نیز

(بسیط)

اذا تمنی حمرة المنایا　　لما اکتسی خضوة العذار

وقد تبدی السواد فیہ　　وکارتی بعد العیار

—— اس نے چہرے پر شادابی کا لباس پہنا تو مجھے موت کی سرخی چکھا دی۔

—— گو اس میں سیاہی نمایاں ہو جاتی ہے مگر میرا لباس ہنوز پیمانہ میں ہوتا ہے۔

نیز

(متقارب)

ھجرت النکاریش ثم انثنیت أعنف من بات یہواھم

وما زلت فی المرد الحاھم　　الیٰ ان بلیت بالحاھم

—— ریش والوں کو میں نے خیرباد کہا اور ان کے عاشقوں میں سب سے زیادہ سخت گیر ہو گیا۔

—— بے ریشوں میں ہمیشہ داڑھی والا رہا، حتیٰ کہ ان میں سب سے بڑی داڑھی والے سے سابقہ پیش آ گیا۔

نیز

(سریع)

تاہ علی الناس باغوائہم　　أی فاحذرونی انی ملسن

ان کان فی اقوالہ معربا　　فانہ فی فعلہ یلحن

اپنی للکار سے لوگوں کے خلاف اس نے گھمنڈ کیا، یعنی یہ کہ مجھ سے بچو میں زباندان ہوں۔
اگر اپنے قول میں صاف گو ہے تو کیا ہوا فعل میں تو غلط کار ہے۔

نیز ہجو میں　　(کامل مرفل)

مستیقظ فاذا استضیف بہ یصیر من النیام

وتراہ فی عدد الطغا　　م اذا رأی مضغ الطعام

تبرو مصائبہ الغطا　　م أوان تجرید الخطام

بیدار رہتا ہے، مگر مہمان آتا ہے تو سو جاتا ہے۔
کھانا چباتے ہوتے دیکھتا ہے تو کمینوں کی صف میں آجاتا ہے۔
جس وقت ہڈیاں ننگی کی جاتی ہیں اس کی عظیم مصیبتیں سامنے آجاتی ہیں۔
ایک فصد کرنے والے کی ہجو کرتا ہے۔　　(سریع)

وفاصد مبضعہ مشرع　　کأنہ جاء الی حرب

ایک فصد کرنے والا اپنا چاقو اس طرح سونتے ہوئے ہے جیسے آمادۂ جنگ ہو۔

فصد بلا نفع فما حاصل　　غیر دم یخرج من ثقب

فصد بلا فائدہ، ایک سوراخ سے صرف خون نکل آئے تو اس سے کیا حاصل۔

لو مرّ فی الشارع من خارج　　لمات من فی داخل الدرب

اگر سڑک میں باہر سے گذرے تو اندر چلنے والے مر جائیں۔

خذہ اذا جاشت علیک العدا　　فوحدہ یغنیک عن حزب

دشمنوں کو حملہ ہو تو اسے لے لو بس یہ تنہا کافی ہوگا فوج کی ضرورت نہ ہوگی۔
عراق میں کافی برف باری ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر اس نے کہا۔ (خفیف)

یا صدور الزمان لیس بوفر　　ما رأیناہ فی نواحی العراق

انما عم ظلمکم سائر الأر　　ض فشابت ذوائب الآفاق

اے زمانہ کے سرخیلو! ہم نے عراق کے اطراف جو کچھ دیکھا وہ برف نہ تھی۔
یہ تو تمہارا ظلم تھا جو ساری دنیا میں پھیل گیا اور کائنات کے گیسو سفید ہو گئے۔
ہاتھ دھونے کے پیالہ کے بارے میں کہا ہے۔ (منسرح)

انی اذا ما حضرت فی ملأ　　عددت من بعض آلۃ الفرح

اذا انفردت فی مجالسہم　　تنغصوا بی بغا نہل القدح

میں کسی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں، تو خوشی کا ایک ذریعہ شمار ہوتا ہوں۔
جب ان کی مجلسوں کے بیچ بیٹھتا ہوں تو مجھے پیالہ کے تہہ آب سے وہ مکدر کر دیتے ہیں۔

تصنیفات

بدیع اصطرلابی کی تصنیفات میں مختصر دیوان ابو عبد اللہ حسین بن حجاج زیج ہے، جس کا نام اس نے المعرب المحمودی رکھا اسے سلطان محمود ابو القاسم بن محمد کے لئے ترتیب دیا تھا۔

ابو القاسم ہبتہ اللہ بن فضل

ولادت اور نشو ونما بغداد میں ہوئی۔ فن طب سے عملی تعلق تھا۔ اور ارباب فن میں شمار تھا۔ کمال بھی کرتا تھا۔ مگر شعر و شاعری کا ذوق غالب تھا۔ یہ بدزبان تھا۔ بکثرت نوادارت اور دلچسپ حکائتیں اس کی بیان کی جاتی ہیں۔ اس کا ایک شعری دیوان بھی ہے۔ اس کے اور امیر ابو الفوارس سعد بن صیفی مشاعر ملقب بہ حیص بیص کے درمیان دشمنی اور باہمی چپقلش تھی کبھی وقت صلح ہو جاتی مگر پھر اپنی سابقہ حالت پر واپس چلے جاتے۔ حیص بیص کا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بغدادی لشکر نے مقتضی لامر اللہ کے زمانہ میں سلطان سلجوقی کی جانب مارچ کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں میں بکثرت باتیں اور جھل پہل شروع ہوئی۔ اسے دیکھ کر اس نے کہا "کیا بات ہے لوگ حیص بیص میں ہیں"، چنانچہ یہی اس کا لقب پڑ گیا۔ یہ لقب جس نے عنایت کیا وہ ابو القاسم ہبتہ اللہ بن فضل تھا۔ حیص بیص اپنے کلام میں اور خطوط میں ہمیشہ بیان و فصاحت اور زبان کے نادر الفاظ استعمال کرتا تھا۔

اس سلسلہ کی ایک حکایت یہ ہے کہ بعض عراقیوں نے مجھے بتایا کہ حیص بیص ایک بیماری سے نڈھال ہو گیا۔ ابو القاسم ہبتہ اللہ نے اس کے لئے تیتر تجویز کیا۔ غلام تیتر خرید کر واپس آرہا تھا تو راستہ میں ایک امیر کے دروازے سے گذر ہوا۔ یہاں کچھ ننھے منّے ترکی بچے کھیل رہے تھے۔ ایک ـــــ نے غلام سے تیتر چھین لیا اور روانہ ہو گیا، غلام نے آکر اطلاع کی تو حیص بیص نے کہا قلم کاغذ لاؤ۔ غلام قلم کاغذ پیش کیا تو یہ تحریر لکھی۔

"لو کان مبتر دراجتہ فخار کا سر وقف بہا السغب بین الندویم والتمطر فہی تعتقی و تسف وکان

بحیث تنقب اخفاف الابل لوجب الاغذا ذا ای نصرتہ فکیف دہو بحیوحتہ کرمک ۔ والسلام"۔

(اگر وہ کسی ایسے تیتر کو ہلاک کرنا چاہتا جو ہلکا پھلکا، پروں کو سمیٹ کر ٹوٹ پڑنے والا، بھوک سے گاہ ہوائیں پر باندھ کر نحو پرواز ہوتا گاہ سبک سیر ہو جاتا، اس طرح کبھی اُوپر فضا میں منڈلاتا کبھی زمین کے قریب پرواز کرتا اور وہ کسی ایسے مقام پر ہوتا جہاں پہنچنے کے لئے اُونٹوں کے پیر گھس جاتے تو بسرعت اس کی امداد واجب ہوتی مگر جبکہ وہ آپ کے وسعت کرم کے زیر سایہ ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے ۔ والسلام)

خط دے کر غلام سے کہا جاؤ اور عمدہ انداز سے اسے امیر کو پیش کرو ۔ غلام نے رقعہ دربان کو پیش کیا ۔ دربان نے امیر کو امیر نے اپنا کاتب بُلا کر اسے رقعہ دیا کاتب نے پڑھ کر سوچنا شروع کیا کہ مضمون کس طرح ادا کرے، امیر نے پوچھا کیا مضمون ہے ؟ اس نے کہا یہ ہے کہ امیر کے ایک بچّے نے اس کے غلام سے ایک تیتر لے لیا ہے ۔ اس نے کہا ایک پنجرا تیتروں سے بھر کر اسے بھیج دو ۔ چنانچہ حکم کی اس نے تعمیل کی"۔

حکیم شیخ مہذب الدین عبدالرحیم بن علی رحمتہ اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بغداد کے شاعر حیص بیص نے امین الدولہ بن تلمیذ کو ایک رقعہ بھیجا جس میں اس نے شیاف ابار اپنے یہاں بھیجنے کی درخواست کی تھی ۔ رقعہ کا مضمون اس طرح تھا ۔

"اے طبیب، لبیب[1]، آسی[2]، نطاسی[3]، نفیس[4]، نقریس[5]، اُم خنور[6] آپ کے یہاں مانوس ہو، اُم ہوبر[7] آپ سے دُور بھٹکے، آپ کے علم میں یہ بات لاتے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ اپنی پتلیوں میں ایسی ٹیس محسوس کرنے لگا ہوں جو بچھو کے کاٹے کی طرح ہے نہ سوئی کی چُبھن کی طرح، نہ سانپ کے پھُونک مارنے کی طرح، بلکہ ایسی ہے جیسے آگ کی لو جُھلس رہی ہو تباشیر[8] سے غباشیر[9] تک سمجھ نہیں پاتا کہ کون ابن سمیر[10] ہے کون ابن جمیر[11] کیا صفوان[12] ہے، کیا ہمام[13]، گاہ مکمل طور پر بوجھل ہو جاتا ہوں، گاہ بے چینی سے پیچ و تاب کھاتا ہوں ۔ کبھی سمٹ جاتا ہوں کبھی پشت پر پھیل جاتا ہوں ۔ یہ ساری کیفیتیں اَخ[14]، اَخ[15] اور حس[16] کے ساتھ رونما ہوتی ہیں ۔ طبیعت چاہتی ہے کہ بعاط[17]، عاط[18]، ہیاط[19]، لیاط[20] بلند کروں ۔ یہ میرا شنبہ، یکشنبہ، سہ شنبہ،

---

[1] دانشور [2] طبیب [3] حاذق [4] بے بہا
[5] ماہر ہوشیار [6] لکڑبھگا [7] خطرہ مُصیبت [8] طلوع صُبح
[9] شام کا جھٹ پٹا [10] و [11] رات اور دن [12] چکنی چٹان
[13] برف [14]، [15] اظہار درد کی آوازیں [16] پوشیدہ آواز
[17]، [18]، [19]، [20] درد کی مختلف آوازیں

چہار شنبہ، پنجشنبہ گذر جاتا ہے، مگر اغزندی، اسرندی حال یہ ہے کہ نہ مائل ہوتا ہوں، نہ عاجز ہوتا ہوں ۔ نہ گالی گلوچ سے نہ جہالت سے اس کیفیت پر غالب آتا ہوں ۔ لہٰذا شیاف ابار جلد بھیج دیں جو بیماری کو مفید ہو اور تڑپ دُور کر سکے"۔

رقعہ پڑھ کر امین الدولہ اپنی جگہ سے فوراً اُٹھا اور ایک شاگرد کو شیاف آبار کا حقنہ دیتے ہوئے کہا اسے فوراً پہنچا دو دوسرا رقعہ نہ آنے پائے ۔

امان طلبی کے موقعہ پر حیص بیص نے مقتفی لامر اللہ کو حسب ذیل سات رقعے بھیجے ۔

۱۔ ولار کی سواریاں تعریف کے نغمے لاد کر چلی ہیں جنھیں امید اور منزل کے حدی خواں نے گایا ہے ۔

۲۔ تعریف کے گھوڑے شرف کے میدانوں میں اس طرح دوڑے جس طرح کوئی فیاض بغیر کسی سبب کے شرف کے آخری سرے کو چھُونے کے لئے بے تحاشہ ہو جائے ۔

۳۔ امیر المومنین ! ایک کفایت شعار منتظم کو نہال کر دیں جو نہ روتا ہے نہ بخششوں کو کم سمجھتا ہے ۔ عُمدہ اشعار کی بدولت جن کا نشانہ سمندر کی تہہ آب ہے، جو ساز و سامان کا طالب ہے، قافیہ سحر ہے، سُننے والا صاحب علم اور عطا و بخشش وافر ہے ۔

۴۔ موصل اور یغار ان دونوں دو سلجوقی بادشاہوں کی جاگیریں ہیں، یہ دو طائی شاعروں کے لئے دو پسندیدہ اماموں ایک معتصم باللہ اور دوسرے متوکل علی اللہ کی جانب سے انعام تھے ۔ نہایت شریف عمارت بیحد عظیم ہے ۔ اس کی عطا و بخشش برقرار رہے ۔ پھر محرومی کیوں ؟

۵۔ پانچواں خادم قدس اعظم سے کرم کے چھینٹوں کا طلب گار ایسے قصیدہ کی رشوت ہے جو بادیہ کے رخ پر چلنے والی تیز رفتار اونٹنی کی طرح رواں ہے، ایک کتاب پیش کر رہا ہے، مشکل آسان کر رہا ہے، رائے کو کامیاب بنا رہا ہے ۔ اس سے وابستگی آرزو و سزاوار ہے ۔

۶۔ پردہ کے پیچھے ایک ناقابل صعود کوہسار، ایک ناقابل عبور کشادہ اور خاموش، سمندر ہے ۔ قحط کا ایک قاتل ہے ۔ جلالت سے روشن، عزت و قدرت سے رعب و ادب کا مالک اور بخششوں میں نہایت فیاض ہے ۔ جب تک ہوائیں چلتی، درخت اُگتے رہیں ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں ۔

۷۔ امیر المومنین ! سو اشعار یا سات نثری رقعے کیا تشنہ لب واپس کر دئے جائیں گے جبکہ خاندان نبوت کا ہے، شرف عبّاسی اور ذہانت نہایت تیز ہے ۔ شرافت جزا دینے کے لئے بس کافی ہے ۔

(کامل)

ماذا اقول اذا الرواۃ ترنموا   بفصیح شعری فی الامام العادل

امام عادل کے بارے میں مَیں نے جو عُمدہ اور فصیح اشعار کہے ہیں ان سے راوی سے زمزمہ سنج ہوں ۔

واستحسن الفصحاء شان قصیدۃ   لاجل ممدوح وافصح قائل

—— نہایت جلیل القدر ممدوح اور فصاحت گو کی شان میں کہے گئے قصیدہ کو زباندان عمدہ سمجھیں۔

وترنحت اعطافہم فکأنما   فی کل قافیۃ سلافۃ بابل

—— اور ان کے شانے جھوم اٹھیں، جیسے کہ ہر شعر کے اندر بابل کی شراب ہو۔

ثم انثنوا عب القریض وضمنہ   یتساءلون عنا الندی والنائل

—— پھر شعر کے بعد اور شعر کے اندر مُڑ کر وہ فیض و سخا کے بارے میں پُوچھنے لگیں تو میں کیا کہوں،

ھب یا أمیر المومنین بأنني   قس الفصاحۃ ماجواب السائل

—— امیر المومنین! فرض کرلیں کہ مَیں فصاحت میں قس ہوں تو سائل کا جواب کیا ہوگا۔

ابوالقاسم بن فضل کی وفات ۵۵۸ء میں ہوئی۔

اشعار

ابوالقاسم ہبۃ اللہ کے اشعار مجھے مہذب الدین ابونصر محمد بن محمد بن ابراہیم حلبی نے انھوں نے کہا مجھے بدیع الدین ابوالفتح منصور بن ابوالقاسم بن عبداللہ بن عبدالدائم واسطی معروف بہ ابن سوادالعین نے انھوں نے کہا مجھے ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن فضل نے اپنے اشعار سُنائے۔

فی العسکر المنصور نحن عصابۃ   مرذولۃ أخس بنا من معشر

—— مظفر و منصور لشکر میں ہم ایک ذلیل ٹولہ ہیں، کس قدر خسیس ہیں ہم لوگ۔

خذ عقلنا من عقدنا فیما تری   من خستۃ ورقاعۃ وتہور

—— ہماری خست، حماقت اور غفلت میں ہمارے معاملہ سے ہماری عقلیں ضبط کر لو۔

تکریت تعجزنا ونحن بجہلنا   نمضی لنأخذ ترمذا من سنجر

—— تکریت[1] ہمیں عاجز کر دیتا ہے تو جہالت سے ہم سنجر[2] سے ترمذ[3] لینے چلتے ہیں۔

اما الحویزی الدعی فانہ   دلو یشوب تکبرا بتمسخر

—— حرامی حویزی تو ایک ایسی ڈول ہے جس میں تکبّر اور تمسخر دونوں کا شائبہ ہے۔

---

[1] تکویت:۔ دجلہ کے کنارے ایک شہر کا نام ہے۔ جسے صلاح الدین ایوبی کے مرزبوم ہونے کا شرف حاصل ہے۔
[2] سلطان سلجوقی۔
[3] نہر جیحون کے کنارے پر ایک شہر۔

یکنی ابا العباس وھو بذلتہ   حکمت علیہ واسجلت بمعمر

—— کنیت ابوالعباس رکھتا ہے، حالانکہ اس پر ذلّت کا فیصلہ کر کے معمر میں رجسٹرڈ کر دیا گیا ہے۔

فی کف والدہ وفی اقدامہ   آثار نیل لایزال وعصفر

—— اس کے باپ کے ہاتھ اور پیروں میں نیل[1] اور عصفر[2] کے آثار برابر موجود رہتے ہیں۔

یمشی الی حجو القیان بنشطۃ   ویدب فی المحراب نحو المنبر

—— بیسواؤں کے مکانوں کی جانب نشاط سے چلتا ہے اور محراب میں منبر کی جانب حرکت کرتا ہے

وحدیثہ فی الحق اوفی باطل   لم یخل من وحشۃ وتہزر

—— اس کی حقانی گفتگو سب سے مکمّل باطل ہوتی ہے، وحشت اور فریب سے خالی نہیں ہوتی۔

واذا رأی الیوکیل یرعل خیفتہ   ذی الہاشمیۃ أصلہا من خیبر

—— جب دیکھتا ہے کہ خیبر کے ہاشمی کے ڈر سے برکیل کانپ رہا ہے۔

نسب الی العباس لیس شبیہہ   فی الضعف غیر الباقلاء الأخضر

—— تو عباس کی جانب منسوب ہوگیا، اس کی مثال ضعف میں سبز باقلا کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

والحیص بیص مبارز بقناتہ   وأنا بشعشعتی طبیب العسکر

—— حیص بیص اپنا نیزہ تانے ہوئے ہے اور مَیں اپنی جوت سے لشکر کا طبیب ہوں۔

ھذاک لایخشی لقتل بعوضۃ   وأنا فلا أرجی لبرء مدبر

—— اس سے کسی مچھر کو مارنے کا اندیشہ نہیں۔ اور مجھ سے کسی زخمی کی شفایابی کی امید نہیں۔

أجری بمبضعی الدماء وسیفہ   فی الغمد لم یعرض نطفو الخنصر

مَیں اپنے چاقو سے خون بہاتا ہوں، اور اس کی تلوار میان میں ہے، خنصر کے ناخون تک سے تعرض نہیں کرتی۔

لقرینہ فی الحروب طول سلامۃ   وصویلح تد بلیوی بوجہ مدبر

—— اس کے جنگی مدمقابل کو طول سلامتی ہے اور میرے علاج کا شکار فساد کی زد پر ہے۔

نیز سدید الدولہ ابوعبداللہ محمد بن انباری منشی بغداد کی تعریف میں اس کے حسب ذیل اشعار سُنئے۔

یامن ہجرت فما تبالی   ہل ترجع دولۃ الوصال

—— اے وہ کہ جس نے چھوڑ دیا اور پرواہ نہیں کرتا، کیا دولت وصال واپس ہوگی؟

ماالطمع یا عذاب قلبی   ان ینعم فی هواک بالی

—— اے عذاب قلب! مجھے امید نہیں ہے کہ تیرے عشق میں دل کو سکون ملے گا۔

الطرف من الصدود باک   والجسم کما ترین بالی

—— آنکھیں اعراض سے اشک بار ہیں، اور جسم جیسا کہ دیکھ رہی ہو بوسیدہ ہے۔

والقلب کما عهدت صاب   باللوعة والغرام سالی

—— اور دل جیسا کہ دیکھ چکی ہو سوزش سے تپ رہا ہے اور عشق کا حملہ ہے۔

والشوق بخاطری مقیم   مایؤذن عنه بارتحال

—— شوق دل میں جاگزیں ہے، اسے کوچ کرنے کا پیغام نہیں ملتا۔

یا من نکأت صمیم قلبی   بالحزن وصورة الخیال

—— اے وہ کہ جو غم و حزن اور تصویر خیال دے کر صمیم قلب کو زخمی کر چکی ہے۔

هیهات وقد سلبت غمضی   أن أظفر منک بالخیال

—— ستم گر تو نے نیند بھی چھین لی ہے، ہو سکتا تھا تیری تصویر ہی آجاتی۔

لو شئت وقفت عند حدّ   لا لیسح منک فی الدلال

—— چاہو تو ایک حد پر اک جاؤ جہاں تجھے ناز کی اجازت نہ ہو۔

ما ضرّک ان تعللینی   فی الوصل بموعد محال

—— کیا حرج تھا جو وعدہ محال کر کے وصال سے شاد کام کرتی۔

أهواک وانت حظ غیری   یا قاتلتی فما احتیالی

—— اے قاتل! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں مگر تو ہے دوسرے کا نصیبہ پھر کیا تدبیر ہو۔

والقتل لظاهری شعار   ان أنت عززت باختیال

—— قتل میرے ظاہر کا شعار ہے اگر تو کبریائی کا زور پکڑے۔

ذا الحکم علیّ من قضاه   من ارخصنی لکل غال

—— یہ فیصلہ میرے خلاف اس نے کیا ہے جس نے مجھے ہر قیمتی شئے کے لئے ارزاں کر دیا ہے۔

ایام عنائی فیک سود   ما أشبهن باللیالی

—— تیرے باب میں میری تکلیف کے ایام سیاہ ہیں۔ یہ راتوں سے کس قدر مشابہ ہیں۔

واللوّم فیک یزجرونی   عن حبک مالهم ومالی

—— تیرے تعلق سے ملامت کرنے والے مجھے تیری محبت سے روکتے ہیں، مگر انھیں کیا مجھے کیا۔

العشق به اشتغاف اضحی   عن ذکر سواک فی اشتغال

—— دل میرا مریض عشق تیری یاد کے سوا ہر چیز سے غافل رہے۔

والنار وان خبت لظاها   فی الصدر تشب باشتعال

—— آتش (شوق) گو شعلے بجھ چکے ہیں مگر سینہ میں فروزاں ہے۔

یا مازمی السلو عنها   الصب أنا وأنت سالی

—— اے مجھے اس سے تسلی کے پابند کرنے والے، میں مشتاق ہوں اور تجھے تسلی ہے۔

والقول بترکها صواب   ما احسنه لو استوی لی

—— اسے چھوڑ دینے کی بات صحیح اور، کیا خوب ہے بشرطیکہ جم سکوں۔

دعنی وتغزلی بخود   تزنو وتغض عن غزالی

—— اجازت دیجئے کہ حسین، ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والی، بچّہ سے بے نیاز ہو کر گنگنانے والی غزل کہوں

حوراء نظراتها سهام   أمضی وأمض من نبال

—— گوری، جس کی تیر نظر، تیروں سے بھی زیادہ تیز اور دردناک ہے۔

فی القلب توقعها جراح   لا برء لها من اغتیال

—— قلب میں اس تیر نظر کا زخم ہے، اس سے شفا نا ممکن ہے۔

فارحم قلقا بها وتیذا   واعذره فیما المذاحالی

—— اس کے عاشق زار پر رحم کرو، اسے معذور سمجھو کہ عذر کی گنجائش ہے۔

ما یجمل أن تلوم صبا   ان هام بربّة الجمال

—— بہتر نہیں ہے کہ حسینہ پر دل آگیا ہے تو ملامت کرو۔

ایاک وخلنی وویلی   فی الوجد مسلما لحالی

—— دیکھو مجھے، غم عشق کی میری مصیبت سب کو چھوڑ دو، مجھے میرے حال پر رہنے دو۔

ان کنت تعده صلاحا   دعنی فهداک فی ضلالی

—— اگر اسے تم بتاؤ سمجھتے ہو تو رہنے دو، میری راہ بے راہ روی میں ہے۔

فی طاعتها بلا اختیاری   قد صح دمشقها اختلالی

—— بے اختیارانہ اس کی اطاعت میں اپنا خلل عشق موافق ہوا۔

طلقت تجلدی ثلاثا   والصبوة بعد فی حبالی

—— صبر کو تین بار طلاق دی، اس کے بعد عشق حبالۂ نکاح میں آیا۔

من این دکیف لی بصبر   عن حسن بعیدة المثال

—— کہاں سے اور کیسے بے نظیر حسن والی سے صبر ہو۔

لم أحظ بطائل لدیها   الا بزخارف المحال

—— اس کے یہاں محال کی ملمع کاریوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

کم قد نکلت عقیب عهد   فالقلب لذاک فی نکال

—— بارہا عہد کے بعد مجھے سزا ملی، چنانچہ دل اس کی وجہ سے عذاب میں ہے۔

کم غرنی الخداع منها   فی القاع علی ظما الزلال

—— آب زلال کی تشنگی پر بیابان میں بارہا اس کے فریب سے دھوکہ کھایا۔

هلا صد قت کأسایحی   من أکرم معشر و آل!

—— کسی شریف خاندان کے شگفتہ مزاج کی طرح وہ سچ کیوں نہیں بولی۔

راجیه لدیه فی جناب   بالانعم سابغ الظلال

—— اپنے شگفتہ مزاج کی طرح جس کا امیدوار اس کے یہاں نعمتوں کے سایوں میں رہتا ہے۔

من مو ئله ذری سدید   الدولة ذی الندی المدال

—— اس کے ہاتھوں سے جو بارش ہوتی ہے وہ افعال کی بارش کی صورت نہیں ہے۔

ما الغیث یسح من یدیه   کالغیث یسح فی الفعال

—— اسی کے مامن میں سدید الدولہ صاحب فیض وسخا کا مامن ہے۔

لا تطمع أن تنال منه   بالضیم مرادها اللیالی

—— یہ نہ خیال کرو کہ گردشیں، زیادتی کرکے اس سے اپنی مرادیں برلائیں۔

والعذر لعله حمام   تدرقنی لهٔ بلا اعتلال

—— بے وفائی غالباً موت ہے جو اس کے لئے بلا مرض مرقوم ہے۔

تسقیه ید النجاح منها   ما شاء یبادر زلال

—— کامیابی کا ہاتھ اسے جب تک وہ چاہتا ہے صاف اور ٹھنڈا پانی پلاتا ہے۔

فی ربع مهنا العطایا   فی الأزمة مسبل العزالی

—— ایسے مقام پر جو مصیبتوں میں عطیات بخوشی لگاتا ہے، ان کے دہانے کھول دیتا ہے۔

استصرخ منه حین أشقی   بالشدة أرحم الموالی

—— جب شقاوت اور محرومی آتی ہے تو اس جیسے نہایت رحم دل آقا سے فریادرس ہوتا ہوں۔

من جود یدیه فی کفیل   فی القحط بمراتب العیال

—— ان کا دست فیض قحط کے اندر اہل و عیال کے راشن کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔

لا ینظیر فی سوی صلاحی   ان ابصرنی بسوء حال

—— اگر بدحال مجھے دیکھ لیں تو میرے بناؤ کے سوا ان کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔

مازال ولا یزال طبعاً   یعطی کرما ولا یبالی

—— ہمیشہ انھوں نے طبیعت سے کرم کیا ہے اور ہمیشہ کرتے رہیں گے، پرواہ نہ کریں گے۔

لا یعجبه ملام ناه   فی البذل عن العلی بمال

—— دولت کے ذریعہ بلندی کی دفاع میں کسی ملامت گر کی ملامت سے وہ خوش نہیں ہے۔

فالسؤدد شمله جمیع   فی دار مفرق النوال

—— پس سیادت کا شیرازہ عطیات منتشر کرنے والے کے گھر میں یکجا ہے۔

من یلق محمدا بمدح   یحمده بأحسن الخلال

—— محمّد کی تعریف پر جو اُتر آئے تو اس کی تعریف احسن اوصاف سے کرے۔

والوجه بغادة رداح   فالاعظم منه کالخلال

—— کسی سرین والی نازک اندام حسینہ سے محبت اور اس سے بھی بڑھ کر دوستی۔

والجود بکف ذی سماح   من خیر مناقب الرجال

—— نیز کسی صاحب سخاوت کے ہاتھوں سے فیاضی مردوں کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

مولای فدا مستجیر   یدعوک لدائه العضال

—— آقا! ایک پناہ طلب کی آواز، اپنی مہلک بیماری کے لئے پکار رہی ہے

یا أکرم منعم علیه   فی دفع مآرب اتکالی

دبر محنی بعلل جرحی   یجبره نداک بالاندمال

—— میری مصیبت کا علاج کیجئے، شاید کہ زخم آپ کے فیض سے مندمل ہو جائے۔

کم روّ فقنی غریبه سوء   فی حال وقوفه حیالی

—— کتنی بار میری راہ میں حائل ہو کر بدسا ہو کار نے مجھے۔

لہ اللہ وہ نہایت شریف محسن! جس پر اپنی ضرورتوں کے دفاع کا سہارا ہے۔

کالمفلس من یہود ھطری — فی قبضۃ عامل الجوالی

—— اس طرح کھڑا کر دیا ہے جس طرح ہطری کا کوئی مفلس یہودی حاکم جوالی کی گرفت میں ہو۔

ما صح لی الخلاص منہ — الا بصاحک الشفال

—— اس سے نجات صرف آپ کے بھاری سلوک سے ہوئی۔

والعادۃ فی صلات مجدی — فی العود لمثلھا سؤالی

—— اپنی مفلسی کا ازالہ عام طور پر اسی جیسے سلوک کا اعادہ کرنے کی درخواست سے ہوا ہے۔

تقریظک ماحییت دأبی — بالنظم علی فراغ بالی

—— آپ کی تعریف ہی فارغ البالی کے باوجود جب تک زندہ رہوں گا میرا شیوہ رہے گا۔

ما أکحل بالھجاء فکری — بالقصد لکفک اشتغالی

—— میں ہجو نہیں کرتا ہوں بلکہ آپ کے ہاتھ کا قصد ہی میری مصروفیت ہوتی ہے۔

فالعرض اردہ سمینا — والکیس مخالف الھزال

—— عزت و آبرو کو بہتر سے بہتر واپس لاتا ہوں، گو ہوشیاری لاچار ہوتی ہے،

من دبر ھکذا امزاجا — بالحذق لصورۃ الکمال

—— جو اس طرح مہارت کے ساتھ کمال کی خاطر مزاج کی اصلاح کرے۔

فالصبح اذا اتاہ عفوا — وافاہ برزقہ الحلال

—— تو جب بھی سائل اسے بلا تکلف ملے گا اسے وہ رزق حلال کے ساتھ لے گا۔

یا خیر مؤمل الیہ — شدت بمدائحی رحالی

—— اے بہترین مرکز امید جس کی جانب مری مدح و ستائش کی سواریاں روانہ کی گئیں۔

لم یقضیک خاطری حقوق — مذ أصبح ظاھر الکلال

—— دل نے جب سے کھلی تکان محسوس کی ہے آپ کے حقوق ادا نہ کیے۔

او أثنی علیک أبد عجزا — عن نعت معظم الجلال

—— تیری تعریف کی تو عظمت و جلالت کے بیان سے عاجزی ہوئی۔

اوصافک فی انحصار جازت — فی الکثرۃ عدۃ الرمال

—— آپ کے فخریہ اوصاف کثرت میں ریت کی تعداد سے بڑھ گئے۔

فالخط لموالھا قصار — عن خطک ساعۃ النزال

—— لمبے نیزے بوقت جنگ آپ کے خط سے کوتاہ ہوتے ہیں۔

کم راع بک انقضا براع — فی کفک واسع المجال

—— بارہا آپ کے ہاتھوں کے کشادہ قلم نے آپ کی بدولت نیزوں کو چونکا دیا۔

اقلامک اسھم قواض — وانقش لھن کالنصال

—— آپ کے قلم فیصلہ کن تیر ہیں، ان کے نقوش پھلوں کے مانند ہیں۔

تقضی ثعل لھا بفجر — والقارۃ ساعۃ انفصال

—— ثعل اور قارہ بوقت جنگ فخر سے ان کا حق ادا کرتے ہیں،

لو شئت جرت الرماح کانت — فی الروع لکفھا العوالی

—— اگر وہ نیزوں سے کشمکش کریں تو جنگ میں پھل سے قریب کے حصے ان کے ہاتھ ہوں۔

او صافحت الصفاح فلت — غرب تشعشع الصقال

—— یا تلواروں سے مصافحہ کریں تو چم چم چمکتی ہوئی تلواروں کی دونوں دھاروں کو کند کریں۔

او جرت المثال أبدت — ما دق وجل عن مثال

—— یا تصویریں رنگ بھریں تو تصویر کے باریک اور دبیز تمام پہلوؤں کو ظاہر کریں۔

تملی فقرا من المعانی — سددن مفاقر المعالی

—— تو معانی کے ایسے فقرے املا کرتا ہے جو فضائل و مکارم کو بھرپور کر دیتے ہیں۔

یعشن علی الصباح لیلا — ناھیک لسحرھا الحلال

—— یہ صبح پر رات کا جادو کرتے ہیں مگر یہ سحر، سحر حلال کافی ہے۔

کتب ھمت بلا اشتراط — تمزیق کتائب جلال

—— یہ ایسی تحریریں ہیں جو بلا شرط جلالت کے لشکروں کے چیتھڑے اُڑا دیتی ہیں۔

ھاروت اذا اتتہ ولی — لا لحیطی بابلا ببال

—— ہاروت کے پاس یہ پہنچیں تو وہ کبھی بابل کو خاطر میں نہ لائے۔

فیھا سبح علی لجین — أسنی قیما من اللآلی

—— ان کے اندر چاندی پر ایسی تسبیحات ہیں جو قیمت میں موتیوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔

فی النشر کأوجہ العذاری — غلفن بفاخر الغوالی

—— خوشبو میں دوشیزاؤں کے چہروں کی صورت ہیں جنھیں عمدہ خوشبو میں بسا دیا گیا ہو۔

الفاظک للوعول حطت — مستنزلۃ من القلال

—— تیرے الفاظ نے پہاڑی بکروں کو چوٹیوں سے اُتار دیا۔

مالکید تقتل الامادی　　فی السلم لها بلا قتال

—— تدبیر سے تو سمجھوتہ کرتے ہوئے دشمنوں کو بلا جنگ قتل کر دیتے ہو۔

کم رضت من اودی جوحا　　للعقل فعاد فی العقال

—— عقل سے خلقت کی کتنی سرکشیوں کو تو نے رام کیا، حتیٰ کہ وہ بندھنوں میں پھر واپس آگئیں۔

لازلت مؤفق المساعی　　بالجد مشفع السؤال

—— تیری کوششیں ہمیشہ کامیاب رہیں، تو ہمیشہ درخواست کا وسیلہ رہے۔

تنقاد لک الامور خیرا　　یا خیر بقیۃ الرجال

—— معاملات عمدہ طور پر تیرے یہاں سرنگوں ہیں، اے عمدہ ترین انسان!

یا اکرم والد لنجل　　تیلوہ مہذب الخلال

—— اے ایسے فرزند کے نہایت شریف والا جس کے بعد شائستہ اخلاق آئے گا۔

أکرم بفتاک من ولی　　للدولۃ مخلص موال

—— تیرا نوجوان حکومت کا کتنا شریف ولی اور مخلص ہے۔

ان جاد یجل الفوادی　　أو قال أجاد فی المقال

—— فیاضی کرے تو صبح کے بادلوں کو بھی شرما دے، بولے تو خوب بولے۔

یا شمس علا زھت ببدر　　حاشاہ یقاس بالھلال

—— اے آفتاب بلند! تجھے ایک ایسے چاند پر فخر ہے جسے ہلال پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

لازال مشرق منیرا　　فی ظلک دائما لکمال

—— تیرے زیر سایہ وہ ہمیشہ چمکتا ہوا بدر کامل رہے۔

ما عادکے بالسرور عید　　ترعاہ بأحسن اشتمال

—— عید جب تک مسرت لاتی رہے، تو اس کی باحسن طریق حفاظت کرتا رہے۔

فی أسبغ نعمۃ وعیش　　بالطیبۃ دائم التوالی

—— فراواں نعمتوں اور خوشگوار دائمی حیات ہیں۔

لازال علاک فی ثبات　　لایسلمہ الی الزوال

—— آپ کی بلندی ہمیشہ برقرار رہے، زوال کا شکار نہ ہو۔

عن اخلص نیۃ بصدق　　فی طول بقائک ابتہالی

—— نہایت خلوص اور صدق و صفا سے تیرے طول بقا کے لئے دعا گو ہوں۔

ما یلتبس المصیح یوما　　تاللہ علیک بالمحال

—— بخدا کسی دن تجھ پر محال کے ساتھ صحیح بات کا اشتباہ نہیں ہوا۔

نیز　　(سریع)

لا أمدح الیأس ولکنہ　　أروح للقلب من المطمع

—— مایوسی کو اچھا نہیں سمجھتا، بس دل کو حرص و آرزو سے تسکین مطلوب ہے۔

أفلح من أبصر عشب المنی　　یرعی فلم یرع ولم یرتع

—— کامیاب ہے وہ شخص جو آرزوؤں کی گھاس چری جاتی ہوئی دیکھے، مگر منہ مارے نہ چرائے

نیز　　(سریع)

یا معشر الناس النفیر النفیر　　قد جلس المعروب فوق السریر

—— لوگو! نکلو نکلو، بزدل کم عقل تخت پر بیٹھ گیا ہے۔

وصار فینا امرا ناھیا　　وکنت آملہ جوانہ لا بصیر

—— وہ ہمارا حاکم ہوگیا ہے، مجھے امید تھی کہ حاکم نہ ہوگا۔

فکما قلت قذی یبخلی　　وظلمۃ عما قلیل تغیر

—— جب بھی میں نے کہا کہ ایک تنکا ہے جو نکل جائے گا، ایک ظلمت ہے جلدی چھنٹ جائے گی

فتحت عینی فاذا الدولۃ الدولۃ والشیخ ابو زیر وزیر

—— مگر آنکھ کھولی تو حکومت وہی حکومت اور وزیر وہی وزیر تھا۔

حیص بیص شاعر پر کچھ اشعار کہے ہیں۔ پلنے والی ایک کُتیا اسے بھونک رہی تھی جس کے ایک اس نے تلوار سے قتل کر دیا تھا۔　　(بسیط)

یا ایھا الناس ان الحیص بیص أتی　　بفعلۃ أورثتہ الخزی فی البلد

—— لوگو! حیص بیص نے ایک ایسا کام کیا ہے جو ملک میں اس کی رسوائی کا باعث ہے۔

ھو الجبان الذی أبدی شجاعتہ　　علی جری ضعیف البطش والجلد

—— اس بزدل نے ایک کمزور اور ناتواں پلے پر اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا ہے۔

فانشدت أمہ من بعد ما احتسبت　　دم الابلیق عند الواحد الصمد

—— چنانچہ ماں نے اللہ کے یہاں ابلیق (معصوم نوزائیدہ) کا خون صبر کر کے یہ شعر پڑھا۔

اقول للنفس تاساء و تعزیۃ

—— عیسیٰ کے بعد کسی مردہ کو زندہ کرنا جائز ہو تو برشعشا کے ذریعہ ہر مردہ کو زندہ کیا جانے لگے۔

نیز (مجتث)

هذا یقول استرحنا　　وذا یقول عصینا

وکلنا بان ویعذر الذهر　　یصدق منا

—— یہ کہتا ہے ہمیں آرام ملا۔ وہ کہتا ہے ہم نے خلاف ورزی کی۔

—— دونوں جھوٹ بولتے ہیں، ہم سے جو تصدیق چاہتا ہے وہ بکواس کرتا ہے۔

نیز (رمل)

کم ترددت مرارا　　وتجرعت مراره

ثم لما وفق اللّٰہ　　ووقعت بکاره

لم یکن فیها من الحنطة　　ما تقرض فاره

—— کتنی بار آیا گیا، اور کتنی تلخیاں برداشت کیں۔

—— پھر اللہ کی توفیق سے شہر میں پہنچا۔

—— تو وہاں گیہوں کا ایک دانہ بھی نہ تھا۔

نیز (سریع)

أمدحه طورا وأهذی به　　طورا ولا أطمع فی رفده

مثل امام بین اهل القری　　صلی بهم والزیت من عنده

—— گاہ اس کی تعریف کرتا ہوں، گاہ اسے بکتا ہوں، اس کے انعام کا لالچ نہیں ہے۔

—— جیسے اہل قریہ کے درمیان کوئی امام انھیں نماز بھی پڑھائے اور تیل بھی اپنی جانب سے دے۔

نیز (سریع)

یا خائف الهجو علی نفسه　　کن فی أمان اللّٰہ من مسه

أنت بهذا العرض بین الوری　　مثل الخرا یمنع من نفسه

—— اپنی ذات پر ہجو کا اندیشہ کرنے والے! اللہ کی امان میں رہو۔

—— تو بایں حالت خلقت میں ایسا ہی ہے جیسے کوئی فضلہ جو اپنی ذات میں ممنوع ہو۔

نیز (خفیف)

کلما قلت قد تبغدذ　　قوم تحمصصوا

لیس الا ستر یشا　　ل وباب مجصص

والغواشی علی الرؤ　　س علیها المقرنص

وأنا الکلب کل یو　　م بقرد ابصبص

کلما صفق الزما　　ن لهم قمت ارقص

فمتی اسمع الندا　　ء وقد جاء مخلص

—— جب بھی کہتا ہوں کہ میری قوم بغدادی ہے وہ اپنے آپ کو حمص کی جانب منسوب کرتی ہے۔

—— بس ایک پردہ ہے جو بلند کر دیا گیا ہے اور ایک دروازہ ہے جو پلاسٹر کیا ہوا ہے۔

—— سروں پر پوشش ہے جس کے اوپر آراستہ چھت ہے۔

—— میں کہتا ہوں ہر روز کسی بندر کے سامنے دُم ہلاتا ہوں۔

—— زمانہ جب تالی بجاتا ہے، میں اُٹھ کر رقص کرتا ہوں۔

—— آواز کب سنوں گا جبکہ مخلص آگیا ہے۔

ابوالقاسم ہبۃ اللہ کی تصنیفات میں طبّی تعلیمات، فن طب پر سوالات و جوابات اور اس کا شعری دیوان ہے۔

عنتری

ابوالمؤید محمد بن مجلی بن صائغ جزری مشہور طبیب، نیکنام عالم، عُمدہ معالج، صاحب فضل وکمال، فلسفی اور ممتاز ادیب تھا۔ حکمت وغیرہ پر اس کے بکثرت اشعار کہے ہیں۔ سدید الدین محمد بن عمرؒ نے بیان کیا کہ عنتری شروع زمانہ میں عنتر عبسی کا کلام لکھا کرتا تھا، اس لئے اسی نسبت سے مشہور ہوگیا۔

ملفوظات

حکمت پر اس کے ملفوظات حسب ذیل ہیں۔

—— "بیٹے! علوم (حکمیہ) سیکھو، خواہ اس کے ذریعہ صرف اسی قدر دُنیا حاصل ہو کر جو تجھے حق و ناحق غلام بنانا چاہے اس سے بے نیاز رہو۔"

—— بیٹے! حکمت عقلیہ تمھیں دکھاوے گی کہ دُنیا کی قیادت جہالت کے ہاتھوں غلط اور صحیح کی جا رہی ہے۔

—— جاہل ایک ایسا غلام ہے جس کا گر [illegible]

—— حکمت نفس کا چراغ ہے، یہ نہ رہے گا تو نفس حق کو نہ دیکھ سکے گا۔

—— جاہل ایک ایسا مدہوش جسے ہوش صرف علم کے ذریعہ آسکتا ہے۔

—— حکمت نفس کی غذا اور اس کا حسن ہے۔ دولت جسم کی غذا اور اس کا جمال ہے۔ دونوں جب بھی یکجا ہوجائیں گے نقص جاتا رہے گا، کمال آجائے گا اور زندگی خوشگوار ہوگی۔

—— حکمت ابدی موت کی دوا ہے۔

—— آدمی بلا علم جسم بلا رُوح کے مانند ہے۔

—— حکمت اس شخص کا شرف ہے جسے قدیمی شرف حاصل نہ ہو۔

—— ادب انسان کے لئے سب سے زیادہ باعث زینت ہے، حسب سے زیادہ آدمی کے لئے موزوں ہے، مال سے زیادہ اس کی آبرو کا محافظ ہے، حسن و جمال سے زیادہ اس کی نیک نامی کا باعث ہے۔

—— جسے یہ پسند ہو کہ اس کا نام لیا جائے تو علم پر زیادہ توجہ دے۔

—— محروم عالم روزی پانے والے جاہل سے اشرف ہے۔

—— عدم حکمت یہ سب سے بڑا بانجھ پن ہے۔

—— جاہل دولت کا طالب اور عالم کمال کا طالب ہوتا ہے۔

—— غم قلب کی شب اور سرور قلب کا دن ہے، زہر پی لینا فکرمندی جھیلنے سے آسان ہے۔

اشعار.

عنتری کے اشعار مجھے سدید الدین محمود بن رقیقہ نے سُنائے وہ فرماتے ہیں مجھے موید الدین عنتری کے صاحبزادہ نے وہ فرماتے ہیں مجھے سُنائے یہ حسب ذیل ہیں۔ (کامل)

احفظ بنی وصیتی واعمل بها   فالطب مجموع بنص کلامی

—— بیٹے! میری نصیحت محفوظ کرو اور اس پر عمل کرو، طب ساری کی ساری میرے نص کلام کے اندر آگئی ہے۔

قدم علی طب المریض عنایته   فی حفظ قوته مع الایام

—— مریض کے علاج سے پہلے دن بہ دن اس کی قوت کی حفاظت پر توجہ دو۔

بالشبه تحفظ صحته موجودة   والضد فیه شفاء کل سقام

—— مثل کے ذریعہ صحت حاصلہ کی حفاظت ہوتی ہے اور ضد کے اندر ہر مرض کی شفا ہے۔

أقلل نکاحک ما استطعت فانه   ماء الحیاة یراق فی الأرحام

—— جہاں تک ہو سکے جماع کم کرو، کیونکہ یہ آب حیات ہے جو رحموں کے اندر بہایا جاتا ہے۔

واجعل طعامک کل یوم مرة   واحذر طعاما قبل هضم طعام

—— روزانہ ایک کھانا کھاؤ، اور ہضم طعام سے پہلے کھانے سے بچو۔

لا تحقر المرض الیسیر فانه   کالنار تصبح وهی ذات ضرام

—— تھوڑی بیماری کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ وہ آگ کی طرح ہے جو بھڑک اٹھتی ہے۔

لا تهجرن القیء واهجر کل ما   کیموسه سبب الی الاسقام

—— جب تمہاری خارجی حالت تبدیل ہو جاتے تو عقد نظام کے حل کی واپسی کی تدبیر کرو۔

واذا تغیر منک حال خارج   فاحتل لرجعة حل عقد نظام

—— قے نہ چھوڑنا باقی ہر وہ شئے چھوڑ دینا جس کا کیموس بیماری کا باعث ہو۔

ان الحمیة عون الطبیعة مسعد   شاف من الامراض والآلام

—— پرہیز طبیعت کے مددگار اور امراض و آلام سے شفا ہے۔

لا تشربن بعقب أکل عاجلا   أو تأکلن بعقب شرب مدام

—— کھانے کے فوراً بعد نہ پیو اور شراب پینے کے بعد ہرگز نہ کھاؤ۔

والقیء یقطع والقیام کلاهما   بهما ولیس بنوع کل قیام

—— قے اور دست دونوں سے امید ختم ہو جاتی ہے، مگر ہر طرح کے دست سے نہیں۔

وخذ الدواء اذا الطبیعة کدرت   بالاحتلام وکثرة الأحلام

—— طبیعت جب احتلام اور کثرت خواب سے مکدر ہو تو دوا استعمال کرو۔

واذا الطبیعة منک نقت باطنا   فدواء ما فی الجلد بالحمام

—— طبیعت جب تمہارے اندر کا صاف کر دے تو ظاہر کا علاج حمام ہے۔

ایاک تلزم أکل شیء واحد   فتقود طبعک للأذی بزمام

—— ایک ہی چیز کھانا لازم نہ کرو، ورنہ طبیعت کو اذیت کی زد پر لادوگے۔

وتزید فی الاخلاط ان نقصت به   زادت فنقص فضلها بقوام

—— اختلاط زیادہ نہ کرو، طبیعت میں یہ کم رہے گا تو زیادہ ہو جائے گا کیونکہ فضلہ کا نقص قوام ہوتا ہے۔

والطب جملة اذا حققته   حل وعقد طبیعة الاجسام

—— طب کل کی کل تحقیق کرو تو یہ طبیعت کے حل و عقد کا نام ہے

وبعقل تدبیر المزاج فضیلة　　یشفی المریض بها وبالاوهام

—— تدبیر مزاج کو سمجھنا بھی ایک خوبی ہے، اس کے ذریعہ اور اوہام کے ذریعہ کو شفا ہوتی ہے۔

میری تحقیق کے مطابق مذکورہ قصیدہ شیخ الرئیس ابن سینا اور مختار بن حسن بن بطلان کی جانب بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ محمد بن مجلی ہی کا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اُوپر روایت کی ہے۔ عنتری نے اس قصیدہ کا تذکرہ اپنی کتاب موسوم بہ النور المجتنی کے اندر بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ اسی کا ہے۔

نیز یہ اشعار بھی

(طویل)

وجودی به من کل نوع مرکب　　من العالم المعقول والمترکب

—— میرے وجود میں ہر نوع مرکّب موجود ہے، عالم معقول بھی عالم مرکّب بھی۔

فذهنی مشکاة ونفسی زجاجة　　تضیٔ بمصباح الحجا المتلهب

—— میرا ذہن شمعدان اور میرا نفس شیشہ ہے جو عقل کے چراغ سے روشن ہے۔

ونوری من النور الالهی دائما　　نصیب علی ذاتی بغیر تسکب

—— میرا نور نورِ الٰہی سے ہمیشہ فیض پاتا ہے، میری ذات پر براہِ راست اس کا نزول ہوتا ہے۔

وزیتی من الزیتونة العذب جهها　　تنزه عن وصف بشرق ومغرب

—— میرا تیل شیریں روغن والے زیتون سے ماخوذ ہے، مشرق و مغرب میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے۔

کأنی فی وصفی منارة راهب　　بقندیلها الشفاف اشرف کوکب

—— صاف و شفّاف قندیل کے ساتھ راہبر کی روشنی کا مینار بیان کرنے میں گویا میں سب سے بلند ستارہ ہوں۔

نیز

(طویل)

اذا أنی غدا والنفس منه کجنة　　یغرد فی ارجائها کل طائر

تدبرت السبع الطباق وقاد فتی　　علی شرف منها سجون العناصر

—— جب وہ اور اس کے نفس کا حال ایک ایسے باغ کے مانند ہو گیا جس میں ہر طرح کے پرندہ زمزمہ سنج ہوتے ہیں۔

—— تو ساتوں آسمانوں نے غور کیا اور اس کے شرف کے باوجود عناصر کے قید خانوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔

نیز

(سریع)

کأننا ممتزج لم یزل　　من عالم النیر والمظلم

فبعضنا یختار ها دارہ　　وبعضنا یرقی الی الانجم

—— ہم گویا عالمِ نور اور عالمِ ظلمت کا ہمیشہ سے مخلوط ہیں۔

—— بعض تو اسے اپنا گھر بنا لیتے ہیں اور بعض تاروں میں چلے جاتے ہیں۔

نیز

(کامل)

الحق ینکرہ الجهول لأنه　　عدم التصور فیه والتصدیقا

فهو العدو لکل ما هو جاهل　　فاذا تصورہ یعود صدیقا

—— حق کا انکار جاہل کرتا ہے کیونکہ اس میں تصوّر اور تصدیق کی اصطلاح نہیں ہوتی۔

—— لہٰذا وہ ہر چیز کا دشمن ہے جس سے ناواقف ہے مگر جب تصوّر ہو جاتا ہے تو اس کا دوست بن جاتا ہے۔

نیز

(کامل)

لو کنت ما تعلم کل ما علم الوری　　جمعا لکنت صدیق کل العالم

—— اگر تمھیں ان باتوں کا علم ہوتا جن کا علم تمام خلقت کو ہے تو تو ہر عالم کا دوست ہوتا۔

لکن جهلت فصرت تحسب کل من　　یهوی خلاف هواک لیس بعالم

—— مگر تو جاہل ہے، لہٰذا جسے دیکھتے ہو کہ تمہاری خواہش کے خلاف ہے اسے عالم نہیں سمجھتے۔

استحی ان العقل أصبح ضاحکا　　مما تقول وأنت مثل النائم

—— شرم کر عقل تمہارے خیال پر ہنس رہی ہے اور تو مثل خوابیدہ ہے۔

لو کنت تسمع ما سمعت وعالما　　ما قد علمت خجلت خجلة نادم

—— تم نے جو سُنا ہے اگر واقعی اسے سنتے اور جو علم حاصل کیا ہے اسے واقعی حاصل کرتے تو یقیناً شرمندہ ہو جاتے۔

وضع الاله الخلف فی کل الوری　　بالطبع حتی صار ضربة لازم

—— اللہ تعالیٰ نے بالطبع ہر مخلوق کے اندر خلافِ معقول شے رکھی ہے حتیٰ کہ وہ لازمی شے بن چکی ہے۔

نیز

(خفیف)

أبلغ العالمین عنی مبانی　　کل علمی تصور وقیاس

قد کشفت الاشیاء بالعقل حتی　　ظهرت لی ولیس فیها التباس

وعرفت الرجال بالعلم لما　　عرف العلم بالرجال الناس

—— دُنیا والوں کو میری جانب سے یہ بات پہنچا دو کہ میرا تمام علم تصوّر و قیاس کا نام ہے۔

——— تمام اشیاء بالفعل منکشف ہیں، حتیٰ کہ بغیر کسی اشتباہ کے مجھ پر نمایاں ہو گئی ہیں۔

——— جب لوگوں نے علم کو آدمیوں سے پہچانا تو میں آدمیوں کو علم کے ذریعہ پہچانا۔

نیز

(کامل)

قالوا رضیت وأنت أعلم ذا الوری   بحقائق الأشیاء عن باریها

——— انھوں نے کہا خلقت میں سب سے بڑے ہونے کی حیثیت تم باری کے متعلق حقائق اشیاء کو قبول کر لیا ہے۔

تجتاب أبواب الخمول فقلت عن   کره رضیت بجاهل راضیها

——— تم گمنامی کی حدیں پھاند رہے ہو، میں نے کہا مجبوراً میں نے قبول کیا ہے میں ناواقف نہیں ہوں۔

لی همة ما سورة لی صادفت   سعدا بغیر هوائها تثنیها

——— میں ایک پختہ حوصلہ رکھتا ہو، جو ناقابل شکست نیک بختی سے ہمکنار ہے۔

ضاقت الفضاء بها فلا یطیعها   تعلو بها الأفلاک أن تحویها

——— ان حقائق سے فضا پر ہے، ان کی بلندی کے باعث افلاک انھیں اپنے اندر سمیٹ نہیں سکتے۔

ما للمقاصد حجة ومقاصدی   ما لها انقضاء بها الفضاء وانتهی

——— تمام مطالب کا میرے مطالب سے تعلق کیا، فضا نے ان مطالب کو فضا اور میدان سے وابستہ کر دیا ہے۔

أطوی اللیالی بالمنی وصروفها   تنشر منی أضعاف ما أطویها

——— زمانہ میں آرزوؤں کو میں سمیٹتا ہوں مگر گردشیں ہیں کہ جتنا سمیٹتا ہوں اس کا کئی گنا پھیلا دیتی ہیں۔

إنی علی نوب الزمان لصابر   إما سیفنی العمر أو یفنیها

——— میں زمانہ کی گردش پر صابر ہوں، یا تو وہ عمر کو یا عمر اسے فنا کر دے گی۔

أما الذی یبقی فقد أحرزته   والفانیات فما أفکر فیها

——— جو باقی رہ جانے والی شے ہے اسے تو میں نے محفوظ کر رکھا ہے باقی فنا ہونے والی چیزوں کے باب میں نہیں سوچتا۔

نیز

(البسط)

بنی کن حافظا للعلم مطرحا   جمیع ما الناس فیه تکتسب نسبا

——— بیٹے! علم کے محافظ بنو، اور لوگ جن مصروفیتوں میں ان سب کو چھوڑ دو، اس طرح نسب حاصل کرو گے۔

فقد یسود الفتی من غیر سابقة   لأصله بالعلم حتی یبلغ الشهبا

——— سابقہ کسی اصل کے بغیر نوجوان سیادت کرتا ہے حتیٰ کہ شہاب ثاقب تک جا پہنچتا ہے۔

غذ العلوم بتذکار تزد أبدا   فالنار تخمد مهما لم تجد حطبا

——— علوم کو یادداشت کی غذا دو وہ ہمیشہ زیادہ ہوں گے، آگ لکڑی نہیں پاتی تو بجھ جاتی ہے۔

إنی أری عدم الإنسان أصلح من   عمر به لم ینل علما ولا نسبا

——— میں دیکھتا ہوں کہ انسان کا عدم اس عمر سے بہتر ہے جس کے ذریعہ انسان علم و نسب حاصل نہ کرے۔

قضی الحیاة فلما مات شیعه   جهل وفقر فقد تقاهما نصبا

——— وہ پوری زندگی گذار کر مرتا ہے تو فقر و جہالت اس کا جنازہ پہنچاتے ہیں، موت و حیات دونوں ہی وہ مشک کے عالم میں گذارتا ہے۔

نیز

(خفیف)

کن غنیا إن استطعت وإلا   کن حکیما فما عدا ذین غفل

إنما سودد الفتی المال والعلم   وما سادة قط فقر وجهل

——— دولتمند ہو جاؤ اگر ہو سکے، ورنہ حکیم بنو، ان دونوں کے سوا جو کچھ ہے وہ غفلت ہے۔

——— نوجوان کی سیادت کا مدار تو دولت اور علم پر ہے، فقر و جہالت کو سیادت کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

نیز

(رمل)

اقسم العمر ثلاثا واستمع   یا بنی النصح منی والرشادا

فاطلب الحکمة فی أوله   واحرز العلم وجب فیه البلادا

——— عمر کو تین حصوں میں تقسیم کرو اور بیٹے! میری نصیحت اور ہدایت سنو۔

——— پہلے حصہ میں حکمت طلب کرو، علم حاصل کرو، اس کے لئے ملکوں کا سفر کرو۔

واکسب الأموال فی ثانیه وکل   واشرب الراح ولا تبغ الفسادا

وترقب آخر العمر فإن   جاءک الموت فقد نلت المرادا

——— دوسرے حصہ میں دولت حاصل کر و کھاؤ پیو اور فساد نہ کرو۔

——— آخر عمر میں انتظار کرو، موت آجائے تو سمجھو مراد بر آئی۔

وان اعتاقتك في إحداهما   لمارق الموت فقد حزت الجهادا

هذه سيرة مسعود بها   قال في الدنيا وفي الأخرى السدادا

— اگر تجھے ان دونوں حصّوں میں موت نے مصروف کر دیا تو مجاہد ٹھہروگے۔

— یہ نیک بخت کی سیرت ہے۔ جس کے ذریعہ وہ دُنیا و آخرت میں فلاح پاتا ہے۔

نیز   (طویل)

بني تعلم حكمة النفس انها   طريق الى رشد الفتى ودليل

ولا تطلب الدنيا فان كثيرها   قليل وعما قليل فتزول

فمن كان في الدنيا حريصا فانه   يظل كئيب القلب وهو ذليل

ومن يترك الدنيا واصبح راهبا   فما للأذى يوما اليه سبيل

— بیٹے! حکمت نفس سیکھو یہ نوجوان کے لئے نیکوکاری کا راہ نما ہے۔

— دنیا طلب نہ کرو کہ اس کا زیادہ بھی کم ہے، اور ایک لحظہ کے بعد زائل ہو جائے گی۔

— دنیا کا جو حریص ہو گا وہ رنجیدہ دل اور ذلیل ہو کر رہے گا۔

— ترک دنیا کر کے جو سادھو ہو جائے گا اس کے یہاں اذیت کسی دن بھی نہ پھٹکے گی۔

نیز   (کامل)

نفس تطالبني بما في طبعها   والعقل يزجرها عن الشهوات

والنفس تعلم ان ذلك واجب   والطبع يجذبها الى العادات

والطبع يقصر عن مراد كليهما   فكلاهما وقف على الحسرات

والنفس من خمر الحياة وسكرها   ستفيق بين عساكر الاموات

— نفس مجھ سے اپنی طبیعت کا تقاضا کرتا ہے، عقل اسے خواہشات سے روکے ہے۔

— نفس اسے واجب تصوّر کرتا ہے، طبیعت اسے عادتوں کی جانب کھینچتی ہے۔

— طبیعت دونوں کے مراد سے کوتاہی کرتی ہے، پس دونوں حسرت و افسوس کے لئے وقف ہیں۔

— نفس زندگی کی شراب اور مدہوشی سے اسی وقت ہوش میں آئے گا جب موت کا لشکر سامنے ہو گا۔

نیز   (کامل)

لا تدنين بودك ظاهرا   خباو ضد وداده في طبعه

[illegible]

— جو نوجوان منافقانہ محبت کرتا ہو اسے قریب نہ کرو، اس کی محبت کی ضد اس کی طبیعت میں
ہوتی ہے۔

— محبت سے وحشت ہو تو دوست کو چھوڑ دو، کیونکہ عضو کی بیماری کا خاتمہ اسے کاٹ دینے
میں ہے۔

نیز   (سریع)

من لزم الصمت اكتسى هيبة   تخفي عن الناس مساويه

لسان من يعقل في قلبه   وقلب من يجهل في فيه

— جو خاموشی اختیار کرتا ہے وہ بارعب ہوتا ہے، لوگوں سے اس کی برائیاں پوشیدہ رہتی ہیں

— عقل مند کی زبان اس کے قلب میں، اور جاہل کا قلب اس کے مُنہ میں ہوتا ہے۔

نیز   (کامل)

عدل مزاجك ما استطعت ولا تكن   كمسوف أودى به التخليط

واحفظ عليك حرارة برطوبة   تبقى فتركك حفظها تفريط

واعلم بأنك كالسراج بقاءه   مادام في طوق الذبال سليط

— جس قدر ہو سکے اپنی مزاج کو معتدل رکھو اور اس شخص کے مانند نہ بنو جو سست کار ہو
فساد نے تباہ کر دیا ہو۔

— رطوبت کے ساتھ حرارت کی حفاظت رکھو، باقی رہو گے، اس کی ترک حفاظت ہی کا د
تفریط ہے۔

— یاد رکھو کہ تو چراغ کے مانند ہے، جو باقی اسی وقت تک رہتا ہے جب تک فتیلے میں
رہتا ہے۔

نیز   (خفیف)

ثقلة الجسم يبتغي غذاه   طلبا منه للبقاء والدوام

هو لما رأى التحلل طبعا   أخلف الشيء بالغذا والطعام

— جسم کا ثقل بقاء و دوام کی خاطر اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔

— یہ جب فطرتاً تحلیل دیکھتا ہے تو غذا اور کھانے سے بدل فراہم کرتا ہے۔

نیز   (منسرح)

ومخطف المقتوز ارنا سحرا   في غنج عينيه سحر هاروت

يحمل تفاحة موردة　　كدرة رصعت بياقوت

كأنها النجم في توقده　　قارن بدر السماء في حوت

—— ایک نازک کمر نے بوقت سحر ہماری ملاقات کی، اس کی آنکھوں کے حسن میں ہاروت کا جادو ہے۔

—— ایک گلابی خاکستری سیب یاقوت کا جڑاؤں لئے چمک ہیں۔

—— کیا معلوم ہوتا ہے جیسے تارہ جو حوت کے اندر موجود آسمان کے چاند سے قریب ہو۔

—— یہ کہتا ہے رحبہ میں بشر بن عبداللہ کاتب نے مجھے ایک سیلنی سیب تحفہ دیا ہے۔ ایسے سرخ اور خوشبودار سیب پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ سیب کی کوئی تشبیہ پیش کروں۔ وہ آیا تو میں نے کہا "یہ تشبیہ میں نے تیار کر لی ہے چنانچہ اس نے اس کی تنقید کی" میں نے اسے لکھا۔ (کامل)

هبا فان الديك هب وصاحا　　جنح الظلام وسقياني الراحا

—— اُٹھو کہ مرغ نے اُٹھ کر تاریکی میں بانگ دے دی ہے۔ اور مجھے شراب پلاؤ۔

راح تريح من الهموم وطبعها　　ينفي السقام وينعش الأرواحا

—— شراب جو غم و افکار سے نجات دیتی ہے، جس کا مزاج بیماری دور کرنا اور رُوح کو ابھارنا ہے۔

أهدى الرئيس وفي نداه سجية　　تهدي النفائس غدوة ورواحا

—— رئیس جس کی فیاضی کی خوبی یہ ہے کہ وہ عُمدہ چیزیں صبح و شام ہدیہ کیا کرتا ہے۔

طبقا من التفاح اني لم أزل　　أهوى الثمار واعشق التفاحا

—— اس نے ایک طشتری سیب تحفہ دیا ہے، میں ہمیشہ پھل کو پسند کرتا اور سیبوں سے عشق کرتا رہا ہوں۔

ان الطبيعة والمزاج تشاركا　　في الكون لما أوجداه سماحا

—— طبیعت اور مزاج نے جب اسے پیدا کیا تو تعمیر میں دونوں نے ہی صفائی اور پاکیزگی کا ثبوت دیا۔

صاغاه كالكافور لكن جلده　　قد البساه من النجيع وشاحا

—— اسے دونوں نے کافور کی طرح بنایا مگر پوست پر خون کی شال اوڑھا دی۔

فكأنه من لون حبي قالبس　　وكأنه من نشر بشر فاحا

—— گویا میری محبت کا رنگ لیا اور شادمانی کی خوشبو اس میں پھوٹی۔

—— انار ترش کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔ (سریع)

وشادن أبلج كالبدر　　مادمته ليلا الى الفجر!

بات به يصوف عنه الاذى　　بمثل كاسات من الخمر

ينتقل الرمان في اثرها　　مخافة من ضرر السكر

كأنه وهو خبير به　　يكسر ياقوت بالدر

—— ماہ کامل کی طرح چمکتا ہوا ایک بچّہ ہرن کا رات میں فجر تک ندیم رہا۔

—— وہ رات بھر شراب کے جام پی کر اپنی تکلیف دُور کرتا رہا۔

—— اس کے بعد انار آتا رہا تاکہ مدہوشی کا ضرر لاحق نہ ہو۔

—— گویا وہ قوّت کو موتی سے توڑ رہا ہے، انار کی اس خوبی سے وہ واقف ہے۔

پھر　　(منسرح)

يا بلي اللحاظ كالقمر　　أصبح في الأرض فتنة البشر

أولاه فيض الجمال أجمعه　　والحسن والظرف واهب الصور

خشيت من عقرب به قمر　　فكيف بالعقربين في قمر

—— میرے اونٹ پر چاند کے مانند ایک چشم ہے جو دُنیا میں انسانوں کا فتنہ بن چکی ہے۔

—— صورتیں بنانے والے نے اسے حسن، ظرافت اور جمال سب کا سب عطا کر دیا ہے۔

—— مجھے قمر در عقرب سے خوف ہوتا ہے، مگر قمر در دو عقرب ہوں تو کیا حال ہوگا۔

پھر　　(کامل)

ومهفهف يغشى العيون غريقة　　في لج ماء الحسن منه وموجه

قلم الطبيعة خطه والمشتري　　يملي عليه عطارد من أوجه

—— ایک پتلی کمر والا آب حسن کی تہہ اور موج میں غرق، آنکھوں میں بھر جاتا ہے۔

—— فطرت کے قلم نے اس کی تصویر کھینچی ہے، اور مشتری نے اس پر عطارد کا کئی صورتوں املا کیا ہے۔

—— دجلہ میں تیرتے ہوئے کچھ نوعمر لڑکوں کے بارے میں کہا ہے۔ (بسیط)

وسرب غيد بشاطي دجلة جلبوا　　عن الثياب وألقوا سائر الكلف

كأنهم وسط لج الماء أجمعهم　　در تجرى بحوعن الصدف

—— ایک کمر نرم و نازک چال چلنے والے ایک جھنڈ نے دجلہ کے کنارہ کپڑے اور تمام باریک پوشاک اتار دی ہے۔

—— موجوں کے درمیان سب کے سب ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر میں موتی صدف سے آگئے ہو۔

حمام میں ایک لڑکے کو دیکھ کر کہا۔ (خفیف)

جردته الحمام من کل ثوب ... وأرتنی منه الذی کان قصدی

بدفما کالصباح من تحت لیل ... حالک اللون أسود غیر جعد

سکب الماء فوق جسم حکی الفضة ... حتی اکتسی غلالة ورد

—— حمام نے اسے ہر پوشاک سے آزاد کر دیا ہے اور مجھے وہ شئے دکھا دی ہے جو میرا مقصود ہے۔

—— یعنی شب سیاہ کے نیچے سے طلوع ہوتے ہوتے سفیدۂ صبح کی مانند جسم۔

—— اس نے چاندی کی صورت جسم پر پانی انڈیلا حتیٰ کہ گلابی پوشاک پہن لی۔

—— ایک دوست کو لکھتے ہوئے یہ اشعار کہے۔ (خفیف)

جاء شعبان منذرا بالصیام ... فاسقیانی راحا بماء الغمام

خندریسا کأنها الشمس لونا ... وضیاء أصفی من الاوهام

واسقنی من یدین أغید ریم ... من بنی الترک مثل بدر التمام

فکأن الصهبا نور الحسن لما ... قربها والحباب فوق المدام

شمس ظهر فی کف بدر علیها ... سمط در حکی نجوم الظلام

سیما والربیع بالورد عاف ... یومه یشتری بسبعین عام

—— ماہ شعبان روزہ کی آگاہی دیتا ہوا آگیا، مجھے آب باراں سے شراب ملا کر پلا۔

—— پُرانی شراب، رنگ و روشنی میں آفتاب کی مانند اوہام سے زیادہ صاف ستھری۔

—— پلا مجھے ترک زادوں کے اندر موجود مثل بدر کامل ایک نرم و نازک کے ہاتھوں سے۔

—— حسن میں صہبا، ساقی، اور شراب کا بلبلہ کیسا ہے۔

—— جیسے آفتاب، کسی چاند کے ہاتھوں میں اتر آیا ہو، ایسا چاند جس پر شب کے تاروں کے مانند موتی کا ہار ہو۔

—— خاص کر موسم بہار نے جب گلاب بکھیر دئے ہوں جس کا ایک دن ستر سال کے عوض خریدا جائے۔

نیز

(طویل)

کتبت وبی لاعج الشوق والأسی ... الیک جوی یوهی الهوی والقوادما

ولولا الرجا ان یجمع الله بیننا ... کما حسن ما کنا أتیتک قادما

ولکن أدعو الله الواحد الذی ... یسوی کل شیء أن یردک سالما

—— لکھ رہا ہوں اور حال یہ ہے کہ سوز سے شوق و غم نے قوتیں نڈھال کر دی ہیں۔

—— اگر باہم ملاقات کی امید عمدہ ماضی کی طرح نہ ہوتی تو چل کر تیرے پاس آتا۔

—— مگر میں اللہ واحد سے جو ہر شئے کو دیکھ رہا ہے دُعا گو ہوں کہ وہ تجھے صحیح و سالم واپس لائے۔

نیز

(کامل)

یا من تربع جلقا وحذا ... یدعی من السعداء عشر ابدا

لا تطلبن بغیرها بدلا ... هی جنة الله التی وعدا

—— اے وہ کہ جو جلق میں سکونت پذیر ہے اور نیک بختوں میں شمار ہو رہا ہے! زندہ باد!

—— اس مقام کے علاوہ دوسرا کوئی اور مقام نہ چاہنا یہ اللہ تعالیٰ کی جنّت موعودہ ہے۔

تغر الزمان ولا تبع طمعا ... نقدا بوعد تر تجیه غدا

واشرب بها صفراء صافیة ... تنفی الهموم وتسلب الکمدا

—— زندگی اس طرح گذارو کہ لالچ میں نقد کو وعدہ کے عوض نہ بیچو جس کی مستقبل میں امید ہو۔

—— یہاں شراب صافی پیو جو غم و افکار کو دور اور رنج کا ازالہ کر دے گی۔

راحا اذا بزلت بآنیة ... قذفت علی حافاتها الزبدا

فاعما قل العاقل اللبیب اذا ... نال المنی فی منزل قعدا

—— ایسی شراب کہ ساغر میں اسے چھانو تو کناروں پر جھاگ پھینکے۔

—— عقلمند، دانشور وہی ہے جو کسی جگہ آرزوئیں پالے تو بیٹھ رہے۔

انی لأهوی شرب صافیة ... مقطوبة فی کأس من بردی

من کف من یهوی انقوادها ... تسعی بها واللیل قد بردا

—— میں ایسی شراب کا عاشق ہوں جو صاف ہو اور جام میں بردیٰ کی آمیزہ ہو۔

—— معشوقہ کے ہاتھوں سے، جو رات سرد ہو جائے تو جام گردش میں لائے۔

تسقی ندامی کالنجوم غدوا ... بیض الوجوه تخالها بردا

فالتقی الاعلیف حجا ... یلقی العلوم وشادیا غردا

—— وہ تاروں کے مانند ندیموں کو پلائے گی جن کے چہرے اس قدر روشن کہ انھیں اولاد سمجھے۔

له بردی: دمشق کی سب سے بڑی نہر جو بعلبک سے قریب دمشق سے ۱۵ میل کے فاصلے پر قریۂ زبدانی سے نکلتی ہے۔ (معجم البلدان)

ـــ اس کی ملاقات صرف اسی سے ہوگی جو دانشور، عالم اور نغمہ زن ہوگا۔

نیز (طویل)

سلام كأنفاس الرياض بعالج   يبلغه ريح الصبا أرض جلق
إلى ساكن فيها وفي القلب مثله   مقيما به عقلا إلى حين نلتقي

ـــ چمنستان عالج کے انفاس کی سلامی بادِ صبا سرزمین جلق کے ایک باشندہ کو تادم ملاقات
ـــ پہنچاتی رہے جہاں وہ بھی ہے جو دل کے اندر مقیم ہے۔

إلى جنة الدنيا جميعا وليتني   أنخت بها يوما من الدهر أينقي
وأنت بها فالراح غير لذيذة   بغير نديم خالص الود مشفق

ـــ تمام دنیا کی جنت کو، کاش یہاں کسی دن اپنی اونٹنی بٹھا سکوں۔
ـــ آپ وہاں ہیں تو کسی مخلص و مشفق ندیم کے بغیر شراب میں کوئی لذت نہیں۔

سميع مطيع للأخلاء قد صفا   بغير قذى صفو الشراب المعتق
وإن لديه عوف الهوى إثر ساقه   إليك وتغريد الحمام المطوق

ـــ دوستوں کی سننے والا، اطاعت کرنے والا، خالص ایسا جیسے صاف شراب جس میں کوئی کدورت نہ ہو۔
ـــ عشق اور فاختہ کی بولی ہر گھڑی مجھے آپ کی دعوت دے رہی ہے۔

سلام من الشعرى اليمانية دائما   إلى تربها الشامية المتألق
وإن مزق الدهر المعاند شملنا   فإن ودادي ليس بالمتمزق

ـــ یمنی شعریٰ کی جانب سے اس کی چمکتی ہوئی شامی خاک کو مسلسل سلام۔
ـــ دشمن زمانہ نے ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے، مگر اپنی محبت بکھیرنے والی نہیں ہے۔

ويدلني بالصد منك فحالتي   كحالة مأسور بغربة موثق
ومن نكد الدهر الغشوم وصرفه   يجاور رغما فيلسوف لأحمق

ـــ تیرے اعراض کی بدولت زمانہ نے میری حالت ایسی بنادی ہے جیسے غربت میں بندھا ہوا کوئی قیدی۔
ـــ خائن زمانہ کی گردشوں نے یہ حال کر دیا ہے کہ ایک فلسفی احمق کی ہمسائیگی کے لئے مجبور ہوگیا۔

نیز (بسیط)

يا حجة الدين سر بالله معتصما   ولا تكن لفراق صم ذا أسف
فلكواكب عز ذرى تنقلها   عن البيوت لكي تحظى بالشرف

ـــ حجت دین! معتصم باللہ سے خوش رہو، کسی رشتہ دار کے فراق پر افسوس نہ کرو۔
ـــ مقام بلندی پر فائز ہونے کے لئے تارے مقامات بدلتے ہیں۔

الدر لولا نحور الغيد ما خرجت   به المقادير أحيانا من الصدف

ـــ اگر نازنینوں کے سینے نہ ہوں تو مقدر موتیوں کو صدف سے باہر نہ نکالیں۔

فأقبل إلى ملك ما نال غايته   وما حواه ملوك الأرض في السلف
هيولى وأنت الجسم تقبل أصناف المعالي قبولا غير مختلف

ـــ لہٰذا ایسے بادشاہ کی جانب بڑھو جس نے وہ کچھ حاصل کر لیا ہے جسے سلف میں شاہانِ عالم حاصل نہ کر سکے۔
ـــ وہ ہیولیٰ اور تم جسم ہو، نوع بہ نوع کے مکارم بلا اختلاف حاصل کر سکوگے۔

عنتری کہتا ہے بارش کی ایک رات رضی وزیر جزیرہ نے اسے طلب کیا تو اسے لکھا۔ (بسیط)

قل للوزير أدام الله نعمته   في دولة أمرها في الحضر والبادي
بعثت في طلبي والغيث منسكب   والوحل قد كف سير الرائح الغادي
وقد وددت الذي نفذت في طلبي   فابعث إلي بمركوب ولباد

ـــ وزیر سے کہہ دو اللہ شہر اور گاؤں کی اس کی حکومت میں اپنی نعمتیں دائم رکھے۔
ـــ تو نے مجھے بلایا ہے مگر بارش ہو رہی ہے، کیچڑ سے آنے جانے والوں کی راہیں مسدود ہیں۔
ـــ جسے تو نے بلانے کے لئے بھیجا ہے اسے واپس کر دیا ہے، لہٰذا سواری اور لبادہ بھیجو۔

وزیر نے اسے مطلوبہ اشیاء بھیجیں۔ ایک مصنف کو حسب ذیل اشعار لکھے۔ (کامل)

دعني من المطل الذي لا ينقضي   أبدا وسقم القلب بالتعليل
قل لي نعم أو لا بغير توقف   فالياس راحة لي من التطويل
لأكون من طمع الكذوب كمن رأى   أضغاث أحلام بلا تأويل

ـــ ٹال مٹول کی باتیں رہنے دو، یہ کبھی ختم نہ ہوں گی، لیت و لعل سے دل کو بیمار نہ کرو۔
ـــ ہاں یا نہیں بلا توقف کہو، مایوس ہو جانا طولانی باتوں سے زیادہ باعث راحت ہے۔
ـــ تاکہ جھوٹی آرزوؤں کے باب میں ویسا ہی ہو جاؤں جیسا کوئی بے حقیقت پراگندہ خواب دیکھے۔

علی بن مشہر شاعر کی ہجو کرتا ہے۔ (طویل)

ما ولدت سعلاء من جن عبقر　　بأقبح شخص من علی بن مسہر
لأھامة صلعاء من فوق قامة　　مقوسة حدباء فی دور خنصر

—— پتلے سر، پتلی گردن والی عورت نے کا ہے کو علی بن مشہر سے زیادہ بدصورت عبقری جن پیدا کیا ہوگا۔

—— اُوپر گنجی کھوپڑی اور نیچے ایک کوبڑ کمان دار قد کنگلی کے چھلّے کی طرح ہے۔

بہا جعل ما بین فکیہ کامن　　یزج الخزامن فیہ فی کل محضر
ولما شکا داء قدیما بدا بوہ　　الی وداء فی فم منہ أبخر
فقلت دواء الدبر طعنة أجرد　　عریض القفاعریان أقرع أعور
تناک بہ من بین فخذی موسوس　　بہ جنة کالعیر أھوج أیر

—— اس کھوپڑی میں دونوں جبڑوں کے درمیان کی گو بر مکھی پوشیدہ ہے جو ہر مجلس میں منہ سے پاخانہ پھینکتی ہے۔

—— اس نے اپنی مقعد کی پُرانی شکایت اور منہ کی بدبودار بیماری کا تذکرہ مجھ سے کیا۔

—— تو میں نے کہا مقعد کا علاج تو یہ ہے کہ ایک ننگی، پیچھے سے کشادہ، سخت اور خراب تلوار۔

—— کسی ایسے مجنوں کی رانوں کے درمیان سے مقعد میں گھسیڑ دی جائے جو گدھے جیسا، دلیر اور سخت جماع کرنے والا ہو۔

وما یشتکی فوک الخبیث دواءہ　　بمسواک جعس مجہ جحر خیبری
وکل من جوارش البطون فانہ　　لدائک أشفی من جوارش قیصر
فغیک من العاھات ما لو قسمت　　علی الخلق جمعا لم تجد غیر مدبر

—— تیرے خبیث منہ کی شکایت کا علاج یہ ہے کہ اس گوبر کی مسواک کرو جسے خیبری[1] کی بل نے اگلا ہو۔

—— شکم کی ہر جوارش کھاؤ کہ یہ قیصر کی جوارشوں سے تمہارے مرض میں زیادہ مفید ہے۔

—— تمہارے اندر ایسی آفات ہیں کہ تمام مخلوق کو تقسیم کی جائیں تو کوئی محروم نہ رہے۔

نیز　　(بسیط)

رأیت فوق الوئیس علجا　　أسود یعلوہ کالحمار

---

[1] خیبری: لغات کے اندر اس کا سراغ نہ لگ سکا۔

یدفن فی العاج آبنوسا　　ویولج اللیل فی النھار

—— میں نے رئیس کے اُوپر ایک سیاہ سخت انسان کو گدھے کی طرح سوار دیکھا۔

—— وہ ہاتھی دانت میں آبنوس دفن کرتا ہے اور دن میں رات داخل کرتا ہے۔

—— ایک خاتون کے بارے میں یہ اشعار کہے۔ (بسیط)

قد أقبلت غولة الصبایا　　تنظر عن معلم النقاب
فقلت من أعظم الرزایا　　قفل علی منزل خراب
احسن ما کنت فی عباة　　ملفوفة الرأس فی جراب

—— بچوں کی چڑیل نقاب کے اندر سے دیکھتی ہوئی آئی۔

—— میں نے کہا سب سے بڑی مصیبت ویران منزل پر قفل کا پڑجانا ہے۔

—— بہتر تھا کہ عبا میں ہوتی اور سر ایک جراب میں لپٹا ہوا ہوتا۔

شریعت کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔ (کامل)

ان الشریعة ألفت بصلاحہا　　للعالم المتضاد والمتمازج

—— شریعت صلاح کے ساتھ متضاد اور متشابہ دُنیا کے لئے ترکیب دی گئی ہے۔

الشرع أصلح کل غاو مارد　　وأمات شرة کل جان مارج

—— شریعت نے ہر گمراہ سرکش کی اصلاح کی اور ہر آزاد مجرم کی گرم جوشی مار دی ہے۔

لولا الشریعة ما تجمع واستوی　　شمل الوری ومنوا بشر ھائج

—— اگر شریعت نہ ہوتی تو خلقت کا شیراز مجتمع نہ ہوتا، وہ سخت فساد سے دوچار ہوتی۔

ان الشریعة حکمة ومنافع　　لمداخل ومصالح لمخارج

—— شریعت داخلی اور خارجی مصلحتوں اور حکمتوں کا نام ہے۔

والعقل نور اللہ الا أنہ　　للعالم المحسوس غیر ممازج

—— عقل نور الٰہی ہے، مگر عالم محسوس سے اس کا تعلّق نہیں ہے۔

فمتی اکتفیت بفعل عقل داخل　　فسدت أمورک کلہا من خارج

—— داخلی عقل پر تم اکتفا کرو گے تو خارجی امور بگڑ جائیں گے۔

الانبیاء کواکب تھدی الی　　سبل الھدی لذوی السری والدلج

—— انبیاء تارے ہیں جو رات کے مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

شراب اور مدحیہ شاعری ترک کر دینے کے بعد یہ شعر کہے۔ (بسیط)

نارالحمیا و نارالفکرمذ نہکا　　جسمی تدکت الحمیاخشتہ النار
والکأس بالطبع تصلی عقل شاربہا　　والسکر دیسلب منہ حکمۃ الباری

—— شراب اور فکر کی آگ نے جب سے میرے جسم کو نڈھال کر دیا ہے آتش کے ڈر سے شراب چھوڑ دی۔
—— جام فطری طور پر پینے والے کی عقل مار دیتا ہے اور بدہوشی باری تعالیٰ کی حکمت سلب کر لیتی ہے۔

نیز

(طویل)

صدوت عن الصہبا لماوجدتہا　　منافوۃ منی طباعی واخلاقی
وعوضت عنہا النفس کاسات حکمتہ　　تعللتہا فازودت شوقا الی الساقی

—— شراب کو دیکھا کہ میری فطرت اور اخلاق سے آمادہ پیکار ہے تو اس سے اعراض کر لیا۔
اس کے بدلہ نفس حکمت کے جام دئے　　مَیں نے انھیں پیا تو ساقی کا شوق اور بڑھ گیا

تصنیفات

عنتری کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

کتاب النور المجتبیٰ من روض الندماء ونذکار الفضلاء الحکماء ونزہتہ الحیاۃ الدنیا۔ اس کتاب کو اس نے سال کے موسموں کی ترتیب سے لکھا ہے۔ اپنے اور دیگر ادیبوں کے کچھ اشعار اور عُمدہ افادات بھی اس کے اندر شامل کئے ہیں۔ کتاب کی ترتیب میں اس نے کمال کا ثبوت دیا ہے۔ کتاب الجمانۃ فی العلم الطبیعی والالٰہی، کتاب الاقراباذین، یہ قرابادین کبیر ہے جس کے اندر تمام مرکّب ادویہ کا تذکرہ آگیا ہے اور اسے نہایت عمدہ طور پر مرتب کیا گیا ہے۔ رسالۃ الشعری الیمانیۃ الی الشعری الشامیۃ، دمشق کے عرفہ نحوی کے جواب میں لکھا ہے۔ رسالۃ حرکتہ العالم، اس رسالہ کے ذریعہ ایک وزیر کو ایک دوسرے مقام وزارت ملنے پر اس نے ارمغان تہنیت پیش کیا ہے۔ وزارت اسے اتابک زنگی بن آق سنقر کی جانب سے ملی تھی۔ رسالۃ الفرق مابین الدھر والزمان والکفر والایمان۔ رسالۃ العشق الالٰہی والطبیعی۔

ابوالغنائم ہبتہ اللہ بن علی بن حسین بن اثردی

بغداد کا رہنے والا، حکمت میں مُمتاز، فنِ طب کے اندر باکمال، اور علمی اور عملی اعتبار سے نہایت مشہور تھا۔ تعالیق طبیہ وفلسفیہ، مقالۃ فی ان اللّذۃ فی النوم فی ای وقت توجد منہ جسے ابونصر تکریتی طبیب امیر ابن مروان کے لئے تصنیف کیا تھا۔ اس کی تصنیفات ہیں۔

علی بن ہبتہ اللہ بن اثردی

ابوالحسن علی بن ہبتہ اللہ بن علی بن اثردی، بغداد کا رہنے والا، فاضل طبیب فن طب کے اندر کمال اور حسن معرفت میں مشہور ومعروف، عمدہ معالج اور اعلیٰ مصنف تھا۔ شرح کتاب دعوۃ الاطباء اس کی تصنیف ہے جسے اس نے ابوالعلا محفوظ بن مسیحی متطبب کے لئے لکھی تھی۔

سعید بن اثردی

ابوالغنائم سعید بن ہبتہ اللہ اثردی بغداد کے مشہور وممتاز اطباء میں تھا۔ یہ شفاخانہ عضدی کا افسر الاطباء اور مقتفی لامراللہ کے زمانہ میں نہایت عروج پر تھا۔

ابو علی حسن بن علیؒ بن اثردی

فن طب میں مُمتاز، عمدہ معالج اور بغداد کے مقبول ترین لوگوں میں شمار تھا۔

جمال الدّین علی بن اثردی

جمال الدین ابوالحسن علی بن ابوالغنائم سعید بن ہبتہ اللہ بن علی بن اثردی، فن طب کے اندر علمی اور عملی اعتبار سے ممتاز عالم تھا۔ ہمام الدین عبدی شاعر نے اس سے کتاب مسائل حنین مستعار لی تھی۔ چنانچہ اس کی تعریف میں اشعار کہے اور اسے مذاق کے طور پر بتایا کہ مسائل عاریہ پر اس کی نظر انتخاب پڑ چکی ہے۔ یہ واقعہ ۵۸۰ھ کا ہے۔

(کامل مرفل)

حیاک رقراق الحیا　　غمی وخفاف النسیم
فلأنت ذوالخلق الکریم وأنت ذوالخلق الوسیم

—— بادل کی چمک اور نسیم کے جھونکے میری جانب سے تجھے سلام کریں۔
—— تو صاحب خلق کریم ہے، تو صاحب خلق وسیم ہے۔

عدق الانامل بالندی　　لبق الشمائل بالنعیم

ما اقتر الافـــر جيش وجنة الليـــل البهيم

___ انگلیاں فیض میں ڈوبی ہوئی ہیں، اوصاف نعمت نہایت بھرپور ہیں۔

___ مسکراتے ہی ظلمت شب کی فوج بھاگ جاتی ہے۔

نشـــر الفكاهة كالحما   م جـــرى على زهر الجميم

ويسير أوقات الشرا   ء كشيـــر أفواح النديم

___ شیریں مزاج جیسے کوئی فاختہ زمین پر پھیلے ہوئے گھنے پودے کے پھولوں پر چلے۔

___ بوقت دولت ندیم کی فرحتوں کا بکثرت اہتمام کرتا ہے۔

لا بالملول ولا الجدو   ل ولا الجهول ولا المليم

بل يشفع القول اللطيف بوافر الطول الجسيم

___ نہ بیزار ہے، نہ جھگڑالو ہے، نہ جاہل ہے، نہ لائق ملامت

___ بلکہ شستہ کلام کو وافر فضل واحسان سے دو آتشہ کر دیتا ہے۔

نادالـــوری مستصرخا   هـــل من صديق او حميم

حمّال اعباء القـــريسن منيع أكنـــاف الحريم

وادع الكـــرام ولن يجيب سوى ابى الحسن الحكيم

___ خلقت کو فریاد کے لئے پکارو، ہے کوئی دوست یا رشتہ دار

___ دوست کا بوجھ اُٹھانے والا، حریم رفاقت کی حفاظت کرنے والا

___ اور شریفوں کو پکارو۔ تو سوائے ابوالحسن حکیم کے اور کوئی لبیک نہ کہے گا۔

سمعا جمـــال الدين قو   ل مصاحب الود السليم

هل للمسائل رجعة   يوما الى الوطن القديم

___ جمال الدّین! راست محبّت کرنے والے کی بات سنو

___ کیا کسی دن قدیم وطن کی طرف "مسائل" کی رجعت بھی ہوگی۔

هيهات أعوز مايرو   م الفحل القاح العقيم

___ عقیم کو حاملہ کرنا دُور کی بات ہے، نر کا مقصود مشکل ہے۔

بينى وبنيك وصلة الافضال والفضل العـــميم

والوصلة الفطلى حميـــد ولاية النبأ العـــظيم

انا ليجمعـــنا الولا   ء على صـــراط مستقيم

___ میرے دُور تمہارے درمیان انعامات واحسانات اور فضل عمیم کا رشتہ ہے۔

___ سب سے بڑا رشتہ آخرت کی محمود دوستی کا ہے۔

___ ہمیں دوستی صراط مستقیم پر یکجا رکھے گی۔

مذکورہ ممدوح کی تعریف میں مزید اشعار (رجز)

سل لم جفا جفنى الوسن   بعـــد بعاد من ظعن

ومن نأى بالصبـــر لم   غـــادر فى قلبى الحزن

___ پوچھو کوچ کر جانے والے کے بعد نیند نے پلکوں پر کیوں جفا کیا

___ صبر کر کے جو چلا گیا، دِل میں کیوں اس نے غم چھوڑا

وقل لمن خـــال الهوى   قل لى على البعد وطن

لم بيعـــد الوجد الذى   خلفه البين ولن

___ کہو اس سے جو سمجھتا ہے کہ بُعد منزل سے عشق سرد پڑ جاتا ہے، بتا مجھے

___ وہ سوز عشق تو دُور نہیں ہوا جو فراق نے چھوڑا، نہ ہرگز دُور ہوگا۔

ولن تـــرى جوانحى   ســـاكنة بعـــد سكن

يا من يظن الحب من   أيســـر أحـــداث الزمن

___ میری پسلیوں کو سکینت کے بعد بھی ہرگز سکون سے نہ پاؤ گے۔

___ محبت کو زمانہ کا سب سے آسان حادثہ سمجھنے والے!

الحـــب ما صيـــرثو   ب المـــوء للمـــوء كفن

لاما أســـال مدمعا   وجعـــل السـر علن

___ محبت تو وہ شے ہے جو آدمی کی پوشاک کو اس کا کفن بنا دیتی ہے۔

___ نہ کہ جو اشک رواں کرے اور پوشیدہ کو ظاہر کر دے۔

أما ومشوق القوا   م ناعس الطرف أغن

ينص جيـــد مطفل   تنشد خشفا ماشدن

انى لاشتـــاق فتى   لا يتبع المن منن

ولن تـــرى أحسن من   شوقى الى ابى الحسن

___ دیکھو ایک ہلکا پھلکا، شکستہ نگاہ، گُنگنانے والا

___ نوزائیدہ بچے کو پکارنے والی ہرنی کی گردن کی طرح گردن اُٹھاتا ہے۔

—— میں اس نوجوان کا مشتاق ہوں جو احسان پر احسانات نہیں جتاتا۔
—— مجھے ابوالحسن کا اشتیاق ہے اس سے عمدہ کوئی چیز ہرگز نہ دیکھوگے۔

مفتتن بہم فتی لولا هواه ما افتتن
احن شوقا وجوی فليته اشتاق وحن

—— اس پر ایسا نوجوان فریفتہ ہے، اگر عشق نہ ہو تو فریفتہ نہ ہو۔
—— میں شوق سوز سے مشتاق ہوں، کاش وہ بھی مشتاق ہو۔

ولا أزال سائلا عنه فهل يسأل عن
هيهات أين ذو خلا من ذی غرام وشجن

—— میں ہمیشہ اسے پوچھتا ہوں کیا وہ بھی مجھے پوچھتا ہے۔
—— کہاں ہیں باتیں صاحب عشق اور صاحب غم کی۔

أخو الهوى ليس له من اسهم الوجد جنن
تكاد تجری نفسه لولا ارتباط بالبدن

—— ایسا عاشق ہے جسے غم عشق کے تیروں سے پوشیدہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔
—— جسم سے ربط نہ ہوتا تو روح دوڑ پڑتی۔

وكيف لا أعشق معسول العطاء و اللسن
للمجد ما جاد به وللسماح ماخزن

—— عشق کیسے نہ کروں خوش عطا اور خوشگو سے
—— جو سخاوت کرتا ہے شرافت کے لئے اور جو خزانہ کرتا ہے سخاوت کے لئے

سمحه ذكاء له ان السماحات فطن
لاثل عرش سعده ولا وهى ولا وهن

—— اس کی سماحت اس کی ذہانت ہے، سماحتیں سب ذہانتیں ہوتی ہیں
—— عرش سعادت اس کا نابود نہ ہو، کمزور نہ ہو، ناتواں نہ ہو۔

أحمده لا طالبا منه على الحمد ثمن
ولا وداد من نأى عن الظباء والضبن

—— میں اس کی تعریف کرتا ہوں مگر تعریف پر کسی معاوضہ کا طالب ہوں،
—— اس کی محبت کیا جو ہرنیوں سے اور درندوں کے بھٹ سے دور ہو۔

فابق لنا ما سجعت حمامة على فنن
وامض كما تؤثر من نهج العلى على سنن
وليهنك العيد الذی بہ العداة لم تهن

—— ہمارے لئے تو باقی رہ جب تک فاختہ شاخوں پر کوکتی رہے۔
—— چلتا رہ بلندی کی راہوں پر
—— وہ عید تمھیں مبارک ہو جو عید دشمنوں کے لئے مبارک نہ ہو۔

فخرالدّین ماردینی

امام فخرالدّین ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام بن عبدالرّحمٰن بن عبدالساتر انصاری وحیدالعصر اور علوم حکمیہ میں اپنے وقت کی پہچان تھے، ذہین، طباع، نیک طینت، فن طب پر اچھی معلومات کے حامل، عمل طب کے خواہاں، محقق، پاک نفس، خیر پسند، زباندان اور عربی زبان کی مختلف اصناف سے مالامال تھے۔ پیدائش ماردین میں ہوئی آبا و اجداد قدس کے رہنے والے تھے۔ والد جج تھے۔ نجم الدّین بن ارتق نے قدس فتح کیا تو آپ کے دادا عبدالرّحمٰن کو ماردین بھیجا، جسے انھوں نے اور ان کی اولاد نے اپنا وطن بنایا۔ حکمت میں فخرالدّین ماردینی کے استاد نجم الدّین بن صلاح یعنی نجم الدّین ابوالفتوح احمد بن سری تھے۔ یہ عجمی نژاد تھے اور ہمدان کے رہنے والے تھے۔ حسام الدّین تمرتاش بن غازی بن ارتق نے انھیں اپنے یہاں بلایا۔ ابن صلاح کو حکمت میں کمال اور اچھی معلومات حاصل تھیں، اس کے اسرار و رموز اور دقیق نکتوں سے واقف تھے۔ حکمت میں ان کی تصانیف ہیں، آخر عمر میں دمشق کے اندر مقیم تھے ۔۔۔۔ میں وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دمشق کے باہر دریا کے کنارے کے پاس صوفیاء کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ فخرالدّین ماردینی نے طب کی تعلیم امین الدولہ ابن التلمیذ سے حاصل کی۔

حکیم سدید الدّین محمود بن عمر معروف بہ ابن رقیقہ فخرالدّین ماردینی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابن سینا کا قانون امین الدّولہ بن تلمیذ سے پڑھا، اس پر بحث و تمحیص کی، اور اس کے ساتھ مل کر اصلاح و تصحیح کی اور ضبط تحریر میں لے آئے۔ ابن تلمیذ اس سے منطق پڑھتا تھا۔ اس سلسلہ میں اس نے جرجانی کی کتاب المختصر الاوسط پڑھی۔ شہر حینی میں فخرالدّین بن عبدالسلام ماردینی نے سالہا سال تک قیام کیا۔ یہاں وہ نجم الدّین بن ارتق کی خدمت میں رہتا تھا۔ سدید الدّین محمود بن عمر کہتے ہیں کہ شہر حینی میں وہ فخرالدّین کی صحبت میں رہ چکے ہیں، ان سے طب کی تعلیم حاصل کی ہے اور سفر و حضر ہر جگہ ان کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ جب

دمشق پہنچے تو بھی ساتھ رہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ۵۸۷ھ میں ان کی صحبت میں دمشق آیا۔ یہاں ان سے طب حاصل کی۔ یہاں ان کے درس و تدریس کی ایک عام مجلس ہوا کرتی تھی چنانچہ دمشق کے قیام میں جن لوگوں نے ان سے فیض پایا ان میں شیخ مہذب الدین عبدالرحیم بن علی بھی تھے۔ شیخ مہذب الدین نے ان سے ابن سینا کی قانون پڑھی اور ان کے ساتھ مل کر اس کی تصحیح کا فرض انجام دیا۔ دمشق میں شیخ فخرالدین ماردینی نے آخر شعبان ۵۸۹ھ تک قیام کیا۔ پھر اپنے وطن واپس ہوئے۔ رخت سفر باندھا تو شیخ مہذب الدین نے آکر درخواست کی کہ دمشق میں اس حد تک قیام کریے کہ قانون شیخ کی تکمیل کر لیتا۔ معاوضہ میں ان کے وکیل کو ۳۰۰ درہم ناصری دیئے جائیں گے۔ مگر انھوں نے منظور نہیں کیا اور فرمایا کہ علم اصل میں بیچا نہیں جاتا۔ جو میری صحبت میں رہے گا اسے تعلیم میں مشغول رکھوں گا۔ مہذب الدین کے لئے صحبت میں رہنا ممکن نہ رہا۔ دمشق سے روانہ ہو کر فخرالدین راستہ میں بمقام حلب پہنچے تو ملک ظاہر غازی بن ملک ناصر صلاح الدین نے انھیں بلایا اور انکی باتیں سن کر درخواست کی کہ آپ ہمارے پاس قیام کریں مگر انھوں نے معذرت کی۔ ملک ظاہر نے معذرت قبول نہ کی اور بہت سارا مال و دولت پیش کیا چنانچہ اس کے یہاں انھوں نے دو سال قیام کیا۔ اس کے بعد ماردین روانہ ہوئے۔

(مصنف) فخرالدین ماردینی رحمہ اللہ نے ۲۱ / ذی الحجہ ۵۹۴ھ بروز شنبہ آمد ولہ میں وفات پائی۔ عمر ۸۲ سال تھی۔ موصوف نے اپنی تمام کی تمام کتابیں حسام الدین بن ارتق کے موقوفہ مشہد کو وقف کر دیں۔ حسام الدین ایک فاضل حکیم اور فلسفی تھا۔ اس نے بھی اپنے مشہد کو کتب حکمیہ وقف کر دی تھیں۔ شیخ فخرالدین نے جو کتابیں وقف کیں وہ نہایت عمدہ تھیں۔ یہ ان کی وہ کتابیں تھیں جنھیں انھوں نے اپنے مشائخ سے پڑھی تھیں۔ ان کے ساتھ مل کر تصحیح کی تھیں اور نہایت خوبی کے ساتھ ضبط تحریر میں لائے تھے۔

سدید الدین محمود بن عمر نے جو موت کے وقت شیخ فخرالدین کے پاس موجود تھے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ فخرالدین موت کی آہٹ پا کر برابر ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور موت تک اس سے غافل نہ رہے، آخری ذکر جو ہم نے سنا وہ یہ تھا "اللّٰھم انی اٰمنت بک و برسولک۔ صدق صلی اللہ علیہ وسلّم ان اللہ یستحی من عذاب الشیخ" (بارالٰہا! تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، اللہ بوڑھے کو عذاب دینے سے شرماتا ہے)

تصنیفات

شرح قصیدہ شیخ الرئیس ابن سینا۔ جس کا پہلا مصرع یہ ہے۔

"ھبطت الیک من المحل الأرفع"

یہ شرح انھوں نے امیر عزالدین ابوالقاسم خضر بن ابوغالب نصر ازدی حمصی کی درخواست پر لکھی

تھی۔ ایک رسالہ میں انھوں نے ان لوگوں کی فضیحت کی ہے۔ جو ان پر معیوب مذہب کی جانب میلان رکھنے کا الزام رکھتے تھے۔

ابونصر بن مسیحی

ابونصر سعید بن ابوالخیر بن عیسٰی بن مسیحی، فن طب کے ممتاز فضلاء اور اعیان میں تھے۔

شمس الدین محمد بن حسن بن محمد بن کریم بغدادی نے مجھ سے بیان کیا کہ ۵۹۸ھ میں خلیفہ ناصر لدین اللہ پر سخت بیماری کا حملہ ہوا۔ مثانہ کے اندر بہت بڑی پتھری بن گئی تھی جس کی وجہ سے نہایت سخت تکلیف تھی۔ بیماری طویل ہو گئی تھی۔ معالج ابوالخیر مسیحی تھے۔ یہ عمر دراز تھے اور مدتوں خلیفہ کی خدمت کی تھی، فن سے واقف تھے، اور اس میں مہارت رکھتے تھے۔ تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ مرض نے طول کھینچا اور خلیفہ تمام علاجوں سے گھبرا گیا تو پتھر نکالنے کے لئے مثانہ میں شگاف لگانے کا مشورہ دیا تھا۔ خلیفہ نے ماہر جراحوں کو دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ابن عکاشہ نام کا ایک شخص بغداد کے مغرب میں کرخ کا باشندہ ہے۔ اسے بلایا گیا۔ اس نے مقام ماوف کا معائنہ کیا۔ خلیفہ نے اسے آپریشن کرنے کا حکم دیا مگر اس نے کہا "اس سلسلہ میں مشائخ اطباء سے مشورہ کرنا ضروری ہے"۔ خلیفہ نے پوچھا "بغداد میں اس فن کو بہتر جاننے والے کون ہیں"۔ ابن عکاشہ نے کہا "آقا! میرے استاد شیخ ابونصر بن مسیحی، پورے ملک کے اندر ان کا کوئی نظیر نہیں ہے"۔ خلیفہ نے انھیں بلانے کا حکم دیا۔ وہ آئے تو خدمت میں حاضر ہو کر زمین کو بوسہ دیا۔ خلیفہ نے بیٹھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک گھنٹہ تک بیٹھے رہے۔ اس عرصہ میں خلیفہ نے ان سے کوئی گفتگو کی نہ کوئی حکم دیا۔ حتیٰ کہ پُر سکون ہوئے۔ سکون و اطمینان دیکھ کر خلیفہ نے کہا "ابونصر! خود کو دھیان میں لاؤ۔ شفاخانہ میں بعض مقامات سے آئے ہوئے کسی مریض کا علاج کر رہے ہو، اسی کے ساتھ چاہتا ہوں کہ میرا بھی علاج براہ راست کرو، جیسا کہ اس طرح کی بیماری میں کیا کرتے ہو"۔ انھوں نے فرمایا بسر و چشم، مگر یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ طبیب کون ہے جس نے بیماری کی ابتدائی حالت دیکھی اور تمام نظریات سے واقف ہے، شروع سے اب تک اس نے کیا علاج کئے ہیں۔ چنانچہ ابوالخیر حاضر کئے گئے، انھوں نے مرض کی شروعات، تغیرات اور شروع و آخر کے معالجات بیان کئے، ابونصر نے فرمایا "علاج تو ٹھیک کیا گیا ہے"۔ خلیفہ نے کہا "اس بوڑھے نے غلطی کی ہے۔ لہٰذا اسے پھانسی دینا ضروری ہے"۔ ابونصر بن مسیحی نے اس پر کھڑے ہو کر زمین کو بوسہ دیا اور کہا "آقا! آپ پر اللہ کی جو نعمت ہے اس کے حق کی قسم! اطباء کے باب میں اس طرح دستور نہ بنائیں، اس شخص نے غلطی کبھی تو نہیں کی ہے۔ بس بدقسمتی سے مرض کا ازالہ نہیں

ہوا۔خلیفہ نے کہا "معاف کیا" لیکن دوبارہ میری خدمت میں نہ آئے۔" ابوالخیر واپس چلے گئے۔ ابونصر نے علاج شروع کیا۔ دوا پلائی۔ بلیین روغنوں سے مالش کی۔ اور کہا بلا آپریشن اگر پتھری خوبصورتی سے نکال لیں تو بہتر ہے ورنہ آپریشن کہیں گیا نہیں ہے۔ دو دن مذکورہ علاج ہوتا رہا۔ تیسرے دن پتھری نکل آئی۔ ایک روایت کے مطابق ۲۸ گرام ایک روایت کے مطابق ۲۰ گرام اور ایک روایت کے مطابق زیتون کی سب سے بڑی گٹھلی کے برابر تھی۔ خلیفہ رفتہ رفتہ صحتیاب ہوگیا۔ حمام کیا اور حکم دیا کہ ابونصر کو ٹکسال میں داخل کیا جائے اور جس قدر سونا لے جاسکیں لے جائیں۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس کے بعد خلیفہ کی ماں کی جانب سے خلعتیں اور دینار آئے۔ دونوں صاحبزادوں امیر محمد اور امیر علی، وزیر نصیر الدین ابوالحسن مہدی علوی رازی اور جملہ اکابرین سلطنت نے بھی خلعتیں اور مال و دولت پیش کیا۔ خلیفہ کی ماں، صاحبزادوں، وزیر، ساقی نجاح میں سے ہر ایک نے ایک ایک ہزار دینار اور بقیہ اکابرین نے حسب استطاعت پیش کئے۔ مجھے بتایا گیا کہ بیس ہزار دینار اور کافی مقدار میں خلعتیں پیش کی گئیں۔ ابونصر کو شاہی خدمت پر مامور کیا گیا۔ بھاری مشاہرہ، روزینہ اور اقامہ دیا گیا۔ ابونصر ناصر کی وفات تک برابر حکمت کرتے رہے۔

راوی کہتا ہے بعض اطباء نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عکاشہ جراحی نے نذر مانی تھی کہ سوق ثلاثا کے گرجا پر اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ صدقہ کرے گا۔ چنانچہ اس نے ڈھائی سو دینار صدقہ کیا۔ ابوالخیر مسیحی کو خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ اس سے قبل اس کی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔ کافی عطیات اور انعامات اسے ملے تھے۔ سب سے بڑا انعام تو یہ تھا کہ امین الدولہ بن تلمیذ کا کتب خانہ اسے ملا تھا۔ ناصر بار بار بیمار پڑتا اور اس کے ہاتھوں شفایاب ہوتا چنانچہ بیماریوں کے تعلق سے اسے بیحد دولت حاصل ہوئی۔ ناصر کے زمانہ ہی میں ابوالخیر کی وفات ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق وفات پر پسماندگان میں ایک لڑکا اور بہت ساری دولت چھوڑی۔ اس نے کہا "باپ سے جو وراثت بیٹا پائے اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔ کیونکہ جو چیز ہم سے نکل جاتی ہے واپس نہیں آتی۔"

تصنیفات

کتاب الاقتضاب فی الطب بہ اسلوب سوال و جواب اور کتاب انتخاب الاقتضاب اور ابونصر مسیحی کی تصنیفات ہیں۔

ابوالفرج

صاعد[1] بن ہبۃ اللہ بن توما نصرانی، بغداد کا رہنے والا تھا۔ ممتاز اطباء اور متعین اکابرین میں

(له اگلے صفحہ پر)

شمار تھا۔ شمس الدین محمد بن حسن بن محمد بن کریم بغدادی نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ نجم الدولہ ابوالیمن نجاح ساقی کا طبیب خاص تھا پھر ترقی کرکے اس کے وزیر اور منشی کے عہدہ پر بھی فائز ہوا۔ اس کے بعد ناصر کی خدمت میں پہنچا اور بیماری کے دنوں میں جملہ اطباء کے ساتھ حاضر ہوتا تھا۔ پھر اس کے یہاں اس نے مکمل مرتبہ پایا۔ چنانچہ مختلف پہلوؤں سے اس کی خدمت کی۔ اس کے رُو برو حکومت کے متعدد قلمدان اور منشی تھے۔ ۶۲۰ھ میں قتل ہوا۔ قتل کا سبب یہ تھا کہ اس نے اجناد کے کچھ لوگوں کو بلایا جن کی معیشت اس کے ہاتھ میں تھی۔ انھیں کچھ ناگوار الفاظ سے مخاطب کیا۔ چنانچہ ان میں سے دو اشخاص نے رات میں چھپکے سے چھریوں سے قتل کر دیا۔ ترکہ سے تعرض کیا گیا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ سارا مال خزانہ میں داخل کر دیا جائے اور کپڑے وغیرہ اور ملکیت لڑکے کو دیدی رکھی جائے۔ راوی نے مجھے بتایا کہ بعض بغدادیوں کے مطابق خزانہ میں آٹھ لاکھ تیرہ ہزار نقد دینار آئے۔ بقیہ اثاثہ اور املاک لڑکے نے پایا۔ جس کی قیمت تقریباً دس لاکھ دینار تھی۔"

جمال الدین بن قفطی نے صاعد بن توما کے حالات حسب ذیل تحریر کئے ہیں۔

"حکیم، طبیب اور عمدہ معالج تھا۔ اس باب میں کثرت سے اصابت رائے کا حامل اور باعث خیر و برکت تھا۔ اس کے طور طریقے مہذب، شائستہ اور بھروسہ کے قابل تھے۔ چنانچہ ناصر کے زمانہ میں ترقی کرکے اس نے وزراء کا مقام حاصل کیا، خلیفہ نے اسے خواص کے اموال کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی، خفیہ امور میں اسے وزراء کے پاس بھیجتا، ہمہ وقت اس سے اظہار کرتا۔ درمیانی واسطہ کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتا۔ عدم موجودگی میں دوسروں کا ذکر خیر کرتا، اس کے ہاتھوں بڑی ضرورتیں پوری ہوئیں۔ اس کے تعلق سے بڑے فسادات دور ہوئے۔ اس کے زمانہ میں مدتوں امن و امان رہا۔ ہر کس و ناکس کے نزدیک مقبول و معروف رہا۔ آخر عمر میں امام ناصر کی آنکھیں کمزور ہوگئی تھیں غلب پر پیہم حادثات کے حملوں سے اکثر اوقات سہو و نسیان ہو جاتا تھا۔ دور و نزدیک دیکھنے سے عاجز ہوگیا تو ایک بغدادی خاتون ست نسیم نامی کو جس کا خط اس کے خط سے مشابہ ہوتا تھا مامور کیا کہ اس کے سامنے بیٹھ کر جوابات اور مراسلے لکھے۔ اس کام میں ایک خادم تاج الدین رشیق کا نام بھی شریک ہوا۔ ناصر کی بیماری اور زیادہ

[1] متعلقہ حاشیہ سابقہ مصنف سے یہاں تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ یہ صاعد بن یحیٰی بن ہبۃ بن توما ہے۔ صاعد بن توما کا تذکرہ مصنف اجاد میں کر رہے۔ اصل نسخہ کے حاشیہ پر یہی مذکور ہے۔

بڑھ گئی تو خاتون نے اپنی دانست کے مطابق جوابات لکھنے شروع کئے اگر یہ صحیح ہوتے گا ہے غلط، رشیق بھی اس کام میں شریک تھا۔ اتفاق سے وزیر قمی مدعو بہ مؤید نے ایک خط بھیجا، اس کا جو جواب موصول ہوا تو اس میں کھلا ہوا نقص موجود تھا۔ وزیر نے توقف کیا۔ پھر حکیم صاعد بن توما کو بلا کر چپکے سے ماجرا سنایا اور درخواست کی کہ اصل قصہ بتائے۔ حکیم نے بتایا کہ خلیفہ پر اکثر اوقات بے بصری اور سہو کا عارضہ طاری ہوتا ہے۔ جوابات خاتون اور خادم دیتے ہیں۔ چنانچہ وزیر نے اکثر کاموں میں توقف اختیار کیا۔ خادم اور خاتون کی تفتیش کی۔ یہ دونوں کچھ دنیاوی اغراض کو بروئے کار لانا چاہتے تھے اور موقعہ کو غنیمت سمجھا تھا۔ انھوں نے قیاس آرائی کی کہ یہ حکیم ہی نے وزیر کو خبر دی ہے۔ چنانچہ رشیق نے خدمت عالی کے دو فوجیوں سے معاملہ کیا کہ وہ حکیم کو قتل کر دیں۔ یہ دونوں واسطی اجناد کے رہنے والے قمر الدولہ کے دولڑکے تھے۔ ایک خدمت عالی میں تھا، دوسرا بہادر سورما تھا۔ کسی شب ان دونوں نے گھات لگائی۔ حکیم وزیر کے گھر آیا اور یہاں سے روانہ ہو کر دار الخلافہ جا رہا تھا تو پیچھا کرتے ہوئے باب درب الغلہ کے مقام پر حملہ آور ہوئے اور چھریوں سے قتل کر دیا۔ حکیم کے آگے ایک مشعل بردار اور ایک غلام تھا۔ حکیم زمین پر گرتے گرتے چوٹ کی گرمی سے باب خزانۃ الھراس تک پہنچا، دونوں قاتل پیچھے لگے تھے۔ یہاں کسی نے دیکھ کر للکارا۔ پکڑو، قاتلوں نے پلٹ کر حکیم پر دوبارہ حملہ کیا اور قتل کر کے روانہ ہوئے، انھوں مشعل بردار کو بھی زخمی کیا جو حکیم کے آگے آگے چل رہا تھا۔ مردہ حالت میں حکیم کو گھر لایا گیا اور سی شب میں گھر کے اندر دفن ہوا۔ بدر یہ سے اور اسی طرح وزیر کے گھر سے بھی اس کے گھر کی حفاظت کرنے والے آگئے جہاں حرم اور حشم خاص کی ودیعتیں رکھی گئی تھیں۔ قاتلوں کو تلاش کر کے گرفتار کیا گیا، تفتیش اور گرفتاری کا کام ابراہیم بن جمیل نے تنہا انجام دیا۔ ان دونوں کو وہ اپنے گھر لے آیا اور اسی شب کی صبح مقتل لا کر ان کا شکم چاک کیا گیا اور باب المذبح پر جو باب الغلہ کے محاذ میں واقع ہے اور جہاں حکیم کو زخمی کیا گیا تھا انھیں پھانسی دی گئی۔ حکیم کا قتل ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۶۲۰ھ پنجشنبہ کی شب میں ہوا۔"

ابوالحسین صاعد بن ہبۃ اللہ بن مؤمل

عیسائی تھا۔ حظیرہ کا اصل باشندہ تھا مگر بغداد میں بود و باش اختیار کی۔ اس کا نام ماری بھی تھا جو

عیسائیوں کے یہاں ایک کلیسا کا بھی نام ہے۔ عیسائیوں کا طریقہ یہ ہے کہ ولادت پر اپنے بچوں کا کچھ نام رکھتے ہیں، مگر معمودیہ کے وقت جب عیسائیت کی مخصوص رسم ادا کرتے ہیں یعنی انجیل کے کچھ فقروں کو پانی میں پھونکتے ہیں اور بچے کا ہاتھ اس میں ڈبو کر اسے عیسائی بناتے ہیں تو ان کا نام صالحین کے نام پر رکھتے ہیں۔ ابوالحسین ایک فاضل طبیب تھا۔ دار عزیزیہ ناصریہ امامیہ میں اس نے خدمت کی اور بڑا مقرب ہوا۔ اس نے اپنی خدمت اور صحبت سے زر کثیر حاصل کیا۔ اس کا بیحد احترام قدر و منزلت اور مرتبہ تھا۔ ادب کی تعلیم اس نے علی بن عبدالرحیم عصار، علی ابو محمد عبداللہ بن خشاب غولی اور علی شرف الکتاب بن حیا وغیرہ نے حاصل کی۔ منطق و فلسفہ اور اقسام حکمت پر اسے عبور حاصل تھا۔ تکبر، حماقت، غرور اور گھمنڈ کی محض تھا، بعد ازاں اما نہ روش رکھتا تھا اسی حال میں برابر اپنے قلم سے کتب حکمیہ لکھتا، طب سے سروکار رکھتا تقرب حاصل کرتا۔ حتیٰ کہ ۲۰ رذی الحجہ ۵۹۱ھ بمقام بغداد انتقال کیا اور وہیں ایک کلیسا میں دفن ہوا۔

ابن المارستانیہ

ابوبکر عبید اللہ بن ابوالفرج علی بن نصر بن حمزہ معروف بہ ابن مارستانیہ۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد ابن حسن بن محمد بن کریم بغدادی کاتب نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن مارستانیہ فن طب کے نظری علوم اور معالجات میں کمال رکھتا تھا۔ اس نے کچھ حدیثوں کا سماع بھی کیا۔ وہ با ادب اور باشعور تھا، تیار کر کے شیخ ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری کے سامنے پیش کرتا، وہ ان خطبات کو بیحد پسند کرتے، شفا خانہ عضدی تعلیم پر مامور تھا۔ اس کے بعد گرفتار ہوا اور دو سال قید رہا، پھر رہا ہوا۔ مدینہ کی تاریخ کی جس کا نام "دیوان الاسلام الاعظم" رکھا۔ بکثرت کتابیں لکھیں مگر ناتمام۔ صفر ۵۹۹ھ میں تفلیس کے یہاں پیامبری کے لئے دیوان شاہی سے بلایا گیا۔ سیاہ خلعت اور لبادہ پہن کر تفلیس پہنچ پیغام دے کر بغداد واپس ہوا۔ بغداد پہنچنے سے پہلے ہی بمقام جرخ بند ذی الحجہ ۵۹۹ھ کی کسی شب وفات پائی اور یہیں مدفون ہوا۔

ابن سدیر

ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ۔ مدائن کا رہنے والا، ابن سدیر سے معروف تھا۔ سدیر اس کے والد کا لقب تھا۔ ایک طبیب تھا اور فن کی نظری اور عملی جہتوں سے خوب بہرہ ور تھا۔ شعر بھی کہتا

خوش خلق اور خوش مذاق تھا۔ رمضان ۶۰۴ھ کے عشرہ آخیرہ میں اچانک انتقال کیا۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن سعید بن یحییٰ بن دبیثی واسطی نے اپنی کتاب کے اندر لکھا ہے کہ ابن سدیر نے اپنے حسب ذیل اشعار مجھے سنائے۔

(طویل)

أیا منقذی من معشر زاد لؤمہم — فأعیا دوائی واستکان لہٗ طبی
اذا اعتل منہم واحد فہو صحتی — وان ظل حیا کدت اقضی بہ نحبی
أدا ویہم الامن اللؤم — لیعی علاق الحاذق الفطن الطب

—— کوئی بچانے والا ہے ایسے لوگوں سے جن کی کمینگی بڑھ گئی ہے، اس کمینگی کا علاج کرنے سے میری طب قاصر ہے۔
—— ان میں کوئی بیمار ہوتا ہے تو میری صحت کا عنوان بن جاتا ہے اور زندہ رہتا ہے تو مجھ پر موت کا پیغام آنے لگتا ہے۔
—— ان کا ہر علاج میرے پاس ہے۔ مگر کمینگی کے علاج سے ہوشیار، ماہر اور حاذق طبیب کا پیشہ بھی قاصر ہے۔

مہذب الدین بن ہبل

ابوالحسن علی بن احمد بن علی بن ہبل بغدادی۔ خلاطی کے نام سے بھی معروف تھا۔ وحید العصر فن طب اور علوم حکمیہ میں اپنے وقت کا علامہ تھا اور فن ادب میں ممتاز تھا، عمدہ اشعار کہتا تھا اور عمدہ زبان استعمال کرتا تھا۔ قرآن کا نہایت عمدہ حافظ تھا۔ بغداد کے باب الازج میں درب ثمل کے مقام پر ۲۳ ذی قعدہ ۵۱۵ھ کو پیدا ہوا۔ نشاونما بغداد میں ہوئی۔ ابوالقاسم اسماعیل بن احمد بن سمرقندی سے ادب اور طب کی تعلیم حاصل کی، پھر موصل روانہ ہوا اور وفات تک اسے اپنا وطن بنایا۔

عفیف الدین ابوالحسن علی بن عدنان نحوی موصلی نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ مہذب الدین بن ہبل بغداد کا رہنے والا تھا پھر موصل، پھر خلاط میں شاہ ارمن صاحب خلاط کے یہاں اقامت اختیار کی۔ یہاں ایک مدت تک رہ کر شاہ سے کافی مال دولت نقد حاصل کئے خلاط سے روانگی سے قبل اس نے اپنے نقد مال کا کچھ حصہ موصل بھیج کر مجاہد الدین قیماز زینی کے یہاں امانت رکھی۔ یہ تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار دینار تھے۔ بعد ازاں ابن ہبل نے ماردین میں بدر الدین لؤلؤ اور نظام کے یہاں قیام کیا۔ حتیٰ کہ یہ دونوں ناصر الدین ... صاحب ماردین کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ بدر الدین لؤلؤ نے ناصر الدین کی ماں سے

شادی کی تھی۔ مہذب الدین بن ہبل کو چوٹ لگنے سے آنکھوں میں پانی اُتر آیا تھا جس سے وہ اندھا ہوگیا۔ اس وقت ... دیں منزل میں تھا۔ اب وہ موصل کو روانہ ہوا۔ مگر یہاں اس کا مرض مزمن ہوگیا، چنانچہ ... میں اپنے گھر کے اندر سکونت اختیار کی۔ یہ تخت پر بیٹھتا تھا اور یہاں طب وغیرہ کے طلباء درس لینے آیا کرتے تھے۔

(مصنف) انھوں نے حدیث کا سماع بھی کیا تھا چنانچہ ایک حدیث معہ سند یہ ہے کہ مجھ سے حکیم بدر الدین ابوال... یوسف بن ابومحمد مکی دمشقی معروف با بن سنجاری نے، وہ کہتے ہیں ہم سے مہذب الدین ابوالحسن علی بن ابوالعباس احمد بن ہبل بغدادی معروف بہ خلاطی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں شیخ حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن ... عمر بن اشعث سمرقندی نے وہ کہتے ہیں ہمیں ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن محمد کتانی نے وہ کہتے ہیں ... ابومحمد عبدالرحمٰن بن عثمان بن ابونصر اور ابوالقاسم تمام بن محمد رازی اور قاضی ابونصر محمد بن احمد بن ہارون غسانی معروف بہ ابن جندی اور ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن حسین بن علی بن ابوعقب، اور ابوبکر محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن یحییٰ القطان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں ابوالقاسم علی بن یعقوب بن ابراہیم بن ابوالعقب ... وہ کہتے ہیں ہم سے ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان بصری نے وہ کہتے ہیں ہم سے ... وہ کہتے ہیں ہم سے شعیب بن ابوحمزہ نے حدیث بیان کی، وہ نافع سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں میں قیامت تک کے لئے خیر ہے۔"

شیخ مہذب الدین بن ہبل فن طب کے اندر وحید العصر تھے۔ ابتدا میں عبداللہ بن احمد بن احمد ابن خشاب نحوی سے نحو پڑھی، نظامیہ بھی آمدورفت تھی۔ فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر فن طب کے اندر مشغول ہو کر زمانہ کے اکثر اطباء سے ممتاز ہوگئے۔ وفات موصل میں ۱۳ محرم الحرام ۶۱۰ھ چہار شنبہ کی شب کو ہوئی اور موصل کے باہر باب المیدان کے اندر قرطبی سے قریب معافی بن عمران کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اشعار حسب ذیل ہیں۔

(طویل)

أیا اثلات بالعراق أنقہا — علیک سلام لا یزال یفوح
لقد کنت حلدا ثاویا بفنا ئہا — فقد عاد مکتوم الفؤاد یبوح
فما أحسن الایام فی ظل أنسہا — قبیل طلوع الشمس حین تلوح
وقد نمرد القمری فی غسق الدجا — وراعی حمام فی الاصول ینوح
ذکوت لیالی بالعصاۃ وطیبہا — نطیر لہا شوق ونحن جموح

—— اے عراق کے اثلات جس سے مجھے اُلفت ہے، تجھ پر سلامتی کی خوشبو ہمیشہ پھوٹتی رہے۔
—— میں اس کے صحن میں کبھی بہا دراز مقیم تھا، مگر اب دل کا اندرون ابھرنے لگا ہے۔

—— اس کے زیر سایہ کیا عمدہ زمانہ تھا طلوع آفتاب سے پیشتر۔
—— قمری رات کی تاریکی میں چہچہاتی تھی اور شام میں کوئی فاختہ نوحہ کناں ہوتی تھی۔
—— صراۃ کی راتیں اور خوشبو یاد آتی ہیں، ہم اشتیاق سے اس کی جانب بے قابو ہوکر دوڑتے تھے۔

نیز (طویل)

أیا دوحتہ ھام الفؤاد یذکرھا　　علیک سلام اللہ یا دوحتہ الانس
امتنی النوی بالبعد منک وقربھا　　وقد کنت جارا لاصقالک بالامس

—— دوحہ! جس کی یاد سے دل سرگشتہ ہے، محبت کے دوحہ! تجھ پر اللہ کی سلامتی۔
—— فراق نے تجھے مجھ سے دُور کر دیا ہے۔ اور مجھے قریب کر لیا ہے، کل تک میں تیرے اطراف کا ہمسایہ تھا۔

فیالیت أنی بعد بعد أحبتی　　نقلت کریما راضی النفس بالرمس
والافلیت الدھر یمکن منھم　　بقبضی حبال الوصل بالانمل الخمس

—— کاش احباب کے فراق کے بعد باعزت خوش خوش قبر میں پہنچا دیا جاؤں
—— ورنہ کاش زمانہ قربت کے رشتوں کو پانچوں انگلیوں سے گرفت میں لینے دیتا۔

اذا جال طرفی فی العواق وجوّہ　　کأنی نظرت الأفق من مطلع الشمس
تبدل تقلیبی البراع مع القنا　　بتقلیب مطبوع یلقب بالفلس
والمتضت لو باکان للمجد شاملا　　بثوب اجال کان اشبہ بالحلس

—— میری نگاہ جب عراق اور اس کی فضاؤں میں گردش کرتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مطلع آفتاب سے اُفق دیکھ رہا ہوں۔
—— نیزہ کے ساتھ میرا قلم کا اُلٹنا پلٹنا اس طرح تبدیل ہوگیا ہے کہ ایک دل پذیر ملقب بہ فلس کو اُلٹ پلٹ رہا ہوں۔
—— جو پوشاک شرف کو محیط تھی اس کے عوض لوگوں کی ایسی پوشاک لی ہے جو نمدہ سے زیادہ مشابہ ہے۔

فمن لایری سوالقضاء وقدرہ　　بعقل اصیل لایقایس باللمس
یعش تائھا فی الخلق أعمیٰ مشوھا　　بعید المرای ألیق الخلق بالنکس

—— سوء قضا و قدر کو جو پختہ عقل سے نہیں دیکھتا، ایسی عقل سے جس کا لمس سے اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔
—— تو خلقت کے اندر اندھا، بدنما، مقاصد سے دُور، حیران و سرگشتہ اور نہایت رسوا ہوکر زندہ

رہے گا۔

نیز (بسیط)

لقد سبتنی غداۃ الخیف غانیتہ　　قد حازت الحسن فی دل بہا وصبا
قامت تمیس کخوط البان غازلتہ　　مع الاصائل ریحی شمأل وصبا
کیماد من دقتہ خصر تدل بہ　　یشکوالیٰ ردفہا من ثقلہ وصبا
لولم یکن أقحوان الثغر بسمہا　　ماھام قلبی بحبہا ھوی وصبا

—— خیف کی صبح ایک حسینہ نے مجھے گرفتار کیا، اپنے ناز و عشق میں وہ حسن کا مجموعہ تھی۔
—— بان کی نرم و نازک شاخ کی طرح وہ لچکتی ہوئی شام کو باد شمال اور باد صبا سے غزل سرا ہوئی۔
—— پتلی کمر جس سے وہ مشکتی تھی قریب تھا کہ سرین سے اس کے بوجھ کی شکایت کر بیٹھے۔
—— اگر اس کے تبسم پر دانتوں کے بابونے نہ ہوتے تو دل اپنا عشق و محبت میں دیوانہ نہ ہوتا۔

تصانیف

کتاب المختار فی الطب، علم و عمل پر مشتمل ایک معرکۃ الآرار تصنیف ہے۔ کتاب الطب الجمال الدین محمد وزیر معروف بہ جواذ کے لئے تصنیف کی تھی۔ المختار کا سن تالیف ٥٦٠ھ ہے۔ اسے موصل میں تصنیف کی تھی۔

شمس الدّین بن ہبل

شمس الدین ابوالعباس احمد بن مہذب الدین ابوالحسن علی بن احمد بن علی بن ہبل ۲۰ رجمادی الآخر ٦٣١ھ روز جمعہ طلوع آفتاب سے پیشتر پو پھٹتے وقت پیدا ہوئے۔
فن طب سے اشتغال تھا۔ زبان و ادب میں ممتاز اور حکومت کی نگاہ میں نہایت محترم و معزز تھے۔ بلاد روم کا سفر کیا۔ جہاں رومی بادشاہ کیکاؤس بن کنجسرو نے بیحد تکریم کی۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وفات پائی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ میت موصل لائی گئی اور یہیں دفن ہوئے، دو صاحبزادے چھوڑے جن کا شمار اصحاب کمال اور اکابرین میں ہے، یہ آج بھی موصل میں مقیم ہیں۔

کمال الدّین بن یونس

کمال الدّین ابوعمران موسیٰ بن یونس بن محمد بن منعہ اپنے زمانہ کے علاّمہ وحید العصر، قدوۃ العلماء اور سیّد الحکماء تھے۔ حکمت میں مہارت پیدا کی اور تمام علوم میں امتیاز حاصل کیا۔ شرعی علوم اور فقہ کے اندر بڑا کمال تھا۔ موصل کی درس گاہ میں معلّم تھے۔ فلسفہ، طب، تعلیمات وغیرہ تمام ہی علوم پڑھاتے تھے۔ تصنیفات نہایت عمدہ ہیں۔ وفات تک موصل میں مقیم رہے۔

قاضی نجم الدّین عمر بن محمد بن کریدی فرماتے ہیں کہ عمیدی کی کتاب الارشاد جو علم جدل کے خلاف ایک حصّہ پر مشتمل تھی موصل آئی۔ جدل کو عجمی زبان میں جست کہتے ہیں، یہ کتاب جب شیخ کمال الدّین بن یونس کی خدمت میں پیش کی گئی تو انھوں نے مطالعہ کرنے کے بعد کہا "نہایت عمدہ علم ہے، مؤلف نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے" دو دن ان کے زیرِ مطالعہ رہی، اس عرصہ میں انھوں نے سارے مفاہیم نوٹ کر لئے۔ اس کے بعد فقہاء کو پڑھایا اور اس کے بہت سارے مقامات کی تشریح کی۔ جو صرف انہی کا حصّہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق کمال الدّین یونس اس کتاب سے علم السیمیاء پڑھاتے تھے۔

قاضی نجم الدّین بن کریدی نے مجھ سے اور ان سے قاضی جلال الدّین بغدادی، کمال الدّین بن یونس کے شاگرد نے بیان کیا، یہ جلال الدّین ابن یونس کی درس گاہ میں مقیم تھے۔ وہ فرماتے ہیں "رحمدل بادشاہ بدر الدّین لؤلؤ صاحب موصل کے پاس شاہ فرنگ ابنرور جو بے شمار علوم دست گاہ رکھتا تھا کے یہاں سے ایک قاصد آیا جو اپنے ساتھ علم النجوم وغیرہ پر کچھ سوالات لے آیا تھا۔ وہ کمال الدّین بن یونس سے جوابات چاہتا تھا۔ چنانچہ صاحب موصل نے ابن یونس کے یہاں اطلاع بھیجی اور کہا کہ عمدہ لباس اور پوشاک پہن لیں، اور مجلس کو قاصد کے پیش نظر آن بان، شان و شوکت جاہ و جلال اور کر و فر کے ساتھ سجالیں۔ اسے معلوم تھا کہ ابن یونس بلا تکلّف بوسیدہ کپڑے پہنتے ہیں دُنیا کی انھیں خبر نہیں ہوتی۔ ابن یونس نے اثبات میں جواب دیا۔ جلال الدّین کا بیان ہے کہ مَیں حاضر تھا۔ انھیں بتایا گیا کہ یہ فرنگیوں کا قاصد آیا ہے۔ وہ درس گاہ سے قریب ہوا تو استقبال میں کچھ فقہاء آئے۔ جو اسے لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں ہم نے دیکھا کہ نہایت عُمدہ اور شاندار رومی فرش بچھے ہوئے ہیں۔ غلاموں کی ایک قطار کھڑی ہے۔ خدام نہایت عمدہ پوشاک کے ساتھ موجود ہیں۔ قاصد اندر آیا شیخ نے ملاقات کی اور تمام سوالات کے جوابات لکھے۔ قاصد چلا گیا تو یہ سارا اہتمام بھی غائب ہو گیا۔ مَیں نے کہا "آقا! جاہ و جلال اور شان و شوکت کا کیسا مظاہرہ ہم نے دیکھا تھا" شیخ مسکرائے اور فرمایا "بغدادی! یہ علم ہے"۔

جلال الدّین کا بیان ہے کہ شیخ کمال الدّین کو بدر الدّین لؤلؤ کے یہاں ایک ضرورت پیش آئی۔

وہ صبح کو سوار ہو کر ملاقات کے لئے چلے۔ بدر الدّین کا معمول یہ تھا کہ تیز رفتار گھوڑوں اور خچروں پر سوار ہوتا تھا۔ شیخ کو گھوڑا پیش کیا گیا اور وہ سوار ہوا تو چلنے کے لئے اُبھر نہ سکا، اُتر کر دوسرے پر سوار ہوا مگر یہ تو ایک قدم نہ چل سکا۔ اس پر سخت حیرت طاری ہوئی۔ اس اثناء میں شیخ پہنچ گئے۔ ضرورت بیان کی۔ بدر الدّین نے ضرورت پوری کی پھر کہا "آپ جب تک آ نہیں گئے گھوڑوں نے چلنے سے انکار کر دیا تھا" شیخ نے کہا "مولانا! یہ مشائخ کا حوصلہ ہے" شیخ واپس آئے۔ بدر الدّین لؤلؤ روانہ ہوا اور پیچھے لشکر بھی۔

نجم الدّین حمزہ بن عابد صرخدی نے مجھ سے بیان کیا کہ نجم الدّین قمراوی اور مشرف الدّین متانی۔ قمرا اور متان صرخد کے دو گاؤں ہیں۔ علوم شرعیہ اور علوم حکمیہ سے اشتغال رکھتے تھے اور نہایت مُمتاز و مشہور تھے۔ حصول علم کے لئے وہ ملکوں کا سفر کر چکے تھے۔ موصل آئے تو شیخ کمال الدّین کے یہاں حاضر ہوئے۔ یہ درس گاہ کے اندر درس دے رہے تھے۔ دونوں نے سلام کیا اور فقہاء کے ساتھ بیٹھ گئے۔ فقہی مسائل آئے تو ان دونوں نے بھی گفتگو میں حصّہ لیا، اصول پر گفتگو اور بحث و تمحیص کی، جس سے تمام جماعت پر ان کا فضل و کمال ظاہر ہوا۔ شیخ نے انھیں اعزاز بخشا اور قریب بیٹھایا۔ شام کو دونوں نے اس کتاب کو دیکھنے کی درخواست کی جو شیخ نے حکمت پر لکھی تھی۔ اور اس میں کچھ پیچیدگی تھی۔ شیخ نے انکار کیا اور کہا یہ ایسی کتاب ہے جسے کوئی حل نہیں کر سکا ہے۔ مَیں اسے سینے سے لگا کر رکھتا ہوں۔ ان دونوں نے کہا "ہم دونوں پردیسی ہیں ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کا دیدار کریں اور اس کتاب کو دیکھیں۔ درس گاہ میں شب بھر ہم رہیں گے، بس اسی شب کتاب کا مطالعہ کریں گے۔ صبح کو آپ لے لیں گے"۔ انھوں نے اتنی شائستگی اور خوش خلقی سے کہا کہ شیخ نرم پڑ گئے اور کتاب نکال کر دے دی۔ دونوں درس گاہ کے ایک کمرہ میں بیٹھ گئے اور اس رات قطعاً نہ سوئے۔ دونوں ایک دوسرے کو املا کرتے اور لکھتے رہے حتیٰ کہ فارغ ہو گئے۔ پھر تقابل کیا، اور بار بار اس پر غور کرتے رہے مگر آخر وقت تک پیچیدگی حل نہ ہوئی۔ آفتاب طلوع ہوا تو آخر کی تھوڑی بات ذہن میں آ گئی، پھر بتدریج حل ہوتی گئی حتیٰ کہ پوری پیچیدگی زائل ہو گئی۔ انھوں نے سب کچھ سمجھ لیا، کتاب لے کر شیخ کے یہاں پہنچے، شیخ اس وقت درس دے رہے تھے۔ انھوں نے کہا "مولانا! ہم نے آپ سے وہ کتاب طلب کی تھی جس کی پیچیدگی ناقابل حل تھی۔ باقی اس کتاب کے معانی تو زمانہ سے ہمارے علم میں ہے، اس میں جو پیچیدگی ہے اس سے بھی ہم عرصہ سے واقف ہیں۔ چاہیں تو اسے پیش کر دیں"۔ شیخ نے کہا "کہو ہم بھی سُنیں"۔ اس پر نجم الدّین قمراوی آگے بڑھا ساتھ ہی دوسرا بھی۔ انھوں نے کتاب کے جملہ مفاہیم اوّل سے آخر تک اور پیچیدگی کا حل بھی نہایت عُمدہ اور خوبصورت الفاظ میں پیش کر دئے۔ شیخ کو حیرت ہوئی۔ پوچھا "کہاں سے آئے ہو؟" انھوں نے کہا "شام سے"۔ پوچھا "شام کے کس مقام سے؟" انھوں نے کہا "حوران سے"۔ شیخ نے کہا "پھر تو ہمیں کوئی شک نہیں ہے کہ تم میں ایک تو نجم قمراوی اور دوسرا اشرف متانی ہے"۔ انھوں نے کہا

"ایسا ہی ہے" شیخ دونوں کے اعزاز کھڑے کیلئے ہوگئے" انکی ضیافت کی اور بجد احترام و تعظیم سے پیش آئے۔ دونوں نے ایک مدّت تک شیخ سے درس لئے اور پھر واپس ہوئے۔

(مصنّف) میرے چچا رشید الدّین بن خلیفہ کو جب شیخ کمال الدّین کے علم و فضل کا حال معلوم ہوا تو ان سے درس لینے کے لئے آغاز شباب میں انھوں نے موصل کا قصد کیا تھا۔ رخت سفر باندھا تو ان کی والدہ اور میری دادی رو پڑیں، نہایت گریہ وزاری سے کہا کر چھوڑ کر نہ جاؤ۔ وہ ان سے بیحد محبّت کرتے تھے۔ چنانچہ مخالفت نہ کر سکے اور روانگی کا ارادہ ترک کر دیا۔

اولاد

موصل میں کمال الدّین بن یونس کی اولاد موجود ہے جنھوں نے فقہ اور دیگر سارے علوم میں کمال پیدا کیا ہے اور فاضل اساتذہ اور مصنّفین میں شمار ہے۔

اشعار

(منسرح)

ماکنت ممن یطیع غـــدالی
ولا جری ھجوہ علی بالی
حلتُ کما حُلت غادراً وکما
أرخصت أرخصت قدرک الغالی

—— تو ان میں سے نہ تھا جو ملامت گروہ کی سنتے ہیں، نہ جس کا فراق میرے دل پر بوجھ بنا ہے۔
—— تم چھوڑ کر بدلے تو میں بھی بدل گیا، تیری طرح میں نے بھی تیری قیمتی شئے سستی کر دی۔

دو بیت کہا ہے۔

حتیٰ و متیٰ وعدکم لی زور
مطل واف و نائل منزور
فی قلبی حب حبکم مبذور
زور وافعی بثمر وصلا زوروا

—— کہاں تک کب تک آپ کا وعدہ جھوٹا رہے گا یہ ٹال مٹول مکمل، یہ عطیہ بے وقعت۔
—— دل میں آپ کی محبت کا بیج پڑ چکا ہے۔ ملاقات کریں، ہو سکتا وصال کا پھل آجائے،

ملاقات کریں۔

تصنیفات

کمال الدّین بن یونس کی تصنیفات حسب ذیل ہیں۔
کشف المشکلات وایضاح المعضلات۔ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔
شرح کتاب التنبیہ دو جلدیں، فقہ پر ہے کتاب مفردات الفاظ القانون، کتاب فی الاصول، کتاب عیون المنطق، کتاب لغز فی الحکمۃ، کتاب الاسرار السلطانیۃ علم النجوم پر ہے۔

باب دہم

بلاد عجم میں پیدا ہونے والے اطباء

تیادروس

عیسائی تھا۔ فن طب میں اچھی معلومات اور عملی طب سے بھی سروکار رکھتا تھا۔ سابور ذوالاکتاف نے اس کے لئے اس کے شہر میں کلیسا تعمیر کیا۔ ایک روایت کے مُطابق کلیسا تعمیر کرنے والا بہرام گور تھا۔ کُناش اس کی ایک تصنیف ہے۔

برزویہ

روایت ہے کہ برزویہ فن طب کا عالم، اس فن میں معروف و مشہور، اپنے زمانہ میں مُمتاز اور ہندوستانی اور ایرانی علوم کا ماہر تھا۔ یہی وہ شخص ہے جو کتاب کلیلہ و دمنہ ہندوستان سے شاہ ایران نوشیرواں بن قباد بن فیروز کے یہاں لے آیا اور اسی نے ہندی سے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا، پھر فارسی سے عبداللہ بن مقفع خطیب نے عربی زبان میں منتقل کیا۔

(مصنّف) یہ کتاب جیسا کہ شہرۂ آفاق ہے اصلاح اخلاق اور تہذیب نفس کے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔ عبداللہ بن مقفع خطیب فارسی زبان بھی جانتا تھا، یہ ابوجعفر منصور کا منشی تھا۔ اس نے ارسطو کی قاطیغوریاس، باریمنیاس اور انالوطیقا کے ترجمے بھی کئے، نیز اسی کے ساتھ المدخل الی کتب المنطق معروف به ایساغوجی فرفوریوس صوری کو بھی منتقل کیا۔ اس کے ترجموں کی عبارت نہایت سلیس، شستہ اور مؤثر ہوتی ہے۔ ابن مقفع کی دیگر عمدہ تصنیفات بھی ہیں۔ مثلاً ادب و سیاست اور اطاعت سلطان پر اس کے رسائل ہیں۔ اطاعت سلطان پر اس کا رسالہ "الیتیمہ" کے نام سے معروف ہے

ربن طبری

صاحب جمال الدین بن قفطی اپنی کتاب میں رقمطراز ہے :

"ربن طبری ایک یہودی طبیب، منجم اور طبرستان کا رہنے والا تھا۔ فن طب میں ممتاز، ہندسہ اور اقسام ریاضی کا عالم تھا۔ کتب حکمیہ کی مشکلات کو حل کر کے ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا۔ اس کے والد علی ابن ربن مشہور طبیب تھے۔ یہ طبرستان سے عراق آئے اور "سرمن رائی" میں سکونت اختیار کی۔ ربن کو یہود کے علم میں تفوق حاصل تھا۔ ربن، ربین، راب یہودی شریعت کو پیش کرنے والوں کے اسمار ہیں۔ ابو معشر سے شعاع کے فاصلے پوچھے گئے تو تذکرہ کرتے ہوئے اس نے یہ بھی کہا کہ یونانی زبان سے مجسطی کے جو ترجمے ہوئے اس میں شعاع اور اس کے فاصلوں کا تذکرہ صرف اس نسخہ کے اندر ہے جس کا ترجمہ ربن طبری متطبب نے کیا ہے، قدیم نسخوں میں شعاع بطلیموس کے فاصلہ کا ذکر نہیں ہے نہ ثابت، حنین قلوسی، کندی کوئی بھی بڑا مترجم اور نہ ہی نوبخت کی اولاد ہی اس سے واقف ہوسکی۔"

ابن ربن طبری

ابوالحسن علی بن سہل بن ربن طبری۔ ابن ندیم بغدادی کاتب نے علی بن ربل لام سے پڑھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مازیار بن قارن کا منشی تھا معتصم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو اسے اس نے قربت بخشی، بارگاہ خلافت میں اس کا جوہر چمکا۔ متوکل نے اسے اپنے ندیموں میں داخل کیا۔ ادب میں اس کا ایک مقام تھا۔ فن طب میں رازی کا معلم یہی ہے۔ ولادت اور نشوونما طبرستان میں ہوئی۔ "جاہل طبیب موت کو مہمیز کرتا ہے" اس کا مقولہ تھا۔ کتاب فردوس الحکمۃ جو چھ حصوں پر مشتمل ہے، یہ حصے تیس مقالات اور مقالات ۳۶۰ ابواب پر مشتمل ہیں۔ کتاب ارفاق الحیاۃ کتاب تحفۃ الملوک، کتاب کناش الحضرہ، کتاب منافع الاطعمہ والاشربۃ والعقاقیر، کتاب حفظ الصحۃ، کتاب فی الرقی، کتاب فی الحجامہ، کتاب فی ترتیب الاغذیۃ اس کی تصنیفات ہیں۔

ابوبکر محمد بن زکریا رازی

ولادت اور نشوونما رے میں ہوئی۔ بغداد میں ایک مدت تک قیام کیا۔ بغداد آیا تو اس کی عمر تیس سال

سے کچھ زائد تھی۔ بچپن سے عقلی علوم کا دلدادہ تھا۔ علوم عقلیہ، علم ادب اور شعر گوئی سے اشتغال رکھتا تھا۔ فن طب کی تعلیم اس نے بڑے ہو کر حاصل کی۔ اس فن کی تعلیم اس نے علی بن ربن طبری سے پائی۔

زاہد العلماء ابوسعید نے شفاخانوں پر جو کتاب لکھی ہے اس میں فرماتے ہیں :

"ابوبکر محمد بن زکریا رازی کی توجہ حصول طب کی جانب اس لئے ہوئی کہ وہ مدینۃ السلام بغداد آیا تو شفاخانہ عضدی کو دیکھنے گیا۔ وہاں اس کی ملاقات شفاخانہ کے ایک دواساز شیخ سے ہوئی جس سے اس نے کچھ دواؤں کے متعلق پوچھا اور دریافت کیا کہ سب سے پہلے کس نے ان دواؤں کو معلوم کیا۔ دواساز نے بتایا کہ سب سے پہلے جس دوا کا علم ہوا اس کا نام حی العالم تھا۔ اس علم کا سبب اسقلیبوس کا بیٹا افلولن تھا۔ اس کے ہاتھ میں ورم حار تھا جس سے سخت تکلیف ہو رہی تھی جب بہت زیادہ پریشان ہوا تو باہر کسی نہر کے کنارے تفریح کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ غلاموں کو حکم دیا جنھوں نے اٹھا کر اسے ایک نہر کے کنارے رکھ دیا، یہاں یہی پودا تھا۔ اس پر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ درد میں کچھ کمی محسوس ہوئی تو دیر تک ہاتھ اسی پر باقی رکھا۔ دوسرے دن بھی یہی عمل کیا چنانچہ صحتیاب ہو گیا۔ لوگوں نے تیزی سے اس کی شفایابی دیکھی اور معلوم ہوا کہ کرشمہ اسی پودے کا ہے تو اس کا نام حیاۃ العالم رکھ دیا۔ بعد میں کثرت استعمال سے حی العالم کہنے لگے۔ رازی نے یہ باتیں سنیں تو اسے ان سے دلچسپی پیدا ہوئی۔

دوسری بار اسی شفاخانہ میں گیا تو ایک نوزائیدہ بچہ دیکھا جس کے دو منہ اور ایک سر تھا اس نے اطباء سے اس کا سبب پوچھا اور انھوں نے وجہ بیان کی تو سن کر اسے خوشی ہوئی۔ پھر مختلف بیماریوں کے بارے میں بار بار پوچھتا رہا، ان کے جوابات سے متاثر ہوتا رہا حتیٰ کہ خود طب کی تعلیم کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اس فن میں عرب کا جالینوس ہوا۔"

ابوسعید کا بیان ہے مگر بعض روایات کے مطابق شفاخانہ عضدی کی تعمیر پر اتفاق کرنے والوں میں خود رازی بھی تھا۔ عضدالدولہ نے شفاخانہ کے لیے موزوں مقام کے بارے میں رازی سے مشورہ کیا، اور رازی نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ بغداد کے تمام گوشوں میں گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لٹکا دے۔ پھر جب اسے معلوم ہوا کہ فلاں گوشے میں گوشت دیر میں سڑا تو اسی گوشے میں شفاخانہ تعمیر کرنے کا مشورہ دیا اور اسی جگہ شفاخانہ تعمیر ہوا۔

کمال الدین ابوالقاسم بن ابوتراب بغدادی کاتب نے مجھ سے بیان کیا کہ شفاخانہ عضدی تعمیر ہو جانے کے بعد عضدالدولہ نے اعیان و احذاق اطباء کی ایک جماعت کو اس میں ملازم رکھنا چاہا۔ اس غرض سے اس نے بغداد اور نواح بغداد کے مشہور اطباء کو طلب کیا۔ ان کی تعداد سو سے زائد تھی۔ پھر اس نے علمی قابلیت اور مہارت کے لحاظ سے پچاس طبیبوں کا انتخاب کیا۔ جن میں ایک رازی بھی تھا۔ پھر اس نے یہ تعداد گھٹا کر

دس کر دی۔ اور ان میں بھی رازی منتخب ہوا۔ ان میں سے بھی اس نے تین کا انتخاب کیا، اور رازی بھی ان میں ایک تھا۔ پھر اس نے ان تینوں میں رازی کو سب سے بہتر پایا تو اسے اپنے شفاخانہ کا افسر مقرر کر دیا۔"

(مصنف) میرے نزدیک ــــــ صحیح بات یہ ہے کہ رازی کا زمانہ عضدالدولہ بن بویہ سے پہلے تھا۔ وہ عضدالدولہ کے ہاتھوں شفاخانہ کی تجدید سے پہلے یہاں آمد و رفت رکھتا تھا۔ رازی کی ایک کتاب ہے جس میں اس نے شفاخانہ کے اوصاف اور جن مریضوں کا یہاں علاج ہوتا تھا ان کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ عبیداللہ بن جبرئیل کہتا ہے کہ عضدالدولہ نے بغداد کے مغرب میں جسر کے کنارے شفاخانہ جدید کی تعمیر کی تو اس میں ہر مقام کے اطبار کو ملازم رکھا، یہ کل چوبیس تھے جن کا روزینہ مقرر تھا۔ ان میں ابوالحسن علی ابن ابراہیم بن بکس بھی تھا، جس کو ہیں نے صرف طب کی تعلیم سپرد تھی کیونکہ یہ پیدائشی طور پر اندھا تھا۔ انہی میں ابوالحسن بن کشکرایا معروف بہ تلمیذ سنان ابویعقوب اھوازی، ابو عیسیٰ لقیہ، قس رولی، بنو حسنون اور کچھ ماہر طبیعیات بھی تھے۔ عبیداللہ کے مطابق ان کے والد جبرئیل عضدالدولہ کے ساتھ شیراز سے آکر شفاخانہ کے اندر ماہرین طبیعیات اور خاص اطباء کی جماعت میں داخل ہوئے۔ شفاخانہ میں انکے علاوہ فاضل کحالوں کی بھی ایک جماعت تھی جن میں ابولنصر بن دحلی تھے۔ قابل سرجن کی خاصی تعداد تھی جن میں ابوالخیر، ابوالحسن بن تفاح اور ان کے ساتھی تھے نیز قابل ذکر ہڈی بیٹھانے والوں میں ابوصلت تھا۔

سلیمان بن حسان کے مطابق شفاخانہ عضدی میں کام کرنے سے پہلے شفاخانہ رے کا ایک زمانہ تک مہتمم رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ رازی اپنی تعلیم کے ابتدائی زمانہ میں عود بجاتا تھا پھر طب اور فلسفہ کی تعلیم میں مشغول ہوا اور ان دونوں فنوں کے اندر اسلاف جیسا کمال پیدا کیا۔

قاضی صاعد نے کتاب التعریف لطبقات الامم میں کہا ہے کہ رازی کو علم الٰہی میں رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے اصل مقصد کو وہ سمجھ نہ سکا چنانچہ کمزور خیالات کی تقلید کی اور بُرے مسلک اختیار کر لیے اس نے ان لوگوں پر سخت تنقید کی جنھیں وہ سمجھ نہ سکا تھا، محمد بن اسحاق ندیم معروف بہ ابوالفرج بن ابو یعقوب کتاب الفہرست میں لکھتا ہے کہ رازی ملکوں کا سفر کرتا تھا منصور بن اسماعیل سے اس کی دوستی تھی۔ اس کے لیے اس نے کتاب المنصوری لکھی۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے محمد بن حسن وراق نے بتایا کہ رازی کے متعلق دریافت کرنے پر رے کے ایک بوڑھے شخص نے مجھ سے کہا یہ بڑے اور چپٹے سر کا بڈھا تھا۔ اپنے مطب میں بیٹھتا تھا تو اس کے آگے چند شاگرد، پھر ان کے شاگردوں کے شاگرد، پھر دوسرے شاگرد بیٹھتے تھے۔ کوئی مریض آتا تھا تو پہلے جس سے ملتا تھا اس سے اپنا حال بیان کرتا تھا، اگر ان کے پاس اس مرض کے متعلق علم ہوتا تھا تو وہ دوا تجویز کر دیتے تھے ورنہ وہ دوسروں کی طرف رجوع کرتا تھا، اگر وہ لوگ صحیح نسخہ تجویز کر دیتے تو خیر ورنہ خود رازی اس مرض کے متعلق گفتگو کرتا تھا۔ یہ نہایت شریف، مہربان، نیکو کار اور فقراء و مساکین کا ہمدرد تھا۔ ان کی تیمارداری کرتا اور بھاری روزینے ان کے لیے جاری کرتا تھا۔ وہ کسی وقت قلم کاغذ اور نقل نویسی سے خالی نہ رہتا تھا۔ میں جب بھی اس کی خدمت میں

حاضر ہوا اسے مسودہ یا مبیضہ تیار کرتے دیکھا۔ باقلا بکثرت کھانے کی وجہ سے آنکھوں میں رطوبت اتر آئی تھی۔ آخر عمر میں اندھا ہو گیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ فلسفہ کی تعلیم اس نے بلخی سے حاصل کی ہے۔ محمد بن اسحاق ندیم کے مطابق بلخ کا رہنے والا، ملکوں کا سفر کرتا رہتا تھا۔ فلسفہ اور علوم قدیمہ پر اس کی اچھی نظر تھی۔ کہا جاتا ہے کہ رازی کا دعویٰ تھا اس کی کتابیں اسی موضوع پر ہیں۔ میں نے اس کے قلم سے بہت سارے علوم پر مسودے اور دساتیر دیکھے ہیں جن میں کوئی بھی کتاب مکمل صورت میں لوگوں کے سامنے نہیں آسکی ہے ایک روایت کے مطابق اسکی تصنیفات خراسان موجود بتائی جاتی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ رازی کے زمانہ میں ایک شخص شہید بن حسن نامی تھا جس کی کنیت ابوالحسن فلسفہ میں اس کی روش رازی کے پہلو بہ پہلو تھی مگر رازی سے مناظرے کرتا تھا۔ اس کی تصنیفات بھی تھیں۔ دو ایک دوسرے پر حملے کرتے تھے۔

(مصنف) رازی ایک ذہین، طباع، مریضوں پر مہربان، معالجات کا خوگر اور بہ ہر پہلو مریضوں کی نفع بخشی کے لیے کوشاں رہا کرتا تھا، فن طب کے اسرار و رموز اور اس کے حقائق کے انکشاف میں ہمہ آن مصروف رہتا تھا۔ اسی طرح دیگر علوم بھی اس کی توجیہات کے مرکز تھے۔ فاضل اصحاب علم اور ارباب نظر نے اپنی کتابوں کے اندر جو کچھ لکھا تھا اس پر غور و فکر کرنے میں اوقات کا بیشتر حصہ صرف کرنا اس کا معمول تھا، حتیٰ کہ اپنی بعض کتابوں کے اندر اس نے لکھا ہے کہ میرا ایک شریف دوست تھا جو بقراط اور جالینوس کی تصنیفات کے مطالعہ میں میرا شریک تھا۔ رازی کو فن طب میں جو مہارت حاصل ہوئی، مریضوں کے علاج معالجہ میں اس نے جو علیحدہ مثالیں قائم کیں، ان کے حالات پر بطور پیشگی جو استدلال کیے دواؤں کے اوصاف و خواص کا جہاں تک اور اک کا علم نہ پہنچ سکا اس نے جو تجربات کیے ان سب کے باب میں بہت سارے تاریخی واقعات اور مختلف افادے میں جو اس کی اوصاف ساری کتابوں کے اندر درج ہیں اور ان سب کو اس نے اپنی کتاب حاوی کے ایک علیحدہ باب میں اور اپنی کتاب سر الطب میں بیان کر دیا ہے۔

اس کی طبی مہارت اور جودت تجویز کا ایک واقعہ قاضی ابو علی محسن بن علی بن جہم تنوخی نے کتاب الفرج بعد الشدۃ میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن علی بن خلال بصری ابوالحسین جو ایک جج کے سکریٹری تھے انہوں نے کہا ہے کہ مجھ سے ایک ثقہ طبیب نے بیان کیا کہ ایک بغدادی لڑکا رے میں داخل ہوا۔ اسے نفث الدم کی شکایت تھی۔ یہ شکایت اسے راستہ میں پیدا ہو گئی تھی اس نے ابوبکر رازی مشہور حاذق طبیب اور صاحب تصنیف کو بلا کر درخواست کی کہ اس کی کیفیت دیکھ کر دوا تجویز کر دے۔ رازی نے نبض اور قارورہ دیکھا اور جب سے بیماری شروع ہوئی تھی اس وقت سے اب تک کا حال دریافت کیا۔ مگر اس کی سمجھ میں کوئی بیماری نہیں آئی، نہ سل، نہ قرحہ، نہ کوئی اور مرض۔ اس شخص سے غور کرنے کے لیے مہلت مانگی، مریض پر قیامت ٹوٹ پڑی کہا اس کا مطلب ہے زندگی سے مایوسی، اتنا حاذق طبیب اور بیماری سے ناواقف۔ تکلیف اور زیادہ بڑھی

گئی۔ غور و فکر کے مرحلے نے رازی کو مریض سے دوبارہ سوال کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے پاس آکر اس پانی کے بارے میں پوچھا جسے راستہ میں اس نے پیا تھا۔ مریض نے بتایا کہ جوہڑوں کا پانی پیا تھا۔ ذہانت اور طباعی نے رازی کو فوراً اس کی جانب رہنمائی کی کہ کوئی جونک پانی میں تھی جو معدے کے اندر چلی گئی ہے اور اسی کی وجہ سے مریض خون تھوک رہا ہے۔ مریض سے اس نے کہا "کل تمھارا علاج کروں گا، اور جب تک صحت نہیں ہو جائے گی تمھارے پاس سے دور نہ ہوں گا۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ جو حکم میں دوں اس کی تعمیل کا اپنے غلاموں کو حکم دیدو۔ مریض نے اثبات میں جواب دیا۔ رازی واپس آیا اور دو طشت سبز کائی جمع کرکے دوسرے دن ساتھ لایا۔ اسے مریض کو دکھا کر کہا دونوں طشتوں میں جو کچھ موجود ہے وہ سب نگل جاؤ۔ مریض تھوڑی سی کائی نگلنے کے بعد رک گیا، رازی نے کہا "نگلو" اس نے کہا "اب ممکن نہیں ہے" رازی نے غلاموں سے کہا اسے گدی کے بل لٹا دو، چنانچہ گدی کے بل لٹا کر مریض کا منہ انھوں نے کھولا اور رازی نے حلق کے اندر کائی زبردستی ٹھونسنی شروع کی، اور مریض سے کہا خواہی نہ خواہی نگلنا بہرحال ضروری ہے۔ مارنے پیٹنے کی دھمکی بھی دی۔ حتیٰ کہ ایک طشت کائی وہ نگل گیا۔ ہرچند مریض واویلا مچاتا رہا مگر رازی کے سامنے ایک نہ چلی حتیٰ کہ اس نے کہا اب قے ہوگی۔ رازی نے مزید کائی حلق میں ٹھونسی، قے ہوگئی۔ جو کچھ باہر نکلا اس میں رازی نے جونک تلاش کرلی۔ معدہ کے اندر کائی جب پہنچی تو جونک فطرتاً اپنی جگہ چھوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔ اور قے کے ساتھ خارج ہوئی۔ یہ شخص صحت یاب ہوگیا۔

قاضی تنوخی نے ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھ سے ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد رازی معروف بہ ابن حمدون نے وہ کہتے ہیں مجھ سے ابوبکر احمد بن علی رازی فقیہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے ابوبکر بن قارن رازی کو جو ایک ماہر طبیب تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اس شخص کو دیکھا ہے۔ بہت سارے علوم پر اچھی نگاہ رکھتا تھا منجملہ ان علوم کے علم الحدیث پر بھی اس کی نظر تھی۔ اس کی وہ روایت کرتا تھا اور لوگ اس سے روایت کرکے لکھتے تھے اور اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ مگر میں نے اس سے سماع نہیں کیا۔ قاضی تنوخی فرماتے ہیں ہرچند کہ ابوبکر رازی سے بکثرت ملاقاتیں رہیں مگر حدیث سننے کا اتفاق نہ ہوا۔ ابن قارن رازی جو ابوبکر محمد بن زکریا رازی کا شاگرد تھا کہتا ہے میں نے امیر خراسان کے یہاں سے واپسی پر ابوبکر محمد بن زکریا رازی کو کہتے ہوئے سُنا ہے، امیر خراسان نے انھیں ایک مشکل بیماری کا علاج کرنے کے لیے مقرر کیا تھا چنانچہ وہ فرماتے ہیں نیشاپور کے راستہ میں بمقام بقام گزر ہوا۔ یہ مقام نیشاپور اور رے کے درمیان نصف دوری پر واقع ہے۔ اس وقت بقام کے رئیس نے میرا استقبال کیا اور اپنے گھر لے گیا جہاں بڑی خاطر مدارات کی۔ اس نے کہا میرا ایک بچہ استسقاء کا مریض ہے اسے دیکھ لیں۔ چنانچہ وہ مجھے لے کر ایک ایسے گھر کے اندر داخل ہوا۔ جو مریض کے لئے الگ کر دیا گیا تھا، میں نے مریض دیکھا تو صحتیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ مریض کی موجودگی میں

کچھ تسکین و تسلی کی باتیں کیں، علیحدگی پر باپ نے سچ سچ بتا دینے کی درخواست کی تو اس سے کہا بچے کی زندگی سے مایوس ہو جائے۔ اب اسے جو کچھ چاہے کھانے پینے دو، کیونکہ زندہ نہ رہے گا۔ خراسان سے نکل کر بارہ مہینوں کے بعد اسی مقام سے گزرا تو اس شخص نے دوبارہ استقبال کیا۔ ملاقات پر بیحد شرمندگی ہوئی۔ مجھے اس کے بچے کی وفات میں کوئی شبہ نہ تھا۔ مرگ کی پیشگوئی میں نے کی تھی اس لیے اندیشہ تھا کہ مجھے بار خاطر خیال کرے گا۔ وہ اپنے گھر لے گیا، مگر اس طرح کی کوئی بات سامنے نہیں آئی جو دل میں گزر رہی تھی۔ میں نے بچے کے بارے میں پوچھنا بھی گوارا نہ کیا مبادا اسے تکلیف ہو۔ ایک دن اس نے مجھ سے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "اسے پہچانتے ہو" میں نے کہا نہیں، اس نے کہا یہ میرا وہی بچہ ہے جس کی زندگی سے تم نے خراسان جاتے وقت مایوس ہونے کی بات کہی تھی۔ میرے سامنے ایک نہایت خوبصورت، صحتمند، طاقت اور خون سے بھرپور نوجوان دوسرے کے ساتھ ہماری خدمت میں مصروف تھا۔ مجھے سخت حیرت ہوئی، میں نے صحتیابی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا "اس کے یہاں سے جب تم اٹھ کر چلے تو اسے یقین ہو گیا کہ تم اس کی زندگی سے مایوس ہو۔ اس نے مجھ سے کہا "کہ یہ شخص طبیب وحید العصر ہے اس نے آپ سے مایوس ہو جانے کی بات کہہ دی ہے تو اب یہ درخواست ہے کہ ان غلاموں کو یعنی ان غلاموں کو جنھیں میں نے اس کی خدمت پر مامور کیا تھا منع کر دیں وہ میرے ہم عمر ہیں انھیں ہٹا کر دیکھوں گا اور خود کو موت کی جانب تو دل پر اس کا اثر ہوگا اور موت جلد آجائے گی، لہٰذا انھیں مجھ سے دور کردیں اور فلانہ دایہ کو میری خدمت پر مامور کر دیں چنانچہ اس کی درخواست منظور کرلی، دایہ کو رد [illegible] اور بچے کی خواہش کے مطابق پرہیز بالائے طاق رکھتے ہوئے غذائیں پہنچتی رہیں۔ کچھ دنوں کے بعد دایہ کو یہاں کھٹا شوربا بھیجا گیا۔ اس نے کھایا نہیں اور ایک ایسی جگہ رکھ دیا جہاں بچہ کی نگاہ پڑ سکے۔ پھر [illegible] باہر چلی گئی اور واپس آئی تو دیکھا کہ بچے نے طشتری زیادہ تر صاف کر دی ہے، تھوڑا شوربا رہ گیا ہے اس کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ بڑھیا نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا طشتری کے قریب نہ جانا۔ اسے اپنی طرف [illegible] ہوئے کہا ایک بڑا سانپ آیا تھا۔ اس نے کچھ کھا کر کلی کر دی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ دیکھ رہی ہو رنگ [illegible] میں نے کہا مرنے والا ہوں، زیادہ تکلیف کیا برداشت کروں، اس طرح کی چیز کبھی نہ ملے گی اور [illegible] جس قدر ہو سکا کھا لیا ہے، پھر اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا ہوں، اور اب تم آئی ہو، بڑھیا نے بتایا [illegible] شوربے کا اثر ظاہر تھا۔ اس نے کہا شوربہ کو بس دفن کر دو۔ کوئی انسان نہ کھانے پائے [illegible] کوئی جانور بھی قریب نہ پھٹکے ورنہ اس کے کاٹے سے لوگ مر جائیں گے۔ اس کے حکم کی تعمیل [illegible] پاس آکر صورت حال کی اطلاع کی۔ میرے پیروں کے نیچے سے زمین سرک گئی۔ بچے کے پاس گیا [illegible] سو رہا تھا۔ میں نے کہا اسے جگاؤ نہیں۔ دیکھو کیا حادثہ پیش آتا ہے۔ شام کو وہ بیدار ہوا پسینہ میں [illegible] اس نے حمام کی خواہش کی۔ چنانچہ حمام میں داخل کیا گیا۔ اب اس کا پیٹ چلنے لگا، اس کے بعد

اور دوسرے دن صبح کو سو سے زیادہ دست آئے۔ ہماری مایوسی بڑھ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد کھانا کم ہو گیا۔ اس نے چوزے طلب کیے۔ اسے کھا کر طاقت بڑھی۔ اور بڑھتی گئی، شکم پیٹ سے چپک گیا تھا اب ہمیں اس کی صحت کی امید ہو گئی۔ ہم نے گڑ مڑ کھانوں نے اسے روکا۔ چنانچہ اس کی طاقت بڑھ گئی حتیٰ کہ اسے اس حال میں دیکھ رہے ہو۔

رازی کہتا ہے اس واقعہ پر سخت حیرت ہوئی۔ مجھے یاد آیا کہ بزرگان قدیم نے کہا ہے کہ استسقاء کا مریض جب سو سالہ پرانے سانپ کا گوشت کھا لیتا ہے تو صحتیاب ہو جاتا ہے اگر میں یہ علاج بتاتا تو تمھیں یہ گمان ہوتا کہ دفع کرنے کے لیے یہ علاج تجویز کر رہا ہوں پھر یہ کیسے معلوم ہوتا کہ سانپ کتنے سال کا ہے، لہٰذا خاموش رہا۔

(مصنف) اس طرح کے بکثرت واقعات رازی کے ساتھ پیش آچکے ہیں، جن کی ایک خاصی مقدار کا تذکرہ میں نے "حکایات الاطبار فی علاجات الادوار" میں کر دیا ہے۔ رازی کا قیام زیادہ تر بلادِ عجم میں رہا ہے کیونکہ وہ اس کا، اس کے خاندان اور اس کے بھائی کا وطن تھا۔ اس نے طب کے ذریعے اکابر شاہان عجم کی خدمت کی۔ یہاں اس نے طب وغیرہ پر بہت ساری کتابیں تصنیف کیں، کتاب منصوری، منصور بن اسمٰعیل بن خاقان صاحب خراسان و ماوراء النہر کے لیے لکھی۔ اسی طرح صاحب طبرستان کے صاحبزادہ علی کے لیے کتاب ملوکی تصنیف کی۔ علوم حکمیہ سے بھی رازی کا اشتغال تھا۔ ان میں اسے مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ ان علوم پر اس کی بکثرت تصانیف ہیں، جن سے اس کے علم اور علو مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابتدا میں اس نے علم السیمیار، علم الکیمیا اور اس فن سے متعلقات کی جانب توجہ کی، چنانچہ اس فن پر بھی اس کی تصنیفات ہیں۔ بلمظفر بن معرف کے مخطوطہ میں یہ عبارت ملی ہے:

"رازی کہتا تھا، فلسفی میں اسی کو سمجھتا ہوں جو کیمیا سازی کا علم رکھتا ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ لوگوں کا میل حاصل کرنے سے بے نیاز ہوگا، اسے ان کی ضرورت نہ ہوگی۔"

بعض اطبائے مجھ سے بیان کیا کہ رازی نے کچھ رومیوں کو سونے کی سلاخیں فروخت کی تھیں، وہ اسے لے کر روم پہنچے۔ چند سالوں کے بعد انھوں نے دیکھا کہ سلاخوں کا رنگ تھوڑا بدل گیا ہے تو انھیں کھوٹے ہونے کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ وہ واپس کر گئے۔

ایک دوسرے شخص کی روایت ہے کہ ایک بار رازی نے کسی وزیر کی دعوت کی، اور اس کو نہایت لذیذ کھانے کھلائے۔ وزیر کو خیال ہوا کہ ایسے لذیذ کھانے اس کی لونڈیوں نے پکائے ہیں، اور اس خیال سے اس نے رازی سے ایک لونڈی کو بلطائف حیل خرید لیا۔ لیکن جب وزیر کے یہاں اس لونڈی نے کھانا پکایا تو وہ ذائقہ نہ تھا۔ اس نے لونڈی سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ کھانا تو میں نے اسی طریقہ سے پکایا ہے البتہ رازی کے یہاں جو دیگچیاں ہیں وہ سونے اور چاندی کی ہیں اس سے اس کو خیال ہوا کہ کھانوں میں یہ ذائقہ ان ہی دیگچیوں

کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور رازی کو کیمیا سازی کا علم حاصل ہے۔ اس غرض سے اس نے رازی کو طلب کیا اور خواہش کی کہ کیمیا سازی کا علم اسے بھی سکھا دے۔ لیکن رازی نے اس علم کے جاننے سے انکار کیا تو اس نے مخفی طور پر [illegible] اس کا گلا گھونٹ دیا۔

ایک روایت کے مطابق رازی ابتدا میں صراف تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ منصوری کا ایک پرانا نسخہ میری نظروں سے گزرا ہے۔ آخر کا حصہ غائب تھا اور اکثر حصہ قدامت کی وجہ سے جل چکا تھا۔ اس کی وضاحت اس کے خط میں یوں تھی :

"کناش المنصوری۔ تالیف محمد بن زکریا الرازی الصیرفی"

جس کے پاس یہ نسخہ تھا اس نے مجھے بتایا کہ یہ رازی کا مخطوطہ ہے۔

رازی اسحاق بن حنین اور اس کے ہم عصروں کا معاصر تھا۔ آخر عمر میں آنکھوں کے اندر پانی اتر آنے سے اندھا ہوا تو قدح کرانے کا مشورہ دیا گیا، اس نے کہا نہیں، دنیا کو دیکھتے دیکھتے بیزار ہو گیا ہوں۔ چنانچہ قدح کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ابوالخیر حسن بن سوار بن بابا نے جو رازی سے متصل زمانہ میں تھا کہا ہے کہ رازی کی وفات ۲۹۰ھ یا اس کے چند سال بعد ہوئی ہے۔ شک مجھ ہی کو ہے۔ بلمظفر بن معرف کے مخطوطہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی وفات کا سن ۳۲۰ھ ہے۔ عبیداللہ بن جبرئیل کہتا ہے کہ رے اور تمام بلاد جبل میں ابوبکر محمد بن زکریا رازی کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ صاحب بن عباد کے استاد ابن العمید کی ملاقات تک وہ زندہ رہا۔ یہی ابن العمید اس کی مشہور کتاب الحاوی کی اشاعت کا باعث بنا۔ کیونکہ رازی کی وفات کے بعد وہ رے آیا اس کی بہن سے زر کثیر پر کتاب کا مسودہ حاصل کیا۔ پھر اس کے شاگردوں کو جمع کر کے کتاب مرتب کروایا اور پراگندہ حالت ہی میں اسے عام کیا۔

ملفوظات

—— طب کی حقیقت ناقابلِ ادراک ہے۔ حکیم حاذق کے فکر کے بغیر محض کتابیں دیکھ کر علاج کرنا خطرناک ہے۔

—— حکما کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ اور ان کے اسرار اور نکتوں سے واقفیت بہم پہنچانا ہر عظیم المرتبت حکیم کے لیے مفید ہے۔

—— عمر دنیا کے ہر پودے کی تاثیر معلوم کرنے سے قاصر ہے لہٰذا متفق علیہ میں جو مشہور ادویہ ہیں ان پر [illegible] کرو، شاذ کو ترک کر دو۔ اور اپنے تجربہ پر انحصار کرو۔

—— جو شخص امور طبعی، علوم فلسفیہ اور قوانین منطقی کا لحاظ نہیں کرتا اور دنیاوی لذائذ کی جانب

ہے میرے نزدیک وہ علم کا خاص کر فن طب کا ملزم ہے۔

—— جالینوس اور ارسطو کسی مضمون پر متفق ہوں تو وہ صحیح ہے اور جہاں دونوں میں اختلاف ہو وہاں عقل کے لیے صحیح کا ادراک بیحد مشکل ہے۔

—— آگ کی سرعتِ حرکت کے باعث امراض حارہ، امراض باردہ سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔

—— بیماری سے نڈھال مریض مضر کھانے کی خواہش کریں تو طبیب کا فرض ہے کہ کھانے کی تدبیر اس طرح کردے کہ موافق کیفیت کی طرف رُخ پھر جائے۔ جس کھانے کی اشتہا انھیں ہو اس سے ہرگز نہ روکیں۔

—— طبیب کو چاہیے کہ مریض کو ہمیشہ صحت کا احساس اور اس کی امید دلائے۔ گو اس کا اسے یقین نہ ہو کیونکہ جسم کا مزاج اخلاق نفس کے طابع ہے۔

—— ان پڑھ، مقلد اور نوخیز اطبار جنھیں کوئی تجربہ نہ ہو، جن کی توجہ کم اور نفسانی خواہشات زیادہ ہوں وہ قاتل ہوتے ہیں۔

—— طبیب کو چاہیے کہ مریض کے جو بھی داخلی اور خارجی حالات ہوں انھیں دریافت کرے پھر قوی تر کا فیصلہ کرے۔

—— مریض کو چاہیے کہ جن اطبا پر اعتماد ہو ان میں کسی ایک پر اکتفا کرے۔ کیونکہ اس طبیب کی غلطی صحت کے مقابلہ میں بہت کم ہوگی۔

—— جو بکثرت اطبا کے زیرِ علاج رہے گا، ہر ایک کی غلطی کا شکار ہو سکتا ہے۔

—— جس نے قیاس اور کتابوں کا مطالعہ چھوڑ کر صرف تجربات پر اکتفا کیا وہ نامراد ہوگا۔

—— طب پر عمدہ توجہ کرنے والے شخص پر اعتماد کرنا تب ہی مناسب ہے جب وہ بالغ نظر ہو جائے اور تجربہ کی منزل سے گزر چکا ہو۔

—— طبیب کو چاہیے کہ اس کی حالت متوازن ہو نہ بالکلیہ دنیادار ہو نہ بالکلیہ آخرت سے کنارہ کش، اس طرح رغبت اور رہبت کے مابین اس کی حالت ہوگی۔

—— طول و عرض میں ثوابت کے منتقل ہونے سے اخلاق اور مزاج بھی تبدیل ہوتے ہیں۔

—— عرض البلد کے اختلاف سے مزاج، اخلاق اور عادات اور دواؤں اور غذاؤں کے مزاج بھی مختلف ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ جو دوا درجہ دوم کی ہوتی ہے وہ درجہ چہارم میں اور جو درجہ چہارم کی ہوتی ہے وہ درجہ دوم میں آجاتی ہے۔

—— دواؤں سے ہٹ کر حکیم اگر غذاؤں کے ذریعے علاج کرسکے تو یہ سعادت کی دلیل ہے۔

—— جس بات پر اطبار کا اتفاق ہو، قیاس بھی وہی کہتا ہو اور تجربہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہو وہی پیش نظر رہے، اس کے برعکس نگاہوں سے دور رہے۔

اشعار

رازی کے اشعار حسب ذیل ہیں (طویل)

لعمری وما ادری وقد آذن البلی بعاجل ترحال الی أین ترحالی

و این محل الروح بعد خروجه من الهیکل المنحل والجسد البالی

—— بڑھاپے نے یہ خبر تو دیدی کہ مجھے جلد سفر کرنا ہوگا مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں سفر کرنا ہوگا۔

—— اور شکستہ اور بوسیدہ جسم سے نکل کر روح کہاں جائے گی۔

تصنیفات

ابوبکر محمد بن زکریا کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الحاوی۔ فن طب کے اندر رازی کی یہ نہایت جلیل القدر اور سب سے بڑی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے اندر اس نے امراض اور معالجات کے باب میں بزرگان قدیم اور مابعد کو اس کے زمانے تک پیدا ہونے والے تمام اطبار کی تصنیفات میں منتشر طور پر جو کچھ ملا ہے اسے ناموں کے حوالہ سے درج کر دیا ہے لیکن اس کی عمر نے وفا نہیں کی اور کتاب کی تکمیل نہ کرسکا۔

۲۔ کتاب البرہان۔ دو مقالات۔ پہلا مقالہ سترہ اور دوسرا بارہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

۳۔ کتاب الطب الروحانی۔ اس کا دوسرا نام طب النفوس بھی ہے، مقصد تالیف اخلاق نفس کی اصلاح و تہذیب ہے۔ ۲۰ فصلوں پر مشتمل ہے۔

۴۔ ایک کتاب اس موضوع پر لکھی ہے کہ انسان کا ایک خالق ہے جو حکیم ہے اور مضبوط و مستحکم تخلیق کرنے والا ہے۔ کتاب کے اندر تشریحی اور منافع الاعضائی دلائل پیش کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔

۵۔ کتاب سمع الکیان۔ کتاب کا مقصد تالیف علوم طبیعہ کے اندر داخل ہونے اور کتب طبیعہ کے اندر متفرق معانی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے طلبار کو سہولت بہم پہنچانا ہے۔

۶۔ کتاب ایساغوجی۔ فن منطق کے اندر داخل ہونے کا دروازہ کھولتی ہے۔

۷۔ قاطیغوریاس [illegible] کا اختصار

۸۔ باریمینیاس کے معانی کا اختصار

۹۔ انالوطیقا اولی کے مضامین کا قیاسات حملیہ تک اختصار

۱۰۔ کتاب ہیئۃ العالم، مقصد تالیف یہ بیان کرنا ہے کہ زمین ایک کرہ ہے جو فلک کے وسط میں واقع ہے۔ فلک کے دو قطب ہیں جن پر وہ گردش کرتا ہے۔ آفتاب زمین سے بڑا اور ماہتاب اس سے چھوٹا ہے۔ وغیرہ۔

۱۱۔ ایک کتاب ان ارباب ہندسہ پر لکھی جو ہندسہ کو فوقیت دیتے ہیں، اس میں ہندسہ کی قدر و قیمت کی وضاحت کی اور ان لوگوں کی تردید کی جو ضرورت سے زیادہ اسے فوقیت دیتے ہیں۔

۱۲۔ ایک مقالہ اس موضوع پر لکھا کہ بادِ سموم اکثر جانوروں کو کیوں ہلاک کر دیتی ہے۔

۱۳۔ ایک کتاب سیسن منانی سے کیے گئے مذاکرات پر لکھی، اس میں سات مباحث کے تحت اس نے منانی کی غلطی اور اس کے ناموس کا فساد بیان کیا۔

۱۴۔ کتاب فی اللذۃ۔ مقصد تالیف یہ بیان کرنا ہے کہ لذت راحت کے تحت داخل ہے۔

۱۵۔ ایک مقالہ کسی منشی کے لیے لکھا جس میں یہ ظاہر کیا ہے کہ موسم خریف کیوں بیماریوں کی آماجگاہ اور موسم ربیع اس کے برعکس ہے، جب کہ دونوں ہی موسموں میں آفتاب ایک ہی مدار میں ہوتا ہے۔

۱۶۔ کتاب فی الفرق بین الرؤیا المنذرۃ و بین سائر ضروب الرؤیا۔

۱۷۔ کتاب الشکوک والمناقضات التی فی کتب جالینوس۔

۱۸۔ کتاب فی کیفیۃ الابصار۔ اس کتاب کے اندر یہ واضح کیا ہے کہ دیکھنے کا عمل آنکھوں سے نکلنے والی شعاع سے تعلق نہیں رکھتا۔ کتاب کے اندر کتاب اقلیدس فی المناظر کے بعض اشکال کی تردید کی ہے۔

۱۹۔ کتاب فی الرد علی الناشی۔ اس میں ناشی کے ان دس سوالات کی تردید کی ہے جن کی رو سے اس نے طب پر حملہ کیا ہے۔

۲۰۔ کتاب فی علل المفاصل والنقرس وعرق النساء۔ بائیس فصلوں پر مشتمل ہے۔

۲۱۔ وجع المفاصل پر ایک اور مختصر سی کتاب۔

۲۲۔ صنعت کے موضوع پر بارہ کتابیں:

۱۔ کتاب المدخل التعلیمی ۲۔ کتاب المدخل البرہانی ۳۔ کتاب الاثبات ۴۔ کتاب التدبیر ۵۔ کتاب الحجر ۶۔ کتاب الاکسیر دس ابواب، ۷۔ کتاب شرف الصناعۃ وفضلہا ۸۔ کتاب الترتیب ۹۔ کتاب التدابیر ۱۰۔ کتاب الشواہد ونکت الرموز ۱۱۔ کتاب المحبۃ ۱۲۔ کتاب الحیل

۲۳۔ ایک کتاب اس موضوع پر کہ کیمیا سازی ناممکن سے زیادہ ممکن ہے، اس کا نام اس نے کتاب الاثبات رکھا ہے۔

۲۴۔ کتاب الاحجار، عمل کیمیا کے اندر جو شے ہوتی ہے اس کی وضاحت پر مشتمل ہے۔

۲۵۔ کتاب الاسرار ۲۶۔ کتاب سر الاسرار ۲۷۔ کتاب التبویب ۲۸۔ کتاب رسالۃ الخا...

۲۹۔ کتاب الحجر الاصفر ۳۰۔ کتاب رسائل الملوک۔

۳۱۔ کتاب الرد علی الکندی فی ادخالہ صناعۃ الکیمیاء فی الممتنع (کیمیا سازی کو یعقوب کندی نے ناممکن قرار دیا ہے اس کی تردید میں یہ کتاب لکھی ہے)

۳۲۔ ایک کتاب اس موضوع پر لکھی ہے کہ پرہیز میں زیادتی، ادویہ کا بعجلت استعمال اور غذا ک... کر دینا صحت نہیں مرض کا باعث ہے۔

۳۳۔ ایک مقالہ اس موضوع پر کہ جاہل اطبار گو بیماری زیادہ نہ ہو پھر بھی مریضوں کو پسند کی ا... کھانے سے بشدت منع کرتے ہیں۔

۳۴۔ کتاب سیرۃ الحکمار ۳۵۔ ایک مقالہ اس عنوان پر کہ طین متنقل بہ میں فوائد ہیں، یہ قا... ابو حازم کے لیے لکھا ہے۔ ۳۶۔ مقالہ فی الجدری والحصبۃ چودہ ابواب ۳۷۔ مقالہ فی الحصی فی الکل... والمثانہ ۳۸۔ کتاب الی من لایحضرہ طبیب۔ تالیف کا مقصد امراض کی وضاحت ہے۔ اس میں تفصی... کے ساتھ ایک ایک بیماری کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ موجود ادویہ سے ان کا علاج ممکن ہے۔ یہ کتا... طب [illegible] کے نام سے بھی معروف ہے۔

۳۹۔ کتاب الادویہ الموجودۃ بکل مکان، اس میں ان دواؤں کا تذکرہ کیا ہے جن کی موجودگی ... طبیب حاذق کو دیگر ادویہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ ان کے ساتھ گھروں اور باورچی خانوں کی اشی... بھی شامل کرلے۔

۴۰۔ کتاب فی الرد علی الجاحظ۔ جاحظ نے طب کو لایعنی قرار دیا تھا، اس کی تردید میں یہ کتاب لکھ...

۴۱۔ کتاب فی تناقض قول الجاحظ۔ جاحظ نے فضیلت کلام پر ایک کتاب لکھی تھی جس میں اس ... فلاسفہ پر سخت تنقید کی تھی۔ رازی نے اپنی اس کتاب کے اندر اس کا تناقض پیش کیا ہے۔

۴۲۔ کتاب التقسیم والتشجیر۔ کتاب کے اندر امراض کے اقسام، اسباب اور معالجات کی تشریح او... وضاحت شجرہ بنا کر پیش کی ہے۔

۴۳۔ کتاب الطب الملوکی فی العلل وعلاج الامراض کلہا بالاغذیۃ ودس الادویۃ فی الاغذیۃ حیث لا... وما لا یکرہہ العلیل۔

۴۴۔ کتاب فی الفالج ۴۵۔ کتاب فی اللقوہ ۴۶۔ کتاب فی ہیئۃ العین ۴۷۔ کتاب فی ہیئۃ الکب... ۴۸۔ کتاب فی ہیئۃ الانثیین ۴۹۔ کتاب فی ہیئۃ القلب ۵۰۔ کتاب فی ہیئۃ الصماخ ۵۱۔ کتاب فی...

بہیئۃ المفاصل ۵۲ ۔ قرابادین ۵۳ ۔ کتاب فی الانتقاد والتحریر علی لمعتنز ۵۴ ۔ کتاب فی الخیار المر ۵۵ ۔ کتاب فی کیفیۃ الاغتذاء اس میں معدنی ادویات کا جامع تذکرہ ہے ۵۶ ۔ کتاب فی اثقال الادویۃ المرکبۃ ۵۷ ۔ کتاب فی خواص الاشیاء ۵۸ ۔ کتاب کبیر فی الہیولی ۵۹ ۔ کتاب فی سبب وقوف الأرض وسط الفلک علی استدارۃ ،

۶۰ ۔ کتاب فی نقض الطب الروحانی علی ابن الیمان ۶۱ ۔ کتاب فی ان العالم لا یمکن أن یکون الأعلیٰ مالنشاہدہ ۶۲ ۔ کتاب فی الحرکۃ وانہا لیست مرئیۃ بل معلومۃ ۶۳ ۔ ایک مقالہ اس عنوان پر کہ جسم کی تحریک ذاتی ہوتی ہے اور حرکت ایک طبعی مبدأ ہے ۔ ۶۴ ۔ قصیدۃ فی المنطقیات ۶۵ ۔ قصیدۃ فی العلم الالٰہی ۶۶ قصیدۃ العظۃ الیونانیہ ۔ ۶۷ ۔ کتاب الکری ومقادیر مختصرۃ ۶۸ ۔ کتاب فی ایضاح العلۃ التی بہا تدفع الہوام بالتغذی ومرۃ التدبیر ۶۹ ۔ کتاب فی الجبر

۷۰ ۔ ایک مقالہ اس موضوع پر ہے کہ اکثر حضرات اچھے طبیبوں کے بجائے کم درجہ کے طبیبوں کا رُخ کیوں کرتے ہیں ۔

۷۱ ۔ ایک مقالہ اس عنوان پر ہے کہ کون سی غذائیں اور پھل مقدم اور مؤخر کیے جائیں ۔

۷۲ ۔ ایک مقالہ میں احمد بن طیب سرخسی کی تردید کی ہے جس نے تلخ مزہ کھانوں کے بارے میں جالینوس کی تردید کی ہے

۷۳ ۔ ایک کتاب مسمعی متکلم کی تردید پر لکھی ہے جس نے ہیولیٰ کی تردید کی ہے ۔

۷۴ ۔ کتاب فی المدۃ وہی الزمان وفی الخلاء والملاء وہما المکان

۷۵ ۔ ایک مقالہ کے اندر جریر طبیب کی غلطی واضح کی ہے جس نے خربوزہ کھانے کے فوراً بعد شامی توت کھانے کا امیر احمد بن اسماعیل کو مشورہ دیا تھا ۔

۷۶ ۔ کتاب فی نقض کتاب انابوانی فرفوریوس فی شرح مذاہب ارسطوطالیس فی العلم الالٰہی ۔

۷۷ ۔ کتاب فی العلم الالٰہی ۷۸ ۔ کتاب فی الہیولیٰ المطلقۃ والجزئیۃ

۷۸ ۔ کتاب الی ابی القاسم البلخی والزیادۃ علی جوابہ وجواب ہذا الجواب

۷۹ ۔ کتاب فی العلم الالٰہی علی رأی افلاطون ۔

۸۰ ۔ کتاب فی الرد علی ابی القاسم البلخی فیما ناقض بہ فی المقالۃ الثانیہ من کتابہ فی العلم الالٰہی

۸۱ ۔ کتاب فی محنۃ الذہب والفضۃ والمیزان الطبیعی

۸۲ ۔ کتاب فی الثبوت فی الحکمۃ ۸۳ ۔ کتاب فی عذر من اشتغل بالشطرنج ۸۴ ۔ کتاب فی حکمۃ الفرد ۸۵ ۔ کتاب فی حیل المنمس ۸۶ ۔ کتاب فی ان للعالم خالقا حکیما ۸۷ ۔ کتاب فی الباہ ، امزجہ اور باہ کے فوائد و نقصانات کا بیان ہے ، ۸۸ ۔ کتاب الزیادۃ التی زادہا فی الباہ ، ۸۹ ۔ کتاب المنصوری ، امیر منصور بن اسحاق بن اسماعیل بن احمد صاحب خراسان کے لیے تصنیف کی تھی اس میں علمی اور عملی اعتبار سے فن طب کے نکات ، خلاصے اور جامع بیانات اختصار کے ساتھ پیش کیے ہیں ۔ یہ دس مقالات پر مشتمل ہے ۔ پہلا مقالہ طب کے بنیادی اصول ، اعضاء کی شکل اور تخلیق پر مشتمل ہے ۔ دوسرے مقالہ کے اندر جسموں کے مزاج ، ان کی ہیئت ،

غالب اخلاط اور فراست کے مختصر اور جامع دلائل بیان کئے گئے ہیں ، تیسرا مقالہ دواؤں اور غذاؤں کی قوتوں پر ہے ، چوتھا مقالہ حفظان صحت کے موضوع پر ، پانچواں مقالہ زینت پر ، چھٹا مسافروں کی تدبیر پر ، ساتواں جراحی کے فن ، جراحات اور زخموں کے جامع امور پر ، آٹھواں سمومیات اور زہریلے کیڑوں پر ، نواں سر سے پیر تک پیدا ہونے والے امراض اور دسواں حمیات وغیرہ کی ضروری معلومات اور معالجات پر مشتمل ہے ۔

۹۰ ۔ ایک مقالہ کتاب المنصوری پر اضافہ کے طور پر لکھا ہے جو امور طبیعیہ پر مشتمل ہے ۔

۹۱ ۔ کتاب الجامع مسمی بہ حاصر صناعۃ الطب ۔ مقصد تالیف طب قدیم اور طب جدید سے ہونے والے ادراکات کو ہر باب میں ایک جگہ جمع کر دینا ہے ۔ یہ بارہ اقسام پر مشتمل ہے ۔ پہلی قسم حفظان صحت ، علاج الامراض ، وثی ، جبر اور معالجات ۔ دوسری قسم غذاؤں اور دواؤں کی قوتوں اور ضروری طبی تدابیر ، تیسری قسم قرابادینی انداز پر ضروری ادویہ مرکبہ ، چوتھی قسم ادویہ کے ضروری سحق ، احراق ، تصعید ، غسل ، استخراج قوت تحفظ ، ہر دوا کے باقی رہنے کی مدت وغیرہ ، پانچویں قسم دواسازی ، جس میں دواؤں کے رنگ ، مزہ ، بو نیز ان کا مآخذ خرابی اور عمدگی وغیرہ کا بیان ہے ۔ چھٹی قسم دواؤں اور غذاؤں کے بدل پر مشتمل ہے ، ساتویں قسم کے اندر جڑی بوٹیوں کے اسماء ، اوزان ، تول کی تشریح ، یونانی ، سریانی ، فارسی ، ہندی اور عربی زبانوں میں اعضاء اور امراض کے نام مشتقہ ہی نام کی کتاب کے اندر بیان کئے گئے ہیں ۔ آٹھویں قسم تشریح اور منافع الاعضاء ، نویں قسم فن طب کے اسباب طبیعیہ پر ہے اس میں امراض کے اسباب امر طبیعی کے اعتبار سے بیان کرنا مقصود ہے ۔ دسویں قسم فن طب کے اندر داخلہ کی رہنمائی کرتی ہے ، یہ دو مقالات پر مشتمل ہے ۔ پہلا مقالہ اشیاء طبیعیہ پر اور دوسرا اوائل طب پر ہے ۔ گیارھویں قسم معالجات و مجربات وغیرہ پر اور بارہویں قسم جالینوس کی کتابوں کے استدراک پر ہے ۔ ان کتابوں کا تذکرہ نہ حنین نے کیا ہے نہ ہی وہ جالینوس کی فہرست میں ہیں ۔

(وضاحت) مذکورہ تقسیم نہ رازی کی مشہور کتاب الحاوی کی ہے نہ یہ مریضوں کے اعتبار سے ہے ممکن ہے کہ یہ رازی کی کسی کتاب کے مسودے کے مطابق ہو جو اس کی وفات کے بعد ملا ہو اور اس کو ایک کتاب تصور کر لیا گیا ہو حالانکہ اب تک اس کتاب کا کوئی نسخہ مری نظر سے نہ گذرا اور نہ اسی کتاب کا کوئی دیکھنے ہی والا مجھے ملا ہے ۔

۹۲ ۔ کتاب الفاخر فی الطب

(مصنف) یہ کتاب رازی کی جانب منسوب ہے اور مشہور ہے کہ اسی کی تصنیف ہے ۔ مجموعی طور پر یہ نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں مؤلف نے امراض اور ان کے معالجات بطریق احسن اور بدرجۂ اتم بیان کئے ہیں ، زیادہ تر اس کا حصہ رازی کی کتاب التقسیم والتشجیر اور ابن سرابیون کی کناش سے منقول ہیں ۔ کتاب میں رازی کا جہاں کلام ہے وہ "قال محمد" سے شروع ہوا ہے ۔ کتاب ... [illegible]

حاشیہ ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ یہ کتاب رازی کی ہے۔ کتاب الفاخر میں رازی نے بکثرت "قال محمد" کہا ہے۔ یہ حسن طبیب مقتدر کے نام سے معروف تھا اور بغداد کا ایک ماہر طبیب تھا۔ اس کا گھر مطب تھا۔ اس کے تین بھائی تھے ایک حاذق کحال تھا جو سلیمان کے نام سے مشہور تھا دوسرا اُسکے زیر کا طبیب نہ تھا یہ ہرون کے نام سے معروف تھا تیسرا دواساز تھا جو اپنے پیشہ کے اندر بغداد میں مشہور تھا۔ اس کے تجربات پر مشتمل ایک حیرت انگیز کناش صرف بغداد کے اندر ملتی تھی۔

۹۳- کتاب فی العلة الخ۔ یہ کتاب اس بیماری کو بتاتی ہے جس کی وجہ سے جسم کا کوئی چھوٹا حصہ بھی جسم سے الگ ہو جائے تو صحتیاب ہونے پر اس کی جگہ پر نہیں ہو سکتی مگر جسم کا بڑے سے بڑا حصہ گو صحتیاب نہ ہو مگر پُر ہو جاتا ہے۔

۹۴- ایک رسالہ اس موضوع پر ہے کہ پانی برف سے، بغیر برف کے، اور جوش دینے کے بعد برف میں رکھ کر سرد کیے جانے پر کیا خاصیت رکھتا ہے۔ ۹۵- کتاب فی العلة التی لہا صار السمک الطری معطشا۔ ۹۶- رسالة فی أنہ لا یوجد شراب غیر مسکر یفی بجمیع افعال الشر المسکر المحمود فی البدن ۹۷۔ کتاب فی علامات اقبال الدولة ۹۸ کتاب فی فضل العین علی سائر الحواس ۹۹- رسالة۔ آفتاب اور دیگر ستاروں کا غروب و طلوع زمین نہیں فلک کی حرکت کے باعث ہوتا ہے۔ ۱۰۰- کتاب فی المنطق۔ اس میں متکلمین اسلام کے الفاظ میں منطق کی ضروری باتیں درج کی ہیں۔ ۱۰۱۔ کتاب فی فسخ ظن من یتوہم ان الکواکب لیست فی نہایة الاستدارة وغیر ذالک ۱۰۲- کتاب فی انہ لا یتصور لمن لا دربة لہ بالبرہان ان الارض کریة وان الناس حولہا، ۱۰۳- رسالة یبحث فیہا عن الأرض الطبیعیة طین ہی أم حجر داخل سمع الکیان ۱۰۴- کتاب یوضح فیہ ان الترکیب نوعان وغیر ذالک، ۱۰۵- مقالة فی العادة وانہا تکون طبیعیة ۱۰۶- مقالة فی المنفعة فی اطراف الاجفان دائما ۱۰۷- مقالة فی العلة التی من اجلہا تضیق النواظر فی النور و تتسع فی الظلمة۔ ۱۰۸- مقالة فی العلة التی لہا تزعم الجہال ان تتسع یعطش ۱۰۹- مقالة فی العلة التی لہا یحرق تتسع ویقرح ۱۱۰- کتاب أطعمة المرضی ۱۱۱- مقالة فیما استدرکہ من الفصل فی الکلام فی القائلین بحدوث الاجسام وعلی القائلین بقدمہا۔ ۱۱۲- کتاب فی أن العلل الیسیرة بعضہا أعسر تعرفا وعلاجا وغیر ذالک ۱۱۳- کتاب العلة التی لہا تذم العوام الاطباء الحذاق ۱۱۴- رسالة فی العلل المشکلة و عذر الطبیب وغیر ذالک ۱۱۵- رسالة فی العلل القاتلة لعظمہا والقاتلة لظہورہا بغتة مما لا یقدر الطبیب علی صلاجہا وعذرہ فی ذالک۔ ۱۱۶- کتاب فی ان الطبیب الحاذق لیس ہو من قدر علی ابرار جمیع العلل .... ۱۱۷- رسالة فی ان الصائغ التعرف بصناعتہ معدوم .... ۱۱۸ کتاب الممتحن فی الطب علی سبیل کناش ۱۱۹- کتاب فی ان النفس لیست بجسم ۱۲۰- کتاب فی الکواکب السبعة فی الحکمة ۱۲۱- رسالة

الی الحسن بن اسحاق بن محارب القمی ۱۲۲- کتاب فی النفس[1] المغترة ۱۲۳- کتاب فی النفس الکبیرة ۱۲۴- مقالة فی العلة التی لاجلہا یعرض الزکام لابی زید البلخی فی فصل الربیع عند شمہ الورد ۱۲۵- رسالة فی مقدار ما یمکن ان من احکام النجوم ۱۲۶- کتاب فی العلة التی لہا صار یحدث النوم فی رؤس بعض الناس شبیہا بالزکام ۱۲۷- کتاب فی الشکوک التی علی برقلس ۱۲۸- کتاب فی تفسیر کتاب افلوطرخس لکتاب طیماوس ۱۲۹- رسالة فی علة خلق السباع والہوام ۱۳۰- کتاب فی اتمام ما ناقض بہ القائلین بالہیولی ۱۳۱- کتاب فی ان المناقضة التی بین اہل الدہر واہل التوحید ۱۳۲- کتاب [illegible] نقضہ علی علی بن شہید البلخی ۱۳۳- کتاب فی الریاضة ۱۳۴- کتاب فی النقض علی الکیال فی الامامة ۱۳۵- کتاب فی انہ لا یجوز ان یکون سکون وافتراق ۱۳۶- کتاب فی اتمام کتاب افلوطرخس ۱۳۷- کتاب فی نقض کتاب التدبیر ۱۳۸- اختصار کتاب حیلة البرء لجالینوس ۱۳۹- اختصار کتاب النبض الکبیر لجالینوس۔ ۱۴۰- تلخیص کتاب العلل والاعراض ۱۴۱- تلخیص کتاب الاعضاء الآلمة لجالینوس ۱۴۲- کتاب الانتقاد علی اہل الاعتزال ۱۴۳- کتاب فی نقض کتاب البلخی لکتاب العلم الالٰہی والرد علیہ ۱۴۴- کتاب فی انہ یجوز أن یکون سکون واجتماع ۱۴۵- رسالة فی أن قطر المربع لا یشارک الضلع ۱۴۶- کتاب فی الاشفاق علی اہل التحصیل من المتکلمین بالفلسفة، اس کتاب کے اندر علم الٰہی کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب بیان کیا گیا ہے۔ ۱۴۷- کتاب فی السیرة الفاضلة وسیرة اہل المدینة الفاضلة ۱۴۸- کتاب فی وجوب الدعاء والدعاوی ۱۴۹- کتاب الحاصل۔ مقصد تالیف یہ بیان کرنا ہے کہ کون سا علم الٰہی اشکل سے حاصل ہوتا ہے اور کون سا دلیل و برہان کی راہ سے۔ ۱۵۰- علم الٰہی پر ایک عمدہ رسالہ ۱۵۱- کتاب منافع الاغذیة دفع ومضارہا، دو مقالات ہیں۔ پہلے میں ہر وقت، ہر مزاج اور ہر حال میں کھانوں کے نقصانات کا ازالہ اور دوسرے میں استعمال اغذیہ کا طریقہ اور بدہضمی اور اس کے نقصانات کا ازالہ بیان کیا گیا ہے۔ اسے امیر ابوالعباس احمد بن علی کے لیے لکھا تھا۔ ۱۵۲- کتاب الی علی بن شہید البلخی فی تثبیت المعاد۔ اثبات معاد اور منکرین معاد کی تردید کتاب کا موضوع ہے ۱۵۳- کتاب علة جذب حجر المغنیطیس الحدید، کتاب کے اندر خلاء پر بکثرت کلام کیا گیا ہے۔ ۱۵۴- کتاب کبیر فی النفس ۱۵۵- کتاب صغیر فی النفس ۱۵۶- کتاب میزان العقل ۱۵۷- کتاب فی الشراب المسکر، دو مقالے ہیں ۱۵۸- مقالة فی السکنجبین ومنافعہ ومضارہ، ۱۵۹- کتاب فی القولنج ۱۶۰- مقالة فی القولنج الحار وہو المعروف بہ کتاب القولنج الصغیر ۱۶۱- کتاب فی تفسیر کتاب جالینوس لفصول ابقراط۔ ۱۶۲- کتاب فی الابنة وعلاجہا وتبیینہا ۱۶۳- کتاب فی نقض کتاب الوجود لمنصور بن طلحہ ۱۶۴- کتاب فیما یرومہ من اظہار ما یدعی من عیوب الاولیاء

---

[1] غالباً النفس الصغیرہ ہے۔ کتاب الفہرست میں اس طرح ہے کتاب فی النفس صغیر، کتاب فی النفس کبیر۔ یہی [illegible] صحیح ہے۔ اصل نسخہ کے حاشیہ پر یہی رقم ہے۔

(مصنف) یہ ممکن ہے کہ رازی کے بعض شریر دشمنوں نے یہ کتاب لکھ کر رازی کی طرف منسوب کردی ہو تاکہ جو لوگ اس کتاب کو دیکھیں یا سنیں ان کے دلوں میں رازی کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو۔ ورنہ رازی کی شان اس سے بالاتر ہے کہ وہ اس قسم کی کتاب لکھے حتیٰ کہ بعض لوگ جو رازی کی برائی بیان کرتے ہیں بلکہ اس کی تکفیر کرتے ہیں مثلاً علی بن رضوان مصری وغیرہ وہ رازی کی اس کتاب کا نام مخاریق الانبیاء یعنی پیغمبروں کے معجزات بتاتے ہیں۔

۱۶۵۔ کتاب فی آثار الامام الفاضل المعصوم ۱۶۶۔ کتاب فی استفراغ المحمومین قبل النضج ۱۶۷۔ کتاب الامام والماموم المحقین ۱۶۸۔ کتاب خواص التلامیذ ۱۶۹۔ کتاب شروط النظر ۱۷۰۔ کتاب الآراء الطبیعۃ ۱۷۱۔ کتاب خطأ غرض الطبیب اشعار فی العلم الالٰہی صفتہ مدار معجون لانظریہ۔ ۱۷۲۔ کتاب الآس لجابر کا منظوم ترجمہ ۱۷۳۔ رسالۃ فی الترکیب ۱۷۴۔ رسالۃ فی کیفیۃ النحو ۱۷۵۔ رسالۃ فی العطش وازدیاد الحرارۃ لذٰلک۔ ۱۷۶۔ کتاب فی جمل الموسیقی ۱۷۷۔ کتاب فی الاوہام والحرکات النفسانیہ ۱۷۸۔ کتاب السر فی الحکمۃ ۱۷۹۔ کتاب فی منافع الاعضاء ۱۸۰۔ کتاب فی العمل بالحدید والجبر ۱۸۱۔ کتاب فی مایعتقدہ رأیا ۱۸۲۔ کتاب فیما اغفلتہ الفلاسفۃ ۱۸۳۔ کتاب الکافی فی الطب ۱۸۴۔ کتاب فی المتنقل ۱۸۵۔ کتاب الاقرابادین المختصر ۱۸۶۔ کتاب فی البر، اس میں یہ بتایا ہے کہ ترکیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اجسام مختلفہ کی ترکیب دوسری اجسام متشابہ الاجزاء کی ترکیب، نیز یہ بتایا ہے کہ کوئی بھی کسی اور حقیقت پر مبنی نہیں ہے ۱۸۷۔ کتاب الی ابی القاسم بن دلف فی الحکمۃ ۱۸۸۔ کتاب الی علی بن وہبان اس میں ایک ہی باب آفتاب پر ہے۔ ۱۸۹۔ کتاب الی ابن ابی الساج فی الحکمۃ۔ ۱۹۰۔ کتاب الی الداعی الاطروش فی الحکمۃ ۱۹۱۔ کتاب سر الاسرار فی الحکمۃ ۱۹۲۔ کتاب سر الطب ۱۹۳۔ کتاب فی شرف الفصد، امیر ابو علی احمد بن اسماعیل بن احمد کے لیے لکھی تھی ۱۹۴۔ کتاب المرشد مسمی بہ کتاب الفصول۔ ۱۹۵۔ رسالۃ فی ان العلل المستکملۃ — ۱۹۶۔ کتاب مختصر فی اللبن، حدوث عالم پر مسعودی سے مناظرہ پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۔ کتاب المدخل الی الطب ۱۹۸۔ مقالۃ فی المذاقات ۱۹۹۔ مقالۃ فی البہق والبرص، ۲۰۰۔ کتاب زینۃ الکتاب ۲۰۱۔ کتاب برساعۃ وزیر ابو القاسم بن عبد اللہ کے لیے لکھی تھی ۲۰۲۔ مقالۃ فی البواسیر والشقاق فی المقعدۃ ۲۰۳۔ کلام فی الفروق بین الامراض ۲۰۴۔ مقالۃ فی الخزمۃ الکائنۃ فی الاحلیل و المثانتہ ۲۰۵۔ کتاب طب الفقراء ۲۰۶۔ رسالۃ الی الوزیر ابی الحسن علی بن عیسیٰ بن داؤد بن الجراح القنائی فی الاعلال الحادثۃ علیٰ ظاہر الجسد ۲۰۷۔ رسالۃ الی تلمیذہ یوسف بن یعقوب ۲۰۸۔ کتاب صیدلۃ الطب، ۲۰۹۔ کتاب فی جواہر الاجسام ۲۱۰۔ کتاب فی سیرتہ ۲۱۱۔ مقالۃ فی الزکام والنزلہ۔ ۲۱۲۔ مقالۃ فی ابدال الادویۃ۔ ۲۱۳۔ کتاب صفات البیمارستان ۲۱۴۔ مقالۃ فی الاغذیۃ مختصرۃ ۲۱۵۔ مقالۃ فیما سئل عنہ فی انہ لم صار من قل جماعہ من الانسان طال عمرہ، امیر ابو العباس احمد بن علی کے لئے تصنیف کیا تھا۔ ۲۱۶۔ مقالۃ فی العلۃ التی لہا اذا اکلت الحیوانات سخنت ابدانہا ماخلا الانسان فانہ یجد عند اکلہ فتورًا۔ ۲۱۷۔ مقالۃ فی الکیفیات ۲۱۸۔ رسالۃ فی الحمام ومنافعہ ومضارہ ۲۱۹۔ کتاب فی الدوار المسہل والمقی، ۲۲۰۔ مقالۃ فی علاج العین بالحدید۔

ابوالحسن احمد بن محمد طبری

طبرستان کا ایک عالم، فاضل، طبیب اور امیر رکن الدولہ کا طبیب خاص تھا۔ اس کی تصنیفات میں ایک کناش معروف بہ معالجات بقراطیہ ہے جو نہایت جلیل القدر اور مفید تصنیف ہے۔ اس میں اس نے جملہ امراض اور ان کے معالجات کا تذکرہ کمال کی حد تک کیا ہے۔ یہ بکثرت مقالات پر مشتمل ہے۔

ابوسلیمان سجستانی

ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام سجستانی منطقی علوم حکمیہ کا فاضل اور ان علوم کے حقائق اور نکتوں کا علم رکھتا تھا۔ بغداد میں یحییٰ بن عدی سے تعلیم حاصل کی۔ اسے زبان و ادب سے بھی دلچسپی تھی۔ چنانچہ اس کے کچھ اشعار حسب ذیل ہیں:

کامل

لا تحسدن علی تظاہر نعمۃ — شخصاً تبیت لہ المنون بمرصد
أو لیس بعد بلوغہ آمالہ — یفضی الی عدم کأن لم یوجد
لو کنت احسد ما تجاوز خاطری — حسد النجوم علیٰ بقاء سرمد

— نعمت میں کسی کو دیکھ کر حسد نہ کرو کہ موت اس کی گھات میں ہے۔
— اپنی آرزوؤں کی تکمیل کے بعد کیا وہ معدوم اور لاشئ نہیں ہوگا۔
— اگر میں حسد کروں تو ذہن اس سے آگے نہ جائے گا کہ بقار دوام پر ستاروں سے حسد کروں۔

نیز کامل

الجوع یدفع بالرغیف الیابس — فعلام اکثر حسرتی ووساوسی
والموت انصف حین ساوی حکمہ — بین الخلیفہ والفقیر البائس

— بھوک تو خشک روٹی سے بھی مٹائی جاسکتی ہے، پھر حسرت و افسوس کس بات پر ہے۔
— بادشاہ اور فقیر بے مایہ کے درمیان اپنا فیصلہ ایک کرکے موت نے بڑا انصاف کیا ہے۔

نیز خفیف

لذت العیش فی بہیمۃ اللـــذۃ لاما بقوله الفلسفی

حکم کأس المنون أن یتساوی؛ فی حساها ابغی والالمعی

—— زندگی کا لطف تو لذت کی شہوانیت میں ہے نہ کہ وہ جو فلسفی کہتا ہے۔

—— موت کے پیالے کا فیصلہ تو یہ ہے کہ کیا غبی کیا ذکی سب اسے پیتیں۔

ویحل البلید تحت ثری الأر	ض کما حل تحتها اللوذعی
اصبحا رمۃً تزایل عنہا	فصلها الجوہری والعرضی
وتلاشیٔ کیانہا الحیو	انی واودیٰ تمیزها المنطقی

—— تحت الثریٰ کند ذہن بھی چلا جاتا اور تیز ذہن بھی۔

—— دونوں بوسیدہ وجود ہو جاتے ہیں جس سے کیا جوہر کیا عرض سب زائل ہو جاتے ہیں۔

—— اس کا حیوانی وجود غائب اور منطقی امتیاز برباد ہو جاتا ہے۔

فاسئل الارض عنہا ان ازال الشک والمریۃ الجواب الخفی

بطلت تلکم الصفات جمیعًا ومحال أن یبطل الأزلی

—— دونوں کے بارے میں زمین سے پوچھو اگر شک و شبہ مخفی جواب دور کر سکے۔

—— یہ سارے اوصاف مٹ گئے اور ازلی کا مٹنا محال ہے۔

تصنیفات

تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

مقالۃ فی مراتب قوی الانسان وکیفیۃ الانذارات التی تنذر بہا النفس فیما یحدث فی عالم الکون کلام فی المنطق۔ چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ تعالیق حکمیہ وملح ونوادر، مقالۃ فی ان الاجرام العلویۃ طبیعتہا خامسۃ وانہا ذوات أنفس وان النفس التی لہا ھی النفس الناطقۃ۔

ابوالخیر حسن بن سوار

ابوالخیر حسن بن سوار بن بابا بن بہنام معروف بہ ابن خمار۔ بہنام فارسی لفظ ہے۔ یہ دو کلموں سے مرکب ہے۔ بہ بمعنی خیر اور نام بمعنی اسم۔ یعنی خیر کا نام۔ ابوالخیر حسن ایک عیسائی تھا اور فن طب کے اصول و

فروع کا عالم، اس کے اسرار و غوامض سے واقف علوم حکمیہ میں باکمال اور فن طب میں گہری سوجھ بوجھ کا ما[لک] تھا۔ فن طب وغیرہ پر اس کی جلیل القدر تصنیفات ہیں۔ ترجمہ کا بھی شعور رکھتا تھا۔ چنانچہ سریانی سے ک[ئی] کتابوں کا ترجمہ اس نے عربی میں کیا ہے۔ میں نے اس کا ایک مخطوطہ دیکھا ہے جو نہایت عمدہ ہے۔ حکمت کی ت[علیم] اس نے یحییٰ بن عدی سے حاصل کی تھی۔ نہایت ذہین اور طباع تھا۔ ماہ ربیع الاول ۳۳۱ھ میں پیدا ہوا۔ ابوالغنائم محمد بن محمد بن ابوطالب کتاب الشامل فی الطب میں لکھتا ہے کہ ابوالخیر حسن بن سوار ۳۳[...] میں موجود تھا۔ ابوالحسن علی بن رضوان اس کے بارے میں "کتاب حل شکوک الرازی علی جالینوس" رقمطراز ہے:

"اس نے ویسا ہی کہا ہے جب ہمارے اس زمانہ میں حسن بن بابا معروف بہ ابن خمار نے کہا ہے۔ یہ طب میں اس درجہ کو پہنچ چکا تھا کہ اس کے سامنے محمود ملک نے زمین کا بوسہ دیا۔ ملک محمود نہایت عظیم انسان تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ شخص فلسفی، عمدہ دانشور اور اچھا عالم تھا۔ دانشوروں، بادشاہوں، رؤسا، عوام اور عظیم انسانوں کے ساتھ عمدہ سیاست اختیار کرتا تھا۔ عابدوں اور زاہدوں کے یہاں پیدل چل کر جاتا اور کہتا کہ اصحاب فسق و فجور اور جابروں کے یہاں جانے کا کفارہ ادا کر رہا ہوں۔ مگر کوئی بادشاہ طلب کرتا تو بادشاہوں اور عظیم انسانوں کی پوشاک پہن کر جاتا۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ اس حال میں اسے دیکھا گیا کہ عمدہ گھوڑوں پر سوار اور نہایت زرق برق پوشاک پہنے تین سو ترکی غلاموں کی جھرمٹ میں راستہ طے کر رہا ہے۔ کمزوروں اور بے بسوں کے لیے تواضع اور بڑے لوگوں پر عظمت کا اظہار یہ فن کا حق ہے۔ بقراط اور جالینوس جیسے حکماء کا بھی یہی دستور تھا۔ ان میں کچھ نے زہد اور تقشف کی زندگی پسند کی اور کچھ نے محاسن حکمت کا اظہار کیا۔"

ابوالفرج بن ہندو کتاب مفتاح الطب میں لکھتا ہے کہ بلاد عجم میں اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا ک[ہ طب] کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مخالفین طب کا سرغنہ ہمارے استاذ ابوالخیر بن خمار فیلسوف سے دشمنی رکھتا ا[ور] کو ان کے خلاف ابھارتا رہتا تھا۔ اتفاق سے جب وہ دردسر کی بیماری میں مبتلا ہوا تو ابوالخیر سے علاج د[ریافت] کیا۔ اس نے کہا "اپنے سر کے نیچے فلاں کتاب رکھ لے جس میں اس نے شغل طب کی مخالفت کی ہے۔ اللہ [تعالیٰ] شفا دے گا۔" اور علاج کرنے سے انکار کر دیا۔

تصنیفات

تصنیفات حسب ذیل ہیں:

مقالۃ فی الهیولیٰ، کتاب الوفاق بین رای الفلاسفۃ والنصاریٰ، تین مقالات۔ کتاب تف[...]

ایساغوجی مفصل، تفسیر الیساغوجی مختصر، مقالۃ فی الصدیق والصداقۃ، مقالۃ فی سیرۃ الفیلسوف، مقالۃ فی الآثار المخیلۃ فی الجو الحادثۃ عن البخار المائی وہی الہالۃ والقوس والضباب، سوال وجواب کے اسلوب پر۔ مقالۃ فی السعادۃ، مقالۃ فی الافصاح عن رائی القدمار فی الباری تعالیٰ وفی الشرائع وموردیہا، مقالۃ فی امتحان الاطبا، یہ مقالہ امیر خوارزمشاہ ابوالعباس سامون بن مامون کے لیے لکھا تھا۔ کتاب خلق الانسان وترکیب اعضاء۔ چار مقالات۔ کتاب تدبیر المشائخ۔ شروع میں یہ ذکر کیا ہے کہ حنین بن اسحاق نے اسے سریانی میں لکھا تھا اور جالینوس اور روفس کی کتابوں سے مشائخ کے بارے میں ضروری تدابیر اخذ کر کے یکجا کر دیا تھا۔ کچھ اضافے اپنی جانب سے اس نے کیے ہیں۔ یہ سوال وجواب کے اسلوب پر ہے۔ ابوالخیر نے سوال وجواب کے بغیر اس کی بسط و شرح کی ہے اور اسے چھبیس ابواب پر ترتیب دی ہے۔ کتاب تصفح ما جریٰ بین ابی زکریا یحییٰ بن عدی و بین ابی اسحٰق ابراہیم بن بکوس .... مقالۃ فی المرض المعروف بالکاہنی وہو الصرع۔ تقاسیم ایساغوجی وقاطیغوریاس لالینوس الاسکندرانی۔ جس کا ترجمہ سریانی سے عربی میں حسن بن سوار نے کیا اور حواشی کے طور پر اس کی شرح لکھی ہے۔ یہ بات میں نے حسن بن سوار کے مخطوط دستور سے نقل کی ہے۔

ابوالفرج بن ہندو

استاذ سید فاضل ابوالفرج علی بن حسین بن ہندو علوم حکمیہ، امور طب اور فنون ادب میں ممتاز، ارباب کمال کی صف میں تھا۔ عمدہ الفاظ، عمدہ اشعار، قابل ذکر اوصاف اور مشہور و معروف تصنیفات کا مالک تھا۔ نہایت عمدہ کاتب بھی تھا، کتابت سے اس نے خدمت بھی سرانجام دی ہے۔ علوم حکمیہ اور فن طب سے اشتغال شیخ ابوالخیر حسن بن سوار بن بابا معروف بہ ابن خمار کی صحبت میں رہا۔ ان کی شاگردی اختیار کی، اور ان کے ارشد تلامذہ اور افضل حکمار میں شمار ہوا۔

ابومنصور ثعالبی کتاب یتیمۃ الدہر میں ابوالفرج بن ہندو کی کیفیت اس طرح بیان کرتا ہے:

"علوم وآداب میں باکمال اور زبان و بلاغت میں دستگاہ رکھنے کے علاوہ شاعری میں یگانہ، مشکل مضامین پر گرفت، یکتا معانی کو موثر اور شائستہ الفاظ میں ڈھالنے، مشکل مقاصد کی تفہیم اور سمع و بصر رکھنے والوں کی تذکیر میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ارباب دانش محو حیرت ہو جایا کرتے تھے۔"

ثعالبی مزید کہتا ہے کہ ایک انوکھا مضمون ذہن میں آیا تھا۔ چنانچہ میں سمجھتا تھا کہ یہ مضمون پہلے کسی نے باندھا نہ ہوگا۔ یہ حسب ذیل اشعار کے آخر میں پیش کیا گیا تھا۔

(رجز) قلبی وجداً مشتعل — علی الہموم مشتمل

وقد کستنی فی الہوی — ملابس الصب الغزل
انسانۃ فتانۃ — بدر الدجا منہا خجل
اذا زنت عینی بہا — فبالدموع تغتسل

دل سوز عشق سے جل رہا ہے، افکار کا ہجوم ہے
ایک فتنہ انگیز انسان نے جس سے چاند بھی شرمایا ہے۔
عشق میں مجھے غزل خواں عاشق کا لباس پہنایا ہے۔
آنکھیں اس سے زنا کرتی ہیں تو اشکوں سے غسل کرتی ہیں۔

مگر ابوالفرج بن ہندو کے یہ اشعار سنے (طویل)

یقولون ما بال عینک مذرأت — محاسن ہذا الظبی ادمعہا ہطل
فقلت زنت عینی بطلعۃ وجہہ — فکان لہا من صوب ادمعہا غسل

لوگ کہتے ہیں آخر تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب سے اس ہرن کو دیکھا ہے اشک رواں ہیں۔
میں نے کہا، اس کے چہرے کے منظر سے آنکھوں نے زنا کیا ہے، لہٰذا اشکوں سے غسل ہو رہا ہے

تو معلوم ہوا کہ ابوالفرج بن ہندو یہ مضمون پہلے ہی باندھ چکا ہے۔

اس کے اشعار حسب ذیل یہ بھی ہیں (بسیط)

قوّض خیامک من أرض تضام بہا — وجانب الذل ان الذل یجتنب
وارحل اذا کانت الاوطان منقصۃ — فمندل الہند فی اوطانہ حطب

اس سرزمین میں مظلوم رہو وہاں سے اپنا خیمہ اکھاڑ لو، ذلت سے کنارہ کش رہو کہ کنارہ کشی کی یہ شے ہے۔
وطن تو ہین کرنے لگے تو رحلت کر جاؤ، کیونکہ گھر کی مرغی ساگ کے برابر ہوتی ہے۔

نیز (منسرح)

اطال بین البلاد تجوالی — قصور مالی وطول آمالی
ان رحت عن بلدۃ غدوت الی — أخری فما تستقر احمالی
کأننی فکرۃ الموسوس لا — تبقی مدی لحظۃ علی حال

مال کی کمی اور لمبی توقعات دونوں نے مجھے خوب دیس بدیس پھرایا۔
ایک جگہ پہنچا نہیں کہ دوسری جگہ کا رخت سفر باندھا، کہیں قرار نہیں ملتا۔
میں گویا ہوں گویا بیمار وسوسہ کا خیال، جو کسی لحظہ ایک حال پر باقی نہیں رہتا۔

تگ و تاز ابھارتے ہوئے پھر کہا ہے:

(طویل)

خلیلیَّ لیس الرای باتریان   فشأنکما اذا ذهبت لشأنی

خلیلیَّ لولا أن فی السعی رفعة   لما کان یومًا یدأب القمران

—— ہمدم! بات وہ نہیں ہے جو سمجھتے ہو، کام پر جاؤ، میں اپنے کام پر ہوں۔

—— ہمدم! تگ و تاز میں رفعت نہ ہوتی تو کسی دن آفتاب و ماہتاب مسلسل محو خرام نہ رہتے۔

نیز   (طویل)

وحقک ما اخرت کتبی عنکم   لقالة ورش او کلام محرش

ولکن وسعی ان کتبت مشوش   کتابی وما نفع الکتاب المشوش

—— تیرے حق کی قسم! کسی چغلخور یا لڑانے والے کی بات سے خطوط مؤخر نہیں ہوئے۔

—— بس لکھتا ہوں تو آنسو خط کو پریشان کر دیتے ہیں، پریشانی میں لکھے گئے خط سے کیا فائدہ۔

اہل و عیال رکھنے سے ممانعت اور وحدت کی تاکید کرتا ہے   (کامل)

ماللمعیل وللمعالی انما   یسمو الیهنّ الوحید الفارد

فالشمس تجتاب السماء فریدة   وابو بنات النعش فیها راکد

—— عیال دار کو معالی امور سے کیا تعلق، معالی امور کا خوگر تو تنہا انسان ہوتا ہے۔

—— آفتاب آسمان کو تنہا طے کرتا ہے، مگر منتشر ستاروں کا باپ ایک جگہ ساکن رہتا ہے۔

صبر پر کہتا ہے   (متقارب)

تصبر اذا انهم اسری الیک   فلا الهم یبقی ولا صاحبه

—— صبر کرو، جبکہ فکرمندی قریب آئے، کیونکہ فکر باقی رہے گا نہ فکرمند۔

نیز   (بسیط)

قالوا اشتغل عنهم یوما بغیرهم   وخادع النفس ان النفس تنخدع

قد صیغ قلبی علی مقدار حبهم   فما لحب سواهم فیه متسع

—— لوگوں نے کہا، ان سے ہٹ کر کسی دن اوروں سے شغل رکھو، نفس کو دھوکہ دو، وہ دھوکہ کھا جائے گا۔

—— میں نے کہا ان کی محبت کے ناپ سے میرا دل بنا ہے، ان کے سوا کسی اور کی محبت کے لیے گنجائش نہیں ہے۔

نیز   (منسرح)

عارض ورد الغصون وجنته   فاتفقا فی الجمال واختلفا

یزداد بالقطف ورد وجنته   وینقص الورد کلما قطفا

اس کا رخسار شاخوں کے پھول کے روبرو آیا، دونوں جمال میں متفق مگر مختلف ہیں۔
رخسار کا پھول توڑنے سے زیادہ ہوتا ہے مگر پھول کو جب جب توڑو کم ہوتا ہے۔

نیز   (سریع)

قولا لهذا القمر البادی   مالک اصلاحی و افسادی

زود فؤادا راحلا قبلة   لابد للراحل من زاد

بھیس بناؤ اور بگاڑ کے مالک اس ابھرے ہوئے چاند سے کہو۔
ہر سفر دل کو ایک بوسہ دے دے، کیوں کہ مسافر کے لئے زاد راہ ضروری ہے۔

نیز   (طویل)

تمنیت من اهوی فلما لقیته   بهت فلم املک لسانا ولا طرفا

واطرقت اجلالا له ومهابته   وحاولت ان یخفی الذی بی فلم یخفا

وقد کان فی قلبی دفاتر عتبه   فلما التقینا ما فهمت ولا حرفا

معشوق کی تمنا تھی، مگر ملاقات ہوئی تو ایسا مبہوت ہوا کہ زبان و نگاہ پر قابو نہ رہا
تعظیم میں اور مرعوب ہو کر سر جھکائے رہا، کوشش کی اپنا حال پوشیدہ رہے مگر پوشیدہ نہ رہ سکا۔
دل پر شکر عتاب کا دفتر تھا مگر ملاقات ہوئی تو ایک حرف بھی نہ نکلا۔

نیز   (بسیط)

عابوه لما التحی فقلنا   عبتم وغبتم عن الجمال

هذا غزال ولا عجیب   تولد المسک فی الغزال

اسے داڑھی آگئی تو انھوں نے نکتہ چینی کی، ہم نے کہا عیب تو رکھا مگر حسن
سے بے خبر رہے۔
یہ ہرن ہے۔ اور ہرن کے اندر مشک کا پیدا ہونا کوئی حیرتناک نہیں ہے۔
زریں رخسار پر بھی کہا ہے

(کامل)

اوحی لعارضه العذار فما   ابقی علی ورعی ولا نسکی

فکانّ نملا قد دببن به   غمست اکارعهن فی مسک

زریں رخسار نے رخسار کو اشارہ کیا، میرے زہد و تقوی پر قیامت ٹوٹی۔
کیا لگتا ہے جیسے چیونٹیاں یہاں مشک میں اپنے پیر ڈبو کر رینگ گئی ہیں۔

نیز (کامل)

قالوا صحا قلب المحب وماصحا — ومحا العذار سنا الحبيب وما محا

ماضره شعر العذار وانما — وافى لسيلسل حسنه أن يبرحا

لوگوں نے کہا عاشق ہوش میں آیا، مگر ہوش میں نہیں آیا، زیریں رخسار نے محبوب کی رونق چھین لی، مگر نہیں چھینی۔

زیریں رخسار کا بال کیا مضر ہے۔ زیریں رخسار کا زائل ہونا تو حسن کا ایک تسلسل ہے۔

نیز زیریں رخسار کے لکیر پر کہا ہے

کامل

الآن قد صحت لدی شهادة — أن ليس مثل جماله لمصور

خط يكتبه حوالى خده — قلم الاله بنقش مسك أذفر

اب یہ گواہی میرے یہاں ثابت ہوگئی ہے کہ کسی صاحب صورت کو اس جیسا حسن نہیں ملا ہے۔ اس کے رخسار کے چپ و راست میں اللہ کا قلم نہایت عمدہ مشک سے لکیر کھینچ رہا ہے۔

نیز (منسرح)

يامن محياه كاسمه حسن — ان نمت عنى فليس لى وسن

قد كنت قبل العذار فى محن — حتى تبدى فزادت المحن

اے وہ کہ جس کا چہرہ نام کی طرح خوبصورت ہے، اگر تو نے تغافل کیا ہے تو مجھے ضرورت بھی نہیں۔ زیریں رخسار سے پہلے تو آزمائش میں تھا، مگر اب بال ظاہر ہوجانے سے آزمائشیں بڑھ گئیں۔

ياشعرات جميعها فتن — يتيه فى كنه وصفها الفطن

ماعيروا من عذاره سفها — قد كان غصنا فاورق الغصن

کیا بال ہیں، سب کے سب فتنہ کا سامان، بیانِ حقیقت میں ذہین بھی لڑکھڑا جائے۔ اس کے زیریں رخسار پر عیب انھوں نے جہالت سے لگایا۔ یہ تو شاخ تھی، جس پر پتیاں آگئی ہیں۔

زیریں رخسار بالوں کی مذمت کرتا ہے (منسرح)

كفى فؤادى عذاره حرقه — فكف عنيا بدمعها غرقه

ماخطحرف من العذار به — الامحامن جماله ورقه

اس کا زیریں رخسار دل کو جلانے کے لئے کافی ہے، آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں باز آئیں۔

زیریں رخسار پر بال کی جو لکیر بنتی ہے وہ اس کے جمال کا ایک ورق لپیٹ دیتا ہے۔

شراب کے بارے میں کہتا ہے (طویل)

أرى الخمر نارا والنفوس جواهرا — فان شربت أبدى طباع الجواهر

فلا تفضح النفس يوما بشربها — اذا لم تثق منها بحسن السرائر

شراب آتش ہے اور نفس جوہر۔ پیوگے تو جوہروں کے مزاج کھل جائیں گے۔ لہٰذا کبھی پی کر نفس کو رسوا نہ کرنا، جبکہ اس کی جانب سے راز درون پردہ کو عمدہ طور پر چھپا رکھنے پر بھروسہ نہیں ہوتا۔

نیز (کامل مرفل)

أوصى الفقيه العسكرى — بأن أكف عن الشراب

فعصيته ان الشرا — ب عمارة البيت الخراب

فقیہ عسکری نے ہدایت کی کہ شراب سے باز رہوں، میں نے خلاف ورزی، شراب تو خانہ خراب کی تعمیر کرتا ہے۔

کسی رئیس سے جس کی آستین پر محفل ناؤ ونوش میں شراب گر گئی تھی (سریع)

انصبت الخمر على كمه — تلثم منه كمه خدمه

لولم ترد خدمته بالتى — قد فعلت ماخصصت كمه

شراب اس کی آستین پر گری، وہ اس کی آستین کو چوم رہی ہے۔ اگر ایسا مقصود نہ ہوتا تو خاص کر آستین پر کیوں گری۔

کتاب میں عود پر رکھی ہوئی دیکھ کر کہا (ہزج)

رأيت العود مشتقا — من المعود بالقان

فهذا طيب آناف — وهذا طيب آذان

عود کو میں نے عود سے مشتق دیکھا۔ ایک خوشبو ناک کی ہے اور ایک خوشبو کان کی۔

نیز (کامل)

ودوحته انس ابهجت ثمراتها — أغاريد تجنيها ندامى وجلاس

تغنى عليها الطير وهى رطيبته — فلما عست غنى على عودها الناس

الفت کا ایک درخت جس کے پھل پھیپھے تھے، ندیم و ہم نشین انھیں چن رہے تھے۔ جب تک تر و تازہ رہا پرندے اس پر نغمہ زن رہے، خشک ہوگیا تو اس کی لکڑیوں پر لوگوں نے گیت گایا۔

آذریون[1] (سورج مکھی) کے بارے میں کہتا ہے (رمل)

رب روض خلت أذر	یونه لما توقد
ذهبا اشعل مسکا	فی کوانین زبرجد

ایک چمن جو سورج مکھی سے خالی ہے جب سونے سے دمک اٹھا
تو لیشب سبز کی انگیٹھیوں میں اس نے مشک سلگائی

رتبۂ کمال پر کہا ہے کامل

اذا رأیت الفضل فاز به الفتی	فاعلم بان هناک نقصا خافیا
والله اکمل قدرة من أن یری	لکماله ممن تراه ثانیا

کسی جواں مرد کو کمال سے ہمکنار دیکھو تو سمجھ لو کہ کوئی نقص پوشیدہ ضرور ہے
اللہ کی قدرت سب سے کامل ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں

شکوی کیا ہے (سریع)

صنعت بأرض الری فی اهلها	ضیاع حرف الراء فی اللثغة
صرت بها بعد بلوغ المنی	یعجبنی أن أبلغ البلغة

سرزمین رے میں اس کے باشندوں کے درمیان اس طرح ضائع ہو گیا جس طرح ہکلاہٹ میں حرف راء غائب ہو جاتا ہے
آرزوؤں کی تکمیل کے بعد یہاں بسد رمق روزی عجیب لگ رہی ہے

نیز (طویل)

لنا ملک مافیه للملک آلة	سوی انه یوم السلام متوج
اقیم لاصلاح الوری وهو فاسد	وکیف استواء الظل والعود اعوج

ہمارا ایک بادشاہ ہے، اس میں بادشاہت کی خوبی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یوم سلام کو اس پر تاج رکھا گیا
خلقت کی اصلاح کے لئے اسے قائم کیا گیا مگر خود فاسد ہے۔ لکڑی ٹیڑھی ہو تو سایہ سیدھا کیونکر ہو

نیز (متقارب)

---

[1] آذریون۔ آذر گون کا معرب ہے۔ مائل بہ سیاہی زرد رنگ۔ نکی دار زرد پھول جسے عام طور پر سورج مکھی کہتے ہیں۔

عجبت لقولنج هذا الامیر	وانی ومن این قد جاءه
وفی کل یوم له حقنة	تفرغ بالزب امعاءه

مجھے تعجب ہے اس امیر کے قولنج پر، کہاں اور کس طرح اس کے یہاں پہونچ گیا
روزانہ ایک حقنہ کے ذریعہ اس کی آنتیں بھر کر کے خالی کی جاتی ہیں

خارش کی تعریف میں مزاحیہ انداز سے (وافر)

لی فرج مسرحی جرب بکفی	اذا ما عد فی الکرب العظام
تنم علی اللئام لذاک حتی	کفیت به مصافحة اللئام

اپنے ہاتھ کی خارش سرور پیدا کرتی ہے۔ حالانکہ اسے بڑی مصیبتوں میں شمار کیا جاتا ہے
اس کی وجہ سے کمینہ لوگ مجھ سے پرہیز کرتے ہیں، مجھے ان کمینوں سے مصافحہ کی ضرورت نہیں ہوتی

شعر گوئی ترک کر دینے کے بعد دوبارہ مراجعت پر یہ اشعار کہے (طویل)

وکنت ترکت الشعر أنف من خنا	واکبر عن مدح وأزهد عن غزل
فما زال بی حبک حتی تطلعت	خواطر شعر کان طالعه أفل
فزال القوافی من لسانی کانها	ینابیع یزل السیل منه علی عجل
وأصبح شعر الاعشیین من العشا	لدیه وشعر الاخطلین من الخطل

شعر گوئی، مدح و ستائش اور تغزل سے بچنے کے لئے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا،
لیکن تیری محبت کا خمار باقی رہا حتی کہ جس شعر کا تارہ ڈوب چکا تھا اس کے خیالات پھر ابھر آئے۔
زبان سے اشعار اس طرح پھسلتے ہیں جیسے کسی ٹیلے سے سیلاب۔
اعشی والوں کے شراب عشا (اندھاپن) اور اخطل والوں کے شراب خطل (فریب) ہو گئے۔

تصنیفات

ابو الفرج بن ہندو کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:
رسالہ موسوم بہ مفتاح الطب اپنے کسی متعلم برادر کے لئے لکھا تھا۔ یہ دس ابواب پر مشتمل ہے
المقالة المشوقة فی المدخل الی علم الفلسفة، کتاب الکلم الروحانیة من الحکم الیونانیة، شعری دیوان
رسالة الاعداد المترجمة بالوساطة بین الزناة واللاطة

حسن فسوی

فارس کے شہر فا کا رہنے والا معروف ومشہور طبیب اور فن کے اندر ممتاز تھا۔ فن کے اندر ممتاز ہونے کے باعث حکومت بویہیہ کی خدمت کی۔ خصوصیت سے شاہ بہاؤ الدولہ بن عضدالدولہ کی خدمت میں رہا۔ سفروں کے اندر اس کی مصاحبت کی اور بلند رتبہ پایا۔ رجب ۳۹۰ھ میں جب امیرالامراء ابومنصور بویہ بن بہاؤالدولہ والد کے ساتھ بصرہ میں بیمار پڑا اور بہاؤ الدولہ نے سیر وشکار کی غرض سے بصرہ سے تستر کا عزم کر لیا تھا۔ مریض بچے پر اسے سخت اندیشہ تھا، نہایت دیکھ بھال رکھتا تھا، فوج کو ملنے سے روک دیا تھا۔ باپ کے ساتھ گویا وہ محصور تھا جو اسے تمام ارادوں سے روک رہا تھا، اتفاق سے اس بچہ کو بخار رجب کے مہینہ میں بہاء الدولہ کی روانگی سے ایک روز پیشتر آیا، جس نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ اثیر نے بہاء الدولہ سے کہا "امیرالامراء تپ زدہ ہے، یہ حرکت نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دیں۔ بہاء الدولہ نے کہا نہیں! اسے فوراً اٹھا کرے چلیں گے۔ بس ایک بات۔ اثیر نے کہا" اگر راستہ میں مضطرب ہوا تو ہلاک ہو جائے گا۔ اس کے یہاں قیام کی مدت ہمارے سفر کے بعد زیادہ دراز بھی نہ ہوگی۔ اثیر کی باتوں پر اس نے توجہ نہیں دی۔ اور حسن طبیب فسوی کو کہلا بھیجا کہ وہ بچے کو دیکھ کر مطلع کرے۔ کیونکہ اس کی رائے پر اسے اعتماد تھا۔ طبیب نے معائنہ کرنے کے بعد کہا " بہتر یہ ہے کہ چھوڑ دیا جائے۔" نیچے اتر کر چکے سے بادشاہ کو بتایا کہ بیماری خطرناک ہے۔ اس کی تکالیف بتاتے ہوتے کہا زندہ بچ جانے کی امید نہیں ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے بچے کو چھوڑا۔ بخار اور کچھ دوسرے عوارض حملہ آور ہوتے رہے حتی کہ اس نے ۲ شعبان ۳۹۰ھ کو وفات پائی۔

ابومنصور حسن بن نوح قمری

وقت کے صاحب، وحید العصر، فن طب کے اندر باکمال، معالجات میں عمدہ طریقوں کے حامل اور طب کے بنیادی اصول و فروغ میں فاضل تھے۔ اپنے زمانہ میں بادشاہوں کے یہاں ممتاز اور بے حد محترم تھے، رحمہ اللہ۔

شیخ امام شمس الدین عبدالحمید بن عیسیٰ خسروشاہی نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ الرئیس ابن سینا نے ان کا زمانہ پایا تھا۔ یہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ شیخ الرئیس ان کی مجلس میں برابر حاضری دیتا اور اسباق میں پابندی سے شرکت کرتا تھا۔ فن طب کے اندر ان سے کسب فیض کیا۔

تصنیفات

کتاب غنی ومنی، یہ نہایت عمدہ کتاش ہے جس میں امراض اور ان کے علاج مہارت ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ فن طب کے عمائدین بالخصوص رازی نے اپنی کتابوں کے اندر متفرق طو جن امور کا تذکرہ کیا ہے ان کی نہایت خوبصورت تلخیص بھی پیش کی گئی ہے۔ اور کتاب علل العلـ ان کی تصنیفات ہیں۔

ابوسہل مسیحی

ابوسہل عیسیٰ بن یحییٰ مسیحی جرجانی نظری اور عملی طب کا ایک ماہر فاضل تھا۔ عبارت شستہ تصنیـ عمدہ، خط خوبصورت اور عربی زبان کا مذاق نہایت اعلیٰ تھا۔ میں نے اس کی ایک کتاب کا مخطو دیکھا ہے جو تخلیق انسانی میں حکمت الٰہی کے موضوع پر ہے۔ صحت، جودت، اعراب اور ضبط میں بد اتم ہے۔ یہ کتاب اس کی تصنیفات میں سب سے اعلیٰ اور انفع ہے۔ کیونکہ جالینوس وغیرہ نے منا الاعضاء پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ نہایت شستہ اور صاف عبارت میں پیش کرنے کے علاوہ اپنی جا سے کچھ نفیس اضافے بھی کئے ہیں، جن سے اس کے فضل و کمال اور وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے وہ اپنی اس کتاب کے شروع میں لکھتا ہے

"ان کی وضاحتوں پر جو وضاحت ہم نے کی ہے اس کی خوبی وہی سمجھ سکتا ہے جو انصاف اور سوجھ بوجھ سے ہماری اور ان کی عبارتوں کا مقابلہ کرے، کیونکہ جسے یہ نہ معلوم ہو کہ تنقید و تبصرہ کیا چیز ہے وہ فیصلہ کے لائق نہیں ہے اور جس کے اندر انصاف نہ ہو وہ افضل و اعلیٰ کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ نہ اسے ترجیح دے سکتا ہے۔ پس تنقید و تبصرہ کا اہل منصف صاحب علم توجہ اور غور وفکر سے ہماری اور ان کی توضیحات وایرادات دیکھے گا تو وہ سمجھے گا کہ کس طرح ہم نے ان کے بیانات کی تصحیح کی ہے، تہذیب کی ہے، تکمیل کی ہے، تسہیل کی ہے اور کس طرح بنیادی مضمون کو اور پھر ہر فصل کو عمدہ طور پر مرتب کیا ہے۔ اور اس علم کی جو بات نہیں ہے اسے ساقط کر دیا ہے۔ پھر کس قدر ہم نے اپنی جانب سے باریک اور حیرت انگیز مضامین کا جو لطیف اور جلالت رتبہ کے باعث قدماء سے مخفی رہ گئے تھے اضافہ کیا ہے، نیز کس طرح ان کے برعکس بیان کردہ

مقدم امور کو موخر کر دیا ہے۔ تاکہ فن کے اصول و مبادی اور ان کے اسباب کی وضاحت ہو جائے۔ اور حقیقی دلیل فراہم ہو جائے"۔

شیخ امام حکیم مہذب الدین عبدالرحیم بن علی رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ قدیم و جدید کسی بھی عیسائی مصنف کو ابو سھل مسیحی کے مقابلہ میں عبارت زیادہ واضح، الفاظ عمدہ اور مضمون خوب تر بیان کرتے ہوئے نہیں پایا۔ ایک روایت کے مطابق شیخ الرئیس ابن سینا گو مابعد کو فن طب کے اندر ممتاز اور علوم حکمیہ میں باکمال ہوئے مگر مسیحی اس کا معلم تھا۔ حتیٰ کہ شیخ نے مسیحی کے لئے کتابیں لکھیں اور اس کے نام سے معنون کیں۔ عبیداللہ بن جبرئیل کے مطابق مسیحی خراسان میں تھا اور سلطان خراسان کا مقرب تھا۔ چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

مسیحی کا قول تھا کہ کھانے کے بعد دن میں سونا مفید دوا پینے سے بہتر ہے۔

تصنیفات

کتاب المأۃ فی الطب۔ اس کی سب سے عمدہ اور مشہور تصنیف ہے۔ امین الدولہ بن تلمیذ کا اس پر حاشیہ ہے۔ وہ کہتا ہے۔ "اس کتاب پر بھروسہ کرنا فروری ہے، کیونکہ اس میں بکثرت تحقیقات ہیں اور تکرار کم ہے، عبارت واضح ہے۔ علاج جیدہ ہیں۔ کتاب اظہار حکمۃ اللہ تعالیٰ فی خلق الانسان، کتاب فی العلم الطبیعی، کتاب الطبی الکلی۔ دو مقالات۔ مقالۃ فی الجدری، اختصار کتاب المجسطی، کتاب تعبیر الرؤیا، کتاب فی الوباء۔ ملک عادل خوارزمشاہ ابوالعباس مامون بن مامون کے لئے تصنیف کی تھی۔

CCRUM - Pub. No. 30

First Edition - 1000

1990

Price 92/-

Published by : Central Council for Research in Unani Medicine
5, Panchsheel Shopping Centre
New Delhi-110 017.

Printed at : Ali Corporation of India, Delhi-110 006.

PREFACE

The Central Council for Research in Unani Medicine, under its Literary Research Programme, has undertaken the work of compilation and translation of rare Unani medical works. So far, under this scheme, the Council has brought out several volumes such as, to name a few, **Kitab al-Abdal** by Zakaria Razi, Risala Judia by Ibn Sina, **Kitab al-Kulliyat** by Ibn Rushd, **Kitab al-Taisir** by Ibn Zohr and **Al Jami li Mufradat** by Ibn Baitar.

The present book, **Uyoon al-Amba fi Tabaqat al-Atibba**, by Allama Ibn-e-Abi Usaiba, is an important treatise on the history of Medicine, down to the thirteenth century, in which the life and works of yesteryear physicians have been described in detail.

The book was first published in 1883 (1299 A.H.) from Egypt in two volumes and later in 1965 from Beirut in one volume. Since the Egyptian edition is considered more authentic, the Council has used it as a basis for Urdu translation of the classic. It would not be out of place to acknowledge here the services rendered by Hakim Abdul Majid Islahi in the translation work.

It is hoped that the present volume will prove a useful source for Urdu knowing physicians, academics, researchers and students of History of Medicine in general and those of Unani Medicine in particular.

M. A. Razzack

Hakim Mohammed Abdur Razzack
Director

ʿUYOON AL-ANBA FI TABAQAT AL-ATIBBA

by

Ibn - e - Abi Usaiba

Vol. 1

Urdu Translation

CENTRAL COUNCIL FOR RESEARCH IN UNANI MEDICINE